

# التكشيف

عَنْ مَهَمَاتِ التَّصَوُّفِ

تصوف کے سینکڑوں دقیق مسائل کا قرآن و حدیث سے استنباط

حکیم الامت دارالافتاء  
حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب مدظلہ

تحقیق و تخریج احادیث

حضرت مولانا محمد عرفان منصور پوری مدظلہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ

پتوکل فوارہ ملت ان پکستان

{061-4540513-4519240}

مجموعہ رسائل

التُّمِّي

فِي أَحْكَامِ الرَّقِيِّ

أَوْزَادِ رَحْمَانِي

الْمُتَوَّجِّ

فِي مَا يَتَعَلَّقُ بِالرُّوحِ

حَقِيقَةُ الطَّرِيقَةِ

مِنَ السُّنَّةِ الْأَنْبِيَّةِ

تَأْيِيدُ الْحَقِيقَةِ

بِالْآيَاتِ الْعَتِيقَةِ

عِرْفَانِ حَافِظِ

النِّكَتِ الدَّقِيقَةِ

مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِالْحَقِيقَةِ

جیسے نایاب رسائل کا مجموعہ پہلی مرتبہ

جدید ترتیب و تخریج

کے ساتھ

## عرض ناشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حامدا و مصلیا اما بعد!

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اکابر کی دعاؤں سے ادارہ کو حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی نایاب کتب کی اشاعت کا شرف حاصل رہا ہے اور یہ بھی اللہ ہی کا فضل اور توفیق ہے کہ حضرت علیہ الرحمۃ کی وہ کتب جنہیں عام طور پر تجارتی ادارے شائع کرنے کی ہمت نہیں کرتے ادارہ کی طرف سے شائع ہوئیں۔ مثلاً مولانا روم رحمہ اللہ کی مثنوی شریف کی عظیم شرح ”کلید مثنوی“ جو کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ جو غالباً ہندوستان میں مختلف رسائل میں قسط وار شائع ہو کر ایسی نایاب ہوئی کہ حضرت کے اکابر خلفاء بھی اس کے استفادہ کیلئے متمنی رہے۔ اللہ کے فضل سے تلاش بسیار کے بعد اس ضخیم شرح کے دفاتر دستیاب ہوئے اور ان کی اشاعت کی گئی۔ اب بحمد اللہ ”کلید مثنوی“ جدید اسلوب کے ساتھ کمپیوٹر کتابت میں شائع ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو شرف قبولیت سے نوازیں آمین۔

زیر نظر کتاب ”التکشف عن مہمات التصوف“ بھی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی ان نایاب کتب میں سے ہے جو اب تک قدیم نسخہ کا عکس لیکر شائع ہوتی رہی ہے جس میں شریعت میں مطلوب تصوف و طریقت کے مسائل و معارف کو تین سو تیس احادیث سے مستنبط فرمایا گیا ہے۔ ان احادیث پر مزید تہذیب و تخریج کا کام مولانا محمد عفان منصور پوری مدظلہ (جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد) نے بہت محنت شاقہ سے کیا ہے۔ ان کے کام کی تفصیل آپ ان کے ”عرض حال“ کے عنوان سے ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ کے فضل و کرم سے ان جدید خصوصیات و اضافہ جات کے ساتھ التکشف کی پہلی مرتبہ اشاعت کی توفیق بھی ادارہ کے حصہ میں آئی۔ ان شاء اللہ یہ جدید ایڈیشن اہل علم اور اہل دل کیلئے روحانی تحفہ ہے۔ یہ مستند کتاب ان حضرات کیلئے بھی دعوت فکر ہے جو تصوف و طریقت کو شریعت سے علیحدہ یا اس کے مقابل کی چیز سمجھ کر اس عظیم نعمت سے محروم رہتے ہیں۔ بلاشبہ یہ کتاب حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی مجددانہ شان کی حامل ہے کہ حضرت نے احادیث صحیحہ سے تصوف و طریقت کے مسائل کو مستنبط فرما کر معترضین کو لاجواب فرما دیا۔ اس سے قبل ”التشریح بمعرفۃ احادیث التصوف“ بھی عرصہ سے نایاب تھی وہ بھی (کمپیوٹر ایڈیشن) شائع ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو شرف قبولیت سے نوازیں اور اسے ہمارے لئے ذخیرہ آخرت بنا لیں آمین۔

والسلام... محمد الملق غفرلہ... ربیع الاول ۱۴۳۰ھ بمطابق مارچ ۲۰۰۹ء

# عرض حال

از صاحب تخریج و تہذیب

سلوک و تصوف یعنی روح شریعت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے جس میں اخلاص دین اعمال قلب کی اصلاح اور معرفت رب کائنات کے گر سکھائے جاتے ہیں یعنی شریعت نام ہے اس دین کا جس کو لیکر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں اور طریقت (سلوک و تصوف) نام ہے اس راہ عمل کا جس پر چل کر آسانی کے ساتھ دین محمدی کے تمام شعبوں پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ شریعت و طریقت الگ الگ چیز نہیں بلکہ طریقت عین شریعت ہے اس لئے کہ اخلاص کے ساتھ احکام الہی کی تعمیل و تکمیل ہی کو طریقت سے موسوم کیا جاتا ہے آخری زمانہ میں ایک ایسے طبقہ نے جنم لیا جو اعمال طریقت کو روح اسلام کے منافی بدعات کا مجموعہ اور بطلان و ضلالت کا ذخیرہ قرار دیتا ہے دراصل ان کو تاہ نگاہیں ان اسرار و رموز اور دقائق شریعت کے ادراک سے قاصر ہیں جو طریقت کے ہر عمل کو کتاب و سنت کی کسوٹی پر رکھ کر سند ثبوت فراہم کر چکے ہیں۔

باری تعالیٰ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی قبر کو نور سے منور فرمائے کہ انہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور اس فن کے مسائل کو سب سے پہلے کلام پاک سے مستنبط فرمایا اور اس کے متعلق ”مسائل السلوک من کلام ملک الملوک“ اور ”تائید الحقیقۃ بالآیات العتیقۃ“ کے نام سے دو رسالے تالیف فرمائے۔

پھر سنت صحیحہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں ان مسائل سلوک کی تشریح فرمائی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و عمل سے ان کو ثابت کیا۔ اس موضوع پر آپ نے دو کتابیں تصنیف فرمائیں۔ س (۱) التشریح بمعرفۃ احادیث التصوف“ یہ کتاب چار حصوں میں ہے اس میں ان احادیث کی تحقیق ہے جو تصوف کی کتابوں میں یا صوفیاء کے کلام میں آتی ہیں اور یہ دکھایا گیا ہے کہ اصول و فن حدیث کی رو سے یہ حدیث کس درجے کی ہے اور حدیث کی کس کتاب میں ہے اور جو روایات ان میں دراصل حدیث نہ تھیں بلکہ عوام نے غلط فہمی سے ان کو حدیث سمجھ رکھا ہے اگر وہ اقوال نتیجہ کے طور پر کسی دوسری حدیث یا آیت پاک سے ثابت ہیں تو ان احادیث و آیات اور ان

سے ان اقوال کی صحت کے طریق و استنباط پر گفتگو فرمائی ہے۔

(۲) ”حقیقۃ الطریقۃ من النہجۃ الآنیقۃ“ یہ کتاب ۱۳۲۷ھ میں لکھی گئی، یہ مستقل تصنیف ہونے کے ساتھ حضرت کی مشہور کتاب ”التکشف عن مہمات التصوف“ کا جز بھی ہے، اس میں تین سو تیس احادیث ہیں، جن سے سلوک و تصوف کے مسائل کو واضح انداز میں مستنبط کیا گیا ہے، ان میں سے اکثر و بیشتر صحاح ستہ کی روایات ہیں۔ اس کے علاوہ مسند احمد، شعب الایمان للبیہقی، معجم طبرانی اور رزین وغیرہ کی بھی کچھ روایات ہیں۔

(۳) ”النکت الدقیقۃ مما یتعلق بالحقیقۃ“ یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے، اس میں بھی تصوف کے دقیق مسائل کو احادیث مبارکہ سے ثابت کیا گیا ہے اور یہ ”حقیقۃ الطریقۃ“ کے ذیل کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت نے عموماً احادیث کا انتخاب ”تیسیر الاصول“ سے کیا ہے اور کہیں کہیں مشکوٰۃ شریف سے بھی روایات لی ہیں، کتاب کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ صوفیہ کا کوئی ورد یا وظیفہ ایسا نہیں ہے جس کو بے اصل کہا جاسکے، اور اس کو بدعات کی فہرست میں داخل کر دیا جائے۔ مسائل تصوف کے سلسلہ میں شک و شبہ میں مبتلا لوگوں کیلئے ان تصانیف کا مطالعہ ضروری ہے تاکہ ان کا ذہن و دماغ بے بنیاد شبہات و اعتراضات سے خالی ہو جائے۔

آخر الذکر دونوں کتابیں کافی دنوں سے پردہ خفا میں ہونے کی وجہ سے عام طور پر دستیاب نہ تھیں جس کی وجہ سے استفادہ مشکل ہو رہا تھا، از سر نو کتاب کو منظر عام پر لانے کیلئے ضروری تھا کہ اولاً قدیم نسخہ میں متن حدیث میں موجود غلطیوں کی کتب اصلیہ کی طرف مراجعت کرتے ہوئے تصحیح کی جائے۔ ثانیاً ان احادیث کی اسنادی حیثیت کو واضح کیا جائے۔

ثالثاً عناوین میں موجود فارسی عبارات کو اردو زبان میں منتقل کیا جائے اور مضمون کتاب تک رسائی کیلئے فہرست مضامین کا اضافہ کیا جائے۔

گزشتہ دنوں حضرت اقدس مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی دامت برکاتہم استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند نے احقر کو اس کتاب پر کام کرنے کا حکم فرمایا بندہ نے حتی المقدور اس کی خدمت کی جو آپ کے سامنے ہے۔

باری تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور سب کیلئے نافع بنائے آمین۔

فقط... محمد عقان منصور پوری

خادم تدریس جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

۱۳۲۷/۲/۱ھ

## فہرست عنوانات

۲۷	دیباچہ
۳۰	حصہ اول از مجموعہ تکشف.... برائے کم استعدادان... اصلی انسانی زیور
۳۱	مسائل متعلقہ نوافل از بہشتی زیور حصہ دوم
۳۱	تحیۃ الوضوء.... اشراق.... چاشت
۳۲	اوابین.... تہجد.... صلوٰۃ التہجد
۳۳	استخارہ کی نماز کا بیان
۳۴	نماز توبہ کا بیان.... رسالہ قصد السبیل کا مطالعہ کرے
۳۴	حقیقت طریقت
۳۶	حقوق طریقت.... طریقہ میں داخل ہو کر جو جو کام کرنا پڑیں گے
۳۹	تحقیق متعلق کرامت از رسالہ کرامات امدادیہ
۴۲	رسالہ التقیٰ فی احکام الرقی
۴۵	طلسم کشائے فریمین
۴۷	علاج و سوس از رسالہ خاتمہ بالخیر
۴۸	از امداد الفتاویٰ معروف بہ فتاویٰ اشرفیہ علاج بعضے اقسام قبض
۵۰	تدبیر مبدل شدن عشق مجازی بعشق حقیقی
۵۳	ارشاد مفید در باب انکشاف انوار لطائف
۵۴	علاج بعضے اقسام وحشت و سوزش قلبی

۵۵	خط ہدایۃ نمط نزد عزیزے کہ از ہجوم وساوس و خطرات عاجز و مغلوب آمدہ قصد خودکشی کردہ بود
۵۸	معالجہ صدمہ مفراط
۵۹	پند سودمند در عشق نفسانی
۶۰	جواب اشکالے... بے معنی شدن عاق کردن شیخ مرمرید را
۶۱	عدم انحصار وصول فی الاوراد و الرياضة الشدیدیة
۶۳	خمسة اردو نظیر بر قصیدہ فارسیہ حکیم سنائی رحمہما اللہ تعالیٰ
۶۷	<b>حصہ دوم از مجموعہ تکشیف</b>
۶۷	برائے متوسط الاستعدادان... از امداد الفتاویٰ معروف بہ فتاویٰ اشرفیہ
۶۷	تعلیم ذکر زنان را و معنی انا الحق
۶۸	حل شعرے از مثنوی
۶۹	تشخیص سبب زہوق روح بعضے... اہل حال زسماع و تحقیق اختلاف در مسئلہ سماع
۷۱	معنی ذکر و فکر و تصور شیخ و رابطہ و فنا و ثمرات آنہا
۷۳	حل بعضے اشعار مثنوی
۷۵	فرق در میان دعوے و تحدث بالنعمة
۷۶	<b>تذکیر موت از رسالہ فروع الایمان</b>
۷۷	قصیدہ
۸۰	فائدہ متعلقہ اشعار تذکیر موت... کہ عنقریب بالا گذشت از شوق وطن
۸۲	<b>حصہ سوم از مجموعہ تکشیف</b>
۸۲	برائے ذی استعدادان اہل علم... قصد السبیل تمام... تلخیص الہدایہ
۸۲	تلخیص الانوار والتجلی... الجزء الاول فی مسئلۃ التزیلات الستہ
۸۵	وہذہ صورتہ ترتیب المراتب مع بعض الاصطلاحات
۸۶	الجزء الثانی فی جامعیۃ الانسان

٩٩	الفتوح فيما يتعلق بالروح
١٠٩	عرفان حافظ
١١٠	توقف وصول بر جذب... قبض و بسط
١١١	اطاعت شيخ در سلوك
١١٢	طلب ترقى در باطن
١١٣	حالت حيرت... ضرر استعجال در حصول مقصود
١١٤	طريق و شرط نفع ذكر و عبادت
١١٥	تحقيق ارتباط بين الذات والصفات
١١٤	حكمت عروج و نزول سالك
١١٨	حجاب نبودن خلق منتهى را از حق
١١٩	منع طلب سالك حالت خاصه را
١٢٣	عدم مواخذة براہل شكر
١٢٤	قطع تعلقات مشوشه
١٢٨	عدم اعتراض بر طبق ترتيب
١٦٦	ردیف الباء
١٨٠	ردیف التاء
٣٨٣	ردیف الثاء
٣٨٦	ردیف الجيم
٣٨٤	ردیف الحاء
٣٩١	ردیف الخاء
٣٩٣	اشعار غزل اول ردیف الدال موافق نسخه متن
٣٩٣	اشعار غزل اول ردیف الدال موافق نسخه شرح

۳۹۴	تائید الحقیقۃ بالایات العتیقۃ
۴۱۱	ترجمہ از حضرت مولانا شاہ لطف رسول صاحب رحمہ اللہ
۴۳۶	حقیقۃ الطریقۃ من السنۃ الانیقۃ
۴۳۹	مقدمہ
۴۴۱	۱۔ مسئلہ تمشل... ۲۔ مسئلہ مقصودیت
۴۴۲	۳۔ خطرات کی طرف توجہ نہ کرنا
۴۴۳	۴۔ مسئلہ بیت طریقت و اصلاح اعمال..
۴۴۴	مصلحتاً مرید کو خلوت میں خفیہ تعلیم دینا
۴۴۴	شیخ کے حکم کو بجالانے میں مبالغہ کرنا
۴۴۵	۵۔ وقت بیعت عورتوں سے مصافحہ نہ کرنا
۴۴۶	۶۔ عادت ادا کے مقصود بر موز و عبارات غیر ظاہرہ برائے مصلحت
۴۴۷	۷۔ عادت ادا کے مقصود بر موز
۴۴۸	۸۔ کسی وجہ سے اپنے کو یا اپنے نفس کو کافر وغیرہ کہنا
۴۵۰	حال مشاہدہ..... متفرق برکت صحبت شیخ..... فرشتوں کا ظاہر ہونا
۴۵۰	مسئلہ تغیر و تبدل اور غلبہ حال کا دائمی نہ ہونا
۴۵۱	۹۔ مجاہدہ و ریاضت میں میانہ روی اختیار کرنا
۴۵۲	۱۰۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر دریا اور آفتاب وغیرہ کا اطلاق کرنا
۴۵۴	۱۱۔ مرنے سے پہلے مر جاؤ..... خلق مراقبہ
۴۵۵	۱۲۔ حالت درویشی کے مناسب نام میں تبدیلی
۴۵۵	۱۳۔ شغل، جمع خاطر
۴۵۶	۱۴۔ علامت، مقبول و غیر مقبول
۴۵۷	۱۵۔ فضیلت جماعت صوفیہ



۴۵۸	۱۶- عادت، مبالغہ در ترک تعلقات
۴۵۹	۱۷- بزرگوں کے تبرکات کو رکھنا
۴۶۰	۱۸- کسی مصلحت کی بناء پر نکاح نہ کرنا
۴۶۱	۱۹- مالداروں سے ہدایا و تحائف لینا
۴۶۱	۲۰- عادت، مبالغہ در تقلیل متاع
۴۶۲	۲۱- حال، علوم و ہبہ و واردات قلبیہ
۴۶۳	۲۲- حلقہ بنا کر ذکر کرنا.... اجتماعاً ذکر کی غرض سے خانقاہ بنانا
۴۶۳	حال، کیفیت باطنی مسمی بہ نسبت
۴۶۳	۲۳- ذکر اللہ کے غلبہ میں طاعات و نوافل کو چھوڑ دینا
۴۶۵	۲۴- تعلیم، عدم اہتمام لذت در ذکر و عبادت
۴۶۶	۲۵- انبیاء کے علاوہ (اولیاء اللہ) کو بھی فرشتے نظر آ سکتے ہیں
۴۶۷	اپنے ہی کشف کی حقیقت کا ادراک نہ ہونا ممکن ہے
۴۶۷	۲۶- حال، علم و ہبہ
۴۶۸	۲۷- جنات کا انسانی شکل میں متشکل ہونا.... حال، کرامت
۴۶۹	اپنی ہی کرامت کی حقیقت معلوم نہ ہونا ممکن ہے
۴۶۹	۲۸- رسم اعمال و عزائم
۴۷۰	۲۹- محبوب کی ناراضگی سے لذت حاصل کرنا
۴۷۱	۳۰- تبرکات سے برکت حاصل کرنا
۴۷۲	۳۱- حال، غیبت و محو
۴۷۲	۳۲- غیر یقینی اسباب کو ترک کرنا
۴۷۳	۳۳- حلال چیزوں کے چھوڑنے میں غلو کرنے کی ممانعت
۴۷۴	۳۴- کسی قوی چیز کے پیش آ جانے کی وجہ سے مغلوب الحال ہو جانا

۴۷۵	۳۵- زجر و توبیح کے طور پر مرید کو الگ کر دینا
۴۷۶	خوشخبری سنانے والے کو کپڑا وغیرہ دینا... حال، قبض و بسط
۴۷۶	۳۶- حال، سکر
۴۷۷	۳۷- حال، ہیبت
۴۷۸	خلق، مراقبہ
۴۷۸	۳۸- حال، فراست
۴۷۸	۳۹- خلق، خوف اور تواضع
۴۷۹	علامت اولیاء و مقربین
۴۷۹	۴۰- حال، کرامت
۴۸۰	حقیقت پر شریعت کو ترجیح دینا
۴۸۱	۴۱- حال، طغ و ادلال (شوخی)
۴۸۱	۴۲- فیض پہنچانا شیوخ کے قبضہ و اختیار میں نہیں
۴۸۲	۴۳- کمال صلاۃ کے لئے خطرات و خیالات کا نہ آنا شرط نہیں ہے
۴۸۳	۴۴- حادث کی آواز میں قدیم کی تجلی
۴۸۴	۴۵- حال، غیبت و محو
۴۸۴	۴۶- قبض سے دل گرفتہ نہ ہونا
۴۸۵	۴۷- دل اللہ تعالیٰ کی کشادہ سرزمین ہے... متفرقات، تفسیر خلاف ظاہر
۴۸۶	۴۸- اپنے عمل کو پوشیدہ رکھنا
۴۸۷	دوسرے کی مصلحت کو اپنی مصلحت پر مقدم کرنا
۴۸۷	۴۹- مشائخ کی تصویروں کو رکھنا درست نہیں
۴۸۸	۵۰- متفرقات، نور و ظلمت قلب
۴۸۸	۵۱- عارف کامل کی ترقی کا کوئی منتہی نہیں

۴۸۹	۵۲- تعلیم، مراقبہ
۴۹۰	۵۳- کسی معاملہ میں کئی لوگوں کے کشف کا یکساں ہونا باعث اطمینان ہوتا ہے
۴۹۱	۵۴- ذکر اللہ کے ذریعہ وسوسہ کا ختم ہونا
۴۹۱	۵۵- باواز بلند ذکر کرنا اگر کسی کو تکلیف و پریشانی نہ ہو درست ہے
۴۹۲	۵۶- کبھی ناقص کامل کے لئے حصول فیض کا ذریعہ بن جاتا ہے
۴۹۳	۵۷- مسئلہ خاصیت سماع
۴۹۴	حال وجد
۴۹۴	۵۸- مسئلہ وجد کا ملین
۴۹۵	۵۹- ریاضت و مجاہدہ میں غلو کرنے کی ممانعت
۴۹۶	۶۰- معمولات کو دوسرے وقت میں ادا کرنا
۴۹۶	۶۱- مسئلہ شوخی
۴۹۷	۶۲- خواب میں وبا کی شکل دکھادی گئی
۴۹۸	۶۳- عالم مثال کا ثبوت
۴۹۸	۶۴- موت کی تمنا کرنا
۴۹۹	۶۵- ہدیہ دینے والے کو عادینا
۴۹۹	۶۶- گوشہ نشینی
۵۰۰	۶۷- حال کرامت
۵۰۱	رسم تبرک فی الکفن
۵۰۱	۶۸- رسم بیعت غائبانہ
۵۰۲	۶۹- بد عملی کے وبال سے بچنے کے لئے شیخ کی صحبت کافی نہیں
۵۰۲	۷۰- عادت ترک مباحثہ
۵۰۳	۷۱- جمادات یعنی پتھر و درخت وغیرہ کا بولنا

۵۰۴	۷۲- ورع و تقویٰ میں مبالغہ کرنا
۵۰۵	۷۳- ہدیہ واپس کرتے وقت عذر کو ظاہر کر دینا
۵۰۵	۷۴- اوراد ماثورہ میں بعض اوقات میں اضافہ کی گنجائش ہے
۵۰۶	۷۵- کشف نہ تو فعل اختیاری ہے اور نہ دائمی ہے
۵۰۷	۷۶- بزرگوں کی تصاویر کی تعظیم درست نہیں
۵۰۸	۷۷- عبادت والے کمرہ میں غیر ضروری سامان کا نہ ہونا
۵۰۹	۷۸- خدام و مجاورین کی ایجاد کردہ رسم کا ابطال
۵۰۹	۷۹- مرید کو کوئی چیز بطور تبرک دینا
۵۱۰	۸۰- مغلوب الحال کا معذور ہونا
۵۱۱	۸۱- شیخ کے حکم ظاہری پر حکم باطنی کو ترجیح دینا
۵۱۳	۸۲- تین مرفوع القلم لوگ
۵۱۴	۸۳- مسلم کامل کے قلب کا حکم معتبر اور جائز العمل ہے
۵۱۵	۸۴- دنیوی معاملات میں دخل نہ دینا
۵۱۶	۸۵- خلیفہ اور جانشین بنانا
۵۱۶	۸۷- بزرگوں سے انتساب کی بناء پر تعظیم کرنا
۵۱۷	۸۷- مسئلہ، الہام.... نا اہل کو خلیفہ بنانا درست نہیں
۵۱۸	۸۸- خلافت کو مبہم رکھنا
۵۱۸	۸۹- رسم، تبرک بموضع متبرک در دفن
۵۱۹	عادت، ایثار و فضائل
۵۱۹	۹۰- قبروں پر غلاف و چادر چڑھانا برا ہے
۵۲۰	۹۱- باواز بلند ذکر کرنا قربت مقصودہ نہیں ہے
۵۲۱	مسئلہ، قرب و معیت

۵۲۱	۹۲- صفاتِ باری تعالیٰ کو پانی اور دریا سے تشبیہ دینا
۵۲۲	۹۳- خواب میں تلقین کردہ چیز پر عمل سے پہلے شیخ پر پیش کرنا
۵۲۳	۹۴- رسم، جھاڑ پھونک
۵۲۴	۹۵- زمین کا سکڑ جانا ممکن ہے
۵۲۴	۹۶- کھانے کے بعد میزبان کو دعا دینا
۵۲۵	۹۷- انوار کی طرف توجہ نہ کرنا
۵۲۶	۹۸- مہمانوں اور مسکینوں کی خدمت کے لئے بے تکلف قرض لے لینا
۵۲۶	۹۹- برکت کے واسطے عام لوگوں کو سلسلہ بیعت میں داخل کرنا
۵۲۷	۱۰۰- حال، وجد
۵۲۸	۱۰۱- حال، الہام
۵۲۹	۱۰۲- اخلاق و علامات اولیاء زہد و توکل
۵۳۰	۱۰۳- لذاتِ مباحہ کے چھوڑنے پر اعتراض کرنا درست نہیں
۵۳۰	۱۰۴- خلاف شرع تعویذ اور گنڈوں کا استعمال درست نہیں
۵۳۱	۱۰۵- بزرگوں کی مستعمل چیزوں سے تبرک حاصل کرنا
۵۳۲	بزرگوں کے تبرکات کو استعمال کرنا جائز ہے
۵۳۲	۱۰۶- کھانے پینے میں توسع اور کسی قدر اہتمام پر اعتراض کرنا درست نہیں
۵۳۳	۱۰۷- ثبوت عالم مثال
۵۳۳	۱۰۸- بعض گناہوں پر کفر کا اطلاق کرنا
۵۳۴	۱۰۹- کثرتِ مجاہدات پر اعتراضات کا جواب
۵۳۵	۱۱۰- انگشت شہادت سے اشارہ کرنا
۵۳۵	۱۱۱- یکسوئی حاصل کرنے کے لئے کسی چیز کی طرف نظر جما کر دیکھنا
۵۳۵	۱۱۲- ضرورتِ خشوع

۵۳۶	۱۱۳- خیالات میں انتشار پیدا کرنے والے اسباب کو ختم کرنا
۵۳۷	اہل کمال کو بھی وساوس پیش آجاتے ہیں... اپنے حال کو ظاہر کرنا
۵۳۷	۱۱۴- اصلاح، حرمتِ سجدہ قبور
۵۳۸	۱۱۵- بڑے سے بڑے کامل کو شیطان سے بے فکر نہ ہونا چاہئے
۵۳۸	۱۱۶- اصلاح، اہتمامِ جماعت
۵۳۹	۱۱۷- اہمیتِ جماعتِ جمعہ
۵۳۹	۱۱۸- اوراد و معمولات کیلئے جگہ کی تعیین
۵۴۰	رسم، تبرک بموضع مبارکہ
۵۴۰	۱۱۹- اہل کمال کے لئے نماز میں استغراقِ ضروری نہیں
۵۴۱	۱۲۰- حلقہ بنا کر ذکر کرتے ہوئے مل کر بیٹھنا
۵۴۲	۱۲۱- عام طور پر شائع رسموں کا ترک کرنا
۵۴۲	۱۲۲- کیا میں بندہ شکر گزار نہ بنوں
۵۴۳	۱۲۳- تعلیم، راحتِ نفس
۵۴۳	۱۲۴- متفرقات، علاج و سوسہ
۵۴۴	۱۲۵- عادت، اختلافِ تعلیم حسب استعداد
۵۴۵	۱۲۶- جس تخصیص میں شرع وارد نہیں مطلقاً اس کی قربت ہونیکا اعتقاد رکھنا ممنوع ہے
۵۴۵	۱۲۷- مسئلہ، ثبوت اعتبارِ باطن
۵۴۶	۱۲۸- تعلیم، حفظِ اسرار
۵۴۷	۱۲۹- فضیلتِ اولیاء اللہ
۵۴۸	۱۳۰- فضیلتِ حسینِ اولیاء
۵۴۸	۱۳۱- فیوضِ باطنی کے لئے پیرومرید کی باہم مناسبتِ فطری شرط ہے
۵۴۹	۱۳۲- انسان کا حقِ تعالیٰ کا مظہر ہونا

۵۵۰	۱۳۳- مومن کا دل کعبۃ اللہ سے ہزاروں درجہ افضل ہے
۵۵۰	۱۳۴- پیر بنانے میں احتیاط ضروری ہے
۵۵۱	۱۳۵- مریدنی کو پیر سے پردہ کرنا ضروری ہے
۵۵۲	۱۳۶- دنیا میں اللہ کی رویت ممتنع ہے
۵۵۲	۱۳۷- دنیا میں رویت باری کا امتناع
۵۵۳	۱۳۸- جہلاء کی حرکات پر نرمی اور تحمل سے پیش آنا
۵۵۴	۱۳۹- قول، جہاد با شیطاں
۵۵۴	۱۴۰- حال، لذت در حالت قرأت
۵۵۵	۱۴۱- سر کے بال منڈانا
۵۵۶	۱۴۲- بیعت کے وقت بال منڈوانا
۵۵۶	۱۴۳- شیخ کی عدم موجودگی یا وفات کے بعد اسکے اہل و عیال کی خدمت کرنا
۵۵۷	۱۴۴- گوشت چھوڑنا
۵۵۷	۱۴۵- لذات کو کم سے کم استعمال کرنا
۵۵۸	۱۴۶- تعویذ پر نذرانہ لینا
۵۵۹	۱۴۷- قرآن پاک یا بزرگوں کی کتابوں سے فال لینا
۵۶۰	۱۴۸- کسی کے پیچھے نہ پڑنا
۵۶۰	۱۴۹- نسبت باطنی کا متواتر ہونا
۵۶۱	۱۵۰- عوام کے سامنے تصوف کی باریکیاں بیان کرنے سے گریز کرنا چاہئے
۵۶۱	۱۵۱- حدیث صد و پنجاہ و یکم
۵۶۲	۱۵۲- رسم، کتابت ملفوظات
۵۶۳	۱۵۳- پیر کے ملفوظات یا شجرہ سند مرید کو لکھوانا
۵۶۳	۱۵۴- تکویناً دنیا میں قبائح یعنی کفر و معصیت کا وجود بھی مطلوب ہے

۵۶۴	اقتضاء اسماء الہیہ ظہورہ دیگر.... تعلیم، حکمت بعض انواع قبض
۵۶۵	۱۵۵- حال، ادلال (ناز)
۵۶۶	۱۵۶- حال، کشف عالم غیب
۵۶۷	۱۵۷- کسی کو فرشتوں کا نظر آجانا.... مسئلہ، تمشل
۵۶۷	۱۵۸- حال، کرامت
۵۶۸	۱۵۹- حال، اشتیاق موت
۵۶۹	خون سے وضوء کرنا
۵۷۰	۱۶۰- روح میں نشاط پیدا کرنے کے لئے سماع کا سننا
۵۷۱	۱۶۱- شہادت کی تمنا کرنا
۵۷۱	۱۶۲- حال، کشف و کرامت
۵۷۳	حال، حب حیات و حب موت
۵۷۴	۱۶۳- عادت، مبالغہ در محبت و احترام شیخ
۵۷۶	حال، فنا فی الشیخ
۵۷۷	۱۶۴- پرانے مرید کو برائے تاکید دوبارہ بیعت کرنا
۵۷۸	۱۶۵- اصلاح، بطلان عقیدہ اباحت
۵۷۹	۱۶۶- ضروریات میں چشم پوشی کرنا
۵۸۰	۱۶۷- مسئلہ، عبادت شدن عادات عارفین
۵۸۱	۱۶۸- تصرف کے ذریعہ اثر پہنچانا
۵۸۲	۱۶۹- کامل ہونے سے امور طبعیہ زائل نہیں ہوتے
۵۸۳	۱۷۰- شادی پر خوشی کی اجازت
۵۸۳	۱۷۱- چشتیہ وغیرہ کا قائل سماع ہونا اور نقشبندیہ وغیرہ کا سماع کا قائل نہ ہونا
۵۸۴	۱۷۲- اپنے شیخ کو اس طرح بڑھانا کہ دوسروں کی تنقیص لازم آئے درست نہیں



۵۸۵	۱۷۳- غیر مانوس عنوان کے ذریعہ طالب کے اعتقاد و ارادت کا امتحان لینا
۵۸۶	۱۷۴- بغیر اہتمام کے حاصل ہونے والے سامانِ تنعم کے قبول کرنے سے انکار نہ کرنا چاہئے
۵۸۷	۱۷۵- موہم تنقیص ترجیح کی ممانعت
۵۸۷	۱۷۶- متفرقات: تصرف
۵۸۸	۱۷۷- شیخ سے حد درجہ محبت ہو سکتی ہے، بلکہ ایسی محبت بعض کمالات کیلئے شرط ہے
۵۸۹	۱۷۸- عارف کا عمل اجر و فضیلت میں غیر عارف پر بڑھا ہوا ہے
۵۹۰	۱۷۹- اللہ والوں کے بعض برکات دوسروں کی طرف بغیر ان کے قصد کے سرایت کرتے ہیں
۵۹۱	۱۸۰- مسئلہ، رفع غلط در بعضے کشف
۵۹۲	۱۸۱- حال، کرامت
۵۹۲	۱۸۲- مرید کو خوشخبری دینا
۵۹۳	مرید کو کوئی لقب دے دینا
۵۹۳	۱۸۳- مسئلہ، حقیقت صدیقیت
۵۹۳	۱۸۴- عادت، زیادت احترام خلیفہ شیخ
۵۹۵	۱۸۵- حال، الہام و فراست صادقہ
۵۹۵	۱۸۶- عادت، بیعت غائبانہ مشائخ
۵۹۶	بیعت کے وقت شیخ کے ہاتھ کا اوپر ہونا اور مرید کا نیچے ہونا
۵۹۷	۱۸۷- اہل کمال کے لئے مجاہدہ کی کمی نقصان دہ نہیں
۵۹۷	۱۸۸- مسئلہ، توحید افعالی
۵۹۸	۱۸۹- اعتدال کے ساتھ اہل و عیال کی فکر کرنا کمال کے منافی نہیں ہے
۵۹۹	شیخ کے گھر والوں کی خدمت منجملہ حقوق شیخ میں سے ہے
۵۹۹	۱۹۰- سچا خواب
۶۰۰	روح کا کسی جگہ موجود ہونا

۶۰۰	۱۹۱- پیر کی مشابہت اختیار کرنا
۶۰۲	۱۹۲- بغیر کھائے پئے زندہ رہنا
۶۰۲	۱۹۳- حال، کرامت
۶۰۳	۱۹۴- حال، کرامت
۶۰۳	۱۹۵- نیک لوگوں کا دل خوش کرنے کیلئے کسی کام کو اچھی طرح انجام دینا یا نہیں ہے
۶۰۵	۱۹۶- فضیلت مقبولیت اولیاء اللہ
۶۰۵	۱۹۷- متفرقات، تصرف فی القلب
۶۰۶	۱۹۸- اہل کمال کی دعاؤں کا قبول نہ ہونا ممکن ہے
۶۰۷	۱۹۹- پیر کے اہل وطن کا احترام کرنا
۶۰۷	۲۰۰- کامل کا اپنے سے کم درجہ آدمی سے نفع حاصل کرنا
۶۰۸	۲۰۱- اہل کمال تصرفات میں مختار نہیں ہوتے
۶۰۸	۲۰۲- مسئلہ، شعور جمادات
۶۰۹	۲۰۳- فضل مرتبہ صوفیہ
۶۱۰	قول، قرب فرائض و قرب نوافل.... مسئلہ، محفوظیت اولیاء
۶۱۰	۲۰۴- توجیہ، تجلی حق در مخلوق بلا حلول و معنی اتحاد
۶۱۱	۲۰۵- توجیہ، اتحاد بالمعنی المذکور
۶۱۲	۲۰۶- پیر بھائیوں کے درجہ کی فضیلت
۶۱۲	۲۰۷- بزرگوں کے تبرکات کو بعینہ محفوظ رکھنا
۶۱۳	۲۰۸- کسی وجہ سے گوشہ نشینی اختیار کرنا
۶۱۴	اسباب معاش کیساتھ کمال حاصل کرنے میں کوئی منافات نہیں
۶۱۴	۲۰۹- متفرقات، آداب قبول ہدیہ
۶۱۵	۲۱۰- خرق عادت اشیاء کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا

۶۱۵	۲۱۱- اہل باطل کو بھی کشف ہو سکتا ہے
۶۱۶	۲۱۲- کرامات کا صادر ہونا صحیح ہے
۶۱۷	۲۱۳- مروجہ سماع اور رقص کی حرمت
۶۱۷	۲۱۴- متفرقات، اصل طریق تصوف
۶۱۸	۲۱۵- اصلاح، حرمت نذرانہ از مال کسی واجرت فال وغیرہ
۶۱۹	۲۱۶- قول، اثبات ظلمتِ قلب
۶۱۹	۲۱۷- غیر کامل کا طرز و انداز سے اپنے کو کامل ظاہر کرنا
۶۲۰	۲۱۸- عادتِ بعض، ترکِ زینت بقصد
۶۲۰	۲۱۹- عادتِ بعض، عدم اہتمام ترکِ زینت
۶۲۱	۲۲۰- رنگین لباس پہننا
۶۲۲	۲۲۱- اون پہننا
۶۲۲	۲۲۲- لباس صوف پہننے کا ثبوت
۶۲۳	۲۲۳- کافر سے ہدیہ یا رعایت قبول کرنا
۶۲۴	۲۲۴- احتیاطاً امر مباح کو ترک کر دینا
۶۲۵	۲۲۵- جو چید تجھے راہِ راست سے ہٹائے وہ تیرا شیطان ہے
۶۲۵	۲۲۶- سب کچھ حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے
۶۲۶	۲۲۷- علم تصوف کا سینہ بسینہ منتقل ہونے کا دعویٰ کرنا باطل ہے
۶۲۷	غیر اللہ کے نام پر نذر ماننے کی مذمت
۶۲۸	نااہل کو شیخ بنانے کی مذمت
۶۲۸	۲۲۸- عادت، ترک اشغال دنیا
۶۲۹	۲۲۹- متفرقات، حقیقت نسبتِ باطنی... فضیلت مدح اہل باطن
۶۲۹	۲۳۰- متفرقات، ضرورتِ فکر و معرفت

۶۳۰	۲۳۱-اخلاق، قلت کلام وانکسار
۶۳۰	۲۳۲-مسئلہ، اثبات عالم مثال
۶۳۱	۲۳۳-عادت، مراقبہ قلب
۶۳۲	حال، غیرت...حق سے مشغول کرنے والی چیز کو طالب کے قلب سے نکال دینا
۶۳۲	۲۳۴-پیر کی تعریف میں زیادہ مبالغہ کرنا
۶۳۳	۲۳۵-کسی کو محض گمان سے ولی کہنا درست نہیں
۶۳۴	۲۳۶-مذاق اور کمال میں منافات نہیں ہے
۶۳۵	پیر کے بدن کو بوسہ دینا
۶۳۵	۲۳۷-حال، کلام ہاتف
۶۳۶	غیبی اشارات پر عمل کرنا درست ہے اگر شریعت کی مخالفت نہ لازم آئے
۶۳۷	۲۳۸-اذن ظاہری نہیں باطنی ہے
۶۳۸	۲۳۹-قبر پر شامیانہ تننایا عمارت بنانے کی ممانعت
۶۳۸	۲۴۰-اصلاح، معاملات قبور
۶۳۹	۲۴۱-رسم، سنگ نصب کردن یا درخت نشاندن
۶۳۹	قبر کے قریب علامت کے طور پر پتھر گاڑنا یا درخت لگانا
۶۴۰	۲۴۲-ذکر و تسبیح کیلئے درخت لگانا
۶۴۱	۲۴۳-مردوں کا سننا
۶۴۲	۲۴۴-مسئلہ، شعور جمادات
۶۴۲	۲۴۵-برکت اور اس میں اضافہ
۶۴۲	۲۴۷-موئے مبارک سے تبرک
۶۴۳	۲۴۷-رسم، تحصیل تبرکات
۶۴۴	۲۴۸-بزرگوں کی جوتیاں اٹھانا

۶۳۵	۲۳۹- فناء ہونے کے بعد کوئی چیز واپس نہیں ہوتی
۶۳۵	۲۵۰- سچے خواب
۶۳۷	تنہائی، چلہ کشی اور خلوت میں کھانے کی چیزیں رکھنا
۶۳۷	عادت، توجہ و تصرف... فیوض غیبیہ سے اعضاء کا متاثر ہونا
۶۳۷	۲۵۱- عالم غیب کی آواز کا منکشف ہونا
۶۳۸	۲۵۲- بزرگوں کی روح کا کسی جگہ مجسم ہو کر نظر آنا ممکن ہے
۶۳۹	۲۵۳- مکاشفات اور خوارق عادت امور دائمی نہیں ہوتے
۶۳۹	۲۵۴- مسئلہ، حقیقت دست غیب
۶۵۰	۲۵۵- کسی امر مباح پر اظہار ناراضگی کرنا
۶۵۱	۲۵۶- نیت کا فساد مذبح میں موثر ہوتا ہے
۶۵۲	۲۵۷- عادت، چلہ... مسئلہ، اثبات علم اسرار
۶۵۳	۲۵۸- مصلحت یا غلبہ عذر سے ایسے الفاظ بولنا جو بظاہر شرع سے متجاوز ہوں
۶۵۴	۲۵۹- اپنے کو بددین وغیرہ کہنا
۶۵۵	۲۶۰- عادت، مراقبہ
۶۵۵	حال، قرب و معیت... عارف کو عابد پر ترجیح دینا
۶۵۶	۲۶۱- علامت مقبولیت
۶۵۶	۲۶۲- علاج، دفع و سوسہ
۶۵۷	۲۶۳- اصلاح، دعویٰ باطل کشف
۶۵۸	حدیث کو نقل کرنے میں بے احتیاطی
۶۵۸	۲۶۴- عادت بعض، ترک نکاح و گوشہ نشینی
۶۵۸	۲۶۵- اسباب اور توکل میں کوئی منافات نہیں

۶۵۹	۲۶۶- کشف وغیرہ کے ذریعہ معلوم ہونے والی مرید کی لغزشوں پر تنبیہ کرنا
۶۶۰	۲۶۷- متفرقات، اصل طریق تصوف
۶۶۱	۲۶۸- متفرقات، بیعت طریقت
۶۶۱	۲۶۹- نفس سے جہاد کو جہاد اکبر کہنا
۶۶۲	۲۷۰- وسوسہ اور کمال میں منافات نہیں
۶۶۳	حال، غیبت
۶۶۳	۲۷۱- علاج، دفع وسوسہ
۶۶۳	۲۷۲- علاج، دفع وسوسہ
۶۶۳	۲۷۳- نماز میں بلا ارادہ خیالات کا آنا مضر نہیں ہے
۶۶۵	۲۷۴- نماز میں توجہ کا طریقہ
۶۶۶	۲۷۵- نگاہ کو ایک جگہ روکے رکھنا
۶۶۶	۲۷۶- حال، وجد
۶۶۷	۲۷۷- حق تعالیٰ کی صفات کا خلق میں ظہور فرمانا
۶۶۸	۲۷۸- زندوں کی طرح مردوں کا ادب و احترام کرنا
۶۶۹	۲۷۹- حال، کشف القبور.... متفرقات، فیض باطنی از اہل قبور
۶۶۹	۲۸۰- متفرقات، اثبات نور و ظلمت قلب
۶۷۰	۲۸۱- متفرقات، طریق تلاوت
۶۷۰	۲۸۲- عادت، تصرف
۶۷۱	حال، وجد و استغراق
۶۷۲	۲۸۳- اپنے سے کم رتبہ والے سے نفع حاصل کرنا
۶۷۲	۲۸۴- متفرقات، اثبات صفاء قلب

۶۷۳	۲۸۵- علامت، نسبت باطنی
۶۷۳	۲۸۶- مسئلہ، اثبات علم اسرار غیر منقولہ
۶۷۴	۲۸۷- عادت، توسل
۶۷۴	۲۸۸- گیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے
۶۷۵	۲۸۹- مطلق اسلام ہی توسل کیلئے کافی
۶۷۵	۲۹۰- حقیقت دست غیب
۶۷۶	۲۹۱- شغل، تصور شیخ
۶۷۷	۲۹۲- جھوٹے پیروں کی مذمت
۶۷۷	۲۹۳- تعلیم، توسل فی المجاہدہ
۶۷۸	۲۹۴- نسبت کی شرافت سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے
۶۷۹	۲۹۵- دوسروں کو ثواب پہنچانا... اچھی جگہوں میں عبادت کا اہتمام کرنا
۶۸۰	۲۹۶- فتنہ کے اندیشہ سے مبہم کلام کرنا
۶۸۱	کشف سے نہ دھوکہ کھانا چاہئے اور نہ اس کو خلاف شرع شمار کرنا چاہئے
۶۸۱	۲۹۷- مرنے کے بعد کسی جگہ روح کا ظاہر ہونا
۶۸۲	۲۹۸- اللہ تعالیٰ کی شان میں ادب
۶۸۳	۲۹۹- ہر جگہ حق تعالیٰ کے موجود ہونے کا حکم
۶۸۴	۳۰۰- حال، قبض
۶۸۴	متفرقات، عذر صاحب قبض در اہلاک نفس... تعلیم، تسلی از شیخ در قبض
۶۸۵	۳۰۱- غیبی آواز کا وجود
۶۸۵	۳۰۲- جو شخص اللہ کے ساتھ مجاہدت اختیار کرتا ہے اس کو صوفیاء کی صحبت اختیار کرنی چاہئے
۶۸۶	۳۰۳- مسئلہ، وجود ابدال وغیر ہم

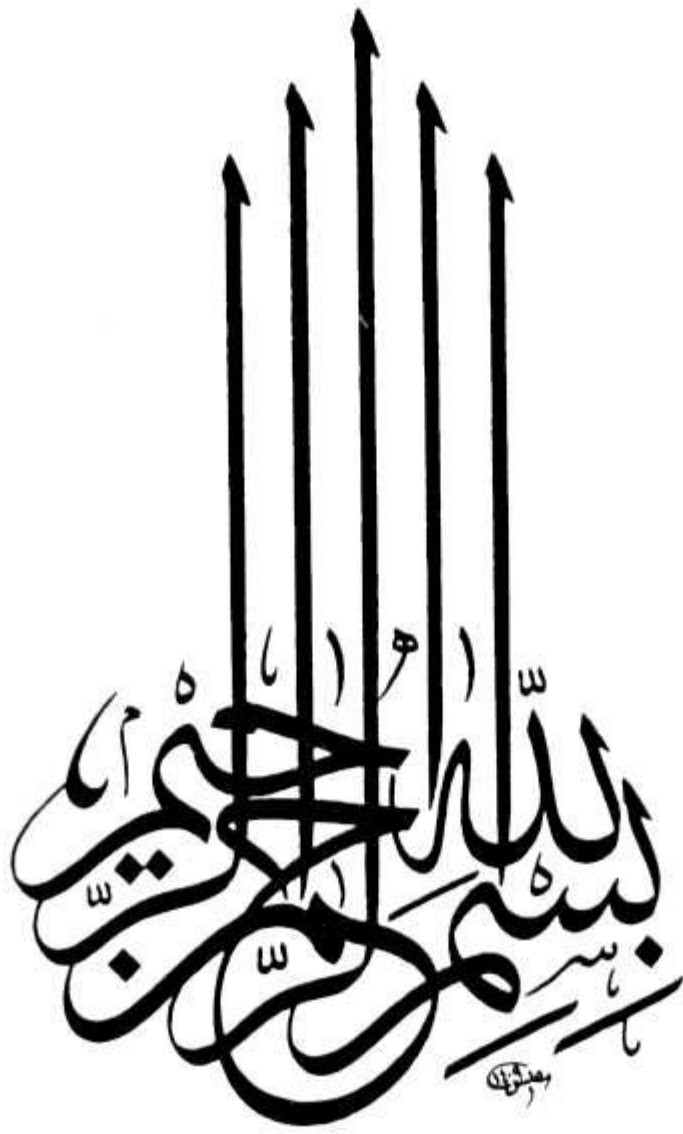
۶۸۷	۳۰۴- حال، وجد
۶۸۸	۳۰۵- سلسلہ میں داخل کرنے کیلئے بیعت کرنا
۶۸۹	۳۰۶- کم عمر کو بیعت کرنے سے عذر
۶۸۹	۳۰۷- تہمت کے اسباب سے بچنا
۶۹۱	۳۰۸- رسم، تسبیح
۶۹۱	۳۰۹- سامانِ عیش اور ولایت میں منافات نہیں
۶۹۲	۳۱۰- مسئلہ، صحت ذکرِ فکری
۶۹۳	۳۱۱- عادت، اکتفاء بر ضروریات
۶۹۵	۳۱۲- عادت بعض، تیز مزاجی
۶۹۶	۳۱۳- حدیث سہ صد و سیزدہم
۶۹۶	۳۱۴- حدیث سہ صد و چہار دہم
۶۹۷	۳۱۵- عادت، ضبط اوقات و بازداشتن.... عوام در وقت خلوت و نشاندن بواب
۶۹۹	۳۱۶- عادت، جہر بالذکر
۶۹۹	۳۱۷- عادت کھانے پینے والی چیزوں کے بغیر زندہ رہنا
۷۰۰	۳۱۸- فتنوں کی جگہوں سے دور رہنا
۷۰۰	۳۱۹- دجال کی زمین میں مدت قیام
۷۰۰	۳۲۰- زمانہ کا پھیلنا اور سکڑنا
۷۰۱	۳۲۱- زمانہ کا سکڑنا
۷۰۲	۳۲۲- اصلاح، اہتمام جماعت
۷۰۲	۳۲۳- وضوء میں خادم سے مدد لینا
۷۰۳	۳۲۴- حالت وجد میں گر جانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے



۷۰۴	۳۲۵- تعظیم کا جو طریقہ شیخ کونا گوار ہو اس کا ترک ضروری ہے
۷۰۴	۳۲۶- مذاق اور کمال میں منافات نہیں
۷۰۵	۳۲۷- مرید کو زیر بار نہ کرنا چاہئے
۷۰۶	۳۲۸- خواب پر یقین نہ کرنا
۷۰۷	۳۲۹- پیر کا دکھلاؤ امرید کے اخلاص سے بہتر ہے
۷۰۷	۳۳۰- اکابر کو اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے
۷۰۹	<b>الکت الدقیقة مما يتعلق بالحقیقة</b>
۷۱۱	مضمون دوم: دل پر ضرب لگانا
۷۱۳	مضمون چہارم: فیہ ایضا بعد ازاں ذکر
۷۱۳	اسم ذات یعنی اللہ اللہ الخ
۷۱۴	مضمون ششم: ذکر میں سانس روکنا
۷۲۷	خاتمہ
۷۲۸	تنبیہ آخری متعلق مجموعہ رسائل



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



The image features the Basmala (Bismillah) in a highly stylized, bold Arabic calligraphic font. The text is arranged in a compact, rounded shape. Five thick, black vertical arrows point upwards from the top of the calligraphic structure, extending towards the top of the page. The calligraphy includes various diacritical marks and decorative flourishes, particularly around the letters 'Alif', 'Lam', and 'Meem'. A small signature or mark is visible at the bottom right of the calligraphic element.



## دیباچہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد الحمد والصلوة یہ خیر اندیش خلق مظہر مدعا ہے کہ یہ مجموعہ اوراق کوئی مستقل تصنیف نہیں..... بلکہ اپنے چند رسائل یا اُن کے اجزاء متفرقہ کا جمع اور تالیف ہے..... داعی اس جمع کا یہ ہوا کہ اکثر طالبان حق مختلف طبقات کے..... یعنی عوام بھی خواص بھی وقتاً فوقتاً طریق اصلاح نفس و تربیت باطن کا علماً و عملاً حاصل کرنے کی درخواست کرتے رہتے..... اور بمقتضائے الدین النصیحة..... باوجود اپنی نااہلی کے محض اپنے بزرگوں کے امتثال امر کے سبب..... بقدر اپنے علم و فہم کے مشورہ مفیدہ سے اُن کی اعانت اور خدمت کی جاتی..... اور چونکہ ہر طبقہ کے اعمال حسب تفاوت استعداد باہم دگر متفاوت ہیں..... اور بوجہ توقف اعمال کے علوم پر برطبق تنوع اعمال و احوال اُن کے علوم بھی متنوع ہیں..... اس لئے ہر طالب کو جداگانہ علوم و اعمال کی تعلیم و تلقین کی حاجت ہوتی..... اور چونکہ یہ تعلیم زبانی ہوتی تھی اس لئے بعض اوقات بوجہ ضیق وقت یا عدم استحضار فی الذہن بعض امور کے بیان و اظہار میں متکلم سے فروگذاشت ہو جاتی اور احياناً بعضی ضروریات کے فہم یا ضبط میں سامع سے کوتاہی ہو جاتی..... یا بعد فہم و ضبط کے ذہول ہو جاتا..... اور غالباً ایسے اتفاقات ہر معلم و متعلم کو پیش آتے ہیں..... اور ظاہر ہے کہ یہ اتفاقی اختلافات جو کہ زبانی تعلیم میں محتمل اور واقع ہیں..... ان کی تلافی صرف ان مضامین کے مقید بالکتابت کر دینے سے ہو سکتی ہے..... اور گو فن میں کثرت سے کتب موجود ہیں..... اور بوجہ اس کے کہ ان کتب کا دیکھنا ہر شخص کو خالی از صعوبت نہ تھا..... احقر نے ان ضرورتوں پر نظر

کر کے ان کتب سے ملقظ کر کے..... اپنے مختلف رسالوں میں متفرق مقامات پر ایسے مہمات سے تعرض بھی کیا ہے..... مگر ان رسائل کا اول جمع کرنا پھر اول سے آخر تک بالاستیعاب ان کا مطالعہ کرنا..... پھر ان کا ذہن میں رکھنا..... تشنت و تکلف سے خالی نہ تھا..... اس لئے کبھی کبھی خیال آیا کرتا تھا کہ اگر ان رسائل میں سے ہر طبقہ کے مہمات علمیہ و عملیہ کو جن کو فن تہذیب نفس..... یعنی تصوف سے زائد خصوصیت ہے..... منتخب کر کے مجتمع کر دیا جائے..... اور نیز تسہیل کے لئے ہر طبقہ کے مہمات کو ایک دوسرے سے ممتاز اور غیر مخلوط رکھا جائے..... تو امید ہے کہ ضرورت مذکورہ کے رفع میں اس سے کفایت ہو جائے..... مدت تک یہ خیال دل میں دورہ کرتا رہا..... مگر دوسرے مشاغل کی وجہ سے وقت ملنے کا منتظر رہا..... اس اثناء میں اپنے اس خیال کو بعض احباب سے بھی مرۃ بعد مرۃ ذکر کیا..... تو بلا اختلاف سب نے پسند فرمایا..... سب اسے اخیر میں مکرم شفیق مخلصی حاجی محمد صدیق احمد ساکن بنت شرفہ اللہ تعالیٰ بالتوفیق سے جو اس کے ذکر کی نوبت آئی..... تو انہوں نے پسندیدگی کے ساتھ اس کے جمع کا مزید اشتیاق اور بذات خود اس کے طبع کے انتظام و اہتمام کی مستعدی اور قصد بھی ظاہر فرمایا..... اس لئے وہ خیال کہنہ پھر تازہ ہوا اور وہ حدیث النفس مرتبہ عزم میں آگئی..... اب بنام خدا اس مجموعہ کو شروع کرتا ہوں..... اور التکشف عن مہمات التصوف اس کا نام رکھتا ہوں..... اور اس کے تین حصے کرتا ہوں..... پہلا حصہ کم استعداد رجال و نساء کے لئے..... دوسرا حصہ متوسط استعداد والوں کے لئے..... تیسرا حصہ اہل علم کے لئے اور ہر حصہ میں جو متفق مضامین رسائل سے لئے ہیں..... وہ بتفصیلیہا اور بعینہا منقول ہیں..... البتہ کسی کسی جگہ بضرورت ایک آدھ لفظ میں تغیر کرنا پڑا ہے..... اور جو مستقل رسائل ہیں..... موقع ترتیب میں ان کا صرف نام لکھ دیا گیا ہے..... کہ اس موقع پر ان کا مطالعہ کر لیں پھر چھاپنے والے اگر چاہیں نام ہی لکھنے پر اکتفا کر کے مجموعہ کو مختصر رکھیں اور اگر مصلحت سمجھیں..... تو پورا رسالہ نقل کر کے مجموعہ میں شامل کر دیں..... البتہ بعض رسالے جو اب تک شائع نہیں ہوئے تھے..... بضرورت وہ تمامہا

(البتہ انوار الوجود الی قولہ ملحق کر دیا ہے مگر بعد تلخیص کے پاس اس اعتبار سے وہ بھی مثل شائع شدہ مالون کے ہو گیا..... ۴ سنہ) نقل کئے گئے اور ہر مافوق طبقہ والے ماتحت طبقہ والوں کے حصہ کو بھی مطالعہ کر لیں..... تو اور زیادہ نفع واصل ہے..... اور اگر سب طبقات والے اپنے اپنے حصہ کو بجائے مطالعہ کے درسا حاصل کر لیں..... تو زیادہ اطمینان کی بات ہے..... اور ماخذ اس مجموعہ کا احقر نے صرف اپنی تالیفات کو اس لئے قرار دیا کہ اپنے دوستوں کی مناسبت ان سے معلوم ہو چکی ہے..... اور مدار نفع کا مناسبت ہی پر ہے اور ضرورت اور اخذ عن السلف کا لحاظ بفضلہ تعالیٰ ان تالیفات میں پہلے سے کیا جا چکا ہے..... جو کہ موقوف علیہ ہے تالیفات متاخرہ کے صحیح اور قابل عمل ہونے کا..... اس لئے کلام متقدمین سے التقاط کا تعب مکرر برداشت کرنا ضروری نہ معلوم ہوا..... پس صورتہ یہ مجموعہ ہے رسائل جدیدۃ التصنیف کے مضامین کا..... اور حقیقتاً ذخیرہ اور خلاصہ ہے..... منقولات عن ائمة السلف کا۔

اب اللہ تعالیٰ سے دعا ہے..... اور ناظرین سے بھی دعا کی استدعا ہے..... کہ اللہ تعالیٰ اس کو مؤلف اور مؤلف لہم کے لئے زینہ وصول الی المقصود الحقیقی بنادے آمین وهو الموفق والمعین فی کل امر وحین۔

کتبہ اشرف علی تھانوی

عاشور المحرم ۱۳۲۷ھ

## حصہ اول از مجموعہ تکشف

## برائے کم استعدادان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ اول و دوم و سوم و چہارم و پنجم و ششم و ہفتم بہشتی زیور و حصہ یازدہم مسمی بہ بہشتی گوہر..... ان سب کا مطالعہ کریں..... اور اگر عقائد و مسائل ضرور یہ دوسرے معتبر اور کافی رسالوں سے حاصل کر لئے ہوں..... تو بہشتی زیور کے حصہ اول سے نظم ذیل اور حصہ دوم سے مسائل ذیل اور ساتواں حصہ پورا مطالعہ کریں۔

نظم در بے رغبتی از زیور خصوص برائے مستورات از بہشتی زیور حصہ اول

## اصلی انسانی زیور

ایک لڑکی نے یہ پوچھا اپنی اماں جان سے  
کون سے زیور ہیں اچھے یہ جتا دیجئے مجھے  
تا کہ اچھے اور برے میں مجھ کو بھی ہو امتیاز  
یوں کہا ماں نے محبت سے کہ اے بیٹی میری  
سیم و زر کے زیوروں کو لوگ کہتے ہیں بھلا  
سونے چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہے  
تم کو لازم ہے کرو مرغوب ایسے زیورات  
سر پہ جھومر عقل کا رکھنا تم اے بیٹی مدام  
بالیوں ہوں کان میں ایجان گوش ہوش کی  
اور آویزے نصائح ہوں کہ دل آویز ہوں  
کان کے پتے دیا کرتے ہیں کانوں کو عذاب  
آپ زیور کی کریں تعریف مجھ انجان سے  
اور جو بد زیب ہیں وہ بھی بتا دیجئے مجھے  
اور مجھ پر آپ کی برکت سے کھل جائے یہ راز  
گوش دل سے بات سن لو زیوروں کی تم ذری  
پر نہ میری جان ہونا تم کبھی ان پر فدا  
چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے  
دین و دنیا کی بھلائی جس سے ایجان آے ہات  
چلتے ہیں جس کے ذریعہ سے ہی سب انسان کے کام  
اور نصیحت لاکھ تیرے جھومکوں میں ہو بھری  
گر کرے ان پر عمل تیرے نصیبے تیز ہوں  
کان میں رکھو نصیحت دین جو اوراق کتاب

اور زیورگر گلے کے کچھ تجھے درکار ہوں  
قوت بازو کا حاصل تجھ کو بازو بند ہو  
ہیں جو سب بازو کے زیور سب کے سب بیکار ہیں  
ہاتھ کے زیور سے پیاری دستکاری خوب ہے  
کیا کروگی اے مری جان زیور خلخال کو  
سب سے اچھا پاؤں کا زیور یہ ہے نور بصر  
سیم و زر کا پاؤں میں زیور نہ ہو تو ڈر نہیں  
نیکیاں پیاری مری تیرے گلے کا ہار ہوں  
کامیابی سے سدا تو خرم و خورسند ہو  
ہمتیں بازو کی اے بیٹی تری درکار ہیں  
دستکاری وہ ہنر ہے سب کو جو مرغوب ہے  
پھینک دینا چاہئے بیٹی بس اس جنجال کو  
تم رہو ثابت قدم ہر وقت راہ نیک پر  
راستی سے پاؤں پھسلے گرنہ میری جان کہیں

### مسائل متعلقہ نوافل از بہشتی زیور حصہ دوم

بعضی نفلوں کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے..... اس لئے اور نفلوں سے ان کا پڑھنا بہتر  
ہے..... کہ تھوڑی سی محنت میں بہت ثواب ملتا ہے وہ یہ ہیں تحیۃ الوضوء..... اشراق، چاشت،  
ادابین، تہجد..... صلوٰۃ التبیح۔

تحیۃ الوضوء: تحیۃ الوضوء اس کو کہتے ہیں کہ جب کبھی وضو کرے تو وضو کے بعد دو  
رکعت نفل پڑھ لیا کرے..... حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے..... لیکن جس وقت  
نفل نماز مکروہ ہے اس وقت نہ پڑھے۔

اشراق: اشراق کی نماز کا یہ طریقہ ہے کہ جب فجر کی نماز پڑھ چکے..... تو جانماز پر  
سے نہ اٹھے..... اسی جگہ بیٹھے بیٹھے درود شریف کلمہ یا اور کوئی وظیفہ پڑھتا رہے..... اور اللہ کی  
یاد میں لگا رہے دنیا کی کوئی بات چیت نہ کرے..... نہ دنیا کا کوئی کام کرے..... جب سورج  
نکل آئے اور اونچا ہو جائے..... تو دو رکعت یا چار رکعت پڑھ لے تو ایک حج اور ایک عمرے کا  
ثواب ملتا ہے..... اور اگر فجر کی نماز کے بعد کسی دنیا کے دھندے میں لگ گیا..... پھر سورج  
اونچا ہو جانے کے بعد اشراق کی نماز پڑھی تو بھی درست ہے..... لیکن ثواب کم ہو جائے گا۔

چاشت: پھر جب سورج خوب زیادہ اونچا ہو جائے..... اور دھوپ تیز ہو جائے  
تب کم سے کم دو رکعت پڑھے..... یا اس سے زیادہ پڑھے یعنی چار رکعت یا آٹھ رکعت یا بارہ



رکعت پڑھ لے..... اس کو چاشت کہتے ہیں..... اس کا بھی بہت چواب ہے۔  
 اوابین: مغرب کے فرض اور سنتوں کے بعد کم سے کم چھ رکعتیں..... اور زیادہ سے  
 زیادہ بیس رکعتیں پڑھے..... اس کو ابین کہتے ہیں۔

تہجد: آدھی رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کا بڑا ہی ثواب ہے..... اسی کو تہجد کہتے ہیں  
 ..... یہ نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقبول ہے..... اور سب سے زیادہ اس کا ثواب ملتا  
 ہے..... تہجد کی کم سے کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں..... نہ ہو تو دو ہی  
 رکعتیں سہی اگر چھلی رات کو ہمت نہ ہو تو عشاء کے بعد پڑھ لے..... مگر ویسا ثواب نہ ہوگا  
 ..... اس کے سوا بھی رات دن میں جتنی چاہے نفلیں پڑھے۔

صلوٰۃ السبیح: صلوٰۃ السبیح کا حدیث شریف میں بڑا ثواب آیا ہے..... اس کے  
 پڑھنے سے بے انتہا ثواب ملتا ہے..... حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ نماز سکھائی تھی..... اور فرمایا تھا کہ اس کے پڑھنے سے تمہارے سب گناہ  
 اگلے پچھلے نئے پرانے چھوٹے بڑے سب معاف ہو جائیں گے..... اور فرمایا تھا کہ اگر ہو سکے  
 تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو..... اور ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک دفعہ پڑھ لو..... اگر ہر ہفتہ میں  
 نہ ہو سکے تو ہر مہینے میں پڑھ لیا کرو..... ہر مہینے میں بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک دفعہ پڑھ لو  
 ..... اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک دفعہ پڑھ لو..... اس نماز کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے  
 کہ چار رکعت کی نیت باندھے اور..... سبحانک اللہم اور الحمد اور سورت جب سب پڑھ  
 چکے تو رکوع سے پہلے ہی پندرہ دفعہ یہ پڑھے..... سبحان اللہ والحمد لله ولا اله الا الله  
 واللہ اکبر پھر رکوع میں جائے..... اور سبحان ربی العظیم کہنے کے بعد دس دفعہ پھر یہی  
 پڑھے..... پھر رکوع سے اٹھے..... اور سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے  
 پھر سجدہ میں جائے..... اور سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ سے اٹھ  
 کے دس دفعہ پڑھے..... اس کے بعد دوسرا سجدہ کرے..... اس میں بھی دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ  
 سے اٹھ کے بیٹھے..... اور دس دفعہ پڑھ کے دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو..... اسی طرح  
 دوسری رکعت پڑھے..... اور جب دوسری رکعت میں التحيات کے لئے بیٹھے تو پہلے وہی دعائیں

دفعہ پڑھ لے تب التحيات پڑھے..... اسی طرح چاروں رکعتیں پڑھے۔

مسئلہ:- ان چاروں رکعتوں میں جو سورت چاہے پڑھے..... کوئی سورت مقرر نہیں ہے۔

## استخارہ کی نماز کا بیان

جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے..... تو اللہ میاں سے صلاح لے لے اس صلاح لینے کو استخارہ کہتے ہیں..... حدیث میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے..... کہ اللہ تعالیٰ سے صلاح نہ لینا اور استخارہ نہ کرنا بدبختی..... اور کم نصیبی کی بات ہے..... کہیں منگنی کرے یا بیاہ کرے یا سفر کرے یا اور کوئی کام کرے..... تو بے استخارہ کئے نہ کرے..... تو ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کئے پر پشیمانی نہ ہوگی۔

استخارہ کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ..... پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے..... اس کے بعد خوب دل لگا کے یہ دعا پڑھے۔

اللهم انى استخيرك بعلمك واستقدرك بقدرتك واسئلك من فضلك العظيم فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغيوب اللهم ان كنت تعلم ان هذا الامر خير لى فى دينى ومعاشى وعاقبة امرى فاقدره لى ويسره لى ثم بارك لى فيه وان كنت تعلم ان هذا الامر شر لى فى دينى ومعاشى وعاقبة امرى فاصرفه عنى واصرفنى عنه واقدر لى الخير حيث كان ثم رضنى به.

اور جب هذا الامر پر پہنچے جس لفظ پر لکیر بنی ہے..... تو اس کے پڑھتے وقت اسی کام کا دھیان کر لے..... جس کے لئے استخارہ کرنا چاہتے ہو..... اس کے بعد پاک صاف بچھونے پر قبلہ کی طرف منہ کر کے با وضو سو جائے..... جب سو کر اٹھے اس وقت جو بات دل میں مضبوطی سے آئے وہی بہتر ہے..... اسی کو کرنا چاہئے۔ مسئلہ اگر ایک دن میں کچھ نہ معلوم ہو..... اور دل کا خلجان اور تردد نہ جائے..... تو دوسرے دن پھر ایسا کرے..... اسی طرح سات دن تک کرے ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کام کی اچھائی برائی معلوم ہو جائے گی..... مسئلہ اگر حج کے لئے جانا ہو تو یہ استخارہ نہ کرے کہ..... میں جاؤں یا نہ جاؤں بلکہ یوں استخارہ کرے کہ فلا نے دن جاؤں کہ نہ جاؤں۔

## نماز توبہ کا بیان

اگر کوئی بات خلاف شرع ہو جائے..... تو دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب گڑگڑا کر اس سے توبہ کرے..... اور اپنے کئے پر پچھتائے..... اور اللہ تعالیٰ سے معاف کرائے..... اور آئندہ کے لئے پکا ارادہ کرے کہ اب کبھی نہ کروں گا..... اس سے وہ گناہ بفضل خدا معاف ہو جاتا ہے اس کے بعد۔

## رسالہ قصد السبیل کا مطالعہ کرے

اس میں سے عالم فارغ کے معمولات کے متعلق جو مضمون ہے وہ مطالعہ سے مستثنیٰ ہے۔  
تذنیل قصد السبیل:- یہ مضمون اثنائے زمانہ ترتیب رسالہ تکشف میں ایک غرض خاص ہے..... مستقل طور پر لکھا گیا تھا وہ غرض یہ تھی کہ اس احقر سے بعض لوگ جو درخواست ادخال سلسلہ کی کرتے تھے..... تو بنظر احتیاط..... (کہ بعد میں کوئی غرض مذموم حاصل نہ ہونے سے یا کسی امر کے متعلق نصیحت کرنے سے توحش نہ ہو..... اس طریق کا مقصود صحیح اور جو جو کرنا یا چھوڑنا پڑے گا) کچھ ضروری امور ان لوگوں کے گوش گزار کئے جاتے تھے..... اس میں احیاناً دو کوتاہیاں واقع ہوتی تھیں..... ایک یہ کہ کبھی تو کوئی ضروری مضمون ذہول کے سبب بیان سے رہ جاتا..... دوسرے یہ کہ اکثر مخاطب کو تفصیل یاد نہ رہتی..... اس کا انتظام یہ خیال میں آیا کہ ان مضامین کو قلمبند کر لیا جائے..... پہلے دکھلا دیا اور بعد میں یادداشت کے لئے ان کو دے دیا..... چونکہ مضمون باوجود اختصار کے جامع اور مفید بہت معلوم ہوا..... اس لئے بوجہ مناسبت کے قصد السبیل کے ساتھ بھی الحاق کر دینے کو جی چاہا..... لہذا قصد السبیل کے نام کے بعد یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے..... اگر کوئی صاحب قصد السبیل جدید طبع کریں گے..... وہ اس کے آخر میں لگا سکتے ہیں..... وہ ہوندا۔

## حقیقت طریقت

خلاصہ سلوک:..... (۱) نہ اس میں کشف و کرامت ضروری ہے.....

(۲) نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے.....

(۳) نہ دنیا کی کار بر آری کا وعدہ ہے..... کہ تعویذ گندوں سے کام بن جائیں..... یا مقدمات دعا سے فتح ہو جایا کریں..... یا روزگار میں ترقی ہو یا جھاڑ پھونک سے بیماری جاتی رہے..... یا ہونے والی بات بتلا دی جایا کرے.....

(۴) نہ تصرفات لازم ہیں..... کہ پیر کی توجہ سے مرید کی از خود اصلاح ہو جائے..... اس کو گناہ کا خیال ہی نہ آئے..... خود بخود عبادت کے کام ہوتے رہیں..... مرید کو زیادہ ارادہ بھی نہ کرنا پڑے..... یا علم دین و قرآن میں ذہن و حافظہ بڑھ جائے.....

(۵) نہ ایسے باطنی کیفیات پیدا ہونے کی کوئی میعاد ہے..... کہ ہر وقت یا عبادت کے وقت لذت سے سرشار رہے..... عبادت میں خطرات ہی نہ آئیں..... خوب رونا آئے..... ایسی محویت ہو جائے کہ اپنی پرانی خبر نہ رہے.....

(۶) نہ ذکر و شغل میں انوار و غیرہا کا نظر آنا یا کسی آواز کا سنائی دینا ضرور ہے.....

(۷) نہ عمدہ عمدہ خوابوں کا نظر آنا..... یا الہامات کا صحیح ہونا لازمی ہے..... بلکہ اصل مقصود حق تعالیٰ کا راضی کرنا ہے..... جس کا ذریعہ ہے..... شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا..... ان حکموں میں بعض متعلق ظاہر کے ہیں..... جیسے نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ وغیرہا..... اور جیسے نکاح و طلاق و ادائے حقوق زوجین..... و قسم و کفارہ قسم وغیرہا اور جیسے لین دین و پیروی مقدمات و شہادت و وصیت و تقسیم ترکہ وغیرہ..... اور جیسے سلام و کلام و طعام و منام و قعود و قیام..... و مہمانی و میزبانی وغیرہ ان مسائل کو علم فقہ کہتے ہیں..... اور بعض متعلق باطن کے ہیں جیسے خدا سے محبت رکھنا خدا سے ڈرنا..... خدا کو یاد رکھنا دنیا سے محبت کم ہونا خدا کی مشیت پر راضی رہنا..... حرص نہ کرنا..... عبادت میں دل کا حاضر رکھنا..... دین کے کاموں کو اخلاص سے کرنا..... کسی کو حقیر نہ سمجھنا..... خود پسندی نہ ہونا..... غصہ کو ضبط کرنا وغیرہ ان اخلاق کو سلوک کہتے ہیں..... اور مثل احکام ظاہری کے ان احکام باطنی پر عمل کرنا بھی فرض و واجب ہے..... نیز ان باطنی خرابیوں سے اکثر ظاہر اعمال میں بھی خرابی آ جاتی ہے..... جیسے قلت محبت حق سے نماز میں سستی ہوگی..... یا جلدی جلدی بلا تعدیل ارکان پڑھ لی یا بخل سے زکوٰۃ اور حج کی ہمت نہ ہوئی..... یا کبر و غلبہ غضب سے کسی پر ظلم ہو گیا..... حقوق تلف ہو گئے

..... و مثل ذلک اور اگر ان ظاہری اعمال میں احتیاط کی بھی جائے..... تب بھی جب تک نفس کی اصلاح نہیں ہوتی وہ احتیاط چند روز سے زیادہ نہیں چلتی..... پس نفس کی اصلاح ان دو سبب سے ضروری ٹھہری..... لیکن یہ باطنی خرابیاں ذرا سمجھ میں کم آتی ہیں..... اور جو سمجھ میں آتی ہیں ان کی درستی کا طریقہ کم معلوم ہوتا ہے اور جو معلوم ہوتا ہے..... نفس کی کشاکشی سے اس پر عمل مشکل ہوتا ہے..... ان ضرورتوں سے (پیر کامل کی پہچان قصد السبیل کی ہدایت سوم میں لکھی ہے.....) پیر کامل کو تجویز کیا جاتا ہے..... کہ وہ ان باتوں کو سمجھ کر آگاہ کرتا ہے..... اور ان کا علاج و تدبیر بھی بتلاتا ہے..... اور نفس کے اندر درستی کی استعداد اور ان معالجات میں سہولت اور تدبیرات میں قوت پیدا ہونے کے لئے کچھ اذکار و اشغال کی بھی تعلیم کرتا ہے..... اور خود ذکر اپنی ذات میں بھی عبادت ہے پس سالک کو دو کام کرنے پڑتے ہیں..... ایک ضروری کہ احکام شرعیہ ظاہری و باطنی کی پابندی ہے..... دوسرا مستحب کہ کثرت ذکر ہے..... اس پابندی احکام سے خدا تعالیٰ کی رضا اور قرب اور کثرت ذکر سے زیادت رضا و قرب حاصل ہوتا ہے..... یہ ہے خلاصہ سلوک کے طریق اور مقصود کا۔

## حقوق طریقت

یہ حقوق سب مسلمانوں کے ذمہ واجب ہیں..... گو کسی سے بیعت بھی نہ ہوں۔

### طریقہ میں داخل ہو کر جو جو کام کرنا پڑیں گے

(۱) بہشتی زیور کے گیارہ (البتہ عورتوں کیلئے گیارہ ہواں حصہ نہیں ہے ۱۲ منہ) حصے اول

سے آخر تک ایک ایک حرف کر کے پڑھنے یا سننے پڑھیں گے.....

(۲) اپنی سب حالتیں بہشتی زیور کے موافق رکھنا پڑیں گی.....

(۳) جو کام کرنا ہو اور اس کا جائز نا جائز ہونا معلوم نہ ہو..... کرنے سے پہلے علماء اہل

نت سے پوچھنا پڑے گا..... اور ان کے بتلانے کے موافق عمل کرنا ہوگا.....

(۴) نماز پانچوں وقت (مگر عورتوں کے لئے جماعت نہیں ہے ۱۲ منہ) جماعت سے

پڑھنا ہوگی..... البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو تو جماعت معاف ہے..... اور اگر بلا عذر غفلت

سے رہ جائے ندامت کے ساتھ استغفار کرنا چاہئے.....

(۵) اگر مال بقدر زکوٰۃ ہو تو زکوٰۃ دینا ہوگی..... مسائل اس کے بہشتی زیور میں ملیں

گے..... اسی طرح کھیت اور باغ کے پیداوار میں دسواں بیسواں حصہ دینا ہوگا..... اس کے مسائل زبانی معلوم کر لئے جائیں.....

(۶) اگر حج کی گنجائش ہو تو حج کرنا پڑے گا..... اسی طرح گنجائش کی صورت میں عید کو

صدقہ فطر اور بقر عید کو قربانی ضروری ہوگی.....

(۷) اپنی بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا ہوں گے..... ان کا یہ بھی دینی حق ہے کہ ان کو

ہمیشہ شرع کے احکام بتلاتے رہو..... آسان طریقہ اس کا پڑھے ہوؤں کے لئے یہ ہے..... کہ

شب و روز میں تھوڑا سا کوئی وقت مقرر کر کے بہشتی زیور اول سے آخر تک اپنے گھر والوں کو پڑھ

کر سنا دیں..... اور سمجھا دیں..... اور جب وہ ختم ہو جائے پھر شروع کر دیں..... جب تک ان

کو مسائل خوب پختہ یاد نہ ہو جائیں سناتے رہیں..... اور ان پڑھایا کریں کہ جو بات دین کی

کسی عالم سے سنا کریں..... اس کو یاد کر کے گھر والوں سے ضرور کہہ دیا کریں۔

اور یہ کام چھوڑنا پڑیں گے..... داڑھی منڈانا، ڈاڑھی کٹانا جبکہ چار انگل سے

زائد نہ ہو..... ڈاڑھی چڑھانا..... سر میں چاند کھلوانا کھڈی رکھنا یا آگے سے منڈوانا.....

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننا یا لنگی باندھنا یا کرتہ چونہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا..... یا عمامہ کا

شملہ آدھی کمر سے نیچے چھوڑنا..... یا کسم و زعفران کا رنگا ہوا یا ناپاک رنگ کا رنگا ہوا کپڑا

پہننا..... یا ریشمی یا زری کا لباس چار انگل سے زیادہ خود پہننا یا لڑکوں کو پہننا..... یا کفار کا سا

لباس پہننا..... یا مردوں کو چاندی کی انگوٹھی ایک مشقال یا زائد یا سونے کی انگوٹھی پہننا.....

(۳ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ یہ پانچوں باتیں عورتوں اور لڑکیوں کے واسطے درست ہیں..... ۱۲ منہ) یا

عورتوں کو کھڑا جوتا یا مردانہ لباس پہننا..... یا باجہ دار زیور پہننا..... یا ایسا کپڑا باریک یا چھوٹا

پہننا جس میں بدن کھلا رہے..... کسی عورت یا امرد کو بری نگاہ سے دیکھنا یا عورتوں لڑکوں سے

زیادہ میل جول رکھنا..... مرد کو کسی نامحرم عورت کے پاس یا عورت کو کسی نامحرم مرد کے پاس

بیٹھنا..... یا تنہا مکان میں رہنا یا بدون سخت مجبوری کے سامنے آجانا..... اگر چہ وہ پیر ہی ہو یا

رشتہ دار ہوں..... اور جہاں سخت مجبوری ہو..... وہاں سراور بازو اور کلائی اور پنڈلی اور گلا کھولنا نامحرم مرد کے سامنے حرام ہے..... منہ کے سامنے بھی گھونگٹ رہنا بہتر ہے..... اور عمدہ پوشاک اور زیور سے تو سامنے آنا بالکل ہی برا ہے..... اسی طرح نامحرم مرد و عورت کا باہم ہنسنا بولنا ضرورت سے زیادہ باتیں کرنا..... یہ سب چھوڑ دینا چاہئے..... ختنہ یا عقیقہ یا شادی میں جمع ہونا..... یا برأت میں جانا البتہ عین نکاح کے وقت پاس پاس کے مردوں کا جمع کر لینا..... مضائقہ نہیں۔ یا کوئی کام فخر و نمود کا کرنا جیسے آج کل رسم و رسوم کا کھانا کھلانا لینا دینا ہوتا ہے..... اسی میں نوتہ بھی آ گیا اس کو بھی چھوڑنا چاہئے..... اسی طرح فضول خرچی کرنا یا کپڑے میں بہت تکلف کرنا کہ یہ بھی فخر و نمود میں داخل ہے..... مردہ پر چلا کر رونا..... اس کا تیجہ دسواں بیسواں چالیسواں وغیرہ کرنا..... دور دور سے عرصہ عرصہ تک میت کے پیچھے آنا..... بدون شرع کے موافق تقسیم کئے ہوئے مردہ کے کپڑے خیرات کر دینا..... لڑکیوں کا حصہ نہ دینا..... اہل حکومت و ریاست کو غرباء پر ظلم کرنا..... جھوٹی نالش کرنا..... موروٹی کا دعویٰ کرنا..... رہن یا رشوت کی آمدنی کھانا..... تصویر بنانا یا رکھنا..... یا براہ شوق کتے پالنا یا کنکوے و آتھبازی یا کبوتر بازی و مرغبازی وغیرہ کا شغل کرنا..... یا بچوں کو اجازت اور پیسے دینا..... گانا سننا باجے سے یا بے باجے اسی میں گراموفون بھی داخل ہے..... عرسوں میں جانا بزرگوں کی منت ماننا..... فاتحہ نیاز گیا رہویں وغیرہ متعارف طور پر کرنا..... رواج کے موافق مولد شریف کرنا..... تبرکات کی زیارت کے لئے عرس کا سا انتظام کرنا..... یا اس وقت مردوں عورتوں کا خلط یا سامنا ہو جانا..... شب برأت کو حلو اچکانا..... یا محرم کو تہوار منانا، یا رمضان میں ختم قرآن پر شیرینی ضرور کر کے بانٹنا..... یا ٹونے ٹونکے کرنا یا سینٹلا وغیرہ کو ماننا یا فال وغیرہ کھلوانا..... کسی نجومی یا اسیب سے کوئی بات پوچھنا..... غیبت کرنا چغلی کھانا جھوٹ بولنا تجارت میں دغا کرنا..... بلا اضطراب نا جائز نوکری کرنا..... یا جائز نوکری میں کام خراب کرنا..... عورت کا خاوند کے سامنے زبان درازی کرنا..... یا اس کا مال بلا اجازت خرچ کرنا..... یا بلا اجازت کہیں جانا اور حافظوں کا مردوں پر قرآن پڑھ کر یا تراویح میں قرآن سنا کر کچھ لینا..... یا مولویوں کو وعظ پر یا مسئلہ بتلانے پر اجرت لینا..... یا

بحث و مباحثہ میں پڑنا..... یادرویش وضع لوگوں کو پیری مریدی کی ہوس کرنا..... یا تعویذ گنڈوں کا مشغلہ رکھنا یہ ہے فہرست مختصر کرنے نہ کرنے کے کاموں کی..... اور تفصیل احقر کے رسالوں میں بقدر ضرورت ملے گی۔

## تحقیق متعلق کرامت از رسالہ کرامات امدادیہ

مقدمہ :- مسئلہ اول: جاننا چاہئے کہ خلاصہ کلام محققین کا اس باب میں یہ ہے..... کہ کرامت اس امر کو کہتے ہیں..... جو کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی تابع کامل سے صادر ہو..... اور قانون عادت سے خارج ہو..... پس اگر وہ امر خلاف عادت نہ ہو تو کرامت نہیں ہے..... اور جس شخص سے وہ امر صادر ہوا ہے..... اگر وہ کسی نبی کا تابع اپنے کو نہیں کہتا وہ بھی کرامت نہیں ہے..... جیسے جو گیوں ساحروں وغیرہم سے بعض امور ایسے سرزد ہو جاتے ہیں..... اور اگر وہ شخص مدعی اتباع کا تو ہے مگر واقع میں تابع نہیں ہے..... خواہ اصول میں خلاف کرتا ہو..... جس طرح اہل بدعت یا فروع میں جیسے فاسق و فاجر اس سے بھی اگر ایسا امر صادر ہو وہ بھی کرامت نہیں ہے..... بلکہ استدراج ہے..... جس کا ضرر یہ ہے کہ یہ شخص بوجہ خرق عادت کے اپنے کو کامل سمجھتا ہے..... اور اس دھوکہ میں کبھی حق کے طلب کرنے اور اتباع کرنے کی کوشش نہیں کرتا..... نعوذ باللہ کس قدر خسران عظیم ہے..... پس کرامت اس وقت کہلائے گی..... جبکہ اس کا محل صدور مومن تابع سنت کامل التقویٰ ہو اب ہمارے زمانہ میں جس شخص سے کوئی فعل عجیب سرزد ہو جاتا ہے..... اس کو غوث و قطب قرار دے دیتے ہیں..... خواہ اس شخص کے کیسے ہی عقائد ہوں..... اور کیسے ہی اعمال و اخلاق ہوں..... یہ بہت بڑی غلطی ہے..... بزرگوں نے تصریح فرمائی ہے..... کہ اگر کسی شخص کو ہو میں اڑتا ہو یا پانی پر چلتا ہو یا دیکھو..... مگر وہ شریعت کا پابند نہ ہو..... تو اس کو بالکل ہیچ سمجھو۔

مسئلہ دوم: اور جاننا چاہئے کہ..... کرامت کے لئے نہ اس ولی کو اس کا علم ہونا ضروری ہے..... اور نہ اس کے قصد کا متعلق ہونا ضروری ہے..... اور احیاناً علم ہوتا ہے..... اور قصد نہیں ہوتا..... اور کبھی علم و قصد دونوں امر ہوتے ہیں..... اس بنا پر کرامت کی تین قسمیں ٹھہریں..... ایک قسم وہ جہاں علم بھی ہو اور قصد بھی..... جیسے نیل کا جاری ہونا



..... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان مبارک سے..... اور دوسری وہ جہاں علم ہو اور قصد نہ ہو..... جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے فصل میوؤں کا آجانا..... تیسری قسم وہ جہاں نہ علم ہو نہ قصد..... جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مہمانوں کے ساتھ کھانا..... کھانا اور کھانے کا دو چندہ چند ہو جانا..... چنانچہ خود حضرت صدیق اکبرؓ کو تعجب ہوا..... جس سے ان کے علم و قصد کا پہلے سے متعلق نہ ہونا ثابت ہوتا ہے..... اور ایک احتمال حصر عقلی میں سے خلاف واقع ہے کہ..... قصد ہو اور علم نہ ہو کیونکہ بدون علم قصد ممکن نہیں..... اور لفظ تصرف و ہمت کا صرف قسم اول پر اطلاق کیا جاتا ہے..... قسم ثانی و ثالث کو تصرف نہیں کہتے..... البتہ برکت و کرامت کہلاتی ہے۔

مسئلہ سوم: اور جاننا چاہئے کہ ایک اور اعتبار سے کرامت کی دو قسم ہیں..... ایک حسی ایک معنوی..... عوام لوگ اکثر حسی کو جانتے ہیں..... اور اسی کو کمال شمار کرتے ہیں..... جیسے مافی الضمیر پر مطلع ہو جانا پانی پر چلنا ہو اوپر اڑنا وغیرہا..... اور خواص کے نزدیک بڑا کمال کرامت معنوی ہے یعنی شریعت پر مستقیم رہنا مکارم اخلاق کا خوگر ہو جانا..... نیک کاموں کا پابندی و بے تکلفی سے صادر ہونا..... حسد و کینہ و دیگر صفات مذمومہ سے قلب کا ظاہر ہو جانا..... کوئی سانس غفلت میں نہ گزرنا یہ وہ کرامت ہے..... جس میں استدراج کا احتمال نہیں..... بخلاف قسم اول کے کہ اس میں یہ احتمال موجود ہے..... اسی واسطے کا ملین صدور کرامت کے وقت بہت ڈرتے ہیں..... کہ یہ استدراج نہ ہو..... یا خدا نخواستہ اس سے نفس میں عجب نہ پیدا ہو جائے..... یا اس کی وجہ سے عوام میں شہرت و امتیاز پیدا ہو کر موجب ہلاکت نہ ہو..... بلکہ بعض نے فرمایا ہے کہ..... بعض اولیاء نے مرتے وقت تمنا کی ہے کہ کاش دنیا میں ہماری کوئی کرامت صادر نہ ہوتی..... تاکہ اس کا عوض و اجر بھی آخرت میں ملتا..... کیونکہ یہ امر مقرر ہے کہ جس قدر دنیا میں کسی نعمت میں کسی کو کمی رہے گی..... اس کا بدلہ آخرت میں عنایت ہوگا۔

مسئلہ چہارم: اور جاننا چاہئے کہ..... بعض علماء نے کرامت کی قوت ایک حد خاص تک معین کی ہے..... اور جو امور نہایت عظیم ہیں..... جیسے بدون والد کے اولاد پیدا ہونا یا کسی جماد کا حیوان بن جانا یا ملائکہ کا ہاتھیں کرنا..... اس کا صدور کرامت سے ممتنع قرار دیا

ہے..... مگر محققین کے نزدیک کوئی حد نہیں..... کیونکہ وہ فعل پیدا کیا ہوا اللہ تعالیٰ کا ہے..... صرف ولی کے ہاتھ پر اس کا ظہور ہو گیا ہے..... واسطے اظہار کرامت و قرب و مقبولیت اس ولی کے سوا اللہ تعالیٰ کے قدرت کی جب کوئی حد نہیں..... پھر کرامت محدود کیسے ہو سکتی ہے..... رہا یہ شبہ کہ معجزہ کے ساتھ مساوات لازم آنے کا احتمال ہے..... اس کا جواب یہ ہے کہ جب صاحب کرامت خود کہتا ہے..... کہ میں نبی کا غلام ہوں..... تو جو کچھ اس سے ظاہر ہوا ہے..... بہ تبعیت اس نبی کے ہے استقلالاً نہیں..... جو اس شبہ کی گنجائش ہو..... البتہ جس خرق عادت کی نسبت نبی کا ارشاد ہو کہ اس کا صدور مطلقاً محال ہے..... وہ بطور کرامت کے سرزد نہیں ہو سکتے..... جیسے قرآن مجید کا مثل لانا۔

مسئلہ پنجم: اور جاننا چاہئے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے..... کہ اپنی کرامت کا اخفا واجب ہے..... مگر جہاں اظہار کی ضرورت ہو یا غیب سے اذن ہو یا حالت اس قدر غالب ہو کہ اس میں قصد و اختیار باقی نہ رہے..... یا کسی طالب حق و مرید کے یقین کا قوی کرنا مقصود ہو..... وہاں اظہار جائز ہے۔

مسئلہ ششم: اور جاننا چاہئے کہ..... بعض اولیاء کا ملین کا مقام غلبہ عبودیت و رضا کا ہوتا ہے..... اس لئے کسی شے میں وہ تصرف نہیں کرتے اس وجہ سے ان کی کرامتیں نہیں معلوم ہوتیں..... اور بعضوں کو قوت تصرف ہی عنایت نہیں ہوتی..... تسلیم و تفویض ہی ان کی کرامت ہوتی ہے..... اس سے معلوم ہوا کہ ولایت کے لئے کرامت کا وجود یا ظہور ضروری نہیں۔

مسئلہ ہفتم: اور جاننا چاہئے کہ..... بعض اولیاء اللہ سے بعد انتقال کے بھی تصرفات و خوارق سرزد ہوتے ہیں..... اور یہ امر معنی حد تو اتر تک پہنچ گیا ہے۔

مسئلہ ہشتم: اور جاننا چاہئے کہ..... کرامت کے لئے یہ بھی شرط ہے..... کہ اسباب طبعیہ سے وہ اثر پیدا نہ ہوا ہو..... خواہ وہ اسباب جلی ہوں یا خفی اس مقام پر لوگوں کو دو غلطیاں واقع ہو جاتی ہیں..... بعض تو مطلق عجیب امور کو کرامت سمجھتے ہیں..... اور عامل کے معتقد کمال بن جاتے ہیں..... آج کل اس قسم کے بہت قصے واقع ہو رہے ہیں..... مسمریزم فریسیس حضرات ہمزاد کا عمل..... عملیات و نقوش طلسمات و شعبدات

تاثيرات عجيبه..... ادویات سحر چشم بندی وغیرہا کہ آمین بعض کے آثار تو محض خیالی ہیں..... اور بعض کے واقعی بھی ہوں تو اسباب طبعیہ خفیہ سے مربوط ہیں..... کرامت ان سب خرافات سے منزہ ہے..... اور بعض کرامات کو بھی قوت طبعیہ پر محمول کر کے سب کو ایک لکڑی ہانکتے ہیں..... صاحب بصیرت طالب حق کو قرآن قویہ سے بنظر انصاف فرق معلوم ہو جاتا ہے..... کہ اس فعل میں قوی طبعیہ کو دخل ہے..... یا محض قوت قدسیہ ہے..... یا کسی قوت کو بھی دخل نہیں محض کائن عن الغیب ہے۔

مسئلہ نہم: اور جاننا چاہئے کہ..... جس فعل کا ظاہری قوی سے کرنا ممنوع ہے..... باطنی قوی سے بھی ممنوع ہے..... جیسے کسی بے گناہ کو قتل کر دینا یا کسی کے قلب پر زور ڈال کر اس سے کچھ روپیہ لے لینا..... یا کسی کا راز پنہانی معلوم کرنا..... یا قصداً نامحرم کی طرف التفات کرنا بعض لوگ مطلقاً خرق عادت کو شعبہ ولایت کا سمجھ کر ان سب تصرفات کو حلال اور داخل کرامت سمجھتے ہیں۔

مسئلہ دہم: اور جاننا چاہئے کہ..... ولی سے احیاناً کوئی امر ناجائز صادر ہو جانا بشرطیکہ اس پر اصرار نہ ہو..... اور تنبیہ کے وقت توبہ کر لے..... یا کسی اختلافی مسئلہ میں غلطی کو اختیار کرنا..... ولایت و کرامت میں قاذح نہیں ہے..... یہ کل دس مسئلے ضروری اس باب کے متعلق ہیں۔

## از رسالہ التقی فی احکام الرقی

فصل پنجم: قال الله تعالى ولا تقف ماليس لك به علم.... اس آیت سے معلوم ہوا کہ بلا کسی دلیل صحیح کے جس کا صحیح ہونا قواعد شرعیہ سے ثابت ہو..... کسی امر کا خواہ وہ اخبار سے ہو یا انشاءات سے ہو اعتقاد درست نہیں..... اکثر عاملوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ خاص طریقوں سے فال کھولتے ہیں..... اور گزشتہ یا آئندہ کے متعلق خبر دیتے ہیں..... یا چور وغیرہ کے معلوم کرنے کو لوٹا گھمانے کا عمل کرتے ہیں..... اور کسی کا نام بتلا دیتے ہیں..... اور ان نتائج کا یقین خود بھی کر لیتے ہیں..... اور دوسروں کو بھی یقین دلاتے ہیں..... یا کوئی عمل جس سے کوئی خواب نظر آئے کر جو خواب نظر آئے اس پر پورا وثوق کر لیتے ہیں

..... اور اس کا نام استخارہ رکھتے ہیں یہ سب دعویٰ ہے..... خبر غیب کا..... کیونکہ شرع نے ان وسائل کا مفید علم خبری ہونا معتبر نہیں قرار دیا..... بخلاف طب کے کہ خود سنت میں اس کا اعتبار وارد ہے..... گودرجہ رظن ہی میں سہی آیت مذکورہ ایسے امور کو باطل کرتی ہے..... اسی طرح حدیث بھی چنانچہ مشکوٰۃ باب الکہانہ میں ہے..... عن حفصۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتى عرافا فساله عن شیء لم تقبل له صلوة اربعین لیلۃ رواہ مسلم (حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں..... کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے..... کہ جو شخص کاہن کے پاس اور اس سے (غیب کی) کسی بات کا سوال کرے..... (اور اس کو سچا جانے) اس کی چالیس رات (دن) کی نماز قبول نہ کی جائے گی..... اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے ۱۲ منہ) اور حدیث میں جو فال اور استخارہ وارد ہے حقیقت اس فال کی اور ہے..... وہ یہ کہ کوئی اچھا کلمہ کان میں اتفاقاً پڑ گیا..... اور اس سے امیدوار ہو گئے رحمت خداوندی کے نہ یہ کہ قصد ایسے دلائل کا تتبع کیا جائے..... اور اس کا یقین کیا جائے..... خواہ خیر ہو یا شر۔

اور استخارہ کی حقیقت یہ ہے..... کہ کسی امر کے قرین یا خلاف مصلحت ہونے میں تردد ہو..... تو دعائے خاص پڑھ کر متوجہ الی الحق ہوں اس کے قلب میں جو امر عزم کے ساتھ آجائے..... اس میں خیر سمجھیں سو اس کی غرض رفع تردد ہے..... نہ کہ انکشاف کسی واقعہ کا اور لوٹا وغیرہ گھوم جانا یہ محض قوت خیالیہ کا اثر ہے..... جو شعبہ ہے مسمریزم کا..... یہی وجہ ہے کہ جس پر زیادہ خیال ہوتا ہے..... اسی کا نام نکل آتا ہے..... چنانچہ اگر دو عالموں کے سامنے مختلف دو شخصوں پر چوری کا گمان ظاہر کر دیا جائے..... اور وہ دونوں الگ الگ اس عمل کو کریں..... تو دونوں جگہ مختلف نام نکلیں گے..... یہی حال ہے مسمریزم کے تصرفات کا..... جس سے سوالوں کا جواب حاصل کرتے ہیں..... اور جس کو اس کے مشاق غلطی سے ارواح کا تصرف سمجھتے ہیں..... اور واقع میں وہ بھی تصرف ہے قوت خیالیہ کا..... اور اس کا امتحان بھی اسی طریق مذکور سے ہو سکتا ہے..... جس کا دل چاہے آزمائے..... بلکہ اس سے زیادہ قوی اور صریح دلیل سے اس کا امتحان خود بندہ نے کیا ہے وہ یہ کہ ایک میز منگا کر اس پر عمل کیا..... اور زبان سے کہا گیا کہ اگر واقع میں اس میں

روحیں آتی ہیں..... تو میز کا فلاں پایہ مثلاً ایک بار اٹھے۔ اور اگر روحمیں نہیں آتیں تو وہ پایہ دوبار اٹھ جائے..... اس کے بعد عمل کے اثر سے دوبار پایہ زمین سے اٹھا..... پس فن مذکور ہی کے قاعدہ سے ان تصرفات کا منشا قوت خیالیہ ہونا ثابت ہو گیا..... چونکہ میرا یہ اعتقاد تھا کہ واقع میں ارواح نہیں آتیں..... اس لئے اسی کے موافق جواب نکلا..... اور جس کا اعتقاد اس کے خلاف ہوگا..... اس کو خلاف جواب ملے گا..... گو دونوں اعتقادوں میں صحت و بطلان کا تفاوت ہے۔ جس کی دلیل اولاً مذکور ہو چکی ہے..... اور یہ قوت خیالیہ عجیب چیز ہے..... اس سے عجیب و غریب امور ظاہر ہوتے ہیں..... اور ناواقف اس کو غلطی سے قوت قدسیہ کی طرف منسوب سمجھتے ہیں..... اور صوفیہ کے یہاں جو توجہ کا طریق ہے..... وہ بھی تصرف خیالی اور مکتسب ہے..... لیکن ان کی غرض چونکہ محمود ہے..... اس لئے محمود ہے..... گو کوئی کمال نہیں..... اور اولیاء کی کرامت اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات یہ محض وہی اور غیر مکتسب ہیں..... ان سب کو ایک سمجھنا سخت غلطی اور باطل محض ہے..... اور بظن غالب اس احقر کے جیسا بعض ذرائع مظنونہ سے معلوم ہوا فریمین کا محصل اسی قوت خیالیہ کی تقویت ہے..... جس کے لئے وہاں کے ممبر یہ تدبیریں کرتے ہیں..... کہ طالب کو بڑے بڑے سخت امتحانوں میں مبتلا کرتے ہیں..... اور سخت سخت قسمیں دیتے ہیں..... جس میں اکثر مضمون بددعا کا ہوتا ہے..... کہ اگر میں ظاہر کروں تو میں ہلاک ہو جاؤں..... اور مجھ پر ایسی ایسی بلائیں نازل ہوں..... میں ایسے ایسے مصائب میں مبتلا ہو جاؤں..... پھر فیس بھی سخت لیتے ہیں..... اور کچھ وحشت ناک چیزیں مثل ہڈیوں اور کھوپڑیوں کے سامنے لاتے ہیں..... بعد اس کے چند معاہدے اس شخص سے لئے جاتے ہیں..... اور بعض آلات معماری بھی وہاں ہوتے ہیں..... اس کے استعمال کی کچھ اصطلاحیں مقرر ہیں..... مثلاً بسولے کو زور سے زمین پر مارتے ہیں..... جو اشارہ ہے استحکام معاہدہ کی طرف..... اور وجہ تسمیہ بھی یہی ہے..... کیونکہ (میسن) معمار کو کہتے ہیں اب ظاہر ہے کہ جس شخص کو کوئی بات اتنی مصیبتوں اور سختیوں کے بعد بتلائی جائے..... اور اس پر اس کا وافر مال بھی خرچ ہو..... طبعاً وہ اس کی نہایت وقعت کرے گا..... اور ضرور اس کے مفت بتلا دینے سے دریغ کرے گا..... خاص کر جبکہ ان بددعاؤں سے اس کے وابہہ پر حقوق ضرر کا خوف بھی غالب ہو جائے..... وہ

ہرگز ہرگز بھی نہیں بتلا سکتا..... اور چونکہ وہاں بعض کلمات ایسے بھی کہلوائے جاتے ہیں..... اور نیز ایسے اعمال بھی کرائے جاتے ہیں..... جس میں غیر اللہ کی تعظیم مفروضہ عبادت تک ہوتی ہے..... لہذا طالب کافر سے بچنا بھی مشکل ہے..... اور باوجود ان سب کے پھر محض بے نتیجہ..... کیونکہ وہ عہد چند اخلاق جمیلہ کا ہوتا ہے..... جس کی تعلیم شریعت سے زیادہ کوئی کر ہی نہیں سکتا..... اور ان اخلاق کی مخالفت کی سزا کے واقعات بطور تھیٹر کے بھی دکھلا دیتے ہیں..... جو محض مصنوعی ہوتے ہیں..... اور نتائج کا یقین دلانے کے لئے تھیٹر کا مشاہدہ شرعی وعیدوں سے زیادہ نہیں ہو سکتا..... اور چونکہ ساری ترکیبوں کا حاصل اسی واہمہ کا قوی کرنا ہے..... اسی لئے باختلاف ازمنہ وامکنہ اس فریمیں کے قوانین و دستور العمل بدلتے رہتے ہیں..... انگلستان میں کچھ ہے تو جرمن میں کچھ اور ہے اسی طرح کسی سنہ میں کچھ ہے تو دوسرے سنہ میں کچھ اور ہے..... باقی نہ وہاں ارواح ہیں نہ جن ہیں..... اور نہ اور کوئی عجیب چیز ہے..... ہاں یہ مستبعد نہیں کہ واہمہ کے غلبہ سے کسی واقعہ بعیدہ کی اطلاع بطور خطرہ کے ہو جائے..... جیسا اکثر تفکر کے بعد بھی ایسا ہو جاتا ہے..... میں نے اس فصل میں کسی قدر تطویل قصداً کر دی ہے..... تاکہ اکثر مترددین حقیقت سے واقف ہو کر التباس سے محفوظ رہیں۔

### طلسم کشائے فریمیں

یہ ایک تازہ مضمون ہی جو زمانہ ترتیب مجموعہ ہذا میں لکھا گیا ہے۔ ۱۲ منہ فریمیں کے بارے میں جو کچھ اس رسالہ میں لکھا گیا..... وہ قرآنِ نخبینہ سے لکھا گیا تھا..... اس کے بعد ایک معتبر شخص نے اپنا مشاہدہ بیان کیا..... جس کا حاصل یہ ہے کہ مقصود اس مجلس سے ایک جماعت میں باہم اتفاق و اتحاد قائم کرنا ہے..... اور وہاں یہی معاہدہ لیا جاتا ہے..... اور اس معاہدہ کی وقعت و شوکت پیدا کرنے کے لئے اخفاء کا اہتمام کیا گیا ہے..... اور اخفاء کے لئے خاص اسباب جمع کئے گئے ہیں..... چنانچہ ہر شخص کو اپنی مجلس میں نہیں لیتے..... جو دنیا کے اعتبار سے بھی معزز ہو..... کہ عموماً ایسے لوگوں کو پاس اپنے عہد کا ہوتا ہے تو وہ عہد اخفاء کو بھی پورا کریں گے..... اور مذہبی اعتبار سے صانع عالم کا قائل ہوتا..... کہ جو حلف اخفاء پر اس سے لیا جائے گا وہ خدا سے ڈر کر اس کو پورا کرے..... دہری منکر صانع ولا

مذہب کو نہیں لیتے..... پھر فیس بہت معقول لیتے ہیں..... کہ یہ بھی امر طبعی ہے..... کہ مال خرچ کر کے جو امر حاصل ہوتا ہے..... گو وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو مگر اس کے اعلان سے دریغ آتا ہے..... اس کے بعد اس کو اس مکان میں جو کہ اسی کام کے لئے معین ہے..... پہنچاتے ہیں مکان کی صورت بھی وحشت ناک بنائی ہے..... کہ لمبے لمبے ستون ہیں..... اس کے درجوں میں وسعت بہت کم ہے..... تنگ مکانات ہیں..... پھر رات کو داخل کرتے ہیں..... اور اس وقت روشنی بہت دھیمی کر دیتے ہیں..... کہ اس ہیئت سے طبیعت پر خوف کا مستولی ہو جانا امر فطری ہے..... اور پھر لے جاتے ہیں بڑی ذلت کی حالت سے..... کہ پہلا لباس اتروا کروہاں ہی کی وردی جو بالکل مردہ کی سی کفنی ہوتی ہے..... پہنا کر گلے میں رسی ڈال کر کشاں کشاں لاتے ہیں..... اور ایک آدمی اندر پہلے سے پوشیدہ موجود رہتا ہے..... اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار یا برچھی ہوتی ہے..... یہ فریسیمن ہونے والا جس وقت اس مکان میں قدم رکھتا ہے..... وہ شخص دفعۃً اس کے بے خبری میں اس تلوار یا برچھی کی نوک اس کی پہلو پر رکھ دیتا ہے..... جس سے اس کو ایک عجیب ہیبت طاری ہوتی ہے..... اور اس وقت اس سے وہ معاہدے اپنی جماعت کی ہمدردی اور ان کی اعانت مالی و جانی کے لئے جاتے ہیں..... اور اس کے ساتھ اخفاء کا عہد بھی لیا جاتا ہے..... اور حلف کے ساتھ بددعائیں بھی ہوتی ہیں کہ اگر میں یہاں کاراز ظاہر کروں..... تو میں ہلاک ہو جاؤں اور یہ برچھی یا تلوار میرے جگر سے پار ہو جائے و مثل ذلک اب ظاہر ہے..... کہ ایک تو مذہبی پابندی کی وجہ سے خدا کا خوف پھر ان بددعاؤں کا اندیشہ پھر اتنا مال خرچ کر کے اس پر اطلاع ہونا پھر دنیوی عزت کی وجہ سے اپنی اس ذلت کے اظہار سے عار ہونا..... یہ اسباب موکدہ اخفاء کے ہیں..... پھر وہاں کچھ آلات معماری کے بھی ہوتے ہیں..... اسی لئے اس کو فریسیمن (جس کے معنی ہیں آزاد معمار) کہتے ہیں..... اور اسی لئے وہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں..... کہ اس کے بانی نعوذ باللہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں جن کو تعمیرات کا شوق تھا..... اور یہ دعویٰ فسانہ عجیب سے کم نہیں..... یہ آلات اصطلاحیں ہیں..... جو خاص معانی پر دال ہیں..... جیسا رسالہ التقی کے آخر سے ابھی معلوم ہوا ہے پھر اس میں درجات مختلف ہیں..... جن میں زمانا بعد زمان ترقی

ہوئے جاتی ہے..... مگر حاصل اسی قدر ہے..... احقر نے اس راوی سے پوچھا کہ تم نے باوجود حلف کے کیسے ظاہر کیا..... جواب دیا کہ اتفاقی بات ہے..... کہ مجھ سے قسم اس قید کے ساتھ لی گئی کہ نا اہل پر ظاہر نہ کروں گا..... احقر نے پوچھا کہ ایک فریمین دوسرے سے مل کر پہچان لیتا ہے..... کہ یہ بھی فریمین ہے اس کی کیا وجہ ہے..... جواب دیا کہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان میں کچھ خاص رموز ہیں..... اگر ایک شخص نے ان کو ادا کیا..... اور دوسرے نے بھی جواب دیا تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ بھی فریمین ہے..... اور اگر جواب نہ دیا تو معلوم نہیں ہو سکتا..... بعد اس روایت کے ایک اور معتبر شخص نے بیان کیا..... کہ ایک فریمین کے پاس وہاں کی چھپی ہوئی کتاب ملی..... جس کو انہوں نے پوشیدہ مطالعہ کیا جو کسی دہری انگریز نے دھوکہ سے فریمین ہو کر حلف توڑ کر لکھی ہے..... سو اس کے مضامین اور یہ روایت مذکورہ بالکل مطابق پائے گئے..... اور حکم شرعی اس کا قطع نظر دیگر مفاسد دقیقہ کے بنا پر..... اس مفسدہ کے (کہ اس میں کفار و فجار سے بلا ضرورت دوستی کا عہد و التزام کرنا ہے..... پھر ہمدردی میں حق و ناحق کی کچھ تفصیل نہیں..... خواہ اس میں کسی پر ظلم ہی ہو جائے..... اور یہ دونوں امر حرام ہیں.....) بالیقین یہی ہے کہ حرام اور معصیت ہے..... نیز اپنے بھائی مسلمانوں میں طرح طرح کے شکوک کی وجہ سے متہم ہوتا ہے..... اور تہمت سے بچنا واجب ہے..... پس اس میں اس واجب کا بھی ترک ہے۔ فقط۔

## علاج وساوس از رسالہ خاتمہ بالخیر

خطرہ ہر چند مواخذہ کی چیز نہیں..... مگر اس کا غلبہ و هجوم طبیعت کو بہت پریشان کر دیتا ہے..... اور انتہا درجہ کا حزن و الم قلب پر طاری ہو جاتا ہے..... سو یہ امراض شرعیہ میں سے تو نہیں ہے..... اس حیثیت سے اس کا علاج ضروری نہیں..... مگر امراض طبعیہ میں سے سخت درجہ کا مرض ہے..... اس لئے اس کا علاج سہل و مجرب و مختصر عرض کیا جاتا ہے..... وہ یہ کہ خطرہ کی حقیقت بلا اختیار نفس کا کسی بری چیز کی طرف متوجہ ہونا ہے..... چونکہ یہ مسئلہ بداہت عقل و بہ تسلیم حکماء و علماء ثابت ہے..... کہ نفس جس وقت ایک طرف متوجہ ہوتا ہے..... دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا..... اس لئے جب کسی بری چیز کا خیال دل میں آئے..... تو



اس کے ذمہ کا قصد نہ کرے..... نہ اس میں اور نہ اس کے اسباب میں خوض کرے..... کہ اس سے زیادہ لپٹتا ہے..... بلکہ فوراً کسی نیک چیز کی طرف خیال کو متوجہ کر دے..... اس سے وہ برا خیال خود بخود دفع ہو جائے گا..... اور اگر وہ پھر خیال میں آئے پھر ایسا ہی کرے..... ان شاء اللہ تعالیٰ اس تدبیر سے اس کا اثر بلکہ خود وہ خطرہ ہی مخیلہ سے بالکل نکل جائے گا..... علاج کلی اس کا یہی ہے..... حدیث میں جو ایسے وقت میں بعض اذکار یا مطلق ذکر کی ترغیب دی گئی ہے..... اس سے یہ علاج مستنبط ہے۔

باقی معالجات جو مشائخ کے نزدیک معمول ہیں..... جیسے تصور شیخ یا پاس انفاس یا تخیل نقش اسم ذات..... وہ سب اسی کلی کے جزئیات ہیں..... اور اگر خطرات سے پریشان ہو کر ضعف قلب یا خفقان یا نحافت جسم یا کسی مرض کے عروض کی نوبت آگئی..... ہو تو علاج مذکور کے ساتھ مقویات و مفرحات قلب و غذائے نفیس اور ادویہ مرض عارضی کا استعمال بھی کیا جانا ضرور ہے..... چونکہ بعض سالکوں کو یہ عقبہ پیش آتا ہے..... جس سے ان کے ظاہری و باطنی انتظام میں خلل پڑ جاتا ہے..... اس لئے اس کی اصلاح عرض کر دی گئی اس علاج سہولت کو اختصار کی وجہ سے بے قدری کی نظر سے نہ دیکھیں..... امتحان کر کے اس کا نفع ملاحظہ فرمائیں۔ (۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ ہجری)

## ازامداد الفتاویٰ معروف بہ فتاویٰ اشرفیہ

### علاج بعضی اقسام قبض

سوال :- اب کچھ اپنی تباہی کا حال بیان کرتا ہوں..... امیدوار ہوں..... کہ سمع خراشی کی بابت معاف فرمایا جاؤں..... جس کا یقین کامل ہے..... حضرت اب تو نہایت ابتر حالت ہے..... وظیفہ وغیرہ سب ترک ہے..... اگر بجز تسبیح لے کر بیٹھتا ہوں جی گھبراتا ہے..... قید شمار تسبیح سے جی الجھتا ہے..... تب خاموش بیٹھ جاتا ہوں..... اس میں البتہ کبھی کبھی عرصہ تک نیند کہوں یا کیا کہوں خبر نہیں رہتی..... کہ کہاں ہوں اور کیا ہوں ہاں اتنا ضرور ہے کہ شغل اشغال قطعاً بند ہیں..... کیونکہ دل الجھتا ہے لیکن اس کا نہ ہونا ہر دم سوہان روح ہے

..... اور ایک بات یہ بھی کہتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے..... کیونکہ خدا جانے میں کچھ سمجھتا ہوں..... اور ہو کچھ اور..... وہ یہ ہے کہ زیادہ اوقات میں اور کبھی کبھی ہر کام میں اور کبھی کبھی نہیں بھی دھیان اللہ کا دل میں رہتا ہے..... اگر کچھ تسکین اس وقت ہے تو اس سے ہے..... کہ اگر چہ زبانی یا بقصد تسبیح کے ذکر نہیں کرتا ہوں..... خیر یہ بھی غیبت ہے..... کہ کبھی دھیان تو اپنے اللہ کا آجاتا ہے..... پیشتر جو سوز و گداز اور غلبہ رہتا تھا..... اس کا پتہ بھی نہیں ہے اب فرمائیے کہ یہ کیا حالت واقع ہوئی..... اور کیا علاج کیا جائے..... کل صفحہ ۹۶ رسالہ تعلیم الدین پڑھ رہا تھا..... کہ ایک موقع جہاں پر حضور نے لغزشات سالک تحریر فرمائی ہیں..... نظر سے گزرا بجنہ اپنی حالت کو اعراض حجاب تفاصل سلب مزید..... سلب قدیم تسلی میں مبتلا پایا..... لیکن الحمد للہ کہ عداوت نہیں پائی جاتی..... اب فرمائیے کیا ہوا..... اور کیا کروں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ سالک اگر عبادت میں کوتاہی کرتا ہے..... تو راجع ہو جاتا ہے..... اب یہ فرمائیے کہ میں کس ذیل میں ہوں..... للہ جلد جواب دیجئے گا..... اور علاج فرمائیے گا..... کیونکہ تحریر مذکورہ صدر کو دیکھ کر میرا دل بیقرار ہو گیا ہے..... اور بدحواسی سی پیدا ہو جاتی ہے..... جس کا کیا بیان کروں دل ہی جانتا ہے..... اگر خدا نخواستہ کوئی بات خلاف ظہور میں آئے..... تو اللہ کو علم ہے کہ میری کیا حالت ہوگی..... للہ صاف صاف جواب تحریر فرمائیے گا..... ہر چہ با دابا واللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں..... پیشتر اس قدر تسبیح پڑھتا تھا..... کہ تیس تیس ہزار تسبیح علاوہ نماز و نوافل کے روزمرہ ہو جاتی تھیں..... اور ایک ذوق ہوتا تھا اب قسمت میری یہ حالت واقع ہوئی ہر حال اللہ کا شکر ہے..... پیشتر جوش و خروش ابتدا میں تھا..... اب ایک معمولی حالت ہو گئی ہے..... کوئی نئی بات نہیں معلوم ہوتی..... بلکہ پیشتر سے اپنے میں بدرجہا کمی معلوم ہوتی ہے..... میرے خیال میں پیشتر سے بعوض ترقی کے کمی معلوم ہوتی ہے..... اب آپ تحریر فرمائیے کیا ہے..... خدا نخواستہ جو عبارت تعلیم الدین میں تحریر ہے..... جس کا حوالہ دیا گیا ہے وہ کیفیت تو نہیں ہے مختصر ایہ عرض ہے کہ اب ذکر و عمیرہ کچھ نہیں بن پڑتا ہے..... البتہ میرے خیال میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ فکر کچھ ضرور ہے..... کیونکہ دل میں اللہ کی یاد کبھی کبھی ضرور رہتی ہے..... یہ کمی اشغال و معمولات میں نہ معلوم

کیوں ہوگئی..... براہ کرم مطلع فرمایا جاؤں..... بعض دفعہ اپنی تصویر مجسم اپنے روبرو بیٹھے ہوئے نظر آتی ہے..... ہر چند آنکھ بند رہتی ہے..... کبھی کبھی آنکھ بند کر لینے سے جو چیز روشن ہو..... یا مثل رنگ آسمان کے ہو آنکھوں پر ہاتھ رکھ لینے سے بھی نظر آتی ہے..... مثلاً ایک تجربہ یہ کہ ایک روز اپنی چارپائی پر لیٹا ہوا تھا..... سامنے دروازہ کے ایک چھجھہ تھا..... اور اس پر کچھ کھلا ہوا مطلع اندر مکان سے نظر پڑتا تھا..... آنکھ بند کر کے جو دیکھا..... تو وہی نقشہ نظر آیا پھر آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر دیکھا جتنہ نظر آیا فقط۔

الجواب:- مشفقم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ کا حال اچھا خاصا ہے..... عبادت کے مختلف طریقے ہیں..... فکر بھی عبادت ہے..... ذکر بلا قید عدد بھی عبادت ہے..... اپنے کو ذلیل و خوار قاصر و ناقص سمجھنا بھی عبادت ہے..... غرض مقصود ہر حال میں حاصل ہے..... ہاں مذموم حالت دو ہیں..... ایک معصیت دوسرے غفلت..... سو یہ بفضلہ تعالیٰ نہیں ہے رہا..... غلبہ اور شوق یہ حالات عارضیہ میں سے ہے..... اس کا فقدان سالک کو مضر نہیں..... اور نہ یہ کیفیت بعینہ قائم و دائم رہ سکتی ہے..... جن حجابات کا آپ کو شبہ ہو گیا ہے..... وہ محض وہم ہے اور کچھ نہیں ہے..... آپ بلا دلیل محض تقلید سے میری تحریر پر مطمئن رہئے..... اور اپنے کام میں سہولت اور راحت سے لگے رہئے..... پریشانی سے البتہ قلب ضعیف ہو جاتا ہے..... جس میں مضر ہونے کا احتمال ہے..... غرض نہ آپ مریض نہ علاج کے محتاج..... البتہ فن کے نہ جاننے سے صحت کی خبر نہیں..... سو یہ بھی کوئی ضرر کی بات نہیں..... اس میں (یہ جواب ہے اس عبادت کا جس میں سائل نے لکھا تھا..... کہ لون آسمان وغیرہ کا آنکھ بند کرنے سے نظر آتا ہے..... ۱۲:۱۲) جو تحریر فرمایا ہے وہ تصرف قوتہ متخیلہ کا ہے..... اکثر حس مشترک میں الوان و انوار مرئی کے رہ جاتے ہیں..... جو آنکھ بند کرنے سے بھی نظر آتے ہیں..... یہ نہ محمود ہے نہ مذموم تردد نہ فرمائیں۔ فقط۔

### تدبیر مبدل شدن عشق مجازی بعشق حقیقی

سوال:- اس احقر نے اپنے مرشد کی حیات ظاہری میں۔۔۔ قریب پانچ سال کی ریاضت شاقہ کر کے..... کسی قدر دل کی صفائی حاصل کی تھی..... اور امید تھی کہ نقشہ حب الہی

دل پر منقش ہو جائے گا..... مگر بقول شخصے۔

تہیدستان قسمت راچہ سوداز رہبر کامل	کہ خضر از آب حیوان آشنہ مے آرد سکندرا
------------------------------------	---------------------------------------

مولانا رحمہ اللہ کی عمر نے وفانہ کی..... سب بنا بنایا کھیل بگڑ گیا..... نفس اور شیطان جو انسان کے حقیقی دشمن ہیں..... ان کا قابو چل گیا۔ قافلہ سالار آگے چل دیا..... جنگل قافلہ میں ٹھکراتا رہا..... کچھ عرصہ تک تو ذوق و شوق رہا..... آخر کو اس میں کمی شروع ہوئی..... غرضیکہ اب حالت ناگفتہ بہ تک پہنچ گئی..... نہ کہتے بن پڑتی ہے نہ چھپانے سے کام چلتا ہے..... طبیب حاذق سے مرض چھپانا گویا کہ اپنی موت کا سامان کر لینا ہے..... چونکہ عرصہ سے احقر کا میلان خاطر حضور پر نور کی طرف ہے..... اس لئے آپ سے زیادہ کوئی اپنا معالج نہیں سمجھ سکتا..... اور اللہ کی ذات سے امید ہے کہ بہت جلد اصلاح اور درستی ہو جائے گی..... مفصل حالات تحریر کرنے کے واسطے تو ایک دفتر چاہئے..... مگر کسی قدر مجملاً حضور کی اطلاع کے واسطے تحریر کرتا ہوں..... چھ ماہ کا عرصہ ہوا..... کہ ایک عورت جس کا چال چلن اچھا نہیں ہے خواہ مخواہ میری طرف رجوع ہو گئی..... اول تو اپنے ناز و انداز سے میرے دل کو لبھایا..... اور جب اپنے اوپر اس نے مجھ کو فریفتہ کر لیا تو خود بخود کشش کر بیٹھی..... بس اس کا کھنچنا میرے لئے قیامت کا آجانا ہو گیا..... عشق بازی کا مزہ درد فراق کی لذت..... ہجر کی کیفیت وصل کی طلب کا پورا پورا ذائقہ ہو گیا..... قصہ حضرت شیخ صنایع کا جو منطق الطیر میں پڑھا تھا وہ ہو بہو مجھ پر صادق آ گیا..... جو جو کچھ نہ کرنا تھا کیا۔ مصرع

کیا کیا نہ کیا عشق میں کیا کیا نہ کریں گے

درد و وظائف تو در کنار نماز تک چھوٹ گئی..... اس کے ہی نام کا وظیفہ اور باتیں ورد زبان ہونے لگیں..... اور اسی کے روئے کتابی کا مطالعہ کرنے لگا۔

عشق کے مکتب میں آیا ہوں دبستان چھوڑ کر

اب پڑھا کرتا ہوں حسن و عشق قرآن چھوڑ کر

غرضیکہ اس جنون کا اس وقت پورا شباب ہے..... اس کے وصل کی تدبیر میں ہوں

..... مگر کبھی کبھی خیال آ جاتا ہے..... افسوس کیا حال ہو گیا۔ مصرع

بتوں کو پوجتا ہوں اور پھر سیدھا مسلمان ہوں

اسی خیال میں تھا کہ آج حضور کو خط تحریر کیا..... اگرچہ بہت روز سے چاہتا تھا کہ آپ کو تحریر کروں..... مگر وقت نہیں آیا تھا..... اب اس کا وقت آ گیا..... اور خدا تعالیٰ کی ذات سے امید ہے..... کہ اب اصلاح ہو جائے گی..... اس لئے عجز و انکسار کے ساتھ عرض ہے..... کہ اس احقر کو ورطہ ہلاکت سے نکالئے..... اور اللہ میرے واسطے دعا فرمائے..... آپ پر میرا حق ہے..... آپ مجھ کو اپنا غلام تصور کریں..... اور دعا کریں یہ امر بھی قابل توجہ ہے..... کہ میری طبیعت بالکل پھر جائے..... اور برگشتہ ہو جائے..... پیشتر اس سے کہ وہ مجھ سے کشش کرے..... ورنہ میرے لئے قیامت ہو جائے گی..... گستاخی معاف فرمائیں..... ضروری امر تھا جس کی وجہ سے تحریر کیا گیا..... یہ سب امور لغویات میں سے ہیں..... اصل اصول عشق خداوندی ہے..... اللہ تعالیٰ اپنا عشق اور اپنے حبیب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت عطا فرمائے..... آمین۔

جواب:- مشفقتم..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ..... اول یہ سمجھ لینا چاہئے کہ بدون ہمت کے آسان سے آسان کام بھی نہیں ہوتا..... دیکھئے امراض ظاہری میں علاج کے لئے دوائے تلخ و ناگوار پینا پڑتی ہے..... چونکہ صحت مطلوب ہوتی ہے..... اس لئے ہمت کر کے پی جاتے ہیں..... اور امراض باطنی میں تو زیادہ اس کی ضرورت ہوگی..... جب یہ امر معلوم ہوا تو اب اس کا علاج سنئے..... اور ہمت کر کے بنام خدا اس کا استعمال کیجئے..... انشاء اللہ تعالیٰ شفاءً کامل حاصل ہوگی..... علاج اس کا مرکب ہے چند اجزاء سے اول اس مردار سے قطعاً تعلق ترک کر دیجئے..... یعنی اس سے بولنا چلنا اس کو دیکھنا بھالنا آنا جانا..... حتیٰ کہ دوسرا شخص بھی اگر اس کا تذکرہ کرے..... قطعاً روک دیا جائے..... بلکہ قصداً تکلف کسی بہانہ سے اس کو خوب برا بھلا کہہ کر اس سے خلاف و خصومت کر لی جائے..... اس طور پر کہ اس کو ایسی نفرت ہو جائے..... کہ اصلاً اس کو ادھر میلان و توقع رام ہونے کی باقی نہ رہے..... اور اس سے ظاہراً اس قدر دوری اختیار کی جائے کہ کبھی غلطی سے بھی اس پر نظر نہ پڑے غرض اس سے انقطاع کلی ہو جائے۔

دوم: ایک وقت خلوت کا مقرر کر کے..... غسل تازہ کر کے صاف کپڑے پہن کر..... خوشبو لگا کر تنہائی میں رو بہ قبلہ ہو کر اول دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر..... اللہ تعالیٰ کے روبرو خوب استغفار اور توبہ کی جائے..... اور اس بلا سے نجات بخشنے کی دعا و التجا کی جائے..... پھر پانچ

سو سے لے کر ایک ہزار مرتبہ تک..... لا الہ الا اللہ کا ذکر اس طرح کیا جائے..... کہ لا الہ کے ساتھ تصور کیا جائے..... کہ میں نے سب غیر الہ کو قلب سے نکال دیا..... اور لا اللہ کے ساتھ خیال کیا جائے..... کہ میں نے محبت الہی کو قلب میں جمالیا..... یہ ذکر ضرب کے ساتھ ہو۔

سوم۔ جس بزرگ سے زائد عقیدت ہو..... اس کو اپنے قلب میں تصور کیا جائے کہ بیٹھے ہیں..... اور سب خرافات کو قلب سے نکال نکال کر پھینک رہے ہیں۔

چہارم۔ کوئی حدیث کی کتاب کا ترجمہ ہو..... یا ویسے ہی کوئی کتاب ہو..... جس میں دوزخ اور غضب الہی کا جو نافرمانوں پر ہو گا ذکر ہو مطالعہ کثرت سے کیا جائے۔

پنجم۔ ایک وقت معین کر کے خلوت میں یہ تصور باندھا جائے..... کہ میں حق تعالیٰ کے روبرو میدان قیامت میں..... حساب کے لئے کھڑا ہوں..... اور حق تعالیٰ فرما رہے ہیں..... کہ اے بے حیا تجھ کو شرم نہیں آتی کہ ہم کو چھوڑ کر ایک مردار کی طرف مائل ہوا..... کیا ہمارا تجھ پر یہی حق تھا..... کیا ہم نے تجھ کو اسی لئے پیدا کیا تھا..... اے بے حیا ہماری ہی دی ہوئی چیزوں کو آنکھ کو دل کو ہماری نافرمانی میں تو نے استعمال کیا..... کچھ شرم بھی آئی بڑی دیر تک اس مراقبہ میں غرق و مشغول رہنا چاہئے..... اور یہ میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ گو نفس کو تکلیف پہنچے..... مگر اس نسخہ کو ہمت کر کے نباہ کر کرنا چاہئے.....

اللہ تعالیٰ شافی مطلق ہے..... والسلام فقط ۹ شعبان ۱۳۲۱ھ۔

## ارشاد مفید در باب انکشاف انوار لطائف

سوال۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ..... اگرچہ ہم ذکر برابر کئے جا رہے ہیں..... لیکن یہ معلوم نہیں کہ حضور نے ذکر جہر ارشاد فرمایا ہے یا کیا..... اور ہم ابھی تک برابر ذکر جہر کئے جا رہے ہیں اور وہ ہی حالت ہے..... لیکن نور نیلگون بہت کثرت سے ظاہر ہوتا ہے اور حضور نے جو بارہ ہزار ارشاد فرمایا تھا..... وہی برابر کرتا ہوں..... اور پیر جو مرید کو توجہ دیتے ہیں..... اگر مرید دور ہے تب بھی توجہ پیر کی ہوتی ہے یا نہیں..... یوں تو توجہ ہونا پیر کا ضرور ہے نہیں..... بلکہ وہ توجہ جیسا کہ مرید کے حاضر رہنے میں ویسی ہی جس سے مرید کے قلب پر حرارت پیدا ہوتی ہے..... اس قسم کا توجہ دور کے مرید کو بھی دے سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب۔ عزیزم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ..... ذکر دونوں طرح مفید ہے..... لیکن جہر اچھا معلوم ہوتا ہے..... آپ بھی جہر کریں مگر اس قدر جہر نہ ہو کہ لوگوں کو تکلیف پہنچے..... یہ نور نیلگوں وغیرہ اہل طریقت کے نزدیک انوار لطائف کے ہیں..... جو ذکر سے منور ہو جاتے ہیں..... گو یہ مقصود نہیں مگر علامت محمود ہے..... انشاء اللہ تعالیٰ روز بروز شمرا ت نیک مرتب ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ مقصود حقیقی تک وصول میسر ہو جائے گا..... اپنے کام میں لگے رہیں..... ان حالات میں غور و فکر نہ کریں کہ یہ کیا چیز ہے..... کیا بات ہے..... سب سے قطع نظر کر کے ذکر کو مقصود سمجھنا چاہئے..... اگر فرصت ہو تو چھ ہزار اسم ذات اور بڑھادیں..... اور توجہ کی حقیقت اور اس کے اقسام اور حاضر و غائب سے اس کا اثر ہونا یہ بات زبانی بیان کرنے کے قابل ہے تحریر سے سمجھ میں نہ آئے گی۔ فقط ۲۵ شعبان ۱۳۲۱ھ۔

### علاج بعضے اقسام وحشت و سوزش قلبی

سوال۔ یہاں ایک حافظ صاحب ہیں..... پیشہ نعل بندی کا کرتے ہیں..... اور درویش دوست اور ذاکر و شاعری آدمی ہیں..... کل انہوں نے بندہ سے کچھ اپنے حالات کہے..... اور اصلاح چاہی..... بندہ نے عذر کیا کہ میں طفل مکتب ہوں..... اصلاح و علاج سے کیا علاقہ اور حضور کا پتہ بتا دیا..... انہوں نے اصرار کیا کہ تو ہی ایک عریضہ لکھ..... حال یہ ہے کہ یہ صاحب ایک پنجابی درویش صاحب خاموش صاحب نامی کے پاس کسی وقت میں حاضر ہوئے تھے..... طبیعت کے نہایت غمی ہیں..... لیکن قرآن شریف حفظ کرنے کا شوق بے حد تھا درویش صاحب نے دعا کی جس سے بالکل خلاف امید اسی سال میں قرآن شریف حفظ ہو گیا..... تب انہوں نے انہیں کی صحبت چند روز اختیار کی..... بیعت تو نہیں ہوئے مگر کچھ سیکھ لیا..... جب سے ان کی یہ حالت تھی کہ صرف اپنی سدر متق کی مقدار پیشہ نعل بندی میں کما لینا..... اور جب اتنا مل گیا تو نعل باندھنے سے بھی انکار کر دینا..... ان کے بیوی بچے بھی مر گئے مگر ان کو مطلق پرواہ نہیں..... نعل باندھتے ہیں..... اور جماعت قضا نہیں ہوتی..... اگر کوئی اہل اللہ مل جاتا ہے تو نعل بندی کی بھی پرواہ نہیں..... قرآن شریف نہایت اچھا پڑتے ہیں..... اب چند روز ہوئے کہ ایک فقیر صاحب بجنور میں آئے تھے ظاہر

پابند شریعت تھے..... بہت لوگ ان کی طرف رجوع تھے..... چند اشخاص نے ان سے بھی کہا کہ مل لو..... انہوں نے اول انکار کیا مگر لوگوں کے اصرار سے چلے گئے..... فقیر صاحب نے ان کو پاس بلا کر دوڑا نو بٹھایا..... اور کہا آنکھیں بند کرو..... اور زبان کو تالو سے لگا کر سانس میں خیال کرو کیا آواز معلوم ہوتی ہے..... انہوں نے اسی طرح کیا معلوم ہوا کہ نیچے اوپر دونوں سانسوں میں اللہ اللہ نکلتا ہے..... فقیر صاحب نے فرمایا اسی طرح روز ذکر کیا کرو..... انہوں نے چند روز کیا..... اب کہتے ہیں کہ میرے سینہ میں سوزش ہے..... اور قلب میں وحشت اس قدر ہو گئی ہے..... کہ کسی کام میں دل نہیں لگتا..... حتیٰ کہ نماز و تلاوت میں بھی دل گھبراتا ہے..... کہتے ہیں کہ قریب ہے کہ نماز چھوڑ دوں..... احقر نے ہر چند عذر کیا..... مگر انہوں نے کہا ضرور کچھ بتا دو..... اب حضور کوئی علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب۔ ان صاحب سے کہہ دیجئے کہ گھبرائیں نہیں..... اور وہ ذکر اگر اب بھی کیا کرتے ہوں تو ان سے کہہ دیجئے کہ اس کو بالکل چھوڑ دیں..... اور بجائے اس کے اتنا وقت تلاوت قرآن یا درود شریف میں صرف کریں..... اور چلتے پھرتے بھی درود شریف پڑھیں اور ہر نماز کے بعد اور رمضان شریف میں صرف مغرب و عشا کے بعد..... اور سحر کھا کر درود شریف گیارہ مرتبہ پانی پر دم کر کے پیا کریں..... اور خلوت میں بیٹھ کر اپنے قلب پر چاند کا تصور کیا کریں..... اور آب تازہ یا آب گرم سے جو موافق مزاج ہو روزانہ غسل کر لیا کریں..... اور تین چار روز کے بعد اپنے حالات سے پھر اطلاع دیں..... انشاء اللہ تعالیٰ بالکل سکون ہو جائے گا..... اور آئندہ سے اس کا خیال رکھیں..... کہ ہر شخص کی تعلیم پر خصوصاً سیاحوں کی ہرگز عمل نہ کریں..... کسی شیخ محقق کو اپنا عروہ و ثقی بنالیں والسلام۔ ۲۵ شعبان ۱۳۲۱ھ

خط ہدایۃ نمط نزد عزیزے کے کہ از ہجوم و وساوس و خطرات

عاجز و مغلوب آمدہ قصد خود کشتی کردہ بود

از اشرف علی عفی عنہ بخدمت مومن کامل مجاہد النفس بارک اللہ تعالیٰ فی ایمانکم..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ..... کئی روز ہوئے آپ کا خط آیا حالات معلوم ہوئے..... ماشاء اللہ آپ کا ایمان بالکل کامل ہے..... اس میں کسی طرح کا نقصان و خلل نہیں ہے..... جو حالت آپ



نے لکھی ہے..... اور اس کو موجب نقصان ایمان سمجھا ہے..... یہی حالت آپ کے کمال ایمان کی دلیل ہے..... مگر چونکہ آپ کو ابھی علم کم ہے..... اس وجہ سے اندیشہ اور قلق کا ہجوم ہو گیا ہے..... ورنہ آپ کی حالت بڑی خوشی کے قابل ہے..... یہ حالت وسوسہ کی خواہ وہ ایک وسوسہ ہو یا ہزار ہوں..... کچھ آپ کو اول پیش نہیں آئی..... کوئی ایسا سالک وواصل الی اللہ نہیں ہے..... جس کو رستہ میں یہ گھائی نہ آتی ہو..... پس ان میں جو خود عارف یا کسی عارف سے تعلق و محبت و اعتقاد رکھنے والا ہے..... اس کی نظر میں تو یہ لاشے محض معلوم ہوتی ہے..... اور جو ناواقف ہیں وہ تل کو پہاڑ کر کے طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں..... اے عزیز صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کسی عالم کا کسی عارف کا رتبہ نہیں ہوا..... ان تک کو یہ قصہ پیش آیا کہ انواع انواع و سوسوں نے گھیرا..... اور وسوس بھی ایسے جس کو وہ زبان پر لانا جل کر کوئلہ ہو جانے سے بدتر اور سخت تر اور گراں تر و ناگوار تر جانتے تھے آخر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس کو ذکر کیا حضور نے فرمایا ذاک صریح الایمان..... یعنی یہ تو کھلی نشانی ایمان کی ہے..... دو وجہ سے اول اس لئے کہ چور وہاں جاتا ہے جہاں متاع پاتا ہے..... پس اگر متاع ایمان اس شخص کے قلب میں نہ ہوتا تو ہرگز شیطان اس کے پیچھے نہ پڑتا..... یہی وجہ ہے کہ اکثر نیک لوگوں کو وسوس پیش آتے ہیں..... اور جو فساق و فجار و اشرار ہیں ان کو کبھی اس کا اتفاق بھی نہیں ہوتا..... کیونکہ شیطان ان سے جب گناہ کرارہا ہے تو اس کو کیا ضرورت ہے..... کہ وہ ایسے امر میں مبتلا کرے..... جس میں کسی قسم کا گناہ بھی نہیں..... نرانج ہی رنج ہے..... دوسرے اس لئے علامت ایمان کی ہے..... کہ مومن نے جب اس کو برا سمجھا..... پس اگر اس شخص کے ایمان میں خلل ہوتا..... تو ان خیالات کفریہ کو حق سمجھتا اور ان کو دل سے قبول کرتا..... اور ان پر مطمئن ہوتا اور ان میں اس کے قلب کو انشراح ہوتا..... کراہت نہ ہوتی جیسا تمام کفار کو دیکھا جاتا ہے..... جب اس شخص نے ان کو مکروہ سمجھا..... تو ان کے اضرار کو حق سمجھتا ہے..... اور یہی ایمان ہے..... غرض ان وجوہ سے یہ علامت ایمان کی ہے..... ہرگز ہرگز کفر نہیں بلکہ گناہ و معصیت بھی نہیں..... کیونکہ گناہ وہ فعل مذموم ہے جو باختیار خود کرے اور چونکہ وسوس پر اختیار نہیں ہے..... اس لئے وہ گناہ نہیں ہو سکتا جب گناہ نہیں پھر اس پر پریشان ہونا

فضول ہے..... یہ تو تحقیق ہے وسوسہ کی برے یا بھلے ہونے کی..... رہا اس کا علاج بس سب معالجات سے بہتر علاج جس کو اکسیر اعظم کہنا چاہئے..... یہی ہے کہ اس کا کچھ علاج نہ کیا جائے..... بلکہ جرأت و دلیری کے ساتھ اور یقین و عزم کے ساتھ یہ سمجھے..... اور دل میں خیال کرے کہ جب یہ عند اللہ گناہ نہیں..... اور شرعاً کوئی مرض نہیں..... پھر کیا غم بلکہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ دلیل ایمان ہے..... تو اس پر الٹا اور خوش ہونا چاہئے..... جب یہ شخص خوش ہوگا تو شیطان نے وہ وسوسہ تو خاص اسی لئے القا کیا تھا کہ یہ شخص محزون ہوگا۔

جب وہ دیکھے گا کہ یہ شخص تو خوش ہوتا ہے..... اور اس کا خوش ہونا اس کو پسند نہیں..... پس وہ وسوسہ ڈالنا چھوڑ دے گا..... اور بہت آسانی سے اس شخص کو اس سے نجات ہو جائے گی..... اور اگر نجات نہ بھی ہو تو بھی پروا نہیں..... کیونکہ جب یہ معصیت نہیں تو اس سے نجات کی ضرورت کیا ہے..... اور جیسا بے پروائی و دلیری اور بے توجہی سے یہ قطع ہو جاتا ہے..... اسی طرح اگر اس سے ڈرا کرے اور اس کے غم میں پڑ جائے..... اور یہی فکر و ذکر رکھے اور سوچا کرے تو یہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے..... گو اس کے بڑھنے سے گناہ تو نہیں ہوتا..... مگر خواہ مخواہ ایک واہیات پریشانی ہوتی ہے..... پس عمدہ علاج یہ ہے اور ہر وسوسہ کا بالتفصیل جواب سوچنا یا کسی سے پوچھنا..... یہ طریقہ مضر ہے اس میں اگر فوری تسلی بھی ہو جاتی ہے..... تو دو چار روز کے بعد پھر اس جواب میں کوئی خدشہ ہو جاتا ہے..... پھر وسوسہ ستانے لگتا ہے اور نفس میں اچھا خاصہ ایک مناظرہ کا میدان گرم ہو جاتا ہے..... اس لئے اس طریق کو ہرگز اختیار نہ کرنا چاہئے..... بلکہ بجائے اس سوچ بچار کے ذکر اللہ کا مشغل رکھے..... کہ وہ قاطع وسوسہ بھی ہے..... جیسا حدیث میں آیا ہے..... اور اس سے قلب میں بھی قوت پیدا ہوتی ہے..... جس سے وہ ایسے خرافات سے متاثر نہیں ہوتا..... پس خلاصہ تمام تر تقریر کا تین امر ہوئے..... (۱) ایسے وسوسوں کی کچھ پرواہ نہ کریں نہ ان کے دفع کی فکر کریں..... (۲) اس کا جواب نہ سوچیں نہ کسی سے وجہ پوچھیں..... کتاب و سنت کو بلا دلیل حق سمجھیں..... اور اس کے خلاف کو اعتقاد باطل سمجھیں..... گو کسی بات کی وجہ سمجھ میں نہ آئے گو قلب میں اس کا خطرہ آئے..... (۳) ادھر سے اعراض کر کے اللہ کے ذکر میں

متوجہ رہیں..... خواہ درود شریف خواہ استغفار یا اور کچھ اسی میں خیال لگائے رہیں..... انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے قلب کو ایک ہی روز میں بلکہ ایک ہی منٹ میں پوری تسکین و راحت حاصل ہو جائے گی..... اور پھر کبھی عمر بھر بھی تشویش نہ ہوگی..... اگر اور کوئی بات پوچھنا ہو تو بے تکلف ظاہر کر دیں۔ والسلام از تھانہ بھون کیم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ۔

### معالجہ صدمہ مفراط

سوال۔ میرے مولانا مرشدنا..... السلام علیک۔ مجھ پر اس وقت ایک حادثہ بہت بڑا گزرا ہے..... کہ جس کے بارگراں کا متحمل میرا قلب نہیں ہوتا ہے..... میرا فرزند جگر بند بعمر ۱۹ سال کہ اس نے اپنی ذاتی لیاقت سے انٹرنس پاس بھی کر لیا تھا..... اب زمانہ اس کے پھل پھول کا آیا تھا..... ایک لخت بمرض ہیضہ مبتلا ہو کر راہی ملک عدم ہوا..... چونکہ وہ میرا ایک ہی لڑکا تھا..... دنیا میں میرا قصہ ختم ہو گیا..... انا للہ وانا الیہ راجعون۔

زمین چمن گل کہلاتی ہے کیا کیا	بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے
-------------------------------	------------------------------

للہ آپ میرے واسطے دعائے صبر فرمائیے گا..... ورنہ مجھ کو وحشت ہو چاہتی ہے..... یا کچھ پڑھنے کو بتائیے گا فقط۔

جواب۔ مجمع اخلاق والطاق دام لطفہم..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ صاحبزادہ کے انتقال سے رنج ہوا..... اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں..... اور آپ کو صبر جمیل بخشیں..... آپ کی میائے سعادت یا اس کے ترجمہ اسیر ہدایت کا باب صبر نکال کر بتکرار مطالعہ کیجئے..... اور لاجول اٹھتے بیٹھتے کثرت سے پڑھئے..... اور اخیان میں جس کے ساتھ زیادہ عقیدت ہو..... اس کی صورت کا بکثرت خیال رکھئے..... ان شاء اللہ تعالیٰ سکون ہو جائے گا..... میں بھی دعائے خیر کرتا ہوں..... چونکہ آپ کو میرے ساتھ دینی تعلق ہے..... جس سے خیر خواہی میں تکلف کی اجازت نہیں..... اس لئے یہ بھی لکھنا ضرور ہوا کہ اس انتقال کے رنج سے زیادہ اس بات کا رنج ہے..... کہ آپ نے وجہ تاسف میں اقتضائے طبعی سے تجاوز کر کے وجہ عقلی اس کی یہ لکھی ہے کہ انٹرنس پاس کر لیا تھا..... اور اب زمانہ اس کے پھل پھول کا آیا تھا..... دنیا میں اب میرا قصہ ختم ہو گیا..... اھ تو معلوم ہوا کہ زیادہ تاسف کی وجہ

حظوظ دنیا کا فوت ہو جانا ہے..... تو گویا اعظم مقصود دنیا ہے طالب حق کی زبان و قلم سے ایسے کلمات نکلنا..... ایسا ہے جیسا موصد کی زبان سے کلمات شرک نکلنا..... اس مصیبت سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ قلب ایسا کیوں ہے..... جس کی یہ آرزو نہیں میں اس کی اصلاح ضروری ہے۔ ۱۷ جمادی اولیٰ ۱۳۲۲ھ۔

### پند سودمند در عشق نفسانی

سوال۔ حضرت مخدومی و معظمی جناب مولانا مولوی اشرف علی صاحب..... تسلیم باعث تحریر آنکہ میں ایک بلا میں مبتلا ہوں ایک دوست کی خفگی و ناراضی نے مجھے تباہ کر دیا..... اللہ میری دستگیری فرمائیے..... توجہ خاص کے ساتھ دعا فرمائیے..... کہ وہ مجھ سے راضی ہو جائے..... اس بارہ میں اگر کوئی وظیفہ و عمل مجرب مرحمت ہو تو عین بندہ نوازی ہے..... میرا تعلق اس کے ساتھ اضطراری ہے..... اختیاری نہیں..... فسق و فجور کا وہاں خیال نہیں..... محض میری اوقات گزاری کے لئے واسطہ و ذریعہ ہے..... اگر یہی حال رہا تو خدا معلوم میرا کیا حال ہوگا..... اور میرے حال پر نظر فرمائیے اور جلد جواب سے سرفراز فرمائیے..... زیادہ والسلام۔

جواب۔ عنایت فرمائیے بندہ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ چونکہ آپ سے تعلق پیر بھائی ہونے کا ہے..... اس لئے گستاخانہ مگر خیر خواہانہ عرض ہے۔

عشق نبود عاقبت ننگے بود	عشقہائے کز پئے رنگے بود
عشق را باحی و باقیوم دار	عشق با مردہ نباشد پائدار
عشقہائے اولین و آخرین	غرق عشق شو کہ غرق است اندرین
یافتند از عش او کار و کیا	عشق آن بگزین کہ جملہ انبیا

طلب حق اور غیر پر نظر اللہ سے ڈریئے اور شرمائیئے..... مانا کہ تعلق اضطراری ہے..... لیکن نظر اور تخیل اور اکتساب تدابیر قرب یہ تو سب اختیاری اور شرعاً معصیت ہے..... معصیت کے ساتھ قرب حق و رضائے حق کہاں..... اور اوقات گزاری سے مراد اگر لذت نظر و قرب ہے..... تو معصیت شریعت ہے..... اور اگر کفالت رزق و مصارف ہے تو خلق پر نظر معصیت طریقت و خلاف توکل ہے..... اور یہ جو فرمایا ہے کہ کیا حال ہوگا سو

..... حال کیا ہوتا ہے غایت سے غایت موت سو..... من عشق فحف و کتم فمات  
فہو شہید آپ نے سنا ہوگا..... اور اگر حال فقر ہے تو۔

خدا گر بحکمت بہ بندو درے	کشايد بفضل و کرم دیگرے
--------------------------	------------------------

غرض توبہ کیجئے مجھ کو یہی تعویذ اور عمل آتا ہے..... گستاخی معاف فرمائیے..... والسلام

۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ

## جواب اشکالے

سوال۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو جب ذکر شریف تعلیم فرمایا تھا تو یہ فرمایا تھا  
..... کہ لا الہ کے وقت یہ خیال کرے..... کہ جس قدر محبتیں غیر خدا کی قلب میں ہیں  
..... سب کو نکال کر پس پشت ڈال دیں..... اور الا اللہ کے وقت یہ خیال کرے..... کہ  
صرف اللہ کی محبت قلب میں داخل کی..... تو اب وسوسہ پیدا ہوتا ہے..... کہ کیا رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کی بھی محبت کو بروقت ذکر شریف کے ایسا ہی خیال کرے..... اور حدیث شریف  
میں ہے کہ جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہوگی..... مسلمان نہیں۔  
جواب۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عین خدا کی محبت ہے..... بلکہ جمیع  
اہل اللہ کی محبت بھی..... عین خدا تعالیٰ کی محبت ہے..... پس مراد اس تعلیم میں یہ ہے کہ جو  
محبتیں خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں رکھتیں..... ان کو پس پشت ڈال دیا..... اب کوئی اشکال نہیں  
فقط ۳ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ۔

## بے معنی شدن عاق کردن شیخ مرمرید را

سوال۔ کوئی شیخ اپنے مرید کو عاق کر دے..... اور مرید کا اعتقاد سالم رہے..... تو  
بیعت اس صورت میں قائم رہتی ہے..... یا نہیں۔

جواب۔ عن جابر بن عبد اللہ ان اعرابیا بايع رسول الله صلى الله عليه وسلم  
فأصاب الاعرابي وعك بالمدينة فاتي النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا  
محمد اقلني بيعتي فابي رسول الله صلى الله عليه وسلم الى قوله عليه السلام ان  
المدينة كالكبير تنفي خبثها وتنصع طيبتها متفق عليه.

دوسری روایت کعب بن مالکؓ کی ہے..... کہ غزوہ تبوک کے تَخْلُف کے سبب آپ ان سے منقبض ہو گئے..... مگر ان کا اعتقاد درست رہا پس پہلی روایت سے معلوم ہوا کہ اگر شیخ بیعت واپس نہ کرے لیکن مرید کا اعتقاد جاتا رہا ہے..... تو بیعت ٹوٹ جاتی ہے..... اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ اگر شیخ ناراض ہو جائے..... لیکن مرید کا اعتقاد باقی اور قائم رہے..... تو بیعت باقی رہتی ہے..... اور ویسے بھی ظاہر ہے کہ مدارِ اعظم بیعت کا ارادت پر ہے..... سو یہ صفت مرید کی ہے..... نہ کہ شیخ کی..... پس اس کے بقاء و زوال کا دوران ارادت کے عدم و وجود پر ہے واللہ اعلم۔

### عدم انحصار وصول فی الاوراد والریاضۃ الشدیدیۃ

سوال۔ حضور مولانا مرشدنا مولوی محمد اشرف علی صاحب قبلہ دام برکاتہم..... السلام علیکم..... بحمد اللہ بخیریت ہوں..... اور صحت وری ذات والا مدام درگاہ خدا سے مستعدی..... حضور والا در حیرتم کہ سرانجام ماچہ خواہد بود..... اس مرتبہ بعد علالت کیفیت یہ ہو گئی ہے..... کہ جب دو تین روز جم کر نماز تہجد و دوازده تسبیح کا شغل شروع کرتا ہوں..... طبیعت خراب ہو جاتی ہے..... اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر شغل مذکور چھوٹ جاتا ہے..... رمضان شریف میں ہر چند چاہا کہ حسب معمول ورد وظائف کو شروع کروں..... لیکن وہی حالت پیش آئی..... جو عرض کر چکا ہوں..... اخیرہ عشرہ رمضان میں نہایت مستعدی سے چاہا کہ ۲۱ ماہ مذکور سے اعتکاف کروں..... اور تلافی مافات کروں..... لیکن ۲۰ ماہ مذکور سے طبیعت خراب ہوئی..... اور ۸ شوال تک اس علالت کا سلسلہ رہا..... ۹ شوال سے پھر نماز تہجد کو اٹھائیں روز تک محنت کی تھی کہ کل ۱۱ شوال کو پھر حرارت پیدا ہو گئی..... معلوم نہیں کہ کیا منظور خدا ہے..... تعلقات دنیوی سے قطع کر کے چاہا تھا کہ اللہ اللہ کروں..... لیکن میری بد قسمتی یہ بھی کرنے نہیں دیتی..... ان واقعات سے طبیعت ایسی متوحش اور پریشان ہے کہ کیا عرض کروں..... وہی مثل ہوئی کہ نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے..... آج طبیعت کو بے حد قلق اور افسوس ہوا..... لہذا خدمت بابرکت میں عرض کیا گیا اگر چہ شکایت تنفس تا بعد ارکو عرصہ سے ہے..... لیکن باوصف اس شکایت کے ورد وظائف کو انجام دیتا تھا..... دوسرے آواز اس قدر پست ہو گئی ہے کہ ذکر جہر

نہیں کر سکتا..... البتہ ایسی آواز سے کہ خود سن سکوں جب افاقہ ہوتا ہے کرتا ہوں..... اور بحالت نادرستی طبیعت کے کچھ نہیں ہو سکتا..... باقی خیریت ہے اور حالت بدستور ہے۔

جواب۔ مخدومی..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بزرگان دین کا ارشاد ہے..... طرق الوصول الی اللہ بعدد انفس الخلائق..... یعنی جس قدر مخلوقات کے سانس میں خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے اتنے رستے ہیں..... اور اصل مقصود وصول الی اللہ ہے..... یعنی ضعف نسبت مع الخلق وقوت نسبت مع الخالق خواہ کسی طریق سے ہو..... پس جس طرح اوراد و نوافل کی کثرت اس کا ایک رستہ ہے..... اسی طرح مرض اور حزن اور انقباض اور ضیق قلب و تاسف و ندامت و خجالت و انکسار بھی..... ایک رستہ بلکہ اقرب رستہ ہے..... پس حالت مرقومہ حظ سامی میں گو نفسانی اور جسمانی کلفت و صعوبت ہے..... لیکن روحانی ترقی و نفع ہے بالکل مطمئن رہنے..... اور جس قدر ہو سکے اور جس طرح ہو سکے کر لیا کیجئے..... اور نہ ہو سکے نہ کیا کیجئے۔

برصراط مستقیم اے دل کے گمراہ نیست

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست

البتہ نفس یوں چاہتا ہے کہ مجھ کو ذکر و شغل کا ثمرہ عاجل دنیا میں مل جائے..... سو یہ خطائے عظیم ہے..... اصل موقع مشاہدہ ثمرہ کا آخرت ہے..... جس نے یہ نکتہ پختہ کر لیا اس کو رضا و تقویٰ کی حلاوت نصیب ہوئی..... اور جو اس نکتہ سے غافل ہے..... عمر بھر مشوش رہے گا..... مخدومہ جو کچھ میں نے لکھا ہے گو مختصر ہے..... مگر نہایت پامت اور تجربہ کی بات ہے..... آپ شک نہ لائیے..... والسلام۔

## از رسالہ اورادِ رحمانی

خمسہ اردو ظفر برقصیدہ فارسیہ حکیم سنائی رحمہما اللہ تعالیٰ

یہ اس لئے نقل کیا ہے کہ کبھی ذوق و شوق سے اس کو پڑھ لیا کرے

کہ توبہ و مناجات و توحید پر مشتمل ہے۔ ۱۲ منہ

پئے دنیا یونہی بک بک کے عبث جان کھپائی

ندیا منزل عقبی کا مجھے رستہ دکھائی

مگر اب جی میں ہے سب چھوڑ کر یہ ہرزہ درآئی

ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی

نروم من بجز آن رہ کہ تو آن رہ بنمائی

نہ پھروں عہد سے جب تک کہ مرے دم میں رہے دم

رہوں پیماں محبت پہ تری میں یوں ہی محکم

طلب وصل تری دل سے مری ہو نہ کبھی کم

ہمہ درگاہ تو جویم ہمہ درکار تو پویم

ہمہ توحید تو گویم کہ بتوحید سزائی

نہ چپ و راست سے گر ہووے تری نصرت و یاری

نہ ترا عرش سے تا فرش اگر فیض ہو جاری

نہ کہے کیونکہ خدایا یہ خدائی تجھے ساری

تو خداوند بیمنی تو خداوند یساری

تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی



نظر آتی ہے جہان میں جو سفیدی و سیاہی  
 قلم صنع پہ دے ہے ترے دن رات گواہی  
 تری یکتائی مبرا ہے ہر اک شے الہی  
 تو زن و جفت نہ جوئی تو خور و خفت نہ خواہی  
 احدا بے زن و جفتی ملکا کام روائی  
 نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت  
 نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت  
 نہ شراکت ہے کسی کی نہ کسی کی ہے قرابت  
 نہ نیازت بولادت نہ بفرزند تو حاجت  
 تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی  
 جسے تو چاہے امیری دے جسے چاہے فقیری  
 جسے تو چاہے بزرگی دے جسے چاہے حقیری  
 کرم و عفو سے کیونکر نکرے عذر پذیری  
 تو کریمی تو رحیمی تو سمعی تو بصیری  
 تو معزی تو ندلی ملک العرش بجائی  
 گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہے تو رزق رسائی  
 ترے الطاف سے محروم نہ میخوار نہ زانی  
 کہ تو ستار ہے اور واقف اسرار نہانی  
 ہمہ راغیب تو پوشی ہمہ راعیب تو دانی  
 ہمہ رارزق رسائی کہ تو باجود و عطائی

خرد و فہم سے گردل نے کوئی بات تراشی  
 کہ ہوا اول و آخر کی حقیقت کا تلاشی  
 مرے نزدیک سوا اس کے ہے سب سمعِ خراشی  
 نہ بدی خلق تو بودی نہ بود خلق تو باشی  
 نہ تو خیزی نہ نشینی نہ تو کاہی نہ فزائی  
 رہی مصروفِ ثنا میں ترے ہر چند خلألق  
 نہ ادا پر وہ ثنا ہو جو ثنا ہے ترے لائق  
 کہ وہ فوق اور ہے جس فوق سے ہے سب تو فائق  
 نہ سپہری نہ کواکب نہ بروجی نہ دقائلق  
 نہ مقامی نہ منازل نہ نشینی نہ بیپائی  
 رہ تو صیف تری رکھتی نہایت ہے درازی  
 نہ لگے ہاتھ یہ کوچہ تری بے بندہ نوازی  
 نہ چلے کہنہ حقیقت میں تری نکتہ طرازی  
 بری از چون و چرائی بری از عجز و نیازی  
 بری از صورت و رنگی بری از عیب و خطائی  
 نہ تجھے دوست کی حاجت ہے نہ اندیشہ دشمن  
 نہ تجھے کام ہے عشرت سے نہ شیوہ ترا شیون  
 نہ تجھے چاہئے ماویٰ نہ تجھے چاہئے مسکن  
 بری از خوردن و خفتن بری از تہمتہ مردن  
 بری از بیم و امید بری از رنج و بلائی

نہ رہا عالم طفلی و جوانی ہوئی پیری  
 غم دنیا کی ہوس میں مجھے رہے گی یہ اسیری  
 نہ روا رکھ میرے حق میں تو یہ خواری و حقیری  
 تو علیمی تو حکیمی تو خبیری تو بصیری  
 تو نمائندہ فضلی تو سزاوار خدائی  
 ترے اوصاف بیان کرنیکی باندھی ہے جو دھن جی  
 دم تقریر ہے گوئی دم تحریر ہے لہجی  
 مری گو نوک زبان گنج معانی کی ہے کنجی  
 نہ تو ان وصف تو گفتن کہ تو در وصف نہ کنجی  
 نتوان شرح تو کردن کہ تو در شرح نیائی  
 نہ بصر کو ہے یہ قدرت کہ تری دیکھے تجلی  
 نہ خرد کو ہے یہ طاقت کہ تجھے پائے ذرا بھی  
 متخیر ہوں میں اس میں کہ صفت کیا کروں تیری  
 احد لیس کمٹی صمد لیس کفصلی  
 لمن الملک تو گوئی کہ سزا وار خدائی  
 ظفر اس وقت میں خاموش ہو کیا غنچہ کی مانند  
 کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اسے چند  
 کرے تو صیف میں کس طرح تری اپنی زبان بند  
 لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گویند  
 مگر از آتش دوزخ بودش زود رہائی  
 تمام ہوا حصہ اول تکشف کا

## حصہ دوم از مجموعہ تکشف

برائے متوسط الاستعدادان

قصد السبیل<sup>۱</sup> اس میں سے عالم فارغ کے معمولات کے متعلق جو مضمون ہے وہ مطالعہ سے مستثنیٰ ہے۔  
تعلیم الدین پانچواں باب... حق السماع تمام کمالات<sup>۲</sup> امداد یہ تمام... رونمائے مثنوی تمام

از امداد الفتاویٰ معروف بہ فتاویٰ اشرفیہ  
تعلیم ذکر زنان را ومعنی انا الحق

سوال: حضرت اقدس مولانا صاحب..... بعد سلام مسنون آنکہ نامہ نامی رسید قبول بیعت منکوحہ بندہ معلوم گردید خرسندگی لانہایت حاصل گردید وظیفہ مرقومہ احسب فرمان جناب تعلیم یافت و بالفعل آن خادمہ جناب امیدوارست از ذکر اذکار نیز ارشاد فرمایند زیادہ از طرف او سلام و امیدو عاست ثانیاً اینکہ درینجا چند مردمان لفظ انا الحق می گویند و بعض مولویان این دیار او شان را کافر گویند لہذا امیدوارم معنی انا الحق چیست و نزد صوفیہ کرام جائز است یا نہ تحریر فرمایند۔

جواب: عزیز من۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ زنان را اوراد و وظائف بس است

۱۔ اس کے بعد وہ مضمون مطالعہ کیا جائے جو حصہ اول میں قصد السبیل کے نام کے بعد بعنوان تذکیل قصد السبیل تحریر کیا گیا ہے۔ ۲۔ بالخصوص اس کے آخر میں جو نظم ملحق ہے اس کو گاہ گاہ پڑھنے سے شوق و طلب میں اشتعال و ہیجان ہوتا ہے۔

اذا کار کہ بطور اشغال می باشند مناسب حال او شان نیست ہاں اگر نزدیک معلم باشند لا باس بہ است اگر زیادہ اصرار و رغبت یا بند اسم ذات اللہ اللہ شش ہزار بار مخلوت نشست خواندن امر فرماید و ہر تغیرے کہ در حالت پیش آید بزودے ہرچہ تمام تر اطلاع دادہ باشند او شان را از من سلام و دعاء رسانند۔ انا الحق اگر بلا تاویل و بلا غلبہ حال گفتہ شود پیشک موجب کفر است شکے نیست و اگر بتاویل گویند کہ انا الثابت الموجود لا الموهوم کما یقول بہ السوفسطائیۃ یا انا مظہر الحق کما یكون المصنوع مظہر اللصانع کفر نباشد مگر چونکہ موہم کفرست لہذا معصیت و بدعتہ سیدہ خواهد بود تو بہ و کف ازین کلمات واجب خواهد بود و اگر در غلبہ حال کہ عادم اختیار و قصد باشند گویند نہ عاصی خواهد بود و نہ کافر وانی مثل ہذا ظاہر از حال جہال این زمان کہ خرقہ تصوف در بر کشیدہ اند ہمین ست کہ ازین کلمات متاع ایمان بربادی دہند ہدایم اللہ تعالیٰ و ہرچہ در شرع نارواست نزد صوفیہ ہم خطا است صوفیہ کرام از جادہ شرع بیرون نمی روند و ہر کہ بیرون افتاد تصوف از دست داد ہمہ انچہ گفتہ شد ظاہر و باہر است کاشتمس فی نصف النہار واللہ اعلم۔ فقط۔

### حل شعرے از مثنوی

کور کورانہ مرو در کربلا	تانیفتی چون حسین اندر بلا
-------------------------	---------------------------

اس میں منشا تمام تراشکال کا لفظ تاتا ہے موزجہیں نے عموماً اس کو تغلیل پر بمعنی کے (عربی) اور تا کہ (اردو) کے محمول کیا ہے اور احقر اس کو غایت پر بمعنی حتی (عربی) اور جب تک (اردو) کے محمول کرتا ہے اب معنی صاف ہیں یعنی جب تک حضرت امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح مجاہدہ و بلا و صبر و تحمل جہا میں واقع نہ ہو چکوا اور نفس کو ریاضت کا خوگر نہ بنا لو اس وقت تک کربلا مقام عشق میں ناعاقبت اندیشی کے ساتھ قدم مت دھر و البتہ جس طرح حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اول اپنی ہمت کو قوی کر لیا تھا اور سب بلاؤں کے برداشت کرنے کے لئے مستعد ہو گئے تھے اور اس وقت میدان کربلا میں تشریف لے گئے تھے اسی طرح اگر تم پہلے ریاضات و مجاہدات سے نفس میں قوت پیدا کر لو اس وقت طریق عشق میں آنا مبارک ہو حاصل اس کا طرق وصول الی اللہ میں سے طریق عشق کو اختیار کرنے کی شرائط کا بیان کرنا ہے اور جو شخص اس شرط پر قادر نہ ہو اس کے لئے دوسرا طریق ابرار کا باعافیت موجود ہے حضرت شیخ

شیرازی علیہ الرحمۃ نے اسی کو دوسرے عنوان سے ذکر کیا ہے۔

اگر مرد عشقی گم خویش گیر	وگرنہ رہ عافیت پیش گیر
--------------------------	------------------------

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

## تشخیص سبب زہوق روح بعضے

### اہل حال از سماع و تحقیق اختلاف در مسئلہ سماع

سوال: ایک امر قابل گزارش ہے اس کا جواب مرحمت فرمایا جائے حضور اور مولانا احمد حسن صاحب مرحوم اور مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی حضرت حاجی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والغفران کے مرید ہیں باوصف اتحاد بیعت حالت علیحدہ علیحدہ نظر آئی حضور کو سماع سے نفرت اور مولانا احمد حسن صاحب کو نہ اقبال اور نہ انکار اور مولانا محمد حسین صاحب مرحوم کو بغیر سماع چین نہ تھا اس میں کیا اسرار تھا اور غالباً وجہ انتقال جناب مولانا محمد حسین صاحب مرحوم حضور نے بھی سماعت فرمائی ہوگی اس واقعہ سے مجوزان سماع کے واسطے ایک بہت بڑا موقع اس کے جواز کامل گیا اگر براہ کرم تحریر فرمایا جائے کہ ایسا کون قوی سبب ہوا کہ عین حالت سماع میں مولانا صاحب ممدوح و مغفور نے رحلت فرمائی تو باعث تسکین خاطر خاکسار متصور ہو۔

جواب: کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت نہیں کہ کسی حالت پر موت آجانا اس حالت کے محذور ہونے کی علامت ہے..... بعض لوگوں کو عین معصیت میں موت آگئی ہے..... چنانچہ پانچ چھ سال ہوئے کہ سہارنپور میں ایک بوڑھا آدمی..... ایک بازاری عورت سے عین مشغولی کی حالت میں مر گیا تھا..... اور شدت لذت سے اس کی روح فنا ہوگئی تھی..... اسی طرح سکر شدید کہ منجملہ سمیات ہے..... قاتل ہے تو اگر کوئی شخص جو غنا و مزا میر کو بدلیل شرعی معصیت کہتا ہے جواب میں بطور احتمال یہ کہے..... کہ ممکن ہے کہ اس معصیت میں اس وقت لذت ایسی شدید ہوئی ہو..... یا سکر ایسا قوی ہو..... کہ اس سے روح فنا ہوگئی ہو..... یا تو اس وجہ سے کہ روح فی نفسہ ضعیف تھی جس کا سبب ممکن ہے کہ کوئی بیماری ہو..... جیسا محل کلام میں اختلاف قلب کا مرض پہلے سے عارض تھا..... یا یہ کہ سکر و لذت اس سے بھی زیادہ قوی ہو..... کہ اس کی قوت کے اعتبار سے روح قوی بھی ضعیف ہوگئی..... کیونکہ

قوت و ضعف امور اضافیہ سے ہے..... تو استدلال کرنے والے کے پاس اس احتمال کا کیا جواب ہے..... اس سے کوئی بزرگوار یہ نہ سمجھیں..... کہ یہ احقر مولانا مرحوم کی نسبت ایسا خیال رکھتا ہے حاشا و کلا یہ صرف جواب ہے اہل غلو کا..... جوادلہ شرعیہ کے معارضہ میں واقعہ محتملہ سے استدلال کرتے ہیں..... باقی خود احقر کا مشرب اولاً سب کے ساتھ حتی الامکان حسن ظن رکھنا ہے..... خصوصاً ایک عالم اور صاحب سلسلہ کے ساتھ..... پھر خاص کر بعد وفات کے اس لئے میرے نزدیک اس واقعہ کی توجیہ بظن غالب یہ ہے..... (اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے) کہ مختلفین فی حکم السماع میں سے مولانا مرحوم کا مذاق یہ تھا..... کہ سماع فی نفسہ اہل کے لئے جائز ہے..... اور آلات میں حرمت لغیرہ ہے..... اور وہ غیر قوت شہوۃ بہیمیہ ہے اور اپنے لو اس قوت کا مغلوب نہ پاتے تھے..... اس لئے تو جائز سمجھتے تھے..... اور اس جائز کو وجدان مسئلہ وحدت وجودی نے جس کا سبب واللہ علم کثرت مطالعہ و استماع اقوال موحدین سے شدت تخیل تھا راجح کر دیا تھا..... کیونکہ سماع کے وقت بوجہ یکسوئی کے اس وجدان میں ایک خاص قوت ولذت ہو جاتی ہے..... یہ سبب ہو گیا تھا اس عمل میں منہمک ہونے کا..... جب ایک مجمع میں کہ وہاں سب مولانا مرحوم کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے..... جو سب اعظم ہے اجتماع خاطر و انبساط کا اور کوئی سبب انقباض و انتشار کا وہاں نہ تھا..... وہ مضمون نظم میں پڑھا گیا..... مضمون حسب مذاق نظم دکش کلام ایک صاحب حال کا پھر معتقد فیہ کا قول خوش آواز..... یہ خصوصیات تو فاعل کی جانب میں کچھ اختلاف کے دوروں سے قلب میں..... ضعف کچھ تقلیل طعام سے روح میں نظافت..... یہ خصوصیات منفعل کی جانب میں نعمات و الحان سے کچھ ایسا سامان بندھا کر بے خود ہو گئے..... اور اس بے خودی میں اس مضمون سے مظہر برنگ ظاہر یا یوں کہئے کہ ظاہر برنگ مظہر وجداناً متخیل ہوا..... اور اس تخیل کے جزم اور جانب مقابل کی طرف اصلا التفات نہ ہونے نے..... شوق من المشاہدہ یا شوق الی المشاہدہ کو ایسا غالب اور قوی کر دیا کہ دفعۃً روح نے تن کو چھوڑ دیا۔

سو اس تقریر پر اس واقعہ میں کئی جزو مختلف فیہ ہیں..... مثلاً سماع کے باب میں تحقیق مذکور کا صحیح ہونا..... یا نہ ہونا دوسرے وحدۃ الوجود کے یہ معنی ہونا..... یا نہ ہونا یا خود وحدۃ الوجود کا مطابق واقع کے ہونا یا نہ ہونا..... اور ایک جزو بلا اختلاف قابل نظر ہے..... کہ

خواص کا فعل گو وہ کسی وجہ سے ان کے لئے مباح ہو..... اگر عوام کے لئے موجب مفسدہ ہو جائے..... تو خواص کے لئے بھی واجب ترک ہو جاتا ہے..... لیکن احقر اجزاء تلف فیہا میں خود اختلاف کو اور جزو غیر مختلف فیہ میں..... عدم تعمق یا عدم اطلاع و عدم التفات الی المفاسد کو موجب عذر سمجھتا ہے..... بہر حال صاحب حال سے اگر کوئی امر موہم خلاف صادر ہو..... تو منتہائے حسن ظن یہ ہے کہ خود اس کے فعل میں تاویل مناسب کر کے اس کو قواعد شرعیہ کے تابع بنا دے..... نہ یہ کہ شریعت میں تبدیل کر کے شریعت کو اس کے تابع بنا دے..... یہ جواب ہے سوال ثانی کا..... اور اسی تقریر میں جو ایک قول یہ ہے (مختلفین فی حکم السماع میں الی قولہ منہمک ہونا.....) اور دوسرا قول یہ ہے (ایک جزو بلا اختلاف الی قولہ واجب ترک ہو جاتا ہے) ان قولوں سے سوال اول کا جواب بھی نکل آیا..... کہ جو شخص مانع اور خود ممتنع ہے وہ یا تو آلات کو فی نفسہ محرم سمجھتا ہے..... یا اپنے کو قوت بہیمیہ کا مغلوب پاتا ہے..... یا اپنے فعل کو موجب مفسدہ عوام کہتا ہے اور جو شخص نہ انکار کرتا ہے..... نہ اہتمام کرتا ہے..... وہ ان امور کو جائز اور اپنے کو قوت بہیمیہ پر غالب سمجھتا ہوگا..... اور مفاسد عوام کی طرف ملتفت یا ان پر مطلع نہ ہوگا..... یہ وجہ عدم انکار کی ہے اور وجدان مرئع مثل تخیل وحدۃ الوجود..... ونحو ذلک اس پر غالب نہ ہوگا..... یہ وجہ عدم اہتمام کی ہے..... اور انہماک کی وجہ ان اقوال میں مصرحاً مذکور ہے..... رہا یہ شبہ کہ ایک پیر کے مرید ہو کر عمل مختلف کیوں ہے..... سو ایسے امور نہ مریدی کے ارکان ہیں..... نہ شرائط یا لوازم تاکہ اتحاد سلسلہ کے ہوتے ہوئے ان میں اختلاف ہونا موجب شبہ ہو..... یہ اپنا اپنا مذاق اور تحقیق اور نظر ہے..... جس میں خود پیر اور مرید کا باہم دگر مختلف ہونا بھی محل استعجاب نہیں..... فقط واللہ اعلم۔ ۲۳۔

## معنی ذکر و فکر و تصور شیخ و رابطہ و فنا و ثمرات آنہا

سوال: خاندان نقشبندیہ میں..... (۱) جو اول ذکر فکر کے ساتھ بتایا جاتا ہے..... اور (۲) تصور شیخ اور پھر (۳) رابطہ اور (۴) فنا اور پھر (۵) گم شدنی اس کی تفصیل کی



مجھے خاص ضرورت ہے..... جس سے میں ہر ایک بات کو اچھی طرح سمجھ لوں..... اور پھر ان سے کیا کیا نفع مرتب ہوتے ہیں۔

جواب: یہ سوال میری سمجھ میں نہیں آیا..... البتہ جو ذکر اول بتایا جاتا ہے..... وہ اسم ذات ہے..... لیکن اس قید کے ساتھ جو سوال کیا گیا ہے کہ فکر کے ساتھ اس کی تحقیق نہیں..... اور یوں ہر ذکر کے ساتھ فکر و احضار قلب ضروری ہے..... البتہ متاخرین مشائخ نے اسم ذات کے ساتھ ہی شغل لطائف کا معمول رکھا ہے..... متقدمین کے یہاں یہ طریقہ نہ تھا..... یہ تو اس کی حقیقت ہے..... باقی نفع ذکر کا ظاہر ہے بلکہ تمام تر منافع اسی کے ثمرات ہیں..... جس میں اصل نفع وہ ہے جو قرآن مجید میں موعود ہے..... فاذکرونی اذکرکم الآیۃ۔

نمبر ۲ و نمبر ۳۔ تصور شیخ کا مفہوم عام ہے..... رابطہ۔ کے مفہوم سے کیونکہ رابطہ خاص ایک شغل کا نام ہے..... جس میں شیخ کی صورت ذہن میں حاضر کر کے نظر قلب سے اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر..... اور خیال کو سادھ کر دیکھا جاتا ہے فی فرض کانہ حاضر ناظر لکن تصور فقط لا اعتقادا فانہ شرک والذی یمنع منہ العوام و هذا هو المراد فی کلام بعض الاکابر حیث ادخل هذا فی عموم قوله تعالیٰ هذه التماثل التي انتم لها عاکفون یہ تو حقیقت ہے اس کی..... اور فائدہ اس کا شغل ہے..... شیخ کے ساتھ..... جس سے بے تکلف اس کا اتباع اخلاق و اعمال میں ہونے لگتا ہے..... چونکہ احوال ثمرات ہیں اعمال کے..... اس لئے وہ احوال بھی اس پر وارد ہونے لگتے ہیں..... لکن لما کان ضرره للعوام اکثر من هذا النفع المذكور لم یعتبر هذا النفع فی منعہم منہ اور تصور شیخ کوئی خاص شغل نہیں..... بلکہ اس کی حقیقت وہی ہے..... جو لغت مفہوم ہوتی ہے محل اس کا وہ وقت ہے..... کہ ذکر کے ساتھ خطرات فاسدہ کا ہجوم ہو..... اور دفع کرنے سے مندرج نہ ہوتے ہوں..... تو منتہی اس کا علاج زیادت توجہ الی المذكور سے کرتا ہے..... اور متوسط زیادت توجہ الی الذکر سے..... کیونکہ جب نفس کو ایک طرف توجہ تام ہو جائے گی..... حسب قاعدہ فلسفہ النفس لا توجہ الی شیمین فی آن واحد..... دوسری طرف نہ رہے گی..... اور مبتدی چونکہ غائب..... یعنی مذکور کی طرف

زیادت توجہ کا خوگر نہیں..... اور ذکر گو امر حسی مشاہد و مسموع ہے..... اور توجہ و شوار نہیں لیکن اس کے ساتھ انجذاب طبعی نہیں..... اس لئے وہ جتنا نہیں اس سبب سے اس کے لئے تصور شیخ کو نافع سمجھا گیا ہے..... کہ وہ محسوس بھی ہے..... اور محبوب بھی ہے..... اس کا خیال جلدی جم جاتا ہے..... اور خیال جنم سے خطرات مندفع ہو جاتے ہیں..... مگر بعد اندفاع پھر اس تصور کو نہیں جماتے..... کہ اشتغال بغیر المقصود محل اشتغال بالمقصود ہے..... اور اس تقریر سے حقیقت کے ساتھ ان دونوں کا نفع بھی معلوم ہو گیا۔

نمبر ۳ نمبر ۵۔ یہ دونوں لفظ بھی متقارب المعنی ہیں..... صرف عموم و خصوص ہی کا فرق ہے..... فنا عام ہے گم شدن خاص کیونکہ فنا دو قسم ہے فناے واقعی اور فناے علمی..... فناے واقعی یہ کہ افعال ذمیرہ ملکات ردیہ زائل ہو جائیں..... مثلاً ظاہری معاصی چھوٹ جائیں..... قلب سے حب غیر اللہ حرص و طول امل و کبر و عجب و ریاء وغیرہ سب نکل جائیں..... اس کو فناے واقعی اس لئے کہتے ہیں..... کہ اس میں جو چیز زائل ہوئی ہے..... یعنی افعال و ملکات ردیہ وہ واقع میں بھی فنا ہو گئے..... بخلاف دوسری قسم کے جیسا عنقریب آتا ہے..... اور اس کو بعضے اصطلاحاً فناے حسی بعضے فناے جسمی بھی کہتے ہیں..... اور فناے علمی یہ کہ غیر اللہ اس کے قلب سے مرتبہ علم میں نکل گیا..... یعنی اس کو غیر اللہ کے ساتھ تعلق علمی نہیں رہا..... باس معنی کہ جیسا التفات و استحضار غیر کا پہلے تھا وہ نہ رہا..... بلکہ ملکہ یادداشت کا راسخ ہو گیا..... اور غیر سے ذہول ہو گیا..... جیسا محبت مجازیہ میں بھی غلبہ کے وقت ایسا ہی ہوتا ہے..... کہ محبوب دل میں زیادہ بسا رہتا ہے..... غیر کی طرف کسی بڑی ہی ضرورت سے توجہ ہوتی ہے..... ورنہ گنجائش نہیں ہوتی..... پھر اس کے مراتب حسب استعداد سالک مختلف ہوتے ہیں..... حتیٰ کہ کسی کو استغراق محض ہو جاتا ہے..... کسی پر سکر غالب ہوتا ہے کوئی مجذوب محض ہو جاتا ہے..... کوئی پھر بعض احوال کی تکمیل کے لئے یاد دوسروں کی تکمیل کے علم بالا شیاء کی طرف عود کرایا جاتا ہے..... مگر ابتداء کے علم بالا شیاء سے یہ علم بالا شیاء کماؤ کیفاً و عنائاً مختلف ہوتا ہے اس حالت کو بقاء کہتے ہیں..... جیسا کہ قسم اول میں بھی عین فنا کے وقت فانی کے اضداد کے حصول کا نام بقاء ہے..... اس قسم ثانی کو فنا علمی اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں جو

چیز اس کے تعلق علمی سے خارج ہوگئی..... وہ واقع میں فانی و معدوم نہیں ہوئی..... مثلاً ہم کو زید کا خیال نہ آیا تو واقع میں زید معدوم تو نہیں ہوا..... فنا کی اس دوسری قسم کا نام گم شدنی ہے..... پس مطلق فنا مقسم اور عام ہے..... اور گم شدنی اس کی ایک قسم اور خاص ہے..... فائدہ قسم اول کا ظاہر ہے کہ ترک ہے مضرات شرعیہ کا جس کو تقویٰ کہنا چاہئے..... اور قسم ثانی کا فائدہ یہ ہے کہ یہی علم بالا اشیاء بعض اوقات مفطی الی المعاصی ہو جاتا ہے..... پس اسباب بعیدہ سے بچنا کمال ہے تقویٰ کا..... التماس میں نے کسی خاص جگہ سے نقل نہیں کیا..... بلکہ کچھ کتابی نظر سے کچھ صحبت شیخ سے کچھ ذوق سے لکھ دیا ہے..... شاید کسی جگہ اس سے کافی تر مل جائے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ ہجری۔

## حل بعض اشعار مثنوی

سوال: اشعار ذیل کا مطلب تحریر فرمایا جائے۔

عزرویش و ہلاک بولہب	جملہ قرآن ست در قطع سبب
رفض اسباب است و علت والسلام	تہنچیں ز آغاز قرآن تا تمام

جواب: اولاً باید دانست کہ مراد در اشعار مسؤل عنہا رفض و قطع اسباب مطلقاً نیست و چگونہ آن صورت می توان بست ہر گاہ خود در قرآن امر ببعض اسباب وارد شدہ کقولہ تعالیٰ فی الاسباب الاخریۃ اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ و برین اعمال مسببش را مرتب فرمودہ یدخلکم جنت تجری من تحتها الانہار و غیر ذلک من الآیات و فی الاسباب الدینیۃ و لیاخذوا اسلحتہم و در علتش فرمودہ الذین کفروا لو تغفلون الخ کہ مشعر است بہودن اخذ سلاح سبب حفظ از حملہ اعداء چنانچہ ظاہر است بلکہ مراد اسبابے ست کہ مزاحم و معارض مشیت یا رضائے الہی باشد ہر گاہ این مقدمہ مہم شد پس معنی اشعار ہویدا است کہ مقصود افادہ این امر است کہ اے ظاہر پرست تو بر اسباب طبعیہ و تدابیر تراشیدہ خیلے اعتماد داری نمی بینی کہ بولہب چہا تدابیر و سامان در اضرار و کسر شوکت درویشان و مساکین اہل اسلام کہ فراہم نیاوردہ و خود چہ قدر اسباب از اموال و حشم میداشت لیکن چون تدبیرش خلاف مشیت حق بود چگونہ معاملہ منقلب شد و آن ہشتے چند مساکین روئے

زمین را در گرفتند و این ابولہب در خاک و خون غلطید پس بہ ہوش باش تا ہرگز بر رانے و تدبیر خود بمقابلہ مشیت ایزدی نظر کنی و ہمہ کار از تقیر و قطمیر خود مفوض بقادر مطلق کن آرے تدبیرے کہ ماذون فیہ یا مامور بہ در شرع باشد چون آن معارضہ برضاء یقیناً ندارد و معارضہ بمشیت غیر معلوم اگر این تدبیر را اختیار کنی بر تو ملامت نرود اگر مامور بہ باشد بر تو واجب است باز اگر مصلحت در علم قدیم اتمامش باشد خود تمام خواہند فرمود و اگر مصلحت در عدم اتمامش باشد تمام نخواہد شد و ترا درین صورت ہم منافع گوناگون ظاہری و باطنی بدست خواہد آمد فالتدبیر تدبیران محمود و مذموم فاعلمنی ہوا الثانی وال مثبت ہوا الاول فاصح الحق فقط ۱۴۔ رمضان ۱۳۲۲ ہجری۔

### فرق در میان دعوے و تحدث بالنعمة

سوال۔ زید کہتا ہے کہ انا خیر منہ مطلقاً تکبر نہیں ہے..... نمازی کو اس نیت سے اپنے کو بہتر سمجھنا..... اور بے نمازی کو ترجیح دینا کہ یہ نماز کی توفیق نعمت خداوندی ہے..... جو مجھے دی گئی ہے..... اور اس شخص سے روکی گئی ہے..... مبعوض تر کیا ہو محمود بلکہ مقصود و مامور بہ ہے..... غرض کسی نعمت پر نعمت من اللہ سمجھ کر اپنا اس شخص سے بہتر سمجھنا..... جو اس نعمت سے محروم ہے تکبر نہیں ہے..... البتہ اس سے قطع نظر کر کے یا نماز کو اپنا فعل ذاتی اور کارگزاری سمجھ کر..... دوسرے سے بہتر سمجھنا تکبر ہے..... بلکہ دوسرے کی جانب نسبت نہ بھی ہو تب بھی مذموم و منہی عنہ ہے..... جس کا نام عجب و خود ستائی ہے..... یہ صحیح ہے یا غلط۔

جواب۔ زید نے جو تفصیل کی ہے صحیح ہے..... لیکن جبکہ صرف مرتبہ عنوان میں نہ ہو..... بلکہ معنون کا مرتبہ بھی اس کو حاصل ہو..... جس میں اکثر دھوکہ ہو جاتا..... بالخصوص مبتدیوں کو اس کی باطنی پہچان جو وجدان سے معلوم ہو سکتی ہے..... یہ ہے کہ اگر اسکے قلب میں اپنے دوسرے عیوب سے ذہول اور خود اس کمال کے زوال سے بے فکر ہے..... اور دوسرے کے کمالات سے بھی ذہول..... اور اسمیں اس کمال کے پیدا ہو جانے سے بے التفاتی اور اپنے اس طاعت کے عدم قبول کے احتمال سے اور اس کی معصیت کے عفو کے احتمال سے بے فکری ہو..... تو مرتبہ معنون کا حاصل نہیں ہے..... اور اگر سب امور پیش نظر ہوں..... اور لرزان ترسان ہو تو معنون حاصل ہے فقط واللہ اعلم۔

## تذکیر موت از رسالہ فروع الایمان

### ضمیمہ مفیدہ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر واذکر ہاذم اللذات یعنی الموت رواہ الترمذی۔ چونکہ تکمیل ایمان کی اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ سے ہوتی ہے..... اور تحصیل ان اعمال و اخلاق کو بوجہ نسیان آخرت و حب دنیا کے دشوار ہو رہی ہے..... اس لئے اس مرض کا علاج حدیث مذکور میں یہ فرمایا گیا کہ تم موت کو زیادہ یاد کیا کرو..... اس سے سب کام بن جاتے ہیں..... اور ظاہر ہے کہ موت کی یاد وہی ہے کہ اس کے سب اگلے پچھلے حالات متعلقہ پیش نظر کئے جائیں..... اس لئے اس مضمون کا ایک قصیدہ سلیم حضرت شیخ سعدیؒ کے کلام سے نقل کرتے ہیں..... کہ اس کو گاہ گاہ مطالعہ کر کے سفر آخرت میں چست و چالاک ہوں۔

۱۔ یہ مضمون اس لئے نقل کیا گیا ہے..... کہ گاہ گاہ اس کو پڑھ لینے سے موت نصیب العین رہے گی..... جو علاج ہے حب دنیا کا۔ ۱۲ منہ

## قصیدہ

روزے کہ زیر خاک تن مانہان شود  
یارب بہ فضل خویش بہ بخشائے بندہ را  
بیچارہ آدمی کہ اگر خود ہزار سال  
ہم عاقبت چونوبت رفتن بدورسد  
فریادازان زمان کہ تن نازنین ما  
اصحاب راچو واقعہ ماخبر کنند  
وانس کہ مشفق ست دلش مہربان ماست  
وانگہ کہ چشم بر رخ ما افگند طبیب  
گوید فلان شراب طلب کن کہ سودتست  
شاید کہ یک دو روز دگر ماند عمر ما  
یاران و دوستان ہمہ در فکر عافیت  
تا آن زمان کہ چہرہ بگردد ز حال خویش  
وان رنج در وجود بنوعی اثر کند  
در ورطہ ہلاک فتد کشتی وجود  
آمد شد ملائکہ در وقت قبض روح  
باید کہ درچشیدن آن جام زہرناک  
یارب مدد بہ بخش کہ ما را دران زمان  
ایمان ما ز غارت شیطان نگاہدار  
فی الجملہ روح و جسم زہم مفترق شوند

آنها کہ کردہ ایم یکا یک عیان شود  
آن دم کہ عازم سفر آن جہان شود  
مہلت بیابد از اجل و کامران شود  
باصد ہزار حسرت ازینجا روان شود  
بربستر ہو ان فتدونا تو ان شود  
ہر دم کسے برسم عیادت روان شود  
درجستن دوا بر این و آن شود  
در حال ماچو فکر کند بد گمان شود  
مارا بدان امید بسے در زیان شود  
وان یک دو روز برسر سود و زیان شود  
کا حوال برچگونہ و حال از چہان شود  
وان رنگ ارغوانی ما زعفران شود  
کز لاغری بسان یکے ریسمان شود  
نیز از عمل بماندو بے بادبان شود  
چون بنگریم دیدہ ما خون فشان شود  
شیرینی شہادت ما در زبان شود  
قول زبان موافق قول جنان شود  
تا از عذاب و خشم تو جان در امان شود  
مرغ از قفس برآید و در آشیان شود

در پاک باشد او زبر آسمان شود  
 وزیم وزیر خانہ پر آہ و فغان شود  
 وزیک طرف کنیر بزاری کنان شود  
 جزع دودیدہ پر زعقیق میمان شود  
 اوراد و ذکر آن زکران تا کران شود  
 بعد از نماز باز سر خان و مان شود  
 محبوس و مستمند دران خاکدان شود  
 دین جملہ حکمہا زچے امتحان شود  
 آن خاکدان تیرہ بما گلستان شود  
 آتش در وقتد بہ لحد ہم دخان شود  
 باگریہ دوست ہمدم و ہمدستان شود  
 بہر ریا بخانہ ہرگور خان شود  
 خواہد کہ بازستہ عقد نسلان شود  
 بس گفتگوے بر سر باغ و دکان شود  
 در زیر خاک باغم و حسرت نہان شود  
 آن نام نیزگم شود بے نشان شود  
 وان جسم زور مند کفے استخوان شود  
 وان خاک و خشت دستکش گل گران شود  
 گاہے شود بہار و دگر کہ خزان شود  
 تنہا ز بہر عرض قرین روان شود  
 در فصل ہر فصلیہ بہ کلی روان شود  
 در موقف محاسبہ یکیک عیان شود  
 یک سربک بر آید و یک سر گران شود  
 انجا یکے غمین و یکے شادمان شود

جان ار بود پلید شود در زمین فرو  
 آوازہ در سرائے بیستد کہ خواجہ مُرد  
 از یک طرف غلام بگیرد بہائے ہائے  
 در یتیم گوہر یک دانہ راز اشک  
 تابوت و پنبہ و کفن آرد و مردہ شوے  
 آرد نعش تا بلب گور و ہر کہ ہست  
 ہر کس رود بہ مصلحت خویش و جسم ما  
 پس منکر و نکیر بہ پرسند حال ما  
 گر کردہ ایم خیر و نماز و خلاف نفس  
 در جرم و معصیت بود فسق کار ما  
 یک ہفتہ یا دو ہفتہ کم و بیش صبح و شام  
 حلواسہ چار صحن شب جمعہ چند بار  
 وان ہمسر عزیز کہ از عدہ دست داشت  
 میراث گیر کم خرد آید بہ جستوے  
 نامی ز ما بماند و اجزائے ماتمام  
 وانکہ چند سال برین حال بگذرد  
 وان صورت لطیف شود جملہ زیر خاک  
 از خاک گور خانہ ما خشت ہا پزند  
 دوران روزگار بما بگذرد بے  
 تاروز ، رستخیز کہ اصناف خلق را  
 حکم خدائے عزوجل کائنات را  
 از گفتن و شنیدن و از کردہائے بد  
 میزان عدل نصب کنند از برائے خلق  
 ہر کس نگہ کند بہ بدونیک خویشتن

بندند باز بر سر دوزخ پل صراط  
 وانکس کہ از صراط بہ لرزید پائے او  
 اشرار را حرارت دو رخ کند قبول  
 بس روے ہچو ماہ ز خجالت شود سیاہ  
 بس شخص بینوا کہ ورا از علو قدر  
 بس پیر مستمند کہ در گلشن مراد  
 مسکین اسیر نفس و ہوا کاندران مقام  
 برگے کہ از برائے مطیعان کشد خدائے  
 خرم دلے کہ در حرم آباد امن و عیش  
 این کار دولت است نداند کے یقین  
 ہر کس از و گشت مقیم جنان شود  
 در خواری و عذاب ابد جاود ان شود  
 و ابرار را عنایت حق سائبان شود  
 بس قد ہچو تیر ز بہیت کمان شود  
 عشرت سرائے جنت اعلیٰ مکان شود  
 بوے بہشت بشنود و نوجوان شود  
 با صد ہزار غصہ قرین ہوان شود  
 عاصی چگونہ بر سر آن برگ خوان شود  
 حق را بخوان لطف و کرم میہمان شود  
 سعدی یقین بخت خلعت چسان شود

فائدہ: حصہ سوم تکشف کے اخیر میں جو رسالہ حقیقت الطریقۃ لگا ہے  
 ..... ہر چند کہ باعتبار علوم مضامین کے اس کا مطالعہ اہل استعداد کے لئے  
 تجویز کیا گیا ہے..... لیکن چونکہ احادیث کا اردو میں ترجمہ بھی کر دیا گیا  
 ہے..... اور خود ان احادیث کے مضامین میں بوجہ ان کے مجتہد فیہ نہ  
 ہونے کے کچھ زیادہ غموض نہیں ہے..... اس لئے اگر متوسط الاستعداد  
 والے بھی جن کے لئے یہ حصہ دوم لکھا گیا ہے..... اس کا مطالعہ کر لیں تو  
 امید نفع کی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ فقط۔



فائدہ متعلقہ اشعار تذکیر موت  
کہ عنقریب بالا گذشت از شوق وطن

وہ اشعار تو ترہیب عن الموت کے لئے تھے اور ذیل کے  
اشعار ترغیب و تشویق موت کیلئے ہیں۔

### قال العارف الشیرازیؒ

راحت جان طلہم و از پئے جانان بروم	خورم آن روز کزین منزل ویران بروم
تا در میکده شادان و غزل خوان بروم	نذر کردم کہ گر آید بسراین غم روزے

### قال العارف الجامیؒ

کئی مانند طفلان خاکبازی	دلاتا کے درین کاخ مجازی
کہ بودت آشیان بیرون ازین کاخ	توئی آن دست پرور مرغ گستاخ
چو دونان چغدایں ویرانہ گشتی	چرازان آشیان بیگانہ گشتی
پرتا کنگرہ ایوان افلاک	بیشان بال و پرز آمیزش خاک

### قال العارف الرومیؒ

پائے کوبان جان برفشانم برو	گر بریزد خون من آن دوست زو
چون رہم زین زندگی پائندگی است	آزمودم مرگ من در زندگی است
ان فی قتلہ حیوة فی حیات	اقتلونی اقلونی یا ثقات

اے ان اشعار کے پڑھنے سے حب آخرت و شوق لقاء حق کا اشتعال ہوگا۔ ۱۲۱ منہ

یا منیر الحذیا روح البقا	اجتذب قلبی وجدلی باللقاء
لی حبیب حبہ یشوی الحشا	لویشا یمشی علی عینی مشا
اقتلونی یا ثقاتی لاعما	ان فی قتلہ حیوتی دائما
ان فی موتی حیوتی یافتہ	کم افارق موطنی حتی متہ
فرقتی لو لم تکن فی ذالسکون	لم یقل انا الیہ راجعون
اے مسافر بامسافر راے زن	زانکہ پایت لنگ دارد راے زن راے رخنہ
از دم حب الوطن بگذر مایست	کہ وطن آنسوست جان این سوی نیست
گر وطن خواہی گذر زان سوی شط	این حدیث راست را کم خوان غلط
معنی حب الوطن آمد درست	تو وطن بشناس اینخواجه نخست

تمام شد حصہ دوم تکشف

## حصہ سوم از مجموعہ تکشف

برائے ذی استعداد ان اہل علم  
قصد السبیل تمام.... تلخیص البدایہ

### ملخص الانوار والتجلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبعد فهذا تلخیص رسالتی انوار الوجود + فی اطوار الشہود + والتجلی العظیم  
فی احسن تقویم + ولاجلہ اشتمل علی جزئین۔

### الجزء الاول فی مسئلة التنزلات الستة

اعلم ان مرتبة الاحدية + من الحضرة الصمدية + تسمى بالذات البحت  
واللاتعين والباطن ومجهول النعت والصفات + والغيب المطلق ومقطوع  
(وتسمى ايضا باسما اخر كالوجود المطلق وغيب الغيب ومجهول الكفية  
والذات المكلفه والذات الساراذج ۱۲ منه) الاشارات + ومرتبة الوحدة  
هي اول مراتب الظهور لمن له المجد وحده + وهي بدء التعينات + واول  
التنزلات + واعلم ان معنى اطلاق الذات ولا تعينها + ثم تنزلها وتقيدها +  
ليس ما يفهم من ظاهر هذه الكلمات + كيف وهو تعالى متعين بالذات +  
ومنزه عن التغيرات + بل معنى التنزل في الاصطلاح ظهور الشيء مع بقاء  
ذاته وصفاته الاولى + في مرتبته اخرى + ورافقه التعين والتجلی + والتقييد

اس کے بعد وہ مضمون مطالعہ کیا جائے جو حصہ اول میں قصد السبیل کے نام کے بعد بعنوان تذکیر قصد السبیل  
لکھا گیا ہے۔ اسے یہ رسالہ مجموعہ تلخیصات عشر میں چھپا ہے۔ امانہ

والتدلى + وهذا هو المعنى بالبعد والفراق + الذى يترنم به اهل الاشواق +  
الذى محصله غلبة احكام ما به الامتياز والافتراق + على ما به الاتحاد  
والاتفاق + كالاشخاص والظلال + والاعيان والمثال + ولا دليل على  
استحالة هذا المعنى فى ذات الحق + والوجود المطلق + ومعنى الاطلاق  
اطلاقه عن مثل هذه التعينات لا عن التعين الذى هو عين الذات + فافهم حتى  
لا تقع فى الزلات + ولا تهجر بالمفوات + ومرتبة الواحدية + هو تنزل ثان  
لمستحق الماجدية + ويقال لهذه المراتب الثلاثة المراتب الآلية + لانها  
مندرجة ومندرجة فى الذات الغير المتناهية + ولم تشم رائحة من التبانين  
العينية + وان حصل بينها الامتياز العلمى + على خلاف المراتب الثلاثة  
الكونية والمرتبة الجامعة فانها مبائنه عن الذات وان كانت العينية فيها لامعة  
+ واعلم ان التقدم والتاخر ذاتى فيما بين هذه المراتب + لنلا يلزم الخلو عن  
الكمالات بالفعل لذات الواجب + سبحانه وتعالى عما يقولون علوا كبيرا  
+ والاربعة الاخيرة التى ظهورها عيانى + التقدم والتاخر فيما بينها زمانى +  
واما فيما بين الثلاثة والاربعة فلوا عتبر فى الترتب الزمانى وجود السابق + فى  
زمان لا يوجد فيه اللاحق + واعتبر الزمان موجودا محققا + فليس بينها  
ترتب زمانى مطلقا + وان وسع فى الزمان مفهومها + او قدروها هو ما +  
فالترتب بينها بالزمان + والترتب بالذات محفوظ فى كل اوان + واما الروح  
+ فهو تنزل ثالث للقدوس السبوح + وعالم المثال + هو تنزل رابع الحضرة  
الجلال + وعالم الاجسام + هو تنزل خامس لحضرة الاكرام + والانسان هو  
سادس التنزلات = لذات الحق + فهو مظهر اتم للوجود المطلق + وهذا هو  
المعنى الصحيح عند المحققين + لحديث خير المرسلين ان الله خلق آدم على  
صورته + ومن هنا قيل من عرف نفسه فقد عرف ربه + والعلم بهذه المسئلة  
يسمى عند الصوفية الخيار + بعلم الوحدة وحقائق الاسرار + والى هذا  
اشار العارف الرومى فى مفتاح المشوى المعنوى

بشنوازنى چون حكايه ميكند	وزجدايها شكايه ميكند
كزنيستان تامرا بيريده اند	از نقيرم مردوزن ناليده اند

وفسر هذا الاشعار + المولوى الحامى بشرح لم يات احد باحسن منه عند  
اولى الابصار + ولنسمعك بعضها

فارس از اندوه و آزار از طلب	جدا روز یک پیش از روز و شب
حکم غیریت بکلی محو بود	متد بودیم باشاه وجود
ز امتیاز علمی و عینی مصون	بود اعیان جهان ب چند و پون
نه ز فیض خوان هستی خورده قوت	نه بوح علم شان نقش ثبوت
غرق در دریائے وحدت سر بسر	نه ز حق ممتاز و نه از یکدگر
جمله را در خود ز خود با خود نمود	ناگهان در جنبش آمد بحر جود
بے نشانی را نشانها شد عیان	امتیاز علمی آمد در میان
رسم و آئین دوئی آغاز شد	واجب و ممکن ز هم ممتاز شد
سوئے ساحل آمد ارواح بسیط	بعد از آن یک موج دیگر زد محیط
برزخ جامع میان جسم و جان	موج دیگر زد پدید آمد از آن
نام آن برزخ مثال مطلق است	پیش آن کز زمره اهل حق است
جسم و جانهاز و پدیدار آمده	موج دیگر باز در کار آمده
تا بنوع آخرش آفتاده دور	جسم هم گشت است طور ابعده طور
گشته محروم از مقام محرمی	نوع آخر آدم است و آدمی
پایه پایه ز اصل خود افتاد دور	بر مراتب سر بسر کرده عبور
نیست از دست نیچکس مهبور تر	رنگر دو باز مسکین زین سفر
زین جدا بیها شکایت میکند	نه که آغاز حکایت میکند
رنگ و حدت داشت دریائے قدم	کز نیستانه که دروس هر عدم
از نفیرم مردوزن نالیده اند	تاب تیغ فرستم بریده اند
کان بود فاعل در اطوار وجود	کیست مرد اسمائے خلاق و دود
منفعل گشته ز اسما و صفات	چیست زن اعیان جمله ممکنات
دارد اندر رتبه انسان ظمبور	چون همه اسما و اعیان بقصور
که چرا هر یک ز اصل خود جداست	جمله را در ضمن انسان ناله است

شد گریبان گیر شان حب الوطن | این یوسر تفسیر مرد و زن

و نوى ان نريك صورة ترتيب المراتب + لينقش ما ذكرنا على لوح فهنك الثاقب .

## وهذه صورة ترتيب المراتب مع بعض الاصطلاحات

مرتبة اولى	مرتبة ثانية	مرتبة ثالث	مرتبة رابع	مرتبة خامسة	مرتبة سادسة	مرتبة سابعة
ذات	تنزل اول	تنزل ثانى	تنزل ثالث	تنزل رابع	تنزل خامس	تنزل سادس
احدية	وحدة	واحدية	روح	مثال	جسم	انسان
باطن	حقيقت محمدية	اعيان ثابتة	x	x	x	x
مراتب الهية	مراتب كونية		مراتب جامعه			
حضرات خمسة						
ظهور علمى	ظهور ميثى					
تنزلات ستة						

وهذه المسئلة مسئلة واحدة من الفن فى يادى النظر + لكن بعد الامعان  
 جميع الفن فيه مستتر + لان امهات مسائل الفن عند القوم احد عشر +  
 وساتلو عليك ساميها وانها كيف اندرجت فيها فحدها بالمختصر + وان  
 شئت التفصيل القولى فعليك بالكتب المستطر + وان اشتقت الى شرح  
 الصدر فعليك بخدمة اهل الحق فانه فيها انحصر + والمسائل هذه (١)  
 التنزلات الستة معرفة (٢) النفس معرفة (٣) الحق وحدة (٤) الوجود (٥)  
 العينية والغيرية (٦) القرب (٧) والوصال المعية (٨) اندراج الشىء فى  
 الشىء (٩) تجدد الامثال (١٠) القضاء والقدر (١١) ماهية الروح اما  
 الاولى فهو المقصود بالبحث والتقول + واما الثانية والثالثة فاندراجهما  
 ظاهر لا يحتاج الى تأمل + واما الرابعة فلانه لما انكشف ان العالم كله ظهور  
 لوجود الحق سبحانه + ثبت ان الوجود الحقيقى له وحده ما اعظم شأنه +  
 واما الخامسة فلانه اذا قطع النظر عن التعينات فالكل عين + واذا اعتبرت  
 ففيه غيرية وبين + ولا تنس ان العينية والغيرية اصطلاحيتان لا لغويتان + فلا  
 تلحد ولا تزندق ولا الشيطان + واما السادسة والسابعة فتمقاربتان وادى

مرتبة منهما اكثر من الوحدة التي قام عليها البرهان + واما الثامنة فلان العالم لما كان ظهور الحضرة الذات والصفات + والصفات لاشك في اندراجها في الذات + فحقيقة الاندراج باقية في هذه النزلات + والعالم هي العلوم التي كانت في الاعيان الثابتات + واما التاسعة فلان العالم لما كان ظهور الالاسماء والصفات وظاهران تعظلمان المستحيلات + فلا بد ان يفعل كل اسم في هذه الممكنات + فكان القول تجدد الامثال من الواجبات واما العاشرة فلان حقيقة العالم لنا كانت هي الاعيان الثابتة القابلة للتجليات + والتجلي يكون على حسب استعداد المنفعلات + ولا يخل من المبدء الفياض على الكائنات + كما قيل -

باران که در طاقت طبعش خلاف نیست	در باغ لاله روید در شوره یوم خس
---------------------------------	---------------------------------

وقال آخر -

نقصان ز قابل است و گرنه علی الدوام	فیض سعادتش همه کس را برابر است
------------------------------------	--------------------------------

فاعطى كل شيء ما سأله بلسان استعداده + من كفره وايمانه وصلاحه وفساده + قال تعالى و آتاكم من كل ما سألتموه الاية فالرزية كل الرزية نقصان استعدادنا + ولا اعتراض على كريمنا وجوادنا + اما الحادية عشر فترجع الى الثانية + والرسالة لعنان البيان الى التتميم ثلثه.

## الجزء الثاني في جامعية الانسان

اعلم ان الانسان + جامع الالاسماء والاعيان + وبيان هذه الجامعية على وجه التفصيل + خارج عن طوق البشر واحاطة القول والقييل + لان الالاسماء الالهية غير متناهية بالفعل وتخرج عن العد + والاعيان لاتنهاى بمعنى انها لاتقف عند حد + والعلم الانسانى المتناهى + كيف يمكن احاطته بغير المتناهى + قال الله تعالى قل لو كان البحر مدادا لكلمات ربي لنفد البحر قبل ان تنفد كلمات ربي ولو جئنا بمثله مددا + وقال تعالى ولو ان ما فى الارض من شجرة اقلام والبحر يمده من بعده سبعة ابحر ما نفدت كلمات الله ان الله عزيز حكيم. نعم يمكن بيانه بالاجمال او نبذ من التفصيل + وانه لا بد من تمهيد مقدمة قبل هذا المقصود الجليل.

مقدمة اعلم ان حقائق الاعيان الكونية + هي الالاسماء الالهية + وتلك الاعيان مظاهر لهذه الالاسماء + وهي تفوت الحصر والانتهاى + لان الالاسماء

بجذاء الكمالات + والكمالات الالهية من غير المتناهيات + الا ان الاصول  
 هذه الاسماء تسعة وتسعون اسما من احصاها دخل الجنة حتما + واصول  
 هذه الاسماء التسعة والتسعين اسما ثمانية وعشرون + التي هي مربيات  
 للاكوان الكلية الشاملة لجميع الجزئيات مما كانت في الوجود او تكون +  
 واصول هذه الاسماء الثمانية والعشرين هي الصفات السبع + الحيوية والعلم  
 والقدرة والارادة والكلام والبصر والسمع + اذا تمهدت المقدمة فالتقرير  
 الاجمالي للجامعة ان الحق فالاكرام والجلال + جعل الانسان مظهر الهده  
 الصفات السبع على وجه الكمال + واشير اليه اجمالا في قوله عليه السلام  
 ان الله خلق آدم على صورته وتفصيلا في حكايته عليه السلام عن الله تعالى  
 بي يسمع وبى يبصر الحديث ومن ثم ظهر غلط من حكم على الانسان بانه  
 هو الله الحق + نعم يصح له ان يقال انه صورته اى ظهوره المطلق + فاذا كان  
 الانسان جامعا لهذه الصفات + كان بالضرورة جامعا لجميع الاسماء  
 والكونيات + اذ هي فروع لهذه الصفات بلا واسطة او بالواسطة + والمتبوع  
 يستلزم التابع لما يكون بينهما من الرابطة + وان اشتهيت شيئا من التقرير  
 المفصل + فاعلم ان ارباب الاكوان الكلية الثمانية والعشرين هي الاسماء  
 الثمانية والعشرون كما سيتضح من هذا الجدول + فتجلى هذه الاسماء في  
 الانسان + كما علم اجمالا فيما مر من البيان + وسيعلم تفصيلا عما قليل من  
 الزمان + مستلزم لوجود جميع المربوبات الكلية + فى البنية البشرية +  
 والكليات لاتوجد الا فى ضمن الجزئيات + فلزم وجود الاسماء والاكوان  
 جزئيا جزئيا فى اشرف المخلوقات + والجدول الموعود هذا الذى يستطر  
 + مستخر جامن الفتوحات المكية للشيخ الاكبر +

عدد	اسم اللى	اسم عين	اسم حرف	منزل قمر	يوم
١	بدع	عقل اول	ء	شرطين	.....
٢	باعث	اوح محفوظ	هـ	بطين (كذير ١٣)	.....
٣	باطن	طبيعت	ع	ثريا	.....
٤	آخر	جوهرها	ح	وبران (محركة ١٣)	.....
٥	ظاهر	جسم كل	غ	هتعة	.....



۶	حکیم	شکل	خ	ہمنعت	
۷	محیط	عرش	ق	ذراع	
۸	شکور	کرسی	ک	نثرۃ	
۹	غنی الدہر	فلک اطلس	ج	طرف	
۱۰	مقدر	فلک منازل	ش	جہتہ الاسد	
۱۱	رب	سما اولیٰ	ی	خراتان (جہان ۱۲)	سبت
۱۲	علیم	سما ثانیۃ	ض	صرفۃ	خمیس
۱۳	قاہر	ثالثہ	ل	عوا	ثلاثا
۱۴	نور	رابعہ	ن	سماک اعزل	احد
۱۵	مصور	خامسہ	ر	غفرۃ	جمعہ
۱۶	مخصی	سادسہ	ط	زیانیا العقرب	اربعی
۱۷	مبین	سما دنیا	د	اکلیل	اشنین
۱۸	قابض	کرۃ نار	ت	قلب الاسد	
۱۹	حی	کرۃ ہوا	ز	شولۃ	
۲۰	محي	کرۃ ماء	س	نعائم	
۲۱	میت	کرۃ ارض	ص	بلدۃ	
۲۲	عزیز	معادن	ظ	سعد الذانح	
۲۳	رزاق	نباتات	ث	سعد بلع	
۲۴	نذل	حیوان	ذ	سعد السعود	
۲۵	قوی	ملائکہ	ف	سعد الاخبیۃ	
۲۶	لطیف	جن	ب	مقدم والے	

٢٤	جامع	انسان	م	فرع موخر	.....	.....
٢٨	رفع الدرجات	تعيين مراتب	و	رشاء	.....	.....

ولوارت تفصيلا ازيد منه فاسمع نبين لك تجلى الاسماء التسعة والتسعين وبعض الكونيات الجزية العظيمة فى الانسان ولنقدم الاسماء على الاكوان + اعلم ان تجلى الاسماء على قسمين تكوينى وتشريعى + وان شئت سميتهما بالتعلقى والتحلقي + ومعناهما سياتى + ولما كان التجلى التكوينى ارفع من العقول المتوسطة طويينا الكشح عن اظهار سره + واقتصرنا على بيان التجلى التشريعى وذكره + ولنذكر مع كل اسم طريق تجليه + ولنسموه بلفظ الفيض فتفكر فيه + وهذا ماخوذ من كلام الشيخ عبدالحق المحدث الدهلوى + فى شرح حديث رواه الامام الترمذى + عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تسعة وتسعين اسما من احصاها دخل الجنة . هو الله الذى لا اله الا هو فانه علم للذات المستجمع لجميع الصفات والكمالات فيضه ان لا يشاهد غير المسمى ولا يثبت له الوجود . الرحمن الرحيم فيضهما ان يرحم عباد الله سيما المحاديج والمساكين منهم الملك فيضه ان يكون حاكما على نفسه وقلبه القدوس فيضه ان يتقدس مما سواه السلام فيضه ان يسلم من الذنوب والذمائم المؤمن فيضه ان يؤمن الناس من لسانه ويده المهيمن فيضه ان يحفظ ظاهره وباطنه من المعاصى والاوصاف الذميمة العزيز فيضه ان يغلب على نفسه ولا يذل بالطمع من اهل الدنيا الجبار فيضه ان يجبر نقائصه بتحصيل الكمالات المتكبر فيضه ان يحقر الدنيا وما فيها الخالق البارى المصور فيضهما ان يحصل فى نفسه الكمالات والعلوم الغفار فيضه ان يصفح عن زلات الناس القهار فيضه ان يقهرا عداء الدين من النفس والشياطين الوهاب فيضه ان يذل بنفسه وماله فى الله الرزاق فيضه ان ينفق على عياله ويفيض على الطالبين من المعارف الفتاح فيضه ان لا يعلق باب العلم والنفع ويقضى بين الخصماء العليم فيضه ان يتعلم ما ينفعه القابض الباسط فيضهما ان يضيق على نفسه اذا طغى ويوسع عليه اذا مل الخافض الرافع فيضهما ان يخفض الباطل ويرفع الحق المعز المذل فيضهما ان يعز الاخيار ويذل الاشرار

١٤ واسم الجامع هو الله ١٣

١٥ يعنى اسماء كونى والى ١٢ فليعلم ان مع كل ساء فلكتها وكوكبها ونبياها وملكها ٢ امنه

السميع البصير فيضهما ان لا يسمع ولا يبصر ما لا يرضى الله تعالى الحكم فيضه ان يحكم على نفسه ويراعى العدل في الحكم العدل فيضه ان يراعى العدل ولا استقامة في كل امر + اللطيف فيضه ان يرفق بعباد الله في المعاملات والمواعظ والارشاد الخبير فيضه ان يكون خبيراً بمكائدا النفس ويخبر الغافلين الحليم فيضه ان يخالق الضعفا بالحلم والعفو العظيم فيضه ان يعظم همته ولا يصغر للدنيا واشياع ابليس الغفور فيضه ان يغفر ذنوب الناس الشكور فيضه ان يشكر النعمة والواسطة فيها العلى فيضه ان لا ينخفض للشيطان واهل الدنيا الكبير فيضه قريب من اسم العلى الحفيظ فيضه ان يحافظ على حدود الشرع المقيت فيضه ان يطعم الجائعين الحسيب فيضه ان يكفى الناس في حاجاتهم ويحاسب نفسه الجليل فيضه ان يجعل نفسه بصفات الكمالات الكريم فيضه ان يختار صفات الكرم الرقيب فيضه ان يراقب نفسه ولا يدع النفس والشيطان يغلبانها المحيب فيضه ان بجيب ربه بالاطاعة والناس بقضاء حاجاتهم الواسع فيضه ان يكسب العلوم والمعارف الوسيعة ولا يضيق على الناس في المعاملات الحكيم فيضه ان يكتسب الحكمة في العلوم والاعمال الودود فيضه ان يود اهل الدين ينصح الناس اجمعين المجيد فيضه ان يتصف بالمجدبتهذيب اخلاقه الباعث فيضه ان يحيى قلبه الميت ويبعث رسول الروح الى النفس الشهيد فيضه ان يشهد الخير وخدمته الدين ويتصف بما يجعله اهلاً للشهادة يوم القيامة الحق فيضه ان يستغرق في وجوده بحيث ينسى غيره الوكيل فيضه ان يصلح امور الناس خصوصاً الضعفاء منهم القوي المتين فيضهما ان يقوى على نفسه ويبث في الدين الولي فيضه ان ينصر الدين واهله الحميد فيضه ان يكون حامداً لله تعالى ومحمود للناس المحصى فيضه ان يواظب على احصاء اعماله والذنوب ولا يغفل المبدئ المعيد فيضهما ان يبدأ بالخير ويعيد ما فات منه المحيى المميت فيضهما ان يحيى قلبه ويميت نفسه الحى فيضه ان يحصل حياة دائمة بالمجاهدة القيوم فيضه ان يقوم في الطاعة وقضاء حاجات الناس الواحد فيضه ان يوجد الكمالات في نفسه ويستغنى عما سوى الله الماجد فيضه ان يطلب المجدبتحصيل الكمال الواحد فيضه ان يجتهد في كمالات العبودية ويتوحد فيها ويتفرد بالصمد فيضه ان يكون مرجعاً للناس بتحصيل الكمالات القادر المقتدر فيضهما ان يقدر على الشهوات النفسانية المقدم الموحى فيضهما ان يقدم نفسه في الطاعات ويوخرها عن المحظورات

الاول الآخر فيضهما ان يكون اول الناس فى الدين وآخرهم فى الدنيا  
الظاهر الباطن فيضهما ان يحلى ظاهره بالشرعية وباطنه بالحقيقة الولي فيضه  
ان ينصر الروح بمقابلة النفس والشيطان ويحكم عليهما المتعالى فيضه ان  
يتعالى على النفس والشيطان البر فيضه ان يحسن الى المخلوق التواب فيضه  
ان يقبل معذرة الناس المنتقم فيضه ان لا يدهن فى الشرع وينتقم من اعداء  
الدين العفو فيضه ان يعفو عن الناس الرؤف فيضه ان يكون بالناس رؤفا  
مالك الملك ذو الجلال والاكرام فيضه ان يملك ملك وجوده ويجل  
نفسه ويكرم عباد الله المقسط فيضه ان يقسط الجامع فيضه ان يجمع فى  
نفسه الكمالات العلمية والعملية الغنى والمغنى فيضهما ان يستغنى عن  
الناس ويغنى اهل الفقر المعطى المانع فيضهما ان يعطى المستحقين ويمنع  
الفساق والظالمين الضار النافع فيضهما ان يضر اعداء الدين وينفع المطيعين  
النور فيضه ان يتور بالايمان والعرفان الهادى فيضه ان يهدى الضالين  
والجاهلين البديع فيضه ان يكون وحيداً فى الكمال ويدع ما ينفع الخلق  
الباقي فيضه ان يعمل ما يبقى نفعه بعد موته ويبقى بالله بعد فئانه فيه الوارث  
فيضه ان يرث الانبياء فى العلوم والمعارف الرشيد فيضه ان يثبت على الرشد  
ويهدى اليه غيره الصبور فيضه ان يصبر فى كل حال وقدتم بحمدالله تعالى  
ههنا بيان التجلى الاسمائى مع التخلق بها + وانه كيف يكون الانسان جامعاً  
لها + فالآن نسمعك انه كيف يكون جامع للاكوان + وله ثلث طرق من  
البيان فالادنى ما ذكره الحكماء المحجوس نظرهم فى هذه الارض والسماء  
+ وهو ان الاجسام فى العالم السفلى قسماً بسائط و مركبات + فالبسائط  
هى العناصر والمركبات ما عداها من الجمادات والنباتات والحيوانات +  
والبسائط محفوظة عند محققهم فى حالة التركيب بالماهيات + فكان كل  
مركب جامعاً للاسطقسات + ثم ادنى درجات التركيب ان تفيض على  
المركب الصورة النوعية الحافظة للتركيب + ولا يكون فيه شئ من النموذ  
والشعور والنطق والفكر والترتيب + ويسمى هذا المركب بالجماد + ففيه  
شيئان البسائط والصورة الحافظة لتركيب المواد + ثم اذا فاضت عليه  
النفس النباتية ويحدث فيه النموذون الشعور + يسمى بالنبات وتجتمع فيه  
ثلاثة امور + البسائط والصورة الحافظة الحامية + والثبات هى النفس النباتية  
امع القوة النامية + ثم اذا فاضت النفس الحيوانية ووجدت فيه الحس  
والحركة + يسمى بالحيوان وفيه امور اربعة البسائط والصورة الحافظة +

والنفس النباتية والنفس الحيوانية الراجعة للخافضة + ثم اذا فاضت عليه  
 النفس الناطقة وجعلت تفكر في الاشياء + سميت بالانسان وفيه خمسة اجزاء  
 + السانط والصورة الحافظة والنفس النباتية + والنفس الحيوانية والنفس  
 الانسانية + وهذا الاجتماع المذكور + على القول سقاء نفس وقت درود  
 جرى كما هو المشهور + فلم يبق جزء من اجزاء العالم العنصري خارجا من  
 الانسان + واما المحررات فوجود غير النفس الناطقة منها فيه لم يتم عليه  
 عندهم برهان + ولما راي بعضهم هذا التقرير غير كاف + احتار واوجها آخر  
 وراوا انه شاف واف + فقالوا ان لانسان اذا علم الترتيب الواقع بين الاجساد  
 وما بين المحررات ارتسم صورة هذا المجموع في ذهنه كما هو من اليديهيات  
 + ولما كان حصول الاشياء بانفسها صحيحا عند اهل الاتقان + وحد العالم  
 كله بهذا النمط في لانسان وهذا التقرير ايضا لا يسمي ولا يعنى من جوع +  
 لتوقفه عن تصور لانسان هذا المجموع + وما اصدق قول القائل

پے استدلالان پوین بود	پے چوین تخت ب تمکین بود
-----------------------	-------------------------

والبان المتوسط لهذه الجامعة ما ذكره الاطفال الطريق الشيخ الاكبر  
 محيي الدين ابن العربي + في الباب السابع والعشرين من كتاب التدبيرات  
 وعبارتها دي + ما في العالم الاعلى من لطيفة الاستواء وهي الحقيقة الكلية  
 المحمدية وملكها الحياة تنظر اليها من الانسان لطيفة روحه القدسي ثم في  
 لعالم لعرش ينظر اليه من الانسان الجسم ثم في العالم الكرسي سجوده  
 ينظر اليه من لانسان النفس بقواها ولما كان ذلك موضع القدمين  
 وكذلك النفس محل الامروالنهى والمدح والذم ثم في العالم البيت  
 المعمور ينظر اليه من الانسان القلب ثم في العالم الملكة ينظر اليه من  
 لانسان ارواحه والمراتب كالمراتب ثم في العالم رحل وملكه ينظر اليهما  
 من الانسان القوة الذاكرة ومؤخر الدماغ ثم في العالم المشتري وملكه ينظر  
 اليهما من لانسان القوة العاقله والياقوح ثم في العالم الاحمر وملكه ينظر  
 اليهما من لانسان القوة العضوية وملكها الكبد ثم في العالم الشمس وملكها  
 ينظر اليهما من لانسان القوة المفكرة ووسط الدماغ ثم في العالم الزهرة  
 وملكها ينظر اليهما من الانسان القوة الوهمية والروح الحيواني ثم في العالم  
 عطارد وملكه ينظر اليهما من الانسان القوة الخيالية ومقدم الدماغ ثم في  
 العالم القمر وملكه ينظر اليهما من الانسان القوة الحسية والحواس واما  
 عالم الاستحالة فمنه الفلك الاثير وروحه الحرارة واليبوسة ينظر اليهما

من الانسان الصفراء وروحه القوة الماضمة ثم فى العالم فلك الهواء وروحه الحرارة والرطوبة وينظر اليهما من الانسان الدم وروحه القوة الجازية ثم فى العالم فلك الماء وروحه البرودة والرطوبة ينظر اليهما من الانسان اللغم وروحه القوة الدافعة ثم فى العالم فلك التراب وروحه البرودة واليبوسة ينظر اليهما من الانسان السوداء وروحها القوة الماسكة + واما الارض فسيح طبقات سوداء وغبراء وحمراء وصفراء وبيضاء وزرقاء وخصراء ينظر اليها من الانسان طبقات الجسم من الجاروالشحمة واللحم والعروق والعصب والعضلات والعظام واما عالم عمارة الامكنة فمنه الروحانيون ينظر اليهم من الانسان القوى التى فيه ثم فى العالم الحيوان ينظر اليه ما يحس من الانسان ثم فى العالم النبات ينظر اليه من الانسان ما يسموهم فى العالم الحماد ينظر اليه من الانسان ما لا يحس واما عالم النسب فمنه العرض وينظر اليه من الانسان اسود وابيض وما اشبه ذلك ثم فى العالم الكيف ينظر اليه من الانسان صحيح وسقيم ثم فى العالم الكم ينظر اليه من الانسان سنة عشر اعوام وطوله خمسة اذرع ثم فى العالم الاين ينظر اليه من الانسان الاصبع موضعه الكف والذراع موضعه المفصل ثم فى العالم الزمان ينظر اليه من الانسان تحرك وجهى وقت تحرك راسى ثم فى العالم الاضافة ينظر اليه من الانسان هذا اعلاه وهذا اسفله ثم فى العالم الموضع ينظر اليه من الانسان قيامه وقعوده واستلقاؤه واضطجاعه وفى العالم الملك ينظر اليه من الانسان لبسه وزينته ثم فى العالم ان يفعل ينظر من الانسان اكله ثم فى العالم ان يفعل ينظر اليه من الانسان ذبح فمات وشرب فروى واكل فشبع ثم فى العالم اختلاف الصور فى الامهات كالفيل والحمار والاسد والصرصر ينظر اليه من الانسان القوة التى يقبل الصور المعنوية من مدموم ومحمود هذا فطن فهو فيل وهذا بليد فهو حمار وهذا شجاع فهو اسد وهذا جبان فهو صرصر فهذه مضاهاة الانسان بالعالم الكبير مستوفى مختصراً انتهى كلامه رضى الله عنه بعبارة اخذته من حاشية عبد الحكيم على تفسير البيضاوى يقول العبد الضعيف وكذلك الآثار والاخلاق والافعال المحموده فى الانسان مثال للجنة + والمدمومة عنها مثال لعقوبة المصيران + وسمى فى الحديث خلق الذكر رياض الجنة وسبحان الله والحمد لله عراس الجنة وسمى فى القران اكل مال اليتيم اكل النار وقال تعالى وان جهنم لمحيطة بالكافرين وقال تعالى واحاطت به خطيته فثبت ان الخطايا هى جهنم والبلايا قال العارف الرومى رحمه الله

چون سجودی یار کوئی مرد گشت	شدوران عالم سجود او بهشت
چونکہ پریداز دهانت حمد حق	مرغ جنت ساختش رب الفلق
حمد و تسبیح نماید مرغ را	بچو نطفه مرغ بادست و هوا
چون زدست رفت ایثار و زکوٰۃ	گشت این دست آنطرف نخل و نیات
آب خیرت آب جوئی خلد شد	جوئی شیر خلد محرت و ود
ذوق طاعت گشت جوئی انبیین	مستی و شوق تو جوئی نمر بین
این سببها آن اثرها را نماند	کس نداند چو نش جائی آن نشاند
این سببها چون فرمان تو بود	چار جو مهم مرترا فرمان نمود
هر طرف خواهی روانش میکنی	آن صفت چون بدچنانش میکنی
چون منی تو که در فرمان تست	نسل تو در امر تو آیند چست
میدود در امر تو فرزند تو	که منم جزوت که کردیش گرو
آن صفت در امر تو بود این جهان	هم در امر تست آن جوها روان
آن درختان مرترا فرمان برند	کان درختان از صفات بابرند
چون بر امر تست اینجا این صفات	پس در امر تست آنجا آن جزات
چون زوستت زخم بر مظلوم رست	آن درختی گشت از ان زقوم رست
چون زخمش آتش تو در دلهازدی	مایه نار جهنم آدمی
آتش اینجا چو آدم سو زبود	انچه ازوس زاد مردافروز بود
آتش تو قصد مردم می کند	نار کزوس زاد بر مردم زند
آن خنهبائی چو مارو کثومت	مارو کثردم گشت و میگردد دست

و وجود الایمانیات و الکفریات بهذا الطريق + هو المراد بقوله تعالی هو الذی خلقکم فسکم کافرومنکم مومن الآیة عند اهل التحقیق + و كذلك الاعضاء الالسانیه + خلقت کما فی بحر الحیوة علی اشکال البروج الفلکیه + و اکثرها علی شکل حروف الهجا و بعضها علی صورة اسم الجلالة + و لرقمت نیک الصور لولا خوف الملامة و الاطالة + وهذا الذی ذکر کان المقصود منه التمثیل + دون لاحاطة و التفصیل + و من تأمل بالامعان + وجد جمیع کائنات

العالم اجمالاً في الانسان + واما الاعلى من طرق البيان + لهذا المطلب  
الجليل الشأن + فيحتاج الى كشف وعيان + ولا يفى به اللسان + ولا الرقم  
بالبنان + نعم يمكن ان يفهم بقدران الانسان لما كان جامعاً للاسماء + كما  
ذكر تفصيلاً متوسطاً في شرح حديث الاحصار + وهذه الاسماء العاليات +  
هي حقائق الكائنات + فكان الانسان لحقائق الاكون جامعاً + والكون كله ظلاً  
له تابعاً + فكان وجود الانسان بهذا الاعتبار بالذات + ووجود الكون بالنسبة  
اليه بالعرض كالفرعيات + فاي جامعية اكمل من كون الانسان اصل  
الاكون + والاكون فرع الانسان فتامل ولا تغفل + قال العارف الرومي -

صوفیئے درباغ از بہر کشاد	صوفیانہ روی برزانو نہاد
پس فرورفت او بخود اندر لغول	شد ملول از صورت خوابش فضول
کزچہ نحسی آخر اندر رزنگر	این درختان بین و آثار خضر
امر حق بشنو کہ گفت است انظر وا	سوئے این آثار رحمت آرو
گفت آثارش دل است ای بوالہوس	آن برون آثار آثار ست و بس
باغ ہاؤ میوہ ہا اندر دل است	عکس لطف او برین آب و گل است

واما الانكشاف الزائد على المذكور + فيحتاج الى الجلاء والنور + كما  
علمه العارف الرومي -

پنبہ اندر گوش حس دون کنید	بند حس از چشم خود بیرون کنید
پنبہ آن گوش سرگوش سرست	تا نگرد داین کر آن باطن کرست
بے حس و بے گوش و بے فکر ت شوید	تا خطاب ارجعی را بشنوید
تا بگفت و گوے پندار اندری	توز گفت خوب کے بوئے بری
سیر بیرونی است فعل و قول ما	سیر باطن ہست بالائے ما
حس خشکی دید کز خشکے بزاد	موسی جان پائے درد ریا نہاد سیر جسم خشک
چونکہ عمر اندر رہ خشکی گذشت	گاہ کوہ و گاہ صحرا گاہ دشت
آب حیوان را کجا خواہی تو یافت	موج دریا را کجا خواہی شکافت
موج خاکی فہم و وہم و فکر ماست	موج آبی صحو سکرست و فناست



تا ازین مستی ازان جای نفور	تا درین فکری ازان سکری تو دور
مدتے خاموش کن بین ہوش دار	گفتگوے ظاہر آمد چون غبار
گر نہ بینی نور حق برمن بخند	چشم بند و لب بہ بند و گوش بند
دمبدم در تو خزان ست و بہار	اے برادر عقل یک دم با خود آر

فاذا رزقت الصفاء من المقتدر الملك + لرایت الكل فیک + کما قیل۔

توز غنچہ کم ند میدہ در دل کشا بچمن در آ	ستمت اگر ہو ست کشد کہ بسیر سر و من در آ
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی	دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار
یہ شیشہ نہیں خالی دیکھ اس میں پری ہوگی	کر غور ذرا دل میں کچھ جلوہ گری ہوگی

فهل علمت ان الانسان اى شىء من العالم + ومن ثم شرفه الله تعالى وكرم +  
قاله تعالى ولقد كرمنا بنى آدم وحملنا هم فى البر والبحر ورزقنا هم من  
الطيبات وفضلنا هم على كثير ممن خلقنا تفصيلا وقال تعالى وصوركم  
فاحسن صوركم وقال تعالى لقد خلقنا الانسان فى احسن تقويم فياحسرة  
عليه اذلم يعرف قدره ولم يتفكر فى من عرف نفسه فقد عرف ربه + نسی  
حقیقہ ولم يتامل + وبقی محبوسا فى العالم الاسفل۔

ہچو این آئینہ نکر وہ چلی	آمد آئینہ جملہ کون ولے
صورت ذوالجلال والافضال	بہ نمودند درو بوجہ کمال
مانع از سر جامع احدی	زانکہ بود این تفرق عددی
شدعیان ذات اور بجملہ صفات	گشت آدم جلای این مرآت
سر ذات و صفات از ولاع	مظہرے گشت کلی و جامع
بر مثال لقیین اول	شد تفصیل کون را جمیل
آخرین نقطہ عین اول شد	بوئے این دائرہ مکمل سد
چہ غم است گرز بیرون مد و شکرنداری	بدر و ن تست مصرے کہ توئی شکر ستارش
تو چہ یوغنی ولیکن سوئے خود نظر نہ داری	شدہ غلام صورت بمثال بت پرستان
بت خویش ہم تو باشی کے گزرنداری	بخدا جمال خود را چو در آئینہ بہ بینی

وها ان التدارك بعد مقلوب + فلينج نفسه من دار الغرور + واليعرف حقيقة نفسه +  
ثم لي شاهد جمال ربه + وليبدل في رضاه مهجته وماله + والافعله سمع ماله + قال  
الله تعالى ومن كان في هذه اعمى فهو في الآخرة اعمى واضل سبيلا + فان قيل اذا  
كان الانسان جامعاً لحقائق الاسماء كما حقق فيما مضى + يلزم ان يتجلى على ابي  
جهل اسم الهادي وكذا على المقبولين اسم المضل وهذا كما ترى + اجيب من هذا  
الاعضال + بان وجود الحقائق لا يستلزم صدور الآثار والافعال + اما ترى ان صفات  
الحق تعالى قديمة بالبرهان + ثم بعض آثارها حادث بالزمان + فيمكن ان يظهر في  
البعض اسم الهادي ويظن اسم المضل مع وجود حقيقة فيه + ولا يعدان يكون قوله  
عليه السلام نعم معي شيطان ولكنه اسلم اشارة الى هذا التوجيه + ويظهر في البعض  
اسم المضل ويخفى اسم الهادي + ولا يظهر اثر منه في النظر البادي + ولو لم يكن  
حقيقة اسم الهادي في ابي جهل وغيره من اهل الطغيان + لما خوطبوا بالايمان +  
واشير الى هذه المرتبة في قوله عليه السلام + كل مولود يولد على الفطرة اى الاسلام  
+ والجواب الآخر ان التجلي له صورتان + مثلاً اذا اراد الحاكم اظهار حكموته فله  
طريقتان + احدهما ان يؤمر احداً على مأمور + وثانيهما ان يتامر على مقهور + بل  
التجلي الاول اكمل من الثاني + كما هو ذوقى ووجدانى + فتجلى الاسماء الجلالية  
على الانبياء والاولياء يكون بالطريق الاول + وكلما كان الاتصاف اتم كان شأنهم  
اكمل + والاكملة المطلقة اعطيتها سيدنا محمد خير البرية + عليه وعلى آله اكمل  
السلام والتحية فان اول مراتب ظهور الحق هي الحقيقة المحمدية + ولنعم ما قيل

يا صاحب الجمال ويا سيد البشر	من وجهك المنير لقد نور القمر
لا يمكن الثناء كما كان حقه	بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

فالانسان الكامل كلى مشكك اكمل افراده هو عليه السلام جامع الجلال  
والجمال ثم على قدر مناسبة اعطى الآخرون الكمال + ومن ثم علم ان تخصيص  
الصوفية الانسان الكامل بالجامعية مع ان هذا الحكم لكل بشر شامل + ميناه هو  
الاتصاف المذكور الذى لا يشارك فيه احد الانسان الكامل + هذا الذى ذكر  
كان بيانا لتجلي اسماء الجلال + على المقبولين في حضرة الكبير المتعال +  
واما تجليها على الكفار فبالمعنى الثانى + اى ضلوا باسم المضل وضاع عمرهم  
الفانى + فارتفع الاشكال + عن تجلى اسماء الجلال + على اهل الجمال واما  
تجلي اسماء الجمال كالهادي مثلاً على ابي جهل واحزابه + فقد فرغنا عن  
جوابه + وجواب آخر انه لا يلزم الهداية في امور المعاد بل يقال ان ذكاءه ودهاءه  
في المعاش كان يتجلى اسم الهاد + وبهذا المعنى عمم الهداية في القرآن لكل

الورى فقال تعالى اعطى كل شىء خلقه ثم هدى + فائدة اعلم ان تجلى  
الاسماء على قسمين اضطرارى يسمى الكتوينى + ولا يترتب عليه الثواب  
والعقاب الدينى فمن تجلت عليه اسماء الجمال + حصل له شىء من الكمال +  
عاجلا كان او فيما لايزال + ومن تجلت عليه اسماء الجلال + اتصف بالنقص  
والزوال + والقسم الثانى الاختيارى ويسمى التشريعى فى الكلام +  
والامروالنهى يتعلقان بهذا المقام + فمن اورد على نفسه التجليات الجمالية  
يسمى مطيعا + ويستحق ثوابا ومقاما رفيعا + ومن ثم ظهرت عظمة الاحكام  
الشرعية + حيث ان كل من عمل بها هو ابو الوقت من الصوفية + فاذا شاء ان  
يتجلى عليه صفة المعبود يصلى ويقوم واذا شاء تجلى اسم الصمدينوى ويصوم  
+ وهذا هو المراد بقوله تعالى فاذكرونى اذكركم ولما كان عشق طالى الجمال  
متزائدا غير زائل + شرع لبقائه وزيادته النوافل + ومن اورد على نفسه الصفات  
القهرية بان باشر ما يوجب غضب الحق تعالى يوم الحساب + يسمى عاصيا  
ويستحق العقاب ومتى غلب الضلال والعصيان + خرج حينئذ عن حقيقة  
الانسان + ولحق بسائر الحيوان + لكن الصورة لا تتغير فى هذه الامة ببركة سيد  
الانس والجان + ومن قبلنا كانوا يمسحون للذل والهوان + نعم يظهر هذه  
الصورة بمناسبة الصفات يوم القيامة كما قاله الثعلبى فى تفسير القرآن + واليه  
الاشارة فى قوله تعالى اولئك كالانعام بل هم اضل الآية وهذا الحكم الشرعى  
الذى هو العصيان + مظهر للاسماء الكثيرة عند اهل العرفان + كما يظهر بالتأمل  
والامعان + ومن عجائب الصنع الالهى ان يرا داحيانا ان يتجلى على عبد صفة  
التواب والرحيم + وانه يتوقف على صدور خطاء صغيرا وعظيما + فيصدر منه  
الخطاء ولو بالتاويل + وقد يطلع العبد على هذه الارادة بالامارة او الدليل +  
كآدم عليه السلام لما قيل له يرحمك الله فى جواب العطاس + استدل به على  
الخطر والياس + وقد لا يطلع فيخطى جاهلا + ويذنب غافلا + ثم اذا صدر منه  
الخطاء تجلى عليه اسم التواب فيتوب + ثم صفة الرحمة فيرحم برفع درجاته  
ومغفرة الذنوب + وهذا هو السرفى زلات الانبياء + ومشاجرات الصحابة  
وخطيات الاولياء + فافهم وكن من البصراء + ولا تخبط خبط عشواء + وقد  
يعكس الامر فيوفق للعبادة ثم تورث عجبا + فيهلك كما وقع لابليس قهرا  
وغضبا + ربنا لاترغ قلوبنا بعد اذهبتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت  
الوهاب + فيا اهل النظر اقصوا من قدرته وحكمة العجب ، كيف اخفى القهر فى  
اللطف واللطف فى الغضب + ثم التلخيص فى ثالث شهر رمضان المبارك  
١٣٢٤ هـ بعد زهاء خمسة عشر سنة من الاصل + ولهذا لفصل حكم الوصل

## الفتوح فيما يتعلق بالروح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد حمد و صلوة جاننا چاہئے کہ روح انسانی کے باب میں ایک قول تو حکماء و صوفیہ مکاشفین کا ہے کہ وہ ایک جوہر مجرد بر بدن ہے اور دوسرا قول اکثر اہل کلام و علماء ظاہر کا ہے کہ وہ ایک جسم لطیف ہے جو تمام بدن میں نفوذ کئے ہوئے ہے اور اسی سے حیات ہے اور تیسرا قول اطباء کا ہے کہ وہ ایک بخار ہے جو غذا سے پیدا ہوتا ہے اور باختلاف محل افعال مختلفہ کا مصدر ہوتا ہے چنانچہ قلب میں اس کے متعلق ابقاء حیات ہے اور اس اعتبار سے وہ روح حیوانی سے مسمیٰ ہے اور کبد میں اس کے متعلق ہضم ہے اور اس اعتبار سے اس کا نام روح طبعی ہے اور دماغ میں اس کے متعلق احساس و ادراک ہے اور اس مرتبہ میں اس کا لقب روح نفسانی ہے پھر خود حکماء و صوفیہ میں باہم یہ اختلاف ہے کہ صوفیاء اس کو حادث قبل حدوث البدن مانتے ہیں اور قدما حکماء اس کو قدیم مانتے ہیں اور متاخرین حکماء اس کو حادث بعد حدوث البدن سمجھتے ہیں اور حکماء اپنی اصطلاح میں اس کو نفس ناطقہ کہتے ہیں اسی طرح قول دوم و سوم میں جو جسم ماننا دونوں میں مشترک ہے لیکن قول دوم میں اکثر نے تو اس جسم کے عنصری و غیر عنصری ہونے سے سلوت کیا ہے اور بعض نے تصریح کر دی ہے کہ وہ جسم عنصری نہیں ہے چنانچہ ہمارے علماء میں سے حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے سورہ الم سجدہ کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے انسان کی جان غیب سے آئی ہے مٹی پانی سے نہیں بنی الخ اور قول سوم میں اس کا جسم عنصری ہونا مصرح ہے کیونکہ بخار مرکب عنصری ہے پس یہ کل مذاہب پانچ ہوئے ایک حکماء متقدمین کا کہ جوہر مجرد قدیم ہے دوسرا حکماء متاخرین کا کہ جوہر مجرد حادث بعد البدن ہے تیسرا صوفیہ مکاشفین کا کہ جوہر مجرد حادث قبل البدن ہے چوتھا علماء متکلمین کا کہ جسم غیر عنصری ہے پانچواں اطباء کا کہ جسم عنصری ہے اور گواہی اور بہت سے

ہیں مگر قابل بحث یہی پانچ ہیں منجملہ ان کے قول اول و دوم کا مبنی محض دلائل عقلیہ ہیں۔ سو اولاً سب ممنوع و مندوش ہیں جیسا کتب کلامیہ میں مبسوط ہے اور ثانیاً مذہب اول اس لئے باطل ہے کہ قدم خود دلیل عقلی سے باطل ہے جس کی تقریر بوجہ شتی ہو سکتی ہے یہاں ایک پراکتفا کیا جاتا ہے تقریر اس کی یہ ہے کہ اگر ارواح یا باصطلاح مشہور نفوس قدیم ہوں تو کسی خاص ایسے مسئلہ عقلیہ یا نقلیہ کے اعتبار سے جس کا علم اس کو بعد تعلق بدن کے اکتساباً حادث ہوا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ قبل تعلق بدن اس روح کو اس مسئلہ کا علم قدیم تھا یا اس کا جہل قدیم تھا یا دونوں حادث تھے اس طرح سے کہ ہر علم سے پہلے جہل تھا اور اس جہل سے پہلے علم شق اول پر جب وہ علم قدیم تھا اور قدیم پر طریان زوال و عدم کا محال ہے تو بعد تعلق بدن کے وہ علم کیسے زائل ہو گیا جس میں اکتساب جدید کی احتیاج ہوئی اور شق ثانی پر جہل قدیم ہے اور قدیم پر طریان زوال کا محال ہے تو اس اکتساب جدید سے وہ جہل کیسے منعدم ہو گیا اور شق ثالث پر جب ہر ہر فرد علم اور جہل سے حادث ہے تو مجموعہ علوم و جہالات بھی حادث ہے کیونکہ اس مجموعہ کے اجزاء یہی افراد ہیں اور حدوث اجزاء مستلزم حدوث مجموع کو ہے جب دونوں مجموعے حادث ہیں اور حادث مسبوق بالعدم ہوتا ہے تو جبکہ دونوں مجموعے معدوم تھے وہ روح اس مسئلہ کے علم اور جہل دونوں سے خالی تھی اور یہ ارتقاع نقیضین ہے اور محال۔ پس قدم ارواح جو مستلزم محال کو ہوا وہ باطل ہے پس حدوث حق ہے پس مذہب اول یقیناً باطل ہوا اور مذہب دوم میں حدوث کا حکم تو صحیح ہے اور اس حدوث کا بعد البدن ہونا فی نفسہ ممکن تھا لیکن وقوع یا عدم وقوع اس کا محتاج دلیل ہے سو وقوع جو مدعا ہے حکماء کا اس پر گو انہوں نے دلیل عقلی قائم کی ہے لیکن اس کے مقدمات محض مندوش ہیں جیسا درایۃ العصمۃ میں مذکور ہے اور عدم وقوع پر گو کوئی عقلی دلیل قائم نہیں لیکن دلیل نقلی اس حدوث بعد البدن

۱- (سمی العلم والجهل نقیضین مجازاً انما هما عدم وملكة سمیا بہما تشبیہا بہما لابن النقیضین کما یستحیل رفعہما مطلقاً کذلک، یستحیل رفع العدم والملکہ عن المحل المقابل الموجود والمحل ہہنا موجود یستحیل رفعہما عنہ فافہم وان شئت قصرت المسافة وقلت ان المروح لو کان قدیما استحال کون شیء من العلوم لحاصلة له حادثاً وقد فرض حادثاً وجہ الملازمة انه لو کان شیء من العلوم الحاصلة له حادثاً لزم کون القدیم محلاً للحادث وهو محال لان محل الحادث حادث کما تقرر فی محلہ ہف ۱۲ منہ)

کے وقوع کا ابطال کرتی ہے چنانچہ حدیث مرفوع میں ہے الارواح جنود مجنونة رواہ البخاری جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حالت میں سب مجتمع تھیں اور ظاہر ہے کہ بعد تعلق بالبدن کے یہ اجتماع جمیع ارواح کا کسی موطن میں اب تک واقع نہیں ہوا پس لامحالہ یہ اجتماع قبل تعلق بالابدان تھا جس سے ثابت ہوا کہ قبل تعلق بالابدان کے موجود ہو چکی تھیں پس حدوث بعد البدن باطل ہوا چنانچہ حاشیہ لمعات میں بھی اس حدیث سے حدوث قبل البدن پر استدلال کیا ہے غرض مذہب اول و ثانی باطل ٹھہرے اب باقی رہ گئے تین مذہب اخیر یعنی تیسرا اور چوتھا اور پانچواں سو تیسرے مذہب کی دلیل کشف ہے جس کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی دلیل شرعی کے مخالف نہ ہو تو صحت کو محتمل ہے ورنہ نہیں اور یہ کشف مخالف نہیں ہے کسی دلیل شرعی کے جیسا عنقریب واضح ہوتا ہے پس محتمل صحیح ہوا اور پانچویں مذہب کی دلیل مشاہدہ ہے جو کہ شرعاً حجت ہے اور اگر وہ کسی دلیل شرعی کے ظاہر مخالف ہو تو دلیل شرعی میں تاویل واجب ہوتی ہے لیکن یہاں یہ مخالفت نہیں ہے جیسا عنقریب نیز واضح ہوتا ہے اور چوتھے مذہب کی دلیل ظاہر نصوص شرعیہ ہیں چنانچہ سورہ سجدہ میں ہے ثم سواہ و نفع فیہ من روحہ اس سے معلوم ہوا کہ روح منفوخ ہے اور منفوخ کا جسم ہونا ضروری ہے لیکن وہ غیر ہے مسویٰ کا اور مسویٰ جسم عنصری ہے پس جسم عنصری کا غیر ہوا اور جسم ہونا منفوخ ہونے سے ابھی ثابت ہوا پس جسم غیر عنصری ہوا اور یہ معنی مغائرت کے ظاہری ہیں ورنہ فی نفسہ احتمال یہ بھی ہے کہ باوجود عنصری ہونے کے مغائرت محض مصداق میں ہو مگر ظاہر ہونا اس کا اس وجہ سے ہے کہ اگر یہ عنصری ہوتا تو تسویہ کا متعلق اس کو بھی ٹھہرانا ظاہر مناسب تھا پس آیت اس مدعا میں ظنی الدلالة ہوئی جو مسئلہ ظنیہ میں دلیل کافی ہے اور سورہ مؤمنون میں بعد علقہ و مضغ و کسوة عظام باللحم کے فرمایا ثم انشاناہ خلقا آخر جس سے مراد یقیناً نفخ روح ہے اور علقہ وغیرہ عنصری ہوگا اور جسم ہونا اور ثابت ہو چکا پس جسم غیر عنصری ہونا ثابت ہو گیا اور نیز دوسری مخلوقات کے بارے میں ارشاد ہوا ہے واللہ خلق کل دابة من ماء اور فرمایا ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین اور فرمایا خلق الجن من مارج من نار اور ملکہ کو حدیث میں مخلوق من النور فرمایا رواہ مسلم پس ان نصوص میں ان مخلوقات کا مادہ

باوجود کسی کے نہ پوچھنے کے بتلایا ہے اور روح کے بارے میں باوجود سوال کئے جانے کے فرمایا قل الروح من امر ربی جس سے عند التامل معلوم ہوتا ہے کہ اگر روح عنصر سے مکون ہوتی تو جواب میں من الہواء یا اس کے مثل فرمادیتے اس سے معلوم ہوا کہ وہ کسی عنصر سے مکون نہیں اور جسم ہونا اوپر ثابت ہو چکا تو اس کا توام کسی ایسے لطیف مادہ سے ہے جس کو من نور بھی نہ فرمادیا اور نیز احادیث میں ہے اذا خرجت روح المؤمن اور انطلقوا بہ الی آخر الاجل اور یعاد روحہ اور ارواح المؤمنین فی طیر خضر تعلق بشجر الجنة وغیر ذلک اور خروج اور انطلاق اور عود اور دخول فی قوالب الطیور یہ سب خواص اجسام سے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ جسم ہے اور غیر عنصری ہونا پہلے ثابت ہو چکا پس جسم غیر عنصری ہوا اگر کہا جائے کہ یہ امور خواص اجسام سے نہیں بلکہ خواص مادہ سے ہیں اور مادی ہونے کو جسم ہونا لازم نہیں ممکن ہے کہ جو ہر فرد ہو جو اب اس کا بعد تسلیم ثبوت جو ہر فرد کے یہ ہے کہ ایک حدیث میں روح کافر کے باب میں آیا ہے فنفق فی جسده رواہ احمد اس سے ظاہراً انقسام معلوم ہوتا ہے پس وہ جو ہر فرد نہ ہوئی اور حدیثوں میں اسی کا نام نفس اور نسہ بھی آیا ہے اور کتاب و سنت میں زیادہ بحث اسی روح سے کی گئی ہے اور قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قليلا سے احکام مذکورہ کے غیر معلوم ہونے کا شبہ نہ کیا جائے کیونکہ مقصود اس سے نفی علم بالکنہ کی ہے اور جو مذکور ہو اس سے علم بالوجہ کا اثبات ہوتا ہے فلا منافاة چنانچہ جواب میں من امر ربی فرمانا اسی بنا پر ہے کہ اس جسم کی حقیقت مبین نہیں ہوئی جو کہ نور سے بھی لطف ہے۔ اب سمجھنا چاہئے کہ جب مذہب رابع کا مدلول نصوص ہونا ثابت ہو اور مذہب ثالث و خامس اس کے معارض ہے تو بظاہر یہ متوہم ہوتا ہے کہ ثالث تو باطل ہوگا اور خامس چونکہ مشاہد ہے اس کی وجہ سے نصوص مذکورہ میں تاویل واجب ہوگی سو تحقیق اس کی یہ ہے کہ تعارض اس وقت ہوتا کہ جب ایک دوسرے کی نفی کرتا اور یہاں ایسا نہیں کیونکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ انسان کے ساتھ تین چیزیں متعلق ہیں اور ایک ایک دلیل نے ایک امر کا اثبات کیا ہے اور اپنی اپنی اصطلاح میں اس کا نام روح رکھا ہے اور اس نے دوسرے سے تعرض نہیں کیا نہ اثباتاً نہ نفیاً تو اس میں کچھ اشکال نہ رہے گا اور چونکہ اکثر محققین کے کلام

سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اس لئے منظون یہ ہے کہ بدن انسانی کے ساتھ تینوں متعلق ہیں اس طرح سے کہ روح بمعنی جو ہر مجرد کا تعلق بدن سے بواسطہ روح بمعنی جسم غیر عنصری کے ہے اور روح بمعنی جسم غیر عنصری کا تعلق بواسطہ روح طبعی بمعنی جسم عنصری کے ہے اول کا فعل بدن میں بواسطہ ثانی کے ہے اور ثانی کا فعل بواسطہ ثالث کے ہے موت کے وقت جب ثالث کا تعلق منقطع ہوتا ہے اور وہ بدن سے نکل جاتی ہے ثانی بھی نکل جاتی ہے اور اس ثانی کے نکلنے سے اول کا فعل اور تصرف بھی مفارق ہو جاتا ہے اور بعد خروج یہ ثالث عناصر میں مل جاتی ہے جیسا کہ اصل میں جزء عناصر ہے اور ثانی عالم برزخ میں باقی رہتی ہے جو کہ ایک مکان ہے جس کا بیان آگے آتا ہے جیسا قبل تعلق بدن بھی وہاں ہی تھی اور اول چونکہ مجرد ہے اس لئے وہ کسی مکان میں نہیں کیونکہ مکان خواص مادہ و مادیات سے ہے اور قبل تعلق بالبدن بھی اسی طرح وہ مکان میں نہ تھی اس لئے اس کو لامکانی کہتے ہیں اور مجازاً یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ لامکان میں رہتی ہے اور صوفیہ نے لطائف کی بحث میں اس کی نسبت اسی معنی کو کہا ہے کہ فوق العرش ہے جس کے معنی یہ نہیں کہ عرش کے اوپر رہتی ہے بلکہ چونکہ عرش منتہی ہے امکانہ ثابتہ بالدلیل کا اور یہ امکانہ سے مجرد ہے اس لئے فوق العرش کنایہ ہے غیر مکانی ہونے سے اور اسی لامکان کا لقب حدیثوں سے علماء بھی معلوم ہوتا ہے چنانچہ اس سوال پر کہ این کان ربنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فی عماء فرمایا اور یہ ظاہر ہے کہ مکان ذات باری تعالیٰ سے منفی ہے پس عماء لامکان ہی کو فرمایا پس معنی جواب کے یہ ہوئے کہ وہ قبل خلق خلق بھی منزہ مکان سے تھا جیسا کہ اب منزہ ہے فہو الآن کما کان پس سوال ہی این سے باعتبار معنی ظاہری کے صحیح نہیں اور یہ معنی نہیں کہ لامکان کسی مکان کا نام ہے جیسا

۱۰ فی القاموس عماہ تعمیة صیرہ اعمی ومعنی البیت اخفاء والعماء الغوایة واللجاج والاعما الجهال جمع اعمی واغفال الارض التي لاعمارة بها والعماء السحاب المرتفع والكثیف او الممطر او الرقیق او الاسود او الابيض اه قلت والقدر المشترك بین الابینة وهو اصل معنی المادہ الستر والخفاء فصیح ارادة اللامکان به وفي اللمعات وروی عمی بالكسر ومعناه لیس معہ شیء ۱۲ منه ۱۳ اور یہ سنا ہے چونکہ فقیہ تھے اس لئے یہ جواب دیا گیا اور ایک جا رہے سے آپ نے خود پوچھا ہے این السر کیونکہ وہ محض عامی تھی۔ ۱۴ منہ



عوام سمجھتے ہیں اور چونکہ محدود ہونا خواص مکان سے ہے اور اس لئے لامکان محدود نہیں ہو سکتا لہذا اس کے غیر محدود ہونے کو ما فوقہ ہوا و ماتحتہ ہواء سے تعبیر فرمایا یہاں ہواء بمعنی خلاء کے ہے جیسا قرآن میں ہے افندتھم ہواء تو یہ لفظ بھی عماء سے متقارب المعنی ہے پس یہ کلام اس قوت میں ہوائی لامکان فوقہ لامکان و تحتہ لامکان لا بمعنی ان اللامکان اسم شی موجود بل بمعنی ان لیس فوقہ مکان ولا تحتہ مکان اور اس کو فوق اور تحت کہنا باعتبار صورت عنوان کے مجازاً ہے جیسا عماء کا ظرف ہونا بھی جو کہ مدلول فی کا ہے ایسا ہی ہے اور باعتبار حقیقت معنوں کے معنی مقصود نفی ہے فوق و تحت کی اور ہر چند کہ اکثر متکلمین نے ممکنات میں مجرد کے پائے جانے سے انکار کیا ہے بلکہ بعض نے قائلین بوجود الحجر کی تکفیر تک کی ہے لیکن انصاف یہ ہے کہ نفس مجرد کے ابطال پر کوئی دلیل نہیں البتہ مجرد کا قدم یہ بیشک باطل ہے عقلاً بھی نقلاً بھی اور مجرد کے ابطال کی دلیل جو انہوں نے بیان کی ہے کہ تجرد اخص صفات باری تعالیٰ سے ہے اس لئے اس میں دوسرا مشارک نہیں ہو سکتا اور اسی بنا پر تکفیر بھی کی ہے خود یہ مقدمہ ممنوع ہے بلکہ ممکن ہے اور واقع میں صحیح بھی ہے کہ اخص صفات صرف و جوب بالذات اور قدم مطلق ہے پس اگر کوئی کسی ایسے مجرد کا قائل ہو جو ممکن اور حادث بمعنی مسبوق بالعدم الواقعی ہو تو اس میں کیا حرج ہے پس معلوم ہوا کہ ان تینوں مذاہب میں تعارض ثابت نہیں اور اگر کوئی حکیم باطیب تعارض کا قائل ہو اگر مدلول نصوص کی نفی کرے تو اس پر واجب ہوگا کہ تعارض یا نفی پر دلیل قائم کرے جس پر قیامت تک بھی قادر نہ ہوگا رہی یہ بات کہ ثواب و عقاب کس روح کو ہوگا قبر میں بھی اور آخرت میں بھی سو روح طیبی تو اوپر معلوم ہو چکا کہ وہ عناصر میں مل گئی اور اس پر عقاب و ثواب گو ممکن ہے مگر کہیں مذکور نہیں اس واسطے قائل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ مورد ثواب و عقاب نہیں کیونکہ ممکن

۱۰۴ وفي اللغات قوله وما تحته هواء كناية من مانه ليس معه شيء لوقيل هو تميم لدفع توهم المكان فان الغمام المتعارف يستحيل وجوده بدون مكان ۱۲ لان الهواء بمعنى اللامكان نفى للمكان وقيد بالفوق والتحت وظاهر ان اللامكان لكونه مفهوما معدم لا يوصف بالفوق والتحت فكان معنى قوله فوقه لامكان انه ليس فوقه مكان بانتفاء القيد والمقيد كليهما  
انه لامكان ولا فوق ۱۲ منه

ہے کہ وہ مستحیل ہو کر پھر غذا بنے پھر اس غذا سے کسی دوسرے متغذی کے بدن میں بخار لطیف پیدا ہو اور اس شخص کے اعمال پہلے شخص کے خلاف ہوں پھر یہ مرجائے تو لازم آئے گا روح واحد کا معذب و متعمم ہونا اور یہ باطل ہے نیز اس روح کا ہمیشہ گھٹنا بڑھنا حرکت سے تحلیل ہونا مشاہدہ سے ثابت ہے اور روح مذکور فی الشرع کا (جس پر عذاب و ثواب کا ذکر آیا ہے) بقا نصوص سے معلوم ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ بخار مورد ہے عذاب نہیں ثواب نیز یہ بخار یہاں ہی رہ جاتا ہے اور روح شرعی کو ملائکہ کالے جانا وارد ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے گو یہ احتمال بعید باقی ہے کہ اس بخار میں کا کوئی ذرہ یا چند ذرات اول سے آخر تک بدن انسانی میں باقی رہتے ہوں اور روح غیر عنصری کے ساتھ ملائکہ اس کو بھی لے جاتے ہوں اور اس وجہ سے یہ ذرات دوسرے بدن میں نہ پہنچ سکتے ہوں لیکن بلا دلیل ہم نہ اس کے معتقد ہوں گے اور نہ اس نفی کو مدلول شرعی قطعی کہیں گے واللہ اعلم البتہ ظاہر یہ ہے کہ یہ مورد نہیں اب دور و حیں باقی رہ گئیں ایک غیر عنصری دوسری مجرد سوایا مظنون ہوتا ہے کہ دونوں مشاب و معاقب ہیں لیکن غیر عنصری کو تو ثواب و عقاب حسی ہوتا ہے اور مجرد کو ثواب و عقاب عقلی ہوتا ہے قبر میں بھی اور آخرت میں بھی اور غالباً اب یعنی دنیا میں بھی کسی راحت و کلفت پہنچنے کے وقت ایسا ہی ہوتا ہے کہ دونوں متالم و متعمم ہوتی ہیں واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

اب رہی یہ بات کہ ان دونوں روحوں کا تالم و تمعمم بواسطہ تعلق بدن کے ہے یا بلا واسطہ سو ممکن تو دونوں امر ہیں لیکن نصوص سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ بعد موت کے اس روح بمعنی جسم غیر عنصری کا تعلق بدن کے ساتھ رہتا ہے اب یہ کہ وہ کونسا بدن ہے آیا یہی بدن دنیوی یا اور کوئی بدن تو اس کی کوئی ایسی تصریح وارد نہیں جس میں احتمال مخالف کا نہ رہے لیکن مظنون یہ ہے کہ وہ دوسرا بدن ہے جیسا حدیثوں میں اجواف طیر خضر وغیرہ آیا ہے اس بدن کو اہل کشف بدن مثالی<sup>۱</sup> کہتے یعنی وہ بدن اسی بدن کی مثل یعنی خاص خاص صفات و کیفیات میں اس کے مشابہ ہے اور بعض حدیثوں سے اس کا زیادہ پتہ لگتا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے

۱۔ اس مثال سے وہ مراد نہیں جو لفظ عالم مثال میں مثال سے مراد ہے جس کی تحقیق کلید مشنوی میں کسی قدر کھسی گئی ہے ۱۲ منہ

کہ آدم علیہ السلام کو ان کے پیدا کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ نے مٹھی کھول کر دکھلائی فاذا فیہا آدم و ذریئہ رواہ الترمذی اور ظاہر ہے کہ آدم علیہ السلام عالم حس میں موجود تھے پھر مٹھی میں کونے آدم تھے اس سے معلوم ہوا کہ اس بدن کے علاوہ کوئی دوسری چیز بھی ہے اور اس دوسری چیز کو آدم کہا جس سے متبادر بدن مع الروح ہے سو بدن تو یقیناً متعدد ہوا رہی روح سو ممکن ہے کہ ایک ہی روح دونوں بدن سے متعلق ہو چنانچہ حدیث معراج سے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کو آپ نے متعدد جگہ دیکھا ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابدان مختلفہ تھے اور ایک روح سب کی مربی تھی اسی وجہ سے دوسرے بدن کو بھی اسی نام سے مسمیٰ کیا گیا رہا یہ کہ ایک روح دو بدن کے ساتھ کس طرح متعلق تھی سو اس کے چند طرق ہو سکتے ہیں ممکن ہے کہ ایک میں ساری و نافذ ہو اور دوسرے میں روحانی قوت سے متصرف ہو اور ممکن ہے کہ دونوں میں روح غیر عنصری کے کچھ کچھ اجزا ہوں اور ان دونوں میں روح مجرد تصرف کرتی ہو کہ کبھی ان کو جمع کر دے کبھی متفرق نیز بعض اولیاء کو ایسے واقعات حیات دنیا میں بھی پیش آئے ہیں پس جب بدن متعدد ہو بدن مثالی کا وجود ثابت ہو گیا اور کیا عجب کہ میثاق کے وقت یہی ابدان ہوں البتہ بعض احادیث میں رد روح الی الارض و عود فی الجسد آیا ہے جس سے اسی بدن دنیوی کے ساتھ تعلق اور بدن مثالی سے عدم تعلق متبادر ہوتا ہے سو ممکن ہے کہ سوال کے وقت وہ روح بدن مثالی کے اندر ہو کر ارض کی طرف بھیجی جاتی ہو اور اس بدن عنصری کے ساتھ اس مجموعہ کو ایک گونہ متعلق کر کے سوال اسی روح و بدن مثالی سے ہوتا ہو مگر یہ تعلق عادیہ کسی حکمت سے اسی وقت شرط ہو جبکہ جسد عنصری باقی ہو اور اگر وہ متفرق و متلاشی ہو گیا ہو تو سوال وغیرہ اسی مجموعہ روح و بدن مثالی سے ہو جاتا ہو خواہ ارض میں یا غیر ارض میں پھر بعد سوال اس روح کا پھر آسمان کی طرف لے جایا جانا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے سب ارواح ملتی ہے کیونکہ آخر ان سے بھی یقیناً کبھی سوال ہوا تھا اور برزخ مؤمنین کا یہی مکان ہے چونکہ آسمان پر ہے مسمیٰ بہ علیین جیسا کہ برزخ کفار کا ارض سفلی میں

ان ویتابد ماقلت بما فی بعض الحواشی علی قولہ فاذا فیہا آدم و ذریئہ امے مثال آدم و  
مثال بنیہ فی عالم ع ۱۲ منہ

ہے مسمی بہ سجنین کما رواہ السیوطی فی شرح الصدور وبشری الکلبی عن روایات كثيرة منها قول کعب جواب السوال ابن عباس اما علیون فالسماة السابعة فیها ارواح المومنین واما سجنین فالارض السابعة السفلی فیها ارواح الکفار احادیث نم کنومة العروس جس سے لظاہر کون الروح فی القبر متوہم ہوتا ہے سو عند التامل اس قول کے فی القبر ہونے سے نوم کافی القبر ہونا لازم نہیں آتا کہ معارض عروج الی علیین کے ہو گو سن وجہ قبر سے بھی تعلق رہتا ہو اور نوم کہ عبارة ہے راحت سے نیز منافی لقاء وکلام کے نہیں اب رہا قصہ آخرت کا سونصوص میں تصریح ہے کہ یہی بدن عنصری زندہ کیا جائے گا چنانچہ ارشاد ہوا ہے کما بدأنا اول خلق نعیدہ ومثلہ فی الاحادیث اور اس بدن کے ساتھ وہ روح بمعنی جسم غیر عنصری تو ضروری ہی متعلق ہوگی لیکن یہ روح عنصری ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی متعلق ہو کیونکہ یہ بھی اجزاء بدن سے ہے پس حشر میں یہ بھی شریک ہوگا اور یہ اشکال کہ اس بدن کو کسی نے کھالیا ہو اور وہ اس کا جزو بدن ہو گیا ہو یا یہ بخارات کسی اور کے جزو بدن ہو گئے ہوں پھر یہ کیسے اعادہ کئے جائیں گے بایں وجہ مدفوع ہے کہ ان میں سے کچھ اجزاء اصل یہ ایسے ہوں کہ وہ اس دستبرد سے محفوظ رہتے ہوں وہ سب اعادہ کئے جائیں رہا روح مجرد کا تعلق سو مظنون یہ ہے کہ قبر اور آخرت دونوں میں وہ مثل تعلق دنیوی کے ہو دلیل ذلک کلام ظاہر قولہ تعالیٰ کما بدأنا اول خلق نعیدہ کیونکہ تشبیہ کا تام ہونا جیسا کہ ظاہراً تشبیہ کا مدلول ہے اسی کو مقتضی ہے پھر جنت و دوزخ میں بھی یہی بدن جائے گا اور اس کے واسطے سے روح کو الم یا لذت ہوگی جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ روح مجرد کو عقاب و ثواب عقلی ہوگا اور روح مادی کو حسی واللہ اعلم۔

تشبیہ: اور جاننا چاہئے کہ ایک روح کا علی سبیل التعاقب بدن عنصری پھر بدن مثالی کے ساتھ متعلق ہونا خواہ وہ بدن برزخ میں رہے جیسا کہ عادت غالبہ اس کے لئے یہی ہے خواہ اس عالم میں بھی کبھی اس کا ظہور ہو جائے یا یہ ظہور روح کا کسی بدن عنصری کے ساتھ ہو جو بعد حصول مقصود فوراً مضمحل و منحل ہو جائے جیسا بعض اولیاء یا شہداء سے منقول ہے اس میں سے کوئی صورت مستلزم تناخ نہیں کیونکہ تناخ کی حقیقت ہے کہ دوسرا بدن جو مثل بدن اول کے ہو ورنہ بقاء و فناء اس کے ساتھ روح اول کا متعلق ہونا بغرض جزا و سزا کے اور یہ قیود یہاں منقود ہیں یہ

تمثل کہلاتا ہے جیسا ملائکہ کو ہوتا ہے جبکہ اس عالم میں نظر آتے ہیں قال اللہ تعالیٰ فتمثل لہما بشرا سو یا اور تناسخ کو عقلاً مساوی الوجود والعدم ہے کیونکہ نہ اس کے وجود پر کوئی عقلی دلیل قائم ہے نہ اس کے امتناع پر لیکن نقلاً منفی ہے لقولہ تعالیٰ قالوا ربنا امتنا اثنتین الخ فلو صح التناسخ لما صح کون الامانة اثنتین والا الاحیاء اثنتین فافہم۔

خلاصہ تمام تر تقریر کا یہ امور ہوئے بعضے قطعاً بعضے ظناً بعضے امرکاناً۔

امراول: مذہب روح کے بارہ میں پانچ ہیں نمبر ۱۔ قول حکماء متقدمین کا کہ جوہر مجرد قدیم ہے نمبر ۲۔ قول حکماء متاخرین کا کہ جوہر مجرد حادث بعد البدن ہے۔ نمبر ۳۔ قول صوفیہ مکاشفین کا کہ جوہر مجرد حادث قبل البدن ہے۔ نمبر ۴۔ قول علماء متکلمین کا کہ جسم غیر عنصری ہے۔ نمبر ۵۔ قول اطباء کا کہ جسم عنصری ہے۔

امردوم: باطل ان مذاہب میں یہ ہیں قول نمبر ۱ قول نمبر ۲۔

امرسوم: حق ان مذاہب میں یہ ہیں قول نمبر ۳ قول نمبر ۴ قول نمبر ۵۔

امرچہارم: اقوال نمبر ۳ و نمبر ۴ و نمبر ۵ میں روح کے جو تین مصداق ہیں تینوں حادث ہیں۔

امرچشم: یہ تینوں بدن انسانی کے متعلق ہیں نمبر ۳ بواسطہ نمبر ۴ کے اور نمبر ۴ بواسطہ نمبر ۵ کے۔

امر ششم: نمبر ۴ و نمبر ۵ جسم اور مکانی ہیں اور نمبر ۳ مجرد اور غیر مکانی ہے۔

امر ہفتم: بعد موت کے نمبر ۵ عناصر میں مل جاتی ہے اور نمبر ۴ برزخ میں رہتی ہے اور

نمبر ۳ بحالہ غیر متمکن ہے۔

امر ہشتم: مثاب و معاقب برزخ میں نمبر ۳ و نمبر ۴ ہیں۔

امر نہم: ان کا تالم و تلذذ برزخ میں بواسطہ بدن مثالی کے ہوتا ہے۔

امردہم: آخرت میں تینوں روحیں نمبر ۳ و نمبر ۴ و نمبر ۵ بدن عنصری سے متعلق ہوں گی۔ واللہ اعلم۔

الحمد للہ کہ تبیض رسالہ ہذا کی ۲۴ محرم ۱۳۲۷ ہجری کو مقام علی گڑھ میں

ختم ہوئی اور تسوید اس کی رسالہ قصد السبیل کے ساتھ ہوئی تھی

اتفاقات وقت سے تبیض میں اس قدر توقف ہوا والخیر فیما وقع۔

کتبہ اشرف علی غنی عنہ

## عرفان حافظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد الحمد والصلوة یہ خاکپائے طالبان خدا و سالکان راہ ہدیٰ مظہر مدعا ہے کہ کتاب لطیف دیوان حافظ کو جو اکثر عوام و خواص میں ایک خاص مقبولیت حاصل ہے ظاہر ہے میرے دل میں خود بھی خیال تھا اور بعض احباب کے اشارہ سے وہ خیال اور زیادہ مؤکد ہو گیا کہ اس کے جو اشعار متضمن تحقیقات یا حالات باطنی میں ان کی مختصر اور سہل طور پر توضیح کر دی جائے اور جو اشعار محض شاعرانہ نکات و لطائف پر مبنی ہیں ان کا حل غرض خاص کی تکمیل و تحصیل میں ذیل نہیں سمجھا گیا الا نادراً لفائدة ما اور چونکہ حافظ قدس سرہ بوجہ صاحب حال ہونے کے ان اشعار خاصہ میں بیشتر حقائق و معارف بیان فرماتے ہیں اس لئے اس مجموعہ پریشان کا نام عرفان حافظ رکھنا زیادہ موزوں معلوم ہوا۔

یہ امر بھی پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ چونکہ دیوان کے اشعار اجزاء غزل ہیں لہذا ان میں باہم ارتباط و تناسب مفہوماً ضروری نہیں فباللہ احوال و ثقہ بہ اقوال۔

### قال الحافظ

الایا ایہا الساقی ادرکنا ساونا ولہا	کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلبا
-------------------------------------	---------------------------------------

ساقی شراب پلانے والا مراد محبوب حقیقی۔ کاس پیالہ شراب مراد جذب عشقی یعنی ادھر متوجہ ہو کر اے محبوب حقیقی دور دیجئے پیالہ (جذب عشقی) کو اور (اس دور میں) وہ پیالہ مجھ کو بھی دے دیجئے یعنی مجھ کو اپنی طرف منجذب کر لیجئے) کیونکہ (راہ) عشق (کا سلوک) اول اول آسان معلوم ہوا تھا (چونکہ اس کے عقبات نہ دیکھی تھیں) لیکن (سلوک کے وقت) بڑی بڑی مشکلیں واقع ہوئیں (جن سے راہ قطع ہونا دشوار ہو گیا سو آپ کے جذب سے یہ سب مشکلیں سہل ہو جائیں گی۔)

## توقف وصول بر جذب

اس شعر میں اس مسئلہ کی تحقیق ہے کہ سلوک محض بلا جذب کے وصول الی المقصود میں کافی نہیں ہوتا۔ اور سلوک اور جذب کے معنی کوئی شخص ہوش اور بیہوشی کے نہ سمجھ جائے بلکہ سلوک کہتے ہیں مقامات یعنی اخلاق باطنہ کی اصلاح کو مع پابندی اعمال ظاہرہ کے اس سے نسبت باطنی کے حاصل ہو جانے کی استعداد اور قابلیت پیدا ہو جاتی ہے لیکن نسبت باطنی کا بالفعل حاصل ہو جانا یہ باختیار سالک نہیں ہے محض فضل الہی پر موقوف ہے پس وہ فیض غیبی و عنایت حق جس سے یہ نسبت حاصل ہو جائے جذب کہلاتا ہے اور اسی نسبت کو وصول الی اللہ بھی کہتے ہیں۔ غرض سلوک اختیاری ہے اور جذب غیر اختیاری خوب سمجھ لو اسی مضمون کو کسی نے اس طرح تعبیر کیا ہے۔

کمی بالذہن خود این راہ چون تاک از برید نہا

نگرد قطع ہرگز جاوہ عشق از دوید نہا

## قال

ز تاب جعد مشکش چہ خون افتاد در دلہا

بوئے نافہ کا خرصا زان طرہ بکشاید

(بوئے امید۔ طرہ کھلے ہوئے بال۔ جعد گندھے ہوئے بال۔ لفظی مدلول یہ ہے کہ) با امید اس نافہ (یعنی خوشبو) کے جس کو آخر (کبھی نہ کبھی تو) باد صبا اس طرہ سے کھولے (اور پھیلائے) گی (اس امید پر) محبوب کے جعد مشکین کے پتچ و تاب کی وجہ سے کیسے کیسے خون قلوب میں پڑ رہے ہیں (اور عشاق ان کو اسی خوشبو کی امید پر کہ وہ بھی ایک گونہ قرب و وصال سے جھیل رہے ہیں)

## قبض و بسط

اور بلسان اشارہ جعد سے مراد واردات سالک کا بند ہونا جس کو قبض کہتے ہیں اور نافہ سے مراد ان واردات کا نازل ہونا جس کو بسط کہتے ہیں اور ان واردات کو مرتبہ قبض میں جعد سے اور مرتبہ بسط میں طرہ سے تعبیر کرنا نہایت لطافت و رعایت شاعرانہ بھی ہے۔ اور صبا سے مراد فیض مرشد ہے جو واسطہ ہے ایصال واردات و برکات الہیہ کا پس اس میں تعلیم ہے اس مسئلہ کی کہ قبض میں سالک کو نا امید و دل شکستہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس میں ہزاروں حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں ایک ظاہر مصلحت جو ہر قبض میں مشترک ہے یہ ہے کہ قبض

سے سالک کو ایک خاص انکسار اور شکستگی اور اپنے کو محض ہیچ اور ناچیز اور ذلیل اور حقیر سمجھنا اور عجب و پندار کمال کا قطعاً نظر اور التفات سے اٹھ جانا یہ امور بلا مجاہدہ حاصل ہو جاتے ہیں سو یہ خود کتنی بڑی دولت ہے اسی لئے بعض محققین کا قول ہے کہ قبض ارفع ہے بسط سے یعنی اس وجہ خاص سے پس اس حالت میں نا امید اور پریشان نہ ہو بلکہ اس پر صبر کرے اور راضی رہے اور امید رکھے کہ جب میرے لئے مصلحت ہوگی بسط ہو جائے گا کہ وہ بھی قرب کی ایک خاص صورت ہے جیسا کہ قبض بھی من وجہ قرب ہے۔ اور نسبت الی الصبا میں اشارہ ہے کہ قبض میں مرشد کی طرف رجوع کرے کیونکہ قبض کے علل و آثار و مصالح و طرق بسط یا اس قبض کا عین بسط یعنی حکمت میں مثل بسط ہونا یہ سب مراتب مرشد سے حل ہوتے ہیں۔ نیز اس سے لازم آ گیا کہ سالک قبض میں اپنی رائے پر ہرگز عمل نہ کرے ورنہ بہت سے کمزوریوں یا معنی ہلاک ہو چکے ہیں۔ قبض کے باب میں یہ مضمون مولانا کے کلام میں زیادہ مصرح ہے۔

چونکہ قبض آیت اے راہ رو	آن صلاح تست آیس دل مشو
چونکہ قبض آمد تو دردے بسط بین	تازہ باش و چین میفکن بر جبین

### قال

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغال گوید	کہ سالک بے خیر نبود ز راہ و رسم منزلہا
-------------------------------------	--

(مے شراب مراد وہ امر مباح جو طریقت کے خلاف معلوم ہو اور قابل احترام ہو باوجود مباح شرعی ہونے کے طریقہ محترم زعنے ہونے کے وصف کے سبب شراب سے تشبیہ دے دی مطلب یہ ہے کہ) می میں سجادہ رنگین کرنا گو سخت امر منکر ہے لیکن اگر تجھ کو پیر مغال (یعنی مرشد) بتلاوے تو عمل کچھ کیونکہ جو شخص راہ چلا ہوا (اور راہ دیکھا ہوا) ہے وہ منازل کے طرق اور آثار سے بے خبر نہیں ہوتا (طریق رستہ اور رسم جو راہ پر نشان بنے ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر راستہ چلتے ہیں)

### اطاعت شیخ در سلوک

اسی طرح اگر مرشد مرشد کو کوئی ایسا امر بتلا دیں جو شرعاً تو جائز تھا لیکن بظاہر طریقت کے خلاف ہونے سے منکر معلوم ہوتا ہے تو سالک کو چاہئے کہ اس کو مضر سلوک نہ سمجھے بلکہ اس



پر عمل کر لے کہ وہ واقع میں مضر نہ ہوگا بلکہ مفید ہوگا کیونکہ شیخ کو اس کے نشیب و فراز کا زیادہ تجربہ ہے۔ تفہیم کے لئے ایک مثال عرض کرتا ہوں مثلاً کسی سالک کو قبض ہو اور شیخ نے اپنی بصیرت و تجربہ سے پہچان لیا کہ تکثیر اشغال اور ضعف و ملال طبیعت کا اس کا سبب ہوا ہے شیخ نے امر فرمایا کہ برائے چندے شغل بالکل چھوڑ دو اور طبیعت کو راحت دو اور احباب میں بیٹھ کر مزاج و مطالبہ سے فرحت حاصل کرو اور اکثر حصہ شب کا سوؤ اور خوب لذیذ کھانے کھاؤ تو بظاہر یہ امور خلاف طریقت معلوم ہوتے ہیں لیکن واقع میں عین طریقت ہیں کیونکہ علت قبض کا اس میں علاج بالضعف ہے کہ ملال اور ضعف کا علاج نشاط و تقویت ہے اس علاج سے بسط ہو جائے گا اور ذکر و شغل اطمینان سے ہوگا تو درحقیقت شیخ نے شغل ترک نہیں کرایا بلکہ شغل کے دوام کا سامان کیا ہے۔ تنبیہ۔ یاد رکھو کہ بھی سجادہ رنگین کن میں تشبیہ المفرد بالمرکب ہے اجزاء مرکب کے جدا جدا مشبہ نہیں۔ اور مغان لغت میں آتش پرستوں کو کہتے ہیں چونکہ اہل فارس اصل میں آتش پرست تھے اس لئے فارسی زبان میں وہی محاورے آئیں گے لیکن مراد محض معنی مجازی ہوں گے اور سالک جو شیخ کو کہہ دیا ہے اس کے معنی آنکھ سلوک میکند نہیں بلکہ آنکھ سلوک کردہ و فارغ شدہ باشد ہیں۔ اور احقر نے جو تفسیر بھی سجادہ رنگین کن کی کی ہے قرینہ اس کا ظاہر ہے کہ جس فن کا یہ مضمون ہے اسی فن کے اعتبار سے جو امر منکر ہو وہ متعین الارادہ ہے معنی لغوی لینا بالکل فن سے خارج ہو جانا ہے خوب سمجھ لو۔ قال

جرس فریاد میدارد کہ بر بندید مہملہا

مراد منزل جانان چہ امن و عیش چون ہر دم

(منزل جانان مقام و حال باطن۔ جرس اثر ارشاد عرفاء اور شوق قلب مراد یہ کہ) مجھ کو کسی مقام یا حال باطنی میں امن و عیش (یعنی استقرار و سکون) کیونکر حاصل ہو جبکہ ہر وقت قلب میں جو عارفین کے (اس) ارشاد کا اثر ہے (کہ سالک کو کہیں توقف نہ کرنا چاہئے) اور شوق قلب بھی تقاضا کرتا ہے کہ ہاں مہمل (کجاوہ) لا دو اور سفر کرو۔

### طلب ترقی در باطن

اس میں تعلیم ہے کہ کسی خاص حالت باطنی پر قناعت نہ کرے بلکہ ہر دم طالب مزید ہو عمل و سعی سے بھی توجہ اور ارادہ سے بھی اور دعا و التجا سے بھی مولانا نے بھی اسی مضمون کو ارشاد فرمایا ہے۔

اے برادر بے نہایت درگہی است	ہر چہ بروے میرسی بروے مایست
شب تاریک ویم موج وگردا بے چنیں ہائل	کجادانند حال ماسکساران ساحلہا

(اس میں بیان ہے حال حیرت کا اور شکایت ہے مع ایک گونہ عذر معترضین اور ملامت گروں کے) یعنی ہماری حالت (حیرت میں) ایسی ہے جیسے اندھیری رات ہو اور موج کا خوف ہو اور ورطہ ہولناک (میں کشتی آگئی) ہو تو ہمارے (اس) حال کی ان لوگوں کو کب خبر ہو سکتی ہے جو ہلکے پھلکے کنارہ پر کھڑے ہیں (جنہوں نے دریا میں قدم بھی نہیں رکھا)

### حالت حیرت

مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب حال کسی عقبہ باطنی میں گرفتار ہو کر حیرت میں پڑ جائے تو اس کے افعال و اقوال پر ناواقف لوگ اعتراض اور ملامت کیا کرتے ہیں مگر یہ اعتراض خود دلیل اس کی ہوتی ہے کہ ان لوگوں پر کبھی ایسی حالت نہیں گزری پس ان کے ناواقف ہونے کا اور بتلائے حیرت کو ایسے اعتراضوں سے دلگیر نہ ہونے کا بتلانا مقصود ہے۔ رہے واقف اور عارف لوگ وہ اس پر رحم کرتے ہیں اور اس کی دستگیری کرتے ہیں۔  
تنبیہ اس میں تشبیہ مرکب بالمرکب ہے۔ قال

ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنای کشید آخر	نہان کے ماند آن رازے کزوسازند مخفلہا
---------------------------------------	--------------------------------------

(خود کامی استعجال وصل) یعنی جلدی کامیاب ہو جانے کے تقاضے کی بدولت میرے کام کا انجام یہ ہوا کہ تمام میں رسوا ہو گیا (کیونکہ اس جلدی میں ہر کسی سے تدبیریں پوچھنے لگا جس میں اظہار راز محبت کرنا پڑا سب کو میرا حال معلوم ہو گیا) اور بھلا ایسا راز کب پوشیدہ رہ سکتا ہے جس کے لئے مجمع کیا جائے (جیسے میں نے مجمع کر لیا)

### ضرر استعجال در حصول مقصود

اس میں یہ بتلادیا کہ سالک کو استعجال اور جلدی ثمرہ حاصل ہو جانے کا تقاضا مضر ہے

کیونکہ ایسا شخص اپنے رہبر پر قناعت و طمانیت نہیں رکھتا بلکہ اہل کی تخصیص بھی نہیں رکھتا ہر کس و ناکس سے چارہ جوئی کرتا ہے اور سب کو اس کا مخفی حال معلوم ہو جاتا ہے اور مخفی حال کا اظہار بجز مرشد کے کسی سے مذموم ہے اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ہر جانی ہونے کی وجہ سے پوری توجہ و شفقت اس شخص پر کسی کو بھی نہیں ہوتی اور شیخ کی عنایت و لطف بھی جاتا رہتا ہے اور مزید برآں یہ کہ جس چیز کو جلدی چاہتا ہے اس کا حصول خارج از اختیار ہوتا ہے اس سے پریشانی اور بڑھتی ہے غرض ظاہر اور باطناً ہر طرح سے برائی ہی برائی ہاتھ آتی ہے پس اس میں اشارہ ہے کہ سالک ہرگز تقاضا اور جلدی نہ مچائے اور غیر مرشد سے اپنا حال نہ کہے۔ قال

مستی ما تعلق من تہوی دع الدنیا و امہلہا

حضور گری خواہی از و غائب مشو حافظ

یعنی اگر تم (محبوب حقیقی کے دربار میں) حضوری (اور قرب و قبول) چاہتے ہو تو اس سے غائب (یعنی دل سے غافل) مت ہو (بلکہ اس کی طرف متوجہ رہو) اور جب ملاقات کرو اپنے محبوب سے (یعنی اس کے طرق لقاء میں کہ عبارت ہے عبادت سے مشغول ہو) تو دنیا کو چھوڑ دیا کرو (یعنی قصد دنیا و مافیہا کی طرف اس وقت التفات مت کیا کرو)

### طریق و شرط نفع ذکر و عبادت

اس میں تعلیم ہے ذکر و عبادت پر دوام کرنے کی اور اس ذکر و عبادت کے نفع کی شرط کی کہ اس وقت قصد غیر اللہ کو متحضر نہ کرے کہ مفوت نفع ہے اور بلا قصد اگر آئے تو اصلاً مضر نہیں اور مکرر ذکر کی طرف متوجہ ہو جانے سے وہ آیا ہوا خیال از خود دفع ہو جاتا ہے قصد دفع کرنے کی ضرورت نہیں اور دفع بھی نہیں ہوتا اور اگر توجہ ذکر سے بھی دفع نہ ہو تو اصلاً پروانہ کرے کیونکہ امر غیر مضر قابل اہتمام نہیں ہوتا ورنہ اس کے درپے ہو جانے سے پھر وہ پورا وبال جان ہو جاتا ہے۔

### غزل۔ قال

آبروی خوبی از چاہ زنخندان شما

ای فروغ ماہ حسن از روی رخشان شما

فروغ و آبرو بمعنی رونق متقارب۔ حسن و خوبی مترادف۔ روی رخشان و چاہ زنخندان عبارت از ذات باعتبار اتصافش بکمالات۔ ماہ حسن باضافۃ مشبہ بہ سوی مشبہ مثل لیلین الما۔

مطلب ظاہر ہے کہ حسن جو مشابہ چاند کے ہے اور خوبصورتی ان کی رونق اے محبوب تمہارے روے رخشان اور چاہ زرخندان کی بدولت ہے یعنی تمہارا رخ اور زرخ حسن کا محتاج نہیں بلکہ خود حسن تمہارے رخ اور زرخ کا محتاج ہے۔

## تحقیق ارتباط بین الذات والصفات

احقر کے ذوق میں یہ شعر اشارہ ہے ایک مسئلہ متعلقہ ذات و صفات کی تحقیق کی طرف اس کی تقریر سے پہلے ایک مقدمہ سمجھ لینا چاہئے وہ یہ کہ ذات و صفات کے درمیان وجہ ارتباط کے باب میں چند اقوال ہیں۔ عینیت محضہ کل میں اور عینیت بعض میں اور غیریت بعض میں۔ اور لا عینیت۔ اور لا غیریت کل میں اور یہی مذہب اخیر منسوب ہے عامہ اہل سنت کی طرف جس کا حاصل یہ ہے کہ صفات کا قیام ذات کے ساتھ اس طور پر ہے کہ وہ زائد علی الذات ہیں لیکن لازم و ممتنع الانفکاک ہیں زیادۃ علی الذات کو لا عینیت سے تعبیر کیا گیا اور لزوم کو اصطلاحاً لا غیریت کہہ دیا گیا اور ظاہر صیغہ واروہ فی النصوص سے زیادہ ہی مفہوم ہوتی ہے اور لزوم خود امر عقلی ہے لہذا مذہب منصور یہی ہے اور صوفیہ کا عین کہہ دینا چونکہ عینی بر اصطلاح ہے اس قول کے منافی نہیں۔ جب یہ مقدمہ سمجھ میں آ گیا تو اب سمجھو کہ اس قول پر ظاہراً ایک اشکال واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ اس قول پر دو امر لازم آتے ہیں ایک یہ کہ صفات محتاج ہوں ذات کی طرف اپنے قیام میں سو اس کا تو کوئی مضائقہ نہیں اور دوسرے یہ کہ ذات محتاج ہو صفات کی طرف اپنے متصف بالکمال ہونے میں مثلاً لولا صفة العلم لما كان الذات عالماً موصوفاً بالکمال العلمی و قس علیہ سائر الکمالات اور احتیاج ذات کی کسی دوسری شے کی طرف محال ہے کیونکہ احتیاج مستلزم ہے امکان و حدوث کو جو کہ واجب میں محال ہے جب قول بزیدۃ الصفات مستلزم ہوئی احتیاج ذات الی غیرہا کو اور مستلزم محال کو محال ہے پس قول بالزیدۃ محال ہے اس اشکال کا بعض اکابر نے یہ جواب دیا ہے کہ مطلق احتیاج کا استحالہ غیر مسلم ہے البتہ احتیاج الذات الی غیر صفاتہا محال ہے سو وہ لازم نہیں آیا اور جو لازم آیا وہ محال نہیں لیکن اس سے اقرب اور اصوب جواب وہ ہے جس

کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ ہم اسی کو نہیں مانتے کہ اس سے ذات میں احتیاج لازم آتی ہے جیسا کہ تقریر مطلب میں لکھا گیا ہے کہ تمہارا رخ اور زرخ (یعنی ذات) حسن کا (یعنی صفات کا) محتاج نہیں بلکہ خود حسن تمہارے رخ اور زرخ کا محتاج ہے یعنی صفات کو تو ذات کی طرف اپنے قیام میں احتیاج ہے لیکن ذات کو صفات کی طرف احتیاج نہیں اور اس کی دلیل میں یہ کہنا کہ لولا صفة العلم الخ سو اس سے احتیاج لازم نہیں آتی کیونکہ احتیاج کے لئے تقدم محتاج الیہ کا لازم ہے اور یہاں تحقق صفت علم کا تقدم اتصاف بالکمال العلمی پر غیر مسلم ہے کیونکہ تقدم و تاخر کے لئے متقدم و متاخر کا متغائر بالمفہوم ہونا لازم ہے اور یہاں تغائر نہیں ہے کیونکہ تحقق صفة علم خود اتصاف بالکمال العلمی ہی ہے جیسا کہ بدیہی ہے پس دونوں عین ہوئے اور عینیت کے بعد تقدم کے قائل ہونے سے تقدم الشیء علی نفسه لازم آئے گا جو کہ محال ہے پس تقدم تحقق صفة علم کا اتصاف بالکمال العلمی پر محال ہوا جو بناء تھی احتیاج کی پس احتیاج لازم نہ آئی وہو المطلوب بلکہ خود یہ کہنا لولا صفة العلم الخ اگر بناء علی الاطلاق العرفی توسعاً و تاویلاً ہے تو اصطلاح میں مناقشہ نہیں اور اگر تحقیقاً ہے تو غلط ہے کیونکہ ایک شے اور اس کے عین میں لولاء لا متنع کا حکم باطل ہے بخلاف کمالات ممکنات کے کہ وہاں گو احتیاج کی حقیقت یہ نہیں ہے لیکن خود اصل صفات ان کی استفاد ہیں غیر سے اور حق تعالیٰ کی صفات میں یہ احتمال ہی نہیں اور اگر اس اطلاق عرفی ہی کے مرتبہ میں صحت حکم کو احتیاج کہا جائے تو اس اصطلاح میں کوئی ضرر و مخدور لازم نہیں آتا مقصود تو نفی کرنا ہے احتیاج کی حقیقت میں اور نفی حقیقتاً اور اثبات اصطلاحاً میں کوئی تعارض نہیں۔ اور بعض اکابر کے جواب مذکور کو اگر اسی جواب کی طرف محلل و مفصل کیا جائے تو بعد تو جیہ ممکن ہے۔ نکتہ ماہ کے مقابلہ میں رخشان جو اکثر خورشید میں مستعمل ہوتا ہے اور چاہ کے مقابلہ میں آپ لانے میں لطافت شعری ظاہر ہے۔ التماس چونکہ مضمون ہی مشکل تھا اس لئے میں اس کو آسان نہ کر سکا۔ قال

باز گرد دیا برآید چست فرمان شما

عزم دیدار تو دارد جان برب آمدہ

اے محبوب یہ عاشق تیرے دیدار کا عزم رکھتا ہے اور (اس اشتیاق میں) لبوں تک جان آچکی ہے سواب کہو تمہارا کیا حکم ہے وہ جان واپس ہو جائے یا نکل آئے یعنی واپس ہونے میں تو اور چند روز مصیبت کے بھگتتے پڑیں گے اور نکل جانے میں اس سے نجات ہو جائے گی سو جس میں تمہاری رضا ہو اس پر راضی ہوں۔

## حکمت عروج و نزول سالک

اور بلسان اشارۃ اس کی شرح یہ ہے کہ جان برب آمدن کنایہ ہے فنا سے جو آخر سلوک میں پیش آتا ہے اور منتہاء عروج ہے اور دیدار عبارت ہے مشاہدہ تجلیات مشکوفہ طریق سے اور بازگرد سے مراد ہے حصول بقاء بعد الفناء جو منتہا نزول ہے اور برآید سے مراد ہے ترقی احوال فنا کی اور انشاء استفہامی بمعنی اخبار ہے پس مقصود مقام یہ مسئلہ بتانا ہے کہ سالک جب مراتب سلوک میں عروج کرتا ہو مرتبہ فنا تک پہنچتا ہے اور ہر مرتبہ میں تجلیات اسمائی و صفائی کا انکشاف و مشاہدہ غلبہ کے ساتھ ہوتا ہے جو اصطلاح میں عروج کہلاتا ہے تو غایت سکر سے متمنی ترقی احوال فنا کا ہوتا ہے لیکن محبوب حقیقی کا معاملہ اس مرتبہ کے بعد ہر سالک کے ساتھ جداگانہ ہوتا ہے بعض کو تو حسب تمنا ان کے ان ہی احوال فنا میں ترقی ہوتی رہتی ہے اور ان کو مستغرق کر دیتے ہیں اور ان لوگوں سے آئندہ سلسلہ افاضہ کا جاری نہیں ہوتا اور بعض کو اس سکر و فنا سے افاقہ بخشتے ہیں اور یہ بقاء و نزول کہلاتا ہے اور ایسے لوگ مسند ارشاد پر متمکن ہو کر خلق اللہ کو فیض پہنچاتے ہیں اور وہ تجلیات اسمائی و صفائی ان سے بھی منقطع و مختفی نہیں ہوتیں بلکہ ان کی معرفت ان اہل فنا سے اقوی ہوتی ہے لیکن یہ حضرات ان تجلیات میں مغلوب نہیں ہوتے اور چونکہ اشتیاق ان کا مقتضی ہوتا ہے تہجد توجہ الی الحق کو اور شان ارشاد کے لوازم سے ہے توجہ الی الخلق بھی گوان کے لئے یہ توجہ اس توجہ سے مانع نہیں بلکہ معین بلکہ عین ہے لیکن تاہم تہجد تو نہیں لہذا ایک گونہ کلفت برداشت کرنا پڑتی ہے جس کو تقریر ترجمہ میں مصیبت بھگتتے سے تعبیر کیا گیا ہے پس حافظ گو یہ بات بتانا مقصود ہے کہ اس عروج و نزول کا مدار سالک کی تمنا پر نہیں ہے بلکہ مرضی حق پر ہے کما قال ایضاً

درکار گلاب و گل حکم ازلی این بود	کان شاہد بازاری وین پرده نشین باشد
----------------------------------	------------------------------------

اور جاننا چاہئے کہ فنا کی کئی قسمیں ہیں یہاں فنا علمی مراد ہے جس میں فانی واقع میں منفی الوجود نہیں ہوتا البتہ غیر ملتفت الیہ بحسب العلم ہو جاتا ہے اور بقاء اسی کا مقابلہ ہے یعنی ملتفت الیہ بحسب العلم ہو جانا۔ اور مشاہدہ سے مراد رویت نہیں بلکہ غلبہ استحضار علمی مراد ہے۔ قال

کے دہ دست این غرض یارب کہ ہمدستان شوند	خاطر مجموع ما زلف پریشان شما
--	------------------------------

ہمدستان موافق۔ مطلب یہ کہ خدا جانے یہ مقصود کب حاصل ہوگا کہ تمہارے زلف پریشان کا وصال اس طرح حاصل ہو کہ ہمارے دل کو اس وقت جمعیت نصیب ہو (یعنی اطمینان خاطر سے وصال میسر ہو اور مجموع اور پریشان کے تقابل میں جو لطافت شاعری ہے ظاہر ہے۔

### حجاب نبودن خلق منتہی را از حق

اور بلسان اشارت زلف سے مراد عالم کثرت وجہ تشبیہ چار امر ہیں اول زلف میں بھی بالوں کی کثرت ہوتی ہے۔ دوم زلف سا تر ہوتی ہے روئے محبوب کی اسی طرح عالم کثرت حجاب ہے مشاہدہ وحدت سے۔ سوم زلف مظہر جمال محبوب ہوتی ہے اور عین محبوب نہیں اسی طرح عالم کثرت مظہر صفات الہیہ ہے اور عین ذات و صفات نہیں۔ چہارم زلف محبوب سیاہ ہوتی ہے اسی طرح عالم کثرت بہ نسبت انوار الہیہ کے مظلم ہے اور وجہ دوم و سوم میں ظاہر تعارض کا تو ہم نہ کیا جائے کہ سا تر ہونا اور مظہر ہونا کیسے جمع ہو سکتا ہے۔ دفع اس تو ہم کا یہ ہے کہ سا تر ہونا باعتبار مجویین کے ہے اور مظہر ہونا باعتبار عارفین کے یا عارف ہی کے حق میں سا تر بھی ہے اور مظہر بھی سا تر تو ذات ہے اور مظہر صفات کا پس بعنوان آرزو اس میں یہ مسئلہ بتانا منظور ہے کہ سالک کو بالخصوص منتہی کو جو توجہ عالم کثرت کی طرف ہوتی ہے اس کی توجہ اور عوام کی توجہ میں فرق ہے وہ یہ کہ عوام کی نظر میں تو وہ محدثات کثیرہ ہی خود مقصود ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے ہمیشہ پریشان رہتے ہیں کیونکہ اکثر حصول میں کہ وہ بھی غیر اختیاری ہے باہم متزاحم ہوتے ہیں بخلاف خواص کے کہ ان کو ان محدثات کثیرہ سے بھی مقصود توجہ الی الحق ہوتی ہے اور اس کثرت کو وہ آئینہ مشاہدہ وحدت سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو ہمیشہ جمعیت رہتی

ہے کیونکہ علاوہ اس توجہ مقصود کی اختیاریت کے خود اس توجہ میں کوئی جزو عالم مزاحم نہیں ہو سکتا بلکہ مرأت و معین ہے اور چونکہ اس توجہ میں عالم کثرت کا واسطہ ہونا متضمن ہوتا ہے بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کو اس لئے اس کو توجہ مذکور کا مرآة بنایا جاتا ہے۔ پس حاصل کلام یہ ہوا کہ عالم کثرت کی طرف مطلقاً توجہ کرنے کی مذموم مت سمجھو بلکہ جب یہ توجہ جمعیت قلب کے ساتھ ہو جو فرغ ہے ملاحظہ وحدت کی تو مضر نہیں پس تمنا کے طور پر کہتے ہیں کہ یا اللہ وہ کونسا وقت ہوگا کہ عالم کثرت کی طرف جو مجھ کو پریشانی کے ساتھ اور من حیث الکثرة توجہ ہے وہ زائل ہو جائے اور اگر توجہ رہے تو جمعیت خاطر اور ملاحظہ وحدت کے ساتھ ہو اور محط فائدہ یہی قید ہے پس اگر مصلحت الہیہ اصلاً عدم توجہ الی الخلق کو مقتضی ہو تو یہ آرزو اس کی نافی نہیں کیونکہ نفس توجہ الی الخلق محط فائدہ نہیں بلکہ قید ملاحظہ وحدت بر تقدیر توجہ <sup>مطمئن</sup> قصد ہے واللہ اعلم۔ قال

کس بدور زگست طرفے نہ بست از عافیت	بہ کہ بفروشند مستوری بمستان شما
-----------------------------------	---------------------------------

دور نوبت زگس چشم و چہنیں مستان اے چشمان مست۔ طرف بستن حاصل نمودن بفروشند حوالہ کنند۔ مستوری گوشہ نشینی متقارب عافیت۔ مطلب یہ کہ اے محبوب تمہارے چشمان مست کے دورے اور زمانہ میں کوئی شخص آج تک عافیت حاصل نہیں کر سکا (کیونکہ سب اس سے گھائل اور زخمی رہے اس لئے) بہتر یہی ہے کہ عشاق اپنی عافیت (کی فکر جانے دیں اور اس کو) تمہارے چشمان مست کے حوالہ کر دیں (کہ وہ چشمان مست جو تصرف ان کے بارے میں کریں اس پر راضی رہیں اور اس کو تسلیم کریں)

### منع طلب سالک حالت خاصہ را

اس میں تعلیم ہے سالک کو کہ طریق سلوک میں اپنے لئے کسی خاص حالت کو جو اس کے مذاق کے موافق ہو اور اس میں اپنی منفعت بالذت سمجھتا ہو مثل شوق یا انس یا وجد یا اور کوئی تجلی خاص ہرگز تجویز نہ کرے اور اسماء متقابلہ کی تجلیات سے جو اس کی حالت میں تلوین ہو کہ بعض اس میں سے اس کی مراد اور مذاق کے خلاف بھی ہے اس سے دل تنگ نہ ہو کیونکہ مقصود اس سب سے اس کی تربیت ہوتی ہے اور تربیت کا طریق خود مرئی زیادہ جانتا ہے



پس حافظ اس تجویز مراد کی لم بتلا کر اس کی اصلاح کرتے ہیں یعنی اصل سبب اس تجویز کا طلب عافیت اور راحت ہے جس میں نفس کا ایک کید خفی ہے کہ طلب حق میں بھی اپنے مرغوبات و مشتیات کو نہیں چھوڑتا اور مشقت سے بھاگتا ہے اس لئے سالک کو چاہئے کہ سمجھ لے کہ عافیت کہ مقضائے نفس ہے طریق میں مطلوب نہیں بلکہ باقتضائے حکمت الہیہ حاصل بھی نہیں ہوا کرتی اس لئے اپنے کو ان تجلیات و واردات کے تابع کر دینا چاہئے حتیٰ کہ جس حالت پر قرار دینا حسب استعداد طالب مرضی محبوب ہوگا اس پر تمکین عطا فرمائیں گے۔

چونکے برمیخت بہ بندوبستہ باش

چونکے برمیخت بہ بندوبستہ باش

### قال

ز انکہ زد بر دیدہ آ بے روے رخشان شما

بخت خواب آلود ما بیدار خواهد شد مگر

(یعنی اب امید ہے کہ) شاید ہمارا بخت خفتہ (جس سے ہم فراق میں مبتلا ہیں) بیدار ہو جائے (اور ہم کو وصال میسر ہو جائے) کیونکہ تمہارے روے رخشان نے اب (ہماری) آنکھوں پر پانی کا چھینٹا دیا ہے (یعنی تمہارے روے رخشان کی شعاع حسن کو دیکھ کر آنکھوں سے پانی بہنے لگا جیسا آفتاب کی طرف نظر کرنے سے واقع ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ سوتے کی آنکھوں پر پانی چھڑکنے سے وہ جاگ اٹھتا ہے یہ کنایہ ہے رونے سے کہ اکثر محبوب کو اس سے رحم آجاتا ہے رعایت شاعرانہ سے اس عنوان خاص سے تعبیر کیا)

ف۔ بلسان اشارت تعلیم ہے اس مسئلہ کی جب طالب کی بیقراری اور گریہ و زاری بڑھتی ہے تو محبوب حقیقی کا فضل اس کے حال پر متوجہ ہوتا ہے۔

تانہ گرید طفل کے جو شد لبین

تانہ گرید ابر کے خند دچمن

اور وجہ اس بیقراری کی تنگی اور حیرت ہوتی ہے اور یہ علامات کامیابی سے ہے لہذا تنگی کو گران نہ سمجھے اپنے کام میں لگا رہے اور جب یہ کیفیت پیش آئے امید کو قوی کرے۔ قال

بوکہ بوے بشنویم از خاک بتان شما

با صبا ہمراہ بفرست از رخت گلدستہ

یعنی اپنے رخ سے ایک گلدستہ باد صبا کے ہمراہ بھیج دیجئے تاکہ ہم آپ کے خاک

بوستان کی ایک خوشبو سونگھ لیں ف صبا سے مراد ذکر و شغل بوجہ واسطہ فیض ہونے کے۔ گلدستہ سے مراد فیوض غیبیہ جو قلب پر وارد ہوتے ہیں۔ بوستان سے مراد ذات و صفات۔ حاصل مضمون یہ کہ اے محبوب ذکر و شغل کے واسطہ سے فیوض غیبیہ قلب پر نازل فرمائے تاکہ قدرے ذات و صفات کی معرفت نصیب ہو جس سے آگے اور طلب اور شوق میں زیادتی ہو۔ اشارہ ہے واردات غیبیہ کی حکمت کی طرف کہ اس سے ذوق و شوق بڑھتا ہے تو وہ ثمرہ اصلی ذکر و شغل کا نہیں بلکہ طریقہ تربیت کا ہے جس سے طالب کو آسانی ہوتی ہے سو اگر یہ واردات قلب پر نہ آئیں تو اصلی ثمرہ سے کہ وہ رضاء و قرب ہے اپنے کو محروم نہ سمجھنا چاہئے اور ہمت سے کام میں لگا رہنا چاہئے بلکہ بعض اوقات واردات کے منکشف نہ ہونے سے یا بعد انکشاف کے بند ہو جانے سے قلب میں ضیق ہوتا ہے اور یہی ضیق سبب توجہ رحمت کا ہو جاتا ہے جیسا اوپر کے شعر میں مذکور ہوا۔ غرض بسط میں بھی حکمت ہے اور قبض میں بھی مصلحت ہے۔ قال

دل خرابی میکند دلدار را آگہ کنید	ز بہارای دوستان جان من و جان شما
----------------------------------	----------------------------------

یعنی (میرا) دل خرابی کر رہا ہے (کسی طرح درست نہیں ہوتا) دلدار کو آگاہ کر دو (کہ مجھ پر عنایت کرے) ضرور اے دوستو (ایسا کرو) میری جان اور تمہاری جان تو ایک ہی ہے (میرے ساتھ ہمدردی کرنا چاہئے)

ف: بلسان اشارت تعلیم ہے اس امر کی کہ مجاہدہ و ریاضت حصول مقصود کی علت تامہ نہیں بعض اوقات اس سے کشود کار نہیں ہوتا اس وقت اہل اللہ کی دعا سے استعانت کرنا چاہئے کہ وہ حق تعالیٰ سے عرض کریں جس سے باطن کی درستی ہو پس دلدار کو آگاہ کرنا مجازاً کنایہ ہے حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کرنے سے اگرچہ وہ پہلے سے بھی آگاہ ہیں اور جان من و جان شما میں اثبات ہے اتحاد کا طالبان حق کے درمیان میں کہ ان میں طالبان دنیا کی طرح تنازع نہیں ہوتا۔ اور اس جملہ اخیرہ کی ترکیب یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پس میری جان ہے اور تمہاری جان ہے یعنی اب میں ہوں اور تم ہو میں تم کو چھوڑوں گا نہیں۔ قال

عمرتان بادا درازای ساقیان بزم جم	گرچہ جام مانشد پرے بدوران شما
----------------------------------	-------------------------------

یعنی اے بزم جم کے ساقیو تم تادیر سلامت رہو اگرچہ تمہارے دور میں ہمارا جام

شراب سے نہیں ہوا (اور ہم کو شراب نہیں ملی) ف یہ تمہہ ہے ماسبق کا اور اشارہ ہے اس طرف کہ بستگی مقصود کے وقت جب اہل اللہ سے استعانت اور طلب ہمت کی جائے اور اس کے بعد بھی دیر ہو تو ان سے بداعتقاد نہ ہو اور ان کے کمال سے بدگمان نہ ہو ان سے ویسی ہی محبت اور عقیدت رکھے اول تو اس وجہ سے کہ وہ محبوبان حق ہیں دوسرے اس لئے کہ ان سے دوسروں کو نفع ہو رہا ہے۔ تیسرے تحقیق یہ ہے کہ اس کو بھی نفع ہوا ہے گو سر دست محسوس نہیں ہوا جیسا کسی کو ایک قیمتی جوہر مل جائے مگر اس کی ماہیت سے بے خبر ہو تو باوجود حصول کے محرومی کا گمان کرتا ہے بعد چندے خود یا کسی کامل کی تنبیہ سے اطلاع ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے۔ قال

اے صبا باسا کنان شہر یزد از ما بگو	کائے سرحق ناشناسان گوی میدان شما
گرچہ دوریم از بساط قرب ہمت دور نیست	بندۂ شاہ شائیم و ثنا خوان شما

شعر ثانی کے مصرع اولیٰ میں ہمت بخذف مضاف مبتدا ہے یعنی ہمت ما دور نیست اور پورا شعر ثانی جواب ہے ندا کا۔ مطلب یہ کہ اے صبا شہر یزد کے رہنے والوں سے ہماری طرف سے یوں کہنا کہ اے بزرگو جن کی شان یہ ہے کہ ناحق شناس مخالف لوگوں کا سر تمہارے میدان میں گیند کی طرح خدا کرے ہمیشہ مارا مارا پھرا کرے (یعنی فشر کما لخر کما فداء) اور وہ بات کہنے کی یہ ہے کہ ہم اگرچہ آپ لوگوں کے بساط قرب ظاہری سے دور و مہجور ہیں لیکن ہماری ہمت یعنی توجہ تام دور نہیں ہے (بلکہ سراسر دل آپ ہی کی طرف مصروف ہے اور ہم آپ کے بادشاہ (یعنی حق تعالیٰ) کے غلام ہیں اور آپ لوگوں کے بھی ثنا خوان ہیں ف اس میں بھی مثل سابق کے خطاب ہے اہل اللہ کو اور اشارہ ہے دو مسئلوں کی طرف اول یہ کہ اولیاء اللہ سے اگرچہ ظاہر میں دور ہو لیکن غیبت میں بھی ان سے محبت و عقیدت کامل رکھے اور ان کے اقوال و افعال کا خیال رکھے تاکہ اتباع کی توفیق ہو۔ و یمكن حملہ علی مسئلہ تصور الشیخ للخواص بشرائط اللعوام فانہ کما قیل۔

در حق او نور دور حق تو نار	در حق او درد حق تو خار
----------------------------	------------------------

دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ کے احسان ماننے کے بعد ان حضرات کا بھی احسان مانے اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے من لم یشکر الناس لم لیشکر اللہ۔ اور ان دونوں

مسئلوں میں یہ امر قابل سمجھنے کے ہے کہ مقبولین کے ساتھ محبت اور ان کا ممنون ہونا منافی کمال توحید و اخلاص کے نہیں کیونکہ توحید و اخلاص جس کا حق ہے یہ اسی کے امر سے ہے اور اسی کے واسطے ہے اور اسی کی توحید کی تکمیل کے لئے ہے کیونکہ تعلیم اس کی ان ہی حضرات کے وساطت سے ہے بخلاف قول اہل شرک کے مانعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی کیونکہ عبادات حق میں عبادت غیر کے واسطے کی تو حاجت نہیں پس وہ اشراک ہے اور تعلیم غیر کی حاجت ہے پس وہ آلہ ادراک ہے فافہم۔ قال

دوردار از خاک و خون دامن چو بر ما بگذری	کاندرین رہ گشتہ بسیارند قربان شما
---	-----------------------------------

یعنی اے محبوب جب تمہارا ہم پر گزر ہو تو اپنا دامن (ہمارے) خاک و خون سے بچانا (کبھی آلودہ نہ ہو جائے) کیونکہ اس راہ میں بہت لوگ تم پر قربان ہو چکے ہیں (اور خاک و خون میں آغشته ہو رہے ہیں اپنا دامن سب سے دور رکھنا چاہئے۔

### عدم مواخذہ براہل شکر

بلسان اشارت خاک و خون سے مراد وہ امور ہیں جو غلبہٴ حالت سکر و فنا میں خلاف ظاہر شرع صادر ہو جاتے ہیں کہ باوجودیکہ ان میں عذر مسموع ہے لیکن فی نفسہ تو ان میں آلودگی و نقصان ہے اس لئے خاک و خون سے تشبیہ دی گئی اور دامن سے مراد نظر و التفات ہے مطلب یہ کہ ایسے امور پر نظر نہ فرمائیے بلکہ ان کو معاف کر دیجئے کیونکہ اوروں پر بھی ایسے حالت گزری ہے اور ان کے ساتھ معاملہ عفو کا کیا گیا ہے مجھ کو بھی امید ہے۔ خطاب کے پیرایہ میں یہ مسئلہ بتلانا منظور ہے کہ مغلوب الحال کی لغزشیں معاف ہوتی ہیں جیسا کہ مجنون شرعاً غیر مکلف ہے پس اہل ظاہر کو ان پر اعتراض کرنے میں مبادرہ نہ چاہئے۔ قال

ای شہنشاہ بلند اختر خدا را ہمتے	تا بوسم ہچو گردون خاک ایوان شما
---------------------------------	---------------------------------

یعنی اے بادشاہ بلند اقبال خدا کے لئے ایک توجہ فرمائیے تاکہ (اس کی برکت سے) آپ کے ایوان کی خاک کو بوسہ دوں جس طرح آسمان اس کو بوسہ دیتا ہے ف شہنشاہ سے مراد یا محبوب حقیقی ہے اور بلند اختر مجازاً بمعنی عالی صفات لے لیا اور خدا را میں وضع مظہر موضع مضمر ہے یعنی برای خود۔ اور یا مراد مرشد ہے مجموعہ ہر دو توجیہ کا حاصل یہ تعلیم ہے کہ

مجاہدہ محضہ وصول الی المطلوب کے لئے کافی نہیں بلکہ عنایت حق و توجہ اہل اللہ اس میں زیادہ موثر و ذخیل ہے سو مجاہدہ پر مغرور نہ ہو۔

بے عنایات حق و خاصان حق	گر ملک باشد یہ ہستش ورق
-------------------------	-------------------------

### قال

میکند حافظ دعائے بشنو و آمین بگو	روزی مابا د لعل شکر افشان شما
----------------------------------	-------------------------------

یعنی حافظ ایک دعا کرتا ہے تم آمین کہنا وہ دعایہ ہے کہ خدا کرے ہم کو تمہارا لب شکر افشان نصیب ہو ف خطاب ہے مطلوب حقیقی کی طرف اور آمین کہنا کہ کلمہ استجابت ہے کنایہ ہے استجابت سے مطلب یہ کہ آپ کا وصل میری تمنا و دعا ہے آپ اس کو مستجاب فرمائیں۔ اس میں بھی تعلیم ہے کہ اپنے مجاہدہ پر مغرور نہ ہو بلکہ جناب باری تعالیٰ سے التجا و تضرع کرتا رہے فقط۔ غزل۔ قال

دل میرودز دستم صاحبان خدا را	دردا کہ راز پنهان خواهد شد آشکارا
------------------------------	-----------------------------------

یعنی میرے ہاتھ سے دل نکلا جاتا ہے اے صاحب لو خدا کے واسطے (سنجالو) ہائے افسوس کہ (اب راز نہانی (دل کا) ظاہر ہو جائے گا) حالانکہ اس کا پوشیدہ کرنا مصلحت ہے) ف: اس میں اشارہ ہے کہ احوال باطنی کا ضبط و اخفا زیادہ بہتر ہے اس میں چند مصلحتیں ہیں اول اس صورت میں ترقی زیادہ ہوتی ہے دوم اظہار میں احتمال ہے کہ مدح و اعتقاد عوام سے عجب و پندار پیدا ہو جائے۔ سوم بعض امور کا اظہار موجب فتنہ عوام بوجہ ان کی بے علمی کے ہو جاتا ہے اور نیز اس سے لازم آیا کہ مغلوب الحال ہونے سے غالب علی الحال ہونا زیادہ افضل و اکمل ہے وجہ لزوم ظاہر ہے کہ مغلوب الحال اخفا پر کم قادر ہے۔ نیز اس میں اشارہ ہے کہ اگر کوئی حالت غالب ہو جس کے سبب ضبط سے عاجز ہو جائے تو شیوخ کا ملین کی توجہ سے ضبط آسان ہو جاتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہوتا ہے پس اس سے اس کی تعلیم بھی لازم آئی کہ ایسے وقت اس کی خدمت میں رجوع اور عرض کرے۔ قال

دہ روزہ مہر گردون افسانہ ایست و افسون	نیکی بجائے یاران فرصت شمار یارا
---------------------------------------	---------------------------------

یعنی یہ چند روزہ مہربانی آسمان کی ..... (یعنی مساعدت زمانہ کی جس سے تم صاحب

نعمت و حشمت ہو رہے ہو) ایک خواب و خیال (یعنی فنا ہو جانے والی چیز) ہے تو اے یار اپنے یاروں (اور رفیقوں) سے نیکی اور احسان کرنے کو غنیمت سمجھو..... (اور جو نفع کسی کو پہنچا سکواس میں دریغ نہ کرو) اس میں تعلیم ہے..... خدمت خلق اللہ کی کہ سالک کے لئے از بس نافع ہے..... دو وجہ سے اول اس میں خوگر ہوتا ہے تو اضع کا..... جس کی صفا باطن کے لئے سخت ضرورت ہے..... کیونکہ کبر اور خودی اعلیٰ درجہ کا حجاب ہے..... دوسرے جن لوگوں کی خدمت کرے گا ان کو راجت پہنچے گی..... اور وہ دل سے اس کے لئے دعا کریں گے..... اگر کسی اخلاص مند کی دعا کارگر ہوگئی..... اس کا کام بن گیا..... شیخ نے اسی کو فرمایا ہے۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست	بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست
-------------------------	-----------------------------

مگر یہ یاد رہے کہ ضرورت خدمت سے زیادہ اختلاط نہ کرے کہ وہ منافی عزالت کے اور مضرات باطن سے ہے اور سالک کے لئے عزالت ضروری ہے۔ اور بہ توجیہ بعید ممکن ہے کہ شیوخ کو خطاب ہو کہ تم کو کمال کا ناز نہ چاہئے طالبین کے ساتھ ملاطفت و توجہ رکھو۔ قال

کشتی شکستہ گانیم ای باد شرط بر خیز	باشد کہ باز بنیم آن یار آشارا
------------------------------------	-------------------------------

یعنی ہماری کشتی (مثل) شکستہ (کے) ہوگئی..... (کہ جس طرح اس کے سوار چاروں طرف متحیر ہوتے ہیں..... اسی طرح ہم ہیں گو واقع میں کشتی شکستہ نہ ہوئی ہو..... کیونکہ آگے کہتے ہیں کہ) اے باد موافق اٹھ (اور چل سو یہ قرینہ اس مجاز مذکور کا ہے..... ورنہ ظاہر ہے کہ باد موافق کشتی شکستہ کو کیونکر چلا سکتی ہے) شاید کہ ہم (کشتی کے پار لگنے سے منزل مقصود تک پہنچ جائیں..... اور) اس یار آشنا یعنی محبوب کو دیکھ لیں..... اور بعض نسخوں میں ہے کشتی نشستہ گانیم..... اس کی دو توجہیں ہو سکتی ہیں..... ایک یہ کہ کشتی مانشتہ است یعنی مثل اس کشتی کے ہے جو دھنس گئی ہو کہ چلتی نہیں..... اسی طرح ہواے موافق نہ ہونے سے وہ نہیں چلتی گو واقع میں دھنسی نہیں اس مجاز کا قرینہ بھی وہی ہے کہ دھنسی ہوئی کشتی کو ہوا کیسے چلائے گی..... دوسری توجیہ یہ کہ در کشتی نشستہ ایم یعنی سفر کیلئے تیار ہیں..... اب اسباب موصولہ کی ضرورت ہے۔ ف ہر تقدیر پر باد شرط سے اشارہ ہے توجہ و تعلیم مرشد کامل کی طرف کہ عقبات سلوک سے اس کی بدولت گزرتا ہے..... اور باز بنیم میں اشارہ ہے اس طرف کہ

اصلی حالت روح کی مشاہدہ حق تھا..... مگر تعلقات کی ظلمت حجاب شہود ہو گیا تھا..... ریاضت اور سلوک سے پھر مشاہدہ اصلیہ عود کر آتا ہے..... مگر اتنا فرق ہے کہ مشاہدہ اولی ناقص اور ناقابل ترتب اجر و قرب ہے۔ لیکن نفس مشاہدہ امر مشترک ہے..... اس لئے باز کہہ دیا..... اور یہ بھی ایک محمل ہے منجملہ محامل قول مشہور کے..... النہایۃ ہو الرجوع الی البدایۃ اور دوسرا محمل باعتبار ظاہری حالت کے ہے کہ منتہی کا حال بوجہ تمکن کے ظاہر مثل مبتدی خالی عن الاحوال کے ہو جاتا ہے..... تیسرا محمل باعتبار کیفیت معرفت کے ہے کہ جس طرح ابتداء میں معرفت سازج ہوتی ہے..... الوان و قیود سے اسی طرح انتہا میں بوجہ کمال تحقیق و حذف قیود خیالیہ کے ہو جاتی ہے..... البتہ توسط میں بسبب تلوین کے ہمیشہ خیالات و تصورات بدلتے رہتے ہیں من لم یدق لم یدر و العاقل تکفیہ الاشارة۔ قال

در حلقہ گل و گل خوش خواند دوش بلبل	ہات الصبوح حیوایا ایہا السکارا
------------------------------------	--------------------------------

یعنی گل اور شراب کے مجمع میں (مراد یہ کہ محبوب اور محبت کی مجلس میں) شب گزشتہ میں بلبل نے (مراد یہ کہ عاشق نے) خوب بات کہی کہ (اے ساتی) صبوحی (یعنی شراب صبح یا مطلق شراب) دے (اور) اے مستو آؤ (اور جو شراب ملے پیو)

طلب مزید۔ اشارہ اس طرف ہے کہ سالک کو چاہئے کہ ہمیشہ مزید کا طالب رہے..... اور جو حال باطنی بھی حاصل ہو اس پر قناعت نہ کرے..... چنانچہ ہات الصبوح اس طرف مشیر ہے..... اور نیز یہ اشعار ہے کہ دوسرے سالکوں کی حالت محمودہ دیکھ کر خوش ہو اور ان کی مزید نعمت میں راغب ہو۔

مسرت بردولت طالبان۔ حیوایا ایہا السکارا اس کا شعر ہے ایسا نہ کرے..... جیسے بعض نوآموز جاہل ہوتے ہیں..... کہ اگر کسی کی اچھی حالت دیکھ لیتے ہیں..... تو حسد کرنے لگتے ہیں یا خود ذرا قلب میں گداز پاتے ہیں..... تو مغرور ہو کر اسی کو انتہائی کمال سمجھنے لگتے ہیں..... پس حیوایا ایہا السکارا بلسان حال ہے اور یہ مراد نہیں کہ لسان قال سے لوگوں کو اس کی ترغیب دیتا پھرے..... کیونکہ یہ عمل مبتدی کے لئے موجب شہرت و مضر ہے..... خوب یاد رکھو۔ قال

ای صاحب کرامت شکرانہ سلامتاروزی تفقدی کن..... درویش بینوار قولہ شکرانہ

اے بشکرانہ..... یعنی اے صاحب اعزاز (اپنی) صحت سلامتی کے شکرانہ میں کسی دن تو درویش بنو کی خبر لے لو۔ توجہ

برحال طالبین۔ مطلب یہ ہے کہ صاحب کمال کو طالبین سے استغنا مناسب نہیں..... جیسا کہ بعض کی عادت ہے..... بلکہ اس شکر یہ میں کہ خدا تعالیٰ نے سب کدورات و ظلمات نفسانیہ سے سالم و ناجی کر دیا..... دوسرے حاجت مندوں کی تربیت کی طرف توجہ یلغ کرنا چاہئے..... جیسا کسی زمانہ میں خود بھی چاہا ہوگا کہ کا ملین میرے حال پر توجہ فرمائیں۔ قال

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف است	بادوستان تلطف بادشمنان مدارا
------------------------------------	------------------------------

الفاظ کا ترجمہ ظاہر ہے کہ..... دوستوں کے ساتھ تلطف اور دشمنوں سے مدارا..... کرنے سے دونوں جہان کی آسائش نصیب ہوتی ہے (دنیا کی تو ظاہر ہے..... اور آخرت کی اس لئے کہ یہ خوش اخلاقی ہے..... اور خوش اخلاقی آخرت میں نافع اور موجب ثواب ہے)

### قطع تعلقات مشوشہ

تلطف سے اختلاط مراد نہیں..... بلکہ اگر مل جائیں تو ان سے رفیق و ترجم برتنا..... اور مدارا کہتے ہیں دفع الوقتی کو..... مراد یہ ہے کہ سالک کو تعلقات بڑھانا نہ چاہئے..... نہ دوستی کے نہ دشمنی کے کہ دونوں وقت اور قلب کے مشغول کرنے والے ہیں..... پس نہ دوستوں سے اختلاط نہ دشمنوں سے مخالفت کا برتاؤ کرے..... کہ یہ بجائے خود ایک مستقل شغل ہو جائے گا..... جو جان کو وبال لگ جائے گا اور ذکر اللہ میں خلل انداز ہوگا..... بلکہ دوست مل جائیں تو ان سے صرف جان بچانا ثابت نہ ہو..... ورنہ پھر وہ اس کی تحقیق و تفتیش میں لگیں گے اور دشمن مل جائے..... تو اس سے ظاہری اخلاق برتتے..... تا کہ اس کا ہیجان نہ بڑھے..... ورنہ وہ اس کی ایذا کے درپے ہوگا..... اور یہ اپنی حفاظت میں لگے گا..... غرض ہر طرح وقت ضائع جائے گا..... مولانا نے خوب فرمایا ہے۔

خود چہ جائے جنگ و جدل نیک و بد	کاین دلم از صلحہا ہم میرد
--------------------------------	---------------------------

### قال

درکوی نیک نامی مارا گذرندادند	گر تو نمی پسندی تغیر کن قضارا
-------------------------------	-------------------------------



## عدم اعتراض بر طبق ترتیب

ترجمہ ظاہر ہے اور اشکال بھی ظاہری معنی پر قوی ہے..... لیکن حقیقت کلام سمجھنے کے بعد کچھ اشکال نہیں..... حاصل اس کا یہ ہے کہ طالبین میں ہر ایک کی استعداد فطری جدا ہوتی ہے..... اور اسی استعداد کے موافق ہر ایک کی تربیت علیحدہ علیحدہ طور پر کی جاتی ہے مثلاً کسی پر بے خودی غالب کرتے ہیں..... کسی کو افاقہ دیتے ہیں..... اور ان ہی احوال کے اختلاف سے ہر ایک سے بعضے افعال بھی مختلف صادر ہوتے ہیں..... اور گو وہ افعال سب ہوتے ہیں دائرہ اباحت شرعیہ کے اندر..... لیکن ان میں بعض شان اہل تکمیل کے خلاف ہوتے ہیں..... جن کا غیر مقتدا سے صادر ہونا مضر عامہ خلق بھی نہیں ہوتا..... اس لئے وہ ان کے لئے نہ بالذات ممنوع ہیں نہ بالغیر مثلاً نماز کے اندر غلبہ حال سے آواز گریہ کی نکل جانا کہ بے اختیاری کی حالت میں مباح ہے..... لیکن نماز کی ہیئت جس ادب کو مقتضی ہے اس کے خلاف ہونے کی وجہ سے ظاہر نظر میں قابل ملامت ہے..... سو ممکن ہے کہ کسی شخص کی استعداد اسی کو مقتضی ہو کہ ملامت سے اس کو باطنی نفع ہوگا..... بوجہ اس کے کہ تذلّل معالجہ ہے کبر نفس کا..... مثلاً پس جو شخص فن تربیت کے اصول سے ناواقف ہے وہ بعض اوقات ان امور پر..... باوجود ان کے انطباق علی الشرع کے اعتراض کرنے لگتا ہے..... اس شعر میں اس شخص کی تعلیم ہے کہ قضائے الہی جو ہماری تربیت باطنی کے ساتھ متعلق ہوئی ہے..... اس میں ہمارے لئے بدنامی کے افعال مقدر ہیں..... گو بددینی کے نہیں سوائے معترض..... اگر تو اس کو پسند نہیں کرتا تو اس قضا کو مبدل کر دے..... جس سے تو محض عاجز ہے..... جب عاجز ہے تو اعتراض ترک کر دے..... پس اس شعر میں جبر کا ہرگز کوئی شائبہ نہیں..... کیونکہ قضا سے مراد ہر قضا نہیں..... باقی مطلق قضا کے اعتبار سے اگر کوئی شخص خود اپنی طرف سے ایسی تقریر کرے..... تو وہ ایک مسئلہ مستقلہ ہے..... جس کے حل کا یہ مقام نہیں۔ قال

تا بر تو عرضہ دار داحوال ملک دارا

آئینہ سکندر جام جم است بنگر

منقول ہے کہ دارادو شخص ہوئے ہیں..... ایک داراے اکبر جو جمشید کا مقابل تھا

..... دوسرا داراے اصغر جو سکندر واضح آئینہ کا مقابل تھا جمشید نے ایک جام طلسمی بنایا تھا..... جس میں دور کی چیزیں منکشف ہوتی تھیں..... اور غرض اس سے داراے اکبر کی تدبیرات و سامان وغیرہ کا دریافت کرنا تھا..... تاکہ ہر تدبیر کے مقابل مناسب تدبیر کر لے..... پس ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ آئینہ سکندری بمنزلہ جام جم کے ہے..... اس کو دیکھا کرو تا کہ تم کو دارا کے ملک کا سارا حال بتلا دیا کرے..... اور بلسان اشارت آئینہ سکندر سے مراد سالک کا قلب جو باعتبار انکشاف علوم و معارف کے..... آئینہ سکندر و جام جم کے مشابہ ہے..... اور دارا سے مراد سلطان عشق جو بوجہ تسلط و استیلاء کے ایک بادشاہ سے تشبیہ دیا گیا..... اور بوجہ عافیت سوز ہونے کے اس تشبیہ میں خصوصیت دارا کا لحاظ کیا گیا..... وجہ شبہ مطلق ضرر رسانی ہے..... قطع نظر حقیقی و صوری ضرر سے..... اور اس دارا کا ملک خود اس عشق کے افعال اور تصرفات اور احوال سے مراد جو ان افعال سے آثار و ثمرات پیدا ہوتے ہیں..... خلاصہ یہ کہ قلب میں دو شعبے ہیں..... ایک معرفت کا دوسرا عشق کا..... پس فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ کی برکت و اثر سے قلب پر جو علوم و معارف وارد ہوتے ہیں..... ان میں مراقب ہوا کرو تا کہ عشق کے تصرفات سے قلب میں جو ثمرات حالیہ پیدا ہوتے ہیں..... وہ تم کو مشاہد ہوں تا کہ ان نعمتوں کا شکر موجب ترقی ہو..... ف اس میں یہ بتلا دیا کہ واردات علمیہ کا مشاہدہ واردات حالیہ کی تقویت کا سبب ہوتا ہے۔ قال

سرکش مشوکہ چون شمع از غیرت بسوزد	دلبر کہ در کف او موم ست سنگ خارا
----------------------------------	----------------------------------

دلبر فاعل ہے بسوزد کا..... اور جملہ در کف او انا صفت ہے دلبر کی..... مطلب یہ کہ سرکشی اور کبر مت کرو..... کبھی تم کو محبوب حقیقی (جس کی یہ صفت ہے کہ..... اس کی ہیبت سے سنگ خارا بھی موم ہو جاتا ہے) غیرت کی وجہ سے..... جو کہ معاصی عباد پر ظاہر ہوتی ہے سوختہ کر دے..... جس طرح شمع سرکشی کرتی ہے..... اور سوختہ ہوتی ہے..... غرض کبر کی مذمت ظاہر ہوئی..... اور شمع کی مثال محض تنظیر ہے تمثیل نہیں..... کیونکہ شمع کا جلنا کسی معصیت سے نہیں..... اور بلسان معنوی سالک کو عجب و پندار سے منع فرماتے ہیں..... یا واصل کونا ز بیجا سے کہ طالبین کے ساتھ کیا جائے روکتے ہیں..... اور اس معنی میں بسوزد سے

اشارہ ہوگا..... اختلال یا سلب احوال کی طرف..... نعوذ باللہ۔ اور جو اعراض یا انکار یا تشدد طالب کی اصلاح یا امتحان کی غرض سے بقدر ضرورت ہو..... وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ قال

گر مطرب حریفان این پارسی بخواند	در وجد و حالت آرد پیران پارسارا
---------------------------------	---------------------------------

حریفان یاران..... این پارسی یعنی کلام حافظ کہ مشتملہ مضامین عشق است..... مراد مطلق مضامین عشقیہ..... مطلب ظاہر ہے کہ اگر مطرب اس کلام عشقی کو پڑھ کر سنائے..... تو بڑے بڑے پارساؤں کو جو بڑے خوددار ہیں..... وجد میں لے آئے بوجہ اپنے موثر ہونے کے..... اور معنی مقصود اشارہ کرنا ہے..... مضامین عشق کے موثر ہونے کی طرف..... جو کہ مرشد کے منہ سے نکلتے ہیں..... کہ اس سے زہد خشک جس میں دعویٰ و پندار ہو جاتا رہتا ہے..... اس ضمن میں تعلیم ہے اہل عرفان کے پاس آنے جانے..... اور ان کے کلام سننے کی تاکہ اپنے اندر بھی جذبہ عشق پیدا ہو جائے۔ قال

آن تلخوش کہ صوفی ام انجائشش خواند	اشھی لنا واحلی من قبلۃ العزازی
-----------------------------------	--------------------------------

ترجمہ لفظی تو یہ ہے کہ وہ شراب تیز کہ صوفی اس کو ام انجائش کہتا ہے..... ہم کو دو شیرہ لڑکیوں کے بوسہ سے بھی زیادہ مرغوب اور شیرین معلوم ہوتی ہے..... اور بلسان معنوی تلخوش سے مراد مجاہدہ و نفس کشی ہے..... جو نفس پر گران و تلخ گزرتا ہے..... اور صوفی سے مراد زہد خشک مدعی تقویٰ..... اور ام انجائش سے مراد مطلق معصیت..... مطلب یہ کہ مجاہدہ و نفس کشی کو زہد اہل ظاہر معصیت کہتا ہے بوجہ اس کے کہ ظاہر تہلکہ ہے..... جس کی ممانعت آئی ہے..... ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ الآیہ..... لیکن ہم کو اس میں بیجہ غلبہ محبت کے یا بامید وصول الی المقصود کے لذت آتی ہے..... اس عنوان میں ظاہر پرست کے استدلال کا جواب بھی ہو گیا..... کہ ممنوع ہونے کی علت تہلکہ ہے..... اور جس کو اس میں لذت آتی ہو..... اس کے لئے تہلکہ کیوں ہوگا..... پس ممنوع بھی نہ ہوگا..... تحقیق اس میں یہ ہے کہ مجاہدہ بمعنی تکثیر عبادات و تقلیل لذات..... اگر اس مرتبہ تک ہے کہ حقوق واجبہ نفس کے بھی فوت ہو جائیں..... یا ترک لذات کو قربت مقصودہ سمجھنے لگے..... تب تو معصیت و بدعت ہے..... جیسا حدیث میں ہے..... ان لجسدک علیک حقا وان لعینک

علیک حقا الحدیث اور قرآن میں ہے..... لا تعتدوا الآیہ اور یہ واقعی تہلکہ میں داخل ہے..... اور جس میں صرف حظوظ فوت ہوں..... اور اس کو معالجہ سمجھے وہ خود مقاصد شرع سے ہے..... اور اس میں لذت آنا اور زیادہ سلامت قلب و انشراح صدر و نورانیت روح کی دلیل ہے..... کہ سنن شرعیہ مثل مرغوبات طبعیہ کے ہو گئے..... کم فہم دونوں میں خلط کر دیتا ہے..... اس شعر میں اس کی اصلاح ہے۔ قال

ہنگام تنگدستی در عیش و کوش و مستی	کاین کیمیای ہستی قارون کند گدارا
-----------------------------------	----------------------------------

ترجمہ لفظی تو ظاہر ہے کہ تنگدستی کے وقت مغموم مت ہو..... بلکہ عیش و مستی میں کوشش کرو یعنی خوش رہو..... کیونکہ یہ خوشدلی جس کو کیمیائے ہستی تشبیہا کہہ دیا گدا و مفلس کو بھی غنی کر دیتی ہے..... کیونکہ اصل غنا غنائے قلب ہے..... اگر یہ فقر میں بھی حاصل ہے تو غنا ہے اور اگر غنائے ظاہری میں یہ نہ ہو تو وہ فقر ہے..... اور بلسان معنوی تنگدستی سے اشارہ ہے..... قلت واردات قلبیہ کی طرف..... جس کو قبض کہتے ہیں..... اور عیش و مستی سے مراد بسط اس کا وہ مطلب ہے جیسا مولانا فرماتے ہیں۔

چونکہ قبض آمد تو دروے بسط بین	تازہ باش و چین میفکن بر جبین
چونکہ قبض آیدت اے راہ رو	آن صلاح تست آیس دل مشو

آگے اس کی علت فرماتے ہیں کہ یہ عیش و مستی..... یعنی حالت قبض میں بھی خوش رہنا..... اور دلگیر نہ ہونا غیر صاحب واردات کو قرب الہی میں مثل صاحب واردات کے بنا دیتا ہے..... یعنی اصل مقصود قرب الہی ہے..... اور وہ واردات پر موقوف نہیں..... بلکہ صاحب واردات کا قرب بوجہ تعلق و نسبت مع اللہ کے ہے..... پس اگر صاحب قبض اپنی حالت پر صابر شا کر رہا..... اور اس میں مصلحت و حکمت سمجھ کر راضی رہا..... اور اللہ تعالیٰ کی قضا سے تنگ نہ ہوا..... تو اس کو بھی قرب حاصل رہا..... بخلاف اس کے کہ راضی بقضانہ ہوا..... اور اس سے بڑھ کر یہ کہ شکوہ شکایت کرنے لگا تو بعید ہو جائے گا..... جیسا کہ صاحب بسط اگر عجب میں مبتلا ہو گیا..... تو وہ بھی بعید ہو جائے گا..... بلکہ بوجہ اس کے کہ قبض میں انکسار و اضمحلال وجود زیادہ ہے..... اور یہ خود مقاصد طریق سے ہے..... من وجہ بسط سے بھی ارفع و انفع ہے۔ قال

خوبان پارسی گو بخشندگان عمرند	ساقی ہدہ بشارت پیران پارسارا
-------------------------------	------------------------------

مطلب ظاہری تو یہ کہ فارس کے معشوقوں کو بخشندگان عمر کہنا چاہئے..... کیونکہ ان کے دیکھنے سے فرحت ہوتی ہے..... اور فرحت سے عمر کا لطف بڑھتا ہے..... اے ساقی فارس کے بوڑھوں کو جن کی عمر ظاہراً قریب ختم ہے..... بشارت دو کہ تمہارے پاس ہر وقت دیکھنے کے واسطے ایسے محبوب موجود ہیں..... ان کو دیکھنے سے تمہاری عمر بھی بڑھ جائے گی..... اور پیران فارس کی تخصیص اسی قرب کی وجہ سے کی گئی..... اور بلسان اشارت خوبان سے مراد تجلیات جو سالک کے قلب پر ہوتی ہے..... اور پیران فارس سے مراد سالکین اور عمر بخشی انشراح و سرور اور ساقی سے مراد مطلق مبشر..... مطلب یہ کہ تجلیات سے سالک کو بڑی فرحت ہوتی ہے..... اور اس سے قلب کو تقویت ہوتی ہے..... بالخصوص غیر واصل کو کہ اس سے مجاہدہ میں سرگرم ہو کر مشرف بہ ترقی ہوتا ہے..... کما قال الجنید فی بعض ہذہ الواردات تلک خیالات تربی بہا المفال الطریقة..... گو وہ مقصود نہ ہوں..... جیسا اس کے قبل شعر میں بیان ہوا ہے..... لیکن محمود ضرور ہیں اگر خلاف کتاب و سنت نہ ہوں گویا اس شعر میں بسط کی حکمت کا بیان ہے..... جیسا اوپر قبض کے متعلق بیان تھا پس مجموعہ میں تعلیم ہو گئی کہ..... اگر بسط ہو اس میں بھی خوش رہو..... کہ اس میں خاص حکمتیں ہیں..... اور اگر قبض ہو اس میں بھی راضی رہو کہ وہ بھی حکمت سے خالی نہیں..... اور جاننا چاہئے کہ اوپر بھی ایک شعر کے قافیہ میں پارسا آیا ہے..... لزوم تکرار قافیہ سے بچنے کے لئے بعض نے وہاں فارس کے اور یہاں پارسا کے معنی لئے ہیں..... لیکن میں نے عکس مناسب سمجھا..... کیونکہ مضمون عشق سب کو عام ہے..... اور یہاں قرب مخلص ہے۔ قال

حافظ بخود پوشید این خرقہ می آلود	ای شیخ پاک دامن معذور دار مارا
----------------------------------	--------------------------------

مطلب ظاہری یہ کہ یہ شراب آلودہ خرقہ میں نے خود نہیں پہنا..... بلکہ مقدر یہی تھا ہم کو معذور سمجھو..... یعنی مثل معذور کے ہمارے ساتھ معاملہ کرو..... اس باب میں کہ اپنا ترفع اور تقویٰ جتلا کر ہم کو براہ کبر حقیر مت سمجھو..... اس تقریر سے شبہ جبر رفع ہو گیا..... اور جو انکار بطور اصلاح ہو وہ (اس سے خارج ہو گیا..... کہ وہ ضروری اور سنت انبیاء علیہم السلام

ہے..... اور بلسان معنوی خرقہ می آلود اشارہ ہے مشرب ملامتی کی طرف نہ باین معنی کہ خلاف شرع امور کے مرتکب ہوں..... بلکہ خلاف وضع اور خلاف شان امور اختیار کریں بعض کے لئے شیخ کامل اس کو بعض مصالح سے تجویز کرتا ہے..... مثلاً ایک شخص میں کبر دیکھا اس کے لئے یہ تجویز کیا..... یا ایک شخص کو ہجوم خلق سے ضرر ہوگا..... یا تنگ مزاجی کی وجہ سے ہجوم میں خلق کو اس سے ضرر ہوگا..... یا کسی کی استعداد نور بصیرت سے معلوم ہوگئی کہ تذل سے وہ واصل الی المقصود ہوگا..... یا ایسی ہی اور کوئی حکمت ہو..... اس لئے اس کے واسطے یہ مشرب تجویز کیا جاتا ہے..... پس فرماتے ہیں کہ یہ طریق میں نے اپنی رائے سے اختیار نہیں کیا..... بلکہ میری استعداد کا مقتضا یہی ہے کہ میری یہ حالت رہے..... اس لئے ہم کو معذور رکھو..... کوئی یوں نہ سمجھے کہ ملامت سے تو خوش ہونا چاہئے..... معذور رکھنے کی درخواست کیوں کرتے ہیں..... اصل یہ ہے کہ یہاں معترض کی غلطی کا بتلانا ہے..... اور یہ تو یہ بھی جانتے ہیں کہ معترض کبھی معذور نہ رکھے گا..... اس غلطی بتلانے سے طالبان حق کو نفع علم حقیقت کا ہو جاتا ہے..... اور پاکدامن باعتبار دعویٰ اس شخص کے کہہ دیا جو مشیخت اور تقدس کا مدعی ہے..... گو واقع میں نہ ہو۔ قال

## غزل

ساقی بنور بادہ برا فروز جام ما	مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما
--------------------------------	---------------------------------

مطلب ظاہری ظاہر ہے کہ..... اے ساقی نور شراب سے ہمارا پیالہ روشن کر دے..... یعنی شراب تابان بھر دے کہ پیالہ روشن ہو جائے..... اور اے مطرب (خوشی کا یہ نغمہ) کہہ دے..... کہ دہر کا تصرف ہمارے مقصود کے موافق ہو گیا..... یعنی ہم کامیاب ہو گئے۔ اور بلسان اشارت مصرع اولیٰ میں مرشد سے درخواست کرتے ہیں..... کہ شراب محبت و عشق سے ہمارا قلب لبریز کر دے..... یعنی عشق حقیقی عطا فرما..... اور مصرع ثانیہ میں اس طلب کی کامیابی پر خوشی ظاہر کرتے ہیں..... خلاصہ یہ کہ ہدایت کے مرتبہ ابتدائی کے حصول پر مسرور ہیں..... اور اس کے مرتبہ انتہائی کے وصول کے متمنی ہیں..... واللہ اعلم مقصود ترغیب ہے..... دوام طلب پر اور تعلیم شکر ہے حصول مقصود پر۔ قال

مادر پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم	ای بے خبر ز لذت شرب مدام ما
--------------------------------	-----------------------------

مطلب ظاہری ظاہر ہے..... کہ شراب خواری پر ملامت کرنے والے کو جواب ہے..... کہ پیالہ شراب میں روئے محبوب کا عکس ہم کو نظر آیا تھا..... اس لئے شراب پیتے ہیں تو کیا جانے..... اور بلسان اشارت پیالہ سے مراد قلب جیسا شعر بالا میں تھا..... حاصل یہ کہ اے وہ شخص جو آثار عشق سے بے خبر ہے..... ہم کو جو غلبہ سکر کی حالت میں بعض امور غیر قابل اظہار کے اظہار پر ملامت کرتا ہے..... تجھ کو اس کی خبر نہیں کہ ہمارے قلب پر..... بعض تجلیات الہیہ و واردات غیبیہ کا غلبہ ہوا..... اس نے ہم کو مغلوب کر دیا..... اور اظہار راز ہو گیا اگر تجھ کو خبر ہوتی تو ہم کو معذور سمجھتا..... مقصود ارشاد ہے کہ اہل حال کے ایسے اقوال و افعال کی..... جو گاہے صادر ہو جائیں..... تاویل مناسب ہے۔ قال

چندان بود کرشمہ و ناز سہی قدان	کاید بجلوہ سرو صنوبر خرام ما
--------------------------------	------------------------------

مطلب لفظی تو یہ ہے کہ..... اور محبوبوں کا کرشمہ و ناز ہمارے محبوب کے جلوہ گری شروع کرنے تک ہے..... جس وقت وہ جلوہ افروز ہو جائے گا..... سب کے ناز و کرشمہ ختم اور بیقدر اور گم ہو جائیں گے..... اور مطلب معنوی یہ ہے کہ محبوبان مجازی اسی وقت تک محبوب اور دلربا معلوم ہوتے ہیں..... کہ محبوب حقیقی کا جمال کسی کے قلب پر متجلی نہیں ہوتا..... اور جس وقت اس کا مشاہدہ ہو جاتا ہے..... پھر سب کا حسن و جمال لاشی معلوم ہونے لگتا ہے..... پس اس میں تعلیم ہے کہ عشق حقیقی حاصل کرو..... تاکہ مجاز کی طرف التفات نہ رہے۔ قال

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق	ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما
----------------------------------	-------------------------------

مطلب لفظی تو بہت ظاہر ہے کہ..... عاشق کا ذکر خیر مرورد ہو رہا ہے..... اور مطلب معنوی بھی زیادہ خفی نہیں..... یعنی جس کو عشق حقیقی سے روحانی حیات حاصل ہو گئی..... وہ اگر مر بھی جائے تو واقع میں بوجہ اس کے کہ لذت قرب علی وجہ الکمال..... اس کو حاصل ہو جاتی ہے..... اس لئے اس کو زندہ کہنا چاہئے..... اور یوں تو مرنے کے بعد دوام مومنین بھی بایں معنی زندہ ہوتے ہیں..... لیکن زیادہ تقرب کی وجہ سے اس عاشق کو ترجیح ہے..... اس مرتبہ میں تخصیص کی گئی اور کفار بھی زندہ رہتے ہیں..... لیکن چونکہ وہ حیات مقرون

بالعذاب موت سے بھی بدتر ہے..... لہذا قابل شمار نہیں..... مقصود ترغیب ہے..... محبوب حقیقی کی محبت کی تحصیل کی۔ قال

مستی پچشم شاہد دلبند ماخوش ست	زان رو سپردہ اندمستی زمام ما
-------------------------------	------------------------------

مراد لفظی تو یہ ہے کہ مستی ہمارے محبوب کی چشم کے لئے زیبا ہے..... اس لئے ہم کو اس مستی کے حوالہ اور اس کا مسخر کیا گیا..... کہ وہ مست و مستغنی رہے..... اور ہم پست اور اسکے محتاج رہیں..... اور مراد معنوی میں مستی سے اشارہ صفت غنا کی طرف..... اور چشم سے اشارہ ذات کی طرف..... اطلاق لجزء علی الکل مراد یہ کہ غنا محبوب حقیقی کو زیبا ہے..... اور عبد کے لئے تو احتیاج اس کے لوازم ذات سے ہے..... اس لئے ہم اس کی صفت غنا کے محتاج اور اس کے ساتھ وابستہ کئے گئے..... مقصود تعلیم ہے کہ عبد کو گاہے آثار عبدیت کا چھوڑنا اور خواص الوہیہ کا دعویٰ کرنا..... جیسا کہ مدعیان کاذب یا صوفیان خام کا شیوہ ہے طریق وصول کے موانع سے ہے..... اور جاننا چاہئے کہ غنائے ذات کے معنی بعضے یہ سمجھتے ہیں..... کہ حق تعالیٰ کو نعوذ باللہ خلق کی طرف توجہ اور ان پر نظر نہیں..... اس معنی کو آیات و احادیث رحمت و رافت تصریح کر رہی ہیں..... نعوذ باللہ منہ بلکہ غنا مقابل احتیاج کے ہے..... حاصل اس کا یہ ہے کہ وہ کسی کے محتاج نہیں..... پس اس صفت سے تو عنایت کی زیادہ امید ہوتی ہے..... کیونکہ وہ جب کسی کے محتاج نہیں تو ہمارے اعمال سے نہ ان کا نفع..... نہ ان کا ضرر اور رحمت ان کی ثابت..... پس امید ہے کہ ہماری تقصیرات زیادہ معاف ہو جائیں..... بخلاف اس شخص کے جو کہ متضرر ہوتا ہو..... وہاں احتمال ہوتا ہے کہ ہمارے افعال سے اس کو مضرت پہنچے..... اس لئے معافی کی امید نہیں..... اسی طرح طاعات کے قبول ہونے کے زیادہ امید ہے..... گو وہ زیادہ خالص نہ ہوں..... بخلاف اس شخص کے جو ہماری خدمت سے منتفع ہوتا ہو..... چونکہ اعمال غیر کاملہ سے اس کو کم نفع پہنچتا..... اس لئے عوض بھی ہم کو کم ملتا۔ قال

ترسم کہ صرفہ نہ برد روز باز خواست	نان حلال شیخ ز آب حرام ما
-----------------------------------	---------------------------

صرفہ بردن بصلہ از بمعنی غلبہ بردن..... روز باز خواست..... قیامت کہ دران از اعمال پرسش..... و سوال واقع شود..... معنی یہ ہیں کہ گو ہم گنہگار ہیں..... اور شیخ یعنی عابد اہل



ظاہر متقی ہے..... لیکن لہجہ میں چونکہ عجز و مسکنت اور اعتراف بالتقصیر..... اور اس عابد میں ریا و دعویٰ و تکبر اور دوسروں کی تحقیر پائی جاتی ہے..... اس لئے مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ شاید شیخ کا تقویٰ..... ہماری معصیت پر ذریعہ نجات ہونے میں غالب نہ آسکے..... بلکہ مغلوب ہو جائے اور اس پر دارو گیر ہونے لگے..... اور ہماری تقصیرات سے درگزر ہو جائے..... مقصود منع ہے پندار سے نہ کہ گناہ پر جرأت دلانا..... قال

ای باد اگر بگلشن احباب بگذری	زنہار عرضہ وہ برجانان پیام ما
گو نام ماز یاد بعمدا چہ می بری	خود آید انگہ یا دنیاری ز نام ما

مدلول لفظی تو یہ ہے کہ ہوا کو خطاب فرضی کر کے کہتے ہیں..... کہ اگر تیرا گزر گلشن احباب تک ہو جائے..... جس کا سر مجلس محبوب ہے تو ضرور محبوب سے میرا پیام کہہ دینا..... کہ میرا نام قصداً اپنی یاد سے کیوں دور کرتے ہو..... یعنی مجھ کو قصداً کیوں فراموش کرتے ہو خود وہ وقت عنقریب آجائے گا..... کہ میں مرجاؤں گا اس وقت میرا نام کبھی یاد نہ کرو گے..... پھر ابھی سے کیوں بھلا دیا..... اور مدلول معنوی یہ ہو سکتا ہے کہ قائل پر حالت قبض غالب ہے..... اور وہ توجہ مرشد سے احياناً اور تعلیم مرشد سے اکثر..... بلکہ دواماً دفع ہو جاتا ہے اس لئے حالت قبض میں تنگ ہو کر..... مضطربانہ مرشد سے بعنوان شکایت عرض ہے..... کہ حضرت میرے حال پر توجہ اور میری خبر گیری کیجئے..... کیونکہ ابھی تک تو مرا نہیں جب مرجاؤں گا..... جب ہی رخ پھیر لیجئے..... چونکہ قبض شدید میں گونہ معذور ہوتا ہے..... اس لئے ایسے امور معاف ہیں..... اور اس میں تعلیم بھی ہے..... قبض میں رجوع الی المرشد کی۔ قال

بگرفت ہچو لالہ دلم درہو ای سرد	ای مرغ بخت کے شوی آخر تو رام ما
--------------------------------	---------------------------------

مطلب لفظی تو ظاہر ہے..... کہ جیسا لالہ خون ہوتا ہے اسی طرح میرا دل ایک سرو قامت کے عشق اور فراق میں..... منقبض اور گرفتہ ہو گیا..... اے طالع تو میرے موافق کب ہوگا..... یعنی وصل محبوب کب میسر ہوگا..... اور مدلول معنوی یہ ہے کہ حالت قبض میں تنگ ہو کر کہہ رہے ہیں کہ محبوب کے عشق میں بالکل خون درخون ہو گیا..... خدا جانے وصول کب میسر ہوگا۔ قال

دریای اخضر فلک و کشتی ہلال	ہستند غرق نعمت حاجی قوام ما
----------------------------	-----------------------------

شرح نے لکھا ہے کہ حاجی قوام کوئی وزیر تھا..... اس کے یہاں خواجہ حافظ کی دعوت تھی..... کسی شوربا وغیرہ کے پیالہ میں آسمان اور ہلال کا عکس نظر آیا..... تو بر طریق مطابہ کے خواجہ نے یہ مضمون فرمایا..... جو ترجمہ سے ظاہر ہے..... اور میرے نزدیک اس میں معنوی مراد ڈھونڈنا تکلف ہے..... گو یہ کہہ سکتے ہیں کہ حاجی قوام کنایہ مرشد سے ہے..... اور مطلب یہ ہے کہ ہمارے مرشد کے فیوض باطنہ کے سامنے ظاہر عالم کے بڑے بڑے اجرام ہیج ہیں..... کیونکہ یہ فانی ہیں اور وہ باقی ہے..... اور مقصود ترغیب ہو تحصیل کمال باطنی کی اور تعلیم ہو ترک التفات کائنات جسم کی..... کہ اشتغال ان کا مانع توجہ الی الحق سے ہے۔ قال

حافظ زدیدہ دانہ اشکے ہے فشان	باشد کہ مرغ وصل کند قصد دام ما
------------------------------	--------------------------------

یعنی اے سالک..... ہمیشہ گریہ وزاری و طلب و بیقراری میں رہا کر..... امید ہے کہ وصل محبوب میسر آجائے..... اس میں تعلیم ہے کہ راہ نیاز اختیار کرنا چاہئے..... کہ وصول کا موقوف علیہ ہے..... ناز اور دعویٰ استحقاق اور عجب و خود بینی منجملہ مہلکات عظیمہ و رہزن طریق ہے واللہ اعلم۔ قال غزل

صلح کار کجا و من خراب کجا	بہین تفاوت رہ از کجاست تا کجا
---------------------------	-------------------------------

مدلول الفاظ تو ظاہر ہے..... اور معنی مقصود یہ معلوم ہوتے ہیں کہ اعمال صالحہ و ذکر و شغل سے جو اکثر کم ظرف..... مبتدیوں کو عجب و پندار پیدا ہو جاتا ہے..... اس کا معالجہ بتلاتے ہیں..... حاصل یہ ہے کہ اس شخص کو چاہئے کہ صلاح کار کا تو اعلیٰ درجہ..... جو کہ مطلوب ہے پیش نظر رکھے..... اور پھر غور کر کے اپنی خرابیوں اور عیبوں اور ظاہری باطنی لغزشوں کو عجب کے وقت دیکھا کرے..... اس سے پھر گمان بزرگی اور کمال کا اپنی نسبت پیدا نہ ہوگا..... پس اس شعر میں تعلیم ہے..... سلوک کی۔ قال

چہ نسبت است برندی صلاح و تقویٰ را	سمع و عظم کجا نغمہ رباب کجا
-----------------------------------	-----------------------------

اس کا مقصود بھی قریب قریب مقصود شعر سابق کے ہے..... کہ بعضے لوگ تھوڑے سے

اعمال حسنه اختیار کر کے..... باوجود ارتکاب قبائح کے مغرور ہو جاتے ہیں..... حالانکہ صلاح و تقویٰ و سماع و عطف کو جس پر وہ نازاں ہیں..... رندی اور نغمہ رباب سے کہ وہ اس میں بھی مبتلا ہوتے ہیں..... کیا نسبت کہ ان قبائح کے ہوتے ہوئے ان طاعات کا دعویٰ بے جا ہے۔ قال

دلِ زصومعہ بگرفت و خرقہٴ سالوس	کجاست دیرمغان و شراب ناب کجا
--------------------------------	------------------------------

صومعہ معبد یہود..... مراد مطلق معبد..... سالوس مکر..... مغان آتش پرستان..... تاب خالص..... یہاں اس عبادت ریائی کی مذمت ہے جس میں اخلاص نہ ہو..... اور ترغیب ہے صحبت اہل محبت اور تحصیل محبت و طاعت خالصہ کی..... تقریر شعر کی ظاہر ہے۔ قال

بشد زیاد خوشش یاد روزگار وصال	خود آن کرشمہ کجارت و آن عتاب کجا
-------------------------------	----------------------------------

یہ شعر حالت قبض کا معلوم ہوتا ہے..... از یاد شدن فراموشی و نسیان کہ باعتبار معنی مجازی کنایت..... از ترک کما صرح بہ المفسرون..... فی قولہ تعالیٰ نسینا ہم۔ کرشمہ ادائے محبت عبارت از تجلی جمالی..... عتاب عبارت از تجلی جلالی..... حالت بسط میں جو کہ وصال کی ایک خاص صورت ہے..... جو قلب پر واردات ہوتے ہیں..... ان میں بعضی تجلیات جمالیہ ہوتی ہیں..... بعضی تجلیات جلالیہ..... اور ہر ایک میں سالک کو ایک خاص حظ ہوتا ہے..... اور دونوں آثار اس قرب و وصال خاص کے ہیں..... پس قبض میں وہ واردات جو منقطع ہو گئے اس لئے تنگ ہو کر کہتے ہیں..... کہ اس وصال و بسط کی حالت میں جو تجلیات و واردات ہوتے تھے کہاں گئے..... جاننا چاہئے کہ یہ تنگی طبعی و اضطراری ہے..... ورنہ قبض میں ایک حالت رفیعہ اور ایک گونہ قرب و وصل ہے..... کما بین فی محلہ اور کامل جو قبض جملے تنگ ظاہر کرتا ہے..... مقصود و امتقار و انکسار ہوتا..... ہے نہ کہ شکوہ و شکایت کما قال العارف الرومی۔

دل ہی گوید ازو رنجیدہ ام	وز نفاق ست او خندیدہ ام۔ فافہم
--------------------------	--------------------------------

قال

زروی دوست دل دشمنان چہ دریا بد	چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا
--------------------------------	-----------------------------

مدلول الفاظ ظاہر ہے کہ..... مخالفین کا قلب محبوب کے حسن و جمال کو کیا ادراک

کرے گا..... جیسا بجھے ہوئے چراغ کو شمع آفتاب یعنی آفتاب سے کوئی نسبت نہیں..... اسی طرح مدرک و مدرک مذکور میں کوئی نسبت نہیں..... شاید اس میں یہ مسئلہ حقیقت کا بتلانا منظور ہے کہ..... محبوب حقیقی کی ذات یا صفات مشہورہ یا غیر مشہورہ کے جو بعضے معاند منکر ہیں..... واقع میں نقصان ادراک ان ہی کی جانب ہے..... ورنہ وہ مع اپنی ذات و صفات و کمالات کے اظہر من الشمس ہیں..... کسی نے خوب کہا ہے۔

شدت پرده بر چشم این هفت پرده چشم	بے پردہ ورنہ ما ہے چون آفتاب دارم
----------------------------------	-----------------------------------

بلکہ محققین نے کہا ہے کہ..... غایت ظہور ہی سبب غایت بطون کا ہو گیا ہے.....  
و تفصیل فی محلہ۔ قال

ببین بہ سبب زرخدان کہ چاہ در راہ ست	کجا ہی روی ای دل بدین شتاب کجا
-------------------------------------	--------------------------------

لفظی مطلب تو ظاہر ہے کہ..... اے دل تو کہاں جلدی جلدی جا رہا ہے..... راہ میں زرخدان بھی ہے..... کبھی تو اس میں نہ پھنس جائے پھر نکلنا مشکل ہو جائے..... اس لئے حسن پرستی سے دور ہی رہنا سلامتی ہے..... اور اصطلاح قوم میں سبب زرخدان عبارت ہے محبوب کے لطف قہر امیز سے..... جس کی حقیقت یہ ہے کہ بعض اوقات باوجود معصیت ظاہری کے نعمت ظاہری سلب نہیں ہوتی..... اور اسی طرح باوجود معصیت باطنی مثل بدعت یا عجب وغیرہ کے نعمت باطنی..... مثل واردات و مکاشفات و و خارق وغیرہا کے مسلوب نہیں ہوتی..... جس سے سالک کو دھوکہ مقبولیت کا رہتا ہے..... اور اس معصیت پر تنبہ یا اس سے توبہ کا عزم نہیں ہوتا..... تو ظاہر میں تو یہ لطف ہے..... مگر واقع میں قہر غضب اور ایک نوع کا استدراج ہے..... پس حاصل شعر کا یہ ہوا کہ اے سالک تو جو باوجود صدور معاصی کے..... اپنی حالت پر جما ہوا چلا جا رہا ہے..... اور اس میں تبدیل نہیں ہوا..... ذرا دیکھ تو یہ لطف قہر آمیز ہے..... کبھی اسی عقبہ میں تو پھنسا رہے..... اور ترقی و عروج قرب سے رک جائے..... ذرا سنبھل اور غور سے کام لے..... اور قواعد شریعت و طریقت کو معیار بنا کر اپنی اصلاح کر۔ قال

چو کل دیدہ ما خاک آستان شماست	کجا رویم بغرما ازین جناب کجا
-------------------------------	------------------------------

قرار و خواب ز حافظ طمع مدارے دوست	قرار چست صبوری کد ام و خواب کجا
-----------------------------------	---------------------------------

ان دونوں کا ظاہری مطلب تو ظاہر ہے..... اور بلسان معنی اس میں تعلیم ہے..... سالک کو کہ خواہ طریق طلب میں کچھ ہی پیش آئے..... ناکامی و نامرادی و قبض و تنگی وغیرہ وغیرہ..... لیکن چونکہ محبوب حقیقی کے سوا اور کوئی مقصود نہیں..... اس کو چھوڑنا نہ چاہئے طلب میں لگا رہے..... ورنہ دوسرا ٹھکانہ کہاں ہے..... یہ تو عدم حصول مراد کی حالت میں ہے..... اور شعر ثانی میں حصول مراد کی حالت کے متعلق تعلیم ہے کہ خواہ کیسا ہی کمال یا حال یا مقام حاصل ہو جائے..... لیکن پھر بھی طلب ہی میں سرگرم رہے..... قناعت اور توقف نہ کرے..... آگے بڑھتا رہے خوب کہا ہے۔

اے برادر بے نہایت درگہے ست	ہرچہ بروے میری بروے مایست
----------------------------	---------------------------

## غزل

اگر ان ترک شیرازی بدست آرد دل مارا	بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را
------------------------------------	-----------------------------------

معنی ظاہری ظاہر ہیں..... کہ اگر وہ محبوب شیراز کا رہنے والا جہان کے محبوب حسن و جمال میں مشہور ہیں..... ہماری دلداری کرے..... یعنی ہم کو اپنے دیدار سے کامیاب کرے..... تو میں صرف اس کے ایک سیاہ تل (دیکھنے) کے عوض اور شکر یہ میں..... سمرقند اور بخارا کو جہان کہ حسین و جمیل نیز مشہور ہیں..... دے ڈالوں اور نثار کر دوں..... اور معنی باطنی یہ ہیں کہ اگر محبوب حقیقی اپنی تجلیات سے مشرف فرمائے..... تو اس کی ادنیٰ تجلی کے مقابلہ میں دونوں عالم کو فدا کر دوں..... کیونکہ مقصود بالذات کے سامنے مقصود بالعرض کی طرف التفات نہیں ہوا کرتا۔ قال

بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنت نخواہی یافت	کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلا را
---	----------------------------------

رکنا باد ایک چشمہ ہے..... شیراز میں اور مصلا عید گاہ کو کہتے ہیں..... وہاں اکثر عوام بطور تفریح و سیر کے جاتے تھے..... اور نیز اکثر خواص و اہل ریاضت وہاں رہ کر مجاہدات عمل میں لاتے تھے..... معنی ظاہری یہ ہیں کہ اے ساقی شراب زندگی بخش..... ان دلکش مقامات میں مجلس آراستہ کر کے دے دے..... کیونکہ جنت میں یہ چیزیں نہ ملیں گی..... اور معنی باطنی

یہ ہیں کہ اے مرشد شراب محبت یہاں عطا کر دیجئے..... اس طرح سے کہ اذکار و اشغال جو مورث محبت ہوں تعلیم فرما دیجئے..... کیونکہ جنت میں پھر ریاضت اور مشقت جن پر مدار ترقی مراتب ہے میسر نہ ہوگا..... چنانچہ معلوم و مسلم ہے کہ جنت میں اعمال و طاعات موجب ترقی قرب نہ ہوں گے..... اس لئے دنیا ہی میں ان اعمال کا طریقہ بتلا دیجئے..... تاکہ محنت مشقت کر کے اس کے ثمرات سے..... ابد الآباد منتفع ہوں۔ قال

فغان کین لولیاں شوخ شیریں کار شہر آشوب	چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغمارا
--	---

معنی ظاہری تو یہ ہیں کہ..... میں ان شاہدان شوخ شیریں حرکات شہر آشوب کے ہاتھ سے فریاد کرتا ہوں..... کہ انہوں نے متاع صبر و قرار اس طرح غارت کر دیا..... جس طرح ترک خوان یغما کولوٹ بھاگتے ہیں..... اور معنی باطنی یہ ہیں کہ اذکار و اشغال میں جو انوار و غیرہ منکشف ہوتے ہیں..... اور اپنی دل کشی سے سالک کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں..... اے مرشد میں ان سے فغان کرتا ہوں جلدی اس کی طرف مشغول ہونے سے بچنے کا طریقہ بتلائیے..... کیونکہ ان میں مشغول ہونا مانع وصول الی المقصود الحقیقی ہے..... چنانچہ اسی مضمون کو حضرت حافظ نے دوسری جگہ اس طرح فرمایا ہے۔

دلبران گر دلبری زینان کنند	زاهدان رارخنہ در ایمان کنند
----------------------------	-----------------------------

احقر نے حضرت پیر و مرشد علیہ الرحمۃ سے سنا ہے کہ..... جب نورانیہ اشد ہیں جب ظلمانیہ سے..... قال

ز عشق نا تمام ماجمال یار مستغنی است	بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روی زیبارا
-------------------------------------	---

اس میں اصلاح ہے ایک غلطی کی..... جو اکثر اہل طریق کو ایک مشہور مسئلہ..... کنت کنز امخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق سے اور اس کی شرح میں جو بعض کلمات اس قسم کے مشہور و منقول ہیں۔

نکور و تاب مستوری ندارد	چودر بندی سرازوزن برآرد
-------------------------	-------------------------

اور جیسے کہا جاتا ہے کہ..... جمال الہی مقتضی ظہور کا ہوا تاکہ مرآة خلق میں اپنا مشاہدہ

کرے..... اور خلق بھی اس جمال کا مشاہدہ کرے..... و امثال ذلک ایسے کلمات سے وہ غلطی واقع ہو جاتی ہے..... اور یوں سمجھنے لگتے ہیں..... کہ غایت ظہور کی یہی مشاہدہ و معرفت ہے جو موقوف ہے ہمارے وجود پر..... تو گویا بدون ہمارے اس غایت کا استکمال نہ ہو سکتا تھا..... اور پھر تقاضے جمال اس ظہور کو مستلزم ہے..... جس سے ایک گونہ ابہام اضطرار کا ہوتا ہے..... سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون سو اس شعر میں اس کی اصلاح ہے..... کہ خود ہمارا عشق اور عرفان ہی ناقص ہے..... اور ذات جمیلہ محبوب حقیقی کی خود موصوف ایسے کمال تام کے ساتھ ہے..... کہ وہاں استکمال بالغیر محال ہے خصوص جبکہ وہ غیر محض ناقص ہو..... جیسا فرض کرو کوئی شخص نہایت زیبا صورت ہو..... تو اس کو دیگر محسنات عارضیہ کی کوئی احتیاج نہیں..... اسی طرح حق سبحانہ و تعالیٰ ہر احتیاج سے منزہ ہیں..... اور وہاں احتیاج محال ہے..... اور مشاہدہ مذکورہ کا غایت ظہور ہونا..... اسی طرح کمال و جمال کا مستلزم ظہور ہونا..... یہ دونوں امر مستلزم احتیاج ہیں..... جو محال تھی اور مستلزم محال خود محال ہے..... پس غایت مذکورہ اور استلزام مذکور کا حکم محال ہوگا..... بلکہ یہ سب کچھ ہمارے ہی حال پر عنایت فرمانے کے لئے اور ہمارے استکمال کے لئے ہو..... وہ بھی بارادہ و اختیار جیسا کہ مولانا رومی کا بھی ارشاد ہے.....

من نہ کردم خلق تا سودے کنم	بلکہ تا بر بندگان جو دے کنم
----------------------------	-----------------------------

باقی ایک وقت تک عدم رہنا..... پھر وجود عطا ہونا اس کا حقیقی راز اور حکمت خدا ہی کو معلوم..... اور کلمات مشہورہ جو اس کے خلاف کے موہم ہیں..... وہ بوجہ اس کے کہ مقال اہل حال ہے..... ماول ہوگا کیونکہ ہماری تحقیق مذکور قرآن و حدیث کا منطوق ہے..... اور محکم۔ خوب سمجھ لو۔ قال

من از آن حسن روز افزون کہ یوسف داشت دانستم	کہ عشق از پردہ عصمت برون آروز لیخارا
--	--------------------------------------

عصمت سے مراد خود داری..... جو اکثر زاہدان خشک میں ہوتی ہے..... جس کی وجہ واردات قلبیہ سے بے بہرہ ہونا ہوتا ہے..... اور جب کسی کامل کی توجہ اور تعلیم سے ان واردات کا..... تو وارد ہوتا ہے..... بیچارہ کی ساری خود داری خاک میں مل جاتی ہے..... اس تقریر کے بعد مطلب ظاہر ہے کہ..... یوسف یعنی محبوب حقیقی کے حسن روز افزون سے..... یعنی ان

واردات سے جو سالک کے قلب پر علی سبیل التزائد متجلی ہوتے ہیں..... مجھ کو یقین ہو گیا تھا کہ ان کا اثر کہ عشق و معرفت ہے..... اس سالک کو اس کی قدیم خودداری کے دائرہ سے ضرور نکال دے گا..... چنانچہ انکسار و شکستگی کا ترتب اس پر مشاہد ہے..... قال

حدیث از مطرب ومی گو وراز دہر کمتر جو	کہ کس نکشود و نہ کشاید حکمت این معمارا
--------------------------------------	--

اس میں اصلاح ہے..... ان لوگوں کی جنہوں نے شب و روز اپنا بڑا مشغل..... اور بڑا مقصود مسائل تصوف و اسرار حقیقت کی تحقیق کو بنا رکھا ہے..... اور جو اصل مقصود ہے ذکر و مشغل اس میں کمی کرتے ہیں..... ان کو غیر مقصود کی طرف التفات سے روک کر..... مقصود کی طرف کہ محبت و معرفت ہے..... اور جن اعمال سے محبت و معرفت پیدا ہوتی ہے..... ان کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ قال

نصیحت گوش کن جانان کہ از جان دوست دارند	جو انان سعادت مند پند پیر دانارا
---	----------------------------------

یہ شعر اوپر کے شعر سے متعلق ہے..... چونکہ اس میں مسائل تصوف کی تحقیق سے منع کیا تھا..... اور اس کا غیر نافع بلکہ مضر ہونا مبتدی کی سمجھ میں آتا نہیں..... اس لئے شاید وہ اس کے ماننے میں پس و پیش کرتا..... لہذا نہایت شفقت سے اس کو اس مضمون کے ساتھ خطاب کرتے ہیں..... اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مستقل نصیحت ہو..... کہ اگر مبتدی کی سمجھ میں مرشد کے کسی امر بالمباح کی حکمت نہ آئے تب بھی اطاعت کرنا چاہئے۔ قال

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ لگو گفتی	جواب تلخ می زبید لب لعل شکر خارا
--------------------------------------	----------------------------------

اس میں تعلیم ہے..... مرشد کی کہ اگر مرشد کبھی تلخ و درشت کہے تو اس میں اپنی اصلاح سمجھ کر..... بزبان حال اس کو اس شعر کا مخاطب قرار دے کر دلگیر نہ ہو..... مولانا روم کا ارشاد ہے۔

صبر کن در کار خضرای بے نفاق	تا نگوید خضر رو ہذا فراق
-----------------------------	--------------------------

اور جب مرشد کے ساتھ ایسا معاملہ رکھنا ضروری ہے..... تو اگر احياناً محبوب حقیقی کی جانب سے..... کسی ایسے خطاب و عتاب کا انکشاف و القا ہو..... تو اس کو حکمت پر مبنی سمجھ کر مکرر معطل نہ ہو۔ قال



غزل گفتمی و در سستی بیاد خوش بخوان حافظ	کہ بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریارا
---	------------------------------------

چونکہ غزل مذکور میں بہت مفید مضامین ہیں..... اس لئے اس شعر میں اس غزل کی شنا کرتے ہیں..... ترجمہ ظاہر ہے۔

## غزل

دوش از مسجد سوی میخانہ آمد پیرما	چست یاران طریقت بعد ازین تدبیرما
در خرابات مغان مانیز ہم منزل شویم	کاین چنین رفت است در عہد ازل تدبیرما
ما میدان روبوسی کعبہ چون آرم چون	رو بسوی خانہ خمارد ارد پیر ما

مطلب ظاہری ظاہر ہے..... معنی معنوی یہ ہے کہ مسجد اور کعبہ سے مراد طریق کثرت عبادت..... اور میخانہ اور خرابات مغان اور خانہ خمار سے مراد طریق عشق و محبت اور یہ دونوں طریق وصول الی اللہ کے مملوک ہیں..... ہر شخص کی جیسی استعداد ہوتی ہے..... اسی طرح اس کو تربیت کیا جاتا ہے..... اور طریق محبت کے معنی یہ نہ سمجھے جائیں کہ اس میں عبادت نہیں ہوتی..... کہ یہ تو الحاد محض ہے بلکہ کثرت عبادت نہیں ہوتی..... یعنی نوافل وغیرہ کا اہتمام زیادہ نہیں ہوتا..... پس وہ طریق بھی خلاف شرع نہیں ہے..... اور یہ تعین طریق تربیت کی کبھی شیخ کی فراست سے ہوتی ہے..... اور کبھی غیبی طور پر اس پر ویسے ہی واردات ہونے لگتے ہیں..... کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ابتدا ایک طریق سے ہوئی تھی..... اور تکمیل دوسرے طریق سے ہوتی ہے..... کبھی کامل کے حال میں بھی تبدیل ہو جاتا ہے..... گو وہ تبدیل مبتدی کا سامنہیں ہوتا..... جب یہ سب مقدمات سمجھ میں آگئے..... اب مطلب اشعار کا سمجھنا چاہئے..... شعر اول سوال ہے..... دوسرا شعر جواب ہے..... تیسرا شعر اس جواب کی دلیل ہے..... پس فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ کی حالت غیبی طور پر کچھ بدلی ہے..... کہ پہلے ان پر طریق کثرت عبادت کا غلبہ تھا..... اب طریق عشق کا غلبہ ہو گیا گو جامعیت دونوں حالتوں میں پائی ہے..... اب سوال کے طور پر کہتے ہیں کہ اس حالت میں ہمارے لئے کیا تدبیر مناسب ہے..... آیا اس تبدیل سے دوسرے شیخ کو بدلنا چاہئے..... یا اسی شیخ کا اتباع

..... اس طریق میں کرنا چاہئے..... کیونکہ اس وقت تعلیم میں بھی اثر اسی کا غالب ہوگا..... پھر خود جواب میں تدبیر بتلاتے ہیں..... کہ ہم کو بھی شیخ کے ساتھ ہم منزل ہو جانا چاہئے..... یعنی اسی طریق میں شیخ کا اتباع چاہئے کیونکہ ظاہراً ہماری تربیت اسی طرح مقدر ہے..... اس ظاہر کی دلیل یہ ہے کہ ایسے اسباب جمع ہو گئے..... کہ اس شیخ سے ہمارا تعلق ہو گیا..... یہ علامت باہمی تناسب کی ہے..... جو مدار فیض و افادہ ہے..... جیسا حدیث میں ہے

الارواح جنود مجنودة فما تعارف منها ائتلف وما تناكر منها اختلف آگے

اس کی دلیل فرماتے ہیں کہ جب ہمارا شیخ ایک طریق پر ہے..... تو ہم دوسرے طریق پر کیسے ہو سکتے ہیں..... حاصل دلیل کا یہ ہوا کہ افادہ و استفادہ میں اتحاد مشرب شرط ہے..... اگر ہم نے دوسرا طریق اختیار کیا تو شرط فیض ہو جائے گی..... پھر فیض بھی نہ ہوگا اور یہ احتمال کہ دوسرے سے فیض ہو..... شعر ثانی میں قطع ہو چکا ہے..... کہ ظاہراً فیض اسی شیخ سے مقدر ہے..... اور چونکہ بحث باب عملیات سے ہے..... عملیات میں خطابیات احتجاج کے لئے کافی ہیں..... اس واسطے اس تقریر پر کوئی غبار نہیں..... حاصل مقام کا یہ ہوا کہ جیسے بعض خام طبع ذرا ذرا سی بات میں کہ ان کے خلاف طبع ہو..... گو خلاف شرع نہ ہو پیر سے بدگمان اور منحرف ہو جاتے ہیں..... یہ دلیل حرمان کی ہے ایسے اسباب سے قطع تعلق کرنا نہ چاہئے..... بلکہ اس کا اتباع و موافقت حد شرعی تک ضروری ہے..... کہ ممکن ہے اسکے حال میں ترقی ہوئی ہو..... اور یہ تبدل اس کا اثر ہو اور ممکن ہے کہ تمہاری تربیت اس تبدل سے وابستہ ہو..... کہ تمہارا تبدل مقصود ہو..... واللہ اعلم..... قال

عقل گرداند کہ دل در بند زلفش چون خوش است	عاقلان دیوانہ گردند از پئے زنجیر ما
--	-------------------------------------

یعنی گو طریق سلوک میں..... کیفیات عشقیہ مثل آہ و نالہ و فریاد و زاری و درد و غم کو دیکھ کر عقلاء ظاہری سمجھتے ہوں گے..... کہ یہ لوگ بڑی مصیبت میں ہیں..... لیکن ہماری روحانی مسرت و نشاط کی اگر ان کو خبر ہو جائے..... تو اس زنجیر زلف و قید عشق کی طلب اور تمنا اور اشتیاق میں وہ خود دیوانوں کی طرح پھرنے لگیں..... اور خود بھی ان کیفیات کے جو یان و خواہان ہو جائیں..... مطلب یہ کہ محنت عشق پر ہزاروں راحت قربان ہیں۔ قال

روئی خوبت آیتے از لطف بر ما کشف کرد	زان سبب جز لطف و خوبی نیست در تفسیر ما
-------------------------------------	--

یہ شعر تجلی جمالی..... یعنی اس درجہ کے غلبہ کی حالت کا معلوم ہوتا ہے..... یعنی میری تفسیر و بیان میں جو رجا و رحمت کے مضامین زیادہ معلوم ہوتے ہیں..... اس کی وجہ یہ ہے کہ محبوب کے روی خوب یعنی تجلی جمالی نے لطف و رحمت کی صفت..... مجھ پر منکشف کردی اس لئے جس کیفیت کا قلب پر غلبہ ہے..... زبان سے بھی اسی کا صدور ہوتا ہے..... اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہو گیا کہ..... ظاہری اقوال و احوال بھی جبکہ بے ساختہ صادر ہوتے معلوم ہوں..... علامت ہوتی ہے اس شخص کی کیفیت باطنی کی..... پس پیر کی تلاش کرنے والے کو اس سے استبداد چاہئے..... اور آیت و تفسیر کا جمع کرنا لطف شاعری ہے۔ قال

بادل سنگینت آیا بیچ در گیر دشبے	آہ آتہا رو سوز نالہ شبگیر ما
---------------------------------	------------------------------

لفظ سنگین مجاز از صفت غنا و لفظی بے ادبی در غلبہ عشق عفو است..... شبگیر آخر شب..... لفظ آیا براے تمنا..... در گیر و مجاز از رحم آرو بدون اعتبار انفعال..... حاصل یہ کہ تمنا کرتے ہیں کہ ہماری مناجات سحری جس کا منشاء عشق ہے..... آپ کی صفت غنا کو ہمارے حال پر مصدر رحمت کر دے..... یعنی ہم پر رحمت فرمانے میں گو کوئی آپ کو حاجت نہیں ہے..... اور یہی معنی ہیں غنا کے..... مگر ہماری حاجت کی وجہ سے ہم پر رحمت فرمائیے..... خلاصہ یہ کہ تمناے رحمت کر رہے ہیں..... اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے..... کہ سالک اپنے مجاہدات و ریاضات پر نظر کر کے اپنے کو مستحق فیضان کا نہ سمجھے..... بلکہ انکسار افتقار و تذلل و عرض حاجت کرتا رہے..... تنبیہ بعضے کم فہم غنا کے معنی بے التفاتی کے سمجھتے ہیں..... جو محض غلط ہے بلکہ اس کے معنی بے احتیاجی کے ہیں..... جو مقتضی ہے زیادت التفات و عنایت کو کیونکہ خلق جو التفات میں کمی کرتے ہیں تو بوجہ اس کے کب بعض منافع کے مناجا ہوتے ہیں..... جس سے وہ منفعت حاصل ہوتی ہے اس کی طرف التفات کرتے ہیں..... جس سے وہ منفعت حاصل نہیں ہوتی..... اس کی طرف التفات نہیں کرتے..... پس عدم التفات کی علت احتیاج ہے..... اور یہ وہاں مفقود ہے پس التفات زیادہ متوقع ہے..... ہاں اگر عبد ہی کی طرف سے کوئی امر مانع ہو مثل کفر و شرک وغیرہ کے تو وہ اور بات ہے تو وہ سمجھ لو۔ قال

مرغ دل را صید جمعیت بدام افتاده بود	زلف بکشادی و باز دست شد نخچیر ما
-------------------------------------	----------------------------------

زلف کنایہ از صفت قابض بمناسبت انکہ زلف پریشانی دارد..... و در حالت قبض ہم پریشانی رود ہد..... پس ہر دورا تعلقے است با پریشانی..... و نیز چنانچہ زلف سا تر رخ است..... ہچنان قبض سا تر واردات جمالیہ است..... و در مجاز ہمیں قدر مناسبت کافی است..... یعنی ہمارے قلب میں کیفیت سکون کی ہو گئی تھی..... مگر قابض کی تجلی سے قبض ہوا..... اور پھر آشفنگی اور پریشانی ہو گئی..... اس میں تحقیق ہے تعاقب بسط و قبض کی..... اور تعلیم ہے کہ کسی حالت مرغوبہ پر عجب نہ کرے..... کہ ورو دضد سے ہر وقت زوال محتمل ہے۔ قال

باد بر زلف تو آمد شد جهان بر من سیاہ	نیست از سودای زلفت بیش ازین توفیر ما
--------------------------------------	--------------------------------------

باد سبب پریشانی زلف می باشد..... کنایہ از صفت ارادہ کہ سبب تعلق صفت قابض باشد..... باحوال قلبیہ سالک جهان سیاہ شدن پریشان شدن..... توفیر زیادت و محاصل..... سودا خیال عشق..... مطلب یہ کہ آپ نے جب ارادہ فرمایا کہ..... میرے قلب پر کیفیت قبض کی وارد کر دیں..... تو اس کے ورود سے میری پریشانی بڑھ گئی..... جو کہ لازمہ قبض ہے..... آگے کہتے ہیں کہ واقعی تجلی اسم قابض کا یہی فیض ہے اور لفظ سودا بڑھانے میں اشارہ ہے..... ایک تحقیق کی طرف وہ یہ کہ صفات الہیہ سب جمیل اور محبوب ہیں..... اور عاشق کو واجب ہے کہ ہر صفت کے فیض کو..... خواہ جمالی ہو یا جلالی ہو دل و جان سے قبول کرے..... اور اس میں اپنی تربیت سمجھے..... پس قبض سے بھی دلگیر نہ ہو۔ اور سودا اور زلف میں لطف شاعری بھی ہے۔ قال

تیر آہ ما ز گردون بگذر و جان عزیز	رحم کن بر جان خود پرہیز کن از تیر ما
-----------------------------------	--------------------------------------

اگر اس کا مخاطب ظاہر پرستوں کو کہا جائے..... جو کہ عشاق کے حالات سے بے خبر ہوتے ہیں..... اور ان کو ایذا نہیں پہنچاتے ہیں تب تو معنی بے تکلف ہیں..... کہ ہمارا تیر آہ کہ آہ مظلوم ہے آسمان سے گزر کر پایہ سر پر سلطانی تک پہنچتا ہے..... اور مقبول ہوتا ہے تو اے جان عزیز (یہ شفقت کہہ دیا) ہم کو ایذا مت پہنچاؤ..... اپنے اوپر رحم کرو اس صورت میں اس

میں ارشاد ہوگا..... کہ غیر اہل حال کو اہل حال پر انکار جو منجر بایذا ہونا چاہئے..... اور اگر محبوب حقیقی کو منادی کہا جائے..... تو مجازات بعیدہ کا تکلف کرنا پڑے گا..... اور مقصود کا حاصل یہ ہوگا کہ چونکہ محبوب حقیقی نہایت رحیم ہے..... اس کو اپنے بندہ کی پریشانی گوارا نہیں..... اس لئے عرض کرتے ہیں کہ ہم کو فراق سے نجات دیجئے..... ورنہ ہماری پریشانی سے آپ کو ایذا ہوگی..... اس کے قریب استعمالات مجازیہ کتاب و سنت میں بھی وارد ہیں..... قال اللہ تعالیٰ یؤذون اللہ وفي الحدیث عن اللہ تعالیٰ ماترددت فی شیء ماترددت فی قبض نفس المومن ہو یکرہ الموت وانا اکرہ مساتہ یہ حدیث کا مضمون ہے..... لفظ اچھی طرح یاد نہیں..... لیکن تردد اور کراہت کے لفظ میں کوئی شک نہیں..... بعد تعین محصل مقصود کے..... اب انطباق الفاظ شعر کا اس معنی پر کچھ دشوار نہیں۔ قال

بردر میخانہ خواہم گشت چون حافظ مقیم	چون خراباتی شدای یار طریقت پیرما
-------------------------------------	----------------------------------

چون حافظ مانند حافظ۔ یہ مقطع ہم مضمون مطلع کا ہے۔ غزل۔ قال

شب از مطرب کہ دل خوش بادویرا	شنیدم نالہ جان سوزنے را
چناں درجان من سوزش اثر کرد	کہ بے رقت ندیدم ہیج شے را
حریفے بد مرا ساقی کہ مردم	ز زلف ورخ نمودی شمس ودی را
چو شوقم دیدر سا غرے افزود	بکفتم ساقی فرخندہ پے را
رہانیدی مرا از شرہستی	چو پیودی پیاپے جام مے را
حماک اللہ عن شر النوائب	برال۔۔۔ نے الدارین خیرا
چو بخود گشت حافظ کے شمارو	بیک جو ملک کاؤس وکے را

مطرب کنایہ از شیخ و عارف..... نالہ ائے مضامین عشق..... سوزش سوزاد۔ حریف مصاحب وئے بفتح دال مخفف دیجور (کذا قیل لیکن صاحب غیاث نے اس کی تغلیط کی ہے..... چنانچہ کہا ہے و انچہ لفظ دے را مخفف دیجور گویند و سندان مصرع خواجہ حافظ ارند مصرع

زلزلہ و رخ نمودی شمس و وی راء خطا است..... چہ دیجور صفت شب واقع شود..... نہ آنکہ دیجور مطلق شب سیاہ را گویند..... و سبب این غلطی نسخہ است صحیح چنینست ع زلزلہ و رخ نمودی شمس و فی بافتح بمعنی سایہ دریں صورت مقابلہ شمس و فی بمشا بہت زلزلہ و رخ درست می شود..... پس وی را مخفف دیجور فہمیدن موجب عدم فہم است اہ منہ مدظلہ العالی) نواب حوادث مملکت ملک..... اس پوری غزل کے اشعار بطور قطعہ بند کے ہیں..... سب میں ایک ہی مضمون ہے..... یعنی اسرار عشقیہ و حقائق عرفانیہ کی تعلیم پانے پر مسرت اور شیخ تعلیم کنندہ کا شکر یہ..... خلاصہ یہ کہ شب گزشتہ میں میں نے شیخ سے کہ خدا تعالیٰ ان کو خوش رکھے..... اسرار عشق سے جو کہ جانسوز تھے ان مضامین کے سوز نے..... میرے اندر ایسا اثر کیا کہ کسی شے کو میں نے رقت سے خالی نہ پایا..... اس وجہ سے کہ اپنے اندر جو کیفیت ہوتی ہے اس کا اثر ہر شے میں محسوس ہوا کرتا ہے..... اس توجیہ پر تو رقت صفت ہر شے کی ہوگی..... اور یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ رقت صفت متکلم کی ہو..... اور معنی یہ ہوں گے کہ میں نے ہر شے کو اس طور پر دیکھا کہ اس کو دیکھ کر مجھ کو رقت ہوتی تھی..... وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر شے نظر معرفت میں آئینہ جمال الہی ہے..... جب اسرار و معارف منکشف ہوتے ہیں..... تو ہر شے کو اسی نظر سے دیکھتا ہے..... اور اس نظر کے لئے تاثر و رقت لازم ہے..... آگے پھر شیخ کے بیان اسرار کا بیان ہے..... کہ ایسا ہمارا ہی اور رفیق میرا ساقی تھا یعنی ایسا شیخ ان معارف کو بیان کر رہا تھا..... کہ واردات جلالیہ و جمالیہ کے بیان سے شمس اور دیجور کا نقشہ دکھلا رہا تھا..... یا یوں کہا جائے کہ ان واردات کو اپنے تصرف سے قلب پر افاضہ کر رہا تھا..... جب اس نے میرا شوق دیکھا تو پیالہ میں شراب اور بڑھادی یعنی میرے قلب میں تعلیم یا افاضہ وہ اسرار و واردات اور القا فرمائیے..... اس وقت میں نے خوش ہو کر ساقی فرخندہ پے سے کہا کہ آپ نے مجھ کو ان اسرار کے افاضہ کی بدولت ہستی موہوم کے شرور و آفات سے..... یعنی آثار ظلمانیہ و کدورات نفسانیہ سے چھڑا دیا..... جبکہ علی التواتر وہ اسرار مجھ پر افاضہ فرمائے..... پس اللہ تعالیٰ آپ کو تمام حوادث کے شر سے محفوظ رکھے..... اور دونوں جہان میں اس کی جزائے خیر دے..... اور جب میں ان اسرار سے بے خود ہو گیا تو تمام سلاطین کے ملک و دولت کی ایک جو کی برابر بھی..... میری آنکھ

میں قدر نہ رہی..... چنانچہ ظاہر ہے کہ دولت باطنی کے سامنے دولت ظاہری لاشی محض ہے۔

## غزل۔ قال

صوفی بیا کہ آئینہ صاف است جام را	تا بنگری صفای مئے لعل فام را
----------------------------------	------------------------------

صوفی کا اطلاق کبھی صوفی حقیقی پر آتا ہے..... کبھی مدعی پر یہاں معنی ثانی مراد ہیں..... اور جام سے مراد قلب اس کو آئینہ سے تشبیہ دی باعتبار انخلاء کے مجاہدہ و ریاضت سے..... اور مئے سرخ رنگ سے مراد عشق و محبت باعتبار سکر و بخود دی کے..... مطلب یہ کہ اے مدعی تم اپنے کمالات پر کیا دعویٰ کرتے ہو..... ادھر طریق اہل صدق کی طرف آؤ..... اور صدق اختیار کرو..... کہ آئینہ قلب فی نفسہ صاف ہے..... صرف اوصاف ذمیمہ کا اس پر حجاب پڑا ہے..... صدق کی برکت سے یہ اٹھ جائے گا..... پھر اس وقت اس میں تجلیات ذات و صفات کی منعکس ہو کر محبوب حقیقی کی معرفت ہوگی..... اور معرفت سے محبت و عشق کا غلبہ ہوگا..... اس وقت نور محبت کا ادراک ہوگا..... حاصل شعر کا ترغیب دینا ہے..... تصفیہ و تزکیہ میں..... کہ ذریعہ وصول الی المحبوب ہے۔ قال

راز درون پردہ زردان مست پرس	کاین حال نیست صوفی عالی مقام را
-----------------------------	---------------------------------

یہاں بھی صوفی سے وہی معنی ثانی مراد ہیں..... جو شعر بالا میں مذکور ہوئے..... اور عالی مقام باعتبار شان و شوکت ظاہری کے کہا۔ مطلب یہ کہ اسرار حقیقت عشاق و تارکان تعلقات..... مستغرقان محبت سے دریافت کرنا چاہئے..... کہ مدعیوں پر احوال باطنی ہی طاری نہیں ہوئے..... تا کہ ان سے قلب پر واردات حالیہ یا علمیہ فائض ہوتے..... اس میں بھی مذمت ہے دعویٰ کی..... اور ترغیب ہے صدق و ترک ماسوی کی۔ قال

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چین	کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را
---------------------------------	----------------------------------

باد بدست بجاصل..... عنقا کنایہ از ذات باعتبار اختلافِ دائم..... مطلب یہ کہ جس طرح عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا..... بس دام پھیلانا اور کوشش کرنا لا حاصل ہے..... اسی طرح کنہ ذات بحت کو کوئی ادراک نہیں کر سکتا..... اس لئے فکر اور سوچ بیکار ہے..... اس

میں سالک کو یہ بتانا ہے کہ..... انکشاف ذات کی فکر میں پڑ کر پریشان نہ ہو..... اور اپنا وقت صرف نہ کرے..... پس اس شعر میں علم و عمل یعنی حقیقت و طریقت دونوں کی تعلیم ہے۔ قال

کاین دل نہاد در کف عشقت زام را

من آن زمان طمع ببردیم ز عافیت

یعنی میں نے تو اسی وقت عافیت سے امید قطع کر دی تھی..... جبکہ میرا دل تیرے عشق میں مبتلا ہو گیا تھا..... اس میں تعلیم ہے کہ عاشق حق کو عافیت اور بے فکری کی طلب عبث ہے..... جو حالت شدید سے شدید عشق میں پیش آئے..... اس کو برداشت کرے..... یہ مضمون ان لوگوں کے یاد رکھنے کا ہے..... جو بعض احوال باطنی سے تنگ آ کر دوسرے احوال مرغوبہ کی تمنا کرتے ہیں..... ممکن ہے کہ یہ ناگوار حالت اس گوارا حالت سے نفع ہو۔ قال

ایخواجه بازین بترحم غلام را

مارا بر استان تو بس حق خدمت است

ہر چند کہ شان محبوب کے لائق کسی سے بھی خدمت نہیں ہو سکتی..... مگر اپنی طاقت سے زیادہ جوش محبت و عشق میں..... اس کا صدور ہو جاتا ہے..... اور شمرہ و کامیابی میں دیر ہونے سے ولولہ میں وہ طاعات زبان پر بھی آ جاتی ہیں..... یعنی مدت ہوئی طلب و خدمت میں سرگرم ہوں..... اب تو کامیاب فرما دیجئے..... یہ ایک حالت ہے جس میں عاشق معذور ہے..... اور اگر مقصود افتقار ہو تو ماجور ہے کقول یعقوب علیہ السلام انما اشکو بشی و حزن فی الی اللہ وکتوسل اهل الغار باعمالهم الصالحة فی الخروج عن الغار. قال

آدم بہشت روضہ دارالسلام را

در عیش نقد کوش کہ چون آنخورنماند

عیش نقد سے مراد اعمال و طاعات و مجاہدہ..... جس کو سروسنت عمل میں لے آئے..... اور اگلے وقت پر نہ رکھے..... مطلب یہ کہ جو کچھ ذخیرہ آخرت جمع ہو سکے جمع کر لو..... اور نفس کی تسویلات و تسویفات میں مت رہو کہ کل کر لیں گے پرسوں کر لیں گے..... حتیٰ کہ عمر یوں ہی ختم ہو جاتی ہے..... بلکہ جو کچھ کرنا ہو فوراً کر لو..... کیونکہ جب آدم علیہ السلام کا حصہ جنت میں قیام کرنے کا علم الہی میں ختم ہو گیا..... تو ان کو ایسے اسباب پیش آئے کہ بہشت چھوڑنا پڑی..... پس جب بہشت جو کہ فی نفسہ دارا قامت ہے..... اجل معین



گزرنے پر چھوٹ گئی تو دنیا جو کہ دارالزوال ہے..... اس کو تو اجل موعود پر تم کو بدرجہ اولے چھوڑنا پڑے گا..... پھر کس کے بھروسے۔ ٹال رہے ہو۔ قال

در بزم دور یک دو قدح درکش و برو	یعنی طمع مدار وصال دوام را
---------------------------------	----------------------------

یہاں وصال سے مراد تجلی ذاتی ہے..... جس کے معنی اصطلاح میں یہ ہیں کہ ذات بحت کی طرف توجہ میں ایسا استغراق ہو کہ غیر ذات کی طرف اصلا التفات نہ رہے..... اور ممکن ہے کہ مطلق تجلی مراد ہو..... عام تجلی ذات و صفات سے..... مگر وہی جس میں استغراق تام ہو..... حاصل شعر کا یہ ہے کہ بعض سالکین ایسے بعض احوال کے طاری ہونے کے بعد اس کا دوام چاہتے ہیں..... اور عادة اللہ یہ ہے کہ اکثر اس کا دوام نہیں ہوتا..... اور اسی میں نفع بھی ہے..... کیونکہ حسب تنصیص ائمہ فن استغراق میں ترقی نہیں ہوتی..... کیونکہ ترقی ہوتی ہے عمل سے..... اور اس میں عمل نہیں ہوتا..... دوسرے تعطل بھی ہو جاتا ہے..... اور مقصود زیادت طاعت ہے..... تیسرے بدن کی تدبیر بھی مختل ہو جاتی ہے..... اور قوام بدنی کا اعتدال موقوف علیہ ہے طاعت کا..... ان حکمتوں سے یہ تجلیات دائم نہیں ہوتیں..... اس لئے فرماتے ہیں کہ..... جو کچھ احیانا ان تجلیات سے مشرف ہو جاؤ غنیمت سمجھو اور پھر سلوک میں لگ جاؤ برو سے اسی طرف اشارہ ہے..... کیونکہ رفتن ترجمہ ہے سلوک کا۔ قال

ای دل شباب رفت و نچیدی گلے ز عمر	پیرانہ سر مکن ہنر جنگ و نام را
----------------------------------	--------------------------------

یعنی جوانی کی عمر جو کہ مجاہدہ و ریاضت کا وقت تھا گزر گئی..... اور افسوس ہے تو نے کوئی کام نہ کیا اب بڑھاپا آیا..... تو علاوہ ضعف جسمانی و روحانی کے اب زیادہ ہوس رہتی ہے جاہ کی..... اور اسی کو ہنر سمجھتے ہیں..... خواہ جاہ دنیوی یا جاہ دینی..... جیسا اہل علم ظاہری کو پیش آتی ہے..... اور وہ جاہ بہت سے اعمال و قربات و طلب مقصود سے مانع ہوتی ہے..... اس لئے نصیحت کرتے ہیں کہ اس جنگ و نام کے ہنر کو پیشہ مت کرو..... کہ اب تو ہم خود صاحب شان یا صاحب کمال مشہور ہیں..... اب کیا کسی سے رجوع کریں..... یا مبتدیوں کے احوال و اشغال کو کیا اختیار کریں..... یا خلوعن الکمال کا کیا اعتراف کریں..... کہ مشیخت میں خلل پڑتا ہے..... اللهم احفظنا بلکہ اس بڑھاپے ہی کے حصہ میں جو کچھ ہو سکے اس میں

دریغ نہ کرے..... پس مکن میں جعل بسیط ہے..... ایک ہی مفعول پر تمام ہو جاتا ہے  
..... یعنی لا تجعل الانفة یعنی لا تستنکف واللہ اعلم۔ قال

حافظ مرید جام جم است ای صبارو	وزبندہ بندگی برسان شیخ جام را
-------------------------------	-------------------------------

جام جم قلب پیر شیخ جام پیر یکہ ایس چنیں قلب دارد۔ ترجمہ تو ظاہر ہے شاید مقصود اس سے  
تنبیہ ہو..... حقوق شیخ پر کہ مرید کتنا ہی کامل ہو جائے..... جیسے کہ حافظ شیرازی تھے مگر تب بھی  
شیخ کا ادب اور احترام اور اعتراف اس کے ولی نعمت ہونے کا..... بلکہ حسب موقع اس کا اظہار  
بھی کرتا رہے..... حتیٰ کہ اس کی حالت غیبت میں بھی اس کے حقوق میں تساہل و تغافل نہ  
کرے..... پس اس تقریر پر اس شعر میں تعلیم ہوگی آداب شیخ و حقوق صحبت کی..... واللہ اعلم۔

### غزل۔ قال

رونق عہد شباب است دگرستان را	میرسد مژدہ گل بلبل خوش الحان را
------------------------------	---------------------------------

یہ شعر زمان بسط کا معلوم ہوتا ہے..... کہتے ہیں کہ بستان یعنی قلب میں پھر عہد شباب  
..... یعنی زمانہ بسط کی رونق..... یعنی شگفتگی حاصل ہوئی ہے اور گل یعنی محبوب حقیقی کا مژدہ  
..... یعنی تجلیات، جمالیہ بلبل خوش الحان یعنی عاشق پر وارد ہے..... اور معنی ظاہری ظاہر ہیں۔

ای صبا گر بجوانان چمن باز ری	خدمت ما برسان سرو گل وریحان را
------------------------------	--------------------------------

سرو گل وریحان سے مراد..... وہی جوانان چمن بطور وضع مظہر موضع مضمحل کے..... مراد  
اس سے یاران طریقت مثل پیر بھائیوں کے..... اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ صاحب  
طریقہ کو اپنے اصحاب و احباب کا خادم اور نیاز مند رہنا چاہئے..... کہ اس میں علاوہ اداے  
حق و اختیار تو وضع کے ان کی دعا و ہمت و تطیب قلب سے باطنی نفع بھی ہے۔

ای کہ برمہ کشی از عنبر سارا چوگان	مضطرب حال مگردان من سرگردان را
-----------------------------------	--------------------------------

سار بالف زائدہ بمعنی مثل چون خاکسار ای مثل عنبر..... یا سارا بمعنی چاچون نمک  
سار و برہر دو تقدیر..... مراد زلف و چوگان..... ہم کنایہ از زلف بمناسبت امتداد و طول.....  
وکلمہ از براے بیان..... یا عنبر سار صفت مفت و چوگان موصوف و مفعول کشی محذوف اے

پردہ..... و مہ مراد بدورخ..... مطلب یہ ہے کہ زلفِ عنبر سار..... یعنی تجلیِ جلالی سے کہ اس کے لوازم سے قبض ہے ماہ کو..... یعنی تجلیِ جمالی کو مستور نہ کیجئے..... اور مجھ کو مضطرب حال نہ کیجئے..... ہر چند کہ تجلیِ جلالی بھی تجلیِ محبوب ہی ہے..... لیکن اس کے عدمِ تحمل کے بیان سے اپنے ضعف کا اظہار ہے..... کہ افتقار و انکسار عینِ مطلوب ہے۔ قال

ترسم آن قوم کہ بر در دکشان میخندند	در سر کارِ خرابات کنند ایمان را
------------------------------------	---------------------------------

سرخیال۔ کارِ خرابات مے نوشی..... مطلب یہ ہے کہ جو ظاہر پرست مدعی زہد و تقویٰ عشاق پر ہنتے ہیں..... جو کہ شرابِ محبت سے بے خود ہیں..... اور اس وجہ سے بعضے امورِ غلبہ عشق سے ان سے ایسے سرزد ہو جاتے ہیں..... جو ظاہر پرستوں کی سمجھ میں نہیں آتے مجھ کو یہ اندیشہ ہے..... کہ اس تحقیر و استکبار کی نحوست سے یہ کسی ایسی حالت میں مبتلا نہ ہوں..... کہ سچ مچ ایمان و تقویٰ میں خلل انداز ہو مثلاً کسی مخلوق ہی کے ناجائز عشق میں مبتلا ہو جائیں..... اس میں تعلیم ہے کہ کسی پر ہنسنا اور طعن کرنا نہ چاہئے..... ہاں اصلاح کے موقع پر اصلاح کے طریقہ سے اصلاح کرنا ضروری ہے۔ قال

یار مردان خدا باش کہ در کشتی نوح	ہست خاکے کہ بآبے نخر و طوفان را
----------------------------------	---------------------------------

کشتی نوح طریقہ یا صحبتِ اہل حق..... مردانِ خدا اہل حق۔ خاکِ قناعت۔ طوفان جاہ و ثروت..... آ بے حصہ ازان۔ یعنی اے طالبِ حق..... تو اہل اللہ کی معیت و خدمت کو مت چھوڑ..... کیونکہ اہل اللہ کے طریقہٴ حلم و عمل یا صحبت میں ایسی قناعت و ترکِ ماسوی کی تعلیم اور تحصیل ہے..... کہ تمام جاہ و سلطنت کو ذرہ برابر بھی نہیں سمجھتے..... اس میں تعلیم ہے ترکِ ماسوی کی..... اور ایسے تارکین کے ساتھ لگے لپٹے رہنے کی..... پس اثبات ہے برکتِ صحبت کا بھی۔ قال

برواز خانہ گردون بدرونان مطلب	کاین سیہ کاسہ در آخر بکشد مہمان را
-------------------------------	------------------------------------

برواز مر از رفتن..... بدر بمعنی برون..... خانہ گردون دنیا۔ نان تعلقات..... سیہ کاسہ بخیل..... یعنی اس دنیا سے بے تعلق رہ اور تعلقات کا طالب مت ہو..... کیونکہ یہ گردون

یعنی اہل دنیا کہ زیر گردون آباد ہیں..... آخر کار مہمان کو یعنی تجھ کو کہ مہمان چند روزہ ہے ہلاک کریں گے..... یعنی تعلقات دنیویہ سے کسی کو فلاح نہیں ہوتی..... بلکہ خسران و حرمان ہی ہاتھ آتا ہے۔ قال

گرچنین جلوہ کند مغ بچہ بادہ فروش	خاک روب در میخانہ کنم مرگان را
----------------------------------	--------------------------------

مغ آتش پرست کنایہ از طالب نور حقیقی..... وگا ہے کنایہ از پیر باشد مغ بچہ بچہ مغ مراد از خلیفہ..... ارشاد کہ نائب پیر باشد..... یعنی اگر خلیفہ ارشاد..... کہ قاسم محبت ہے..... اسی طرح مظہر کمالات ہو تو میں پلکوں سے اس کے در پر جھاڑ دوں..... اس میں تعلیم ہے کہ خلیفہ ارشاد گو پیر بھائی ہو..... لیکن جب وہ بانابت شیخ افاضہ کرے تو اس کو مخدوم سمجھنا چاہئے..... مساوات کا دعویٰ اور حسد موجب حرمان ہے۔ قال

نشوی واقف یک نکتہ ز اسرار وجود	گر تو سرگشتہ شوی دائرہ امکان را
--------------------------------	---------------------------------

اگر وجود سے مراد وجود حقیقی واجب ہے..... جیسا کہ امکان کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے..... تب تو اسرار سے مراد کنہ اور حقیقت ہے یعنی اگر وجود ممکن کے کل حقائق کو بھی محیط ہو جاؤ..... تب بھی واجب کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی..... اور اگر وجود سے مراد وجود ممکن ہو تو اسرار سے مراد حکمتیں ہیں..... یعنی اگر تمام عالم میں پھر جاؤ تب بھی حدوث اشیا کی حکمتیں معلوم نہیں ہو سکتیں..... کہ یہ عالم کیوں پیدا ہوا..... دونوں تقدیروں پر اس میں تعلیم ہے کہ جو امور احاطہ ادراک میں کبھی نہ آسکیں..... طالب حق کو چاہئے کہ اس کے ادراک میں اپنا وقت صرف نہ کرے..... جیسے بہت لوگ اسی غلطی میں مبتلا ہیں۔ قال

ہر کرا خواہگہ آخر بدو مشت خاک است	گوچہ حاجت کہ بر افلاک کشد ایوان را
-----------------------------------	------------------------------------

ترجمہ ظاہر ہے اور مقصود تعلیم ہے..... ترک تعلقات و طول اہل کی..... کہ لازمہ طلب مقصود حقیقی ہے۔ قال

ماہ کنعانی من مسند مصر آن تو شد	وقت آن است کہ پدر و کئی زندان را
---------------------------------	----------------------------------

یعنی اے روح یا قلب کہ مشابہ یوسف علیہ السلام کے ہے..... مسند یعنی مقام عشق تجھ

کو بفضلہ تعالیٰ میسر ہو گیا..... اب دنیا کو کہ جن مومن ہے ترک کر دو..... مقصود اس میں بھی ارشاد ہے..... ترک تعلقات دنیویہ کا۔ قالؒ

در سر زلف نہ دانم کہ چه سود اداری	کہ بہم بر زدہ گیسوی مشک افشان را
-----------------------------------	----------------------------------

زلف کنایہ از عالم کثرت کہ ساتر وحدت است..... چنانکہ زلف ساتر رخ است..... چونکہ سالک کو بعد عروج کے نزول اور بعد فنا کے بقا ہوتا ہے..... اور اس کے لوازم سے ہے توجہ الی الخلق..... اگرچہ وہ للحق ہوتی ہے..... اس لئے بعنوان استفہام کہ مقصود اس سے تقریر ہے..... کہتے ہیں کہ خدا جانے اس عالم کثرت کی طرف متوجہ کرنے میں کیا راز ہے کہ منتہی کو اس طرف متوجہ کیا جاتا ہے..... یعنی بزاراز ہے اور وہ راز تربیت خلق ہے..... اس مسئلہ کا حقائق میں سے ہونا تو ظاہر ہے..... اور فن سلوک کے اعتبار سے تعلیم ہے..... اس امر کی کہ اگر بعد بقا کے یہ حالت عطا ہو..... تو اس کو حاجب عن الحق نہ سمجھے..... کہ یہ بھی موجب قرب الی اللہ ہے۔ قالؒ

ملک آزادی و گنج قناعت گنجے است	کہ بشمشیر میسر نہ شود سلطان را
--------------------------------	--------------------------------

ترجمہ ظاہر ہے..... اور مقصود تعلیم ہے قناعت کی..... کہ شرط طریق ہے۔ قالؒ

حافظای خور و رندی کن و خوش باش و لے	دام تزویر یکن چون دگران قرآن را
-------------------------------------	---------------------------------

مے و رندی میرے نزدیک معنی ظاہری پر محمول ہیں..... کیونکہ لفظ و لے بمعنی ولیکن..... ان الفاظ کو معنی محمودہ کے ساتھ ماؤل کرنے سے آبی ہے..... چنانچہ ظاہر ہے اور مقصود اس سے اجازت و اباحت نہیں..... بلکہ مبالغہ ہے تزویر کی تفسیح میں..... جیسا ہمارے محاورہ میں کہا کرتے ہیں کہ زہر کھالینا..... مگر فلانے شخص کے گھر کا کھانا مت کھانا..... یعنی وہ زہر سے بھی بدتر ہے پس اسی طریق پر اس کا مطلب ہے..... کہ ظاہری گناہ کا کام کر لینا مگر دین کو ذریعہ تزویر مت کرنا..... یعنی یہ عمل سب معاصی سے بدتر ہے..... وجہ اس کی ظاہر ہے کہ اور معاصی میں کسی کو خداع اور دینی ضرر نہیں پہنچتا..... بخلاف تزویر بالدین کے۔ غزل۔ قالؒ

بلا زمان سلطان کہ رساند این دعا را	کہ بشکر بادشاہی ز نظر مران گذارا
------------------------------------	----------------------------------

رخ ہچو ماہ تابان دل ہچو سنگ خارا	چہ قیامت است جانان کہ بعاشقان نمودی
مگر آن شہاب ثاقب مددی کند خدارا	زر قیب دیو سیرت بخدا ہی پناہم
تو ازین چہ سود داری کہ نمی کنی ندارا	دل عالمی بسوزی چو عذار بر فروزی
ز فریب او بیندیش و غلط مکن نگارا	مژہ سیاہت ار کرد سوی خون ما اشارت
بہ پیام آشنائے بنو ازد آشارا	ہمہ شب درین امیدم کہ نسیم صبحگاہی
کہ دعای صبحگاہی اثرے کند شمارا	بخدا کہ جرعه دہ تو بحافظ سحر خیز

ان اشعار میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے..... کہ بے تکلف مرشد کے خطاب پر ان کا انطباق ہو سکتا ہے..... محبوب حقیقی کو مخاطب بنانا..... بعض اشعار میں قریب ناممکن کے ہے..... ان سب کا حاصل مرشد سے توجہ کی درخواست کرنا ہے..... اور چونکہ سکر طلب میں مغلوب ہیں..... اس لئے بعض الفاظ موہم سوء ادب صادر ہو گئے ہیں..... چونکہ بعض اوقات طالب کو اپنی حالت..... اور خرابی کے ساتھ یہ گمان ہوتا ہے..... کہ مرشد کی توجہ و ہمت کی کمی اس کا سبب ہے..... اور بعض اوقات اس خیال میں کسی قدر صحت بھی ہوتی ہے..... اس لئے بلسان طالب فرماتے ہیں..... کہ بادشاہ طریقت یعنی مرشد کی خدمت میں کوئی شخص یہ التماس پہنچائے..... کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو شان ارشاد عطا کیا ہے..... اس کا شکر یہ ہے کہ مرشدین کو اپنی نظر توجہ سے دور نہ کیجئے..... بلکہ ان کے حال پر ہمیشہ توجہ مبذول رکھئے کہ ان کو نفع کامل ہو..... اور یہ کیا غضب کی بات ہے کہ جو آپ نے طالبوں کے ساتھ برتاؤ کر رکھا ہے..... کہ کمالات تو ماشاء اللہ ایسے کچھ مگر قلب میں ایسا استغناء کہ..... طالبین کی طرف سے کم تو جہی فرمائی جاتی ہے..... یہ تو شان ارشاد کا مقتضا نہیں ہے..... میں دشمن شیطان خصلت سے..... یعنی نفس امارہ سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں..... یعنی اس کے شر سے ترسان و لرزان ہوں..... کیا عجب ہے کہ نظر مرشد کہ مثل شہاب ثاقب کے دفعیہ شرفسانی میں ہے..... کچھ خدا واسطے سمجھ کر امداد فرمائے..... جس وقت آپ کے کمالات کا ظہور ہوتا ہے تو ایک عالم کے قلب میں اضطراب طلب پیدا ہو جاتا ہے..... پھر

جو آپ ان کی دلجوئی اور ان کی طرف توجہ نہیں فرماتے..... اور وہ یوں ہی تڑپ کر رہ جاتے ہیں..... اس سے کیا فائدہ بلکہ آپ کے منصب ارشاد کا مقتضایہ ہے کہ ان کے حال پر توجہ فرمائیں..... اور اگر آپ کی مڑگان سیاہ..... یعنی صفت استغناء نے ہمارے خون یعنی ہمارے ساتھ سختی و بے توجہی کرنے کا اشارہ کیا ہے..... تو اسکے مقتضایہ پر عمل نہ کیجئے..... کبھی اس باب میں غلطی نہ ہو جائے..... غلطی یہی کہ توجہ ضروری کو غیر ضروری سمجھ لیا جائے..... میں تمام شب یعنی تمام اوقات انقباض میں اس کا منتظر رہتا ہوں..... کہ شاید ادھر سے کچھ لطف و عنایت ہو جائے..... کہ میرا کام بن جائے..... سو خدا کے واسطے آپ اپنی توجہ کا کچھ حصہ حافظ سحر خیز کو دے دیں..... کہ شاید اس کی دعا سے آپ کو اور زیادہ نفع ہو جائے..... کیونکہ اصاغر کی دعا سے بھی اکابر کی ترقی ہوتی ہے۔ قال

صبا بالطف بگو آن غزال رعنا را	کہ سر بکوه و بیابان تو داده مارا
شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا	تفقدي نہ کند طوطی شکر خارا
غرور حسن اجازت مگر نداد ای گل	کہ پرشے نہ کنی عندلیب شیدارا
بحسن خلق تو ان کرد صید اہل نظر	بہ بندو دام نگیر ندمرغ دانارا
چو با صیب نشینی و بادہ پیمائی	بیاد آر حریفان بادہ پیمارا
نہ دامن از چه سبب رنگ آشنائی نیست	سہی قدان سیہ چشم ماہ سیمارا
حزاین نتوان گفت در جمال تو عیب	کہ خال مہر و وفا نیست روی زیہ پارا
آسمان چه عجب گرز گفتم حافظ	سماع زہرہ برقص آورد میجارا

اس نزل کا حاصل بھی بعینہ مثل غزل سابق کے معلوم ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسے  
 ۱۰۰ سال کی دعا بجز ان سے میرے مرشد سے جو کہ غزال رعنا کی طرح مجھ سے نفور ہیں  
 اس کہنا کہ آپ نے تمام کوہ و بیابان میں مجھ کو پریشان کر رکھا ہے۔ یعنی بے توجہی  
 سے مجھ کو محرومی ہے۔ اور اس سے میں پریشان ہوں۔ اور معلوم نہیں کیا بات ہے کہ یہ  
 مرشد کو پتہ ہے یا ادنیٰ۔ اور تقسیم فیوض کی قابلیت میں شکر فروش کے مشابہ ہیں..... طالبین

کی خبر گیری کیوں نہیں کرتے..... جو کہ مشابہ طوطی طالب شکر..... یعنی فیوض کے ہیں..... معلوم ہوتا ہے کہ ناز کمال اس کا باعث ہو گیا ہے..... کہ عشاق کی بات نہیں پوچھتے..... سو ایسا مناسب نہیں بلکہ خوش اخلاقی و عنایت ضروری ہے کہ طالبین اس سے ماہل ہوں گے..... اور ان کے مستفید ہونے سے آپ کو بھی ثواب ہوگا..... اور یہ لوگ دوسرے اسباب سے مثل لذات و تمسعات مقید نہیں ہوتے..... اور اے مرشد جب آپ حق تعالیٰ کے قرب اور اختصاص سے خاص طور پر مشرف ہوں..... یعنی آپ کی توجہ اور دعا کا وقت ہو..... تو طالبین کو بھی یاد فرمایا کیجئے..... یعنی جس طرح ہمت کی آپ سے درخواست ہے..... اسی طرح دعا کی بھی کہ یہ اس سے زیادہ نافع ہے..... اور معلوم نہیں کہ ان اہل کمال کو جو کہ مجمع فضائل ہوتے ہیں..... بے توجہی کی عادت کیوں ہو جاتی ہے..... آپ میں ماشاء اللہ تعالیٰ ساری خوبیاں ہیں..... مگر اتنی کسر ہے کہ توجہ و عنایت جیسی ہونا چاہئے وہ نہیں ہے..... آگے مقطع کا شاعرانہ مضمون ہے..... جو ترجمہ سے ظاہر ہے۔ ف توجیہ الفاظ موہمہ سوء ادب کی غزل سابق کی تمہید میں مذکور ہو چکی۔ غزل۔ قال

ساقیا بر خیزد در وہ جام را	خاک بر سر کن غم ایام را
----------------------------	-------------------------

یعنی اے مرشد مجھ کو جام عشق الہی دے دیجئے..... جس سے دنیوی غم و اندیشہ کے سر پر خاک ڈال دوں۔ قال

ساغری بر کفم نہ تاز سر	بر کشم این دلق ازرق خام را
------------------------	----------------------------

ازرق بتقدیم زای مجمہ بر رای مہملہ..... کہو دمراد ہستی مستعار..... یعنی شراب محبت مجھ کو دے دیجئے..... تاکہ ان تعلقات فانیہ کو بر طرف کر دوں۔ قال

گرچہ بدنای است نزد عاقلان	مانمی خواہیم ننگ و نام را
---------------------------	---------------------------

یعنی اگرچہ عاشقی موجب بدنای ہے..... کیونکہ جاؤ وضع داری بھی اس میں برباد ہو جاتی ہے..... عقلاء میں جو اہل دنیا ہیں ان کے نزدیک تو بدنای کا یہ سبب ہے..... اور ان میں جو اہل دین ہیں اور درددل سے نا آشنا ہیں..... ان کے نزدیک وجہ یہ ہے



کہ بعض امور غلبہ عشق میں ایسے صادر ہو جاتے ہیں..... جو ظاہراً قواعد شرعیہ پر بلا تاویل منطبق نہیں ہوتے..... وہ اس لئے برا بھلا کہتے ہیں..... لیکن ہم کو ننگ و نام نہ چاہئے..... رضائے الہی کافی ہے۔ قالؒ

بادہ دردہ چند ازین باد غرور	خاک بر سر نفس نافر جام را
-----------------------------	---------------------------

عامل در قول او چند ازین باد غرور مقدر..... یعنی سخن رانم..... مطلب یہ کہ اس باد غرور..... یعنی دعوی ہستی و تعلقات فانیہ کا کہاں تک چرچا کرتا رہوں..... اور کب تک اس میں مبتلا رہوں..... مجھ کو شراب محبت دے دیجئے کہ یہ سب رخصت ہو..... اور گو نفس پر یہ شاق ہے مگر اس نفس نافر جام کی ایسی تیسی۔ قالؒ

دود آہ سینہ سوزان من	سوخت این افسردگان خام را
----------------------	--------------------------

اس میں عشق کی تاثیر بتلاتے ہیں..... کہ میرے سینہ سے جو آہ سوزان نکلی اس کا یہ اثر ہوا..... کہ جو لوگ عشق سے مناسبت نہ رکھتے تھے..... ان میں بھی سوزش اور شورش پیدا ہو گئی۔ قالؒ

محرم راز دل شیدای من	کس نمی بینم ز خاص و عام را
----------------------	----------------------------

یعنی چونکہ دنیا میں عشاق کم ہیں..... اور بدون عشاق کے عاشق کا حال کوئی سمجھ نہیں سکتا..... اس لئے میں کسی شخص کو اپنا محرم اور راز فہم نہیں دیکھتا۔ قالؒ

بادلارامی مرا خاطر خوش است	کز دلم یکبارہ برد ارام را
----------------------------	---------------------------

اس میں بیان ہے..... قوت عشق محبوب حقیقی کا..... اور ترجمہ ظاہر ہے۔ قالؒ

نگرد دیگر بسرواندر چمن	ہر کہ دید آن سروسیم اندام را
------------------------	------------------------------

اس میں بیان ہے..... محبوب حقیقی کے احسن و اجمل و اکمل ہونے کا..... کہ اس کے مشاہدہ کے بعد پھر محبوبان مجازی کی طرف التفات نہیں رہتا۔ قالؒ

از سر دنیا گذشتی غم مخور	خوش بخور ہم خوش بدارا یام را
--------------------------	------------------------------

اس میں تعلیم شکر ہے..... تعلقات دنیا سے دل سرد ہو جانے پر..... کہ منجملہ اثار قبول ذکر و ثمرات رضائے حق کے ہے..... کہ اب انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی کی زیادہ امید ہے۔ قالؒ

صبر کن حافظ بخشی روز و شب	عاقبت روزے بیابی کام را
---------------------------	-------------------------

اس میں تعلیم ہے..... صعوبات مجاہدہ کی برداشت کی..... ترجمہ ظاہر ہے۔ غزل۔ قال

ما بر فقیم تودانی و دل غم خورما	بخت بدتا یکجایم برد آ بشخورما
---------------------------------	-------------------------------

معلوم ہوتا ہے کسی اتفاق سے ان میں اور مرشد میں مفارقت ہوئی ہے..... خواہ ان کو سفر پیش آیا ہو..... یا مرشد کو یادوں کو چنانچہ بعض اشعار اول احتمال پر دل ہیں..... بعض ثانی پر اور دونوں کا مجموعہ ثالث پر..... آ بشخور بمعنی قسمت و حصہ..... مطلب ظاہر ہے کہ ہم جدا ہوتے ہیں..... آپ کو میرے دل غمزدہ کا حال معلوم ہے..... دیکھئے مرا طالع واثرگون اس جدائی کے حصہ کو کہاں تک امتداد دیتا ہے۔ قال

از نثار مژہ چون زلف شو در گیرم	قاصدے کز تو سلامی برساند برما
--------------------------------	-------------------------------

نثار مژہ اشک و میم مضاف الیہ مژہ..... و در گیر بمعنی پر گوہر..... یعنی اگر کوئی قاصد آپ کی طرف سے اس حالت مفارقت میں کچھ سلام و پیغام لائے..... تو اس قدر اشک نثار کروں..... اور اس کے سامنے آپ کی یاد اور محبت میں روؤں..... کہ وہ پر گوہر ہو جائے..... جس طرح آپ کی زلف پر گوہر ہے..... اکثر محبوبوں کی عادت ہے کہ زلف میں موتی پروتے ہیں..... اور اشک کو اکثر شعرا گوہر سے تشبیہ دیتے ہیں۔ قال

بدعا آمدہ ام ہم بدعا دست بر آر	کہ وفا با تو قرین بادو خدایا ورما
--------------------------------	-----------------------------------

یعنی رخصت کے وقت میں بھی دعا کرتا ہوا حاضر ہوا ہوں..... آپ بھی دعا فرمائیے..... کہ آپ کی توجہ و عنایت ہمیشہ میرے حال پر رہے..... اور خدا تعالیٰ ہمارا یاور رہے..... یاوری سے یہی مراد ہے کہ مرشد کی عنایت ہمیشہ ہمارے حال پر مبذول رکھے..... چونکہ طالب زیادہ محتاج ہوتا ہے..... اس لئے دعا میں اپنی ہی تخصیص کی۔ قال

گر ہمہ خلق جہان بر من وتوحیف خورند	بکشد از ہمہ انصاف ستم داورما
------------------------------------	------------------------------

حیف خورند رشک برند..... یعنی اگر حساد آپ کی اور میری محبت کو ناگوار سمجھیں..... تو ہمارا حاکم حقیقی اس ظلم کا انصاف کرے گا۔ غالباً اس میں تعریض ہے..... حاسد پیر بھائیوں

کی طرف یاد نیا دار نادان دوستوں کی طرف..... جو سمجھا کرتے ہیں..... کہ فلاں بزرگ کے پاس آنے جانے سے ہمارا عزیز دنیا سے جاتا رہا۔ قال

بست گر ہمہ عالم بسر م بجز و شندا	نتوان بردہوائے تو برون از سرما
----------------------------------	--------------------------------

بست قسم بسر تو..... مطلب ظاہر ہے کہ گو خلقت مجھ کو ملامت کیا کرے..... مگر آپ کی محبت ہرگز زائل نہیں ہو سکتی۔ قال

فلک آوارہ بہر سوکندم میدانی	رشک می آیدش از صحبت جان پرورما
-----------------------------	--------------------------------

اس میں تاسف ہے..... ایسے اتفاقات کے پیش آ جانے پر..... کہ مرشد کی صحبت نصیب نہیں ہوتی..... باقی اس کی نسبت کرنا فلک کی طرف..... اور اس کو رشک سے تعبیر کرنا..... یہ شاعرانہ طرز ہے..... اصل مقصود تاسف مذکور ہے۔ قال

درد مندیم خبر میدہد از سوز درون	دہن خشک و لب تشنہ و چشم ترما
---------------------------------	------------------------------

اس میں مقصود اظہار ہے..... اپنی دردمندی کا..... کہ لازماً غلبہ عشق ہے..... ترجمہ ظاہر ہے۔ قال

ماز وصف رخ زیبای تو تادم زدہ ایم	ورق گل تجل است از ورق دفترما
----------------------------------	------------------------------

اس میں مقصود وصف ہے..... محبوب کے جمال و کمال کا بطور کنایہ کے..... جس کی تقریر ظاہر ہے۔ قال

زود باشد کہ بیاید بسلامت یارم	اے خوش آنروز کہ آید بسلامت برما
-------------------------------	---------------------------------

برما بمعنی نزدما..... اس میں تسلی دیتے ہیں اپنے دل کو..... کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ زمانہ مفارقت کا جلدی مبدل بہ وصل ہوگا..... دوسرے مصرع میں اس کی تمنا ہے..... اور ترجمہ ظاہر ہے۔ قال

ہر کہ گوید کہ کجارت خدا را حافظ	گو بزاری سفرے کردو برقت از برما
---------------------------------	---------------------------------

اس میں اظہار ہے اپنے رنج اور زاری کا..... وقت مفارقت کے بعنوان خاص..... یعنی اے مرشد اگر آپ سے کوئی پوچھے کہ خدا واسطے بتا دیجئے..... کہ حافظ کہاں گیا تو آپ کہہ دیجئے کہ گریہ وزاری کرتا ہوا ہمارے پاس سے سفر میں گیا..... ف غالباً ایسے مضامین سے تشبیہ مقصود ہو طابین کو..... کہ مفارقت شیخ کو امر ناگوار سمجھنا چاہئے..... اور بے ضرورت

اس سے جدا نہ ہونا چاہئے..... واللہ اعلم۔ غزل۔ قالؒ

لطف باشدگر نبوشی از گداہاروت را	تابکام دل نہ بیند دیدہ ماروت را
---------------------------------	---------------------------------

روت رادر ہر دو مصرعہ بمعنی روی ترا و درین ایہام ست..... باسم ہاروت و ماروت..... اس میں تمنا ہے مشاہدہ دائمہ کی..... کہ جب تک ہم جی بھر کر آپ کی تجلی کا مشاہدہ نہ کر لیں..... کیا خوب ہو کہ وہ مستتر نہ ہو..... اور جی بھرنا باقتضائے عشق ممتنع..... پس تمناے دوام مشاہدہ اس سے حاصل ہوگئی۔ قالؒ

ہچو ہاروتیم دائم در بلایے عشق زار	کاشکے ہرگز نہ دیدے دیدہ ماروت را
-----------------------------------	----------------------------------

ہاروت در مصرعہ اول بمعنی متعارف..... و ماروت در مصرعہ دوم بمعنی مرکب از ضمیر جمع متکلم..... و روی مضاف بضمیر خطاب و تشبیہ در ابتلائی عشق بہ ہاروت بنا بر مشہور..... ترجمہ ظاہر ہے البتہ بظاہر یہ اشکال ہے کہ عاشق ہو کر..... اس تمنا کے کیا معنی..... کہ کاش میں محبوب کو نہ دیکھتا..... حل اس کا یہ ہے کہ ایسا دیکھنا جس کے بعد استتار و فراق ہو گیا ملزوم ہے..... اور غم و پریشانی لازم ہے..... پس یہاں ملزوم سے مقصود و لازم ہے..... اور اس کی تمنا میں کچھ مضائقہ نہیں۔ قالؒ

کے شدی ہاروت و چاہ زخندانش اسیر	گر نگفتے شمع از حسن او ماروت را
---------------------------------	---------------------------------

ہاروت و ماروت در ہر دو مصرعہ..... بمعنی متبادر و ضمیر شین..... و او در حسن اور راجع بسوے زہرہ بقرینہ مقام..... و رادر ماروت را متصل بلفظ شمع..... یعنی اگر ماروت شمع را از حسن زہرہ بہ ہاروت نگفتے الخ..... و این ہمہ منی است..... بر قصہ مشہور کہ بعضے گویند کہ اول ماروت آنرا دیدہ بہ ہاروت گفت..... مطلب ظاہر ہے غالباً مقصود اس سے یہ بتلانا ہے کہ عشق حقیقی کا سلسلہ چلنے میں..... مرشد کے بیان معارف کو بھی بڑا دخل ہے..... کہ مستر شدن سن کر معرفت حاصل کرتا ہے..... اور معرفت سے محبت بڑھتی ہے..... جیسا مولوی جامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

نہ تنہا عشق از دیدار از خیزد	بسا کین دولت از گفتار خیزد
------------------------------	----------------------------

قالؒ

بوی گل برخاست گوئی در چمن ہاروت بود	بلبلان مستند گوئی دیدہ چون ماروت را
-------------------------------------	-------------------------------------

تا در ہاروت ماروت برائے خطاب..... تو گوئی در ہر دو مصرعہ بمعنی گویا..... مطلب یہ کہ یہ جو پھول کی خوشبو پھیل رہی ہے..... معلوم ہوتا ہے وہاں آپ کے جمال کا ظہور ہوگا..... اور یہ خوشبو اس کا اثر ہوگا..... اور اس پھول پر جو بلبل مست ہو رہے ہیں..... معلوم ہوتا ہے ہماری طرح انہوں نے آپ کا اجمال دیکھ لیا ہے..... مطلب یہ کہ عالم میں جہاں کہیں حسن و جمال ہے..... آپ ہی کے حسن و جمال کا ظہور ہے..... اور جہاں کہیں عشق و محبت ہے..... وہ آپ ہی کے ساتھ واقع میں متعلق ہے..... گو خود اس عاشق کو جہل کی وجہ سے اس کا ادراک نہ ہو..... اس میں تحقیق ہے مسئلہ مظہریت خلق و ظاہریت حق کی..... جس کو بندہ نے کلید مثنوی میں چند جا لکھا ہے..... طویل الذیل ہونے کی وجہ سے یہاں گنجائش نہیں..... اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں جس مخلوق پر کوئی کسی وصف کمال کے سبب عاشق ہوگا..... اور وہ وصف کمال درحقیقت کمال حق تعالیٰ کا ہے..... پس اصل محبوب حق تعالیٰ ہوا..... جیسے دیوار پر تابش آفتاب دیکھ کر کوئی عاشق ہو جائے..... تو واقع میں وہ دھوپ کا عاشق ہے مگر جاہل ہے..... اور اس لئے مورد ملامت بھی ہے۔ قالؒ

میکشم جو رو جہا ہایت زبجران ای صنم	روی بنماتا بہ بیند حافظ ماروت را
------------------------------------	----------------------------------

چون بت را عابدان او بقدر وسع..... بالبسہ واقمصہ و حلیہامی آرایند..... لہذا بر محبوب اطلاق او عادت شدہ است۔ و روت ای روی تو..... و حافظ ما مظہر موضع مضمرا می تا بہ پنم..... ترجمہ ظاہر ہے کہ تمنا ہے تو اور تجلیات جمالیہ کی..... بعد صعوبات قبض و مجاہدات شاقہ کے۔

## غزل۔ قالؒ

تا جمالت عاشقان راز و بوصل خود صلا	جان و دل افتادہ انداز زلف دخالت در بلا
------------------------------------	--

زلف و خال مراد از حسن..... مطلب یہ ہے کہ جب سے عشاق کو بذریعہ انبیاء و اولیاء کے..... آپ کے وصل و قرب کا ممکن الحصول ہونا معلوم ہوا ہے..... تو اس امید میں مشغول طلب ہوئے ہیں..... اور طرح طرح کے صعوبات کو گوارا کر رہے ہیں..... شاید اس میں یہ بتانا ہو کہ عاشق کو صعوبات سے گھبرانا نہ چاہئے..... کہ اس کا ثمرہ اخیر دولت قرب ہے۔ قالؒ

انچہ جان عاشقان از دست بھرت میکشد	کس ندیدہ در جهان جز کشتگان کر بلا
-----------------------------------	-----------------------------------

اس میں بیان کرنا مقصود ہے..... شدائد عشق و ہجران کا..... کہ عبارت ہے قبض سے جو عادتہ لوازم اکثر یہ عشق سے ہے..... شاید مقصود اس سے بھی پہلے سے بتلا دینا ہو..... طالب کوتاہی وقوع کے وقت بد دل اور کم ہمت نہ ہو۔ قال

ترک ماگر میکند رندی و مستی جان من	ترک مستوری وز ہمت کرد باید اولا
-----------------------------------	---------------------------------

ترک در مصرعہ اول بضم تا..... مراد معشوق و در مصرعہ ثانی بفتح تا کذا شتن..... و جان من منادی خطاب بنفس خود یا بمستر شد و رندی و مستی مراد غالب کردن آثار عشق..... و مستوری وز ہمت مراد وضع داری و تحفظ از ملامت..... مطلب یہ کہ اگر محبوب حقیقی کی جانب سے ایسے واردات عشقیہ کا غلبہ ہو..... جس سے ظاہر داری منہدم اور وضع داری منعدم ہوتی ہو..... تو اس میں یہ پس و پیش نہ کرے..... کہ خلق ملامت کرے گی..... یا ریاکار کہے گی بلکہ ان آثار کے تابع ہو جانا چاہئے..... بلا سے کوئی برا بھلا کئے..... حاصل یہ کہ شرع کا پاس ضروری ہے وضع کا ضروری نہیں۔ قال

بزم عیش و موسم شادی و ہنگام طرب	پنجروز ایام عشرت را غنیمت دان ولا
---------------------------------	-----------------------------------

اس میں طالب کو تضحیح اوقات سے منع کرنا مقصود ہے..... یعنی مجمع صلحاء و ذاکرین اور اوقات..... ذکر و طاعت اور زمانہ جوانی و قوت کو کہ یہ چند روزہ عمر تک میسر ہے..... غنیمت سمجھو..... اور کچھ ذخیرہ جمع کر لو۔ قال

حافظا گر پای بوس شاہ دستت میدہد	یافتی در ہر دو عالم زینت عز و علا
---------------------------------	-----------------------------------

مقصود اس سے تہوین و تسہیل ہے امر مجاہدہ کی..... یعنی مجاہدات سے مت گھبراؤ..... کیونکہ اگر اس سے قرب محبوب حقیقی کا میسر ہو گیا..... جیسا کہ غالب امید بلکہ وعدہ واثقہ ہے..... تو تم کو تمام تر عزت و علا و سب کچھ دولت میسر ہو گئی..... یہ ایسا مضمون ہے جیسا کسی نے کہا ہے: ع: متاع جان جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے..... واللہ علم۔ تمام شد ردیف الف

## ردیف الباء

### غزل

میدم صبح کلمہ بستہ سحاب	اصبوح اصبوح یا اصحاب
میچکد ژالہ بر رخ لالہ	المدام المدام یا احباب
می دزد از چمن نسیم بہشت	خوش بنو شید دامنای ناب
تخت زرین زدست گل بچمن	راح چون لعل آتشین دریاب

کلمہ پردہ تنگ کہ جہت دفع نکس و پشہ وغیرہ کشند..... صبوح شراب صبح..... مدام و راح بمعنی شراب..... ژالہ مراد شبنم..... و سحاب فاعل بستہ ای سحاب کلمہ رابستہ و کشیدہ است..... و راح مفعول دریاب..... ان اشعار میں صبح اور سحاب اور ژالہ اور لالہ وغیرہ مفردات کو جدا جدا امور باطنیہ پر منطبق کرنا..... جیسا عام شراح نے کیا ہے..... تکلف محض ہے..... بلکہ سہل یہ ہے کہ کہا جائے کہ چونکہ عادۃً ایسے وقتوں میں شراب پیا کرتے ہیں..... کہ صبح کا وقت ہو اور ہو پھولوں پر شبنم کے قطروں کا ترشح ہو اور ہو..... پھول شگفتہ ہوں..... اس لئے یہ مجموعہ کنایہ ہے..... شراب پینے کے موقع اور وقت سے..... حاصل یہ ہوا کہ اب شراب پینے کا موقع ہے..... خوب شراب پیو۔ مطلب معنوی یہ کہ عمر ہے..... مہلت ہے۔ فراغت ہے ذکر و طاعت و معرفت کو غنیمت سمجھو..... جیسا حدیث میں ہے۔

اغتنم خمسا قبل خمس..... صحتک قبل سقمک..... و حیاتک قبل موتک..... و فراغک قبل شغلک..... و شبابک قبل هرمک..... الخ او

کما قال واللہ اعلم۔

لب و دندان تو حقوق نمک	داشت برجان و سنیہامی کباب
------------------------	---------------------------

مدلول ظاہری تو یہ ہے کہ..... کباب کی گردن پر محبوب کے لب و دندان اپنا حق نمک رکھتے ہیں..... یعنی کباب میں جو چاشنی اور لذت ہے..... وہ محبوب کے لب و دندان کی چاشنی و لذت سے مستفاد ہے..... اور مدلول معنوی یہ ہے کہ جس ممکن میں جو صفت دکشی و دلربائی کی موجب ہے..... وہ محبوب حقیقی کے افاضہ اور افادہ کی بدولت ہے..... پس طالب حقیقت کو چاہئے..... کہ اس کو اپنا قبلہ توجہ بنا دے ماوشما میں دل نہ پھنسائے۔

در میخانہ بستہ اندر	افتح یا مفتح الابواب
---------------------	----------------------

میخانہ سے مراد عالم قبض..... یعنی پھر قبض ہو گیا ہے بسط عنایت کیجئے..... گو قبض اور بسط عارف کے نزدیک یکساں ہے..... لیکن بعض اوقات طلب بسط میں اظہار عبدیت و افتقار و احتیاج وضعف ہے..... اور یہ خود بھی اعلیٰ مطالب سے ہے..... اور ایک دقیق کمال ہے اور بعض نسخوں میں دگر کی جگہ مگر ہے..... خواہ تحقیق کے لئے یا بمعنی شاید..... کیونکہ قبض کبھی محقق ہوتا ہے کبھی مشتبه ہوتا ہے۔

در چنیں موسے عجب نہ بود	کہ بہ بندند میکدہ بشتاب
-------------------------	-------------------------

اور بعض نسخوں میں ہے..... عجب باشد..... پس نسخہ اولے پر بہتر ہے کہ میکدہ سے مراد محل ذکر و طاعت لیا جائے..... اور یہ شعر علت ہوگی اشعار چارگانہ ابتدائی غزل کی..... یعنی میں اس لئے ذکر و طاعت کی ترغیب دیتا ہوں..... کہ کہیں اس کا محل (کہ عمر دنیا ہے) مسدود اور ختم نہ ہو جائے..... پھر دارالجزاء میں عمل معتبر نہیں..... اور نسخہ ثانیہ پر میکدہ سے عالم قبض مراد لیا جائے..... جیسا کہ اس سے اوپر کے شعر میں میخانہ سے یہی مراد تھا..... یعنی ایسے موسم میں کہ انبساط مطلوب ہو..... فیوض واردات کا بند ہونا تعجب کی بات ہے..... اور اس تعجب کی یہ وجہ نہیں کہ یہ امر نامناسب ہے..... کیونکہ عارف تو اس کو نامناسب ہرگز نہیں سمجھتا..... بلکہ عقائد صحیحہ میں سے یہی امر ہے کہ ایسے حوادث و بلیات موجب رحمت ہیں..... بلکہ مقصود تعجب سے تاسف طبعی یا بنا بر اظہار افتقار ہے..... جس کی شرح اوپر ہوئی



ہے..... چونکہ یہ قبض خلاف توقع ہوا..... اور تعجب خلاف مزموم امر پر ہوتا ہے..... اس لئے اس تاسف کو تعجب سے تعبیر کر دیا گیا..... واللہ اعلم۔

زاہد اے بنوش زندانہ	فاتقوا اللہ یا اولی الالباب
---------------------	-----------------------------

زندگی سے مراد مطلق بے تکلفی تصنعات سے..... نہ کہ آزادی حدود شرعیہ سے..... یعنی ذکرو طاعت میں ریاء و تصنع مت کرو کہ حابط عمل ہے..... اور اس بارے میں خدا سے ڈرو کہ مقتضائے عقل ہے۔

گر نشان ز آب زندگی جوئی	مئے نوشین بخور بانگ رباب
-------------------------	--------------------------

بانگ رباب سے چونکہ حرکت اور رغبت ہوتی ہے شراب پینے کی طرف..... مراد اس سے محرکات ذکرو طاعت ہیں..... یعنی تعلیم انبیاء و اولیاء کی..... مطلب یہ کہ اگر حیات ابدیہ مطلوب ہو..... تو حسب ارشاد ہادیان طریق ذکرو طاعت اختیار کرو..... جیسا دوسری جگہ کہا ہے..... ہرگز نہ میر دانکہ دلش زندہ شد بعشق

چون سکندر حیات اگر طلی	لب لعل نگار رادر یاب
------------------------	----------------------

لب لعل نگار سے مراد یہی ذکر محبوب ہے..... اس کا مطلب بھی مثل شعر بالا کے ہے۔

برخ ساقی پری پیکر	موسم گل بنوش بادہ ناب
-------------------	-----------------------

عادت ہے کہ محبوب کے جمال کو دیکھتے جاتے ہیں..... اور مستی میں شراب پیتے جاتے ہیں..... حاصل یہ کہ ذکرو طاعت میں محض ظاہری اقوال و افعال پر اقتصار مت کرو..... بلکہ حضور قلب و اقبال علی اللہ کے ساتھ کرو..... جیسا حدیث میں ہے ان تعبد اللہ کانک تراہ اور حدیث میں ہے من صلی رکعتین مقبلا بقلبه علیہما اور قرآن میں ہے فی صلاتہم خاشعون۔

حافظا غم مخور کہ شاہد بخت	عاقبت برکشد ز چہرہ نقاب
---------------------------	-------------------------

اس میں تسلی ہے سالک کی..... کہ مجاہدات و ریاضات یا اور واردات شاقہ سے..... اور حصول ثمرات مطلوبہ میں توقف ہونے سے دلگیر اور مایوس نہ ہونا چاہئے..... حسب وعدہ صادقہ و الذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا ضرور واصل الی المطلوب ہوگا

.....جیسا دوسری جگہ کہا ہے.....عاقبت روزی بیابی کام را۔

## غزل

گفت درو بہاں دل رہ گم کند مسکین غریب	گفتم ای سلطان خوبان رحم کن بر این غریب
خانہ پروردے چہ تاب آرد غم چندین غریب	گفتمش بگذر زمانے گفت معذورم بدار
گر ز خار و خارہ سازد بستر و بالین غریب	خفتہ بر سنجاب شاہی نازینے را چہ غم
خوش فناد آن خال مشکین بر رخ رنگین غریب	ایکہ در زنجیر زلفت جاے چندین آشناست
گر چہ بنود در زگارستان خط مشکین غریب	بس غریب افتادہ است آن مور خط گرد درخت
ہمچو برگ ارغوان بر صفحہ نسرین غریب	بینماید عکس مے در رنگ روے مہوش
در سحر گاہان خدر کن چون بنالد این غریب	گفتم ای شام غریبان طرہ شیرنگ تو
ورنہ خواہی ساخت مارا خستہ و مسکین غریب	باز گفتم ماہ من آن عارض گلگون مپوش
دور بنود گر نشیند خستہ و مسکین غریب	گفت حافظ آشنایان در مقام حیرت اند

غریب در شعر چہارم و پنجم و ششم..... بمعنی عجیب و زیبا و خوش..... مور خط موی سیاہ و خورد مثل مور..... چنانچہ سعدی گفتمہ است۔

سوال کردم و گفتم جمال روے ترا	چہ شد کہ مور چہ برگرد ماہ جوشیدہ است
-------------------------------	--------------------------------------

اس مجموعہ غزل میں بیان ہے مخاطبات و معاملات کا..... درمیان مسترشد مغلوب الحال و مرشد ہادی طریق و صاحب کمال کے..... جاننا چاہئے کہ طالب حریص بوجہ صاحب غرض ہونے کے مثل مجنون کے ہوتا ہے..... اور یہ معلوم ہے کہ مدار فیض کا مرشد کی توجہ پر ہے..... کہ تعلیم و ہمت و دعاسب اسی توجہ کے فروغ ہیں..... اور بعض اوقات اپنے زعم میں مسترشد اپنے کسی حال میں کمی پاتا ہے تو اس کو وہم ہوتا ہے..... مرشد کی کم توجہی کا جس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ اولاً مرشد پر ہجوم ہوتا ہے مسترشدین کا..... اب وہ ایک ہی کو کس طرح لے

کر بیٹھ جائے..... پھر احوال و واردات کے باب میں اس کو پوری بصیرت و خبرت ہوتی ہے..... جانتا ہے کہ اختلاف استعداد کی وجہ سے بعض ثمرات میں ضعف یا توقف بھی ہوتا ہے..... بعض تغیرات عادیہ لازمہ طریق ہوتے ہیں..... اور مسترشدان امور میں محض نا تجربہ کار ہوتا ہے..... ادنیٰ ادنیٰ تبدیل اور تخیل سے وہ پریشان ہو جاتا ہے..... اور مرشد اس کو معمولی بات سمجھتا ہے..... اس لئے وہ بقدر ضرورت توجہ کو کافی سمجھتا ہے..... اور مرشد توجہ میں غلو کا طالب ہوتا ہے..... اور مرشد پر بوجہ اس کے کہ وہ متبوع ہے اتباع رائے مرشد کا واجب نہیں ہوتا..... ایسے وقت میں طبعاً مرشد تنگ ہوتا ہے..... اور مرشد کی بے توجہی کے اس کو وساوس آتے ہیں بس اس غزل میں ان وساوس کو اور مرشد کے تمکین و معاملہ و عدم غلوی التوجہ کو بصورت مقاولات بیان کرتے ہیں..... کہ میں نے رحم کی درخواست کی تو جواب ملا کہ اپنے دل کے کہنے سے یعنی اپنے قصد و اختیار سے تو گم گشتہ اور سرگشتہ ہوا ہے..... یعنی سلوک قصد اختیار کیا ہے..... تو سلوک میں تو ایسی گم گشتگی اور تحیر لازم ہے..... پھر اتنا شور و غل کا ہے کہ واسطے..... یہ شعر اول ہوا..... میں نے درخواست کی کہ میرے پاس کو تو کسی وقت گزرنا چاہئے..... یعنی زیادہ معمول سے..... جواب ملا کہ میں اس سے معذور ہوں..... کیونکہ صد ہا طالب ہیں..... میں تنہا (کہ خود خانہ پرور، ولطیف المزاج ہوں) سب کی برداشت ہر ایک کی مرضی کے موافق کیسے کر سکتا ہوں..... یہ دوسرا شعر ہوا۔ اور صاحب تمکین صاحب تلوین کی پریشانی سے متاثر نہیں ہوا کرتا..... یہ تیسرا شعر ہوا..... اور آپ خلائق کے مرجع ہیں آپ کے کمالات میں یہ بے توجہی و استغنا کا خال بھی بہت ہی خوشنما ہے..... کیونکہ مرشد محبوب ہوتا ہے اور محبوب کی ہر ادا اچھی معلوم ہوتی ہے گو محبت کو اس سے تکلیف ہی کیوں نہ ہو یہ چوتھا شعر ہوا..... اور گونگارستان کمالات میں یہ بے توجہی کی صفت فی نفسہ محمود نہیں..... کیونکہ کمال تو توجہ کرنا حال طالب پر ہے..... لیکن آپ کے رخ زیبانے کمالات کے ساتھ یہ خط سیاہ..... بے توجہی کا خوشنما معلوم ہوتا ہے..... بالوجہ الذی ذکر..... یہ شعر پنجم ہوا۔ اور آپ کے چہرہ پر آثار محبت و معرفت الہیہ کے نمودار ہیں..... جس طرح صفحہ نسرین پر برگ سرخ خوشنما معلوم ہوتا ہے..... یعنی آپ

صاحب کمال ضرور ہیں..... گو مجھ کو بے توجہی کی شکایت ہے..... یہ شعر ششم ہوا میں نے عرض کیا کہ آپ کی زلف شبرنگ شام غریبان ہے..... یعنی جس وقت زلف کو رخ پر لٹکا کر رخ کو چھپا لیتے ہیں..... غریبوں کی نظر میں عالم تاریک ہو جاتا ہے..... مثل شام کے..... حاصل یہ کہ آپ کی بے توجہی سے رخ اور پریشانی ہوتی ہے..... جب غریب سحر گاہ میں نالہ کیا کرے..... یعنی اپنا غم ظاہر کرے تو نالہ سے حذر کیا کیجئے..... یعنی استغنا کی مضرت سے اندیشہ کر کے توجہ کیا کیجئے..... یہ شعر ہفتم ہوا..... پھر میں نے مکرر درخواست کی کہ آپ مجھ سے توجہ کو منعطف نہ کیجئے..... ورنہ پھر ہم کو آپ بتلائے غم کر دیں گے..... یہ شعر ہشتم ہوا..... مرشد نے جواب دیا کہ اے حافظ خود آشنا..... یعنی عارفین اپنے حال کے مناسب مقام تحریر میں ہیں..... اور وصل و قرب تام میسر نہیں..... تو پھر خستہ و مسکین (کہ نا آشنا) ہے اگر غمزہ ہوا بیٹھا رہے تو مستبعد نہیں..... یہ شعر مقطع کا ہوا..... اور مسترشد کی جانب سے جو خطابات موہمہ سوء ادب ہیں..... غلبہ حال اس کا عذر ہے..... فقط۔ غزل۔ قال

آفتاب از روی اوشد در حجاب	سایہ رابا شد حجاب از آفتاب
---------------------------	----------------------------

یعنی جب محبوب حقیقی کی تجلیات..... سالک کے قلب پر مستولی ہوتی ہیں..... تو یہ محبوبان مجازی کہ مثل آفتاب کے حسین و جمیل ہیں اس کے قلب سے غائب و محجوب ہو جاتے ہیں..... اور مصرعہ ثانیہ تمثیل ہے کہ جس طرح آفتاب کے سامنے سایہ غائب ہو جاتا ہے..... اس میں ایک وارد کی تحقیق بھی ہے..... اور ترغیب بھی ہے کہ تعلقات ماسوی اللہ کو محو کرنا چاہو..... تو معرفت اور تعلق محبوب حقیقی کا حاصل کرو کہ..... ایک طریقہ سلوک کا یہ بھی ہے جس میں وصل مقدم ہے فصل پر..... اور ایک دوسرا طریقہ بھی مشہور ہے..... جس میں فصل یعنی قطع تعلقات ماسوی اللہ مقدم ہے..... وصل یعنی تعلق باللہ پر جس سالک کو جیسی مناسبت ہو..... اس کے لئے وہی نافع ہوتا ہے۔ قال

دست ماہ و مہر بر بندو بحسن	ماہ بے مہر چو بر بندو نقاب
----------------------------	----------------------------

ماہ و مہر مصرع اول میں بمعنی ماہتاب و آفتاب کنایہ از محبوبان مجازی..... و ماہ در مصرع

دوم کنایہ از محبوب حقیقی..... و بے مہری کنایہ از استغناء ذاتی و د اختیار این عنوان رعایت تجنیس است..... و چون مصرع اولی بنا بر جزا بودن رتبہ مؤخر خراست مرجع بند دور آن ماہ بے مہر تو ان شد..... مطلب اس کا بھی مثل شعر اول کے ہے..... کہ محبوب حقیقی سب محبوبان مجازی کو اپنی تجلی سے عاجز اور مغلوب کر دیتا ہے۔ قال

از خیالم باز نہ شناسد کے	گردر آغوشش بہ پنم شب بخواب
--------------------------	----------------------------

اس میں اشارہ ہے محویت سالک کی طرف..... وقت غلبہ تجلی کے..... حاصل یہ کہ اگر میں اس کو کسی شب کو خواب میں اپنی آغوش میں دیکھ لوں..... چونکہ غلبہ تجلی کی حالت مشابہ منام کے ہوتی ہے..... اس لئے اس کو شب سے تشبیہ دے دی..... اور آغوش کنایہ ہے قرب سے..... یعنی اگر ایسی حالت ہو جائے تو میں ایسا محو ہو جاؤں کہ..... مجھ میں اور خیال میں تمناز باقی نہ رہے..... یہ محمول ہے مبالغہ پر..... اور خواب و خیال کے اجتماع میں جو صحنہ اور لطافت ہے..... ظاہر ہے۔ قال

شاہدان مستور و مستان بے شکیب	خانقہ معمور و درویشان خراب
------------------------------	----------------------------

شاہد ان تجلیات محبوب حقیقی..... مستان عاشقان و مجاذیب۔ درویشان سالکان و عارفان..... خانقہ عبادت خانہ زاہدان..... مطلب یہ کہ محبوب حقیقی کی محبت کا مختلف رنگوں میں سب ہی جگہ اثر پہنچا ہے..... کیونکہ وہ تو مع اپنی تجلیات کے مستور ہے..... اور سب ہیں اس کے طالب..... پس ان طالبوں میں جو مشرب عشق رکھتے ہیں..... وہ تو طلب میں بے صبر ہیں..... جو کہ لوازم عشق سے ہے..... اور جو سالک و عارف ہیں..... کہ کسی قدر انکشاف مطلوب کا ان کو ہوا ہے..... وہ اس کے اثر سے خراب..... یعنی فناء و محو ہو چکے ہیں..... اور جو زاہد ہیں..... کثرت عبادت کے طریقہ سے وصول چاہتے ہیں..... اور ان پر عشق کا غلبہ نہیں..... وہ عبادت خانوں میں مشغول طاعات ہو رہے ہیں..... اور عبادت خانے ان سے آباد ہو رہے ہیں اور مستوری اور مستی میں اور معموری اور خرابی میں..... جو صنعت تقابل ہے ظاہر ہے..... اس میں محبوب حقیقی کے وصول کے طرق کے تکثر اور طالبین کے اقسام کی تعداد کی

طرف بھی مجملًا اشارہ ہے..... جیسا کہا گیا ہے طرق الوصول الى الله بعدد انفاس الخلاق..... اور اس پر یہ بھی متفرع ہوتا ہے..... کہ جب تک کسی طالب حق کی حالت کا حد شرعی کے اندر رکھنا تاویل سے ممکن ہو خروج کا حکم نہ لگا دینا چاہئے۔ قال

خون دل در جام دیدم از سرشک	آبرو برباد وادم از شراب
----------------------------	-------------------------

از سرشک بیان است مرخون دل را..... و مراد از شراب عشق..... اس میں بیان ہے بعض آثار عشق کا..... یعنی آنسوؤں سے جو خون دل نکلا جام میں شراب کو دیکھنا گویا اس کو دیکھنا ہے..... دونوں سرخ و ارغوانی ہیں..... اور شراب محبت ایسی پی کہ اس سے ننگ و ناموس سب جاتا رہا..... اس میں من وجہ یہ بھی اشارہ ہے کہ عاشق کو ایسے حال میں تحمل چاہئے..... کہ یہ حال لوازم عشق سے ہے۔ قال

از برائے بادہ سے باید زدن	مختسب راحد بيجد و حساب
---------------------------	------------------------

مے شراب عشق..... و مختسب ظاہر پرست و کلام محمول است بر مطابہ..... یعنی مختسب جو کہ ترک می نوشی کی غرض سے حد لگا رہا ہے لوگوں کو چاہئے کہ اسکومی نوشی کی غرض سے بے حساب حد لگا دیں..... یعنی اہل ظاہر طریق عشق سے کیا منع کرتے ہیں خود انہی کے لئے اس طریق میں لانے کی کوشش مناسب ہے..... حد اور بے حد میں صنعت تقابل ظاہر ہے۔ قال

سوز ستان گربداند مختسب	دروم از می شان زند بر آتش آب
------------------------	------------------------------

اس کا مضمون مثل تتمہ شعر سابق کے ہے..... یعنی اہل ظاہر جو مانع طریق عشق سے ہیں..... وجہ یہ ہے کہ وہ سوز عشاق سے بے خبر ہیں..... ورنہ اگر ان کو اس کی خبر ہو جائے تو فی الفور ان کی آتش پر جو پانی چھڑکیں وہ بھی شراب ہی ہو..... یعنی اگر ان کے سوز کی حقیقت سے آگاہ ہوں..... تو بجائے اس کے کہ اس کا علاج منع عن العشق کو کہتے ہیں..... خود عشق ہی سے اس کا علاج تجویز کریں کیونکہ عشق میں سوز ہوتا ہے..... فراق محبوب سے..... اور فراق کا علاج وصل ہے..... اور وہ وصل چونکہ بوجہ غیر متناہی ہونے کمالات محبوب کے منتہی و صالات کا نہیں ہے..... اس لئے خود اس وصل کے لئے عشق اس کے اوپر کے درجہ وصل کا

لازم ہے..... اس لئے وصل کے علاج ہونے کو عشق کے علاج ہونے سے تعبیر کر دیا..... پس شعر بالا میں محتسب کے منع عن العشق کے امر کا بیان تھا..... اور اس میں منع مذکور کے موثر اور علت یعنی بے خبری کا بیان ہے..... دردم بمعنی فی الفور ازمی بیان مقدم آب۔ قال

حافظا وعظ و نصیحت گو مکن	ترک ترکان خطا بنود صواب
--------------------------	-------------------------

اس میں بھی تعریض ہے محتسب پر..... یعنی اس محتسب سے کہہ دو کہ تم نصیحت مت کرو..... کیونکہ شہر خطا کے ترکوں یعنی محبوبوں کو ترک کرنا..... مطلب یہ کہ طریق عشق سے تجلیات محبوب حقیقی کا طالب نہ ہونا) قرین صواب نہیں ہے..... کیونکہ استعداد طالبین کی مختلف ہے..... پھر کیسے ترک کر دیا جائے..... ترک بافتح اور ترک بالضم اور خطا اور صواب میں جو صنعتیں ہیں ظاہر ہیں۔ غزل۔ قال

تعالے اللہ چہ دولت دارم امشب	کہ آمد ناگہان دلدارم امشب
چو دیدم روی خویش سجدہ کردم	بحمد اللہ نگو کردارم امشب
نہال عیشم از وصلش برآورد	ز بخت خویش بر خوردارم امشب
کشد نقش انا الحق بر زمین خون	چو منصور ارکشی بردارم امشب
برات لیلة القدرے بدستم	رسید از طالع بیدارم امشب
برآن عزمم کہ گر خودی رود سر	کہ سر پوش از طبق بردارم امشب
تو صاحب نعمتی من مستم	زکوة حسن ده حق دارم امشب
ہی ترسم کہ حافظ محو گردد	ازین شوری کہ در سر دارم امشب

یہ غزل حالت بسط کی معلوم ہوتی ہے..... اسی لئے اس میں بعض مضامین شکر بشین معجمہ کے..... اور بعض مضامین سکر بسین مہلہ کے..... اور بعض مضامین طلب مزید و احتیاج اور بعضے ابہتاج کے ہیں..... چنانچہ فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر آج مجھ کو کیا دولت حاصل ہے کہ دفعۃ قبض رفع ہو کر تجلی بسط کی ہو گئی..... اور جب مجھ کو اس تجلی کا مشاہدہ ہوا تو میں نے سجدہ شکر

ادا کیا..... اور بفضلہ تعالیٰ اچھا کام کیا کیونکہ شکر خود محبوب کو مطلوب ہے..... اور میرے نہال زندگی کو اس کے وصل کا شمر لگا..... پس بر بمعنی ثمر واز و صلش بیان مقدم او آج اپنے نصیب سے میں خوب فیضیاب ہو رہا ہوں..... اور آج تو مجھ کو وہ جوش ہے..... کہ مجھ کو محبوب حقیقی منصور کی طرح قتل بھی کر دے تو میرا ہر قطرہ خون نقش انا الحق بنانے لگے..... جیسا منصور کا قصہ اسی طرح مشہور ہے..... اور آج طالع بیدار سے مجھ کو ایسی چیز ملی جو مایہ مسرت ہونے میں مشابہ ہے..... برات لیلۃ القدر کے..... برات وہ پروانہ ہے جس میں کوئی شاہی حکم جاگیر یا انعام وغیرہ کا لکھا جائے شب قدر کی طرف..... اس لئے نسبت کی جاتی ہے کہ اس میں کتابت اقدار وارد ہے..... اور وہ مکتوب برات ہے۔ اور مجھ کو وہ جوش نشاط ہے..... کہ اگر سر بھی جاتا رہے کچھ پروا نہیں پکا ارادہ کر لیا ہے کہ آج طبق اسرار کا سرپوش اٹھائے دیتا ہوں..... اور اے محبوب حقیقی آپ مالک نعمت ہیں..... اور میں مستحق نعمت ہوں..... یعنی با استحقاق فضل پس آج مجھ کو حقدار ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ حسن دے دیجئے..... یعنی خوب انکشاف تجلیات فرمائے..... پھر مقطع میں ہے کہ اگر یہی جوش و خروش رہا تو خدا خیر کرے مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں فنا و استہلاک نہ ہو جائے..... خواہ عقل و حواس کا یا نفس و روح کا جس کا حاصل جنوں ہے..... یا موت کیونکہ وارد کے قوی اور مورد کے ضعیف ہونے کا یہی انجام ہے۔

## غزل

صبح دولت میدہد کو جام ہچون آفتاب	فرصتے بہ زین کجا باشد بدہ جام شراب
خانہ بے تشویش و ساقی یا ر مطرب بذلہ گو	موسم عیش ست و دور ساغر و عہد شباب
شاہد و ساقی بدست افشان و مطرب پائے کوب	غمزہ ساقی ز چشم می پرستان بردہ خواب
خلوت خاص است و جائے امن و نزہت گاوانس	اینکہ می بینم بہ بیداری است یارب یا خواب

یہ اشعار بھی حالت بسط کے معلوم ہوتے ہیں..... اور مقصود ان سے بھی طلب مزید اور شکر علی الحاصل ہے..... یعنی اس وقت استعداد وصل ترقی پر ہے..... اور دولت وصل کی قوت قریبہ حاصل ہے..... جیسے صبح نور بخش و سرور افزا قریب ہوتی ہے..... سو ایسے میں محبوب حقیقی



سے عرض ہے کہ وہ جام نورانی فیوض و تجلیات کا عطا فرمادیتے۔۔۔۔۔ اس سے بہتر اور کیا موقع ہوگا۔۔۔۔۔ کیونکہ بحمد اللہ استعداد کے سب شرائط مجتمع ہیں۔۔۔۔۔ چنانچہ عالم میں کوئی مزاحم نہیں۔۔۔۔۔ جس کی مزاحمت موثر ہو۔۔۔۔۔ اور معطلی فیوض خود محبوب حقیقی اور شیوخ کا ملین تعلیم کنندہ۔۔۔۔۔ اور وقت بھی بسط اور عیش کا جس میں شوق ترقی پر ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اور دور تقسیم ساغر کا کہ ایسے وقت فیوض کی قابلیت خوب ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اور عہد شباب اور ہمت و عزم کا اور شاہد و ساقی کی معنوں واحد کے دو عنوان ہیں۔۔۔۔۔ وہ محرک شوق ہے اور مطرب یعنی مرشد کامل اس شوق کا معین ہے۔۔۔۔۔ اور جو مشاہدہ اس بسط میں ہو چکا ہے جو مشابہ غمزہ کے ہے وہ غفلت اور سستی زائل کر چکا ہے۔۔۔۔۔ اور دل تعلق اغیار سے خالی ہے۔۔۔۔۔ مثل خلوت خاص کے اور امن کا مقام ہے کہ اس وقت کسی کا خوف بھی قلب پر مستولی نہیں۔۔۔۔۔ اور جو وحشت قبض میں تھی۔۔۔۔۔ جس سے بعض اوقات بعض سالکوں کو بعض کام مشکل ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔ وہ بھی مبدل بہ انس ہے اور یہ اجتماع غایت عجیب ہونے کے سبب محل حیرت ہے۔۔۔۔۔ جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ بیداری میں ہے یا خواب میں۔۔۔۔۔ پس ایسے میں خوب مشاہدات و فیوض عطا فرمادیتے۔۔۔۔۔ قال

از خیال لطف می مشاطہ چالاک طبع	در ضمیر برگ گل خوش میکند پہنان گلاب
--------------------------------	-------------------------------------

اول اس کا حل لفظی کا کسی قدر صعب ہے۔۔۔۔۔ قابل تحقیق ہے۔۔۔۔۔ قاعدہ ہے کہ شراب کو لطیف کرنے کے لئے اس میں خوش عیش لوگ گلاب ملا کر پیتے ہیں۔۔۔۔۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ گلاب باطن برگ گل میں بالقوہ مضمحل ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اور یہ بھی طبعیات کا مسئلہ ہے کہ نباتات اور اسی طرح حیوانات کے آثار۔۔۔۔۔ اور قوے کا صدور اس نبات یا حیوان کی قوت طبعیہ سے باذن خالقہا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ ان امور سے گانہ کے محقق ہو جانے کے بعد ترجمہ سننا چاہئے۔۔۔۔۔ یعنی شراب کی لطافت بڑھانے کے خیال اور غرض سے قوت طبعیہ نباتیہ نے (کہ مشابہ مشاطہ چالاک کے ہے۔۔۔۔۔ جس کا کام ہوتا ہے عروس کو لطیف بنانا) باطن برگ گل میں کیسی اچھی طرح گلاب کو مخفی کیا ہے کہ اس سے یہ گلاب نکلے گا۔۔۔۔۔ اور پھر شراب میں ملے گا اور شراب کی لطافت بڑھ جائے گی۔۔۔۔۔ اب حل معنوی سمجھنا چاہئے وہ اس طرح ہے کہ۔۔۔۔۔ جیسے شراب ظاہری کہ سرمایہ نشاط نفسانی کے مجموعہ کا جزو اعظم ہے۔۔۔۔۔ محتاج ہے لطف بخشی

میں ایسی چیز کی جو صاحب نشاط کے اختیار سے خارج ہے..... یعنی فاعل طبعی اسی طرح شراب باطنی و مجموعہ سامان استعداد حصول فیوض..... جو اوپر مذکور ہیں موقوف ہیں اس پر کہ فاعل حقیقی ان کو جمع کر دے..... مطلب یہ کہ بسط میں سالک مغرور نہ ہو جائے..... جیسا کہ بعض اوقات بسط میں عجب ہو جاتا ہے..... یہ تمام تر سرمایہ و اہب حقیقی کا جمع کیا ہوا ہے..... پس احتیاج اسی کی طرف رکھے اور اسی سے استدعا کرے..... جیسے ہم اوپر کر چکے ہیں..... بدہ جام شراب..... اور اس اجتماع کو اپنی کسی طاعت کا ثمرہ یا اپنے کو اس کا مستحق نہ سمجھے..... بلکہ اپنے کو محض ناقابل سمجھے..... جیسا ہم سمجھ رہے ہیں جو اس مصرع سے ظاہر ہو رہا ہے..... اینکہ می بینم بہ بیداری است یارب یا بخواب..... کیونکہ اپنے کو مستحق اور قابل جاننے والا..... اس طرح استعداد و تحیر سے نہیں پوچھتا..... اور یہ تقریر حل معنوی کی خود حضرت حافظؒ کے ایک ارشاد سے مفہوم ہوئی..... جو بعض شروح میں ان سے اسی شعر کے معنی میں منقول ہے..... تاکہ مطلوب طالب را بخود بخواند طالب مطلوب رسیدن نتواند۔ قالؒ

از پے تفریح طبع و زیور حسن و طرب	خوش بود ترکیب زرین جام بالعل نداب
----------------------------------	-----------------------------------

زیور بمعنی آرائش اطلاقاً للسبب علی المسبب..... زرین جام موصوف و صفت مراد قلب کہ کاسہ شراب محبت بود..... نداب گداختہ مراد شراب کہ در سرخی بالعل تشبہش..... دادہ کہ گداختہ شدہ باشد..... اس میں بھی مثل اشعار بالا کے طلب ہے..... مزید مشاہدہ و عرفان کی یعنی تفریح طبع و حسن طرب کی آرائگی کے واسطے بہت مناسب ہے..... کہ قلب اور مزید محبت و معرفت میں اقتراں کر دیا جائے۔ قالؒ

تا شد آن مہ مشتری درہای حافظ را بگوش	میرسد ہر دم بگوش زہرہ گل بانگ رباب
--------------------------------------	------------------------------------

چونکہ غزل کے اشعار متضمن ہیں مضامین حسنہ کو..... اس لئے مدح کے طور پر کہتے ہیں..... کہ جب سے حافظ کا سلام محبوب حقیقی کے نزدیک مقبول ہوا ہے..... (تضمنہ الشکر والدعاء) جب سے ملکوت اعلیٰ میں اس کا غلغلہ پڑ گیا ہے..... جیسا ایک حدیث میں ہے کہ عبد مقبول کی مقبولیت ملائکہ میں مشتہر کر دی جاتی ہے..... اور ماہ مشتری اور زہرہ کے اجتماع میں جو صنعت ہے مخفی نہیں۔

## غزل - قالؒ

زباغ وصل تو یا بدریاض رضوان آب	زتاب ہجر تو وارد شرار دوزخ تاب
چو چشم من ہمہ شب جو بہار باغ بہشت	خیال نرگس مست تو بیند اندر خواب
بحسن عارض قد تو بردہ اندہ پناہ	بہشت و طوبیٰ طوبیٰ لہم و حسن مآب
بہار شرح جمال تو دادہ در ہر فصل	بہشت ذکر جمیل تو کردہ در ہر باب

ان چاروں شعر میں محبوب حقیقی کا کمالات کے ساتھ بالذات وبالاصالۃ متصف ہونا..... اور جمیع ممکنات کا امین محتاج و مفتقر ہونا مذکور ہے..... جس کو مسئلہ عینیت و مظہریت سے بھی تعبیر کیا کرتے ہیں..... یعنی ریاض جنت کو خود اپنی تازگی میں آپ کے انتساب کی احتیاج ہے..... اور شرار دوزخ میں جو یہ حرارت ہے..... وہ ایک مظہر آپ کے ہجر و غضب کا ہے..... اسی طرح خود جو بہار باغ بہشت شب بہر..... یعنی ہر وقت آپ کے نرگس مست کے خیال میں رہتی ہے..... جس طرح میری آنکھیں شب کے وقت خواب میں آپ کے نرگس مست کے خیال کو دیکھتی رہتی ہیں شب اور بخواب چشم کی رعایت سے لے آئے..... اور جو بہار میں بعینہ ان کا تحقق ضروری نہیں..... محض تاوان ان کا اعتبار کافی ہے..... اور اکثر جو بہار کے اطراف میں نرگس لگا دیتے ہیں..... کہ جو بہار میں ان کا عکس پڑے اس عکس کو خیال کہتے ہیں..... اس میں اس عادت کی طرف بھی تللیج ہے جو کہ رعایت شاعرانہ ہے اور آپ کے عارض و قد کا وہ حسن ہے کہ خود بہشت اور طوبیٰ بھی اسی کی پناہ لیتا ہے..... اور ان چیزوں کی بڑی خوش قسمتی اور نیک انجامی ہے..... کہ ایسا مستند ان کو ملا..... اور بہار جو ہر فصل میں گل اور ثمر لاتی ہے..... یہ محض آپ کے جمال کی شارح ہے۔ اور بہشت میں جو ہر باب کے نعم ہیں..... یہ بھی آپ کے اوصاف جمیلہ کی ذاکر ہیں..... ان عنوانات کا انطباق مضمون مذکور پر محتاج تقریر و تصریح نہیں۔ قالؒ

لب و دہان ترا اے بسا حقوق نمک	کہ ہست بر جگر دیش و سینہ ہای کہ باب
-------------------------------	-------------------------------------

بسوخت این دل خام و بکام دل نرسید	بکام اگر برسیدے فریختے خون ناب
----------------------------------	--------------------------------

اس میں بیان ہے وارد و قبض کا..... جس کو سخن تلخ نمک ریز سے تعبیر کیا کرتے ہیں..... یعنی اگر آپ کے لب و دہان سے سخن نمک ریز نکلا..... جس کا اثر جگر اور سینہ سوزان پر پڑا تو کچھ مضائقہ نہیں..... کیونکہ آپ کے لب و دہان کے اس جگر و سینہ پر بہت حقوق و احسانات ہیں..... یعنی محبوب کی عنایات بے غایات ہو چکی ہیں..... اگر قبض وارد ہوا تو کیا شکایت ہے..... آگے اسی کو سوزش و ناکامی سے تعبیر کرتے ہیں..... کہ اگر کامیاب ہوتا تو بیشک خون ناب..... یعنی خون آلود کیوں بہاتا..... شعر اول بناء علی الشکر الاختیاری ہے..... اور شعر ثانی بناء علی الاضطراب الاضطرابی ہے۔ قال

گمان مبرکہ بدور تو عاشقان مستند	خبر نہ داری ز احوال زاہدان خراب
---------------------------------	---------------------------------

خبر نہ داری بحذف حرف استفہام..... یعنی آیا خبر نداری یعنی خبر میداری کقولہ تعالیٰ الایعلم من خلق..... اس کا مطلب اس ردیف الباء کی غزل سابق آفتاب ارزوی او شد الخ..... کے شعر چہارم کے قریب ہے..... یعنی سب ہی آپ کے عشق و طلب میں سرگرم ہیں..... قال

مرابد و رلبت شد یقین کہ جوہر لعل	پدید می شود از آفتاب عالمتاب
----------------------------------	------------------------------

معنی لفظی تو یہ ہیں..... کہ میں نے محبوب کے لب کو جو کہ مشابہ لعل کے ہے..... جب اس کے چہرے کے اندر جو کہ مشابہ آفتاب کے ہے..... دیکھا تب اس کا یقین آیا..... کہ جوہر لعل الخ وارد پہلے سنا کرتے تھے..... اور معنی مقصود احقر کے نزدیک مثل اشعار اولی اس غزل کے ہیں..... کہ آپ کے فیض تکوینی سے لعل ظاہری یا قلوب عارفین کو مملون ہوتا ہوا دیکھ کر اس کا یقین ہوا..... کہ ذات ہی مبدأ فیوض اور محتاج الیہ فی الکلمات ہے۔ قال

مہل کہ عمر بہ بیہودہ بگذر و حافظ	بکوش و حاصل عمر عزیز را دریاب
----------------------------------	-------------------------------

مطلب ظاہر ہے کہ ناصحانہ و اعظانہ مضمون ہے کہ مقصود حقیقی کو حاصل کر لو۔

## ردیف التاء

## غزل

بیا کہ قصر اہل سخت ست بنیادست	بیار بادہ کہ بنیاد عمر بربادست
غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود	زہر چہ رنگ تعلق پذیر دآزادست
نھیچتے کسنت یادگیرو در عمل آر	کہ این حدیث ز پیر طریقتم یادست
مجو درستی عہد از جهان ست نہاد	کہ این عجزہ عروس ہزار دامادست
چہ گویت کہ بمیخانہ دوش مست و خراب	سروش علام غییم چہ مژدہا دادست
کہ ای بلند نظر شاہباز سدرہ نشین	نشین تونہ این گنج محنت آبادست
تراز کنگرہ عرش میزنند صغیر	ندامت کہ دریں دامگہ چہ افتادست
غم جهان مخور و پند من مبرا زیاد	کہ این لطیفہ نغمزم زر ہر وے یادست
رضا بدادہ بدہ وز جبین گرہ بکشایے	کہ بر من وتو در اختیار نکشادست
نشان مہر وفا نیست در تبسم گل	بنال بلبل مسکین کہ جائے فریادست
حسد چہ میری اے ست نظم بر حافظ	قبول خاطر و لطف سخن خدادادست

بجز مقطع کے کہ اس میں ظاہر اتمدح اور حقیقہ تہدث باللہ ہے..... باقی تمام غزل میں ترغیب ہے..... تعلقات ماسوے اللہ سے آزادی اختیار کرنے کی..... اور ترک انہماک و حرص کی اور تحصیل محبت و معرفت و طاعت الہی کی..... پس فرماتے ہیں کہ محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو جاؤ..... کیونکہ حرص و اہل کا قصر نہایت ست بنیاد ہے..... (اس لئے قابل توجہ

کے نہیں) اور محبت الہی حاصل کرو..... کیونکہ عمر کی بنیاد برباد ہو رہی ہے..... (اس لئے اس کو محبت الہی میں صرف کرنا چاہئے..... تاکہ اس عمر کا کچھ ما حاصل ہاتھ آئے) اور اس چرخ کبود کے نیچے (یعنی اس عالم میں) میں تو اس شخص کی ہمت کا غلام ہوں..... جس کی یہ حالت ہو کہ جس چیز میں شائبہ تعلق کا ہو..... اس سے آزاد رہے..... اور میں تم کو ایک نصیحت کرتا ہوں..... اس کو یاد رکھو اور اس پر عمل کرو..... کیونکہ یہ مضمون شیخ طریقت سے مجھ کو یاد ہے (اور وہ نصیحت یہ ہے کہ) عالم ضعیف الذات (یعنی فانی الوجود) سے..... درستی عہد (یعنی دوام اجتماع) کے طالب (اور امیدوار) مت رہو..... کیونکہ یہ عجوزہ (یعنی دنیائے کہنہ) ہزاروں شوہر کی عروس رہ چکی ہے (اور کسی سے مرافقت نہیں کی..... سب سے مفارقت کی اس سے تعلق رکھنا بڑی غلطی ہے..... اور) میں تم سے کیا کہوں..... کہ کل (یعنی اس کے قبل) میخانہ (یعنی مقام انکشاف حقیقت) میں جبکہ میں مست اور فانی تھا (یعنی مجھ پر محویت طاری تھی..... جس میں حقائق امور قلب پر وارد اور منکشف ہوا کرتے ہیں) سروش عالم غیب نے مجھ کو کیا کیا بشارتیں دیں (یعنی میرے قلب پر یہ مضامین القاء کئے گئے) کہ اے بلند نظر جو شہبار سدہ نشین کے مشابہ ہے (کیونکہ روح کائنات عالم علوی سے ہے) تیرا نشین (اور مسکن) یہ کنج محنت آباد نہیں ہے (مراد دنیا کنج بوجہ تنگی کے کہا اور محنت آباد اس لئے کہ دارالحسن ہے..... یعنی دنیا تیرا وطن اصلی نہیں ہے..... پھر اس میں کیوں دل لگاتا ہے اور) تجھ کو تو کنگرہ عرش (یعنی عالم علوی) سے پکار رہے ہیں..... پھر معلوم نہیں کہ اس قید گاہ میں تجھ کو کیا چیز پسند آئی ہے (جو اس میں جی لگاتا ہے پس تجھ کو چاہئے کہ) دنیا کے غم (و تعلق) میں مت پڑ اور میری نصیحت مت بھلا..... کیونکہ یہ لطیفہ عجیبہ مجھ کو ایک سالک سے یاد ہے وہ یہ کہ جو کچھ مل جائے..... اس پر راضی رہ اور پیشانی پر بل مت ڈال (یعنی قناعت و رضا اختیار کر اور کراہت و حرص ترک کر) کہ وہ خواہ میں ہوں یا تو ہو کسی کو (ایسے امور رزق وغیرہ میں) اختیار نہیں دیا گیا..... (اور اس تفسیر پر اس شعر کو مسئلہ جبر و اختیار فی الافعال سے کوئی تعلق نہیں یعنی جب مقدمہ تکوینیات میں کچھ بس نہیں چلتا..... تو حرص و کراہت بے سود محض ہے اور) جس طرح تبسم گل کو بقا نہیں اسی طرح اس عالم ناپائیدار میں مہر و وفا کا نشان نہیں..... تو اے بلبل یعنی

طالب دنیا..... تو (اپنی اس حالت طلب دنیا پر) تاسف کر (اور عالم باقی کی طلب سے اس کا تدارک کر..... آگے مقطع ہے کہ) اے ست نظم تو حافظ پر کیا حسد کرتا ہے..... قبول خاطر اور لطف سخن تو محض خدا داد امر ہے..... (ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء)

## غزل۔ قال

برو بکار خود ای و اعظ این چه فریادست	مرا فتاد دل از کف ترا چه افتادست
--------------------------------------	----------------------------------

واعظ سے مراد جو مانع ہو طریق عشق سے..... تو ہم اس کے غیر مشروع ہونے کے اور منحصر سمجھتا ہو وصول الی اللہ کو..... طریق طاعات ظاہرہ میں ایسے ناصح کو کہتے ہیں کہ..... جاؤ اپنا کام کرو..... کیوں خواہ مخواہ نصیحت میں غل مچا رکھا ہے..... میں تو مغلوب العشق ہو گیا تم کو میری کیا فکر پڑی ہے..... (کیونکہ حسب قول اہل طریق طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق طریق عشق بھی ایک طریق بلکہ اقرب طرق ہے..... کما بین فی کتب الفن) قال

بکام تانرساند مرا لبش چون نالے	نصیحت ہمہ عالم بگوش من بادست
--------------------------------	------------------------------

لب کنایہ از لطف..... نالے واصل کامل..... یہ بھی متمم ہے سابق کا..... یعنی جب تک واصل کامل کی طرح اس کے لطف سے میں مقصود تک نہ پہنچوں گا..... تمام عالم کی نصیحت جو دربارہ ترک عشق کے ہے..... بے اثر سمجھوں گا۔ قال

میان او کہ خدا آفریدہ است از بیچ	دقیقہ ایست کہ بیچ آفریدہ نکشادہ است
----------------------------------	-------------------------------------

مطلب لفظی تو ظاہر ہے..... کہ کمر کی باریکی کا بیان ہے..... اور مطلب معنوی یہ ہے کہ میان سے مراد واسطہ و رابطہ..... بین الحق والعبد ہے اس میں اس کا غموض بیان فرماتے ہیں..... کہ وہ ایسی مخفی چیز ہے کہ کسی مخلوق کو اس کی پوری اطلاع نہیں ہوتی..... جیسا کسی اور سخن گو نے کہا ہے۔

میان عاشق و معشوق رمزیت	کراما کاتبین راہم خبر نیست
-------------------------	----------------------------

وجہ یہ ہے کہ وہ واسطہ خاص تعلق قرب و رضا ہے..... جو کہ غیب ہے اور ظاہر ہے کہ غیر منصوص القبول کو تو خود اسی کی اطلاع قطعی طور پر نہیں ہوتی..... اور منصوص القبول کو گو نفس

قرب و رضا کی اطلاع ہوتی ہے..... لیکن اس کے خصوصیات خاصہ کی اطلاع نہیں ہوتی  
 وهذا هو المعنى بقوله عليه السلام واللہ ادری ما یفعل بی ولا یحکم اور اس  
 تعلق کو آفریدہ کہنا..... بوجہ اس کے حدوث کے ظاہر ہے..... اور آفریدہ از بیچ کہنا مبالغہ  
 غایت غموض کی وجہ سے ہے..... اور یا اس کی یہ بھی توجیہ ہو سکتی ہے..... کہ یہ رابطہ امور  
 اضافیہ میں سے ہے..... اور امور اضافیہ بوجہ اس کے کہ ان کا وجود انتزاعی ہوتا ہے..... فی  
 نفسہ مستقلاً متحقق و ثابت نہیں ہوتے۔ قال

گدای کوی نواز ہشت خلد مستغنی است	اسیر بند تو از ہر دو عالم آزاد است
----------------------------------	------------------------------------

مطلب ظاہر ہے کہ..... محبوب حقیقی کے طالب کو دوسری کوئی چیز خواہ کچھ ہی ہو  
 ..... مطلوب بالذات نہیں۔

اگر چہ مستی عشقم خراب کردو لے	اساس ہستی من دین خراب آباد است
-------------------------------	--------------------------------

یہ اشارہ ہے بقا بعد الفنا کی طرف..... جیسا شیخ شیرازی نے بوستان میں فرمایا ہے۔

مترس از محبت کہ خاکت کند	کہ باقی شوی چون ہلاکت کند
--------------------------	---------------------------

## قال

دلا منال زبیداد و جور یار کہ یار	ترا نصیب ہمین کردہ است و این داد است
----------------------------------	--------------------------------------

بیداد و جور مراد تاخیر و صل کہ اثر مثل جور دارد..... اس میں تعلیم ہے کہ اگر سالک کو وصول  
 ..... یا ورود احوال میں توقف ہو جائے تو تنگی و شکایت نہ چاہئے..... کیونکہ محبوب نے اس کے  
 لئے یہی تجویز کیا ہے..... اور یہ عین عنایت ہے..... کیونکہ اس میں مصلحت ہوگی اور راز اس میں  
 یہ ہے کہ ہر شخص کی استعداد جداگانہ ہے..... اور استعداد کے موافق تربیت کی جاتی ہے..... اور  
 اس کا علم محیط مخصوص حق تعالیٰ کے ساتھ ہے..... چنانچہ تاخیر و صل کی ایک مصلحت ایک بار مثنوی  
 معنوی میں عجیب طور پر نظر سے گزری..... جس کی حکایت یہ ہے کہ ایک بار احقر پر یہ خیال  
 غالب ہوا..... کہ حق تعالیٰ کو طالب کے طالب ہونے کا علم بھی ہے..... اور وصل الی المقصود پر  
 قدرت بھی ہے اور طالب کے حال پر رحمت بھی ہے..... اور اس مجموعہ کا مقتضایہ تھا کہ جلدی



کامیابی ہو جایا کرتی..... پھر معلوم نہیں تاخیر میں اور پریشانی میں کیا حکمت ہے..... یہ سوچ ہی رہا تھا کہ مثنوی جو کھولی تو یہ اشعار سر صفحہ پر نکلے..... جن میں علم اور قدرت اور رحمت کے اثبات کے بعد اس کی حکمت مذکور ہے..... جس سے پوری تسلی ہو گئی..... وہ اشعار یہ ہیں۔

چارہ می جوید پی من درد تو	من شنیدم دوش آہ سرد تو
می تو انم ہم کہ بے این انتظار	ره نمایم دادہم راه گدار
تا ازین گرداب دوران وارہی	برسر گنج و صالم پانہی
لیک شیرینی ولذات مقرر	ہست براندازہ رنج سفر
آنگہ از فروز و خویشان بر خوری	کز غریبی رنج و محنتہا بری

### قال

بروفانہ مخوان وفسون دم حافظ	کزین فسانہ و افسون مرا بے یادست
-----------------------------	---------------------------------

اس میں تعریض ہے..... مدعی طلب کا ذبا و مرآئی کی طرف..... یعنی اوپر جس قسم کے مضامین مذکور ہیں..... یہ اگر ادعا محض ہوں تو اس صورت میں بلسان محبوب تنبیہ ہے..... کہ مجھ کو ہر چیز کا علم ہے مجھ سے جھوٹی باتیں بنانا کیا فائدہ..... پس اس میں تعلیم ہے اخلاص مع اللہ کی..... اور مذمت ہے احوال باطنیہ میں تصنع کی۔ واللہ اعلم۔

روزہ یکسو شد و عید آمد و دلہا برخواست	می بمخنانہ بجوش آمدومی بایدخواست
---------------------------------------	----------------------------------

روزہ مراد ریاضت و مجاہد و عید کنایہ از وصل و مشاہدہ..... یعنی الحمد للہ کہ زمانہ مجاہدہ کا گزر گیا..... اور وقت وصول و مشاہدہ کا آ گیا اور قلوب میں نشاط و فرحت و وصل سے جوش پیدا ہو گیا..... اور عشق و محبت میں ترقی ہوئی..... اور اس میں ترقی کی اور طلب چاہئے..... پس مصرعہ اولی میں اشارہ ہے..... کہ مشاہدہ کے لئے مجاہدہ شرط عادی ہے..... اور مصرعہ ثانیہ میں اشارہ ہے کہ بعد وصول و حصول مقصود سالک کو بس نہ کرنا چاہئے..... طلب اور طاعت میں طالب مزید ہونا چاہئے جیسا ارشاد ہے۔

ای برادر بے نہایت درگہے است

ہرچہ بروے میرسی بروے مایست

## قال

نوبت زہد فروشان گران جان بگذشت

وقت شادی و طرب کردن زندان برخاست

زہد فروشان ریا کاران..... گران جان کا ہلان مراد شیخان مزوران کا ریا کار کہنا تو ظاہر ہے..... اور گران جان ہونا اس لئے ہے کہ ریا کاری میں بوجہ فقدان صدق رغبت کے باطناً کابلی ضروری ہے..... اور رند سے مراد مخلص غیر متصنع و طالب صادق..... اس شعر میں صورت خبر میں مقصود انشاء اس امر کا ہے..... کہ شیوخ متصنعین کو ترک کرنا چاہئے..... جبکہ شیوخ کا ملین میسر ہو سکتے ہیں..... طالب صادق کو ان کی جستجو لازم ہے..... اور ان کے میسر ہونے کا وقت نہایت خوشی کا وقت ہے۔

چہ ملامت بود آترا کہ چوما بادہ خورد

این نہ عیب است بر عاشق رند و نہ خطاست

بادہ سے مراد طریق محبت مقرون بسلامت..... مطلب یہ کہ طریق ملامتی میں جس کا حاصل ترک وضع ہے..... نہ کہ ترک شرع..... عاشق مخلصین کے لئے کوئی عیب اور خطا نہیں ہے..... جیسا کہ اہل ظاہر میں سے عوام تو اس کو اس لئے عیب سمجھتے ہیں..... کہ اس کو بوجہ قصور نظر کے خلاف شرع خیال کرتے ہیں..... اور خواص اس کو موہم خلاف شرع..... اور محتمل تعدیہ ضررالی الغیر ہونے کی وجہ سے عیب سمجھتے ہیں..... پس لفظ چوما میں تو اشارہ کر دیا جواب شبہ عوام کی طرف..... یعنی جو ہماری طرح ہو کہ خلاف شرع نہ کرے..... جیسا اسی غزل کے ایک شعر میں اپنی حالت بیان کی ہے..... فرض ایزد بگذاریم الخ اور ظاہر ہے کہ معصیت منافی ہے..... اداے فریضہ کے جو اس خاص امر کے متعلق ہے..... اور لفظ برعاشق رند میں اشارہ کر دیا جواب شبہ خواص کی طرف..... جس کا حاصل یہ ہے کہ مقتدا میں وہ علت نہیں کی جا رہی ہے..... اور عاشق رند جو کہ مقتدا نہیں ہے اس تعلیل سے خارج ہے..... پس جب علت نہیں معلول بھی نہیں رہا..... یہ کہ لوگ اس کی غیبت کریں گے..... تو یہ شخص اس کا سبب ہوا تو ان لوگوں کی طرف سے اس میں یہ عذر ہو سکتا ہے..... کہ ان کو جب بعض رذائل کے معالجہ کی

طرف اس خاص طریق ملامت میں توجہ غالب ہوتی ہے..... تو اس مفسدہ مذکورہ سے ذہول ہو جاتا ہے..... اور قصد ہوتا ہے اپنی اصلاح کا..... نہ کہ افساد غیر کا گولازم آتا ہے اور اتقوا مواضع التہم کو یہ حضرات مخصوص کہیں گے..... غیر موضع ضرورت میں اور معالجہ موضع ضرورت ہے..... اور ان کی یہ توجیہات محل اجتہاد ہو سکتی ہیں فلفی بہ عذر الہم۔ قال

بادہ نوشی کہ درد ہیچ ریائی نہ بود	بہتر از زہد فروشی کہ در وروی وریاست
-----------------------------------	-------------------------------------

اس شعر میں اپنے کسی فعل کی توجیہ یا طرفداری نہیں ہے..... بلکہ اہل طریق کو نصیحت ہے..... کہ ذکر و طاعت میں دعویٰ و ریا کرنا اور دوسرے اہل معاصی کو حقیر سمجھنا مذموم ہے..... پس فرماتے ہیں کہ جس بادہ نوشی کے ساتھ ریا نہ ہو..... وہ اس زہد ادعائی سے اچھا ہے جس میں ریا ہو..... اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معاصی میں بھی باہم تفاوت ہوتا ہے..... کوئی اکبر کوئی کبیر کوئی صغیر کوئی اصغر..... اور یہ قواعد شرع سے نہایت واضح و ظاہر ہے۔ قال

مانہ مردان ریائیم و حریفان نفاق	انکہ او عالم سراسر است بدین حال گواست
---------------------------------	---------------------------------------

گوا مخفف گواہ۔ مطلب ظاہر ہے..... اور مقصود اس سے پندار و دعویٰ نہیں..... بلکہ ترغیب ہے طالبین کی..... اپنا حال بیان کرنے سے کہ ان کو بھی ایسا ہی ریا و نفاق سے بچنا چاہئے..... اور اس سے یہ امر مستفاد ہوا کہ کامل..... اگر اپنا حال اس قصد سے ظاہر کرے کہ ناقصین اتباع کریں..... تو مذموم نہیں ہے۔ قال

فرض ایزد بگذاریم و بکس بدنہ کنیم	وانچہ گویندر وانیمت بگوئیم رواست
----------------------------------	----------------------------------

مدلول لفظی تو ظاہر ہے..... اور غرض مقصود یہ ہے کہ اصل مقصود تکثیر طاعات و اوراد نہیں ہے..... بلکہ ورع کے ساتھ تقلیل طاعات کافی ہے..... اور وہ ورع حقوق اللہ و حقوق العباد سب میں ہونا چاہئے..... چنانچہ فرض ایزد بگذاریم میں اشارہ حقوق اللہ و تقلیل طاعات کی طرف ہے..... اور بکس بدنہ کنیم میں اشارہ حقوق عباد کی طرف ہے..... اور مصرع ثانی میں اس انچہ سے مراد میرے نزدیک طریق ملامت یعنی ارتکاب خلاف وضع ہے..... گو ظاہر نظر میں خلاف شرع ہو..... مگر حقیقت میں خلاف نہ ہو..... اور اس کے جواز و عدم جواز

میں اختلاف کی تحقیق..... جیسا کہ اس مصرع سے معلوم ہوتا ہے..... مفصلاً شعر بالا چہ ملامت الخ کی شرح میں گزر چکی ہے۔ قال

چہ بود گرمن و تو چند قدح بادہ خوریم	بادہ از خون رزان ست نہ از خون شاست
این نہ عیب است کزین عیب خلل خواهد بود	در بود عیب چہ شد مردم بے عیب کجاست

رزان جمع رز بمعنی انگور..... خون رز مشیرہ انگور..... خون شاما خون و گوشت مردم اشارہ بسوی..... آیت ایحب احدکم ان یا کل لحم اخیہ میتا الایہ..... ان اشعار کا مضمون بھی قریب قریب مضمون شعر بادہ نوشی الخ کے ہے..... یعنی اگر کوئی مرتکب بادہ خواری کا ہو جائے..... خواہ تم ہو یا میں ہوں..... تو غایت مافی الباب وہ شیر انگور ہے لحم انسان تو نہیں ہے..... جس کے کھانے میں معترض مبتلا ہے کہ غیبت و عیب جوئی میں مشغول ہے..... اور اس کا بادہ خواری سے اشد ہونا بوجہ حق عبد ہونے کے ظاہر ہے..... پس معترض اشد میں مشغول اور اخف پر معترض ہے..... اور دوسرے شعر میں اس سے عیب ہونے کی نفی..... یا تو بایں معنی ہے..... کہ جس درجہ کا عیب طاعن سمجھ رہا ہے (کہ اس کو غیبت سے بھی بڑھ کر قرار دیا ہے..... جیسا کہ اس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے..... کہ بادہ خواری کی مذمت کر رہا ہے اور غیبت کو اختیار کر رکھا ہے) یہ اس درجہ کا عیب نہیں ہے..... بلکہ معاملہ بالعکس ہے..... اور شعر ثانی کے مصرع ثانیہ میں علی سبیل التنزل کہتے ہیں..... کہ اگر معترض کا قول مسلم بھی ہو جائے..... کہ یہ غیبت سے بھی اشد ہے..... تو خیر یوں ہی سہی مگر بے عیب کون ہوتا ہے ہم میں یہ عیب ہے..... معترض میں دوسرا عیب ہے..... اور مقصود اس تنزل سے محض ترک جدال ہے جو مقتضا ہے وضع درویشی کا..... نہ کہ توجیہ اپنے فعل کی..... یا رجوع تحقیق بالا سے کہ اشدیت ہے غیبت کی..... اور یا عیب ہونے کی نفی بایں معنی ہے کہ بعض اقسام نبیذ کے مختلف فیہ بین الائمہ ہیں..... اور قواعد احتساب میں ثابت ہے کہ مسائل مختلف فیہا میں احتساب نہیں کیا جائے گا..... اور مصرع دوم برطبق تقریر بالا نیز ترک جدال پر محمول کیا جائے گا..... باقی اجزاء کی تقریر ظاہر ہے..... اور بہر حال اس مضمون میں تعلیم ہے

..... ترک جدال و ترک استحضار و ترک اعتراض کی..... جو لوازم طلب مقصود سے ہے۔ قال

حافظ از عشق خط و حال تو سرگردان ست	ہمچو پرکار و لے نقطہ دل پا بر جاست
------------------------------------	------------------------------------

مدلول لفظی ظاہر ہے..... مقصود تعلیم ہے طالبان حق کی کہ طریق محبت میں کیسی ہی پریشانی و حیرانی پیش آئے..... مگر ثبات قدم و تحمل و صبر و استقلال و استقامت کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے..... کہ شرط وصول یہی ہے۔ واللہ اعلم۔ قال

## غزل

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است	سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجا است
------------------------------------	---------------------------------

اس میں خطاب ہے معترض ظاہرین کو..... جو اہل حال کے کلام پر خوردہ گیری کرتا ہے..... استہزاء اس کو دلبر کہا..... جیسے اردو کے محاورہ میں ایسے موقع ہیں..... کہتے ہیں میرے پیارے یا بر خوردار یا مہربان..... پس فرماتے ہیں کہ اہل حال کے کلام کو غلط مت کہو بلکہ وہ غلطی تمہاری فہم میں ہے..... کیونکہ تم سخن شناس نہیں ہو اہل حال کے کلام کو نہیں سمجھتے ہو..... اس میں تعلیم ہے کہ اہل اللہ کے کلام کو جلدی سے رد نہ کر دے..... البتہ بے سمجھے اس کے ظاہری معنی کا معتقد بھی نہ ہو..... بلکہ سکوت اسلم ہے۔ قال

سرم بدنیا و عقبی فرو نمی آید	تبارک اللہ ازین ہنہا کہ در سرماست
------------------------------	-----------------------------------

فتنہ سے مراد شورش..... مطلب یہ کہ چونکہ میرا مقصود بالذات قرب و رضائے حق ہے..... اس لئے نہ دنیا بالذات مطلوب ہے اور نہ عقبی گو بالعرض مقصود ہو..... آگے بطور استعظام امر کے فرماتے ہیں..... کہ ہمارے دماغ میں بھی عجیب شورش طلب حق کی بھری ہوئی ہے..... کہ بالذات کسی چیز کی طرف التفات نہیں رہا۔ قال

در اندرون من خستہ دل نہ دانم کیست	کہ من خموشم و او در فغان و در غوغاست
-----------------------------------	--------------------------------------

یعنی مجھ خستہ دل کے اندر معلوم نہیں کون شخص ہے..... کہ میں تو خاموش ہوں اور وہ شور و فغان میں ہے..... مراد اس شخص سے خود دل ہے..... جو محبوب کی یاد اور طلب میں شور و فغان میں رہتا ہے..... گولب پر ظاہر خاموشی رہے۔

دلم زپردہ برون شد کجائی ای مطرب	بنال ہان کہ ازین پردہ کار ما بنواست
---------------------------------	-------------------------------------

یعنی میرادل قابو سے باہر ہو گیا..... اے مطرب سماع سنادے کہ اس پر وہ سرود سے ہماری حالت اصلاح پذیر ہو جائے گی اس میں بیان ہے (اس کا کہ سماع کا جواز ایسی مخصوص حالت میں ہے..... جب قلب کی حالت خود رنگی تک پہنچ جائے..... اور اس سے اکثر مشتعلان سماع کی غلطی ثابت ہوتی ہے۔ قال

مرابکار جہان ہرگز التفات نبود	رخ تو در نظر من چنین خوشش آراست
-------------------------------	---------------------------------

یہ اشارہ ہے منتہی کی حالت کی طرف..... کہ ابتداء حال میں اس کا التفات خلق کی طرف اس لئے نہیں ہوتا..... کہ وہ حجاب ہوتا ہے توجہ الی الحق سے..... لیکن منتہی کے لئے ہر شئی مخلوقات میں سے آئینہ ہوتی ہے..... مشاہدہ جمال محبوب کی اور آ لہ ہوتا ہے..... وصول و قرب کا علماً بھی اور عملاً بھی..... اس لئے وہ عین التفات الی الحق کی حالت میں ملتفت الی الخلق بھی ہوتا ہے۔ قال

نہ خفتہ ام بخیا لے کہ میہزم شبہا	نمار صد شبہ دارم شرابخانہ کجاست
----------------------------------	---------------------------------

یعنی طلب میں مجھ کو آرام اور سکون نہیں ملتا..... اور مدتوں کا مجھ کو شمار ہے فنا و سکر کہاں حاصل ہوا کرتا ہے..... تا کہ ایک گونہ وصول میسر ہونے سے طلب کی بے آرا می ختم ہو..... گو اس میں بھی دوسری طرح کی بے چینی ہو..... کما قال الشیخ الشیرازی فی المعنی الاول۔

تعلق حجاب است و بیجاصلی	چوپوندہا بکلسی واصلی
-------------------------	----------------------

وقال فی المعنی الثانی۔

دلارام دربر دلارام	لب از تشنگی خشک و بر طرف جوہی
نہ گویم کہ برآب قادریند	کہ برسائل نیل مستحقے اند

قال

چنین کہ صومعہ آلودہ شد بخون دلم	گرم ببادہ بشوئید حق بدست شماست
---------------------------------	--------------------------------

در کلام تقدیرے ست ..... یعنی مجاہدہ تا چین رسیدہ الخ ..... مطلب یہ کہ ظاہری طاعت یہاں تک کی کہ میرے خون دل سے صومعہ خون آلود ہو گیا ..... اب اے محبوب یا اے مرشد اگر مجھ کو بادہ محبت یعنی جذبہ عشق سے غسل دیا جائے ..... تو آپ کی شان کے شایان ہے ..... اس میں اشارہ ہے کہ سلوک و ریاضت بدون جذب و عنایت کے مفید نہیں۔ قال

ازان بدیر مغانم عزیز میدارند	کہ آتشے کہ نمیرد ہمیشہ درد دل ماست
------------------------------	------------------------------------

دیر مغان مجمع اہل عشق ..... یعنی عشاق کی جماعت میں مجھ کو اس لئے عزیز سمجھتے ہیں ..... کہ میرے دل میں آتش عشق مشتعل ہے اشارہ اس طرف ہے کہ اہل اللہ مال و دولت کی قدر نہیں کرتے ..... بلکہ دولت باطنی ہی کی قدر کرتے ہیں۔ قال

چہ ساز بود کہ بنواخت مطرب عشاق	کہ رفت عمر و ہنوزم دماغ پر ز صداست
--------------------------------	------------------------------------

اس میں اشارہ ہے خطاب الست برکلم کی طرف ..... یعنی اس خطاب کی اب تک لذت حاصل ہے ..... یا تو یہ کہا جائے کہ حقیقتاً بعض کو یاد رہتا ہے ..... اور یا کہا جائے کہ اس کا اثر باقی ہے ..... جس سے التذاذ ہوتا ہے ..... اور یہی دونوں احتمال ہیں شیخ شیرازی کے اس ارشاد میں بھی۔

الست از ازل ہچنان شان بگوش	بفریاد قالوا بلے در خروش
----------------------------	--------------------------

معنی اول کا مصداق ایک کشف ہے ..... اور معنی ثانی کا مصداق ایک حال ہے۔ قال

خمار عشق تو دی شب در اندرونم بود	کجاست وقت عبادت چہ جائے وقت دعاست
----------------------------------	-----------------------------------

مطلب یہ کہ میرے مقضائے استعداد کے موافق ..... میری تربیت عشق سے کی گئی ہے ..... اس لئے اس کے غلبہ میں عبادت و دعا کی تکثیر مجھ سے نہیں ہو سکتی تھی ..... اشارہ ہے کہ طریق تربیت سالکین کا ہر ایک کی استعداد کے موافق جدا جدا ہے۔ قال

ندای عشق تو دو شرم در اندرون دادند	فضائے سینہ حافظ ہنوز پر ز صداست
------------------------------------	---------------------------------

مطلب ظاہر ہے ..... کہ میرے لئے نسبت عشقیہ تجویز کی گئی تھی ..... جس سے اب تک میرا سینہ پُر ہے ..... لان المقدر لا یغیر واللہ عالم۔ قال

## غزل

روضہ خلد برین خلوت درویشان است	مایہ محققش می خدمت درویشان است
--------------------------------	--------------------------------

اس میں درویشوں کی خلوت اور خدمت کی مدح ہے..... اول کو روضہ خلد برین سے تشبیہ دی گئی ہے..... اس وجہ سے بڑی نعمت جنت میں مشاہدہ حق تعالیٰ ہے..... سو یہ ایک قسم کا مشاہدہ درویشوں کو خلوت میں میسر ہوتا ہے..... یعنی بالقلب گو جنت میں بالعمین ہوگا اور خلوت کی قید اس لئے کہ اس میں استحضار تام ہوتا ہے..... گو بعض اوقات جلوت کا استحضار نا تمام اس تام سے کسی عارض کی وجہ سے افضل ہو..... مثلاً کسی حق واجب کا ادا کرنا یا کسی کو نفع پہنچانا و مثل ذلک..... اور بعد مدح درویشوں کے مصرع ثانیہ میں ان کی خدمت کی ترغیب دیتے ہیں..... کہ احتشام حقیقی کہ مقبولیت عند الحق ہے..... مقبولین کی خدمت سے کہ ان کی اطاعت اور محبت اس کے لوازم عادیہ سے ہے..... میسر ہوتا ہے۔ قال

گنج عزلت کہ طلسمات عجائب دارد	فتح آن در نظر ہمت درویشان ست
-------------------------------	------------------------------

اس میں ترغیب ہے..... کہ مقبولین حق کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرنا چاہئے..... کہ ان کی توجہ میں یہ برکت ہے..... کہ خلوت نشینی کا خزانہ عجیب کہ مراد اس سے حضور تام و مشاہدہ ہے..... اس سے میسر ہوتا ہے..... چنانچہ توجہ کی یہ برکت ہونا تجربہ سے بھی ثابت ہے..... اور ظاہری لم بھی اس کی یہ ہے کہ وہ متقی ہوتے ہیں..... اور حق تعالیٰ اکثر متقی کی مراد پوری فرماتا ہے..... اور توجہ سے ان کی مراد یہی ہوتی ہے..... کہ طالب کہ محل توجہ ہے مشرف اس دولت سے ہو جائے..... و نیز ثابت ہوا ہے کہ بعضے تصرفات محض توجہ نفس سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ قال

قصر فردوس کہ رضوانش بدر بانی رفت	منظری از چمن نرہت درویشان ست
----------------------------------	------------------------------

یعنی قصر فردوس جس کا دربان رضوان ہے..... درویش جس چمن کی سیر کرتے ہیں..... اس کا ایک منظر ہے..... کیونکہ درویشوں کا سیر گاہ ذات و صفات و افعال حق ہے..... اور جنت میں ان اشیاء کا کامل ظہور ہوگا..... و نیز ان کی سیر کا حاصل مراقبہ و مشاہدہ ہے..... اور جنت کے مقامات عالیہ ان اعمال صالحہ کا ثمرہ ہے..... جیسا لفظ فردوس اشارہ ہے



مقامات عالیہ کی طرف..... گو مطلق جنت مطلق اعمال کا ثمرہ ہے۔ قال

انچہ زرمی شود از پر تو آن قلب سیا	کیمیائے ست کہ در صحبت درویشان ست
-----------------------------------	----------------------------------

می شود فعل ناقص..... قلب سیاہ اسم آن..... و ز خبر آن نہ کہ بالعکس قنبدہ..... مراد ظاہر ہے کہ اہل کمال صحبت میں ناقص کامل ہو جاتے ہیں۔ قال

وانکہ پیشش بنہد تاج تکبر خورشید	کبریائے ست کہ در حشمت درویشان ست
---------------------------------	----------------------------------

اس میں بیان ہے مقبولان حق کی عظمت کا..... کہ ان کے سامنے خورشید بھی پست ہے..... کیونکہ اس کو ظاہری رفعت ہے..... اور ان حضرات کو باطنی و حقیقی رفعت ہے..... لکونہم فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔ قال

دولتے را کہ نباشد غم از آسب زوال	بے تکلف بشنو دولت درویشان ست
----------------------------------	------------------------------

مطلب ظاہر ہے..... کیونکہ درویشوں کی دولت اخروی ہے..... اور دوسری دولتیں دنیوی ہیں اور نص ہے..... ما عند کم ینفدو ما عند اللہ باق۔ قال

خسروان قبلہ حاجات جہانندولے	از ازل تا بہ ابد فرصت درویشان ست
-----------------------------	----------------------------------

فرصت مراد سلطنت..... یعنی گو سلاطین کو ظاہری چند روزہ سلطنت حاصل ہے..... لیکن حقیقی وابدی سلطنت مقبولان حق کو ہے ابدی ہونا تو نصوص خلود سے ظاہر ہے..... اور ازلی ہونا باعتبار تقدیر و علم الہی کے ہے..... یا ازل سے مراد مطلق ابتدائی جائے..... یعنی جب سے اس کا حصول ہوا ہے..... معنی مشہور مالا اول نہ لئے جائیں۔

روی مقصود کہ شاہان جہان می طلبند	مظہرش آیینہ طلعت درویشان ست
----------------------------------	-----------------------------

یعنی جن مطالب کو سلاطین دنیا مانگتے پھرتے ہیں..... وہ محض درویشوں کی زیارت سے میسر ہو جاتا ہے..... مقصود مبالغہ ہے کہ درویش مفتاح حصول مراد ہیں..... خواہ بواسطہ ان کی دعا کے خواہ بواسطہ توسل کے ان کے ساتھ..... اور خواہ اس واسطہ سے کہ ان کی معیت سے ان کی محبت ہوتی ہے..... اور محبت ان کی طاعت ہے..... اور اہل طاعت کی مشکلات غیب سے آسان کی جاتی ہے..... و نحوہ مافی المثلوی۔

مشکل از تو حل شود بے قیل و قال	اے لقاے تو جواب ہر سوال
سروری در کف ہمت درویشان ست	ای تو نگر مفروش این ہمہ نخوت کہ ترا

کف پناہ..... یعنی اغنیاء ظاہری کی یہ ثروت و جاہ ان مقبولان حق کی دعاء و برکت کی فرع ہے..... فی الحدیث هل ترزقون و تنصرون الا بضعفاء کم و نیز حدیثوں میں ہے کہ ابدال کی برکت سے بارش وغیرہ ہوتی ہے..... و نیز قصہ خضر علیہ السلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انتظامات تکوینیہ..... بعض اہل اللہ سے وابستہ ہوتے ہیں..... و فی المقام کلام طویل لا تتحملہ المقام۔ قال

گنج قارون کہ فرو میر و داز قعر ہنوز	خواندہ ہاشمی تو کہ از غیرت درویشان ست
-------------------------------------	---------------------------------------

درویشاں کی جمعیت جنسیت کے لئے ہے..... مراد موسیٰ علیہ السلام۔  
مطلب اور قصہ ظاہر و مشہور ہے۔

بندۂ آصف عہدیم کہ در سلطش	صورت خواجگی و سیرت درویشان ست
---------------------------	-------------------------------

اس میں دو احتمال ہیں یا تو مراد اس سے وزیر اکمل زمانہ کا ہے..... جس کا نام بعض محشین نے آصف لکھا ہے..... اور ظاہر مقصود اس کی مدح ہے..... اور اشارۃ مدح ہے ہر ایسے شخص کی جو باوجود جاہ و حشم ظاہری کے سیرت درویشانہ رکھے..... اور دین کو دنیا پر ترجیح دے اور دوسرا احتمال یہ کہ یہ کنایہ ہوشیخ وقت سے..... جس کی شان یہ ہے کہ اس کی سلطنت باطنی میں صورت ظاہری عوام کی سی..... اور باطن خواص کا سا ہو..... جس کی حکمت کتمان اور تواضع اور اتباع سنت ہے۔ قال

حافظ اینجا بادب باش کہ سلطان و ملک	ہمہ در بندگی حضرت درویشان ست
------------------------------------	------------------------------

یعنی کالمین کے ساتھ بادب رہو..... کہ ان کی یہ عظمت ہے کہ ناسوت کے اکابر کہ سلاطین ہیں..... اور ملکوت کے عظماء کہ ملائکہ ہیں..... سب ان حضرات کے سامنے بے عزت و نیاز پیش آتے ہیں..... چنانچہ مسجد دیت آدم علیہ السلام..... و منصوریت حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم فی الغزوات بواسطہ ملائکہ..... اور عالم باعمل کے لئے ملائکہ کا استغفار..... اور

جبریل علیہ السلام کی ندا پر ملائکہ کا محبوبان حق سے محبت کرنا..... قرآن و احادیث میں منصوص ہے..... اور نیا زسلاطین کا مشاہد ہے۔ قالؒ

## غزل

مطلب طاعت و پیمان صلاح از من مست	کہ بہ پیمانہ کشتی شہرہ شدم روز الست
----------------------------------	-------------------------------------

اس میں اہل حال کی بعضی معذوریوں کا بیان ہے..... کہ اگر مستی کے غلبہ میں طاعت و صلاح میں ان سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو ان سے دارو گیر و ملامت مناسب نہیں..... کہ روز الست سے (مراد مجازاً مرتبہ اعیان ثابتہ کا سے) میں پیمانہ کشتی..... یعنی سرشاری محبت و مغلوبیت حال کے ساتھ موصوف ہوں..... حاصل اس کا وہی ارشاد ہے کہ مرفوع القلم کو معذور سمجھنا چاہئے۔ قالؒ

من هماندم کہ وضو سا ختم از چشمہ عشق	چار تکبیر ز دم یکسرہ برہرچہ کہ ہست
-------------------------------------	------------------------------------

چار تکبیر زدن ترک کلی کردن..... یعنی جب عشق حقیقی کا غلبہ ہو اسب ماسوی اللہ سے تعلق قطع کر دیا..... اس میں بیان ہے عشق الہی کے اثر کا..... کہ وہ ماسوا سے نظر کو اٹھا دیتا ہے۔ قالؒ

می بدہ تا وہمت آگہی از سر قضا	کہ بروی کہ شدم عاشق بروی کہ مست
-------------------------------	---------------------------------

اس میں خطاب ہے معترض ملامت گر کو..... اور می بدہ میں اسناد مجازی ہے..... جیسا عنقریب واضح ہوگا حاصل یہ ہے کہ تو جو مجھ پر اعتراض و ملامت کر رہا ہے..... جس کا سبب غلبہ احوال عشق میں کچھ نشیب و فراز واقع ہو جانا ہے..... سو مجھ کو ذرا مستی ہونے دے اسی کو مجازاً می بدہ کہہ دیا ہے..... اس وقت تجھ کو راز قضا سے آگاہ کروں گا..... کہ میں کس ذات پر عاشق ہوا ہوں..... اور کس کی صفات و کمالات سے مست ہوا ہوں..... اور وہی عشق و مستی اس نشیب و فراز کا سبب ہو گیا ہے..... اس کو سر قضا اس لئے کہا کہ اس عشق و سکر سے ایسے امور کا وقوع مقدر ہو چکا تھا..... اس میں ارشاد ہے کہ اہل سکر پر اعتراض مناسب نہیں۔ قالؒ

کمر کوہ کم است از کم مور اینجا	نا امید از در رحمت مشوای بادہ پرست
--------------------------------	------------------------------------

کوہ سے مراد عواقب و موانع سلوک و وصول..... ان کو بوجہ تغل کے کوہ سے تشبیہ دی.....

مطلب یہ کہ سالک و طالب کو کبھی ناامید نہ ہونا چاہئے..... کیونکہ جن موانع کو تم ثقیل سمجھتے ہو..... وہ نظر بفضل و رحمت الہیہ نہایت ضعیف و خفیف ہیں..... ان کا رفع ہو جانا کچھ دشوار نہیں و ہذا کما قال العارف الرومی۔

تو گو مار ابدان شہ باز نیست	بر کریمان کارہا دشوار نیست
-----------------------------	----------------------------

اس تعلیم سے باعتبار فن کے یہ نفع ہے کہ اس سے دل میں نشاط ہوتا ہے..... اور اس سے مجاہدہ آسان ہو جاتا ہے..... اور مجاہدہ کا مفتاح مشاہدہ ہونا معلوم ہے..... غرض یہ معین حصول مقصود ہے۔ قال

جان فدای دہنت باد کہ در باغ نظر	چمن آرای جہان خوشتر ازین غنچہ نہ بست
---------------------------------	--------------------------------------

ممکن ہے کہ اس میں مدح مرشد کی ہو..... اور چونکہ دہن سے تعلیم و تلقین ہوتی ہے جو مظہر ہے ذرائع قرب کا..... اس لئے اس کی تخصیص ذکر کی گئی..... اس میں اشارہ ہوگا وحدت مطلب کی طرف..... کہ مسئلہ ہے فن کا جس کی شرح حسب ارشاد مولائی مرشدی رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے..... کہ اپنے شیخ کی نسبت یہ اعتقاد رکھے کہ زندہ بزرگوں میں اس سے بہتر مجھ کو نفع پہنچانے والا میسر نہ ہوگا..... قال

بجز آن زرگس مستانہ کہ چشمش مرساد	زیر این طارم فیروزہ کسی خوش نہ نشست
----------------------------------	-------------------------------------

زرگس مستانہ چشم محبوب مراد از چشم اہل اللہ کو مقصود را دیدہ..... یعنی بجز اہل اللہ کے اس عالم میں کوئی خوش نہیں..... بلکہ سب طالب ماسوی اللہ پریشان ہیں.....

قال اللہ تعالیٰ من عمل صالحا من ذکرا و انثی فلنحییہ حیوۃ طیبۃ

وقال تعالیٰ ومن اعرض عن ذکری فان له معیشتہ ضنکد و قال الرومی۔

ہر چہ جز ذکر خدای احسن است	گر شکر خواری ست ان جان کندن ست
----------------------------	--------------------------------

و ہذا مشاہدہ اور جملہ دعائیہ چشمش مرساد معترضہ ہے۔ قال

حافظ از دولت عشق تو سلیمانی یافت	یعنی از وصل تو اش نیست بخبر باد بدست
----------------------------------	--------------------------------------

باد بدست کنایہ از عدم حصول..... یعنی چونکہ محبوب حقیقی کا وصل مجھ کو حاصل نہ ہوا

تو باد بدست ہونے کی وجہ سے مجھ کو رتبہ سلیمانی حاصل ہے..... کیونکہ ایک معنی کے اعتبار سے وہ بھی باد بدست تھے..... یعنی بادلان کی مسخر تھی..... اس تعبیر میں صنعت شاعری ہے اصل مقصود دو امر کا بتلانا ہے..... ایک یہ کہ سالک کو چاہئے کہ کبھی اپنے کو واصل نہ سمجھے..... کیونکہ سلوک کا حقیقت میں کہیں منتہی نہیں..... اور حقیقت وصول کی انتہا ہے سلوک کا..... دوسرے یہ کہ سلوک میں نامرادی کو بھی کہ عدم الوصول اس کی ایک فرد ہے دولت سمجھے..... اور تنگ دل نہ ہو کہ اس میں بھی مصالح ہیں..... اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس سے اوپر کا شعر اس کے معارض ہے..... کیونکہ وہاں معلوم ہوتا ہے کہ طالب حق ہمیشہ خوش رہتا ہے..... اور یہاں اس کی نامرادی کہ مستلزم ناخوشی کو ہے معلوم ہوتی ہے..... جواب یہ ہے کہ یہ مقدمہ کہ نامرادی مستلزم ناخوشی کو ہے غلط ہے..... گو طبعاً اس پر حزن و تاسف ہو..... مگر عقلاً وہ اس پر بھی راضی و مسرور ہوتا ہے..... کیونکہ یہ حالت بھی منافی قرب نہیں..... بلکہ طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلاق ثابت و مقرر ہے..... فانہم فی المقام بسط۔ اور غزل آئندہ کا شعر اول اسی مضمون میں ہے غزل۔ قال

سرارادت ما و آستان حضرت دوست	کہ ہرچہ بر سر ما میر و درارادت اوست
------------------------------	-------------------------------------

یعنی ہمارا سرارادت و تسلیم محبوب حقیقی کے آستان پر رکھا ہے..... کسی حال میں اس کی شکایت نہیں کرتے..... کیونکہ ہم پر جو کچھ گزر رہا ہے یہ اسی کی مشیت سے ہے..... اور اس کی مشیت سراسر حکمت و مصلحت ہے..... اس لئے قبض و بسط وغیرہ سب خیر ہے..... تشبیہ جاننا چاہئے کہ ما يتعلق به المشیة الازالیة..... اگر فعل عبد نہیں مثل احوال و مواجید تب تو من کل الوجوه اس پر رضا واجب ہے..... اور اگر فعل عبد ہے تو حسن شرعی کا بھی یہی حکم ہے..... اور اگر وہ قبیح شرعی ہے تو من حیث انہ مخلوق للہ تعالیٰ اُس پر رضا واجب ہے اور اُس میں بھی من حیث الجموع حکمت ہے۔ اور من حیث انہ صادر من العبد اس پر رضا جائز نہیں..... اور اس حیثیت سے وہ خلاف حکمت ہے فانہم..... پس شعر میں مراد ہرچہ سے غیر فعل عبد ہے۔ قال

نظیر دوست نہ دیدم اگرچہ از مہ و مہر	نہادم آئینہ ہادر مقابل رخ دوست
-------------------------------------	--------------------------------

از مہ و مہر بیان آئینہ ہاست..... یعنی یہ امر معتاد ہے کہ آئینہ میں مرئی کا جو عکس پڑتا

ہے..... وہ من وجہ نظیر مری کا ہوتا ہے مگر محبوب حقیقی ایسا بے نظیر ہے کہ میں نے مہر و ماہ کے آئینہ میں بھی کہ انور المرایا ہیں..... نظر کر کے دیکھا تو اس کا نظیر نہ پایا..... اس میں ایک دقیق مسئلہ کی تحقیق ہے..... وہ یہ کہ قوم کی لسان پر مشہور ہے کہ مخلوقات مرایا و مظاہر ہیں جمال الہی کے..... اس سے عوام یوں سمجھتے ہیں کہ ان مخلوقات میں جو صفات ہیں..... ان ہی کے امثال خالق میں ہوں گے..... اور وہ صفات خالق ان مخلوقات میں بعینہ منعکس و مرتسم ہیں..... اس میں اس غلطی پر متنبہ کر دیا کہ یہ مرآة باین معنی نہیں..... کما حقیقۃ فی شرح المثنوی المسمی بکلید مثنوی..... بلکہ جس طرح ہر مصنوع اپنے صانع کی صفات کمال پر دال ہوتا ہے..... اس مرتبہ میں یہ مصنوعات صانع برحق کی صفات کے لئے ماہہ الانکشاف ہے۔ قال

نثار روی تو ہر برگ گل کہ در چمن ست	فدای قد تو ہر سرو بن کہ در لب جو ست
------------------------------------	-------------------------------------

برگ گل و سرو بن کنایہ از محبوبان مجازی..... یعنی سب محبوبان مجازی کا حسن و جمال ناقص ہے..... اور محبوب حقیقی کا کامل اور ناقص کا کامل پر فدا ہونا زیبا ہے۔ قال

مگر تو شانہ زدی زلف عنبر افشان را	کہ باد عالیہ ساگشت و خاک عنبر یوست
-----------------------------------	------------------------------------

مدلول لفظی تو ظاہر ہے..... اور مراد معنوی یہ ہے کہ یہ مخلوقات جو مختلف کمالات سے متصف ہو رہی ہے..... اس کی وجہ یہ ہے کہ کامل حقیقی نے اپنی صفات کا اظہار کیا ہے۔ قال

رخ تو در دلم آمد مراد خواہم یافت	چرا کہ حال نکو در قفای فال نکوست
----------------------------------	----------------------------------

مطلب معنوی یہ ہے..... کہ محبوب حقیقی کا تصور میرے دل میں جم گیا ہے..... تو اب امید ہے کہ وصول الی اللہ میسر ہو جائے گا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ ذکر اور فکر مفتاح ہے کا مگاری قرب کی۔ قال

صبا ز حال دل تنگ ماچہ شرح دہد	کہ چون شکنج در قہائے غنچہ تو بر تو ست
-------------------------------	---------------------------------------

مراد معنوی یہ معلوم ہوتی ہے کہ زبان سے دل کا حال پورا ظاہر نہیں ہو سکتا..... کیونکہ حال دل بوجہ ذوقی و وجدانی ہونے کے باطن در باطن وغیر معبر عنہ ہے..... اشارہ اس طرف ہے کہ اہل حال کے کلمات پر مدار حکم نہ چاہئے۔ قال

نہ من سبوش این دیر زہد سوزم و بس	بس اسرے کہ درین آستانہ سنگ سبوست
----------------------------------	----------------------------------

سبوش محنت کشندہ..... دیر زہد کنایہ از عشق کہ احوال زہد ظاہری را مغلوب سازد.....  
سنگ و سبوسد سید و بلا..... یعنی اس عشق سے صرف میں ہی گرفتار بلا نہیں ہوا..... بلکہ بہت  
سے گرفتار بلا ہو چکے ہیں..... اشارہ اس طرف ہے کہ طریق محبت میں مصاعب و متاعب  
سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ قال

زبان ناطقہ در وصف حسن ادلال ست	چہ جای کلک بریدہ زبان بیہودہ گوست
--------------------------------	-----------------------------------

قاعدہ مقرر ہے کہ تقریر سے ادائے مافی الضمیر..... بہ نسبت تحریر کے زیادہ ممکن ہے..... اور  
جس کی تعبیر زبان سے نہ ہو سکے تحریر سے بدرجہ اولیٰ نہیں ہو سکتی..... مطلب یہ ہے کہ محبوب حقیقی  
کے کمالات نہ تقریر میں آسکتے ہیں..... نہ تحریر میں اشارہ اس طرف ہے کہ عشاق کے کلام میں جو  
کچھ محبوب حقیقی کی شان میں وارد ہوتا ہے اس کو عبارت کافی نہ سمجھا جائے..... وہ نا تمام تعبیر ہوتی  
ہے..... اس لئے نہ حق تعالیٰ سے اعتقاد خراب کرے..... نہ عشاق سے فافہم۔ قال

نداین زمان دل حافظ در آتش طلب ست	کہ داغدار ازل ہچو لالہ خود روست
----------------------------------	---------------------------------

یعنی میرا عشق و طلب امر متانف نہیں بلکہ مقدر ہے..... اشارہ اس طرف ہے کہ  
کمالات میں اپنے اکتساب کو موثر نہ سمجھے..... بلکہ حقیقی علت اس کی مشیت و موہبت ہے  
جیسے لالہ خود رو کہ مزرورع نہیں ہوتا..... محض قدرتی چیز ہے۔

## غزل قال

دل سرا پردہ محبت اوست	دیدہ آئینہ دار طلعت اوست
-----------------------	--------------------------

طلعت بمعنی طلوع و ظہور مراد آیات صنع و قدرت میں حیث آنها آیات..... یعنی دل  
محبوب حقیقی کی محبت سے..... اور آنکھ اس کی آیات قدرت کے مشاہدہ سے لبریز ہے.....  
اس میں ترغیب ہے تحصیل مقامات و علوم محمودہ کی..... کہ محبت مقام ہے..... اور مشاہدہ  
آیات لہذا اعتبار و الاستدلال علم مطلوب ہے۔ قال

منکہ سردرنیا ورم بدوکون	گردنم زیر بار منت اوست
-------------------------	------------------------

حاصل اس کا یہ ہے کہ میں دونوں عالم کی طرف التفات نہیں کرتا..... اور اپنے محبوب کا ممنون ہوں..... اور اس کی دو تقریریں ہو سکتی ہیں..... ایک یہ کہ اول مصرع علت اور دوسرا معلول ہو..... دوسرے اس کا عکس..... یعنی چونکہ میں دونوں عالم سے مستغنی ہوں..... اس لئے محبوب کا ممنون ہوں..... کہ اس کی عنایت سے یہ نعمت میسر ہوئی..... یا یوں کہا جائے کہ چونکہ میں محبوب کا ممنون اور اس کا محبت ہوں..... اس لئے دونوں عالم سے مستغنی ہوں..... اور اس استغناء و بے التفاتی سے مراد یہ ہے کہ درجہ استحضار میں اس کی طرف التفات نہیں..... ورنہ آخرت ایک درجہ میں مطلوب ضرور ہے..... گو بالعرض سہی چنانچہ کہا گیا ہے

ع عاشقان جنت برائے دوست میدارند دوست۔ قال

تو و طوبے و ما و قامت یار	فکر ہر کس بقدر ہمت اوست
---------------------------	-------------------------

یہ خطاب ہے زاہد کو..... کہ تو جنت کا طالب ہے اور ہم محبوب حقیقی کے..... پس یہ شعر بھی قریب قریب شعر اول کے ہے..... اور گو جنت زاہد کو بھی مطلوب بالذات نہیں..... مگر ظاہر ہے کہ بہ نسبت عاشق کے زاہد کو جنت کا استحضار زیادہ ہے..... قال

دور مجنون گذشت و نوبت ماست	ہر کسی بیخ روزہ نوبت اوست
----------------------------	---------------------------

اس شعر کی تین غرضیں ہو سکتی ہیں..... ایک یہ کہ کوئی شخص اپنی طلب و محبت پر مغرور نہ ہو..... کیونکہ عشاق ہر زمانہ میں ہوا کئے ہیں..... دوسرے یہ کہ ترغیب ہو تحصیل عشق کی..... کہ عشق و طلب کا چرچا ہر زمانہ میں رہا ہے..... تم کو بھی اس کی تحصیل میں سعی کرنا چاہئے..... تیسرے یہ کہ محبوب کا حسن دائم ہے اور عشاق فنا ہوتے چلے جاتے ہیں..... اور میرے نزدیک یہ تیسرا اقرب ہے۔

منکہ باشم در آن حرم کہ صبا	پردہ دار حریم حرمت اوست
----------------------------	-------------------------

قاصد کو باعتبار سبک روی و تبلیغ خبر کے صبا سے تشبیہ دیا کرتے ہیں..... کہ وہ بھی خفیف السیر و ناقل روائج و شائے ہوتی ہے یہاں مراد ملائکہ یا انبیاء علیہم السلام ہیں..... یعنی جب محبوب



حقیقی کی عظمت کا ادراک..... و معرفت مرتبہ کنہ ذات میں ایسے مقدمین و مقربین کو حاصل نہیں  
..... بلکہ وہ بھی پردہ کے باہر ہیں کما قال سید البشر علیہ صلوة لا تحصى ولا  
تحصر لا احصى ثناء علیک انت کما اثبت علی نفسک..... اس میں تعلیم ہے  
کہ ذات من حیث الذات کا ادراک محال ہے..... اس کی فکر میں نہ لگے کما قال۔

کاینجا ہمیشہ باد بدست است وام را

عنقا شکار کس نشود دام باز چین

## قال

غرض اندر میان سلامت اوست

من و دل گرفنا شویم چه باک

مطلب یہ ہے کہ اگر میں..... یعنی احوال جسمیہ از قبیل قوت و نشاط اور دل..... یعنی  
احوال قلبیہ از قبیل لذت و انبساط فانی و زائل ہو جائیں..... تو کچھ غم نہیں جیسا اکثر ناواقف  
احوال کو مقصود سمجھتے ہیں..... احوال قلبیہ کو بالذات اور جسمیہ کو ان احوال قلبیہ کی تحصیل کے لئے  
..... اور ان کی کمی سے تنگ اور پریشان ہوتے ہیں..... اس شعر میں اس خیال کی غلطی ارشاد  
فرماتے ہیں..... کہ ان کا کچھ غم نہ کرنا چاہئے..... کیونکہ احوال اختیاری نہیں..... اور امور غیر  
اختیاریہ مقصود نہیں اصل مقصود تعلق و قرب محبوب ہے..... جو وابستہ ہے ذکر و طاعت کے ساتھ  
سلامت اوست سے یہی مراد ہے..... یعنی سلامت تعلق اوکمال قال العارف الرومی فی التوحید۔

آنکہ ناپیداست ہرگز کم میاد

جملہ شان پیدا او ناپیداست باد

ای از دل ما کذا فر و مرشدی و فی ہذا المعنی قال الرومی۔

تو بمان ای آنکہ چون تو پاک نیست

روز ہاگر رفت گورو باک نیست

روزہای احوال و مواجید و غیر ہا

زانکہ این گوشہ خاص خلوت اوست

بے خیالش مباد منظر چشم

مطلب ظاہر ہے کہ دوام ذکر و مشاہدہ کی تمنا کرتے ہیں..... اور چشم سے مراد بصیرت  
ہے بصر نہیں..... اور اس کو خلوت اس لئے کہا کہ قلب میں دوسرے کی گنجائش نہیں..... اور

بعض نسخوں میں خلوت کی جگہ دولت ہے..... مراد ملک و حق۔ قالؒ

گر من آلودہ دامنم چه عجب	ہمہ عالم گواہ عصمت اوست
--------------------------	-------------------------

مطلب ظاہری تو یہ کہ حسا و جو مجھ پر محبوب کے معاملہ میں تہمتیں لگاتے ہیں..... تو میرا ملوث ہونا تو عجیب نہ تھا..... مگر وہ تو پاک دامن ہے..... اس سے استدلال ہو سکتا ہے ان تہمتوں کے کذب ہونے پر..... اور بلسان اشارہ عجب نہیں..... کہ ایک مسئلہ حقیقت کی طرف اشارہ ہو..... جس کو اہل کلام نے بیان کیا ہے..... وہ یہ کہ عبد سے جو صدور قباہ کا ہوتا ہے..... اور اہل حق خالق ان قباہ کا حق تعالیٰ کو کہتے ہیں..... اس سے کوئی نقص ذات حق میں لازم نہیں آتا..... کیونکہ صدور قباہ کا قبیح ہے..... جس سے عبد کو آلودہ دامن کہیں گے..... اور وہ کچھ عجیب اور مستلزم محذور نہیں..... لیکن خلق قباہ کا قبیح نہیں ہے..... اس کی نزاہت با تفاق اہل ملل علیٰ حالہا ہے۔

ہر گلے نو کہ شد چمن آرائے	اثر رنگ و بوی صحبت اوست
---------------------------	-------------------------

صحبت سے مراد تعلق تکوینی..... مطلب یہ کہ جو کامل عالم میں ظاہر ہوتا ہے..... وہ محبوب حقیقی کی صنعت کا طفیل ہے..... یعنی کامل حقیقی وہی ہے..... دوسرا کوئی قابل طلب و التفات نہیں..... پس اس میں ترغیب ہوئی اعراض عما سوا سے۔ قالؒ

فقر ظاہر مبین کہ حافظ را	سینہ گنجینہ محبت اوست
--------------------------	-----------------------

مقصود یہ ہے کہ اہل اللہ کی ظاہری بے سرو سامانی سے ان کی تحقیر نہ کرے ان کے پاس بڑا خزانہ محبت و معرفت الہیہ کا موجود ہے۔

## غزل

آن سبہ چردہ کہ شیرینی عالم با اوست	چشم میگون لب خندان دل خرم با اوست
گر چه شیرین دہنان پادشہا نندولے	آن سلیمان زمان ست کہ خاتم با اوست
روی خوبست و کمال ہنر و دامن پاک	لا جرم ہمت پاکان دو عالم با اوست
خال مشکین کہ بر آن عارض گندم گون ست	سر آن دانہ کہ شدر ہزن آدم با اوست

دلبرم عزم سفر کرد خدارا یاران	چہ کنم بادل مجروح کہ مرہم با اوست
با کہ این نکتہ توان گفت کہ آن سنگین دل	کشت مارا و دم عیسیٰ مریم با اوست
حافظ از معتقدان ست گرامی دارش	زانکہ بخشایش بس روح مکرم با اوست

اس غزل کے شعر چہارم کی ترکیب محتاج تنبیہ ہے..... اس لئے لکھتا ہوں..... خال مشکین اپنے مابعد کی صفت سے مل کر مبتداء ہے..... اور مصرع ثانی اس کی خبر ہے..... اور با او میں ضمیر اور راجع ہے طرف مبتدا کے..... اور اس غزل کو ظاہر سے منصرف کرنا میرے نزدیک تکلف ہے..... ظاہر یہی ہے کہ یہ مضمون شاعرانہ ہے..... اور محبوب ظاہری کے باب میں ہے..... جو رنگ میں ملیح ہوگا..... اس میں اہل نظر کا ذوق مختلف ہوتا ہے..... بہر حال حاصل یہ ہے کہ میرا محبوب ملیح کہ تمام عالم کی شیرینی و حلاوت اس میں مجتمع ہے..... (یہ مبالغہ ہے) اس کے پاس یہ چیزیں ہیں..... چشم میگون..... لب خندان..... دل خورم (یعنی لوازم محبوبیت) اور وہ میرا محبوب..... اور محبوبوں سے وہ نسبت رکھتا ہے..... جو سلیمان علیہ السلام دوسرے سلاطین سے نسبت رکھتے ہیں..... میرے محبوب کی چونکہ صورت بھی اچھی ہے..... اور صاحب ہنر یعنی جامع صفات حمیدہ بھی ہے..... اور اس کے ساتھ عقیف بھی ہے..... اس لئے دونوں عالم کے پاکوں کی توجہ اس کی طرف ہے (یہ مطلب نہیں کہ دنیا والوں کی بھی اور ملکوت والوں کی بھی..... بلکہ مطلب یہ ہے کہ دنیا ہی میں جو دو طرح کے پاک لوگ موجود ہیں..... بعضے وہ جو دنیا دار کہلاتے ہیں..... اور محرمات سے بچتے ہیں..... اور بعضے وہ جو دیندار کہلاتے ہیں..... اور محرمات سے بچتے ہیں..... پس دونوں عالم والوں سے مراد اہل دنیا و اہل دین..... رہا یہ کہ جب ان کی توجہ اہل نفس کی طرف ہوئی..... تو وہ پاک کہاں رہے..... سو بات یہ ہے کہ توجہ کے اقسام مختلف ہیں..... ایک وہ جس میں شائبہ شہوت کا ہو..... وہ بے شک پاکی کے خلاف ہے..... اور ایک وہ جس میں شائبہ شہوت کا نہ ہو..... مگر طبعی امر ہے کہ شے مستحسن سے قلب کو انبساط ہوتا ہے..... اور شے مستقبح سے انقباض ہوتا ہے..... خواہ وہ غیر آدمی ہو جیسے صاف کپڑے کو دیکھ کر

فرحت ہوتی ہے..... اور میلے کپڑے کو دیکھ کر کدورت ہوتی ہے..... یا آدمی ہو جیسے حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ ایام شیرخوارگی میں بد شکل آدمی کی گود میں نہ جاتے تھے..... پس اس توجہ سے مراد یہ انبساط ہے..... اور یہ پاکی کے خلاف نہیں..... مگر دونوں میں فرق کرنا سخت دشوار ہے..... بالخصوص اول نظر میں اس لئے عوام کو مطلق نظر والتفات سے روکنا واجب ہوگا..... اور چونکہ یہ دوسری توجہ شائبہ معصیت و شہوت سے پاک ہے..... اور مخصوص ہے پاک لوگوں کے ساتھ..... اس لئے اگر اس استحسان کے ساتھ اس حسین آدمی میں اخلاق محمودہ اور عفت نہ ہو..... جن کا نہ ہونا مقتضی ہے پاک لوگوں کے تشرف و انقباض کو..... اور مانع ہے توجہ سے اس صورت میں وہ استحسان موجب توجہ ان حضرات کا نہ رہے گا..... بخلاف توجہ شہوانی کے کہ وہ اس صورت میں بھی ہوگی..... سو فرماتے ہیں کہ چونکہ میرا محبوب جامع حسن صورت و حسن سیرت کا ہے..... اس لئے پاک لوگوں کو اس کی طرف دوسری قسم کی توجہ ہے..... خوب سمجھ لیا جائے آگے فرماتے ہیں کہ اس کا وہ حال مشکین جو اس رخسارہ گندم گون پر ہے..... اس کی یہ شان ہے کہ جو دانہ آدم علیہ السلام کا رہن ہوا تھا..... اس دانہ کا سر اس خال سے ملا ہوا ہے..... (جس سے اس کا اس میں یہ اثر آ گیا ہے کہ یہ خال بنی آدم کا رہن ہو گیا ہے..... کہ لوگ اس پر مفتون و شیدا ہوتے ہیں) اور میرے محبوب نے کہیں کے سفر کا ارادہ کیا ہے یا روضا کے لئے بتلاؤ..... میں اس دل مجروح کا کیا علاج کروں..... کہ اس کا مرہم تو (کہ کنایہ دیدار سے ہے) اس محبوب کے پاس ہے (اور وہ سفر میں جاتا ہے..... پھر یہ دل بے مرہم رہ جائے گا) اور یہ باریک مضمون کس سے کہا جاسکتا ہے..... کہ اس سنگین دل نے ہم کو قتل کر ڈالا..... حالانکہ انفاس میحائی اس کے پاس ہیں (جن کا مقتضا احیاء ہے..... اور اسی لئے اس کو باریک مضمون کہا..... کہ ظاہر جمع بین الضدین ہے..... کہ سبب احیاء سبب اماتت ہو جائے) حافظ تمہارے ماننے والوں میں ہے..... اس کی خاطر کیا کرو کیونکہ (علاوہ عقیدت مندی کے ایک اور سبب بھی اس کے اکرام کا ہے وہ یہ کہ) بہت سے بزرگ روحوں کی مہربانی اس کے حال پر ہے (اگر ان ارواح سے مراد ارواح حیاء ہیں تب تو معنی ظاہر ہیں کہ بہت سے اچھے

اچھے لوگ اس کی بزرگداشت کرتے ہیں..... وہ ایسا برا آدمی نہیں..... جس سے تم کو تنفر نہ ہو..... اور اگر ارواح اموات مراد ہیں تو یہ موقوف ہے اثبات فیضان ارواح پر..... جو اپنے محل میں ثابت ہے..... اور غیاث میں روح مکرم جبریل علیہ السلام کو لکھا ہے..... مگر لفظ بس چونکہ تعدد پر دال ہے..... معنی یہ ہوں گے کہ بہت سے جبریل صفت بزرگوں کی عنایت اس کے حال پر ہے..... اور اگر ان اشعار کو محبوب ظاہری سے منصرف کر کے کلام عارفانہ بنایا جائے تو غایت مافی الباب مرشد کو خطاب ہو سکتا ہے..... جس میں بعض اشعار بے تکلف درست ہو جاتے ہیں..... اور بعض کسی قدر تکلف سے جس میں زیادہ تامل کی ضرورت نہیں..... اسی واسطے انطباق کی تقریر مفصل کی حاجت نہیں سمجھی گئی..... واللہ اعلم۔ مثلاً شعر اول میں سیاہ پردہ سے اشارہ ہوگا کہ کمالات اس مرشد کے نظر عوام سے مستتر ہیں..... جیسا حسن ملیح کا کہ خفی ہوتا ہے..... بمقابلہ حسن صبیح کے یا اس وجہ سے کہ حسن ملیح بہ نسبت حسن صبیح کے متمکن ہوتا ہے..... اشارہ ہو مرشد کے صاحب تمکین ہونے کی طرف..... اور مثلاً شعر چہارم میں خال مشکین سے مراد لوازم بشریت..... جو ناشی ہیں ظلمات ہیولی سے سو بشر کامل میں لوازم بشریت کا خلط صفات ملکوتیہ کے ساتھ عجب لطف دیتا ہے..... بہ نسبت ملکیت محضہ کے..... کیونکہ صفات ملکیت کا ظہور باوجود موانع کے دلیل زیادہ کمال کی ہے۔

## غزل

دارم امید عاطفے از جناب دوست	کردم جنایتے و امیدم بعفو اوست
دانم کہ بگذرد ز سہ جرم من کہ او	گر چہ پری وشت و لیکن فرشتہ خوست

یہ دونوں شعر مقام رجا کے ہیں..... کہ مجھ کو حضرت محبوب حقیقی سے امید رحمت کی ہے..... میں نے گناہ تو کیا ہے لیکن اس کے عفو کی امید ہے..... میں جانتا ہوں کہ وہ میرے جرم سے درگزر فرمائے گا..... کیونکہ اگرچہ اس میں صفات جلالیہ و قہریہ بھی ہیں..... لیکن ساتھ ہی صفات جمالیہ و لطفیہ بھی ہیں..... (پری چون از نار باشد کہ مہلک است کنایہ از قہر شد و فرشتہ چون از نور باشد کہ مربی ست کنایہ از لطف شد)۔

بے گفتگوی زلف تو دل را ہی برد	بازلف سرکش تو کراروی گفتگوست
-------------------------------	------------------------------

زلف کنایہ از جذبہ غیبی و گفتگو کنایہ از دعوی استحقاق..... یعنی کوئی شخص اس قابل نہیں کہ استحقاق انجذاب کا دعویٰ کرے..... کیونکہ کسی کے پاس ایسا عمل نہیں..... محض آپ کا فضل ہے کہ جس پر عنایت ہوتی ہے..... اس کو منجذب فرمالتے ہیں..... ویویدہ من الحدیث قوله عليه السلام مامنكم احد يدخل الجنة بعمله قالت عائشة ولا انت يا رسول الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا انا الا ان يتغمدني الله برحمته اہ اور بعض نسخوں میں باروی دکش ہے..... اشارہ ہوگا طرف قرب و مشاہدہ مقصود کے..... یعنی اگر جذب نہ ہوتا تو مشاہدہ و وصول کا مستحق اور مدعی کور ہو سکتا تھا..... محض آپ کا جذبہ ہی موصل ہے۔

عمریت تاز زلف تو بوی شمیدہ ایم	زان بوی در مشام ماہنوز بوست
--------------------------------	-----------------------------

حاصل یہ ہے کہ جب سے ہم عاشق ہوئے ہیں..... وہ عشق بحالہ باقی ہے..... اس میں تغیر و زوال نہیں آیا..... اشارہ ہے اس مسئلہ کی طرف الفانی لایرد۔

چیچ است آن دہان کہ ندیدم از و نشان	مویست آن میان دندانم کہ بسنچہ مویست
------------------------------------	-------------------------------------

وہاں و میان کنایہ از صفات ست..... وہاں از صفاتیکہ آثارش در مصنوعات ظاہرست..... چنانچہ در حزب اعظم ست..... اسنالك باسمک الذی وضعته علی الارض فاستقرت و علی السموات فاستقلت و علی الجبال فرست و اسنالك باسمک الذی استقر به عرشک و باسمک الذی وضعته علی النہار فاستنار و علی اللیل فاظلم و میان از صفاتیکہ آثارش در مصنوعات ظاہر نیست کہ بسیاری از ہما و صفات در علم غیب خاص مخزون و مکنون است چنانچہ در حصن حصین آمدہ۔ اسلک بکل اسم هولک سمیت بہ نفسک او انزلتہ فی کتابک او علمتہ احدا من خلقتک او استاثرت بہ فی علم الغیب عندک۔ ولایرد علی عدم ظهور بعض الاسماء والصفات ما یقال ان الاسماء جمیلۃ یقتضی الظہر

فان المراد هي الاسماء التي ظهرت اثارها في الاكوان لان هذا القول يقال لبيان حكمة وجود الاكوان فيختص بالاسماء التي لها دخل في هذا الوجود وهذا لاقتضا وللظهور ليس اضطرار يابل هو داخل تحت المشية فما اراد اقتضاء ه اقتضى ومالا فلا فافهم فان المقام مطرح الانظار ومزل الافكار والله اعلم بحقائق الاسرار. مطلب یہ ہوا کہ صفات حق سبحانہ و تعالیٰ کنہ کسی کو مدرک نہیں ہوئی..... جو کچھ علم ہے بالوجہ ہے..... یہ مسئلہ تصوف و کلام میں مشترک ہے۔

دارم عجب از نقش خیالش کہ چون نرفت	از دیدہ ام دمبدمش کارشت و شوست
-----------------------------------	--------------------------------

ترجمہ طاہر ہے..... اشارہ اس طرف ہے کہ محبت جب دل میں رچ جاتی ہے..... پھر اس کا زوال نہیں ہوتا..... جیسا حدیث میں ہے کذلک الایمان اذا خالط بشاشتہ القلوب..... اور رونے سے جو کچھ جوش میں کمی معلوم ہوتی ہے..... وہ بعض آثار عارضہ میں ہوتی ہے محبت میں نہیں۔

چندان گریستم کہ ہر آنکس کہ برگذشت	از دیدہ ام چو دیدروان گفت این چه جوست
-----------------------------------	---------------------------------------

قولہ برگذشت ای بر من..... قولہ چو دیدروان ای اشک را باقی طاہرست..... اس میں اشارہ ہے بعض الوان محبت کی طرف کیونکہ اہل محبت میں سے کسی پر شوق کا غلبہ ہوتا ہے..... کسی پر انس کا کسی پر ہیبت کا کسی پر حزن کا..... عجب نہیں کہ صاحب دیوان پر غلبہ شوق کا ہو جس سے گریہ غالب رہتا ہو۔

ماسر چو گوی بر سر کوی تا با ختمیم	واقف نشد کہ کسی کہ چہ گویت و ہنچہ کوست
-----------------------------------	--

اس میں یا تو اس طرف اشارہ ہے..... کہ بعض الوان محبت کا کسی کو ادراک نہیں ہوتا..... جیسے اکثر منتہیوں کی حالت ہوتی ہے..... کہ غایت لطافت و علو احوال باطنیہ کے سبب عوام سے بھی ممتاز نہیں ہوتے..... و ہذا احد وجود تو لہم فی تفسیر النہایۃ ہی الرجوع الی البدایۃ..... اور یا اس طرف اشارہ ہے کہ مطلقاً نسبت بین الاعبد و بین اللہ کی کنہ دوسرے شخص کو مدرک نہیں ہوتی..... گو بعض میں بعض آثار کا بعض کو ادراک ہو جائے..... و ہذہ

النسبۃ ہی الولاية التي قبل فيها ۛ

میان عاشق و معشوق رمزیت	کراما کاتبین راہم خبر نیست
حافظ بدست حال پریشان توولے	بریاد زلف یار پریشانیت نکوست

یعنی گو یہ پریشانی ظاہر اقبیح معلوم ہوتی ہے..... لیکن اس کی یاد میں یہ مستحسن ہے..... اشارہ اس طرف سے کہ سالک قبض سے اور بعض احوال و واردات سے گو بہت تنگ و پریشان ہوتا ہے..... حتیٰ کہ بعض نے خودکشی تک کر لی ہے..... لیکن واقع میں وہ اسکے حق میں بہتر ہے..... یا تو اس لئے کہ انجام اس کا ببط و جمعیت ہے..... اور یا اس لئے کہ قطع نظر انجام سے..... خود وہ اپنی ذات میں بھی اس کے لئے مصلحت ہے..... کیونکہ خود سالک کو معلوم نہیں ہو سکتا..... کہ میری تربیت کس طریق سے مناسب ہے..... حق تعالیٰ حقائق امور پر مطلع ہیں..... جس طرح اس کے لئے مصلحت ہوتی ہے..... اس کی تربیت فرماتے ہیں..... مثلاً ممکن ہے کہ ببط سے اس کو عجب ہو جاتا..... اور قبض سے تذلل و انکسار ہوگا..... بالکل طیب و مریض کا سا قصہ ہے۔

## غزل

آن شب قدری کہ گویند اہل خلوت امشب ست	یارب این تاثیر دولت از کدای کو کب ست
--------------------------------------	--------------------------------------

ظاہر ایہ شعر حالت ببط کا ہے..... اور گو ببط فی نفسہ مطلوب نہیں..... لیکن اس پر مسرت ہونا امر طبعی ہے..... اور امور طبعیہ کا حالت کمال میں بھی انفکاک نہیں ہوتا..... اور دوسرے مصرع میں کہ بعنوان تعجب سے اشارہ اس طرف ہو سکتا ہے..... کہ واردات کو اپنا استحقاق اور اپنے اعمال و طاعت کا ثمرہ نہ سمجھے..... بلکہ اپنے کو اس کا اہل نہ سمجھ کر خدا تعالیٰ کا فضل جانے..... جیسا تعجب سے معلوم ہو سکتا ہے..... اور نسبت کرنا کو کب کی طرف..... بناء علی المشہور شاعری ہے۔

تا بگیسوی تو دست ناسزایان کم رسد	ہردے در حلقہ در ذکر یارب یارب ست
----------------------------------	----------------------------------



ترجمہ کا حاصل تو یہ ہے..... کہ اے محبوب تیرے ہر حلقہ زلف میں جو عشاق کے قلوب پھنس رہے ہیں..... وہ یارب یارب کے ذکر میں اس لئے مشغول ہیں..... کہ تیرے گیسو تک نا اہلوں کا ہاتھ نہ پہنچے..... اور اس نام کی برکت سے وہ محفوظ رہے..... یا یہ کہ مقصود اس یارب سے یہ دعا ہے کہ یارب ناسزایان را دسترس بیکسوی محبوب مباد تو توجیہ اور بھی ظاہر ہے..... اور اشارہ اس معنی کی طرف ہو سکتا ہے کہ طریق وصول میں جو طالبین کے لئے اسباب ہدایت ہیں..... وہ معاندین کے لئے سامان ضلالت ہیں..... کما قال تعالیٰ یضل بہ کثیرا ویهدی بہ کثیرا وقال تعالیٰ فاما الذین امنوا فزادتهم ایمانا وهم یستبشرون واما الذین فی قلوبہم مرض فزادتهم رجسا الی رجسہم. تقریر کلام کی یہ ہوگی..... کہ حق تعالیٰ کے طالبین و محبین و مومنین..... جو ذکر و طاعت میں مشغول ہیں..... معترضین و معاندین و کفار جو کہ نا اہل ہیں..... اس کو دیکھ کر سن کر اور بھی حق سے بعید ہوتے جاتے ہیں..... پس اس سبب کو مبالغۃً بعنوان غایت بیان کر دیا..... کیونکہ ظاہر ہے کہ طاعت و ایمان کی غایت تو یہ نہیں ہے..... کہ دوسرے گمراہ ہوں..... لیکن چونکہ بواسطہ یہ اس کی طرف منفضی ہو جاتا ہے..... پس گویا مشابہ اس کے ہو گیا کہ گویا اسی غرض سے طاعت و ایمان میں مشغول ہیں..... اور اس مسئلہ کے اظہار سے اس تعلیم پر تنبیہ ہو گئی..... کہ ایمان و طاعت و ذکر وغیرہ کو اپنے علم و استعداد کی طرف منسوب نہ کرے..... کیونکہ اگر یہ امور علت تامہ ہوتے تو کفار میں معلول کیسے تخلف ہوتا..... بلکہ محض حق تعالیٰ کی نعمت اور اس کا فضل سمجھے۔

صد ہزارش گردن جان زیر طوق غنجب ست

کشتہ چاہ زنخندان توام کز ہر طرف

صد ہزار مبتدا و شین مضاف الیہ..... جان راجع بصد ہزار و ما بعد او خبر وے یعنی صد

ہزاران..... مردم چنین ست کہ گردن جان ایشان زیر طوق غنجب ست مطلب یہ کہ چونکہ لاکھوں تیرے عشق میں گرفتار ہیں..... میں بھی گرفتار ہوں..... اگر یہ ترتب محض ذکر کی باعتبار تقدم و تاخر وجود کے ہے..... تب تو توجیہ ظاہر ہے..... اور اگر ترتب علیہ ہے تو اشارہ اس طرف ہو سکتا ہے..... کہ عاشق کو دیکھ کر بھی عشق پیدا ہو جاتا ہے..... اور ایک ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ شین مضاف الیہ غنجب کا ہو..... راجع بہ زنخندان باضافۃً بیان یہ یعنی صد ہزاران

گردن جان زیر طوق غنغب آن چاہ ز نخذان ست۔

تاب خوبی بر عارضش بین کافقاب گرم رو	در ہوائے آن عرق تاہست ہر روزش تب ست
-------------------------------------	-------------------------------------

تاب فروغ..... خوبی عرق..... عارض رخسارہ..... قاعدہ ہے کہ محبوب کے چہرہ پر پسینہ آنے سے حسن افزون معلوم ہوتا ہے..... مطلب یہ ہے کہ اے مخاطب..... اس کے حسن کو دیکھو کہ جب سے آفتاب اس عرق عارض کے عشق میں مبتلا ہوا ہے..... اس کو گرمی عشق سے تپ ہو گئی ہے..... حاصل یہ ہے کہ محبوبان مجازی حسن و جمال میں محبوب حقیقی کے سامنے کالعدم ولا شئے..... اور اپنی صفت میں اس کی طرف مقتدر ہیں..... غرض اس سے یہ ہو سکتی ہے کہ طالب حقیقت کو ماسوے اللہ سے استغناء چاہئے..... قال الشیرازی۔

بر عاشقان جز خدا بیچ نیست

اندران موکب کہ بر پشت صبا بند زین	باسلیمان چون برانم من کہ مورم مرکب ست
-----------------------------------	---------------------------------------

ترجمہ لفظی یہی ہے کہ جو جماعت..... کہ پشت صبا پر زین باندھنے والے..... یعنی چلنے والے ہیں..... اس جماعت میں سلیمان علیہ السلام کی برابری..... مجھ جیسے شخص سے جس کی سواری ایک مور ضعیف ہے..... کب ہو سکتی ہے اور مقصود معنوی یہ معلوم ہوتا ہے..... کہ عشاق گرم رو عالی ہمت کے مجمع میں عارف کامل کی برابری مجھ کو ہمت کم قوت سے کب ہو سکتی ہے..... اس میں تعلیم ہے کہ خواہ آدمی کیسا ہی صاحب کمال ہو جائے..... مگر کابلین سے بالخصوص مرشد سے اپنے کو ہمیشہ کمتر سمجھے..... نہ مثل کم ظرفوں کے کہ اپنے کمال کے معتقد ہو کر سب سرمایہ برباد کر لیتے ہیں۔

شہسوار من کہ مہ آئینہ دار روی اوست	تاج خورشید بلندش خاک نعل مرکب ست
------------------------------------	----------------------------------

شہسوار مع مضاف الیہ..... و صفت مبتدا و مصرع ثانیہ خبر او..... و آئینہ دار خادمیکہ خدمت آئینہ سپرد او باشد مثل موتر اشان..... مطلب یہ کہ میرا وہ شہسوار کہ چاند اس کا خادم اور غلام ہے..... ایسا ہے کہ تاج خورشید اس کے نعل مرکب کی خاک ہے..... اس سے بھی مثل شعر تاب خوبی بر عارضش الخ..... کے وہی محبوب حقیقی کا محتاج الیہ..... اور محبوبان مجازی کا محتاج ہونا مقصود ہے۔

آب حیوانش ز منقار بلاغت می چکد	زاغ کلک من بنام ایزد چه عالی مشرب ست
--------------------------------	--------------------------------------

ش مضاف الیہ بلاغت و راجع بسوی زاغ..... و در کلام تقدیم و تاخیر ست..... یعنی  
زاغ کلک من چه عالی مشرب ست کہ آب حیوان از منقار بلاغتش میچکد و بنام ایزد برای  
تعظیم میگویند..... و تشبیه کلک بزاع شاید کہ باعتبار سیاہی باشد..... ترجمہ لفظی ظاہر ہے.....  
مقصود معنوی یہ ہو سکتا ہے..... کہ میرا قلم نہایت بلند رتبہ ہے کہ اس سے مضامین حقائق و  
معارف سرزد ہوتے ہیں..... اس میں ترغیب و تحسین ہے..... اس فن شریف کی تاکہ اس کو  
حاصل کریں..... کیونکہ علم ہی زینہ عمل ہے..... اور صوفی جاہل مسخرہ شیطان ہے۔

من نخواہم کرد ترک لعل یا رو جام می	ز اہدان معذور داریدم کہ اتہم مذہب ست
------------------------------------	--------------------------------------

مطلب یہ ہے کہ..... مجھ سے طریق عشق ترک نہ ہوگا..... ز اہد لوگ مجھ کو معذور  
سمجھیں..... یہ بات مقرر ہے کہ وصول الی اللہ کے طرق حسب اختلاف استعداد مختلف ہیں  
..... ان میں ایک طریق زہد کا ہے..... ایک طریق غلبہ و شورش عشق کا ہے..... اس لئے ایک  
کو دوسرے پر اعتراض کا حق نہیں..... مگر یہ سب طرق دائرہ شریعت سے خارج نہیں  
..... کہ اس سے خروج ضلالت و خسران ہے۔

آنکہ ناوک زیر چشمی بردل حافظ زند	قوت جان حافظش در خندہ زیر لب ست
----------------------------------	---------------------------------

قوت بروزن حوت غذاوشین مضاف الیہ لب..... حاصل مطلب یہ کہ اگر محبوب کی  
تجلی جلالی سے میں کشتہ ہو جاتا ہوں..... جیسا قبض میں..... تو اس کی تجلی جمالی سے زندہ بھی  
ہو جاتا ہوں..... جیسا بطن میں..... پس اس میں اشارہ ہو سکتا ہے کہ دونوں حالت میں  
راضی رہے کہ دونوں میں اسی کے ساتھ نسبت ہے..... قال العارف الرومی۔

چونکہ قبض آمد تو دروے بطن میں	تازہ باش و چین میفکن بر چین
-------------------------------	-----------------------------

## غزل

سینہ ام ز آتش دل در غم جانانہ بسوخت	آتش بود درین خانہ کہ کاشانہ بسوخت
-------------------------------------	-----------------------------------

تتم از واسطہ دوری دلبر بگداخت	جانم از آتش ہجر رخ جانانہ بسوخت
-------------------------------	---------------------------------

ان اشعار میں بعض آثار عشق کے بیان کئے گئے ہیں..... جو بعض احوال میں بسبب حزن یا شوق یا قبض..... کے پیش آتے ہیں اور ترجمہ ظاہر ہے۔

ہر کہ زنجیر سر زلف پر یروے تو دید	شد پریشان و دلش بر من دیوانہ بسوخت
-----------------------------------	------------------------------------

اس میں بیان ہے اس کا کہ جو خود عشق میں مبتلا ہوتا ہے اس کو دوسرے عشاق کی کیفیت معلوم ہوتی ہے اور جو اس سے بے بہرہ ہیں..... وہ عشاق پر اعتراض کیا کرتے ہیں..... اور ترجمہ ظاہر ہے۔

سوز دل بین کہ ز بس آتش و اشکم دل شمع	دوش بر من ز سر مہر چو پروانہ بسوخت
--------------------------------------	------------------------------------

آتش سے مراد سوختگی اور اشک سے مراد گریہ۔ اس میں بیان ہے اپنی عاشقی کی شدت تاثیر کا۔ یعنی میری سوختگی و گریہ کی کثرت سے وہ لوگ بھی متاثر ہوئے جو خود دوسروں کے دلربا و محبوب ہیں اور یہ شعر بالا کے معارض نہیں کیونکہ علم بالکنہ عشق کا تو عاشق ہی کو ہوتا ہے اور علم بالوجہ غیر عاشق کو بھی ہو سکتا ہے اور مطلق تاثر و ترجمہ کے لئے علم بالوجہ بھی کافی ہے۔

چون پیالہ ولم از توبہ کہ کردم بشکست	چون صراحی جگرم بے مئے و پیانہ بسوخت
-------------------------------------	-------------------------------------

مراد توبہ سے ضبط کرنا اور ظاہر نہ کرنا آثار عشق کا۔ اور می و پیانہ سے مراد اسباب عشق جیسے اس کا تذکرہ و چرچا۔ مطلب یہ کہ بعض ناصحین کے کہنے سے جو اسباب ترقی عشق کو ترک کیا اور آثار عشق کے ظاہر ہونے سے اپنے کو ضبط کیا تو میرا دل پیالہ کی طرح پاش پاش اور میرا جگر خشک صراحی کی طرح تفتہ ہو گیا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ بعض احوال میں ضبط مقدور یا مناسب نہیں ہوتا۔ والنقصیل لیس ہذا محلہ۔ اور پیالہ و صراحی کے جمع کا لطف شاعرانہ ظاہر ہے۔

ماجر کم کن و باز آ کہ مرا مردم چشم	خرقہ از سر برد آرد و بشکرانہ بسوخت
------------------------------------	------------------------------------

خرقہ از سر برد آوردن کنایہ ہے بے حیا بن جانے سے جس طرح ہمارے محاورہ میں بولتے ہیں کہ فلاں شخص نے تو بالکل کپڑے ہی اتار کر رکھ دیئے یا فلاں شخص تو بالکل ننگا ہی ہو گیا یا فلاں شخص نے ایسی حرکت کی کہ دیکھنے والوں کے کپڑے سے اترے جاتے تھے یعنی

ایسا انقباض ہوتا تھا جیسے کپڑے اترنے سے ہوتا ہے اور چونکہ اکثر حیا کی نسبت آنکھ کی طرف ہوتی ہے اس لئے سر بر آوردن کی اسناد مردم چشم کی طرف کی گئی۔ اس میں خطاب ہے ملامت گر کو یعنی تم مجھ سے زیادہ بحث نہ کرو اور اپنی حالت اصلیہ کی طرف کہ سکوت ہے رجوع کرو کیونکہ میں نے تو حیا و شرم کا لباس اتار کر حصول عشق کے شکرانہ میں جلا پھونک دیا ہے تو تمہاری ملامت در باب عشق کے مجھ کو کارگر نہ ہوگی۔ یہاں حیا و شرم سے مراد ننگ و ناموس دنیوی ہے جو عشق سے زائل ہو جاتی ہے کما قال الرومی۔

شاد باش اے عشق خوش سودای ما	وی طیب جملہ علت ہای ما
ای دوامی نخوت و ناموس ما	ای تو افلاطون و جالینوس ما

اور سوختن کو شکرانہ سے مناسبت یہ ہے کہ اکثر عوام عزیزوں کے آنے کے وقت دفع نظر بد کے لئے اس پند و غیرہ جلاتے ہیں سو فرماتے ہیں کہ میں نے حیا و شرم کو اس خوشی میں جلایا اس میں بیان ہے بعض آثار عشق کا یعنی وہ منزل ننگ و نخوت ہے۔

آشنای نہ غریب ست کہ دلسوز من ست	جون من از خویش بر فتم دل بیگانہ بسوخت
---------------------------------	---------------------------------------

غریب بمعنی عجیب و بعید و تقدیر کلام چنین ست کہ عجیب و بعید نیست کہ آشنا دل سوز من ست الخ۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی میرا ہم مذاق میرا دل سوز ہو تو تعجب نہیں میں تو جب مغلوب عشق ہوا جو لوگ اس مذاق سے اجنبی تھے یعنی عاشق نہ تھے وہ بھی دلسوزی نہ کرنے لگے۔ اس کی شرح میں اس غزل کے شعر سوم و چہارم سے مدد لینا چاہئے۔

خرقہ زہد مرا آب خرابات بہرہ	خانہ عقل مرا آتش خمخانہ بسوخت
-----------------------------	-------------------------------

خرقہ زہد زہد ریائی و آب خرابات شراب مراد عشق۔ و مراد از عقل عقل معاش۔ و آتش خمخانہ شراب کنایہ از عشق۔ ترجمہ اس کا ظاہر ہے اور مطلب مثل شعر ششم اس غزل کے ہے۔

ترک افسانہ بکو حافظ وی نوش دے	کہ نخوردیم میے و شمع بافسانہ بسوخت
-------------------------------	------------------------------------

یعنی دنیا کی فضول قیل و قال کو ترک کرو اور محبت الہی حاصل کرو کہ اب تک اسی زق زق بوق میں شمع عمر گداختہ ہو گئی اور محبت الہی حاصل نہ کی۔ اس میں ارشاد تعلیم ہے ترک

ماسوی اللہ اور اشتغال باللہ کا اور ترغیب و تخصیص ہے تو بہ پر اور بعض نسخوں میں بجای نخوردیم  
می کے تختیم شب ہے یعنی شب بسبب افسانہ پردازی تختیم ای از گفتگوی بے حاصل  
نیارمبدیم ای دلرا بترک تعلقات دینویہ آرام ندادیم و عمر را بر باد کردیم۔

## غزل

زاهد ظاہر پرست از حال ما آگاہ نیست	در حق ما ہرچہ گوید جای ہیج اکراہ نیست
------------------------------------	---------------------------------------

ترجمہ ظاہر ہے۔ مقصود تعلیم ہے کہ معترض مدعی سے دلگیر نہ ہونا چاہئے بلکہ اس کے  
اعتراض کو محمول عدم علم پر کرنا چاہئے راز اس تعلیم میں یہ ہے کہ اعتراض کی طرف ملتفت ہونا  
اور اس کے جواب میں مشغول ہونا نافع طریق ہے۔

در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست	بر صراط مستقیم ای دل کسی گمراہ نیست
-------------------------------------	-------------------------------------

مطلب یہ ہے کہ جو شخص اعتقاداً و عملاً صراط مستقیم پر ہو کہ وہ امر اختیار و تصدی ہے پھر  
حالاً اس کو خواہ کوئی امر پیش آئے قبض یا بسط۔ جمعیت یا تشویش۔ ذوق یا بے ذوقی وغیر ذلک جو  
کہ امور غیر اختیار یہ ہیں ان سب میں خیر ہے اور یہ دلیل ضلالت عن الطریق نہیں کیونکہ جن  
امور کا انسان مکلف نہیں وہ اسباب قرب و بعد و قبول و رد نہیں ہیں اور غیر اختیاری کا مکلف نہیں۔

تاچہ بازی رخ نماید بیدقی خواہیم راند	عرصہ شطرنج رندان را مجال شاہ نیست
--------------------------------------	-----------------------------------

بیدق نام مہرہ شطرنج کہ آنرا پیادہ ہم گویند۔ و شاہ دادن و شہ دادن مغلوب کردن۔  
و عرصہ شطرنج بساطے کہ برد بازی کنند۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کے انکار و اعتراض و ملامت  
سے میں بے دل نہ ہوں گا اپنے کام میں لگا رہوں گا اور گو میرا عشق اور طاعت نا تمام اور ادنیٰ  
درجہ کی ہو جیسا شطرنج میں بیدق مگر میں اسی پر ثبات و دوام رکھوں گا کچھ تو شمرہ ظہور کرے ہی  
گا اور معترضین و معاندین کی مجال نہیں کہ عشاق کو شہ و یسکین یعنی ان کو بیدل اور مغلوب  
کر سکیں۔ اس حکایت میں تعلیم ہے اہل سلوک کو تحمل و استقلال و صبر اور عدم التفات الی  
الغلاف اور رجاء حصول مقصود اور اپنے مجاہدہ کو نا تمام اعتقاد کرنے کی۔ اور لفظ رخ لالے  
میں جو لطافت شاعری ہے ظاہر ہے۔

این چه استغناست یارب این چه داور حاکم است	کاین ہمہ زخم نہان ست و مجال آہ نیست
---	-------------------------------------

اول تین مقدمے سمجھ لئے جائیں پھر شرح شعر کی صاف ہو جائے گی۔ اول غلبہ عشق کا مقتضا ہے طلب تعجیل وصول اور اس میں تاخیر ہونے سے جو کہ مہنی ہے حکمت پر طبعاً وہ دل تنگ ہوتا ہے۔ دوم عشق میں جس قدر اس کے آثار سوزش و فریاد کو ضبط کیا ہمارے نفع زیادہ ہوتا ہے گواظہار میں بھی معذور ہے مگر بوجہ نفع ہونے ضبط کے گویا وہ ایک درجہ میں مطلوب اور مامور بہ ہے۔ سوم شدت ضبط کے بعد بعض اوقات بیتابی بڑھ جاتی ہے ایسی حالت میں اگر کوئی کلمہ بصورت شکوہ نکل جائے معنی بے ادبی نہیں و فیہ قال العارف الرومی۔

گفتگوی عاشقان درکار رب	جوشش عشق ست نے ترک ادب
------------------------	------------------------

اب مطلب شعر کا سمجھئے فرماتے ہیں کہ یہ کیسا استغناء ہے کہ ہم طلب میں مر رہے ہیں اور محبوب کو جیسا التفات ہماری تمنا ہے کہ جلدی وصال میسر ہو نہیں ہوتا کما بین فی المقدمة الاولی اور کیسا زبردست حاکم ہے کہ اندر ہی اندر عشق کے زخم لگ رہے ہیں اور ضبط کی تاکید ہے کما بین فی المقدمة الثانیہ اور استغناء وغیرہ کلمات کا لانا غایت بیتابی سے ہے کما بین فی المقدمة الثالثہ۔ لہذا یعنی ان مفہم المقام کما فیہم العزیز العلام۔ اور بعض نسخوں میں دور حاکم کی جگہ نادر حکمت ہے۔

حیست این مقف بلند سادہ بسیار نقش	زین معما ہیج دانا در جہان آگاہ نیست
----------------------------------	-------------------------------------

سقف بلند سے مراد آسمان اور سادہ کہنا بناء علی القول المشہور لابل الہیئۃ ہے کہ وہ ثابت کو فلک ثامن پر کہتے ہیں اور سیارات کو دوسرے افلاک پر ایک ایک سیارہ ایک ایک فلک پر جس میں اس آسمان دنیا پر صرف قمر ہے سوائے بڑے کرہ میں ایک کو کب کا ہونا عادت منافی اس کی سادگی کے نہیں اور بسیار نقش کہنا باعتبار مرئی ہونے کے ہے یعنی دیکھنے میں سب کو اکب اسی پر نظر آتے ہیں سو توجیہ کلام کے لئے بناء ضعیف بھی کافی ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حافظ قول اہل ہیئت کے معتقد ہوں کیونکہ وہ خود اسی شعر میں تصریحاً آگاہ نیست کا حکم لگا رہے ہیں۔ ترجمہ لفظی تو اس شعر کا ظاہر ہے مگر مقصود مسوق لہ الکلام میں گفتگو

ہے۔ مشہور شراح میں یہ ہے کہ جمع حوادث را بگردش چرخ منسوب دارند چون بنظر حقیقت دیدہ شود این بیچارہ محکوم امرادست و چون بمعرفت ان کے راراه نیست کہ این چہ نسبت باد چہ پس این معمائے ست کو بیچ کس را بفہم اوراہ نیست اھ لیکن احقر کا مذاق اس کو قبول نہیں کرتا کیونکہ یہ قول محض نجومیوں کا ہے کہ سب حوادث آسمان کی طرف منسوب ہیں باقی کوئی دانا اس کا قائل نہیں اور نجومیوں کا حکماء میں شمار نہیں پس یہ کہنا کہ بیچ دانا در جہان آگاہ نیست اس صورت میں نہیں بنتا پھر یہ کہ چست کہنے سے ظاہر انفی علم ماہیت کی معلوم ہوتی ہے نہ کہ نسبت حوادث کی پھر جب کوئی دلیل عقلی ان احکام نجومیہ پر قائم نہیں اور اس لئے دلائل عقلیہ میں تعارض نہیں تو اس کا معما کہنا کیا معنی پس احقر کے نزدیک حاصل اس کا یہ ہے کہ طالب حق کو ارشاد فرماتے ہیں کہ علویات کی تحقیق میں سرکھپانا جیسا اکثر لوگوں کو اسرار ملکوت و لاہوت کی تحقیق کا شوق ہوتا ہے بیکار ہے یہ اسرار تو بہت عالی و غامض ہیں علویات میں جو اجسام اور مادی ہیں ان ہی کی حقیقت عقلاء کو آج تک مدرک نہیں ہوئی مثلاً آسمان ہی کو کسی نے موجود وہمی کہا کسی نے موجود حقیقی کسی نے سیال کہا کسی نے صلب پس طالب حق کو اپنے کام میں لگنا چاہئے اور جیسے عقول ان احکام فلکیہ میں متحیر و متعارض ہیں اسی طرح مکاشفات ان اسرار میں متحیر و متعارض ہیں۔ غرض جو چیز ہماری حس اور دلیل عقلی قطعی اور نقل صحیح سے بعید اور بالاتر ہے اس میں خوض کو ترک کرنا چاہئے من حسن اسلام المرأ ترکہ مالا یعنیہ۔ ولا تقف مالیس لک بہ علم کے عموم میں یہ بھی داخل ہیں۔

کاندرین طغرانشان حسہ لہ نیست

صاحب دیوان ماگویانمی داند حساب

نشان حسہ لہ نشان نیست کہ اہل دیوان پر اے غربا و مساکین رعایا در دیوان می نویسند۔ و طغرانشانیکہ بر بالای دفتہ در خط پیچیدہ باشد مراد دفتر اطلاقات للجرء علی الکل۔ شراح نے تو اس کے معنی عجیب و غریب کہے ہیں اے معشوق ماگویا حساب نمی داند کہ در دیوان عشق بر عاشقان بے چارہ ترحم نہ میفرماید۔ اس تقریر کو اگر محبوب مجازی پر چسپاں کیا جائے تو مضائقہ نہیں لیکن سیاق و سباق سے یہ بعید ہے کہ دونوں میں بیان ہے حقائق تصوف کا۔ اور اگر محبوب حقیقی پر منطبق کیا جائے تو گوشل شعر چہارم یہاں بھی توجیہ کا دعویٰ کر سکتے ہیں لیکن



اس کے الفاظ اس سے زیادہ موحش ہیں کہ گنجائش تاویل کی نہیں رکھتے اس لئے احقر کے مذاق میں یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ مراد صاحب دیوان سے محتسب ظاہر پرست ہو جو اہل حال صادق کے عذر کو نہیں جانتا اور ان پر بھی دارو گیر کرتا ہے کہ احتساب بھی ایک قسم کا حساب ہے مطلب یہ ہوا کہ ہمارے محتسب صاحب کے یہاں تاویل و عذر و ترحم کا باب ہی نہیں ہے سب کو ایک لکڑی ہانکتے ہیں۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ اہل عذر کو معذور رکھنا اور ان کو نشانہ اعتراض نہ بنانا ضروری ہے۔

ہر کہ خواہد گو پیاؤ ہر کہ خواہد گو برو	گیر و دار و صاحب و دربان درین درگاہ نیست
--	--

مطلب یہ کہ جس کا جی چاہے درگاہ حق کی طرف آجائے اور اس کی محبت و معرفت اختیار کرے جس کا جی چاہے اعراض کرے یہاں نہ کوئی آنے کو روکے نہ جانے کو ٹوکے پس گویا یہ شعر ان آیات کی شرح ہے۔ قال تعالیٰ . من جاہد فانما یجاہد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العالمین . وقال تعالیٰ من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیہا . وقال تعالیٰ ان تکفروا فان اللہ غنی عنکم . وقال تعالیٰ من ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا . پس اس میں ارشاد ہے کہ کوئی شخص اپنے مجاہدہ پر مغرور نہ ہو حق تعالیٰ کا کوئی نفع و ضرر نہیں ہر شخص اپنے لئے کر رہا ہے۔

ہر چہ است از قامت ناساز بے اندام ماست	ور نہ تشریف تو بر بالای کس کوتاہ نیست
---------------------------------------	---------------------------------------

بے اندام بے زیب و ناموزوں چہ اندام در لغت بمعنی زیبائی و آراستگی ست شیخ سعدی گفتہ

سرور ابا قامت زیبا کہ ہست	پیش اندام تو چچ اندام نیست
---------------------------	----------------------------

مطلب شعر کا یہ ہے کہ ہمارا جو کچھ حرمان ہے اپنے اعمال کی کمی سے ہے ورنہ محبوب حقیقی کی طرف سے تو کسی کے لئے بھی دریغ نہیں۔ اس میں ارشاد ہے کہ اپنے اندر کمی پانے سے محبوب حقیقی کا شکوہ دل میں نہ لائے بلکہ اپنے اعمال کی طرف منسوب کرے بہت سے سالک اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ کسی حالت مقصودہ میں کمی دیکھتے ہیں تنگ ہوتے ہیں اور اپنی اصلاح نہیں کرتے۔

بردر میخانہ رفتن کاریکر نگان بود	خود فروشان را بکوی می فروشان راه نیست
----------------------------------	---------------------------------------

بردر میخانہ رفتن شراب نوشیدن مراد حصول دولت عشق۔ دیگر نگان مخلصان۔ و خود فروشان ریاکاران و مقابلہ اش با یکرنگان باین معنی ست کہ در ریاکار دورنگ باشد معبود خدا را می داند و مقصود خلق را و میفر و شان اہل عشق۔ مطلب ظاہر ہے کہ حصول دولت عشق اخلاص پر موقوف ہے ریاکاروں کا وہاں تک گزر نہیں للمنافاة بینہما وجہ یہ کہ لوازم عشق سے ہے غیر کو نظر انداز کرنا اور ریا میں خود غیر ہی مطمح نظر ہے۔ اس میں تعلیم ہے اخلاص کی۔

بندہ پیر خراباتم کہ لطفش دائم ست	ورنہ لطف شیخ وزاہد گاہ نیست و گاہ نیست
----------------------------------	--

زاہد سے مراد وہ شخص جو صرف اصلاح اعمال ظاہری کا طریقہ بتلاتا ہو۔ شیخ سے مراد وہ شخص جو اصلاح اعمال باطنی کا طریقہ بھی بتلاتا ہو مگر نسبت عشقیہ اس پر غالب نہ ہو۔ اور پیر خرابات سے مراد وہ جو دونوں اصلاحوں کے ساتھ نسبت عشقیہ کا غلبہ بھی رکھتا ہو گو تمکین کی وجہ سے ظاہری حالت اس کی شیخ بالمعنی المذکور کے ہم رنگ ہو گئی ہو۔ اب سمجھنا چاہئے کہ جس پر غلبہ عشق کا نہ ہوگا اس کی نظر دوسرے کے عیوب پر زیادہ پڑے گی اور جس پر غلبہ عشق کا ہوگا اس کی نظر بوجہ نیستی و پستی کے اپنے عیوب پر زیادہ پڑے گی اس لئے شیخ وزاہد ماستر شدین سے ان کی تقصیرات پر کبھی دل سے بھی لطف کم کر دیتے ہیں اور پیر خرابات گو ماستر شدین کی مصلحت کے لئے ظاہر اے لطفی کرتے ہیں لیکن دل سے چونکہ اس حالت میں بھی وہ ان کو اپنے سے اچھا سمجھتے ہیں اس لئے باطنی لطف میں کمی نہیں کرتے۔

حافظ ابر بردر نہ نشیند ز عالی ہمتی ست	عاشق دردی کش اندر بند مال و جاہ نیست
---------------------------------------	--------------------------------------

حاصل یہ کہ بعض اہل عشق کا مذاق یہی ہے کہ وہ مشیخت و ارشاد کا کام نہیں کرتے آزادی و یکسوئی و بے تعلقی ان کا مقتضای طبعی ہے کیونکہ مخالطت کا ان کو تحمل نہیں ہوتا سوان حضرات کی نسبت یہ نہ سمجھا جائے کہ ان میں کچھ نقصان ہے بلکہ وہ اس کے ہے کہ وہ غیر محبوب لی طرف اصلا التفات نہیں کرنا چاہتے اسی کو عالی ہمتی کہا ہے ورنہ اس سے زیادہ عالی ہمتی ان اہل عشق کو ہے جن کو التفات الی الحق مانع نہیں ہوتا التفات الی الحق سے اور وہ باجود

فناى اتم و عشق اکمل کے پھر خلق کو نفع پہنچاتے ہیں اور ان کی مخالطت پر صبر کرتے ہیں قال علیہ السلام المؤمن الذی یخالط الناس ویصبر علی اذا هم خیر من المؤمن الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی اذا هم۔ آگے تعریف ہے شیخان مزور پر نہ کہ شیخان صادق پر یعنی عشاق کو مکار پیروں کی طرح جاہ و مال کی طلب و حرص نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ مشیخت کی دو وجہ ہیں مشیخت کا ذبہ کی تو حرص جاہ و مال اور مشیخت صادقہ کی تحمل مخالطت جو حضرات ان دونوں سے مبرا ہیں لامحالہ وہ مشیخت کو نہیں لیتے۔

## غزل

آن پیک نامہ بر کہ رسید از دیار دوست	آورد حرز جان ز خط مشکبار دوست
خوش میدہد نشان جلال و جمال یار	خوش میکند حکایت عز و وقار دوست
جان دادش بمودہ و عجلت ہے برم	زین نقد کم عیار کہ کردم نثار دوست

شرح کے نزدیک اس میں قرآن مجید کے نزول کا بیان ہے اور احقر کے مذاق میں مراد اس سے واردات علمیہ حقائق و معارف کا انکشاف ہے جو بذریعہ الہام ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ ان میں اعظم العلوم صفات الہیہ کے اسرار ہیں اور تیسرے شعر میں اس پر اظہار مسرت ہے کہ لوازم شکر سے ہے اور شعر اول کے مصرعہ ثانیہ میں کلمہ زبانیہ ہے۔

سیر سپہر و دور قمر راچہ اختیار	در گردشند بر حسب اختیار دوست
--------------------------------	------------------------------

مطلب ظاہر ہے کہ ابطال ہے مذہب اہل نجوم کا اور تعلیم ہے تکمیل توحید کی۔

شکر خدا کہ از مدد بخت کار ساز	بر حسب مدعاست ہمہ کار و بار دوست
-------------------------------	----------------------------------

کار و بار و دوست یعنی معاملہ کہ از جانب دوست با عاشق پیش آید مطلب یہ کہ آج کل محبوب حقیقی کا معاملہ ہمارے حسب خواہش ہو رہا ہے خدا کا شکر ہے۔ شرح اس کی یہ ہے کہ ہر چند کہ محبوب حقیقی کی طرف سے جو معاملہ جس میں مکلف کا اختیار نہ ہو پیش آئے سب خیر و مصلحت ہے لیکن پھر بھی ہر انسان کی طبیعت جس طرز خاص پر مجبول اور پیدا ہوئی ہے اس کا

اقتضاء ایک خاص معاملہ ہوتا ہے جس کی خواہش طبعی طور پر ہوا کرتی ہے گو عارف اس کو دفع اور مغلوب کر دیتا ہے لیکن تاہم اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر خواہش کی موافق حالت وارد ہو جاتی ہے تو مسرت اس سے ضرور زیادہ ہوتی ہے اور گو وہ حالت بالخصوص مقصود نہ ہو مگر چونکہ محمود تو ہے ہی اس لئے مورد شکر بھی ہے اس میں ارشاد ہے کہ اگر کوئی حالت محمودہ موافق مذاق طبیعت کے ہو تو اس پر زیادہ شکر کرنا چاہئے کہ مراد طبعی کا پورا ہونا خود فی نفسہ ایک نعمت ہے۔

گر باد فتنہ ہر دو جہان را ہم زند	ماؤ چراغ و چشم ورہ انتظار دوست
----------------------------------	--------------------------------

مقصود بیان کرتا ہے اپنی پختگی عشق کا کہ خواہ کچھ ہی حوادث واقع ہوں مگر ہم عشق سے اعراض نہ کریں گے اور اگر شبہ ہو کہ فتنہ کا اثر عالم دنیا پر تو پہنچتا ہے مگر آخرت تک تو نہیں پہنچتا پھر ہر دو جہان کے کیا معنی جو اب یہ ہے کہ یا تو دونوں عالم سے مراد بروجر ہے کما قال تعالیٰ *ظهر الفساد فی البر والبحر اور یا ظاہر و باطن ہے کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ من الفتن ما ظہر منها وما بطن۔* اور اگر دنیا و آخرت ہی مراد ہوں تو مقصود مبالغہ ہے جس کی تقریر یہ ہوگی کہ اگر حوادث و آفات بمنزلہ نزول نمایند کہ کوئین را بہم زند الخ۔ اور انتظار و اشتیاق کے لئے یہ سامان عادیہ لازم ہے۔ منتظر۔ چراغ چشم۔ راہ اس لئے یہ مجموعہ کیا یہ اس سے ہو گیا۔ اس میں تعلیم ہے استقامت علی الصراط کی خواہ کیسے ہی مزاحمت پیش آئیں۔

کحل الجواہری بمن آرای نسیم صبح	زان خاک نیک بخت کہ شد رہ گذار دوست
--------------------------------	------------------------------------

مقصود بیان اشتیاق ہے۔ ترجمہ لفظی ظاہر ہے اور کلام مثنوی ہے تمثیل پر یعنی جس طرح دوست مجازی کے چلے ہوئے رستہ کی خاک کو عاشق کحل الجواہر سمجھتا ہے کہ اس کو دوست سے تلبس ہے اور وہ اس کی یادگار ہے اسی طرح میں ان کلمات حقائق و معارف کا مشتاق ہوں جو محبوب حقیقی کو یاد دلا دیں اور ان الطاف غیبیہ کا محتاج ہوں جن کو محبوب حقیقی کے ساتھ تلبس مصدریت و مبدائت ہو۔ اس میں اشارہ ہے کہ محبوب کے ذکر اور اس کے تعلق کا جو حصہ بھی میسر ہو اس کو نعمت سمجھے۔ بعضے نادان ان نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں اور اپنے کو خدا

جانے کن کن ثمرات کا مستحق سمجھتے ہیں۔

تا خواب خوش کر ابوداندر کنار دوست	مائیم و آستانہ عشق و سرنیاز
-----------------------------------	-----------------------------

درین بیت باید دید قبل مصرعہ ثانیہ مخدوف ست۔ مطلب یہ کہ محبوب کے در کو پکڑ رکھا ہے دیکھئے کس کو وصل میسر ہوتا ہے۔ اشارہ اس طرف ہے کہ نہ دعویٰ ہے نہ استحقاق ہے نہ کسی کا مجاہدہ اور طلب علت تامہ وصول کی ہے مدار کامشیہ اور فضل پر ہے اس لئے آس لگائے بیٹھے ہیں دیکھئے ہماری قسمت میں ہے یا نہیں۔ اس میں تعلیم ہے خوف ورجا و قطع دعویٰ و زعم استحقاق کی۔

دشمن بقصد حافظ اگر دم زند چہ باک	منت خدای را کہ نیم شرمسار دوست
----------------------------------	--------------------------------

حاصل یہ ہے کہ گو شیطان میری رہزنی کا قصد کر رہا ہے مگر مجھ کو اندیشہ نہیں کیونکہ خدا کا احسان ہے کہ میں اس کی اطاعت و موافقت نہیں کرتا کہ دوست سے شرمندہ ہونا پڑتا بلکہ خدا نے اس سے مجھ کو بچا رکھا ہے اور اس پر میں شکر و منت بجالاتا ہوں جب مجھ پر محبوب کا فضل ہے تو دشمن کیا کر سکتا ہے اور یہ دعویٰ تزکیہ کا نہیں بلکہ تحدت بالنعمة ہے کما یدل علیہ قوله منت الخ وهذا هو الذی قال تعالیٰ انه لیس له سلطان علی الذین امنوا و علی ربهم یتوکلون انما سلطانه علی الذین یتولونه آلا یہ۔ اور یہ مطلب نہیں کہ مجھ سے کوئی معصیت صادر نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ معاصی خاص جن میں حب غیر اللہ غالب ہو جو کہ محبوب سے زیادہ شرمساری کا موجب ہیں اور زیادہ منافی محبت ہیں اور زیادہ مقصود شیطانی ہیں ان سے بچا ہوا ہوں۔

## غزل

راہ ہزار چارہ گراز چارہ سو بہ بست	زلفت ہزار دل بیکے تار مو بہ بست
-----------------------------------	---------------------------------

یعنی آپ کے جذبہ عشق نے ہزاروں کو مقید کر رکھا ہے اور بڑے بڑے عقلاء چارہ ساز کو یعنی جو قبل عشق عقلاء تھے یا جو عقلاء کہ عشاق کا علان و تدبیر کرنا چاہتے ہیں بیچارہ اور عاجز کر دیا ہے۔ اس میں بیان کرنا ہے آثار عشق کا

تاعاشقان بوی نسیمش دهند جان	بکشود نافه دور ہر آرزو بہ بست
-----------------------------	-------------------------------

مصرعہ اولے علت و مصرعہ ثانیہ معلل۔ و نافہ تجلی اجمالی کہ اول بردل سا لک نازل می شود و مراد از آرزو تجلی تفصیلی۔ و بوی نسیم کنایہ از ذوق و مشاہدات۔ یعنی سلوک میں من وجہ تجلی و ظہور مرتبہ اجمال میں اور من وجہ استتار مرتبہ تفصیل میں واقع ہوتا ہے پس ایسی مثال ہے کہ جیسے نافہ تو کھول دیا تا کہ عشاق اس کے رانحہ نسیم پر جان دیدیں اور طلب میں لگ جائیں پھر آرزوی حصول و وصول تام کا باب مسدود کر دیا کیونکہ عالم دنیا کے قوی اس کے متحمل نہیں البتہ آخرتہ میں ایسی استعداد ہو جائے گی۔ اس میں ارشاد ہے کہ یہاں انکشاف نام کی تمنا کرتا ہوں واضاعت وقت ہے۔

شید ازان شدم کہ نگار چوماہ نو	ابرو نمود و جلوہ گری کرد و ربہ بست
-------------------------------	------------------------------------

رو بہ بست ای در نقاب کنایہ از اختفاء و استتار۔ یعنی جس طرح ماہ نو اول کچھ ظاہر ہوتا ہے کیونکہ وہ پورا چاند نہیں ہوتا جتنا ظاہر ہوتا ہے وہ بشکل ابرو ہوتا ہے اور تھوڑی دیر جلوہ کر کے مستتر ہو جاتا ہے اسی طرح میرے محبوب نے کیا کہ تجلی کر کے مستتر ہو گیا اس لئے میں زیادہ والہ و شیدا ہو گیا۔ یہ شعر یا تو ہم مضمون شعر بالا کا ہے اور یا دونوں میں یہ فرق ہے کہ شعر بالا میں اس استتار کا ذکر ہے جو عین حالت تجلی میں ہوتا ہے یعنی تجلی تام نہیں ہوتی اور اس شعر میں اس استتار کا ذکر ہے جس میں وہ تجلی اجمالی بھی نہیں رہتی اور یہ از قبیل قبض ہے جس میں بہت سی حکمتیں ہیں پس اس تقریر پر اس میں تعلیم ہے کہ یہ استتار بھی لوازم عادیہ سلوک سے ہے اس سے پریشان و متوحش نہ ہونا چاہئے۔

ساقی بچند رنگ می اندر پیالہ ریخت	این نقشہا نگر کہ چہ خوش در کدو بہ بست
----------------------------------	---------------------------------------

اول شراب کدو میں رکھی ہوتی ہے اس سے پیالہ میں ڈالی جاتی ہے اسی طرح محبت الہی اول قلب حقیقی میں ودیعت رکھی جاتی ہے پھر اس سے قلب صنوبری میں القاء و افاضہ ہوتا ہے۔ پس کدو سے مراد قلب حقیقی اور پیالہ سے مراد قلب صنوبری۔ اور در کدو بہ بست کے یہ معنی نہیں کہ خود کدو کو منقش کر دیا جیسا بعض شراح نے سمجھا ہے بلکہ محل نقش تو وہی شراب ہے

اور کدو ظرف نقش ہے یعنی کدو کے اندر شراب کو مختلف الوان سے موصوف کر دیا اس میں بیان ہے الوان و آثار عشق کے مختلف ہونے کا یا تو باعتبار مختلف اشخاص کے کسی میں محبت کا ایک طور ظاہر ہوتا ہے کسی میں دوسرا مثلاً انس و شوق و ہیبت یہ تینوں الوان محبت ہی کے ہیں ہر شخص میں اس کی استعداد کے موافق ایک ایک لون سے اس کا ظہور ہوتا ہے۔ اور یا باعتبار ایک ہی شخص کے مختلف اوقات کے اعتبار سے پس اس میں دونوں تقریروں پر ایک ایک امر کی تعلیم ہے۔ ایک یہ کہ جس میں ایک لون غالب ہو وہ دوسرے لون والے کو خالی نہ سمجھے۔ دوسرے یہ کہ اگر ایک کیفیت مغلوب یا زائل ہو کر دوسری کیفیت غالب یا حادث ہو جائے گو وہ پہلی کیفیت اس کو پسند تھی تو دوسری سے دل تنگ نہ ہو اور سلب حال پر محمول نہ کرے ان دونوں غلطیوں میں بکثرت لوگ مبتلا ہیں۔

یارب چه سحر کرد صراحی که خون چشم	بانغمهای قلقلش اندر گلوبه بست
----------------------------------	-------------------------------

سحر تصرف عجیب۔ نغمہ آواز۔ قلقل آواز ریختن شراب از صراحی و ضمیر شین راجع بصراحی۔ صراحی سے شراب لے کر پیتے ہیں اسی طرح مرشد سے فیوض کو اخذ کرتے ہیں پس یہ کنایہ ہو امرشد سے۔ اس میں بیان ہے مرشد کے اکمال تربیت اور اس کی قوت تکمیل کا کہ مرشد کی کس غضب کی تربیت و تکمیل ہے کہ جو مسترشد عشق میں ہر وقت روتا تھا اور چشم سے خون برساتا تھا آج اس کو وہ تمکین حاصل ہوئی ہے کہ باوجودیکہ مرشد اس کو قلقل کہہ رہا ہے یعنی ضبط پر مجبور نہیں کرتا کیونکہ صاحب تمکین کو بمقتضای وقت اظہار احوال و اسرار دونوں مضر نہیں مگر اس کا خون چشم ایسا بند ہوا ہے کہ نکلتا نہیں مراد خون چشم سے آثار ہیں عشق کے اور چونکہ رونے کے ضبط کرنے کا اثر گلو میں ہوتا ہے کہ گلا رکنے لگتا ہے اس لئے درگلو کہا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ اب وہ آثار گریہ و سوزش و نالہ ظاہری نہیں ہوتے۔ اس میں اشارہ ہے کہ اہل تمکین مالک الاحوال ہوتے ہیں مملوک الاحوال نہیں ہوتے الا نادرا۔ اور یارب کلمہ تعجب ہے اس میں اشارہ ہے کہ یہی حالت تمکین کی عالی و عظیم الشان ہے۔ وللقائلین اقوال لا تشفی۔

دانا چو دید بازی این چرخ حقه باز	ہنگامہ باز چیدو در گفتگو بہ بست
----------------------------------	---------------------------------

غالباً اس میں بیان ہے اہل خلوت کے تقلیل کلام کا۔ چرخ حقہ باز سے مراد مجازاً اہل زمانہ ہیں کیونکہ بقول حکماء زمانہ متعلق ہے اہل چرخ سے کہ اس کی مقدار حرکت ہے پھر اہل کالفظ مقدر کر لیا جائے گا۔ مطلب یہ کہ چونکہ اہل زمانہ کی غرض پرستی و مخالف ظاہر و باطن کا تجربہ کر لیا اور معلوم ہوا کہ ان کو کہنا سننا لا حاصل و غیر مفید ہے اس لئے ان حکماء نے ان سے کلام کی تقلیل کر دی اور اپنے وقت کو اس سے زیادہ اہم و نفع کام میں مشغول کیا اور امر و نہی کا وجوب مقید ہے رجاء قبول کے ساتھ اس لئے یہ حضرات تارک واجب نہیں چنانچہ جہاں امید قبول ہوتی ہے وہاں سکوت نہیں کرتے۔

براہل وجد و حال درہای و ہو بہ بست

مطرب چہ نغمہ ساخت کہ در پردہ سماع

یہ بھی ہم مضمون ہے شعر بالا سے سابق والے شعر کا اور در پردہ سماع سے اشارہ ہے کہ اہل تمکین کو بھی ایک گونہ جوش رہتا ہے مگر وہ خود اس پر غالب رہتے ہیں۔

احرام طوف کعبہ دل بے وضو بہ بست

حافظ ہر آنکہ عشق نور زید و وصل خواست

مطلب ظاہر ہے کہ بلا طلب کے وصول نہیں ہوتا و قال تعالیٰ انلز کموہا وانتم لها کارہون و قال تعالیٰ و من کفر فان اللہ غنی عن العالمین بلا طلب کے وصول کی تمنا رکھنا ایسا ہے کہ جیسے بے وضو طواف کرنا کہ باطل محض ہے اور یہ تشبیہ اس قول پر ہے جس میں وضو نفس صحت طواف کی شرط ہے غالباً حافظ کا یہی مذہب ہے

## غزل

تاکنم جان از سر رغبت فدای نام دوست

مرحبا ای پیک مشتاقان بدہ پیغام دوست

پیک مشتاقان سے مراد وارڈ قلبی ہے وارڈ کی تمنا اور اس کے ورود پر مسرت ظاہر کرتے ہیں اور چونکہ وارڈ سے انکشاف ہوتا ہے بعض اسرار الہیہ کا اس کو پیغام دوست سے تعبیر کیا اور چونکہ ان امور سے محبوب کی محبت میں ترقی ہوتی ہے اس لئے مصرعہ ثانیہ کے مضمون کو اس پر مرتب فرمایا۔



والہ و شیدا ست دائم ہچو بلبل در قفس	طوطی طبعم ز شوق شکر و بادام دوست
-------------------------------------	----------------------------------

اس میں کیفیت شوقیہ کا بیان ہے جو بعض اوقات و احوال میں سالک پر غلبہ کرتی ہے یعنی میری طبیعت کہ مشابہ طوطی کے ہے محبوب حقیقی کے لذت قرب و وصال کے (کہ مشابہ شکر و بادام کے ہے) شوق میں اس طرح شیدا و بیتاب ہے جس طرح قفس میں بلبل کہ کب رہائی ہو کہ گلشن قرب تک پہنچوں۔ پس اس شعر کا حاصل قریب قریب شعر مثنوی کے ہے۔

بشنوا ز نے چون حکایت میکند	وز جدا بہا شکایت میکند
کز نستان تامر ابریدہ اند	از نفیرم مردوزن نالییدہ اند

### قال

زلف او دام ست و خالش دانہ آن دام من	بر امید دانہ افتادم اندر دام دوست
-------------------------------------	-----------------------------------

مقصود کو کہ قرب و وصال ہے دانہ سے تشبیہ دی اور چونکہ قرب و وصال کا متعلق بفتح اللام قرب ہے اس لئے اس کو (یعنی اس قرب و وصال کو) خال کہہ دیا اور طریق کو کہ عشق اور طلب ہے دام سے تشبیہ دی اور چونکہ وہ ثمرہ اور اثر ہے جذبہ غیبی کا کما قال تعالیٰ یحبہم ویحبونہ اور جذب محبوب کی صفت ہے اس لئے اس کو زلف کہہ دیا مطلب ظاہر ہے کہ امید وصل پر گرفتار عشق ہو گیا۔ اس میں بیان واقع کا بھی ہے اور طالبین کو ترغیب بھی ہے کہ طلب میں سرگرم رہو کہ اس سے امید وصال کی ہے۔

سر ز مستی بر نگیرد تا بہ صبح روز حشر	ہر کہ چون من درازل یک جرہ خورد از جام دوست
--------------------------------------	--

اس میں بیان ہے کہ عشق بعد حصول کے زائل نہیں ہوتا اور ازل سے مراد مرتبہ اعیان ثابتہ کا ہے اور اس کا ازل ہونا ظاہر ہے۔ اور صبح روز حشر سے مراد مجازاً ابد ہے اور ترجمہ ظاہر ہے۔

من نوشتم نامہ از شرح حال خود ولی	در دسر باشد نمودن پیش ازین ابرام دوست
----------------------------------	---------------------------------------

ابرار اصرار و مبالغہ و بستوہ آوردن کنایہ از ناخوش کردن۔ و در دسر کنایہ از ایذا رسانیدن بالمعنی الذی فی قولہ تعالیٰ یوذون اللہ و تقدیر عبارت چہین ست کہ پیش ازین ابرام

دوست نمودن اور درد سر و ادن ست۔ حاصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات بعض احوال کے اظہار میں ایک گونہ شکوہ یا جزع و فزع یا سوء ادب و گستاخی کی نوبت آ جاتی ہے اور اس وقت ایسا غلبہ ہوتا نہیں کہ شرعاً معذور ہو اور یہ امر حضرت حق تعالیٰ کے نزدیک نامرضی ہے اس لئے کہتے ہیں کہ میں اب زیادہ اظہار حال یا شوق کی جرأت نہیں کرتا اس میں اسی کی تعلیم بھی ہے۔

میل من سوی وصال و قصد او سوی فراق	ترک کام خود گرفتہ تا بر آید کام دوست
-----------------------------------	--------------------------------------

یہاں فراق و وصال سے مراد صورت فراق و وصال ہے ورنہ فراق حقیقی پر رضا اور وصال حقیقی کا ترک کسی طرح جائز ہی نہیں بلکہ بعض حالتیں قبض و انقطاع واردات کی ایسی پیش آتی ہیں کہ اس کو سالک غیر عارف فراق سمجھتا ہے اور وصال کو اس کی ضد میں منحصر سمجھتا ہے مگر بعد حصول معرفت کے اسی فراق کو اس وصال پر ترجیح دیتا ہے۔ یہ شعر گویا اس شعر عربی کا ترجمہ ہے۔

ارید وصالہ ویرید ہجری	فاترک ما ارید لما یرید
گردید دستم کشم دردیدہ ہچون توتیا	خاک راہ کان مشرف گردد از اقدام دوست

قدم افتادن محبوب توجہ و تقدم و تقرب او و خاک راہ محل ان توجہ کہ قلب محبت باشد فہو کما فی الحدیث من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذرا عا الحدیث و کما فی الحدیث کما اظن و لکن ینظر الی قلوبکم مطلب یہ کہ جس محبت پر محبوب کی توجہ ہے اس کی ظاہری پستی و خاکساری مانع خدمت و نیاز مندی نہ ہونا چاہئے بلکہ اس کو غنیمت اور عزیز سمجھ کر اس کو ذریعہ تقرب بنانا چاہئے اور اس کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھنا چاہئے۔

حافظ اندر درد او می سوز و بادرمان مساز	زانکہ درمانی ندارد درد بے آرام دوست
--	-------------------------------------

اشارہ اس طرف ہے کہ محبت و طلب میں پورا سکون و قرار قلب کو نصیب نہیں ہوتا جیسا بعض مبتدیان یا متوسطان سلوک اس کی تمنا کیا کرتے ہیں اور حقیقت میں یہ ایک گونہ آرام و عافیت طلبی ہے جو خدا طلبی کے رنگ میں مختل ہوتی ہے پس تصریح فرمادی کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا اس کی استدعا ہی عبث بلکہ مضر باطن ہے کہ اصل کام میں اس مشغولی کی وجہ سے کمی ہونے لگتی ہے

## غزل

آن ترک پری چہرہ کہ دوش از بر مارفت	آیا چہ خطا دید کہ از راہ خطارفت
------------------------------------	---------------------------------

یہ قبض کے وقت کا شعر معلوم ہوتا ہے بلکہ تمام غزل اسی مضمون کی ہے۔ ترک پری چہرہ کنایہ ہے تجلیات و واردات سے۔ اور خطا بمعنی گناہ بھی آتا ہے اور ایک شہر بھی ہے جہاں کے محبوب مشہور و معروف ہیں پس ظاہر یہ ہے کہ اول بمعنی گناہ ہے اور دوسرا بمعنی شہر چونکہ وہ شیراز سے کسی قدر دور ہے تو کنایہ مطلق بعد سے ہو گیا اور یہ بھی احتمال مرجوح ہے کہ دونوں بمعنی گناہ ہوں اور از راہ بمعنی از سبب کے ہو بہر حال اس میں اشارہ اس طرف ہو گیا کہ قبض کے اسباب میں سے ایک سبب صدور معصیت یہی ہے والیہ الاشارة فی قوله تعالیٰ کلابل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون اور اس کا تدارک عذر و توبہ سے ہے۔

تارفت مرا از نظر ان نور جہان بین	کس واقف مانیت کہ از دیدہ چہارفت
----------------------------------	---------------------------------

نور جہاں بین نور چشم ہوتا ہے مقصود تشبیہ دینا محبوب کو مجموعہ موصوف و صفت کے ساتھ ہے نہ کہ صرف نور کے ساتھ تشبیہ دینا پھر مشبہ کو جہاں بین کہنا کیونکہ اسکو جہان بین کہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ محبوب کو نور جہاں بین یا ایک نسخہ پر چشم جہان بین کہنا اس بنا پر ہے کہ اس سے عاشق کی آنکھیں منور رہتی ہیں۔ یہ بھی اشارہ ہے قبض کی طرف یعنی جب سے محبوب سے بعد ہوا ہے کسی کو خبر نہیں کہ آنکھ سے کیسے آنسو رواں ہوئے۔ یا یہ کہ کہا جائے کہ آنکھ میں سے کیا چیز رخصت ہو گئی یعنی روشنی۔ اس میں بیان ہے قبض پر حزن کا اگر وہ قبض عصیان سے ہے تب تو حزن عقلی بھی ہے اور اگر اور سبب ہے تو حزن طبعی ہے ورنہ عقل کامل تو اسکو مصلحت سمجھتی ہے۔

بر شمع ز رفت از گذر آتش جان سوز	آن دود کہ از سوز جگر بر سر مارفت
---------------------------------	----------------------------------

گزر رفتن و راہ و سبب مراد اینجا معنی اخیز آتش جان سوز عشق کہ سوزندہ جان ست و ہمین مراد ست از آتش دل کہ در بعض نسخہ ہاست۔ معنی آنست کہ بسبب آتش عشق دودے کہ از سوز جگر بر سر مارفت بر شمع ہم ز رفتہ یعنی آنقدر سوزش دارم کہ شمع ہم ندارد۔ اس میں بھی حالت قبض کا بیان ہے۔

دور از رخ تو دمبدم از گوشه چشم	سیلاب سرشک آمد و طوفان بلا رفت
--------------------------------	--------------------------------

اس بعد سے مراد بھی وہی حالت قبض کی ہے معنی آن ست کہ بسبب دوری از رخ تو کہ داریم دمبدم از چشمہ دیدگان ما سیلاب سرشک روی نمود و طوفان درد و بلا روی داد

از پای فتادیم چو آمد شب ہجران	در درو بماندیم چو از دست دوارفت
-------------------------------	---------------------------------

دوا کنایہ از وصل مراد بصل - یہ بھی حالت قبض کا مضمون ہے اور مطلب ظاہر ہے

دل گفت وصالش بدعا باز تو ان یافت	عمری ست کہ عمرم ہمہ در کار دعارفت
----------------------------------	-----------------------------------

یعنی دل کہتا ہے کہ اس کا وصل دعا سے میسر ہو سکتا ہے لیکن مدت ہوئی کہ میری عمر کا تو ایک معتد بہ حصہ دعا ہی میں صرف ہوا مگر وصل میسر نہ ہوا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ بعض لوگ جو نری دعا اور تمنا سے کام نکالنا چاہتے ہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ جس مقصود کا جو طریق ہے عادتاً اس کا حصول اسی سے ہوتا ہے البتہ دعا سے اس طریق میں برکت و تاثیر ہو جاتی ہے اور جو کام صرف دعا کے متعلق ہے اس کے لئے البتہ دعا ہی کافی ہے مثلاً قرب الہی کے لئے طریق عادی سعی فی العمل و ترک منہیات ہے جو شخص ادا امر و نواہی میں عمر بھر قصد اختلال رکھے اور نری دعا سے کام نکالنا چاہے تو محض نادان ہے البتہ مجاہدہ کر کے پھر دعا کرے کہ وہ سعی مقبول ہو اور دعا کی یہ ضرورت سمجھے کہ عمل و مجاہدہ علت تامہ نہیں تو یہ دعا البتہ مفید اور بجائے خود ہے

احرام چہ بندیم کہ آن قبلہ نہ اینجاست	در سعی چہ کوشیم کہ از مروہ صفارفت
--------------------------------------	-----------------------------------

چون طواف کعبہ اصل مقصود است و سعی متمم آن پس احرام طواف قبلہ کنایہ از عبادات مقصودہ است و سعی کنایہ از عبادات متمم آن و چنانکہ طواف موقوف بر وجود قبلہ است و سعی موقوف بر مجموعہ صفا و مروہ و مقصود بالعبادت حق تعالی ست نہ قبلہ و نہ صفا و مروہ ہمچنان کمال عبادات مقصودہ و متممہ موقوف بر حضور قلب ست پس حضور قلب باعتبار عبادات مقصودہ مشبہ بقبلہ شد و باعتبار عبادات متممہ مشبہ بمجموعہ صفا و مروہ شد و در قبض حضور قلب خواہ فی الواقع اگر پیش معصیت باشد یا بزعم سالک اگر سبب غیر او باشد لا محالہ رو بکیمی می آرد پس تضرع میفرماید کہ عبادت چہ کنیم کہ شرط کمالش منفقود است و مقصود آن نیست کہ عبادت عبث است و فقدان

صفا را کہ جزو مجموعہ است بادعاء شاعرانہ آوردند زیرا کہ صفا بمعنی لغوی است۔

دی گفت طیب از سر حسرت چو مرادید	ہیہات کہ رنج تو ز قانون شفا رفت
---------------------------------	---------------------------------

قانون بمعنی قاعدہ و نام کتابے و رطب از شیخ ابوعلی سینا و چنین شفا بمعنی صحت و نام کتابے از شیخ مذکور و اینجا قانون بمعنی قاعدہ است و شفا محتمل ہر دو معنی است و لطافت شاعری پوشیدہ نیست یا تو اشارہ اس طرف ہے کہ غیر کا ملین حالت قبض کو دیکھ سن کر سالک کو اور بھی پریشان اور نا امید کر دیتے ہیں۔ اور یا اشارہ اس طرف ہے کہ بعض اقسام قبض کا ازالہ اختیار اور تدبیر سے خارج ہے بجز تحمل و استقلال کے کوئی چارہ نہیں کما قال الشیرازی فی موضع آخر۔

باغبان گر پنجر وزے صحبت گل بایش	برجفای خار ہجران صبر بلبل بایش
ای دوست پر سیدن حافظ قدمی نہ	زان پیش کہ گویند کہ از دار فنا رفت

اس میں استدعا ہے بسط کی قبل اس کے کہ حزن قبض میں ہلاک ہونے کی نوبت آجائے۔

## غزل

منم کہ گوشہ میخانہ خانقاہ من ست	دعاء پیر مغان ورد صبحاہ من ست
---------------------------------	-------------------------------

میخانہ عالم عشق۔ پیر مغان مرشد کامل۔ یعنی اور لوگ تو ریائی خانقاہ و اوراد میں مشغول ہیں اور میرے لئے بجائے خانقاہ کے عالم عشق ہے اور بجائے اوراد کے دعائے و توجہ مرشد ہے اور یا وہی۔ مطلب ہے کہ کسی کے لئے طریق زہاد و برابر ارفع ہے اور کسی کے لئے طریق عشاق حسب اختلاف الاستعداد۔

گرم ترانہ چنگ و صبح نیست چہ باک	نوائی من بسحر آہ عذر خواہ من ست
---------------------------------	---------------------------------

چنگ و صبح سے مراد یا تو اعمال ریائی ہیں مطلقاً یا خاص سماع و حال ریائی ہے جس کو اکثر عوام جزویاً لازم درویشی کا سمجھتے ہیں۔ نوائی سحری اشارہ اس آیت کی طرف ہے کما نوا قلیلاً من اللیل ما یہجعون و بالاسحار ہم یستغفرون حاصل یہ ہوا کہ طمطراق ظاہری کا فقدان کچھ مضرت نہیں میرا تھوڑا سا اخلاص فی العمل اور اعتراف زلل یہ کافی عذر خواہ

ہے۔ اس میں مذمت ہے تصنع وحب شہرہ کی اور ترعیب ہے اخلاص و انکسار و خمول کی۔

زبادشاہ و گدا فارغم بحمد اللہ	گدای خاک در دوست بادشاہ من ست
-------------------------------	-------------------------------

اشارہ ہے اس طرف کہ طالب حق کو خلق سے مستغنی ہونا چاہئے البتہ اہل اللہ کا خادم رہنا چاہئے۔

غرض ز مسجد و میخانہ ام وصال شامست	جز این خیال ندارم خدا گواہ من ست
-----------------------------------	----------------------------------

مسجد طریق زہد و میخانہ طریق عشق یعنی جس وقت میں میری جو حالت بھی ہو اس سب سے مقصود آپ ہی ہیں اشارہ اس طرف ہے کہ سالک کو تلوینات میں مقصود اسی کو سمجھنا چاہئے کسی خاص لون کا طالب ہو کر پریشان نہ ہو۔

مرا گدای تو بودن ز سلطنت خوشتر	کہ ذل جو رو جفای تو عز و جاہ من ست
--------------------------------	------------------------------------

اشارہ اس طرف ہے کہ طالب حق کو محبت جاہ نہ ہونا چاہئے۔

مگر بہ تیغ اجل خیمہ برکنم درنہ	رمیدن از در دولت نہ رسم و راہ من ست
--------------------------------	-------------------------------------

یعنی مرجاؤن تو مجبوری ہے ورنہ محبوب سے تو کبھی منہ پھیروں گا نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ مر کر چھوڑ دوں گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ زندگی بھر نہ چھوڑوں گا اور موت کے بعد تو اس کا احتمال ہی نہیں کہ اس وقت تو حالت خام اور بھی ممتنع الزوال ہو جاتی ہے۔ اس میں ارشاد ہے استقامت کے لئے گو کیسے ہی شدائد و بلیات کا ہجوم ہو۔

ازاں زماں کہ برآں آستان نہادم روی	فراز مسند خورشید تکیہ گاہ من ست
-----------------------------------	---------------------------------

یعنی عزت حقیقیہ تعلق مع اللہ ہی میں ہے قال اللہ تعالیٰ واللہ العزۃ و لرسولہ و للمؤمنین و لکن المنافقین لا یعلمون۔

گناہ گرچہ نہ بود اختیار ما حافظ	تو در طریق ادب کوش کاین گناہ من ست
---------------------------------	------------------------------------

اس میں اعتقاد جبر کا نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ افعال عباد میں گو مرتبہ تحقیق میں دونوں نسبتیں ہیں باعتبار خالقیت کے حق تعالیٰ کے ساتھ اور باعتبار کسب کے عبد کے ساتھ مگر بلا ضرورت تم نسبت اولیٰ کا ذکر مت کرو و صرف نسبت ثانیہ کے ذکر پر اکتفا کرو کہ متقضائے ادب یہی ہے پس نبود اختیار ما سے مراد نفی موثریہ تامہ اختیار کی ہے نہ کہ نفی نفس اختیار کی۔

## غزل

از پئے دیدن اودادن جان کارمن ست	لعل سیراب بخون تشنه لب یارمن ست
---------------------------------	---------------------------------

سیراب بخون صفت لعل و موصوف مع الصفة مبتدا۔ وتشنه لب مضاف بسوے یار و مضاف مع مضاف ایہ خبر مبتدا۔ مقصود بیان کرنا ہے محبوب کے کامل ہونے کا حسن و جمال میں۔ مطلب یہ کہ لعل جو کہ سرخی میں ایسا سمجھا جاتا ہے کہ گویا خون سے سیراب ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ سیرابی کے بعد کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہتی پس یہ کنایہ ہوا اپنی صفت میں کامل ہونے سے یعنی ایسا کامل کہ اپنی صفت میں بالکل سیراب ہے مگر وہ بھی میرے محبوب کا تشنه لب اور محتاج ہے حاصل یہ کہ تمام ممکنات اپنے کمالات میں محتاج ہیں واجب الوجود کے اور مصرعہ ثانیہ کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ وہ ایسا کامل ہے اس لئے اس کی تحصیل لقا کے لئے فنا ہو جانا یہ میری عین سعی ہے۔ پس اس میں ترغیب ہے طالبین کو۔

شرم از ان چشم سید بادش و مژگان دراز	ہر کہ دل بردن اودید و درازکارمن ست
-------------------------------------	------------------------------------

ہر کہ الخ مبتدا موخر و شرم الخ خبر مقدم و ضمیر شین در مصرعہ اولی راجع بہ ہر کہ تقدّمہ رتبہ۔ اس میں بیان ہے معترض کی غلطی کا اور چشم سیاہ و مژگان دراز کنایہ ہے مطلع حسن و جمال سے یعنی جس کو معلوم ہو گیا ہو کہ وہ محبوب ایسا کامل ہے اور ایسے جمال و کمال کا لازمی اثر ہے دلربائی پھر بھی مجھ پر انکار و طعن کرتا ہو اس کو شرم کرنا چاہئے۔ اس میں اشارہ ہے کہ طالب کو طلب میں کسی کے اعتراض و انکار کے سبب ننگ و عار نہ چاہئے کیونکہ یہ تو حق پرست عجلت و غیرت تو معترض کو چاہئے۔

ساربان رخت بدروازہ مبرکان سرکوی	شاہراہیست کہ منزلگہ دلدارمن ست
---------------------------------	--------------------------------

دروازہ پر اسباب اس وقت لے جاتے ہیں جب سفر چھوڑ کر قیام کا ارادہ ہوتا ہے پس یہ کنایہ ہوا توقف کرنے سے سلوک میں مبرکان سرکوی موصوف ہے اور جملہ منزلگہ دلدارمن ست اس کی صفت اور یہ مجموعہ مبتدا اور شاہراہیست اس کی خبر اور ساربان خطاب ہے اپنے نفس کو کہ وہ مرکب بدن پر سوار ہو کر اس راہ کو قطع کرتا ہے مطلب یہ ہوا کہ اے نفس تو اس سفر سلوک میں

توقف کا ارادہ مت کر اور شاہراہ کو کہ محل سفر ہے چھوڑ کر کہیں اور قیام و توقف کا تجویز مت کر کیونکہ وہ محبوب جس سرکوی اور محلہ میں رہتا ہے وہ کوئی گھر نہیں بلکہ یہی شاہراہ ہے جو منزل کو قطع کرتا ہے۔ برخلاف دوسرے محبوبوں کے کہ گھروں میں رہتے ہیں پس وہ اسی شاہراہ پر ملے گا سفر کے انقطاع سے نہ ملے گا۔ خلاصہ یہ کہ طلب سے تقاعد نہ کرے و ہذا کما قیل۔

ای برادر بے نہایت درگہے ست	ہرچہ بروے میری بروی مالیت
----------------------------	---------------------------

وقیل۔

اندرین رہ می تراش وی خراش	تادی آخردی فارغ مباحش
---------------------------	-----------------------

ہذا ما ذہب الیہ ذوقی و للشریح و الحشین اقوال عجیبہ غریبہ بعیدۃ غیر قریبہ۔ وللمناس فیما یعشقون مذاہب۔ اور اس میں اشارہ اس کی لامکانی ہونے کی طرف بھی ہو گیا۔

بندۂ طالع خویشم کہ درین قحط وفا	عشق آن لولی سرمست خریدار من ست
---------------------------------	--------------------------------

مطلب اظہار مسرت ہے کہ برخلاف اور محبوبوں کے جن میں وفا کا قحط ہے میرا محبوب کہ فی نفسہ شان استغناء میں ایسا ہے جیسا آن کا مشار الیہ مگر پھر بھی غایت رافت سے میرا خریدار ہے قال اللہ تعالیٰ ان اللہ اشتری من المؤمنین الایہ وقال علیہ السلام عن اللہ تعالیٰ من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا الحدیث پس اس میں نعمت کا شکر بھی ہے اپنی عدم صلاحیت کا اعتراف بھی ہے طالبین کو ترغیب بھی ہے کہ ایسے محبوب کا طالب ہونا چاہئے۔ اور تشبیہ مذکور فی الشعر کے الفاظ گو محوش ہیں مگر نظر الی المعنی لایسما بعد انضمام غلبۃ الحال قابل تسامح ہے۔

طبلہ عطر گل و درج عبیر افشانش	فیض یک شمر زبوی خوش عطار من ست
-------------------------------	--------------------------------

ضمیر شین راجع بگل مراد از گل اہل کمال و مراد از طبلہ عطر و درج عبیر افشان کمالات آن اہل کمال مطلب یہ کہ میرا محبوب ایسا کامل ہے کہ سب اہل کمالات کے کمالات اسی کا فیض ہے۔ اس میں بھی ترغیب ہے توجہ الی اللہ و اعراض عما سوی اللہ کی۔

باغبان ہچو لسیمم زدر خویش مران	کاب گلزار تو از اشک چو گلنار من ست
--------------------------------	------------------------------------

چو گلنار صفت اشک۔ سہل توجیہ یہ ہے کہ باغبان سے مراد مرشد ہو اور مقصود تعلیم ہو



شیوخ کو کہ طالبین کے ساتھ بہت عطف اور بے دماغی نہ چاہئے کہ طالبین کی طلب اور استرشاد سے بھی مرشدین کے کمال میں ترقی ہوتی ہے کما فی الحدیث لان یهدی اللہ بک رجلا خیر لک من حمر النعم. وفی الحدیث من سن سنة حسنة فله اجره واجر من عمل بها الخ. وفی الحدیث الدال علی الخیر کفاعله وفی الحدیث او علما ورثه وغیر ذلک. اور راندن میں نسیم کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی کہ نسیم باغ سے باہر ہو جاتی ہے گو خوشبودار ہو کر نکلتی ہے مگر وہ خوشبو عارضی ہوتی ہے اس لئے تہی دست ہی سمجھی جائے گی اس میں اشارہ اس طرف بھی ہے کہ بدون توجہ مرشدین کے مرشد بے بہرہ رہتا ہے اور جو تھوڑی بہت مناسبت مقارنت سے ہوتی ہے وہ جلد زائل ہو جاتی ہے۔

شکر و قند و گلاب از لب یارم فرمود	زرگس او کہ طبیب دل بیمار من ست
-----------------------------------	--------------------------------

از لب۔ و زرگس فاعل فرمود۔ مراد از زرگس صفت علمیہ بمناسبت آنکہ زرگس مشابہ چشم باشد و چشم آلہ معائنہ است و ہمین سان علم آلہ اطلاع باشد۔ مطلب یہ ہوا کہ میرے محبوب نے میری حالت دیکھ کر میرے لئے علاج اپنا لطف اور رحمت کہ مشابہ قند و گلاب ہے تجویز فرمایا۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ محبوب حقیقی برخلاف دوسرے محبوبوں کے طالبین پر شفیق و رحیم ہے پس ترغیب ہے طلب و مجاہدہ کی۔

آنکہ در طرز غزل نکتہ بحافظ آموخت	بار شیرین سخن و نادرہ گفتار من ست
----------------------------------	-----------------------------------

ترجمہ تو ظاہر ہے کہ جس شخص نے مجھ کو یہ طرز سخن سکھلایا ہے وہ شخص میرا محبوب ہے جو کہ خود شیرین سخن و نادرہ گفتار ہے اور اس کا سکھلانا یا حقیقت ہے یا مجازاً۔ اول اس طرح کہ اس نے طریقہ بتلایا ہو۔ دوسرا اس طرح کہ اس کے عشق میں احوال مختلفہ پیش آئے اور جوش میں ایسا بولنا آ گیا لیکن یار کو شیرین سخن کے ساتھ موصوف کرنا قرینہ مرئح احتمال اول کا ہے۔ اور بلسان حقیقت یہ اشارہ ہو سکتا ہے کہ ممکن کے کمالات مستفاد ہوتے ہیں کمال واجب سے پس تعلیم ہو گئی مسئلہ حقیقت کی

## غزل

روزگاری ست کہ سودای بتان دین من ست	غم این کار نشاط دل غمگین من ست
------------------------------------	--------------------------------

جمعیت بتان برای جنسیت ست۔ مطلب ظاہر ہے کہ مدت سے یعنی جب سے نصیب ہوا ہے عاشقی میرا مسلک ہے اور اس مشرب میں جو مجھ کو غم بھی پیش آتا ہے وہ مجھ کو سرور معلوم ہوتا ہے۔ اس میں ترغیب سے عشق و طلب کی اور اس میں تحمل شدائد کی۔ قال الشیخ۔

خوشاوقت شوریدگان غمش	اگر ریش بیندوگر مرہمش
دام شراب الم در کشند	اگر تلخ بیندوم در کشند

### قال

دیدن روی ترا دیدہ جان می باید	دین کجا مرتبہ چشم جہان بین من ست
-------------------------------	----------------------------------

ترجمہ لفظی تو ظاہر ہے اور مراد معنوی اس سے اشارہ ہو سکتا ہے تحقیق مسئلہ رویت کی طرف یعنی اس آنکھ سے رویت حق تعالیٰ کی نہیں ہو سکتی بلکہ دنیا میں تو محض عقل و بصیرت سے ہو سکتی ہے اور آخرت میں گو چشم سر سے ہوگی مگر اس میں ایک خاص قوت پیدا ہو جائے گی جو کہ اب نہیں ہے اسی سے اس کا تحمل ہو جائے گا اور حقیقت اس قوت کی غلبہ روحانیت کا ہے جو کہ تمام جسد کو عام ہوگا اور یہی بناء ہوگی اس کے بقاء کی پس لفظ دیدہ جان دونوں صورتوں کو شامل ہے دنیا میں چشم بصیرت کو اور آخرت میں چشم سر کو باعتبار غلبہ روح کے پس جو شخص دنیا میں دعویٰ رویت کا چشم سر سے کرتا ہے اس کی غلطی کی طرف اشارہ ہو گیا۔

تا مرا عشق تو تعلیم سخن گفتن کرد	خلق راورد زبان مدحت و تحسین من ست
----------------------------------	-----------------------------------

ظاہر ہے کہ عشق و محبت کی باتیں لذت بخش ہوتی ہیں اس لئے ایسی باتوں کا کرنے والا مدوح ہوتا ہے مقصود یہ ہو سکتا ہے کہ جب باتیں ایسی لذیذ ہیں تو خود عشق کیسا لذیذ ہوگا پس اشارہ ہو گیا اس کی ترغیب تحصیل کی طرف۔

دولت فقر خدایا بمن ارزانی دار	کاین کرامت سبب حشمت و تمکین من است
-------------------------------	------------------------------------

مقصود یہ ہے کہ فقر الی اللہ ہی سبب عزت حقیقیہ کا ہے اس کو چھوڑ کر جاہ و ہمہ میں نہ پڑو۔

واعظ شخہ شناس این عظمت گو مفروش	زانکہ منزلگہ سلطان دل مسکین من است
---------------------------------	------------------------------------

مدلول لفظی یہ ہے کہ اے واعظ گو تیری جان پہچان کہ تو ال سے ہے مگر اس بھروسہ تو مغرور مت ہو (عظمت فروختن غرور کردن) کیونکہ مجھ کو سلطان سے قرب ہے۔ اور مقصود معنوی یہ معلوم ہوتا ہے کہ معترض مدعی کو خطاب ہے کہ گو تیرے پاس آلات تقویت اعتراض کے اور ایذا رسانی کے مجتمع ہیں لیکن مجھ کو حق تعالیٰ کے ساتھ معیت اور نسبت ہے تیری مخالفت سے مجھ کو ضرر نہیں ہو سکتا یا تو ظاہراً بھی نہیں یا صرف باطناً نہیں۔ اس میں تعلیم ہوگی اہل ظاہر کو کہ ناحق اہل باطن کے درپے نہ ہونا چاہئے اور ان سے تعرض نہ چاہئے۔

یارب این کعبہ مقصود زیارتگہ کیست	کہ مغیلاں طریقش گل و نسرین من ست
----------------------------------	----------------------------------

مراد زکاف بمعنی کد ام در قولہ کیست مزدور ست زائر نیست۔ و یارب کلمہ ایست کہ ہنگام تحیر گویند یعنی کعبہ مقصود پر پہنچ کر کس کی زیارت اور جلوہ گری ہو رہی ہے کہ اس طریق کے شدائد بھی راحت معلوم ہوتے ہیں۔ اس میں ارشاد ہے کہ محبوب حقیقی کی راہ میں شدائد کو راحت سمجھنا چاہئے کہ ع متاع جان جانان جان دینے پر بھی سستی ہے۔

یار ما باش کہ زیب فلک وزینت دہر	از مہ روی تو و اشک چو پروین من ست
---------------------------------	-----------------------------------

مطلب ظاہری تو یہ ہے کہ عالم کی رونق حسن محبوبان و عشق مجبان سے ہے اس لئے اے محبوب ہمارا یار بنا رہ کہ مجھ سے اور تجھ سے مل کر رونق اور زینت ہے۔ اور مقصود معنوی یہ ہے کہ محبوب حقیقی سے دعا کرتے ہیں کہ میرے حال پر عنایت و توجہ رکھئے آگے اس توجہ کی حکمت بیان کرتے ہیں کہ جیسا حدیث میں آیا ہے کہ قیامت اس وقت آئے گی جب روئے زمین پر اللہ اللہ کہنے والا بھی نہ رہے گا اور اللہ اللہ کہنا موقوف ہے توفیق الہی پر اور توفیق عطا ہوتی ہے اسی کو جس پر عنایت و توجہ ہو پس اس عالم کا بقاء موقوف ہو اور جو ذاکرین پر جو کہ کسی درجہ میں محبت ہیں اور اس کے واسطے سے موقوف ہو عنایت و توجہ حق پر جس کو روی محبوب کہہ سکتے ہیں لان التوجہ صرف الوجہ الی شئی پس اگر آپ مجھ پر متلاً توجہ نہ فرمائیں گے اور توفیق نہ کرو طاعت کی نہ دیں گے تو ذکر مفقود ہو جائے گا اور عالم درہم و برہم ہو جائے گا۔ اور مثلاً اس لئے بڑھا دیا کہ کسی شخص خاص کے ذکر و طاعت پر توقف کا بیان کرنا مقصود نہیں پس

اس بنا پر مناسب ہے کہ مطلق طالبین کے لئے دعا کرنا مقصود ہو اور بیان حکمت سے مقصود تعلیم حکمت نہیں۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً بلکہ موکد کرنا ہے مضمون دعا کو جیسا حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں غلبہ مومنین کیلئے جب دعا فرمائی تو اس کی وجہ میں یہ فرمایا اللھم انک ان لم تشأ لم تعبد بعد اور فرمایا اللھم ان تھلک هذه العصابة لم تعبد ونحو ذلک خوب سمجھ لو۔ اور لفظ اس کے جو کسی درجہ میں موہم و موحش ہیں مقام ادلال پر محمول کر لینے سے اس ایہام و ایحاش کا تدارک ہو سکتا ہے۔

کہ لبش جرعہ کشی خسرو شیرین من ست

حافظ از حشمت پرویز دگر قصہ مخوان

یعنی اہل دنیا کی حشمت و شوکت کو کیا بیان کرتے ہو ان کی عزت اہل اللہ کی عزت کے سامنے ادنیٰ درجہ کی ہے کا لختاج بالنسبۃ الی المحتاج الیہ۔ اور خسرو اور پرویز ایک ہی شخص ہے۔ اور خسرو اور شیرین یا تو موصوف و صفت ہے پس شیرین بمعنی لغوی ہوگا یا مضاف و مضاف الیہ ہے پس شیرین سے مراد محبوب حقیقی ہوگا اور خسرو سے مراد دونوں صورت میں اللہ والے ہیں جو شیرین بھی ہیں اور ایک حقیقی شیرین کے ساتھ منتسب بھی ہیں۔

## غزل

وی مرغ بہشتی کہ دبد دانہ و آبت

ای شاہد قدسی کہ کشد بند نقابت

اس غزل کے اکثر اشعار میں تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ناصحانہ خطاب کسی ایسے شخص کو ہے جو ان سے چھوٹا ہے اور ان کا محبوب ہے جیسا مشہور ہے کہ اپنی بیوی کو فہمائش کرتے ہیں جو آزرده ہو کر میکہ میں چلی گئی تھی پھر بعد اس فہمائش کے وہ آگئی مگر شعر ثانی کو ظاہر الفاظ کے اعتبار سے اس فہمائش سے خارج کہنا چاہئے۔ یا اور کوئی مسترشد مخاطب ہو جو طریق رشد سے منحرف ہو اور حافظ براہ شفقت اس کا راہ پر لانا چاہتے ہوں بہر حال اس میں اشارہ ہوگا کہ مرشد کو استغناء میں غلو نہ چاہے جہاں ارشاد نافع ہونے کی امید ہو دلجوئی سے گو وہ نیاز مندی کے مرتبہ میں پہنچ جائے کام لینا چاہئے اور بعض اشعار دوسرے مضامین کے بھی ہیں پس اس شعر اول میں اپنے کسی عزیز کو بعنوان خاص خطاب

ہے یعنی اس کی روح کو کہ حقیقت انسانیہ ہے خطاب فرماتے ہیں کہ اے عالم قدس (یعنی عالم ارواح) کے شاہد (یعنی محبوب کیونکہ حقیقت انسانیہ بوجہ مقصود اعظم بالخلق ہونے کی فی نفسہ احب الخلق ہے یا احب الی الخلق ہے۔ یا شاہد بمعنی حاضر لیا جائے کیونکہ روح ظاہر ہے کہ عالم ارواح میں حاضر تھی۔ اسی طرح مرغ بہشتی بھی اسی کو کہا خواہ باعتبار مبداء کے پس بہشت سے مراد عالم قدس ہوگا یا اس اعتبار سے کہ آدم علیہ السلام بہشت میں رہے تھے اور سب ذریت ان کے وجود میں مندرج تھیں اور خواہ باعتبار معاد کے کہ حدیث سے مؤمنین کی ارواح کا قنادیل عرش میں رہنا اور جنت میں جہاں چاہیں کھاتے پیتے پھرنا ثابت ہے رواہ السیوطی فی شرح الصدور اور اصل صفت روح کی ایمان ہی ہے اگر عوارض نہ ہوں تو مؤمن ہی رہے اس لئے اس عنوان سے خطاب مطلق روح کو بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ پس ان عنوانات سے خطاب فرماتے ہیں کہ تو جو قید جسم میں مقید ہو کر اپنے مقراصلی سے جدا ہو گیا ہے اور یہ جسم بمنزلہ حجاب و نقاب کے ہو گیا ہے اور اس کی تقید مثل بند کے ہو گئی ہے تو یہ تو سوچ کہ تیرے اس بند نقاب کو کون کھولے گا اور اس قید سے کون رہائی دے گا اور بعد رہائی کے آب و دانہ یعنی نعمتیں عالم آخرت کی تجھ کو کون دے گا اور ظاہر ہے کہ وہ رہائی دینے والا اور آب و دانہ دینے والا حق تعالیٰ ہی ہے پس مطلب یہ ہوا کہ جب وہ ایسا منعم و محسن ہے تو تجھ کو چاہئے کہ اسکی طاعت و ذکر میں مشغول ہو اور خلاف رشد کام کرنے سے باز رہے۔ وهو یقارب قول الجامی۔

توئی آن دست پرور مرغ گستاخ	کہ بودت آشیان بیرون ازین کاخ
چرازان آشیان بیگانہ گشتی	چو دونان چغداین ویرانہ گشتی

هذا ما القى في قلبي وللآخرين اقوال اخر لا تنسفي ولا تكفي والله اعلم.

خوابم بشداز دیدہ درین فکر جگر سوز	کاغوش کہ شد منزل آسائش و خوابت
-----------------------------------	--------------------------------

یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ غایت شفقت سے اس عزیز کو فرماتے ہیں کہ اس فکر میں میری راحت جاتی رہی کہ اپنے محبوب حقیقی سے بعد اختیار کر کے کس کا قرب اختیار کیا ہے مطلب ہے کہ شیطان کا قرب اختیار کیا ہے جو کہ عدو مبین ہے و ہذا کقول السعدی۔ ع بین کہ

از کہ گسستی و با کہ پیوستی اور اس توجیہ پر زوجہ کا بھی مخاطب ہونا بلا اعتبار ہو سکتا ہے اور آغوش مضاف ہے کلمہ کاف کی طرف جو بمعنی کد ام ہے۔

درویش نمی برسی و ترسم کہ نباشد	اندیشہ آمرزش و پروای ثوابت
--------------------------------	----------------------------

اس میں بھی اسی عزیز کو نصیحت ہے کہ تم غیر جنس کی صحبت میں پڑ کر درویشوں سے جو تمہارے ناصح ہیں بھو اے الحق مر بھا گئے لگے ہو مجھ کو یہ خوف ہے کہ کبھی غفلت بڑھتے بڑھتے نوبت یہاں تک نہ پہنچ جائے کہ مغفرت اور ثواب سے بھی استغناء ہو جائے یعنی فکر آخرت دل سے نکل جائے اس میں اشارہ اس مسئلہ کی طرف ہے جو اہل طریق نے فرمایا ہے کہ اس راہ کی لغزش کے سات درجے ہیں۔ اعراض۔ حجاب۔ تقاض۔ سلب مزید۔ سلب قدیم۔ تسلی۔ عداوت اول اعراض ہوتا ہے اگر معذرت و توبہ نہ کی حجاب ہو گیا اگر پھر بھی اصرار رہا تقاض ہو گیا اگر اب بھی استغفار نہ کیا تو عبادت میں ایک زائد کیفیت ذوق و شوق کی تھی وہ سلب ہو گئی یہ سلب مزید ہے اگر اب بھی اپنی بیہودگی نہ چھوڑی تو جو راحت و حلاوت کہ زیادتی کے قبل اصل عبادت میں تھی وہ بھی سلب ہو گئی اس کو سلب قدیم کہتے ہیں اگر اس پر بھی توبہ میں تقصیر کی تو جدائی کو دل گوارہ کرنے لگا یہ تسلی ہے اگر اب بھی وہی غفلت رہی تو محبت مبدل بعداوت ہو گئی نعوذ باللہ منہا کذافی فوائد الفواد اور شعر ہذا میں غالباً مرتبہ تسلی کا مراد ہے۔

راہ دل عشاق زد آن چشم خمباری	پیدا ست ازیں شیوہ کہ مست ست شرابت
------------------------------	-----------------------------------

مراد از مست مست کنندہ مبالغہ مست گفتہ کما قال الشاعر۔ تحیہ پنم ضرب و جمع۔ راہ زدن بیقرار ساختن و جمعیت عشاق برائے جنس مست مراد ذات خود۔ اس عزیز کو فرماتے ہیں کہ میں تیری جدائی میں بیقرار ہوں بیشک تیری شراب یعنی آنکھیں کہ پر خمار ہیں مست کنندہ ہیں۔ اشارہ اس طرف ہے کہ بعض اوقات اپنی محبت کا ظاہر کر دینا مخاطب کو متوجہ کر دیتا ہے سوا اگر نصیحت میں اس کی ضرورت ہو تو ایسا کیا جائے رہا یہ کہ اہل حقیقت کو مجازی محبت کب ہوتی ہے جواب اس کا اس ردیف التاء کی غزل نیم آن سیہ چردہ کہ شیرینی عالم با دوست الخ کی شرح دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔

تیرے کہ زوی بردلم از غمزه خطارفت	تاباز چہ اندیشہ کندرای صوابت
----------------------------------	------------------------------

یعنی تو نے جو مجھ سے جدائی اختیار کر کے یہ سمجھا تھا کہ یہ مسخر محبت ہے میری محبت میں اپنے طریق رشد کو چھوڑ دے گا وہ خیال تو غلط نکلا اور نشانہ خالی گیا اب دیکھیں کہ آئندہ کے لئے کیا تجویز کیا جاتا ہے اور صواب کہنا تالیف قلب کے لئے ہے۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ محبت حق تعالیٰ کی سب محبوبوں کی محبت پر غالب رہنا چاہئے اور یہی غلبہ دلیل ہے اس کی کہ یہ شخص محبت حق تعالیٰ ہی کا ہے اور دوسروں پر محض رحمت ہے اکابر پر یہی خیال کرنا چاہئے۔

ہرنالہ و فریاد کہ کردم نہ شنیدی	پیدا است نگارا کہ بلندست جنابت
---------------------------------	--------------------------------

اس میں بھی اس عزیز محبوب کو خطاب ہے کہ میں نے تیری نصیحت میں کتنا شور و غل مچایا مگر تو نے ایک نہ سنی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی شان بڑی عالی ہو گئی ہے کہ کسی کی سماعت ہی نہیں ہوتی۔ یہ بطور عتاب کے کہا گیا جیسے اس طرح کے موقع پر بولا کرتے ہیں کہ اب تو آپ کا دماغ آسمان پر پہنچ گیا ہے کسی کی رسائی ہی نہیں ہوتی۔

ای قصر دل افروز کہ منزلگہ انسی	یا رب نکلند آفت ایام خرابت
--------------------------------	----------------------------

اس میں اس عزیز محبوب کو دعا ہے اس طور سے کہ اس کے گھر کو دعا دیتے ہیں جس طرح اس شعر عربی میں۔

ان المروۃ والسماحة والذمری	فی قبة ضربت علی ابن الحشرج
----------------------------	----------------------------

یعنی اے قصر دل افروز جو کہ منزلگاہ انس ہے خدا کرے آفت زمانہ تجھ کو ویران نہ کرے یعنی ہمیشہ آباد رہے اور اس میں اس عزیز کو یہ دعا ہے کہ خدا اس کی اصلاح کرے کیونکہ گھر کی حقیقی آبادی یہی ہے کہ اس کا بسنے والا صالح الاحوال ہو ورنہ معنی وہ ویران ہے جیسا حدیث میں ہے مساجدہم عامرة وھی خراب۔ خوب سمجھ لو۔

دورست سرآب درین بادیہ ہشدار	تاغول بیابان نفرید بسزابت
-----------------------------	---------------------------

یہ دوسرے مضمون کا شعر ہے اس میں سالک کو تنبیہ ہے کہ ابتدائی یا توسط کی کیفیات پر مغرور نہ ہو جائے اور اپنے کو کامل اور اصل نہ سمجھ جائے کیونکہ وہ امور مقصود نہیں ہوتے گو مشابہ

مقصود کے ہوں جس قدر سراب کہ مشابہ آب کے ہوتا ہے آب نہیں ہوتا پس فرماتے ہیں کہ پانی کا کنارہ ابھی دور ہے ہوشیار رہنا کبھی شیطان تم کو سراب سے دھوکہ نہ دے۔ اور ممکن ہے کہ اسی عزیز کو خطاب ہو شاید کسی قرینہ سے معلوم ہوا ہو کہ وہ کمال کے زعم میں ہادی اور مصلح سے اپنے کو مستغنی سمجھنے لگا ہے اور اس لئے اس نے بے اعتنائی کی ہو اس وجہ سے اس کو یہ نصیحت کی ہو۔

تادرہ پیری بچہ آئین روی اے دل	باری بغلط صرف شد ایام شہادت
-------------------------------	-----------------------------

اس میں نصیحت ہے اپنے نفس کو یا دوسرے شخص کو بطرز قولہ تعالیٰ و مالی لا اعبد الذی فطرنی۔ اور ترغیب ہے تدارک ایام گزشتہ کی۔

حافظ نہ غلامیست کہ از خواجہ گریزد	لطفے کن و باز آ کہ خرابم ز عتابت
-----------------------------------	----------------------------------

یا تو اس میں خطاب ہے محبوب حقیقی کو جیسا غلام اور خواجہ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے یعنی میں اب اس در پر آ پڑا ہوں ٹلنے والا نہیں میرے حال پر کرم فرمائیے میں آپ کے عتاب سے جس کی علامت قبض کی نوع خاص ہے پریشان ہوں اس کو دور کیجئے۔ اور یا اسی عزیز کو خطاب ہے اور خواجہ اور غلام غایت ملاطفت و انکسار سے کہہ دیا واللہ اعلم۔

## غزل

باغ مراچہ حاجت سرو صنوبر ست	شمشاد سایہ پرور ما از کہ کمتر ست
-----------------------------	----------------------------------

سرو صنوبر قسمی از سرو و شمشاد قسمی از سرو۔ سایہ پرور ناز پروردہ۔ اقرب یہ ہے کہ اس میں جواب ہے اس شخص کا جو ان کو کسی دوسرے مرشد کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہمارا مرشد کس سے کم ہے جو ہم کو دوسرے کی حاجت ہو۔ اس میں اشارہ ہوگا مسئلہ وحدت مطلب کی طرف اور سایہ پرور سے ممکن ہے کہ اشارہ ہو مرشد کے صاحب تمکین ہونے کی طرف کیونکہ تمکین میں سکون ہوتا ہے جیسے سایہ میں سکون ہوتا ہے بخلاف دھوپ کے کہ اس میں تیزی و حرارت ہوتی ہے۔ اور ترکیب از کہ کمتر ست گو موضوع ہے نفی کمی کے لئے مگر عرفاً مستعمل ہے اثبات زیادت کے لئے جیسے قرآن مجید میں ترکیب و من اظلم موضوع ہے نفی زیادت کے لئے مگر مستعمل ہے اثبات کمی کے لئے یعنی اس مذکور سے اور سب ظالم کم ہیں۔



ای نازنین پسر تو چہ مذہب گرفتہ	کت خون ما حلال تراز شیر مادرست
--------------------------------	--------------------------------

اگر اس کو شاعرانہ مضمون کہا جائے تو محبوب مجازی پر محمول کرنے سے بتکلف معنی درست ہو جائیں گے اور اگر صوفیانہ مضمون کہا جائے تو بہتر ہے کہ اس کا مخاطب ناصح کو کہا جائے جس طرح اوپر کے شعر میں بھی ناصح ہی مخاطب تھا۔ اور نازنین پسر بطور استہزاء کے کہا گیا تقریر یہ ہوگی کہ میاں صاحبزادے تم نے ہماری جان کیوں کھا رکھی ہے اور ہمارے خون کے کیوں پیسا سے ہو رہے ہو اور کیوں ہمارے پیچھے پڑے ہو ہم راہ محبت میں تمہاری نہ سنیں گے اور اپنے پیر کو نہ چھوڑنا بھی اس عموم میں داخل ہے۔

چون نقش غم زدور بہ بنی شراب خواہ	تشخیص کردہ ایم و مداوا مقررست
----------------------------------	-------------------------------

یعنی جب غم و الم کے آثار معلوم ہونے لگیں گو پاس نہ آئے ہوں اور پاس آنے پر تو بدرجہ اولے اس وقت شراب عشق سے اس کا علاج کرو کہ یہی تدبیر متعین ہے ہم تشخیص کر چکے ہیں۔ غم و الم سے مراد دنیوی غم بھی ہو سکتے ہیں اور وساوس و خطرات بھی اور ترک دنیا کے ساتھ توجہ الی اللہ اور ذکر و فکر دونوں کا علاج مجرب ہے۔

یک قصہ بیش نیست غم عشق و این عجب	از ہر کسے کہ می شنوم نامکرست
----------------------------------	------------------------------

تا مقررست :- یعنی غیر معین و ما حاصل معینش آنکہ جدید مختلف است  
یعنی غم عشق کا ہے تو ایک قصہ مگر جس سے سنا جائے جدید مضمون معلوم ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ عشق میں ہر ایک کو جدا حالات پیش آتے ہیں چنانچہ مشاہد ہے۔ اور اس میں تعلیم ہے اس کی کہ ایک حال والے کو دوسرے حال والے پر انکار نہ چاہئے۔

از آستان پیر مغان سرچرا کشم	دولت درین سراو کشالیش درین درست
-----------------------------	---------------------------------

یعنی مرشد سے کیوں اعراض کروں جبکہ دولت و کشود باطنی کا مدار وہی ہے۔ یہ بھی شعر اول سے متقارب المعنی ہے۔

دی وعدہ داد و صلعم و در سر شراب داشت	امروز تا چہ گوید و بازش چہ در سرست
--------------------------------------	------------------------------------

اس کو محبوب حقیقی کے معاملہ پر محمول کرنا بعید بلکہ ممنوع ہے کہ اس میں صریح احتمال بد اور

خلف وعدہ کا مذکور ہے گو شرح نے اسکو اختیار کیا ہے چنانچہ کہا ہے درمیشاق معشوق حقیقی مارا وعدہ وصل داد در حالیکہ عشق داشت چنانچہ در حدیث قدسی آمد و کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف امروز معلوم نیست کہ ارادہ او چیست آیا مارا بیدار خود فائز میگرداند یا نہ چرا کہ سعادت و شقاوت با اختیار اوست سبحانہ و اہل سعادت فائز بیدار و اہل شقاوت محروم از ان معلوم نیست کہ مارا امروز ای درین نشاۃ عنصریہ از اہل سعادت میکند یا از اہل شقاوت فافہم اھ اس لئے سہل یہ ہے کہ محبوب مجازی کی شکایت پر محمول کر لیا جائے یعنی اول تو مجھ سے وعدہ وصل کر لیا تھا خدا جانے اس وقت کس نشہ میں تھا مگر اس کا اعتبار نہیں آج کیا دماغ میں سما یا ہوا ہو وہ ایفاء کرے یا نہ کرے اور کیا کہہ اٹھے اور ممکن ہے کہ جس ناصح کو او پر کے اشعار میں خطاب ہے وہ کسی شیخ دنیا دار کی طرف بلا تا ہو اس لئے اس شعر میں ایسے دنیا داروں کی مذمت کرتے ہوں کہ یہ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے کسی مطلب یعنی مال و جاہ وغیرہ کا نشہ دماغ میں سما جاتا ہے تو جھوٹے جھوٹے وعدے تعلیم و تلقین و تکمیل و تربیت کے کرتے ہیں مگر وہاں تو کچھ ہے ہی نہیں اس لئے اپنا مطلب نکال کر آ رہے بلے بتلاتے ہیں اور لطف و دلجوئی کے خیالات کو بدل ڈالتے ہیں ۔

ما آبروی فقر و قناعت نے نئے بریم	بابا دشنہ بگوی کہ روزی مقدرست
----------------------------------	-------------------------------

مطلب ظاہر ہے اس میں تعلیم ہے قناعت و توکل کی۔ بدرالشروح میں منقول ہے در لطائف الطوائف آوردہ کہ بادشاہ آن عصر حافظ را طلب کرد حضرت ہمین بیت نوشتہ فرستاد و خود نرہند۔ یہ حکایت حافظ کی بزرگی کی صاف دلیل ہے ۔

شیراز آب رکنی و آن بادخوش نسیم	عمپش مکن کہ خال رخ خفت کشورست
--------------------------------	-------------------------------

آب رکنی رکن آباد کہ چشمہ ایست در شیراز مقصود ظاہر آمدح ہے شیراز کی اور بتاویل بعید کہا جاسکتا ہے کہ اشیاء مذکورہ مصرعہ اولے کا مجموعہ اشارہ ہو قالب عنصری کی طرف اس طرح سے کہ شیراز سے خاک اور آب رکنی سے آب اور بادخوش نسیم سے باد اور چونکہ اکثر کا ذکر بجائے کل کے ہے اس لئے نار کا ذکر نہ کرنا مضربہ ہو۔ مطلب یہ ہوگا کہ اس جسد کی تحقیر مت

کرو کہ نعت کشور کی یہ زینت ہے کیونکہ عالم لطیف میں روح انسانی اور عالم کثیف میں جسد انسانی اشرف المخلوقات و مقصودا عظیم ہے اس لئے ارشاد ہے لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم اور ارشاد ہے صور کم فاحسن صور کم یہ تو شرف باعتبار ذات کے ہے اور شرف باعتبار رعایت کے یہ ہے کہ مقصود اصلی روح کے لئے ترقی حاصل کرنا ہے اور وہ موقوف ہے عبادت پر اور بعض انواع ترقی کے بعض ایسی عبادات سے وابستہ ہیں کہ ان عبادات کا صدور موقوف ہے تعلق جسد پر مثل صوم و صلوٰۃ و نحو ذلک یہ فائدہ بدون تعلق جسد عنصری کے حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے جسد کی حفاظت و صحت کی رعایت خود مسنون ہے کہ ان لجسدک علیک حقاً۔ اور مجاہدہ و اتعاب نفس میں بھی مصالح ہیں مگر جبکہ اعتدال کے ساتھ ہو پس ہمیں بعض لوگوں کی غلطی کی طرف اشارہ ہو جائے گا جو مشقت نفس میں غلو کرتے ہیں۔

فرق ست ذآب خضر کہ ظلمات جای اوست	تا آب ما کہ منبعش اللہ اکبر ست
----------------------------------	--------------------------------

اللہ اکبر چشمہ ایست در شیراز کہ از میان کوہ برآید ہر کہ آنرا بیند بے اختیار گوید اللہ اکبر۔ اس میں بھی ظاہر مدح ہے شیراز کی مبالغہ کے ساتھ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مقصود ترجیح بیان کرنا ہو حیات قلب کی حیات بدن پر۔ اور آب خضر کی اضافہ محض ادنی ملا بستہ کے لئے پتہ کے طور پر ہے یہ نہیں کہ اس اضافہ کو مرجوحیت میں کچھ دخل ہوتا کہ ایہام تحقیر کا شبہ ہو چونکہ آب حیات کا لقب آب خضر ہو گیا ہے اس لئے مفہوم لقمی کے طور پر تعبیر کر دیا گیا مفہوم اضافی کے طور پر نہیں کیا گیا اور حیات قلب کو آب سے تعبیر کرنا مجازاً ہے کہ جعلنا من الماء کل شیء حی اور اللہ اکبر میں تو یہ ہوگا یعنی ذکر اللہ سے جو حیات حاصل ہوتی ہے۔ اور ظلمات جای اوست میں اشارہ لطیفہ ہے کہ حیات دنیا کی کتنی ہی طویل ہو بدون ذکر اللہ کے مجموعہ کدورات و ظلمات ہے۔

در کوی ماشکتہ دلی میزند و بس	بازار خود فروشی ازان سوی دیگر ست
------------------------------	----------------------------------

اس میں عجز و نیاز کا اسباب قرب میں سے اور خود نمائی و تکبر کا اسباب بعد میں سے ہونا مذکور ہے اور یہ ظاہر و معلوم ہے۔

حافظ چہ طرفہ شاخ نباتی ست کلک تو	کش میوہ دلپذیر تر از شہد و شکر ست
----------------------------------	-----------------------------------

اس میں بیان ہے مضامین عشقیہ کے لذت و حلاوت کا کہ حافظ کے قلم سے جو مضامین نکلتے ہیں تو ان کی کلک گویا شاخ نبات ہے۔

## غزل

شگفتہ شد گل حرا و گشت بلبلی مست	صلامی سرخوشی ای صوفیان بادہ پرست
---------------------------------	----------------------------------

چونکہ عرفا گل حرا کی شگفتگی کا اور بلبلی کی مستی کا وقت بادہ نوشی کا موقع ہوتا ہے اس لئے حاصل شعر کا یہ ہے کہ جب انسان کو صحت و فراغ اور اسباب عمل میسر ہوں تو غنیمت سمجھے اور وقت کو ضائع نہ کرے بلکہ اس کو مجاہدہ و ذکر میں مشغول کرے جیسا حدیث میں ہے اغتنم خمسا قبل خمس صحتک قبل سقمک و فراغک قبل شغلک و شبابک قبل ہر مک و غناک قبل فقرک و حیاتک قبل موتک پس تشبیہ مفرد بالمفرد کے تکلف کی حاجت نہیں۔

آساں توبہ کہ در محکمی چوسنگ نمود	بہین کہ جام زجاجی چہ گونہ اش بشکست
----------------------------------	------------------------------------

یہ توبہ معاصی سے نہیں بلکہ توبہ اظہار احوال سے ہے اور عہد اور عزم ہے کتمان کا مطلب یہ کہ جب غلبہ وارد کا ہوتا ہے وہ عہد ٹوٹ جاتا ہے اور یہ حال تو وسط سلوک میں ہوتا ہے۔

بیار بادہ کہ در بارگاہ استغنا	چہ پاسبان و چہ سلطان چہ ہوشیار چہ مست
-------------------------------	---------------------------------------

اس میں تقویت ہے رجاء کی اور ازالہ ہے یاس کا یعنی حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کے لئے امور مذکورہ فی الشعر میں سے نہ کوئی امر شرط ہے نہ مانع جیسا سلاطین دنیا کے درباروں میں ایسے امور پر نظر ہوتی ہے بلکہ بوجہ استغناء کے اس درگاہ میں سب برابر ہیں غریب امیر اور عاقل اور کم عقل

ازین رباط دور چون ضرورت مست رحیل	رواق طاق معیشت چہ سر بلند و چہ پست
----------------------------------	------------------------------------

اس میں تعلیم ہے زہد کی کہ دنیا کے مال و جاہ میں زیادہ منہمک مت ہو گزر ہر طرح ہو جاتی ہے رواق محل طاق ایوان کذافی البدر۔

مقام عیش میرنی شود بے رنج	بلا بکلم بلی بستہ اند روز الست
---------------------------	--------------------------------

اس میں ترغیب و تقویت ہمت ہے مجاہدہ و تحمل شدائد سلوک پر یعنی جب یوم میثاق میں است کے جواب میں ملی کہا تھا جس میں اقرار تھا الوہیت کا تو ابتلاء و امتحان تو اس کے ساتھ ہی وابستہ ہو گیا تھا کیونکہ حکمت امتحان کی یہی ہے کہ یہ شخص اس اقرار پر قائم رہتا ہے یا نہیں۔

کہ نیست است سرانجام ہر کمال کہ ہست

بہ ہست و نیست مر نجان ضمیر خوش میباش

مصرع اول میں ہست و نیست سے مراد مطلق وجود و عدم نہیں بلکہ مرغوبات و نیویہ کا وجود و عدم اور یہی مراد ہے مصرع ثانیہ میں۔ مطلب یہ کہ مال و جاہ وغیرہ کی فکر میں مت پڑو کہ اگر ان میں کمال بھی حاصل ہو گیا پھر اس کا انجام زوال ہی ہے۔ یہ بھی تعلیم ہے زہد کی۔

بباد رفت و از ان خولجہ بیج طرف نہ بست

شکوہ آصفی واسپ بادو منطق طیر

طرف بستن فائدہ حاصل کردن۔ آصف نام وزیر سلیمان علیہ السلام اما اینجا مراد سلیمان علیہ السلام مجازاً و مراد بخولجہ نیز سلیمان علیہ السلام۔ یعنی ان کے پاس حشمت کا کس قدر سامان تھا مگر بالذات وہ ان کے لئے نافع نہ ہو اور بالآخر بوجہ تلبس ذکر و طاعت و آلہ سعی و عمل و دعوت الی اللہ تعالیٰ ہونے کے نافع ہونا حقیقت میں ذکر و طاعت وغیرہ کا نافع ہونا ہے۔ پس گویا یہ شعر متقارب المعنی ہے شعر اول کا۔

ہوا گرفت زمانے ولے بن خاک نشست

ببال و پر مرو از رہ کہ تیر پرتابی

پرتاب مقدار تیر انداختنی۔ اس میں بھی نصیحت ہے کہ دنیا کے مال و جاہ و اسباب عیش پر مغرور مت ہو کہ یہ چند روزہ ہے جس طرح تیر پرتابی تھوڑی دیر ہو میں رہتا ہے پھر آخر خاک میں مل جاؤ گے جس طرح وہ تیر خاک میں گر پڑتا ہے۔

کہ تحفہ سخنت میسیر ند دست بدست

زبان کلک تو حافظ چہ شکر آن گوید

اپنی ذات کو خطاب کرتے ہیں کہ اے حافظ تیرا قلم محبوب کی اس نعمت قبول کا کیا شکر یہ ادا کر سکتا ہے کہ اس کلک کے ترا دیدہ مضامین کو لوگ ہاتھوں ہاتھ لے جاتے ہیں۔ اس میں تعلیم ہے کہ عبد کو چاہئے کہ کسی کمال کو اپنی طرف حقیقہً منسوب نہ سمجھے بلکہ سب کو اس کی عطا جانے۔ و ما بکم من نعمۃ فمن اللہ۔

## غزل

زلف آشفته و خوی کردہ و خندان لب مست	پیر ہن چاک و غزل خوان و صراحی در دست
زرگش عربدہ جوی دل بش افسوس کنان	نیم شب مست بہالین من آبد بنشست
سرفراگوش من آورد باواز حزین	گفت کای عاشق شوریدہ من خوابت ہست
عاشقی را کہ چنین بادہ شب گیرد ہند	کافر عشق بود گر نہ بود بادہ پرست

خوی کردہ عرفناک۔ پیر ہن چاک بیباک۔ افسوس کنان تضر کنان مراد خندان۔ یہ سب اشعار قطع بند ہیں اور مراد ان حالتوں سے سامان و لوازم و وضع محبوبی ہے اسی طرح آواز حزین سے مراد آواز نرم کہ معشوقوں کی آواز ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ نصف شب کے وقت محبوب حقیقی کی طرف سے قلب پر یہ وارد آیا کہ ایسے وقت تو سوتا ہے یہ وقت بادہ شکیبیر یعنی ذکر و مشغولی کا ہے جو شخص اس وقت بھی اس کو اختیار نہ کرے وہ راہ محبت کا حق ضائع کرنے والا ہے۔ پس اس میں تعلیم ہے ترک غفلت اور اشتغال مع اللہ کی اس وقت مبارک من

بروای زاہد و پرورد کشان خوردہ میر	کہ ندادند جز این بخش ہمارو زالست
-----------------------------------	----------------------------------

اکثر زاہدان خشک بعض امور پر جو غلبہ عشق میں اہل حال سے صادر ہو جاتے ہیں طعن و اعتراض کرتے ہیں اس کا جواب دے رہے ہیں اور اس میں ارشاد ہے ترک اعتراض کا اہل حال پر

انچہ اور بخت بہ پیانہ مانوشیدم	اگر از خمر بہشت مست دار از بادہ مست
--------------------------------	-------------------------------------

یہ شعر بھی گویا متمم ہے شعر بالا کا اور پیانہ سے اشارہ مرتبہ استعداد کی طرف ہے اور چونکہ خمر بہشت میں نشہ نہ ہوگا کما قال تعالیٰ لاینزفون اس لئے یہ اشارہ ہے ضبط و انخفا کی طرف جو اہل تمکین کو میسر ہوتا ہے اور بادہ مست سے اشارہ ہے اظہار و جوش و شورش کی طرف جو کہ لازمہ تلوین ہے یعنی جس مرتبہ میں جیسی استعداد ہے وہی حال پیش آئے گا ہمارا اس میں کیا اختیار ہے پھر اعتراض کیا۔

خندہ جام می وزلف گرہ گیر نگار	ای بسا توبہ کہ چون توبہ حافظ بشکست
-------------------------------	------------------------------------

مذکورات مصرعہ اولیٰ سے مراد سامانِ مستی ہے اس کا مطلب بھی مثل شعر بالا کے ہے یعنی میں عزم بھی اخفا کا کرتا ہوں مگر جب اسبابِ مستی مجتمع اور غالب ہوتے ہیں وہ عزم کا عدم ہو جاتا ہے۔

## غزل

کشادِ کارمن اندر کرشمہ ہای تو بست

خدا چو صورت ابروی دل کشای تو بست

اس کا خطاب مرشد کو ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جب تمہاری ذات کو بنایا (اطلاقاً لازم علی الملزوم لان تصویر الحاجبین لازم عادی لجعل الذات) تو میرا کشود کار باطنی تمہارے فیوض کیساتھ وابستہ کیا کیونکہ پہلے سے مقدر تھا کہ فلاں فلاں شخصوں کو ان سے نفع ہوگا۔

زمانہ تا قصب زرکش قبای تو بست

ہزار سرو چمن را بنخاک راہ نشاند

قصب جامہ باشد کہ از کتان و ابریشم بافند کذا فی الغیث۔ و قائل نشانہ زمانہ۔ یعنی جب سے زمانہ نے تمہارے بدن پر لباسِ مشیخت آراستہ کیا ہے ہزاروں سرکشوں کو خاکسار بنا دیا یعنی آپ سے ایسے ایسے لوگوں کی اصلاح ہوئی جن کی اصلاح کی امید ہی نہ تھی اور ایک نسخہ میں ہزار سرو کی جگہ مراد سرو ہے یعنی مجھ کو بھی اور دوسرے سرکشوں کو بھی الخ۔ اور ایک نسخہ میں زرکش کی جگہ زرگسین ہے اس کے معنی ایک شارح نے اس طرح لکھے ہیں نوے از قبا کہ گلہائے زرگس بر و منقش بود۔

سحر گہ آن کہ دل ہر دو در نوای تو بست

مرا و مرغ چمن را از دل بہر آ رام

فاعل بہر آن کہ مراد عشق۔ نوا آواز مراد رطب اللسانی و عذب البیانی۔ و نوا نیز بمعنی گرفتاری و قید آمدہ کذا فی الغیث۔ یعنی سحر گاہ کے وقت تمہارے جس محبت نے تمہاری گویائی یا تمہاری قید میں میرا اور مرغ چمن یعنی دیگر طالبین کا دل پھنسا دیا اس نے ہم کو بے چین کر دیا۔ مقصود بیان کرنا بیقراری کا ہے تاکہ مرشد کو توجہ ہو۔ اور سحر گاہ کی تخصیص اس لئے کہ وہ وقت پھولوں کی شگفتگی کا اور باد صبا کے چلنے کا ہوتا ہے جو کہ پھولوں کی خوشبو کو منتشر کرتی ہے اس وقت مرغ چمن کی بے چینی اور ولولہ کی زیادتی ہوتی ہے پس یہ کنایہ ہے اوقت ظہور کمالات شیخ سے یعنی جب سے آپ کے کمالات کا ظہور ہوا ہے طالبین کا یہ حال ہے۔

نکار ما دل غنچہ بس گرہ بکشود	نسیم صبح جو دل درپے ہوای تو بست
------------------------------	---------------------------------

ہو محبت۔ مطلب لفظی تو یہ ہے کہ نسیم صبح نے جو اپنا دل تیری محبت میں لگایا تو اس میں یہ اثر ہو گیا کہ ہماری اور دل غنچہ کی گرہیں کھول دیں یعنی ہم کو شگفتگی ہوئی اور غنچہ بھی کھل گیا۔ اور معنی مقصود یہ ہو سکتے ہیں کہ آپ کے مخصوصین اور فیض یافتوں سے جو آپ کے کمالات و فیوض کی خبر سنی تو مجھ کو اور دوسرے طالبین کو انشراح ہو اور تردد جو طلب مرشد میں تھا رفع ہو گیا۔

مرا بہ بند تو دوران چرخ راضی کرد	ولی چہ سود کہ سر رشتہ در رضای تو بست
----------------------------------	--------------------------------------

براہ تواضع اپنی کم ہمتی کا بیان کرتے ہیں گو تو میری یہ خوش قسمتی ہے کہ آپ کی گرفتاری محبت و عقیدت پر میں راضی ہو گیا اور آپ کو مرشد تجویز کر لیا مگر مجھ کو اس سے پورا نفع اس لئے نہ ہوا کہ اصل مدار نفع تام کا آپ کی رضا پر ہے اور میں اپنی کم ہمتی سے اس کی تحصیل و تکمیل نہیں کر سکا کیونکہ مرشد کی رضا جب ہوتی ہے کہ جب پوری طور سے مرضیات الہیہ کو اختیار اور نامرضیات سے اجتناب کرے اور افسوس مجھ کو اس کی توفیق نہیں ہوئی اور بست کا فاعل دوران چرخ ہے باسناد مجازی۔

چونافہ ہر دل مسکین من گرہ مفلکن	کہ عہد با سر زلف گرہ کشای تو بست
---------------------------------	----------------------------------

خلاصہ مطلب تو یہ ہے کہ میرے دل کو منقبض اور افسردہ مت کر کیونکہ وہ تجھ پر عاشق ہے اور اپنے عاشق سے ایسا معاملہ نہ کرنا چاہئے۔ اب اس کے ساتھ لطافت شاعری کی غرض سے دل کے انقباض کو گرہ افگندن سے اور اس کے مقابلہ کے لئے زلف کو گرہ کشای سے تعبیر کیا اور نافہ کو خود بھی زلف سے مناسبت ہے پھر بستن کا لانا خود لطف کو بڑھاتا ہے کشادن کے مقابلہ میں۔ اور نافہ سے تشبیہ گرہ افگندن میں شاید اس لئے ہو کہ نافہ خشک ہو کر سمٹ جاتا ہے جیسے کوئی چیز بند ہو گئی ہو یا اس لئے ہو کہ اس میں خون منجمد و منعقد ہو جاتا ہے۔ اور زلف کو گرہ کشای لئے کہا کہ اس کو دیکھ کر عاشق کو انبساط ہوتا ہے۔ اور مرشد کو یہ خطاب اس تقریر سے ہو سکتا ہے کہ آپ اس خادم جان نثار سے بے توجہی نہ کیجئے۔

تو خود حیات دگر بودی ای زمان وصال	خطا نگر کہ دل امید در وفای تو بست
-----------------------------------	-----------------------------------



حیات بخش راحیات گفتن و فاعل وصال رازمان وصال گفتن مجازست و نکتہ در مجاز ثانی آن ست کہ زمانہ در پے وفائی و بد عہدی مشہورست ہچنان محبوب را فرض کردہ کہ وعدہ وصل کردہ خلاف نمودہ پس گویا فاعل وصال نیست بلکہ زمان وصال ست۔ اگر محبوب مجازی مخاطب ہو تو معنی ظاہر ہیں اور اگر مرشد کو خطاب ہو تو کہا جائے گا کہ مرشد کی ظاہری کم تو جہی جو کسی مصلحت سے ہوگی مستر شد اس کی مصلحت نہیں جانتا اس لئے تنگ ہو کر غلبہ حال میں کہتا ہے کہ بس آپ سے اوروں ہی کو نفع ہے ہماری حماقت ہوئی جو آپ سے امید توجہ رکھی اور ایسی تنگی و مغلوبیت میں ایسی بیباکی غنچو ہے۔

ہم از نسیم توروزی کشایشی یابد	چو غنچہ ہر کہ دل خویش در ہوامی تو بست
-------------------------------	---------------------------------------

یہ گویا شعر بالا کا تدارک ہے یعنی جو شخص آپ کے در کو محکم پکڑے رہے گا اور اس ظاہری بے التفاتی سے تنگ ہو کر آپ کا دامن نہ چھوڑے گا کسی نہ کسی دن آپ کے الطاف سے اس کو کشائش باطنی میسر ہو ہی جائے گی پس گویا اس میں نفس کو تسلی دیتے ہیں۔ اور حاصل تشبیہ کا یہ ہے کہ جیسے غنچہ کہ ہوا کا دامن نہیں چھوڑتا آخر وہ ہوا جب نسیم کی کیفیت سے متصف ہوتی ہے اس غنچہ کو شگفتہ کر دیتی ہے۔

زدست جو رتو گفتم ز شہر خواہم رفت	بخندہ گفت برو حافظا کہ پای تو بست
----------------------------------	-----------------------------------

کہ بمعنی کدام مدلول لفظی تو ظاہر ہے۔ مرشد کو خطاب اس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت اگر مجھ سے کچھ کدورت ہو تو فرما دیجئے میں کہیں اور چلا جاؤں چونکہ یہ گمان مستر شد کا غلط تھا اس لئے ان کو اس کی وہم پرستی پر بجائے برہمی کے ہنسی آگئی اور فرمایا کہ بسم اللہ جائیے آپ کو باندھا کس نے۔ مقصود امر فرمانا نہ تھا بلکہ مستر شد کی غلطی کا اس عنوان لطف آمیز سے ظاہر کرنا کہ محبت اس اداہی سے سمجھ سکتا ہے کہ مجھ سے ناخوش نہیں ہیں واللہ اعلم فقط۔

## غزل

ای ہد ہد صبا بسبا می فرستمت	بگر کہ از کجا یکجا می فرستمت
-----------------------------	------------------------------

احقر کے مذاق میں یہ خطاب ہے روح کو اس کو محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہونے کی

ترغیب دیتے ہیں کہ میں تو تجھ کو دیا محبوب کی طرف متوجہ کرتا ہوں دیکھ تو کہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف متوجہ کرتا ہوں اس کے قبول کرنے میں تجھ کو ذرا پس و پیش نہ چاہئے۔ اور صبا سے تشبیہ اس اعتبار سے دی کہ صبا مبلغ ہوتی ہے روائح کی اسی طرح روح عالم قدس کے ساتھ مناسبت پیدا کر کے مورد ہوتی ہے واردات و فحاشات غیبیہ کی اور اسی بنا پر ہد ہد کہا۔ اور اضافت ہد ہد کی صبا کی طرف ایسی ہے جیسے لیلین الماء میں۔

حیف ست طائرِی تو در خاکدان دہر	زیجا آشیان وفا می فرستمت
--------------------------------	--------------------------

یعنی تو طائر عالم قدس ہو کر اس خاکدان میں پھنس رہا ہے حیف کی بات ہے میں اس عالم پر جفا سے تجھ کو آشیان وفا کی طرف کہ عالم علوی ہے متوجہ کرتا ہوں و ہذا کما قال الجائی۔

توئی آن دست پرور مرع گستاخ	کہ بودت آشیان بیرون ازین کاخ
چو ازان آشیان بیگانہ گشتی	چو دونان چغد این ویرانہ گشتی

## قال

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست	می بینمت عیان و دعا می فرستمت
---------------------------------	-------------------------------

می فرستمت یعنی میفرستم نزدیک تو۔ یہ خطاب ہے محبوب حقیقی کو یعنی آپ کی راہ محبت میں قرب و بعد متعارف نہیں کیونکہ وہ خواص اجسام سے ہے اور آپ اس سے منزہ ہیں میں باوجود آپ کے باطن ہونے کے چونکہ آپ ظاہر بھی ہیں اس لئے عیاناً آپ کو دیکھتا ہوں پس ایک بعد معنوی کہ خفاء ہے ذات کا دوسرے قرب معنوی سے کہ بواسطہ افعال و مصنوعات کے ظہور ہے صفات کا حاجب اور مانع نہیں اس تجلی افعالی کو عیان دیدن سے تعبیر کر دیا فلم یبق فیہ اشکال۔ اور اس معائنہ کی حالت میں آپ کے حضور میں دعائیں یعنی اپنی حاجت کے لئے التجائیں پیش کر رہا ہوں کیونکہ حق دعا اس غلبہ استحضار ہی سے میسر ہوتا ہے۔ اور یاد دعا سے مراد مطلق نداء اور یاد اور یا اس سے مراد مطلق ثنا و انقیاد کما قیل فی تفسیر الدعاء فی السجود الوارد فی الحدیث ع ان الشاء علی الکریم دعاء۔ بہر حال یہ اشکال مندفع ہو گیا جو ظاہر میں متوہم ہوتا ہے کہ محبوب حقیقی کو دعا کی کیا

حاجت ہے اور منشاء اس اشکال کا صرف یہ ہوا کہ دعا کو بالمعنی المتعارف لیا اور اس میں بلا دلیل قید لگائی <sup>للمحبوب</sup> کی خوب سمجھ لیا جائے۔

ہر صبح و شام قافلہ از دعای خیر	در صحبت شمال و صبا می فرستمت
--------------------------------	------------------------------

شمال بادیکہ از شمال در آید و آن بر قول اطباء بادیت موافق مزاج آدمی۔ و صبا بادیکہ از مشرق و زد و آن مشہورست۔ اگر اس کو مجاز پر محمول نہ کیا جائے تو احقر کے مذاق میں اقرب یہ ہے کہ شمال و صبا سے مراد ملائکہ ہوں جو حسب حدیث صبح و شام علی سبیل التعاقب آتے جاتے ہیں اور وہ اعمال لے جا کر پیش کرتے ہیں اور دعا میں وہی توجیہات ہوں جو اس سے اوپر کے شعر میں گزرے ہیں اور مقصود اس حکایت سے دوسروں کو ترغیب دینا ہو کثرت طاعت و ذکر کی۔

در روی خود تفریح صنع خدای کن	کاینہ خدای نمای فرستمت
------------------------------	------------------------

اس میں خطاب ہے طالب حق کو کہ مصنوعات میں عموماً اور اپنی ذات میں خصوصاً غور و فکر تفکر کرو کہ صانع کی معرفت ہو میں تجھ کو اس آئینہ نما خدا کا پتا بتلاتا ہوں اس پتہ بتلانے کو می فرستم سے تعبیر کر دیا قال اللہ تعالیٰ سنریہم ایتنافی الافاق و فی انفسہم اور ذات انسانی کی خصوصیت ہی کی وجہ سے اکابر طریقت نے فرمایا ہے من عرف نفسه فقد عرف ربه اور اس قول کو مسئلہ وحدۃ الوجود سے کوئی مس نہیں جیسا اکثروں کا مزعوم و موہوم ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ اپنے نفس کے اندر جو تقلبات و تلوینات و تصرفات الہیہ عجیب و غریب نظر غائر سے مشاہدہ کئے جائیں جو کہ اور مصنوعات کی تصرفات متعلقہ سے ممتاز ہیں تو زیادہ معرفت صانع کی ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ پس اس میں تعلیم ہے طریق ترقی معرفت کی۔

تا لشکر غمت نکند ملک دل خراب	جان عزیز خود بقد امی فرستمت
------------------------------	-----------------------------

قاعدہ ہے کہ بعضی مشقت و مصیبت سے بچنے کے لئے آدمی کچھ فدیہ و معاوضہ خرچ کیا کرتا ہے پس اسی بنا پر محبوب حقیقی سے خطاب کرتے ہیں کہ میں نے اپنی جان عزیز فدیہ میں اس لئے پیش کر دی ہے تاکہ پھر آپ کا لشکر غم میرے ملک دل پر تاخت و تاراج کر کے ویران

نہ کرے۔ اور لشکرِ غم سے مراد بعد و سخط ہے۔ اس میں تنبیہ و تعلیم اس امر کی ہے کہ نفس پروری و خودداری اصل ہے معاصی کی جس پر بعد و سخط مرتب ہوتا ہے اور تفویض و تسلیم سے قرب و رضا حاصل ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم الخ۔ پس اپنی جان کو جان نہ سمجھے اور اس کے مشہیات غیر مشروعہ سے بچے پھر نہ دنیا میں اس کو ضیق و ضنک پیش آتا ہے اور نہ آخرت میں وہ عذاب ہجران میں مبتلا ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ من عمل صالحا من ذکرا و انثی و هو مؤمن فلنحییہ حیوۃ طیبۃ و لنجزینہم الخ۔ وقال تعالیٰ و من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا و نحشرہ یوم القیامۃ اعمی۔

ہر دم غمی فرست مراد بگویناز	کاین تحفہ از برای خدای فرستمت
-----------------------------	-------------------------------

اس میں اظہار ہے رضا بالقضا کا یعنی جو امر ناگوار نفس کہ غم سے یہی مراد ہے مجھ کو پیش آئے اے محبوب میں اس پر راضی ہوں اور جب آپ کی رضا اس میں پاؤں تو اس میں طلب مزید کرتا ہوں آپ اور بھیجئے۔ اور اس میں تعلیم ہے طالب کو کہ سلوک کے تشویشات و صعوبات مثل قبض و غیرہ سے دلگیر اور تنگ نہ ہونا چاہئے بلکہ چونکہ اس میں مصلحتیں ہوتی ہیں اسکو تحفہ سمجھنا چاہئے۔

ای غائب از نظر کہ شدی ہمنشین دل	میگویمت دعا و شامی فرستمت
---------------------------------	---------------------------

غائب از نظر ہونا محبوب حقیقی کا ظاہر ہے قال الرومی۔ عشق من پیدا و معشوقم نہان۔ اور ہمنشین دل گویا اس حدیث کا ترجمہ ہے انا جلیس من ذکر فی اور دعا کی وہی توجیہ ہے جو غزل کے شعر ثالث کی شرح میں گزری اب معنی شعر کے بالکل ظاہر غیر محتاج الی البیان ہیں۔

تا مطربان ز شوق منت آگہی دہند	قول و غزل بساز و نوای فرستمت
-------------------------------	------------------------------

مصرعہ اولے علت ہے اور مصرعہ ثانیہ معلول پس ترتیب کلام میں اول موخر ہے اور ثانی مقدم۔ نو اسرود۔ یعنی اشعار خود موافق ساز و نو امراد این کلمات دلکش و سخنان خوش کہ در رشتہ نظم می آید میفرستمت تا مطربان پیش تو سر ایند و شوق من بر تو اظہار کنند۔ احقر کے مذاق میں اس کی سہل توجیہ یہ ہے کہ محبوب حقیقی کے اشتیاق اور مدح میں جو کلام منظوم کہا جائے ظاہر ہے کہ وہ منظوم ہی کے لباس میں وہاں پیش ہوگا کیونکہ اقوال بعینہا پیش ہوتے ہیں۔

قال تعالیٰ ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید اور ساز و نوا سے مجازاً محض اس کی منظومیت مراد لی جائے اور پیش کرنے والے جو ملائکہ ہیں چونکہ اس وقت وہ کلام منظوم کے حال کی ہیں اس لئے گولفظاً بے ادبی ہے مگر نظراً الی المقصود ان کو مطرب سے تعبیر کر دیا۔ اور آگہی و ہند کے معنی خبر و احکایت کنند لئے جائیں سو اس پر یہ اشکال لازم نہیں آتا کہ حق تعالیٰ تو پہلے ہی آگاہ ہیں اور ایسے مضامین خود حدیثوں میں آئے ہیں مثلاً مجالس ذکر سے جب ملائکہ لوٹ کر جاتے ہیں تو حق تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ بتلاؤ میرے بندے کیا کر رہے ہیں اور پھر وہ عرض کرتے ہیں الخ اس میں بھی تعلیم و ترغیب ہے ذکر الہی کی اور بشارت ہے اس کے مقبول اور معروض ہونے کی نظم ہو یا نثر ہو خلوص سے ہو حدود کے اندر ہو و وحدانیت نظم اوسع من النثر لا یمتد لابل الحال والشوق واللہ تعالیٰ اعلم۔

ساتی بیا کہ ہاتف غنیم بمو وہ گفت	با درد صبر کن کہ دوامی فرستمت
----------------------------------	-------------------------------

قاعدہ ہے کہ خوشی کے وقت ساتی کو بلاتے ہیں اور بادہ نوشی کیا کرتے ہیں پس یا تو ساتی بیا محض اظہار فرح و بشارت ہے جیسے یا بشری اور یا مراد اس سے مرشد ہے اور حاصل یہ ہے کہ مجھ کو ہاتف کے ذریعہ سے محبوب حقیقی کی جانب سے یہ بشارت ملی ہے جو حاصل ہے ان مع العسر یسرا کا چونکہ واردات دقیقہ کی تحقیق و تعبیر اور واردات صریحہ غیر محتاج الی تحقیق کی پوری شرح اور تفصیل میں مرشد ہی کی حاجت ہے اور یہ وارد صریح تھا اس لئے مرشد سے درخواست ہے کہ ذرا ادھر متوجہ ہو جائے یہی معنی ہیں بیا کے اور اس کی زیادہ تفصیل کر دیجئے کہ مسرت افزون ہو اور کمال نعمت پر خوب شکر ادا کروں۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ ان مع العسر یسرا اور اشارہ اس طرف ہے کہ واشکروا انعمۃ اللہ۔

حافظ سرود مجلس ماذکر خیرتست	تجلیل کن کہ اسپ و قبامی فرستمت
-----------------------------	--------------------------------

اس میں خطاب ہے محبوب سے محبت کی طرف خواہ مستقل ہو خواہ تتمہ ہو مقولہ گفت شعر سابق کا اور سرود مجلس ماذکر الخ حاصل ہے اس حدیث کا من ذکرئی فی ملاً ذکرته فی ملاخیر منہم۔ اور اسپ و قبا بھیجنا کنایہ ہے بلانے سے کیونکہ جس کو بلاتے ہیں درباری لباس پہننے کے

لئے اور اس قطع مسافت کے لئے بھیج دیتے ہیں حاصل یہ کہ محبوب نے فرمایا کہ چونکہ تو ہمارے ذکر و طاعت میں رہتا ہے ہماری مجلس میں بھی تیرا ذکر رہتا ہے اب ہم جلد تجھ کو مرتبہ بقراب و وصال تک پہنچانے والے ہیں اور یہی ہے بلانا تو بھی جلدی جلدی اس مرتبہ کی استعداد حاصل کر لے یعنی خوب ذکر و طاعت کر کہ استعداد میں قوت ہو جائے اور اس مرتبہ کی فعلیت میسر ہو۔ اس میں ترغیب کے لئے اشارہ اس طرف ہے کہ طاعت و مجاہدہ پر یہ ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔

## غزل

(در خطاب مرشد کہ وہم بے توجہی او مستر شد رادست داد)

ای غائب از نظر بخدای سپارمت	جانم بسوختی و بدل دوست دارمت
تا دامن کفن نکشم زیر پای خاک	بادرکن کہ دست زد امن بدارمت
گر بایدم شدن سوی ہاروت بابلی	صد گونہ ساحری بکنم تابیار مت
محراب ابروان بنما تا سحر گہے	دست دعا بر آرم و در گردن آرم مت
خواہم کہ پیش میرمت ای بیوفا طبیب	بیار باز پرس کہ در انتظار مت
صد جوی آب بستہ ام از دیدہ ہر کنار	بر بوی تخم مہر کہ در دل بکار مت
میگریم و مرادم ازین چشم اشکبار	تخم محبت است کہ در دل بکار مت
خونم بریز و از غم ہجرم خلاص کن	منت پذیر غمزہ خنجر گزار مت
گردیدہ و دلم کند آہنگ دیگرے	آتش زخم در آن دل و دیدہ بر آرم مت
بارم دہ از کرم بر خود تا بسوز دل	در پات دمبدم گہر از دیدہ بار مت
حافظ شراب و شاہد و رندی نہ وضع تپت	فی الجملہ می کنی و فرومی گزار مت

اگر اس غزل کا مضمون شاعرانہ ہو تو مخاطب محبوب مجازی ہوگا اور کوئی شعر محتاج توجیہ نہ ہوگا اور اگر مضمون محققانہ ہو تو مرشد کو مخاطب قرار دینا سہل ہے۔ مرشد کو مرشد کی کچھ بے

توجہی کا شبہ ہو گیا ہے گو وہ شبہ غلط ہی ہو کیونکہ بعض اوقات جس توجہ کو وہ مطلوب سمجھتا ہے وہ ضروری نہیں ہوتی اور مسترشد و لولہ طلب میں تنگ ہو کر مرشد کی نسبت شکایت آمیز الفاظ کہنے لگتا ہے اس تقدیر پر تاریخی شبہ اس قدر وارد ہوتا ہے کہ حافظ کے کوی مرشد بطریق متعارف نہ تھے صرف مشہور ہے کہ حضرت نجم الدین کبریٰ کے نظر کردہ تھے پھر اس احتمال کی گنجائش کہاں ہے اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اوروں کا حال بیان کر رہے ہیں جو احیاناً پیش آتا ہے اور یہ ذرا بعید ہے کیونکہ اہل حال کو دوسرے کے حال بیان کرنے کی فرصت کہاں وہ اپنے ہی واردات اکثر بیان کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے کہ جن کے نظر کردہ تھے ان ہی کی توجہ باطنی دور سے کبھی کم کبھی زیادہ ہوتی ہو مثل اشراقیین کے اور شاید غائب از نظر اس طرف اشارہ ہو واللہ اعلم۔ پس فرماتے ہیں کہ گو آپ میری نظر سے غائب اور دور ہیں خواہ ظاہراً بھی خواہ باطناً کہ کنایہ ہے بے توجہی سے میں آپ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور گو آپ نے میری جان کو فراق یا بے توجہی سے سوختہ کر دیا مگر میں آپ کو دل سے چاہتا ہوں اور محبت بھی اس درجہ کی ہے کہ مرتے دم تک اس محبت کو نہ چھوڑوں گا اور آپ کے متوجہ اور راضی کرنے کی جہاں تک بن سکے گا ہر طرح کی تدبیریں کروں گا حتیٰ کہ اگر فرضاً ہاروت کے پاس بابل میں جا کر سحر سیکھنا پڑے میں یہ بھی کروں گا (مقصود مبالغہ ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ اگر مرشد کی طرف سے کچھ بے اعتنائی و بے توجہی پیش آئے مرشد کو چاہئے کہ اس کی محبت و اطاعت میں کمی نہ کرے) آگے توجہ کی درخواست ہے کہ ابرو جو مشابہ محراب کے ہے وہ دکھلا دیجئے یعنی میری طرف التفات کیجئے تاکہ کسی سحر گاہ کو تو یہ بات میسر ہو کہ دعاء کے لئے ہاتھ اٹھا کر آپ کی گردن میں ڈال لوں یعنی ثمرات توجہ سے متمتع ہوں (اور اس عنوان سے تعبیر کرنا بمناسبت محراب کے ہے) اور میری توجہ خواہش ہے کہ آپ کے سامنے مرجاؤں یعنی آپ پر فدا ہو جاؤں پس میں ایسا عاشق ہوں تو ایسے عاشق کو بیماری میں تو پوچھ لیجئے کہ میں آپ کے انتظار میں ہوں مقصود وہی ہے کہ امراض باطنی میں مبتلا ہوں ذرا توجہ کیجئے اور طلبیب کہا بوجہ حد اقت فی الکمیل کے اور بیوفا بوجہ بے توجہی کے آگے اپنی بیقراری کا طلب توجہ میں بیان ہے کہ میں نے تمام اطراف و نواحی میں

(کنار طرف) سینکڑوں ندیاں اشک چشم کی قائم کر رکھی ہیں صرف اسی امید پر کہ آپ کے دل میں ترحم پیدا ہو (کنار کی مناسبت جوی سے اور اس کی رعایت سے مہر کو تخم سے تعبیر کرنا ظاہر اللطافہ ہے) آگے اس ہجر سے نجات پانے کی ایک تدبیر تجویز کرتے ہیں کہ میرا بالکل ہی کام تمام کر دیا جائے تاکہ اس ہجر سے نجات ہو میں ایسے غمزہ قتالہ کا جو خنجر کی طرح پار ہو جائے ممنوں ہوں گا۔ یہ یا تو محض اظہار تضریح ہے یا اشارہ اس طرف ہے کہ مجھ کو مقام فنا تک پہنچا دیجئے پھر ہجر سے اس لئے نجات ہو جائے گی کہ فراق فراق ہی معلوم نہ ہوگا کیونکہ جس کو فراق بے توجہی سمجھ رہے ہیں وہ واقع میں تو فراق ہے نہیں بلکہ عین حکمت ہے صرف اس شخص کے اقتضائے طبع کے خلاف ہے سو غلبہ فناء سے مقتضیات طبع خود مغلوب ہو جائیں گے اس لئے وہ فراق فراق نہ معلوم ہوگا آگے تو حید مطلب کا بیان ہے کہ باوجود آپ کی اس بے توجہی کے مجھ کو دوسری طرف التفات نہیں حتیٰ کہ اگر قلب یا چشم کسی طرف التفات کرے تو اس قلب اور چشم کو آگ لگا دوں اور خاکستر کر کے آپ کے سامنے نکال کر رکھوں۔ آگے درخواست ہے کہ مجھ کو اتنا بار تو دید دیجئے کہ آپ کے سامنے اپنے سوز و گریہ کو دل کھول کر ظاہر کر لوں کہ یہ موجب ترحم ہونے کے علاوہ کسی قدر سرمایہ تسلی بھی ہے۔ اور مقطع کا شعر ممکن ہے کہ ساری غزل کے جواب میں بلسان مرشد ہو جس میں بے توجہی و عتاب کی علت اور پھر معذرت پر غفویٰ بشارت بھی ہے اول کا بیان مصرعہ اول میں اور ثانی کا بیان مصرعہ ثانی میں ہے۔ یعنی اے حافظ تم بعض امور مثل اظہار سکرو شطخ خلاف وضع درویشی کے کرتے ہو اس لئے معتوب کئے جاتے ہو کہ اصلاح ہو جائے۔ آگے کہتے ہیں کہ خیر چونکہ گاہ گاہ ایسا ہو جاتا ہے اس لئے چھوڑے دیتا ہوں اور معاف کئے دیتا ہوں فی الجملہ میں اشارہ اس طرف ہے کہ حتیٰ الامکان ضبط کرنا ضروری ہے اور مغلوبیت میں معذوری ہے۔ اور ممکن ہے کہ حافظ درجہ نفس لوامہ میں یہ خطاب اپنے ہی کو کرتے ہوں اور فرو میگد ارمت کا مطلب یہ ہوگا کہ ارتکاب معاصی میں جو سزا سالک اپنے نفس کو دیتا ہے وہ نہیں دیتا ہوں بوجہ عذر کے۔ اس میں اشارہ اس تعلیم کی طرف ہو جائے گا کہ اگر غدر قوی نہ ہو تو شطیاتیات پر سالک کو چاہئے کہ نفس پر عنقوبت کرے۔



بجان خواجہ وحق قدیم و عہد درست	کہ مونس دم صبح دعای دولت تست
--------------------------------	------------------------------

یہاں خواجہ سے مراد خود مخاطب ہی ہے جیسے محاورات میں کہا جاتا ہے کہ سرکار کے سر کی قسم اب اس کی توجیہ کی حاجت نہ رہی کہ غیر اللہ کی قسم کیوں کھائی۔ اور جان سے مراد صفت حیوۃ ہے پس بجان خواجہ ترجمہ ہوا عمر اللہ و حیوۃ اللہ کا اور حقوق البیہ کا قدیم ہونا ظاہر ہے اور عہد درست سے مراد یشاق ربوبیۃ لینا بہتر ہے جو السست ہر بکم الآیہ میں مذکور ہے۔ یعنی میں کلام کو قسم سے مؤکد کر کے کہتا ہوں کہ صبح ہی اٹھتے آپ کی عظمت کا ذکر کرتا ہوں دعاء سے مراد ثنا ہونا پہلے مع توجیہ گزر چکا ہے۔

سرشک من کہ زطوفان نوح دست برد	زلوح سینہ نیارست نقش مہر توشت
-------------------------------	-------------------------------

قاعدہ ہے کہ پانی سے نقش خام دھل جاتا ہے اسی طرح آنسوؤں سے دل کا غبار نکل کر کیفیت قلبیہ ضعیف ہو جاتی ہے خصوصاً جب کثرت سے ہوں مگر کہتے ہیں کہ محبوب کا نقش محبت اس درجہ راسخ ہے کہ باوجود ان مقتضیات ضعف کے اس میں ضعف نہیں ہوا اور زطوفان نوح دست برد یہ مبالغہ شاعرانہ ہے اور حقیقت پر بھی اس اعتبار سے محمول کر سکتے ہیں کہ طوفان نوح تو موقوف ہو گیا تھا اور گریہ محبت جب تک جان میں جان ہے ختم ہی نہیں ہوتا پس خاص لائق عند حد ہونے کی حیثیت سے یہ اس سے فائق ہے۔

بکن معاملہ واین دل شکستہ بخشہ	کہ با شکستگی ارزو بصد ہزار درست
-------------------------------	---------------------------------

درست ضد شکستہ و اشرفی ہر دو معنی صحیح می تو اند شد۔ مطلب یہ کہ گویہ دل شکستہ ہے مگر باوجود شکستگی کے بڑا قیمتی ہے کہ لاکھوں درست چیزوں کے یا لاکھوں اشرفیوں کی برابر ہے اس واسطے اس دل شکستہ کو خرید لو چونکہ حدیث میں انا عند المنکسرة قلوبہم اس لئے اگر خطاب محبوب حقیقی کو ہو تو بطور دعا کے کہتے ہیں کہ میرا قلب ایسا ہی ہے جو آپ کی پسند کے لائق ہے اس لئے آپ حسب وعدہ اس کو لے لیجئے کقول اللہ تعالیٰ ان اللہ اشتری الخ اور وعدہ کی بنا پر دعا کرنا قرآن میں بھی وارد ہے ربنا واننا ما وعدتنا الخ اور اس میں اپنی مدح و قابلیت مقبولیت کا دعویٰ لازم نہیں آتا بلکہ اظہار ہے امتثال و انقیاد کا کہ آپ

کے امر کے موافق شکستہ کر لیا ہے اب آپ قبول فرمائیے۔

كقوله تعالى ربنا اننا سمعنا مناديا ينادى للايمان ان امنوا بربكم فامنا ربنا  
فاغفر لنا ذنوبنا الآیة.

شدم ز عشق تو شیداى کوه و دشت و هنوز	نمی کنی بترحم نطق سلسله ست
-------------------------------------	----------------------------

نطاق کمر بند و گھنڈی کذافی البدر۔ مطلب ظاہر ہے کہ اب تک باوجودیکہ میں نے بہت سی مصیبتیں عشق کی اٹھائیں مگر تو نے رحم نہ کیا اور زنجیر کا بند ڈھیلا نہ کیا۔ اگر محبوب حقیقی مخاطب ہو تو مقصود شکایت نہ ہوگی بلکہ محض تضرع اپنے عجز کی وجہ سے اور ترحم سے مراد مطلق ترحم نہ ہوگا بلکہ ترحم خاص ہوگا جو صاحب قبض کو حالت قبض میں مطلوب ہوتا ہے جس کا حاصل ببط ہے گو عند اللہ اس کی مصلحت کے اعتبار سے حالت موجودہ میں ترحم ہو و ہذہ الارادة للترحم الخاص کارادته فى قوله تعالى. ولو لافضل الله عليكم ورحمته لاتبعتم الشيطان الا قليلا فافهم.

ملا تم بخرابی مکن کہ مرشد عشق	حواتم بخرابات کرد روز تخت
-------------------------------	---------------------------

مرشد بمعنی ہادی مراد اللہ تعالیٰ۔ یعنی یوم المقادیر میں یا اعیان ثابتہ میں میری استعداد کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے میری تربیت کے لئے کیفیت عشقیہ تجویز فرمائی ہے جس کے لئے خرابی بمعنی وارستگی و شورش لازم ہے پس اے وہ شخص جو یہ مذاق نہیں رکھتا تو اس پر مجھ کو ملامت مت کر

دلا طمع مبر از لطف بے نہایت دوست	چولاف عشق زدى سر باز چابک و چست
----------------------------------	---------------------------------

یعنی جب طریق عشق میں قدم رکھا ہے تو سر بازی و جان نثاری سے اندیشہ مت کرو اور اس کے صلہ میں لطف غیر متناہی کے امیدوار ہو کہ فنا کے بعد بقاء موعود لازم ہے۔

زبان مور بر آصف دراز گشت ازان	کہ خولجہ خاتم جم یا وہ کرد و باز نجست
-------------------------------	---------------------------------------

بعض نسخوں میں یہ شعر نہیں ہے اور نہ ہونا ہی زیادہ مناسب ہے کیونکہ توجیہ اس کی محتاج تکلف بعید ہے کیونکہ ظاہر عنوان اس کا موہم ہے کہ کسی قصہ کی طرف اشارہ ہو جس میں آصف نے سلیمان علیہ السلام کی انگشتری گم کر دی ہو مگر کوئی قصہ اس کا منقول نہیں البتہ اس اشارہ سے قطع نظر کر کے اگر مور سے مراد مطلق شخص ضعیف لیا جائے اور آصف سے مراد

خلیفۃ اللہ انسان اور جم سے مراد مستخلف یعنی حق تعالیٰ اور انگشتی سے مراد قلب جو ودیعت ہے حق تعالیٰ کی انسان کے پاس اور محل ہے تجلی اسماء الہیہ کا کہ ہر اسم ان میں اعظم ہے۔ اور یا وہ کردن سے مراد اضاءۃ حق لیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ بعض مخلوق جو کہ باعتبار نوع کے رتبہ میں انسان سے مفضول ہیں جیسے ملائکہ یا آسمان و زمین جو کہ اعمال سیئہ انسانیہ کی گواہی دیں گے اور بعض ملامت بھی کریں گے سو ان مفضولوں کی ملامت وغیرہ اس افضل المخلوقات پر محض اس لئے ہے کہ اس نے قلب کی استعداد ضائع کر دی اور اس سے کام نہ لیا ورنہ مفضول کی کیا مجال تھی افضل پر اطالت لسان کی اور نوع کی قید اس لئے لگائی کہ باعتبار شخصیت کے تو اکثر ملائکہ اکثر انسانوں سے افضل ہیں۔

کہ از دروغ سیر روی گشت صبح نخست

بصدق کوش کہ خورشید ز انداز نفست

اس میں حسن التعلیل کے طور پر استدلال ہے اس پر کہ صدق کا خاصہ ہے نور کا پیدا ہونا مثال اس کی صبح صادق دیکھ لو اور کذب کا خاصہ ہے ظلمت کا پیدا ہونا مثال اس کی صبح اولین یعنی صبح کاذب ہے۔ اور مراد صدق سے صدق معاملہ مع اللہ ہے اور کذب سے مراد سوء معاملہ مع اللہ۔

گناہ باغ چہ باشد چو این گیاه نرست

مرنج حافظ و از دل بران وفا کم جوی

دلبران سے مراد دلبران مجازی اس میں قطع تعلق عما سوی اللہ کے لئے ارشاد ہے خواہ تعلق حب کا ہو یا تعلق رنج کا اور دوسرا مصرعہ مرنج کی دلیل ہے۔ مصرعہ اول کا خلاصہ تعلیم ہے رضا و زہد کی اور مصرعہ ثانیہ تعلیم ہے ایک مسئلہ حقیقت کی۔ حاصل یہ ہوا کہ ماسوی اللہ سے کوئی تعلق نہ رکھو نہ تو وفا کی توقع و طمع کرو اور نہ اس توقع کے خلاف ہونے سے رنج کرو و غرض ادھر التفات ہی نہ کرو اور یہ سمجھو کہ ان کی استعداد مقدر کا یہی مقتضا ہے سو استعداد پر نظر کر کے ان کے گنہگار ہونے پر بھی نظر مت کرو اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی باغ میں گھاس نہ جمے تو باغ کی کیا خطا اس سر زمین کی استعداد ہی ایسی ہوگی اس کا یہ مطلب نہیں کہ ترک وفای واجب میں جو کہ فعل ملکتب ہے گناہ نہیں ہوتا بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس مرتبہ میں ان کو گناہ ہوتا ہے تم اس پر خیال ہی نہ کرو کیونکہ سالک مغلوب المحبت و مشغول الذکر کو اس پر خیال کرنا اپنے کام

سے معطل ہو جانا ہے اور وہ مرتبہ جس میں گناہ کا حکم کیا جاتا ہے مرتبہ شریعت کا ہے سو دوسرے کی مذمت یا اصلاح کے لئے اس پر نظر کرنا کام اہل فتویٰ و مشائخ کا ہے نہ کہ ذاکرین تارکین کا بلکہ اس شخص کو چاہئے کہ نظر حقیقت پر کر کے اس فعل کو مقدر سمجھ کر اس سے بے التفات ہو جائے جیسا فرمایا گیا ہے۔ از خدا دان خلاف دشمن و دوست۔ اور کہا گیا ہے

چون بہ بے رنگی رسی کان داشتی	موسی و فرعون و دارز آشتی
------------------------------	--------------------------

اور بعضے نسخوں میں مصرع ثانی اس طرح ہے۔ گیاه باغ چہ باشد انج اس میں اقنات کلی ہے یعنی جب دلبران مجازی میں عہد کر کے بھی وفا نہیں جو کہ امر واجب تھا تو ان سے ابتداء لطف و کرم کی کیا توقع ہے جو کہ محض مندوب ہے کیونکہ تارک واجب سے فعل مندوب کی جو کہ اس سے بھی اشق ہو کیا امید ہے اور اس کی مثال میں فرماتے ہیں کہ جب اس سر زمین کی ایسی استعداد خراب ہے کہ اس میں معمولی گیاه بھی نہیں جمتی تو گیاه باغ جمنے کی تو کیا توقع ہے کہ اس کے لئے تو زیادہ لطافت کی ضرورت ہے۔ گیاه باغ سے مراد پھول پھلوری اور ترکاری جو عمدہ زمین میں لگائی جاتی ہے کیونکہ معمولی گھاس تو ویسے بھی جم آتی ہے جب زمین ایسی شور ہو کہ اس کے قابل بھی نہ ہو تو گل و لالہ کے قابل تو کب ہوگی۔

## غزل

خلوت گزیدہ را بہ تماشا چہ حاجت است	چون کوی دوست ہست بصر اچہ حاجت است
------------------------------------	-----------------------------------

ترجمہ ظاہر ہے اور مقصود اس سے ارشاد ہے تارکان تعلق کو کہ التفات الی الکثرۃ نہ چاہئے اور اس بے التفاتی کے لئے اس کی ضرورت نہیں کہ بستی چھوڑ کر جنگل میں جا کر رہے بلکہ محض توجہ الی الحق بلا شرکت کافی ہے گو ظاہر اجتماعت میں ہو جس کو خلوت در انجمن کہتے ہیں تنبیہ۔ البتہ اگر کسی کو بدون اختلاط ترک کئے ہوئے تشمت رفع نہ ہو تو اس کے لئے اس کے اہتمام کی بھی ضرورت ہے۔

جانا بجا جتے کہ ترا ہست با خدای	آخردے پیرس کہ مارا چہ حاجت ست
---------------------------------	-------------------------------

ترجمہ ظاہر ہے۔ ممکن ہے کہ مخاطب اس کا مرشد ہو یعنی گو آپ صاحب کمال ہیں مگر

حق تعالیٰ سے تو آپ کو بھی ہر وقت احتیاج ہے اس پر نظر کر کے میری احتیاج کا بھی لحاظ اور اس کا تفقد ضروری ہے۔ یہ خطاب ایسے وقت ہو سکتا ہے جب مسترشد کو مرشد کے استغناء کا وہم غالب ہو جائے اور اسی غلبہ کی بنا پر یہ بیباکی کا عنوان بھی معاف ہے۔

ای بادشاہ حسن خدارا بسوختیم	باری سوال کن کہ گدارا چہ حاجت ست
-----------------------------	----------------------------------

اسہل و اقرب یہ ہے کہ یہ بھی خطاب مرشد کو ہو اور حسن سے مراد حسن باطنی ہو۔ یعنی میں آپ کے استغناء سے سوختہ ہو گیا اب تو تفقد احتیاج ضروری ہے۔

ارباب حاجتیم وزبان سوال نیست	در حضرت کریم تمنا چہ حاجت ست
------------------------------	------------------------------

اس میں اشارہ ہے اس حال کی طرف جس کے غلبہ میں دعا متروک ہو جاتی ہے اور حاصل اس کا دو امر کا غلبہ ہے۔ ایک حق تعالیٰ کی صفت علمیہ کے انکشاف و استحضار کا کہ اس کے اقتضاء سے اظہار حاجت بے سود نظر آتا ہے۔ دوسرے اپنی ناکارگی و نااہلی کے مشاہدہ کا کہ اس کے اقتضاء سے زبان کھولتے ہوئے شرم آتی ہے کما قیل۔ احب مناجاة الحبيب باوجه + ولكن لسان المذنبین کلیل + زبان سوال نیست بمعنی زبان لایق سوال نیست اشارہ ہے امر ثانی کی طرف اور مصرعہ ثانیہ اشارہ ہے امر اول کی طرف اور یہ حال گو محمود ہے لیکن کمال مقصود یہ ہے کہ اس پر بھی دعا کرے اور راز اس کا یہ ہوتا ہے کہ صاحب کمال کی نظر میں ان دونوں امروں کے ساتھ ایک تیسرا امر یہ بھی ہوتا ہے کہ باوجود اس کے حق تعالیٰ کا امر ہے دعا کے لئے اگر حکمت بھی اس کی منکشف نہ ہو تب بھی غلبہ انقیاد و اطاعت یہی دعا کے لئے محرک کافی ہے اور اگر حکمت بھی منکشف ہو جائے تو اور بصیرت بڑھ جاتی ہے اور وہ حکمت اظہار انکسار و افتقار ہے جو کہ عبدیت کا شعبہ عظیمہ ہے چنانچہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا مسلک دعا ہی رہا ہے اور حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو جواب حسبی عن سوالی علمہ بحالی مشہور ہے یا تو وہ روایت تاریخیہ ثابت نہیں اور یا بعد فرض ثبوت یوں کہا جائے کہ اس وقت آپ کو بالخصوص کسی حکمت کی وجہ سے اسی کا امر جزئی ہوا ہو گا پس نصاً یہ اس سے مستثنیٰ ہو گیا والا کلام فی الخصوص نصاً۔

جام جہان نماست ضمیر منیر دوست	اظہار احتیاج خود آنجا چہ حاجت ست
-------------------------------	----------------------------------

اس میں بھی باختلاف عنوان وہی مضمون ہے جو اس سے پہلے والے شعر میں گزرا اور جام جہان نما تعبیر ہے صفت علمیہ سے۔

آن شد کہ بارمنت ملاح بردمی	گوہر چود دست داد بدریا چہ حاجت ست
----------------------------	-----------------------------------

شرح نے غضب کیا ہے کہ ملاح سے مراد مرشد لیا ہے اور تقریر کی ہے کہ بعد وصول الی اللہ کے مرشد کی احتیاج نہیں رہتی اور گو یہ امر بہ تفصیل و شرح خاص صحیح ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ ادب مرشد کی پھر بھی حاجت رہتی ہے ورنہ سب حال و کمال سلب ہو جاتا ہے اور ادب کے اقتضاء سے مرشد باوجود استغناء کے دعویٰ استغناء کا نہیں کر سکتا کہ یہ دعویٰ سخت بے ادبی ہے پھر بے ادبی کے ساتھ خود وہ گوہر بھی فوت ہو جائے گا تو کلام بے معنی ہو جائے گا اس لئے احقر کے مذاق میں مراد دریا سے علوم استدلالیہ ہیں جن میں خوض کر کے گوہر حقیقت تک رسائی ہوتی ہے اور ملاح سے مراد اہل استدلال ہیں مطلب صاف ہے کہ جب حقیقتہً مطلوبہ ذوقاً و مشاہدہً حاصل ہوگئی اب استدلال و اہل استدلال کی کوئی حاجت نہیں رہی۔ فافہم حق الفہم۔

ای مدعی برو کہ مرا باتو کار نیست	احباب حاضرند باعدا چہ حاجت ست
----------------------------------	-------------------------------

اس میں تعلیم ہے اعراض عن المخاصمۃ کی اور ترک صحبت نا جنس کی اور اکتفاء علی صحبۃ الاخوان کی چنانچہ ظاہر ہے

محتاج جنگ نیست گرت قصد خون ماست	چون رخت از آن تست بیغما چہ حاجت ست
---------------------------------	------------------------------------

ضمیر در نیست راجع بہ جان گرفتن کہ مفہوم ست از قول او گرت قصد خون ماست یعنی جو متاع کا مالک ہو اس کو لوٹ مار کی کیا ضرورت ہے وہ ویسے بھی تو لے سکتا ہے تو اگر میری جان لینا ہے تو جنگ اور تکلیف دینے کی کیا حاجت ہے جان لے لیجئے۔ سالک پر جو تجلی جلالی ہوتی ہے بعض اوقات اس سے تنگ ہو جاتا ہے تو ایسے کلام کا صدور طبعاً مستبعد نہیں گو یہ حقیقت کے اس لئے خلاف ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی خاص مصلحت اسی خاص تجلی میں ہو مگر غلبہ حال کی وجہ سے اس کلام میں معذور ہوگا۔

ای عاشق گدا چولب روح بخش یار	میداندت وظیفہ تقاضا چہ حاجت ست
------------------------------	--------------------------------

اس میں بیان ہے کہ کرم محبوب کا اور تسلی ہے طالب کی یا اپنے دل کی اور ت مضاف الیہ وظیفہ کا ہے یعنی تیرا روزینہ معمولہ محبوب کو معلوم ہے تقاضا کی ضرورت نہیں اور داند کی اسناد لب کی طرف یا تو اس لئے ہے کہ وہ روزینہ خود لب میں ہے مثلاً بوسہ بمعنی لطف۔ اور یا اس لئے کہ روزینہ کے لئے حکم لب ہی سے صادر ہوا کرتا ہے۔ اور اس کا حاصل بھی وہی ہے جو دو شعر بالا کا تھا یعنی ارباب حاجتیم الخ اور جام جہان نما الخ۔

حافظ تو ختم کن کہ ہنر خود عیان شود	بامدعی نزاع و محابا چہ حاجت ست
------------------------------------	--------------------------------

اس میں تعلیم ہے اہل حق کو اہل باطل سے کلخپ نہ ہونے کی یعنی تم بات کو ختم کرو مراد بات سے حق بات ہے اس میں اشارہ ہو گیا کہ حق کا اظہار تو کر دیا جائے مگر اس کو ظاہر کر کے کلام کو ختم کر دیا جائے اور ہنر سے مراد اپنا کوئی کمال نہیں بلکہ امر حق مراد ہے حاصل یہ کہ امر حق خود ظاہر ہو جاتا ہے خواہ دنیا ہی میں آثار و برکات سے کما قیل الحق یعلو ولا یعلیٰ اور یا آخرت میں مرنے کے بعد پس کسی سے نزاع و تکرار کی جبکہ وہ محض بے سود ہے کیا ضرورت ہے۔

## غزل

خوشتر ز عیش و صحبت و باغ و بہار چیت	ساقی کجاست گو سبب انتظار چیت
-------------------------------------	------------------------------

قاعدہ ہے کہ جب عیش ہو اور ہم جنسوں کی صحبت ہو اور باغ میں بیٹھے ہوں اور موسم بہار ہو اس وقت اہل نشاط شراب پیا کرتے ہیں اور ساقی سے اس کی درخواست کیا کرتے ہیں پس یہ کلام بطور تمثیل کے ہے کہ جب شراب محبت کا موقع میسر ہے یعنی طالب کو فرصت بھی ہے قوت بھی ہے تو مرشد سے درخواست کرنا چاہئے کہ وہ توجہ و تعلیم طریق محبت و معرفت میں توقف نہ فرمائیں اور تقاضا کر کے اس میں مشغول ہونا چاہئے۔

بمعنی آب زندگی و روضہ ارم	جز طرف جو بہار و مئے خوشگوار چیت
---------------------------	----------------------------------

یہاں آب زندگی اور روضہ ارم سے مراد بہشت اور اس کی نعمتیں نہیں کہ اس مراد لینے میں نفی یا تحقیر ان کی لازم آتی ہے وہاں باطلان بلکہ مطلب یہ ہے کہ آب حیات جو مشہور ہے

جیسا کہ بعض روایات غیر مرفوعہ سے اس کا وجود ثابت ہوتا ہے اور اسی طرح روضہ ارم جو عوام کی زبان زد ہے کہ شہاد نے بنایا تھا جس کا کسی دلیل صحیح سے وجود ثابت نہیں یہ دونوں چیزیں زیادہ رغبت کے قابل نہیں بلکہ حقیقی آب حیات اور حقیقی روضہ ارم جو قابل تحصیل ہے مجلس اہل اللہ کی جس کو طرف جو بار کہہ دیا جو موقع ہوتا ہے شراب پینے کا اور محبت الہیہ ہے جس کو مئے خوشگوار سے تعبیر کر دیا۔

ہر وقت خوش کہ دست دہد معتنم شمار	کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست
----------------------------------	-----------------------------------

یعنی ذکر و طاعت کے لئے جو حصہ عمر کامل جائے غنیمت سمجھو شاید انجام کار میں یہ فرصت نہ ملے کمافی الحدیث اغتنم خمساً قبل خمس۔ اور انجام سے مراد احتمال سوء خاتمہ نہیں ہے کہ اس صورت میں یہ حکم سابق کی علت نہ بن سکے گا۔

پیوند عمر بستہ بموئے ست ہوشدار	غمخوار خویش باش غم روزگار چیست
--------------------------------	--------------------------------

بموبستہ بودن کنایہ از بے ثباتی۔ مطلب ظاہر ہے کہ دوسروں کی فکر میں کیوں لگے اپنی فکر کرو کہ عمر کا کچھ اعتبار نہیں کبھی یوں ہی ختم نہ ہو جائے اور دوسروں کی فکر سے جو ممانعت کی اگر مراد اس سے فکر فضول یا فکر معصیت مثل آزار رسانی وغیبت و اعتراض وغیرہ ہے تب تو ظاہر ہے اور اگر فکر راحت رسانی و خیر خواہی ہے تو بھی شانعل غیر صاحب تمکین کو مضرو مشوش قلب ہے البتہ جو فرد اس کی واجب ہے وہ خود مشغول موجب قرب ہے اور مستثنیٰ ہے۔

رازِ درونِ پردہ ز زندان مست پرس	ای مدعی نزاع تو با پردہ دار چیست
---------------------------------	----------------------------------

راز درون پردہ راز باطنی۔ و مدعی مراد ظاہر پرست یعنی جو اسرار باطنہ متعلق مشاہدہ و ذوق و وجدان کے ہیں ان کی خبر اہل حال ہی کو ہوتی ہے اہل ظاہر کا انکار کرنا اور ان سے الجھنا محض لغو حرکت ہے البتہ اگر سمجھ میں نہ آئے نہ تصدیق کرے نہ تکذیب کرے ہاں اگر دلیل شرعی یا دلیل عقلی قطعی کے خلاف ہو تو اعتقاد اس دلیل کے موافق رکھے اور اہل حال کے کلام کو منصرف عن الظاہر سمجھے گو توجیہ انصراف کی بالتعمین سمجھ میں نہ آئے لیکن اگر وہ شخص خود علامات صدق سے عاری ہے تو اس پر انکار واجب ہے اور علامات ملفوظات اکابر میں مذکور ہیں۔



مستور و مست ہر دو چوازی یک قبیلہ اند	مادل بعثوہ کہ دہسم اختیار چیت
--------------------------------------	-------------------------------

مستور آنکہ بروے سلوک غالب باشد و مست آنکہ برد جذب غالب باشد۔ مطلب یہ کہ دونوں قسم کے شیوخ و عرفاء ایصال الی اللہ میں مشترک ہیں پھر علما یا عملاً ہم کس کو ترجیح دیں کہ ایک کو افضل سمجھیں یا ایک سے فیوض لیں ہمارا کچھ اختیار نہیں جہاں حق تعالیٰ کو نفع دینا مقصود ہوگا ادھر ہی مناسبت اضطرار یہ پیدا ہو جائے گی اور نفع حسب استعداد حاصل ہو جائے گا اشارہ اس طرف ہے کہ طالبین کو ان ترجیحات و تفصیلات میں مشغول نہ ہونا چاہئے جیسا اکثر بالفصول ایسے مباحث میں رہتے ہیں اور کام کچھ بھی نہیں کرتے۔

سہو خطای بندہ چو گیرند اعتبار	معنی عفو و رحمت پروردگار چیت
-------------------------------	------------------------------

سہو خطا سے مراد اگر معنی متبادر ہوں تب تو کچھ اشکال ہی نہیں خود نص موجود ہے دفع عن امتی الخطاء والنسیان اور اگر کنا یہ مطلق ذنوب سے لیا جائے تو مراد نفی مطلق اعتبار کی نہیں لانہ خلاف النص بلکہ اعتبار بمعنی موثریت تامہ کی نفی ہے جیسا معتزلہ کا مذہب ہے کہ ذنوب پر تعذیب ضروری ہے اور عفو ممتنع ہے پس اس کا رد مقصود ہے۔ اور اصل فساد ان کے مذہب میں عقل کے حاکم مستقل ماننے سے پیدا ہوا ہے پس اس شعر میں تعلیم ہوگی تصحیح عقائد کی جو کہ شرائط سلوک سے ہے اور ساتھ ہی ساتھ تقویت رجاء بھی ہے جو کہ اخلاق مفروضہ و مقامات ہمہ سے ہے۔

زابد شراب کوثر و حافظ پیالہ خواست	تادر میانہ خواستہ کردگار چیت
-----------------------------------	------------------------------

مطلب یہ نہیں کہ ان میں ایک موصل ہے ایک غیر موصل بلکہ موصل تو دونوں ہیں کیونکہ کوثر سے مراد طریق ابرار اور پیالہ سے مراد طریق عشاق ہے پس مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مذاق کے موافق ایک طریق وصول کا تجویز کرتا ہے مگر یہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ تربیت کس طریق سے مناسب ہوگی۔

## غزل

ماہم این ہفتہ شد از شہر و پنجم سالی ست	حال ہجران تو چہ دانی کہ چہ مشکل حالی ست
--	---

اگر عشق حقیقی کے متعلق اس شعر کو کہا جائے تو معمول ہوگا حالت قبض و استتار تجلیات و

انقطاع واردات پر اور شہر کنایہ ہوگا قلب سے اور دانی میں خطاب ہوگا منکر و معترض کو حاصل معنی یہ ہوگا کہ پریشانی ہجر کے غلبہ میں جو کچھ اقوال یا افعال حد عقل سے خارج مجھ سے سرزد ہو گئے منکر کیا اعتراض کرتا ہے اس کو کیا معلوم کہ حالت ہجر کیسی صعب حالت ہے میں چونکہ آج کل بتلائے ہجر ہوں اس لئے پریشان ہوں منکر پر یہ حالت گزری نہیں وہ کیا جانے۔

مردم دیدہ ز لطف رخ او در رخ او	عکس خود دید و گمان کرد کہ مشکین خالی ست
--------------------------------	---

ترجمہ لفظیہ کی تقریر یہ ہے کہ محبوب کا رخ ایسا روشن اور تابان ہے کہ اس رخ کی رخسانی اور تابانی کی وجہ سے جو اس رخ میں پتلی کا عکس پڑا تو اپنا عکس اس میں دیکھ کر اس عکس کی نسبت یہ سمجھا کہ یہ اسی رخ پر مشکین خال ہے۔ اور بلسان اشارت مردم دیدہ کنایہ ہے مکاشف سے بمناسبت صفت رویت کے اور رخ سے مراد ذات حق اس لئے کہ رخ ترجمہ ہے وجہ کا اور وجہ کی تفسیر ذات ہے اور ذات کا لطیف و جمیل ہونا ظاہر ہے اور عکس سے مراد وجود ظلی جو ممکنات کو حاصل ہے اور یہ امر معلوم و مسلم ہے کہ مبداء ظہور جمیع اشیاء کا کہ موجود بوجہ ظلی ہیں ذات حق ہے اس مبدائیت و سببیت کی مناسبت سے مجازاً ذات کو محل انعکاس صورت قرار دے کر در رخ کہہ دیا کیونکہ آئینہ بھی بعض مراتب خاصہ ظہور کا مبداء و سبب ہوتا ہے اور مشکین خال سے مراد صفات متعلقہ بذات حق ہیں جیسا خال متعلقات خاصہ رخ سے ہوتا ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ غلبہ حال یا اثر اشغال سے مکاشف اپنے لطائف روح وغیرہ کے انوار مشاہدہ کرتا ہے اور ان کو براہ غلط انوار حق سمجھتا ہے اور ہر چند کہ دوسرے مکونات ملکوتیہ کے بارہ میں بھی ایسی غلطی ہوتی ہے لیکن انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اور اس کی روح و دیگر بعض لطائف کو کہ ذات یا اعتباراً مع اختلاف الاقوال مغائر روح ہیں ذات حق تعالیٰ سے بوجہ تشابہ بعض صفات مثل اطلاق و تجرد و تنزہ عن قید الہیولی کے مناسبت زائد ہے اس لئے ایسی غلطی ان کے بارہ میں زیادہ اور اکثر ہوتی ہے اور اسی لئے مصرعہ ثانیہ میں عکس خود دید میں اس کی تخصیص کی پس وجہ اس غلطی کی بیان فرماتے ہیں کہ ذات حق مبداء ظہور ہے ان مریات کا اور اس مبدائیت کے سبب ربط خاص و مناسبت خاصہ ہے درمیان ذات اور ان مریات کے پس بعض احیان میں اس مناسبت کا انکشاف غالب اور تغائر

وتمائزگی جانب مغلوب بوجہ شدت سکریا قلت علم کے ہو کر ایسی غلطی ہو جاتی ہے کہ اس کو وجود قدیم سمجھتا ہے اور وہ وجود ظلی ہوتا ہے۔ پس اس میں تشبیہ ہے سالک کی غلطی پر کہ گمراہ نہ ہو جائے جیسا بایزید کا قول مشہور ہے کہ تیس برس تک روح پر دھوکہ حق کا رہا۔

ایکے آنشت نمائی بکرم درہمہ شہر	کہ درکار غریبان عجت اہمالی ست
--------------------------------	-------------------------------

سہل یہ ہے کہ مرشد کو مخاطب کہا جائے کسی قرینہ سے اس پر گمان کم التفاتی کا ہو گیا کما مرفی توجیہ شرح الاشعار الحدیدۃ غیر مرۃ۔

میچکد شیر ہنوز از لب ہچون شکرش	گر چہ در عشوہ گری ہر مرثہ اش قتالی ست
--------------------------------	---------------------------------------

ترجمہ لفظی کا حاصل یہ ہے کہ اگر چہ فن عشوہ گری میں اس کی ہر مرثہ قتال ہے لیکن ابھی وہ کم سن ہے کہ اس کے لب سے ہنوز دودھ ٹپک رہا ہے یعنی گویا دودھ بھی نہیں چھٹا خلاصہ یہ کہ کم عمری ہی میں غضب اور تم ڈھا رہا ہے اور بلسان اشارت مصرع اولی اشارہ ہو سکتا ہے صفات جمال کی طرف اور مصرعہ ثانیہ صفات جلال کی طرف یعنی گو قاہر ہے مگر لطیف بھی ہے پس سالک کو ظہور صفات جلال کے وقت رجاء منقطع نہ کرنا چاہئے اور یہ تعبیر خاص میچکد شیر الخ اشارہ ہو سکتا ہے شان الان کما کان کی طرف کہ اس میں تغیر محال ہے۔

بعد از نیم نبود شائبہ در جوہر فرد	کہ دہان تو درین نکتہ خوش استدلالی ست
-----------------------------------	--------------------------------------

مدلول لفظی ظاہر ہے کہ دہن کا غایت کو چک ہونا بیان کرتے ہیں کہ منقسم بھی نہیں جس سے جوہر فرد کے وجود پر استدلال ہو سکتا ہے۔ اور بلسان اشارت وہاں سے مراد کلام نفسی ہو سکتی ہے اور حاصل یہ ہو سکتا ہے کہ جب دلائل حق سے وجود کلام نفسی کا جو کہ ایک صفت بسیطہ غیر متجزیہ ہے ثابت ہے باوجود اس کے وہ مبدأ کلام لفظی منجزی کا ہے پس اسی طرح اگر جوہر فرد بسیطہ مبدأ ہو جائے جسم مرکب کا تو کیا بعید ہے گو دونوں مبدائیت میں تفاوت ہو کہ ایک جگہ سیدیہ و سیدیہ کے طور پر ہے اور ایک جگہ جزو اور کل کے طور پر۔ پس یہ استدلال ہے ایک نظیر سے دوسری نظیر پر بطور تمثیل کے اور گونہ ہر اَصفت کلام سے اثبات کرتے ہیں جوہر فرد کا مگر قصداً جوہر فرد سے اثبات کرتے ہیں صفت کلام کلام کا مبالغۃً قلب ردیا کما قالوا

فی قولہ تعالیٰ انما البیع مثل الربوا۔ پس مقصود شعر ہذا سے رو ہے حکماء و معتزلہ پر اور احقاق ہے اہل سنت و جماعت کا اور اس میں تعلیم ہے سالک کی کہ عقائد اہل سنت کے اختیار کرے کہ شرط اول ہے وصول الی المقصود کی۔ واللہ اعلم باسرار عبادہ۔

نیت خیر مگردان کہ مبارک فالی ست

مژدہ دادند کہ بر ما گذرے خواہی کرد

مدلول لفظی ظاہر ہے اور بلسان اشارت یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ آثار لطف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم پر عنایت و رحمت کی جائے گی تو اس ارادہ کو بدلنے کا نہیں اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ارادہ قدیمہ بدلا جاتا ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ تعلق ارادہ کا کہ حادث ہے مشروط ہوتا ہے بعض شرائط کے ساتھ اور حادث میں تبدیل ممکن ہے مثلاً کسی نے اطاعت کی اس کے ساتھ ارادہ رحمت کا تعلق ہو گیا کسی نے معصیت کی اس کے ساتھ ارادہ غضب کا متعلق ہو گیا اسی طرح عمر بھر ہوتا رہتا ہے پھر خاتمہ ایک پر ہو جاتا ہے تو واقع میں صفت میں تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ عبد کی حالت میں ہوتی کہ اس پر فعل حق میں کہ حادث ہے تبدیل ہوئی پس مطلب یہ ہوا کہ ہماری مدد فرما کہ ہماری حالت متغیر نہ ہو جس سے آپ اپنا فعل بدل دیں کما قال تعالیٰ ربنا واتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیامہ انک لا تخلف المیعاد ای اجعلنا اہلا لوعدک لا ان خلف الوعد محتمل تعالیٰ عن ذلک۔

حافظ خستہ کہ از نالہ تنش چون نالیست

کوہ اندوہ فراقت بچہ جلت بکشد

نال انچہ باریشہ از میان قلم وقت تراشیدن بر آید کذافی الحاشیہ مقصود بیان کرنا اپنی عجز و در ماندگی کا ہے جلب ترحم کے لئے و ہذا کقولہ تعالیٰ ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا بہ۔ اور اس میں تعلیم ہے التجا و تضرع و استمداد و استعانت کی اور نہیں ہے استبداد و دعویٰ و وثوق علی العمل و النفس سے۔ فقط

## غزل

وقت گل خوش باد کز وی وقت میخواران خوش ست

صحن بستان ذوق بخش و صحبت یاران خوش ست

آری آری طیب انفاس ہو داران خوش ست

از صبا ہر دم مشام جان ما خوش می شود

یہ اشعار حالت بسط کے معلوم ہوتے ہیں۔ سخن بستان سے مراد قلب کہ نسبت محل واردات کا ہے اور گل سے مراد وارد کہ سبب ہے بسط کا۔ اور یاران سے مراد اپنے ہم مشرب و ہم طریقہ اصحاب جن کی صحبت سے حالت بسط میں بسط کو ترقی ہوتی ہے اور عادینا گل کو مجاز ہے طلب ترقی واردات سے۔ اور صبا سے مراد مرشد۔ اور طیب انفاس ہو اداران سے مراد کلمات طیبہ و ملفوظات مشائخ و مریدین کے جن سے روح میں فرحت اور وارد میں قوت ہوتی ہے اب سب مطلب ظاہر ہے۔

ناکشودہ گل نقاب آہنگ رحلت ساز کرد	نالہ کن بلبل کہ گلبانگ دل افکاران خوش ست
-----------------------------------	--

یہ شعر قبض بعد البسط پر منطبق ہو سکتا ہے یعنی ابھی بسط اپنے کمال کو بھی نہ پہنچا تھا کہ زوال پذیر ہونے لگا عاشق کو نالہ و زاری کرنا چاہئے کہ خستہ دلوں کی فریاد نافع ہے کہ زاری دلیل شکستگی ہے جو فی نفسہ حالت محمودہ ہے اور نیز بعض اقسام قبض تضرع و التجا سے زائل ہو جاتے ہیں۔

مرغ شبنخوان را بشارت باد کا ندر را و عشق	دوست را بانلہ شب ہای بیداران خوش ست
--	-------------------------------------

شعر بالا کے مصرعہ ثانیہ کا جو حاصل ہے وہی حاصل ہے اس تمام شعر کا ہے۔ اور مرغ شبنخوان سے مراد عاشق شبنخیز۔

گر چہ در بازار دہر از خوش دلی جز نام نیست	شیوہ رندی و خوش باشی عیاران خوش ست
از زبان سوسن این آوازہ ام آمد بگوش	کاندرین دیر کہن کار بسکساران خوش ست
حافظا ترک جہان گفتن طریق خوش دلی ست	تائہ پنداری کہ احوال جہانداران خوش ست

ان سب اشعار کا حاصل ایک ہی ہے کہ عالم میں اگر کسی کو حیات طیبہ و خلاوت روحانی میسر ہے تو صرف آزاد عشاق کو جو ماسوی اللہ سے قطع تعلق کر چکے ہیں اور اثقال و اجمال تعلقات سے سبک ہو چکے ہیں ورنہ امراء وغیرہ کو خوشدلی محض نام ہی کی ہے۔ اور سوسن کی تخصیص اس لئے کہ اس کی شکل زبان کی سی ہوتی ہے اور آزاد کہا جاتا ہے۔

دردیر معان آمد یارم قد حے در دست	مست از می و میخواران از نرگس مستش ست
----------------------------------	--------------------------------------

قد حے در دست کنایہ از ساقی و مفیض بودن۔ دست از می کنایہ از مستغنی بسبب صفت کبریا و مست بودن میخواران از نرگس مست کنایہ از طریان بیخود می از تجلی ذات غنی او۔ غالباً

یہ شعر حالت بسط کا ہے یعنی میرے محبوب نے اس صفت کے ساتھ مجھ پر تجلی فرمائی اور میں اس وقت محو ہو گیا جیسا کہ میخوار اس حالت میں محو ہو جاتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ وارد جدید جب قلب پر آتا ہے قلب کو ایک گونہ حیرت ہوتی ہے یہ بھی ایک درجہ محویت کا ہے۔ اور مست از می میں اشارہ اس طرف کر دیا کہ تجلی بسط کی احتیاج متجلی کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ تربیت متجلی علیہ کے لئے ہوتی ہے اس میں تعلیم ہے اس مسئلہ کی کہ لطف کا منشا احتیاج رب نہیں جیسا مخلوق کے لطف کا منشا یہی ہوتا ہے بلکہ احتیاج عبد ہے۔

از نعل سمند او شکل مہ نو پیدا      وز قد بلند او بالای صنوبر پست

مصرعہ اولی کنایہ ہے اس سے کہ ممکنات اپنے کمالات میں سب محتاج ہیں واجب کے۔ اور مصرعہ ثانیہ کنایہ ہے اس سے کہ سب ممکنات ناقص ہیں بالنسبۃ الی کمالات الواجب کے۔ اور مفردات مثل نعل سمند و قد بلند کا اثبات واجب کے لئے لازم نہیں آتا۔

آ خر زچہ گویم ہست از خود خیرم چون نیست      از بہر چہ گویم نیست با او نظرم چون ہست

مصرعہ اولی میں ہست اور نیست کا مرجع خبر ہے۔ اور مصرعہ ثانیہ میں نیست اور ہست کا مرجع نظر ہے اور ہست اول و نیست اول میں اضمار قبل الذکر اس لئے نہیں کہ وہ چون کی جزا میں واقع ہوا ہے اور جزا رتبہ موخر ہے شرط سے پس اضمار بعد الذکر ہوا۔ مطلب یہ کہ مجھ سے اگر التفات بہ نفس خود کا سوال کیا جائے تو ہست نہیں کہہ سکتا۔ اس میں تعلیم ہے کہ محبت کا حق یہ ہے کہ صرف محبوب نظر میں رہ جائے اور ماسوی نظر سے نکل جائے حتیٰ کہ اپنی ذات کی طرف بھی التفات نہ رہے و نعم ما قیل۔

ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے	تری ہستی کی رنگ و بو نہ رہے
-----------------------------	-----------------------------

اور مصرعہ اولی میں لفظ جز اور مصرعہ ثانیہ میں لفظ نظر تفنن ہے اور ممکن ہے کہ وجہ اس کی یہ ہو کہ خبر تو تصور مع الحکم ہے اور نظر بالمعنی اللغوی تصور سازج ہے اور علم اول مفصل ہے بہ نسبت علم ثانی کے اور ظاہر ہے کہ اپنا علم تو انسان کو تفصیلاً ہوتا ہے اور ذات باری تعالیٰ کا اجمالاً کما قیل۔ ای برتر از قیاس و گمان و خیال و وہم الخ + گواجمال بمعنی تصور سازج نہیں

بلکہ وہ تصور مع الحکم ہے مگر اس تصور مع الحکم کو نفس اجمال میں تشبیہ تصور سازج کے ساتھ دیدی گئی اور نظر کہہ دیا اور بعض اوقات اس حکم سے بھی ذہول ہوتا ہے اور سازج بمعنی تصور لابلشرطی ہوتا ہے گو سازج بشرط لاشی نہیں ہوتا۔ خوب سمجھ لو۔

چون شمع وجود من شب تا بخر خود را	می سوخت چو پروانہ تاروز ز پانشت
----------------------------------	---------------------------------

شمع وجود مبتداوی سوخت خبر و مجموعہ شرط و تاروز الخ جزاء یعنی جب میرے شمع وجود نے شب میں سحر تک اپنے کو پروانہ کی طرح جلانا شروع کیا تو دن نکلنے تک اس نے تقاعد نہیں کیا۔ حاصل یہ کہ میری ہستی نے فنا و جانفشانی کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ اس میں اشارہ ہے کہ عاشق کو فنا میں کسل و تردد نہ چاہئے۔ و نعم ما قیل۔ مترس از محبت کہ خاکت کند + کہ باقی شوی چون ہلاکت کند۔

شمع دل دمسازان بنشت چو او برخواست	افغان ز نظر بازان برخاست چو او بنشت
-----------------------------------	-------------------------------------

دمساز موافق و محبت۔ اس شعر کی دو توجہیں ہو سکتی ہیں باعتبار اختلاف معنی برخاست و بنشت کے جو کہ منسوب ہے محبوب کی طرف اگر برخاست کے معنی آہنگ رفتن اور بنشت کے معنی ترک رفتن کے ہوں تب تو معنی یہ ہوں گے کہ جب محبوب نے ارادہ جانے کا کیا تو غایت حزن کی وجہ سے مجھوں کا شمع دل گل ہو گیا یعنی ان کے دل افسردہ ہو گئے اور جب اس نے بیٹھ جانے کا ارادہ کیا تو غایت شوق سے خوشی کے نعرے مارنے لگے اور اگر برخاست کے معنی بنظر آمد کے ہوں اور بنشت کے معنی پنہاں شدن کے ہوں کیونکہ کھڑے ہو جانے سے سب اہل مجلس دیکھنے لگتے ہیں اور بیٹھ جانے سے اہل مجلس کی نظر سے خفا ہو جاتا ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ جب محبوب نمودار ہوا تو عشاق اس کے غلبہ آثار دیدار سے محو ہو گئے اور جب وہ پنہاں ہو گیا تو در دہجر سے شورش و نالہ میں مبتلا ہو گئے مجموعہ توجہیں کے اعتبار سے تجلی و استتار کے آثار مختلفہ کا بیان ہو جائے گا علی اختلاف احوال الطالین یعنی کبھی ظہور و تجلی سے شوق اور استتار و غیبت سے ہزن ہوتا ہے و ہذا حاصل التوجیہ الاول اور کبھی ظہور و تجلی سے محویت و سکر اور استتار و غیبت سے اضطراب اور بیتابی و آہ و نالہ ہوتا ہے۔ فافہم حق الفہم۔

گر عالیہ خوشبو شد در کیسوی او آویخت	و روسہ کمان کش شد با بروی او پیوست
-------------------------------------	------------------------------------

عالیہ خوشبوی مرکب کہ در کیسو مالند۔ و روسہ نیل کہ بر جبین متصل با برو کشند و مراد از عالیہ و روسہ یا معنی حقیقی ست کہ از اعیان ست و یا معنی مجازی از اسلام و کفر کہ از اعراض ست و آویختن و پیوستن عبارت از ارتباط۔ کیسو و ابرو کنایہ از صفات مختلفہ محبوب۔ مطلب یہ کہ جتنے اعیان و اعراض ہیں سب کو محبوب کے صفات مختلفہ سے ارتباط ہے کہ صفات ظاہر اور علل اور مکونات مظاہر اور معلولات ہیں۔ اس میں تعلیم ہے توحید افعالی کی۔

باز آئی کہ باز آید عمر شدہ حافظ	ہر چند کہ ناید باز تیرے کہ بشد ازشت دست
---------------------------------	---

اس میں التجا و طلب ہے توجہ و لطف محبوب کی کہ اس سے توفیق اعمال و مجاہدہ کی ہوگی جس سے عمر ضائع شدہ در حرمان کا تدارک ہو جائے گا گو وقت گزشتہ ہاتھ نہیں آیا کہ اسی کی بعینہ اصلاح ہو سکے لیکن عمر آئندہ کی اصلاح عمر گزشتہ کے فساد کا حسب وعدہ صادقہ رافع و مکفر ہو جاتا ہے۔ اس میں تعلیم ہے توبہ کی اور اس کی کہ اس کی توفیق بھی حق تعالیٰ ہی سے چاہے اپنے عزم و سعی پر اعتماد نہ کرے۔

## غزل

گل در بروی در کف و معشوقہ یکام ست	سلطان جہانم بہ چینن روز غلام ست
-----------------------------------	---------------------------------

یہ شعر حالت بسط کا ہے یعنی گل مقصود آغوش میں ہے اور نشاط و انبساط دستیاب ہے اور محبوب کا معاملہ حسب مراد ہے پس دنیا کے سلاطین بھی ایسے وقت میں ہمارے سامنے مثل غلام کے ہچ و نا چیز ہیں کہ یہ دولت ان کو بھی میسر نہیں۔

گو شمع میارید درین بزم کہ امشب	در مجلس ماماہ رخ دوست تمام ست
--------------------------------	-------------------------------

یعنی جب ہماری مجلس قلب میں محبوب کی تجلیات تمام و کمال کے ساتھ ہیں تو ہم کو اس ظاہری شمع وزینت کی ضرورت نہیں۔ اشارہ اس طرف ہے کہ تنویر قلب کی کوشش چاہئے ترمین ظاہری میں منہمک نہ ہو۔

در مذہب مابادہ حلال ست و لیکن	بے روی تو ای سرو گل اندام حرام ست
-------------------------------	-----------------------------------



بادہ سے مراد شورش و مستی و وجد کہ غلبہ حال سے ہو اور مذہب ما کی تخصیص اس لئے کہ اہل ظاہر تو علی الاطلاق اس کو بیچہ عدم وجدان کے ریاء و ناجائز جانتے ہیں پس ارشاد ہے کہ یہ حالت ہمارے نزدیک حلال تو ہے مگر جب ہے کہ منشاء اس کا غلبہ حالی ہو ورنہ اگر خالی ریاء ہے تو ہمارے نزدیک بھی حرام ہے۔

گوشم ہمہ بر قول نے و نغمہ چنگ ست	چشم ہمہ بر لعل لب و گردش جام ست
----------------------------------	---------------------------------

قول نے و نغمہ چنگ کنایہ از سخنان عشق۔ و لعل لب و گردش جام کنایہ از تجلیات کہ بمستی آرد۔ یعنی میرا تمام تر مقصود و منتہای مرام محبت الہی ہے خواہ اس کے مناشی ہوں جیسے سخنان عشق یا اس سے ناشی ہوں۔

در مجلس ما عطر میا میز کہ جان را	ہر لحظہ ز گیسوی تو خوشبوی مشام ست
از چاشنی قندگو ہج و ز شکر	زان رو کہ مرابا لب شیریں تو کام ست

ان دونوں شعر کا وہی حاصل ہے جو اس غزل کے شعر دوم کا حاصل ہے اور ان دونوں شعر میں صنعت التفات ہے کیونکہ میا میز اور لگو کا مخاطب اور ہے اور گیسوی تو اور لب شیریں تو میں خطاب محبوب کو ہے چنانچہ بعض نسخوں میں بجائے میا میز کے میا رید اس التفات کا مؤند ہے۔

تا گنج غمت در دل ویرانہ مقیم ست	پیوستہ مرا کج خرابات مقام ست
---------------------------------	------------------------------

گنج غم مراد عشق و کج خرابات مقام محو و فنا کی صفات بشریہ و معنی ظاہر ست۔ اس میں اشارہ اس طرف ہو سکتا ہے کہ محو و فنا لازم عشق سے ہے اگر یہ لازم متحقق نہ ہو تو حصول عشق کے زعم میں نہ رہے کہ وہ خیال محض ہے۔

از ننگ چہ گوئی کہ مرانام ز ننگ ست	وز نام چہ پرسی کہ مراننگ ز نام ست
-----------------------------------	-----------------------------------

حاصل مطلب ظاہر ہے کہ مجھ کو ننگ سے فخر و رفعت ہے اور فخر و رفعت سے ننگ ہے۔ اس شعر کا مضمون گویا متفرع ہے شعر سابق کے مضمون پر اور اس کلیہ کی ایک جزئی ہے یعنی عشق میں نخوت و ناموس کا فنا ہو جانا چاہئے کما قال الرومی۔ ای دوای نخوت و ناموس ما + وی تو افلاطون و جالینوس ما۔

می خوارہ و سرگشتہ و رندیم و نظر باز	وان کس کہ چومانیمست درین شہر کدماست
-------------------------------------	-------------------------------------

اس کی ایک توجیہ تو ظاہر یہ ہے کہ گو ہماری حالت قابل ملامت ہے مگر اوروں کو بھی ہے اتنا فرق ہے کہ ہم میں ریا نہیں اور لوگ ریا سے اپنے کو صالح بنائے ہوئے ہیں اور یہ باعتبار اکثر کے کہا اور واقعی یہی قصہ مشاہد ہے اور اس میں اشارہ اس طرف ہوگا کہ اپنے عیب کو دیکھنا چاہئے دوسرے کے عیوب پر نظر نہ چاہئے۔ اور ایک توجیہ غامض یہ ہے کہ اگر ہم عاشق ہیں تو کیا ہوا شہر میں ایک بھی اس سے بچا ہوا نہیں ہے گو بواسطہ کسی مخلوق کے سہی اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ جو شخص جس چیز کا محبت ہے آدمی کا یا جانور کا یا سیم و زر کا وہ کسی کمال کی وجہ سے ہے اور وہ کمال مستفاد ہے کمال حق سے پس محبوب بالذات حق تعالیٰ ہی ہے گو محبت کو بھی اس کی خبر نہ ہو جیسے عاشق دیوار تابان حقیقت میں عاشق آفتاب تابان کا ہے گو اس کو اس کی خبر بھی نہ ہو۔ پس اس میں اشارہ ہوگا محبوب حقیقی کے منتہائی کمالات ہونے کی طرف اور جاننا چاہئے کہ ایسے بے خبر محبت مقبول نہیں کیونکہ ان کا قبلہ توجہ تو مخلوق ہی ہے پس صرف وجود تعلق کافی نہیں ولو اضطراراً بلکہ اس کے ساتھ قصد تعلق بھی ضروری ہے اختیاراً۔

باختسم عیب مگوئید کہ اونیز	پیوستہ چومادر طلب عیش مدامست
----------------------------	------------------------------

مدام شراب۔ یعنی محتسب سے میری کیا شکایت کرتے ہو وہ بھی ہماری ہی طرح مبتلائی میخواری و عشق ہے اس کا مفہوم بھی شعر بالا کے مفہوم کلی کا ایک جزئیہ ہے بای المعینین اخذات

حافظ منشین بے مئی و معشوقہ زمانے	کایام گل و یاسمین و عید صیامست
----------------------------------	--------------------------------

عید صیام عید الفطر۔ چونکہ اجتماع اشیاء مذکورہ مصرعہ ثانیہ عادتاً موقع ہے منادمت و مصاجت محبوب کا اس لئے حاصل معنی بطور کنایہ کے یہ ہوا کہ آب حیات و صحت و شباب و فراغ کلا یا بعضاً کو مغتنم سمجھو اور ذکر و محبت کا ذخیرہ جمع کر لو۔

## غزل

اگر بلطف بخوانی مزید الطافست	وگر بقہر برانی درون ماصافست
------------------------------	-----------------------------

ترجمہ ظاہر ہے مقصود یہ ہے کہ عبد کا کسی حالت میں کوئی استحقاق نہیں جیسا معتزلہ کا

مذہب ہے پس لطف وسط پر شکر اور ہجر قبض پر تفویض محض چاہئے۔

بیان وصف تو گفتن نہ حد امکان ست	چرا کہ وصف تو بیرون ز حد اوصاف ست
---------------------------------	-----------------------------------

یہ شعر حاصل مضمون الاحصی ثناء علیک کا ہے جیسا شعر اول میں عبد کے حق کی نفی تھی اس میں حق تعالیٰ کے حقوق کا غیر متناہی ہونا بیان کیا گیا ہے تاکہ ہر واحد سے بالخصوص مجموعہ امرین سے حق تعالیٰ کا فور عطا اور بندہ کا قصور و خطا ثابت ہو جائے اور اس کا استحضار عین و طیفہ سالک ہے۔

جو سرو سرکشی ای یار سنگدل باما	چہ چشم ہاست کہ بر روی ما ز اطراف ست
--------------------------------	-------------------------------------

بعض نسخوں میں یہ شعر نہیں ہے اور غالباً نہ ہونا راجح ہے کیونکہ کوئی اچھی توجیہ اس کی نہیں بنتی۔ نیز محبوب حقیقی کو خطاب ہو نہیں سکتا اور محبوب مجازی کا خطاب محبوب حقیقی کے خطابات میں متخلل ہونا بدناما معلوم ہوتا ہے اور ہونے کی تقدیر پر اس کی توجیہ میں شفا نہیں ہوئی یہ خیال میں آتا ہے کہ محبوب مجازی کی شکایت ہے کہ تو تو ہم سے سرکشی کر رہا ہے اور دوسرے لوگ ہماری طرف کس درجہ متوجہ ہیں پس تجھ کو بھی ہم پر توجہ چاہئے۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

ز چشم عشق تو ان دید روی شاہد ما	کہ نور چہرہ خوبان ز قاف تا قاف ست
---------------------------------	-----------------------------------

مطلب یہ کہ میرے محبوب کا حسن ایسا ہے کہ دوسرے محبوبوں کا حسن اسی سے مستفاد ہے گویا وہ ان کے چہرہ کا نور ہے یعنی ان کے چہرہ میں جو نور ہے وہ اصلی نہیں مابا العرض ہے اور اس مابا العرض کا مابالذات حسن محبوب حقیقی ہے پس کمال حسن تو ایسا ہے لیکن محبوبوں کو جو ادراک نہیں تو وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کے لئے عشق و طلب شرط ہے اور ان میں شرط قافیت ہے۔

ز مصحف رخ دلدار آیتے برخوان	نہ این مقام مقالات کشف کشف ست
-----------------------------	-------------------------------

این مقام سے مراد مقام عشق یعنی مباحث و کتب سے کام نہیں چلتا بلکہ مطالعہ و مشاہدہ محبوب کا ملازم ہے اور اس سے عبثیت علوم ظاہرہ کی لازم نہیں آتی بلکہ مقصود ان کی عدم کفایت کا بیان ہے جیسے کہا گیا ہے + درکنز و ہدایہ نتوان یافت خدارا۔ اور کشف بمعنی شرح ہے اور لطافت اس میں یہ ہے کہ کشف ایک حاشیہ بھی ہے کشف کا۔ اور بعض نسخوں میں مصرعہ ثانیہ اس طرح ہے کہ آن بیان مقامات کشف و کشف ست۔ اور معنی یہ ہوں گے کہ وہ مصحف رخ دلدار خود ہی

بیان مقامات کشف و کشاف کا ہے یعنی جملہ ازان حاصل ست حاجت بکشف و کشاف ندارد اسکا حاصل بھی وہی ہے کہ اس مقام میں اس کی حاجت نہیں مطلق احتیاج کی نفی ہیں جیسے وضو نماز کے قبل ضروری ہے مگر عین نماز کے اندر کوئی وضو کرنے لگے ظاہر ہے کہ نماز نہ ہوگی۔

عدد کہ منطق حافظ طمع کند در شعر	ہمان حدیث ہمای و طریق خطاف ست
---------------------------------	-------------------------------

یعنی میرا مخالف جو طمع کرتا ہے کہ نظم میں حافظ کی سی گویائی و فصاحت حاصل کر لوں اس کی ایسی مثال ہے جیسے خطاف کہ ایک پرندہ بیقدر و منزلت سیاہ رنگ ادنیٰ درجہ کا ہے اور اس کو وطواط بھی کہتے ہیں ہما کی مساوات کا دعویٰ کرنے لگے جو اعلیٰ درجہ کا پرندہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ناقصوں کو کالمین کی مساوات کا دم مارنا نہ چاہئے کہ رہن سلوک ہے۔

## غزل

مار از خیال تو چہ پروای شراب ست	خم گو سر خود گیر کہ خمخانہ خراب ست
---------------------------------	------------------------------------

شراب سے مراد ظاہری شراب اور خم سے مراد بھی اسی کا طرف۔ اور خمخانہ سے مراد اپنا خمخانہ یعنی وجود سالک کا منقلب یہ کہ اے محبوب آپ کے خیال اور ذکر میں جو مستی نقد و وقت ہے اس سے اس ظاہری شراب کی کوئی حاجت نہیں کیونکہ یہ حلال اور دائمی اور وہ حرام اور عارضی اے مخاطب اس ظاہری خم سے کہہ دو کہ اپنا رستہ لے ہمارے یہاں اس کا کچھ کام نہیں کیونکہ ہماری ہستی محبوب کے ذکر و محبت سے فنا ہو چکی ہے جس کا سکر اس سکر خم سے بدرجہا فائق ہے پھر مفضول سے کیا کام رہا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس کو یہ سکر حقیقی حاصل نہ ہو وہ محتاج شراب ظاہری کا ہے اور یہ لازم اس لئے نہیں آتا کہ اس حالت میں مانع شرعی تو موجود ہے اور ایک مانع کا وجود بھی کافی ہے اور حالت سکر حقیقی میں دو مانع ہیں ایک مانع شرعی دوسرا وجود سکر حقیقی کا۔ اور اصل یہ ہے کہ مقصود بیان کرنا اکملیت سکر حقیقی کا ہے بہ نسبت سکر خمی کے تاکہ اس کی تحصیل کی رغبت ہو پس باعتبار اس مقصود کے اس لازم کے ورود کا شبہ اور احتمال ہی نہیں۔

گر خم بہشت ست بریزید کہ بے دوست	ہر شربت عذبم کہ وہی عین عذاب ست
---------------------------------	---------------------------------

شعر بالا میں محبت و معیت الہیہ کے مقابلہ میں لذات دنیا کا ہیج ہونا مذکور تھا اور اس

شعر میں بدون اس محبت و معیت کے صورت طاعات دینیہ کا کہ عبادت ریائی ہے ہیج ہونا مذکور ہے کیونکہ عبادت ریائی میں یہی کمی ہوتی ہے کہ معیت الہیہ و خلوص نیت نہیں ہوتا اور چونکہ عبادت فی نفسہ سبب ہے خمر بہشت کا اس لئے اس کو اس عنوان سے تعبیر کیا گیا جو عارض ریا کے سبب یہ سمیت نہیں رہتی۔

افسوس کہ شد دلبر و در دیدہ گریان	تحریر خیال خط او نقش بر آب ست
بیدار شوای دیدہ کہ ایمن نتوان بود	زین سیل دمام کہ درین منزل خواب ست

منزل خواب دنیا کہ محل غفلت ست۔ وسیل دمام حوادث و کار و بار دنیا کہ در ہدم دین بمنزلہ سیل ست شعر اول حالت قبض کا معلوم ہوتا ہے اور دوسرا شعر عام نصیحت کا کہ اس حالت قبض کے بھی متعلق ہو سکتا ہے اور دوسرے حالات کے بھی۔ مطلب یہ کہ محبوب سے غیبت اور مفارقت ہو گئی مگر خیال اس کا باقی ہے اور چونکہ خیال کا اثر چشم پر بھی ہوتا ہے اور اس میں اشک بھر رہے ہیں اس لئے شاعرانہ لطافت سے تعجباً اس کو نقش بر آب سے تعبیر فرمایا اور مقصود اس سے اس کا سرعت زوال بیان کرنا نہیں ہے کما فہموا۔ آگے فرماتے ہیں کہ دنیا میں غفلت نہ چاہئے کہ غفلت موجب خسران و مورث حرمان ہے چنانچہ بعض اوقات اسی غفلت سے معصیت اور معصیت سے قبض ہو جاتا ہے۔

معشوقہ عیان میگردد بر تو ولیکن	اغیار ہی بیند از ان بستہ نقاب ست
--------------------------------	----------------------------------

فاعل بیند ضمیر راجع بمعشوقہ و اغیار مفعول بیند یعنی محبوب کی تجلی ظاہر ہے لیکن چونکہ وہ اغیار کو بھی دیکھ رہا ہے اس لئے بطون کا نقاب باندھ رکھا ہے۔ احقر کے مذاق میں اس میں بیان ہے اس کی حکمت کا کہ دنیا میں جو ظہور محض نہیں ہے جیسا آخرت میں ہوگا بلکہ مزوج بالبطون ہے حاصل حکمت کا یہ ہوا کہ چونکہ دنیا میں کفار بھی ہیں اور ان کو ابتلاء مکلف کیا ہے ایمان بالغیب کا پس اگر انکشاف تام ہو جاتا تو ایمان اضطراری ہو جاتا اور وہ خلاف ابتلاء تھا اس لئے انکشاف تام نہیں ہوا اور ہر چند کہ نفس ابتلاء اہل ایمان کے لئے بھی ہے مگر چونکہ وہ قبل مشاہدہ ایمان لاچکے اس لئے ان کے حق میں یہ ابتلاء خاص نہ رہتا۔ اور اگر کہا جائے کہ

صرف اہل ایمان کے لئے انکشاف تام ہو جاتا سب کے لئے عام نہ ہوتا۔ اس کا جواب دوسرے قاعدہ مستقلہ سے حاصل ہو سکتا ہے وہ یہ کہ عادت الہیہ یہی ہے کہ اکثر احکام دنیویہ مشترک رہتے ہیں چنانچہ نزول بلیات وغیرہ میں مشاہد ہے۔ اور اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آخرت میں باطن کے ساتھ موصوف نہ ہوگا۔ بات یہ ہے کہ وہاں کا بطون صرف مانع درک و احاطہ حقیقت ہوگا مثل بطون دنیا کے مانع انکشاف و معائنہ ذات نہ ہوگا۔

گل بر رخ رنگین تو تا لطف عرق دید	در آتش رشک از غم دل غرق گلاب ست
----------------------------------	---------------------------------

احقر کے ذوق میں مقصود اس سے محض بیان کرنا ہے کمالات حادث کے بے حقیقت ہونے کا کمالات واجب کے سامنے ترجمہ ظاہر ہے کہ جب سے گل نے محبوب کے رخ پر پسینہ کی لطافت دیکھی ہے غم اور رشک سے عرق ندامت میں ڈوب گیا اس کے عرق ندامت کو گلاب سے تعبیر کر دیا۔ و البعد الشراح حیث شبہوا مفردات الشعر بما لا یتبادر الی الاذہان۔

در بزم دل از روی تو صد شمع بر افروخت	وین طرفہ کہ بر روی تو صد گونہ حجاب ست
--------------------------------------	---------------------------------------

اس کا حاصل یہ ہے کہ محبوب عین تجلی میں مستتر اور عین ظہور میں باطن ہے کہ ہر چند کہ قلب میں صد ہا شمع اس کی تجلیات و ظہورات کی روشن ہیں مگر پھر بھی ہزاروں حجاب مانع ہیں۔ زیادہ تفصیل شعر بالا کے قبل کے شعر معشوقہ الخ کی شرح میں لکھی گئی ہے۔

سبزست درودشت بیاتا نگذاریم	دست از ہر آبے کہ جہان جملہ سراب ست
----------------------------	------------------------------------

گذاشتن ترک کردن۔ و درودشت ہر دو بمعنی صحرا کنایہ از کائنات۔ یعنی تمام ہستی آیات و دلائل و منبہات سے پر اور معمور ہے آؤ تا کہ کنارہ آب سے کہ اس سے یہ بزمی ہے دست بردر آنہ ہوں یعنی بصیرت و فکر سے کام لیں کہ وہی ذریعہ ہے استدلال بالآیات و عبرت و تذکر کا۔ آگے اس کو علت سے موکد کرتے ہیں کہ جمععات دنیویہ تو محض ہیچ ہیں ان سے دل بستگی مت کرو۔ اور بعض نسخوں میں تا بگذاریم بآء موحده سے ہے معنی یہ ہوں گے کہ آؤ کنارہ آب پر ہاتھ گزار دیں یعنی اس پر قبضہ کر لیں اور اس کو حاصل کر لیں جیسے بولتے ہیں دست بر سر گذاشتن یعنی سر پر ہاتھ پھیرنا پس اس از کا ترجمہ اس طرح ہوگا کہ کنارہ

آب پر سے ہاتھ کو گزار دیں لیکن غالباً یہ نسخہ غلط ہوگا کہ ارتکاب تکلف بارد کا کرنا پڑتا ہے۔

درکنج دماغ مطلب جای نصیحت	کاین حجرہ پر از زمزمہ چنگ و رباب ست
---------------------------	-------------------------------------

مطلب یہ ہے کہ میرا دماغ آثار عشق سے پر ہے اس میں ترک عشق کی نصیحت کی گنجائش نہیں جیسا کہ خشک مزاج ظاہر پرست عشاق پر ملامت کرتے رہا کرتے ہیں۔

راہ توجہ راہ ست کہ از غایت تعظیم	دریای محیط فلکش ہمچو حباب ست
----------------------------------	------------------------------

اس میں عظمت طریق وصول کی بیان کرتے ہیں کہ دریای محیط فلک اس طریق کا ایک حباب ہے یعنی فلک کی رفعت اور عظمت بھی اس کے سامنے ہیج ہے اور ظاہر بھی ہے کیونکہ فلک کے طے کرنے سے وصول الی المملکت میسر ہوتا ہے و بس اس طریق کے قطع کرنے سے وصول الی اللہ نصیب ہوتا ہے و شتان بین الملائکہ و رب الملائکہ و الملتراب و رب الارباب۔ شاید مقصود اس سے امر ہو غایت مجاہدہ و سعی کا کہ مقصود عظیم کے لئے سعی بھی عظیم ہی چاہئے پھر خواہ حصول فضل ہی سے ہو جائے اور یہی ہوتا ہے مگر ارادہ شرط ہے۔

بی روی دل آرای تو ای شمع دل افروز	دل رقص کنان بر سر آتش چو کباب ست
-----------------------------------	----------------------------------

یہ شعر حالت قبض پر بسہولت منطبق ہو سکتا ہے اور آتش پر کباب کے الٹ پلٹ ہونے کو رقص سے تعبیر کیا گیا۔

حافظ چہ شدار عاشق در مذمت و نظر باز	پس طور عجب لازم ایام شباب ست
-------------------------------------	------------------------------

چہ شد جزای مقدم دار عاشق الخ شرط موخر و مصرعہ ثانیہ علت جزا ست و عاشق و رند و نظر باز کنایہ از غیر ضابط و شباب مراد ابتدای سلوک یا جوش عشق۔ مطلب یہ کہ حافظ جو غیر ضابط ہے جس پر اس کو ملامت کی جاتی ہے تو تعجب مت کرو کیونکہ ابتداء سلوک یا غلبہ عشق میں یہی طور ہوتا ہے اور اسی حالت میں بہت سے عجب عجب اطوار ہوا کرتے ہیں پھر ملامت نہ کرو۔ اس میں ممکن ہے کہ ارشاد ہو ترک ملامت کا اہل حال پر۔

## غزل

کنون کہ در کف گل جام بادۂ صاف ست	بصد ہزار زبان بلبلیش در اوصاف ست
----------------------------------	----------------------------------

بخواہ دفتر اشعار وروزبصحرا کن	چہ وقت مدرسہ وبحث وکشف کشف است
فقیہ مدرسہ دی مست بودفتوی داد	کہ می حرام ولی بہ زمال اوقاف است
بدر ووصاف ترا حکم نیست ودم درکش	کہ ہرچہ ساقی ماریخت عین الطاف است

گل سے مراد مرشد راہ عشق بقرینہ جملہ در کف تحمل جام بادہ صاف ست + کیونکہ مرشد بھی فیوض عشقیہ کا قاسم اور واسطہ ہوتا ہے۔ اور بلبل سے مراد طالب۔ اور زبان سے مراد زبان حال۔ اور دفتر اشعار سے مراد لوازم عشق اور صحرا سے مراد جلوہ گاہ و خدمت مرشد کہ مشہد بگل تھا اور گل صحرا میں ہوتا ہے اور مدرسہ النخ سے مراد خدمت علوم رسمیہ۔ اور می سے مراد وہ امور جن کو اکثر اہل ظاہر علی الاطلاق حرام کہتے ہیں اور عشاق مغلوب الحال ان میں مبتلا ہیں مثل شطیحات و سماع وغیر ذلک۔ اور مال اوقاف میں بقرینہ مقام یہ بھی قید ہے کہ غیر مستحق را حاصل مطلب یہ ہے کہ شیخ وقت فیوض تقسیم کر رہا ہے اور طالب زبان حال سے اس کے ثنا خوان ہیں ایسے وقت میں عشق کے لئے آمادہ ہو کر اس کی خدمت میں پہنچو اور اس حالت میں علوم رسمیہ کی بحث و درس کا موقع نہیں ہے (کیونکہ اہل خلوت کو برائے چندے دوسرے مشاغل غیر مفروضہ کو موخر کرنا پڑتا ہے) اور عشاق کے گو بعض حالات ظاہر محل ملامت ہیں مگر انصاف کیا جائے اور کسی قدر اثر اور مذاق محبت کا ہو تو فقیہ معترض بھی یہی کہے کہ واقعی گو یہ حالات منکر ہیں مگر مال اوقاف کو جو معترضین بلا استحقاق کھا رہے ہیں اس سے تو یہ حالات اچھے ہیں کیونکہ ان حالات میں بعض امور تو اختلافی منکر ہیں اور مال اوقاف غیر مستحق کے لئے بالاتفاق منکر ہے اور منکر اختلافی اہون و اخف ہے منکر اتفاقی سے اور بعض امور گو اتفاقاً منکر ہیں مگر غلبہ حال اس میں عذر ہے اور اکلین بغیر حق کے لئے کیا عذر ہے آگے بطور تعلیم فرماتے ہیں کہ جب فیض و تعلیم مرشد سے واردات عشقیہ کا سلسلہ شروع ہو تو درو صاف کی تجویز کرنے کا تم کو کوئی حق نہیں یعنی قبض و بسط کی خواہش یا انکار خلاف طریق ہے جو کچھ عطا ہو جائے وہی تربیت باطنی کے لئے مصلحت اور وہی عین لطف ہے۔

کہ صیت گوشہ نشینان ز قاف تا قاف است

بہر ز خلق و ز عنقا قیاس کار بگیر



اس میں تعلیم ہے ترک بمعنی تفلیل تعلقات کی اور ترجمہ لفظیہ ظاہر ہے۔

ہمان حکایت زردوز و بوریا بافست	حدیث مدعیان و خیال ہماران
ہمکاران عشاق اس کا وہی حاصل ہے جو غزل ہذا کے غزل سابق سے سابق کے مقطع کا حاصل ہے	
خمش حافظ و این نکتہای چون ز سرخ	نگاہدار کہ قلاب شہر صرافست

قلاب دعا باز کذافی الغیث۔ مطلب یہ کہ جہاں نا اہل کلام کے جانچنے والے ہوں وہاں حقائق و معارف کا اظہار نہ چاہے کہ مقصود اظہار علم نہیں بلکہ محض افادہ ہے اور وہ مفقود پھر اظہار بے سود۔ اس میں تعلیم ہے کہ حتی الامکان حالات باطنی کا ضبط چاہئے کہ نا اہلوں سے یا متکلم کو ضرر ہوگا یا خود ان کو انکار کا ضرر ہوگا یا ان کے انکار سے دوسرے خالی الذہن لوگوں کو مخالفت اہل حال کا ضرر ہوگا۔ یا ان نا اہل نا فہموں میں بعضے معتقد ظاہر پر محمول کر کے اپنا دین خراب کریں گے۔

## غزل

ببانگ چنگ مخورمی کہ محتسب تیزست	اگرچہ بادہ فرح بخش و باد گل بیزست
بعقل کوش کہ ایام فتنہ انگیزست	صراحی و حریفے گرت بدست افتد
کہ ہچو چشم صراحی زمانہ خونریزست	در آستین مرقع پیالہ پنہان کن
کہ موسم ورع و روزگار پرہیزست	زرنگ بادہ بشونید خرقہا از اشک

جیسے بعض اشعار میں احکام سکر کے بیان ہوتے ہیں ان اشعار میں احکام صحو کے بیان کئے ہیں۔ حاصل یہ کہ اگرچہ عشق سے طبیعت کو جوش ہوتا ہے اور واسطہ فیض سے فیض پہنچ رہا ہے جس کا مقتضا تھا اظہار احوال عشق مگر چونکہ محتسب یعنی مانع اظہار کہ صحو ہے تیز یعنی قوی و غالب ہے اس لئے اظہار مت کرو کیونکہ حالت صحو میں ضبط واجب ہے اور ایسی حالت میں اگر صراحی یعنی دل پر عشق اور حریف یعنی محرم راز میسر ہو تب بھی مقتضای عقل میں کہ اخفاء حال ہے کوشش کرو کیونکہ اہل زمانہ فتنہ انگیز ہیں اور ایسے امور پر فتنہ برپا کرتے ہیں اور لوگوں کو فتنہ میں ڈالنا یا خود فتنہ میں پڑنا درست نہیں مگر عارض سکر سے اس نہی کا مکلف نہ رہا تھا

جب سکر نہ رہا پھر حکم اصلی عود کر آیا پس پیالہ شراب یعنی احوال عشق کو آستین خرقہ میں پوشیدہ رکھو کنایہ ہے اخفاء احوال عشق سے کیونکہ اہل زمانہ خونریز ہیں جیسے چشم صراحی خونریز ہوتی ہے اس کو خونریز اس لئے کہا کہ اس میں سے شراب نکلتی ہے جس کا رنگ سرخ مثل خون کے ہوتا ہے۔ شاید چشم صراحی اس کی ٹونٹی کو کہا ہو جس میں سے شراب لیتے ہیں۔ اور اس کے پہلے شعر کے مصرعہ ثانیہ کی جو تقریر تھی وہی اس کے مصرعہ ثانیہ کی تقریر ہے۔ اور آگے فرماتے ہیں کہ زمانہ سکر میں جو کچھ اظہار اسرار ہو گیا ہے اب اشک ندامت سے سکر کے اس وہبہ کو خرقہ وجود سے دھونا چاہیے یعنی اس سے عذر و توبہ چاہئے کیونکہ اب موسم صحو ہے جس میں ورع و تقویٰ واجب ہے اور لوازم تقویٰ سے تلافی ہے مافات کی۔ اور رہا یہ کہ سکر میں تو گناہ ہی نہ ہوا تھا پھر توبہ کی کیا ضرورت ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ بعض اوقات نوسکر بھی ناقص ہوتا ہے جس میں من کل الوجوہ معذور نہیں ہوتا یعنی اختیار رہتا ہے مگر ناقص تمام جس میں ضبط معتذر نہیں بلکہ متعسر ہو جاتا ہے تو اس وقت گناہ لکھا جانا بعید نہیں اور اگر سکر تام بھی ہو تب بھی فی نفسہ تو کلمات غیر مشروع قبیح ہیں اس کا قبح مقتضی معذرت ہے جیسا بلا اختیار کسی بزرگ کو اپنی ٹھوکر لگ جائے تو اطلاع ہونے پر کس قدر شرماتا ہے اور معذرت کرتا ہے۔ تیسرے اس لئے کہ خلق ضلالت سے محفوظ رہے۔ پس ان اشعار میں دو امر کی تعلیم ہے ایک وجوب ضبط کی حالت صحو میں دوسری تلافی حالت سکر کی جیسا حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ جب صحو میں آتے اور سنتے کہ میں نے حالت سکر میں سبحانی ما اعظم شانی کہا تھا تو فرماتے لو قلت سبحانی ما اعظم شانی فانا مجوسی فاطع زناری واقول اشہدان لا الہ الا اللہ۔

مجوی عیش خوش از دور و اژگون سپہر	کہ صاف این سرخم جملہ درد آ میزست
----------------------------------	----------------------------------

واژگون صفت دور سپہر مضاف الیہ دور و اژگون۔ مطلب یہ کہ اس دنیا میں راحت مت طلب کرو کہ یہاں کی راحت بھی مکر ہے مقصود تعلیم ہے ترک تعلق و حب دنیا کی تاکہ فکر آخرت میں لگے۔ اور خم سے مراد فلک باعتبار محدب ہونے کے اور نسبت حوادث کی فلک کی طرف یا اس کو کج رفتار کہنا شاعری ہے۔

سپہر بر شدہ پرویز نے ست خون افشان	کہ قطرہ اش سر کسری و تاج پرویزست
-----------------------------------	----------------------------------

بر شدہ بمعنی بلند شدہ صفت سپہر۔ و پرویزن غربال۔ و کسرے و پرویز نام دو بادشاہان یعنی یہ فلک بمنزلہ ایک غربال کے ہے جس میں سے خون ٹپکتا ہے چنانچہ سر کسرے اور تاج پرویز بھی اسی کے قطرہ خون ہیں کہ ان کو خون اور ہلاک کر کے قطرہ قطرہ اور ریزہ ریزہ کر کے چھان ڈالا۔ اور بعض نسخوں میں بجائے قطرہ کے ریزہ ہے بمعنی ریختہ شدہ اس شعر کا مقصود بھی مثل مقصود شعر بالا ہے۔

ہر انچہ میرسد از نور فیض سبحانی	نصیبہ دل شخصے کہ شب سحر خیزست
---------------------------------	-------------------------------

یہ شعر گویا شعر سابق کا متمم ہے کہ اس میں تڑپید تھی دنیا سے اور اس میں ترغیب ہے امور آخرت کی اور بعض نسخوں میں یہ شعر نہیں ہے اور اسلوب بھی اس کا کلام حافظ کا سا نہیں۔

عراق و پارس گرفتی بشعر خود حافظ	بیا کہ نوبت بغداد وقت تبریزست
---------------------------------	-------------------------------

ترجمہ تو ظاہر ہے مقصود معنوی یہ ہو سکتا ہے کہ شیوخ کو اشاعت طریق و افادہ خلق کی حرص ہونا چاہئے یہ نہیں کہ اگر چند مقامات پر فیض پہنچ گیا تو اس پر قناعت کریں بلکہ دوسرے مقامات پر توجہ کرنا چاہئے کہ ان کو بھی ان کے افادات سے بہرہ ہو کہ یہ حضرات ورثہ ہیں انبیاء علیہم السلام کے اور انبیاء علیہم السلام کی یہی سنت ہے

## غزل

یارب آن شمع شب افروز بکاشانہ کیست	جان ماسوخت پر سید کہ جانانہ کیست
حالیا خانہ برانداز دل و دین من ست	تاہم آغوش کہ می باشدہ ہمخانہ کیست
بادۂ لعل لبش کز لب مادور مباد	راح روح کہ و پیمانہ دہ پیمانہ کیست
دولت صحبت آن شمع سعادت پر تو	باز پر سید خدارا کہ پروانہ کیست
میدہد ہر کسش افسونی و معلوم نشد	کہ دل نازک او مائل افسانہ کیست
یارب آن شاہوش ماہ رخ زہرہ جبین	در یکتائے کہ و گوہر یکدانہ کیست
آن می لعل کہ ناخوردہ مرا کر و خراب	ہمنشین کہ و ہمکاسہ و پیمانہ کیست

زیر لب خندہ زنان گفت کہ دیوانہ کیست

گفتم اہ از دل دیوانہ حافظ بے تو

یہ تمام غزل حالت قبض و فراق کی معلوم ہوتی ہے اور بعض اشعار میں لفظ یارب آنے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ان میں غیر رب کے معاملہ کا بیان ہوگا کیونکہ یہ یارب ندا کے لئے نہیں ہے بلکہ محض تعجب و حیرت کے لئے ہے اور بجز شعر پنجم و مقطع کے سب اشعار کا ایک ہی مضمون ہے مختلف عنوانات سے کہ ہم سے جدا ہو کر معلوم نہیں کس کے حال پر توجہ کی ہے اور دوسرے کے حال پر توجہ سے تعرض بطور غبطہ کے ہے جو کہ محمود ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ خدا جانے وہ محبوب کہ مشابہ شمع شب افروز کے رونق بخشی میں ہے کس کے کاشانہ قلب میں متجلی ہے ہماری جان کو تو فراق میں سوختہ کر دیا۔ تحقیق تو کرو کس کا دوست بنا ہے فی الحال تو میرے خانہ دل و دین کو ویران کر دیا ہے فراق میں دل کا ویران ہونا تو ظاہر ہے اور دین کی ویرانی یا تو اس طرح ہے کہ فراق میں شکوہ ہوتا ہے اور یہ فی نفسہ مغل دین ہے گو عارض عذر سے مواخذہ نہ ہو اور یا اس لئے کہ قبض میں افسردگی ہوتی ہے اور افسردگی بہت طاعات میں مغل ہوتی ہے۔ معلوم نہیں کس کا ہم آغوش اور ہم خانہ یعنی کس کا مواصل ہے۔ اس کا بادہ لعل کہ خدا کرے ہم سے بھی اس کو قرب نصیب ہو معلوم نہیں کس شخص کا راحت روح اور کس کے پیمانہ کا ہم عہد ہو رہا ہے یعنی کس کے پیمانہ دل سے عہد کیا ہوگا کہ تجھ سے قرب کروں گا۔ اور بادہ اور پیمانہ کی مناسبت کا لطف ظاہر ہے اور اس شمع سعادت پر تو کی دولت صحبت کی نسبت پوچھو تو کہ کس کے پروانہ دل کے ساتھ واقع ہوتی ہے (پس پروانہ کی با زائد نہیں کما فہم البعض) اور سعادت پر تو کے معنی یہ ہیں کہ سعادت پر تو فیض و ظل اوست۔ آگے شعر پنجم ہے جو دوسرے مضمون کا ہے یعنی ہر شخص محبوب کی تملق کرتا ہے جس کو مجازاً افسوں کہہ دیا اور یہ بالعمین معلوم نہ ہوا کہ وہ کس سے خوش ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ طریقہ ان کی رضا کا کسی کو معلوم نہیں کیونکہ شریعت نے طریق رضا کا خود بتلا دیا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ پورا یقین نہیں ہوتا کہ ہم اس طریق پر مستقیم ہیں یا نہیں کیونکہ بہت سے دقائق جو عوائق رضا ہیں خیال میں بھی نہیں آتے۔ اس سے غرض یہ تعلیم ہوگی کہ مجاہدہ و ریاضت کر کے مغرور نہ ہو بلکہ لرزان و ترسان رہے۔ آگے پھر عود ہے مضمون سابق کی طرف کہ وہ محبوب کامل الجلال و الجمال معلوم نہیں کس کی منزل دل میں دریکتا و گوہر یکدانش کی

طرح تجلی فرماؤ اور افزا ہے اور معلوم نہیں کہ وہ تجلی جو ایرات سکر میں مثل مے لعل کے تھی اور جس کو میں بخوبی مشاہدہ بھی نہ کر چکا تھا اور مست و خراب ہو گیا خدا جانے کس کی ہمنشین اور کس کی ہم کاسہ اور ہم پیاناہ یعنی کس کی موصل ہے۔ آگے مقطع ہے یعنی میں نے بزبان حال یا بلسان قال عرض کیا کہ بدون آپ کے حافظ کے دل دیوانہ کی حالت قابل افسوس ہے تبسم زیر لبی کر کے فرمایا کہ تو جو دل کو دیوانہ کہتا ہے تو وہ کس کا دیوانہ ہے۔ ضحک اور سوال منافی نہیں ہے اس معاملہ کے صدور عن محبوب کے کیونکہ ضحک علی مایلیق بہ احادیث سے ثابت ہے اور سوال کچھ استفادہ میں منحصر نہیں کہ محال لازم آئے بلکہ ممکن ہے کہ بہتج شوق کے لئے ہو اور دوسرے اغراض کے لئے سوال ہونا بھی احادیث سے ثابت ہے جیسا حدیث فضل ذکر میں آیا ہے کہ ملائکہ سے سوال فرماتے ہیں کہ میرے بندے کیا کر رہے ہیں الی آخر الحدیث۔ اور مقصود تمام غزل سے اظہار حزن ہے قبض پر جس سے عجز و تضرع معلوم ہوتا ہے جو کہ لازمہ عبدیت ہے اور تعلیم بھی ہے کہ قبض میں خوب تضرع وزاری و عجز و نیاز سے کام لے کہ خواہ کوئی سبب ہو مگر زاری ہر حال میں نافع ہے۔

## غزل

بنال بلبل اگر بامنت سر یاریست	کہ مادو عاشق زاریم و کار مازاریست
-------------------------------	-----------------------------------

ترجمہ لفظیہ تو ظاہر ہے اور مقصود اس سے اس امر کا بیان کرنا ہے کہ اصل کام عاشق و طالب کا افتقار اور زاری ہے کما قال الرومی۔ دوست دارد دوست این آشفنگی + حتی کہ اگر کوئی اس سے اختلاط کرنا چاہے تو دیکھ لے اگر وہ بھی اسی مذاق کا ہو تو اس سے ارتباط کرے کہ اس سے تقویت حال کی ہوتی ہے ورنہ علیحدہ رہے کہ صحبت نا جنس سے ضرر ہوتا ہے۔

در آن چمن کہ سبکی وز وزطرہ دوست	چہ جائے دم زدن نافہ ہای تاتاریست
---------------------------------	----------------------------------

ترجمہ لفظیہ ظاہر ہے اور مقصود معنوی یہ ہے کہ تذکرہ محبوب کے سامنے تمام مفرحات گرد ہیں اس میں تعلیم ہے کہ محبت کو دوسری طرف متوجہ نہ ہونا چاہئے۔

بیار بادہ کہ رنگین کنیم جامہ دلوق	کہ مست جام غروریم و نام ہشیار بست
-----------------------------------	-----------------------------------

مخاطب کو مشورہ دیتے ہیں کہ شراب محبت الہی سے اپنی ہستی کو متصف کرنا چاہئے کیونکہ

ہماری حالت موجودہ واجب الاصلاح ہے اس لئے کہ ہم غرور و غفلت میں مدہوش ہو رہے ہیں اور اس کا نام ہشیاری رکھا ہے تو اصلاح ضروری ہوئی اور اصلاح کا یہی محبت الہیہ طریقہ ہے۔ اور بعض نسخوں میں جامہ زرق بمعنی جامہ مکر ہے مراد اس سے وہی ہستی پر غرور ہے۔

نہ بستہ اند در توبہ حالیا برخیز	کہ توبہ وقت گل از عاشقی زبیکاری ست
---------------------------------	------------------------------------

اس میں ترغیب عشق کے ساتھ مخاطب کو ایک شبہ کا کہ عشق کے متعلق جواب دیتے ہیں وہ شبہ غلبہ ظاہر پرستی سے پیدا ہوتا تھا کہ یہ حالت چونکہ سلف سے منقول نہیں اس لئے بدعت و معصیت ہوگی۔ جواب علی سبیل التذلل دیتے ہیں کہ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے تو پھر توبہ کر لپیو عاشقی سے کیوں توبہ و اعراض کرتے ہو کہ ابھی وقت ہے اس کی تحصیل کا کہ صحت و فراغ و قرب مرشد میسر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آزمائش ہی کے طور پر اس طریق کو اختیار کر لو کما قال الرومی۔ آزمون را یک زمانی خاک باش + اور تحقیقی جواب میں چونکہ مشاغبہ ہو سکتا تھا اس کو شاید اس لئے اختیار نہ کیا ہو۔ وہ یہ ہے کہ اس عشق کے متعلق دو امر ہیں مبادی اور آثار مبادی مثل مجاہدات خاصہ و اشغال خاصہ فی نفسہ امور مباحہ ہیں اور ذرائع مقصود ہونے کی وجہ سے عبادت بالغیر ہیں اور آثار شورش و غیرہ امور وجدانی ہیں جو نہ طاعت ہے نہ معصیت اور خود محبت مامور بہ اور طاعت مقصودہ ہے پس کوئی امر بھی بدعت و معصیت نہ ہوا۔

سحر کرشمہ وصلش بخواب میدیم	زہی مراتب خوابی کہ بہ زبیداری ست
----------------------------	----------------------------------

خواب سے مراد منام نہیں ہے بلکہ مقابل یقظہ کے ہے یعنی حالت بین النوم والیقظہ جو احیاناً اہل سلوک کو پیش آتی ہے۔ یعنی اس میں کچھ مشاہدات میسر ہوئے اور ایسا خواب بہت اچھا جو بیداری سے بھی بہتر ہو۔ تنبیہ:- یہ حالت مذکورہ از قبیل استغراق ہے اور استغراق میں ترقی ہوتی نہیں اور بیداری میں ترقی ہوتی ہے پھر بیداری سے وہ حالت کیسے افضل ہو سکتی ہے تو اس کی دو توجیہ ہیں ایک یہ کہ مطلق بیداری مراد نہ ہو بلکہ خاص وہ بیداری جس میں مشغول بہ ترقی نہ ہو پس عدم ترقی میں دونوں برابر پھر مشاہدہ میں وہ حالت فائق پس وہی افضل ہوئی دوسرے یہ کہ ابتداء میں بعض اوقات بعض ذرائع زیادہ نفع ہوتے ہیں بعض مقاصد سے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مقاصد میں شرائط کمال نہیں ہوتے مثلاً تلاوت بے خشوع اور ایسی حالت مذکورہ سے خشوع

پیدا ہو گیا پھر وہ مکمل مقصود کا بھی ہو گیا تو اس اعتبار خاص سے ذریعہ افضل ہو گیا بعض مقاصد سے اور بعض اس لئے کہا کہ مقاصد میں جو فرائض وغیرہ ہیں وہ ہر حالت میں ذرائع سے افضل ہیں۔ اور یہاں سے سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ بعض مشائخ اذکار و اشغال میں مشغول کر کے تلاوت و نوافل کی تقلیل کر دیتے ہیں سو حقیقت میں ان کو ترک کرنا مقاصد کا یا ترجیح دینا ذرائع کو مقصود نہیں بلکہ ان کا مقصود یہی ہوتا ہے کہ طالب ان مقاصد کا اصل کامل بن جائے۔

خیال زلف تو تختن نہ کارخامان ست	کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاری ست
---------------------------------	---------------------------------

مقصود بیان کرنا صعوبت عشق کا ہے کہ زلف مشابہ زنجیر کے ہے اور زنجیر کے تحت میں چلنا بڑی ہوشیاری کا کام ہے پس زلف محبوب کا طالب ہونا ہر خام کا کام نہیں اور یہ صعوبت باعتبار آثار عشق کے ہے کہ واردات شاقہ پیش آتے ہیں مثلاً قبض و ہیبت و حیرت و بعض مکاشفات جن میں احتمال اعتقاد امور غیر مشروعہ کا ہوتا ہے جو کہ ہلاکت حقیقیہ کا بھی سبب ہے جیسا دوسری جگہ خود فرمایا ہے۔

در راہ عشق و سوسہ اہرمن بسی ست	ہشدار و گوش را بہ پیام سروش دار
--------------------------------	---------------------------------

پس بڑی ہی احتیاط اور حزم درکار ہے۔

لطیفہ ایست نہانی کہ عشق از و خیزد	کہ نام آن نہ لب لعل و خط زنگاری ست
-----------------------------------	------------------------------------

جمال شخص نہ چشم ست و زلف و عارض و خال	ہزار نکتہ درین کار و بار دلداری ست
---------------------------------------	------------------------------------

مطلب یہ کہ جو جمال مدار ہے عشق کا وہ ایک کیفیت خاصہ ہے محبوب میں جو وجدانا مدرک ہوتی ہے یہ خط و خال وغیرہ مدار اس کا نہیں ہے اسی کو دوسری جگہ فرمایا ہے۔

شاہد آن نیست کہ موئے و میا نے دارد	بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد
------------------------------------	------------------------------

اور اس میں ایک تحقیق عظیم کی طرف بھی اشارہ ہو گیا وہ یہ کہ بعض اہل ظواہر نے محبت الہیہ بمعنی میلان قلب و رجحان طبع کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس محبت کا سبب صرف حسن صورت ہوتا ہے اور حق تعالیٰ اس سے منزہ ہے اس کا جواب اس طرح ہو گیا کہ ہم اس سبب کا انحصار حسن صورت میں تسلیم نہیں کرتے بلکہ سبب اصلی ایک جمال و کمال خاص ہے جو علی وجہ الکمال حضرت

حق میں موجود ہے بسط اس بحث کا احیاء العلوم کی کتاب المحبۃ میں ہے جو دیکھنے کے قابل ہے۔

بآستان تو مشکل تو ان رسید آری	عروج برفلک سروری بدشواری ست
-------------------------------	-----------------------------

ترجمہ لفظیہ ظاہر ہے۔ مقصود عظمت بیان کرنا ہے وصول الی المقصود کی تاکہ نعمت عظمیٰ سمجھ کر اس کے لئے خوب سعی کی جائے اور اس کی علامات ظاہر ہونے کے وقت شکر ادا کیا جائے۔

روندگان طریقت بہ نیم جو نخرند	قبای اطلس آنکس کہ از ہنر عاری ست
-------------------------------	----------------------------------

قبای اطلس سے مراد عبادات ریائیہ اور ہنر سے مراد اخلاص۔ مقصود و ظاہر ہے کہ اہل حقیقت کی نظر میں عبادت بے اخلاص کی کچھ وقعت نہیں۔ اس میں تاکید ہے تحصیل اخلاص کی۔

دلش بنالہ میازار و ختم کن حافظ	کہ رستگاری جاوید در کم آزاری ست
--------------------------------	---------------------------------

آزردن مراد ناخوش کردن۔ و کم آزاری مراد عدم آزاری۔ مقصود ارشاد ہے کہ عشق میں جو حالات ناگوار پیش آئیں اس سے شکوہ کرنا خلاف مرضی حق ہے جو مخل رستگاری و نجات ہے بلکہ اصطبار ضروری ہے کما قال المسعدیؒ۔ خوشا وقت شورید گاں غمش + اگر ریش بیند و گرم ہمیش + دامد شراب الم در کشند + و گر تلخ بیند دم در کشند + البتہ مغلوب الحال اس سے مستثنیٰ اور معذور ہے۔

## غزل

اگر چہ عرض ہنر پیش یار بی ادبی ست	زبان خاموش و لیکن دہان پر از عربی ست
-----------------------------------	--------------------------------------

عربی مراد سخنان فصیح کہ از صدق حال بر خیزد۔ اس میں ایک حالت خاص کا بیان ہے کہ جوش عشق میں اپنی جان نثاری و خدمت گزاری و وفاداری کے اظہار کا بعض اوقات جوش ہوتا ہے اس کے بارہ میں کہتے ہیں کہ اگر چہ اپنی خوبی و ہنر کا محبوب کے سامنے پیش کرنا بے ادبی ہے اور اسی لئے زبان خاموش بھی ہے لیکن جوش اس قدر ہے کہ ایسے کلمات منہ تک آجاتے ہیں گو ضبط کیا جاتا ہے اس میں اشارہ اس طرف ہو گیا کہ جوش میں بھی دعویٰ کی کوئی بات نہ ہونا چاہئے کہ خلاف ادب ہے اور طرق العشق کلھا اداب۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کر شمع و ناز	بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بواجبی ست
------------------------------------	--------------------------------------



مقصود یہ کہ عجب قحط بصیرت ہے کہ کالمین کے کمالات سے آنکھیں بند کر لی ہیں اور شیخان مزور کو کامل سمجھ رکھا ہے اس میں اشارہ ہے کہ تجویز مرشد میں بصیرت و تحقیق سے کام لینا چاہئے کما قال الرومی۔ پس بردستی نباید داد دست

سبب پیرس کہ چرخ از چہ سفلہ پرور شد	کہ کام بخشی اور ابہانہ بے سہمی ست
------------------------------------	-----------------------------------

یہ بطور سبب مضمون سابق کے ہے اور چرخ سے مراد عوام اہل عالم ہیں۔ مطلب یہ کہ عوام کی توجہ کا سبب کیا پوچھتے ہو ان کے رتبہ بخشی کے لئے کسی سبب معتد بہ کی تھوڑا ہی ضرورت ہے محض خیال کے پابند ہوتے ہیں جو جی میں آیا کر گزرے تحقیق کی عادت ہی نہیں۔ پس اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ عوام کے ہجوم سے کسی کے کمال پر استدلال نہ کیا جائے۔

ازین چمن گل بیخار کس نخید آرے	چراغ مصطفوی با شرار بولہبی ست
-------------------------------	-------------------------------

مقصود یہ ہے کہ کوئی راحت بدون محنت اور کوئی نفع بدون تحمل ضرر میسر نہیں حتیٰ کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس محبوبیت کے ابولہب کی ایذائیں سہنا پڑیں۔ پس طریق طلب میں امور شاقہ و صعبہ ظاہرہ یا باطنہ جو خلاف مزاج پیش آئیں ان کا تحمل چاہئے تاکہ دولت مطلوبہ حاصل ہو۔

حسن زبصرہ بلال از جہش صہیب از روم	ز خاک مکہ ابو جہل این چہ بوالعجبی ست
-----------------------------------	--------------------------------------

مقصود یہ ہے کہ ظاہری اسباب کو نہ موثر سمجھے نہ مانع بالکل دار و مدار فضل اور مشیت پر ہے۔ اس میں تعلیم ہے کہ نہ اپنے کمالات پر ناز کرے نہ دوسرے کے نقائص پر اس کی تحقیر کرے۔ ع تیار کر اخواہد و میلش بکہ باشد۔

جمال دختر رز نور چشم ماست مگر	کہ در نقاب ز جاجی و پردہ عنفی ست
-------------------------------	----------------------------------

دختر ز بنت العنب شراب۔ وا چون از عنب حاصل می شود و در ز جاج می ماند بطور حسن التعلیل محبوبیت اورا معلل بدین علت ساختہ کہ شاید او در نقاب ز جاجیہ است کہ از رطوبات سہ گانہ چشم ست کہ مجموعہ آن جلسہ یہ وز جاجیہ و بیضیہ است و شاید در حجاب عنفی ست کہ از طبقات ہفتگانہ چشم ست کہ مجموعہ آن صلبی و مشیمی و شبکی و عنفی و عنکبوتی و قرنی و خمی

ست ازین رونور چشم ما باشد۔ و بلسان اشارت مقصود بیان کردن ست عزیز بودن نسبت عشقیہ را کہ در مستی مشابہ شراب ست و چون حسن التعلیل محض مضمون شاعرانہ می باشد ضرور نیست کہ در واقع چیزے مصداق آن شود بجز تحسین کلام و تشبیہ پس حاصل معنی آن باشد کہ عشق چنان عزیز ست کہ گویا نور چشم ما ست کہ در رطوبت خاصہ و طبقہ خاصہ می ماند۔

دوای درد خود اکنون از ان مفرح جوی	کہ در صراحی چینی و شیشہٴ حلّی ست
-----------------------------------	----------------------------------

چون صراحی چینی و شیشہٴ حلّی از انفس ظروف شراب ست کہ در و انفس شراب می ماند پس کنایہ شد از اکل افراد خمر۔ مراد اس سے بھی وہی عشق ہے جو کامل درجہ کا ہو اور درد سے مراد امراض قلب کما قال الرومی۔

ای دوای نخوت و ناموس ما	ای تو افلاطون و جالینوس ما
-------------------------	----------------------------

یا درد سے مراد ضلال طلب اور مفرح سے مراد نسبت و تعلیم اور صراحی چینی و حلّی سے مراد مرد کامل یعنی اگر اپنے درد طلب کی دوا کہ عبارت ہے وصول سے چاہتے ہو تو کسی کامل سے فیوض باطنی حاصل کر لو اور اس کی تلقین کا اتباع کرو۔

بہ نیم جونہ خرم طاق خانقاہ و رباط	مرا کہ مصطبہ ایوان و پای ختم ظلمی ست
-----------------------------------	--------------------------------------

مصطبہ میخانہ و طنّب خیمہ مشبک (گویم کہ شاید شامیانہ مراد باشد کہ رفیع ہم ست و در میان سقش و قناتش شباک ہم ست واللہ اعلم و شاید آنرا ظلمی ہم گفتہ باشند منسوب الی الطناب بمعنی رن) و بنای رفیع کذافی الغیث والیاضیۃ والشرح چون در خانقاہ و رباط اکثر رسوم لایعنی و صورت طاعت بے معنی ماندہ بود لہذا کنایہ از عبادت ریائی گشت چنانکہ در مصرعہ مشہورہ ع چو بصومعہ رسیدم ہمہ یا فتم ریائی + و مراد از میخانہ و ختم سے طاعت مقرون بالحمیۃ والاخلاص ست۔ ترجمہ تو یہ ہے کہ خانقاہ و رباط کی محراب میں ایک جو کو بھی نہ خریدوں جبکہ میخانہ میرا ایوان ہے اور ختم شراب کا پانا میری بناء رفیع ہے۔ مطلب یہ کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو ایوان عشق و سامان عشق عطا فرمایا ہے میری نظر میں عبادت ریائی ہیج ہے۔ مقصود اظہار نفرت ہے ریاء سے۔

ہزار عقل و ادب داشتہ من اینجولجہ	کنون کہ مست و خرابم صلائی بی ادبی ست
----------------------------------	--------------------------------------

عقل سے مراد عقل معاش اور ادب سے مراد ادب عرفی ہے یعنی وضعداری و تکلف۔ مطلب یہ کہ حصول عشق سے پہلے میں بھی عقل معاش اور ادب عرف کا مقید تھا جس کا منشاء حب مال اور جاہ ہے اب تو اس کے ضد کے ساتھ متصف ہو گیا کما قال الرومیؒ۔ ہر کرا جامہ ز عشقی چاک شد + اوز حرص و عیب کلی پاک شد + مقصود بیان کرنا ہے فضل عشق کا ترغیب کے لئے۔

بیاری کہ چو حافظ مدام استظہار	بگریہ سحری و نیاز نیم شمی ست
-------------------------------	------------------------------

استظہار پشٹی وقت۔ مطلب یہ کہ اے مخاطب شراب محبت حاصل کرو جس کے لوازم میں سے گریہ و نیاز ہے کیونکہ کامیابی میں امداد اسی گریہ و نیاز سے ملتی ہے جس طرح حافظ کو اسی سے امداد ملی۔ اور بعض نسخوں میں بجائے استظہار کے استغفار ہے یعنی تم جو ظاہری استغفار پر مغرور ہوئے ہو اور عشق و محبت سے مستغنی ہو تو اصل استغفار تو یہی گریہ و نیاز ہے جو موقوف ہے عشق و محبت پر جس طرح حافظ بھی اسی استغفار میں مشغول ہے پس اس کو حاصل کرو۔ اور اگر بیار کا مخاطب ساقی و مرشد ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ فیض عشقی عطا فرمائیے کہ حافظ کو جس طرح استظہار یا استغفار اس سے نصیب ہوا مجھ کو بھی ہو پس حافظ کو ایک دوسرا شخص بطور تجرید کے فرض کر لیا گیا۔

## غزل

عیب زندان مکن ای زاہد پاکیزہ سرشت	کہ گناہِ دگرے بر تو نخواستہ نوشت
من اگر نیکم اگر بد تو برو خود را باش	ہر کسی آن درو دعا قبت کار کہ کشت
ہمہ کس طالب یارند چہ ہشیار و چہ ہست	ہمہ جا خانہ عشق ست چہ مسجد چہ کنشت
سر تسلیم من و خاک در میکدہا	مدعی کر نکند فہم سخن گو سرو خشت
نا امیدم مکن از سابقہ روز ازل	تو چہ دانی کہ پس پردہ کہ خوب ست و کہ زشت
نہ من از خانہ تقوی بدر افتادم و بس	پدرم نیز بہشت ابد از دست بہشت
بر عمل تکیہ مکن خواجہ کہ در روز ازل	تو چہ دانی قلم صنع بنا مت چہ نوشت
گر نہادت ہمہ این ست زہی پاک نہاد	در سرشت ہمہ این ست زہی پاک سرشت

باغ فردوس لطیف ست و لیکن زہار	تو غنیمت شمرا این سایہ بید و لب کشت
حافظا روز اجل گر بکف آری جامی	یکسرا ز کوی خرابات بر نمدت بہ بہشت

اس تمام تر غزل میں خطاب ہے ایسے شخص کو جو ظاہر پر جمود کئے ہو اور اہل باطن کے حال سے بے خبر ہو اور اہل حال کو ظاہر میں نصیحت کرتا ہو مگر اس نصیحت میں اعتراض اور طعن اور تحقیر اور اپنے ترفع و تقدس کا اظہار ہو پس اس کا مختلف عنوانوں سے جواب دیتے ہیں فرماتے ہیں کہ اے زاہد پاکیزہ سرشت تم ہم رندوں کا عیب مت کیا کرو (پاکیزہ سرشت باعتبار اس کے زعم کے یا بطور تمسخر کے کہا) دوسرے شخص کا گناہ تمہارے نامہ اعمال میں تو نہ لکھا جائے گا (یہ جواب علی سبیل التذلل ہے یعنی ہماری حالت اگر تمہارے نزدیک گناہ ہی ہے تو بھی اتنا پیچھے کیوں پڑتے ہو گناہ ہم کو ہو گا تم کو تو نہ ہو گا۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی شخص یہ سمجھ کر نصیحت نہ کیا کرے یہ تو سنت انبیاء علیہم السلام و نصوص کے خلاف ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جب ناصح مخاطب کو حق پہنچا چکا تو فرض ادا ہو گیا اب ہر وقت اس کے درپے ہونا اس شخص کا کام ہے جو مامور من اللہ ہو یا مامور من السلطان ہو جیسے انبیاء علیہم السلام یا سلاطین و حکام یا امیر البیت وغیرہ کہ یہ مامون ہوتے ہیں فتن باطنی سے ورنہ اکثر ریاء و تقاخر منشاء ہو جاتا ہے پسند و موعظت کا۔ اور قرآن مجید میں آئیے یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم اور حدیث میں ارشاد لا یقصر الامیر او مامور او مختال اسی پر محمول ہے البتہ جو مخلص ہو وہ ملحق بالمامورین ہے و قلیل ماہم اور یہاں کلام باعتبار اکثر اور غالب حالت کے ہے) آگے فرماتے ہیں کہ اگر میں نیک ہوں یا بد ہوں تم جاؤ اپنا کام کرو (یعنی اپنا کام چھوڑ کر میرے پیچھے کیوں پڑ گئے یہ بھی اشارہ ہے ایک مفسدہ کی طرف جو ایسے ناصح کو پیش آتا ہے یعنی بعض احوال میں دوسرے کو نصیحت کرنا محض مستحب ہوتا ہے مگر اس مشغولی میں اپنے فرض کام ضائع ہو جاتے ہیں تو ایسا مستحب پھر غیر مباح ہو جاتا ہے) ہر شخص انجام کار وہی کاٹے گا جو اس نے بویا ہوگا (آگے دوسرے عنوان سے فرماتے ہیں کہ) تمام آدمی محبوب کے طالب ہیں اس میں ہوشیار و مست سب آگئے اور ہر جگہ عشق ہی کا ظہور ہے اس میں مسجد اور بت خانہ سب آگیا (یعنی جس طرح مطلق طلب کی

دو قسمیں ہیں ایک مقبول کہ بالذات وبالقصد طلب کرنا جیسے موحدین کی طلب ہے دوسرے بواسطہ کسی مخلوق حقیقی یا خیالی کے اور بلا قصد کے جیسے مشرکین کی طلب ہے کہ مخلوقات کو ذی کمال سمجھ کر ان کا قصد کرتے ہیں اور وہ کمال خواہ حقیقی ہو یا وہی مستفاد من الواجب ہے تو حقیقت میں مطلوب وہی ہو مگر طالب کا قصد اس سے متعلق نہیں گو وہ زعم تعلق میں مغرور ہو اسی طرح طلب مقبول کی دو قسمیں ہیں ایک طلب ہوشیاری کے ساتھ دوسری طلب مستی کے ساتھ جیسے ہماری طلب ہے پھر جب یہ بھی ایک قسم طلب مقبول کی ہے پھر ہم پر اس طلب میں کیوں اعتراض کیا جاتا ہے۔ مصرعہ ثانیہ میں تقسیم اول کی طرف اور مصرعہ اولیٰ میں تقسیم ثانی کی طرف اشارہ ہے آگے فرماتے ہیں کہ) میرا سر تسلیم و نیاز تو خاک درمیکدہ سے جدا نہ ہوگا (یعنی حالت عشقیہ کو ایسے اعتراضوں سے نہ چھوڑوں گا) اگر مدعی (یعنی معترض کہ ماہہ الاعتراض کا مدعی ہوتا ہے یا اپنی بر وقویٰ کا مدعی ہوتا ہے بات کونہ سمجھے (یعنی مختلف عنوانوں سے سمجھانے پر بھی نہ سمجھے) تو اس سے کہہ دو کہ اینٹ سے سر پھوڑ لے (یہ کننا یہ ہے عدم حصول مقصود سے آگے فرماتے ہیں کہ) تم مجھ کو روز ازل میں جو قرار پا چکا ہے اس سے ناامید مت کرو (یعنی ایسے حکم مت لگا دو کہ یہ کافر ہے دوزخی ہے) تم کو کیا معلوم کہ پس پردہ کون اچھا ہے اور کون برا ہے (کما قال تعالیٰ فلا تمزکوا انفسکم ہوا علم بمن اتقى مطلب یہ کہ اگر میری حالت بری ہو تو شاید اچھی ہو جائے اور اگر تمہاری حالت اچھی ہی ہو تو شاید بری ہو جائے تو تفاخر اور تحقیر نہایت فبیح ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ) کچھ میں ہی خانہ تقویٰ سے باہر نہیں نکلا میرے باپ آدم علیہ السلام نے بھی جنت الخلد کو ہاتھ سے دیدیا تھا (بہشت ابد کے یہ معنی ہیں اور یہ مطلب نہیں کہ ابد کے لئے الخ حاصل یہ کہ مجھ سے اگر کوئی لغزش و خطا ہوگئی تو آخر آدمی ہوں خود آدم علیہ السلام سے ہوگئی تھی تو اس قدر اور اس طرح سے طعن و تشنیع مناسب نہیں قال علیہ السلام نسى آدم فنسیت ذریۃ و جحد آدم فجحدت ذریۃ۔ آگے فرماتے ہیں تم جو ایسی بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کو اپنے عمل پر تکیہ ہے تو) میان عمل پر کبھی تکیہ مت کرنا کیونکہ یوم المقادیر میں معلوم نہیں تم کو سعید لکھا ہے یا شقی اور اگر آپ کی یہی ذات ہے تو آپ عجب ذات شریف ہیں اور اگر آپ کی یہی

طینت ہے تو بہت ہی نیک طینت ہے (مطلب یہ کہ اگر اس تشبیہ پر بھی تم باز نہیں آتے اور یہی طرز تمہاری طبیعت ہوگئی ہے تو سلام ہے ایسی طبیعت کو وہذا کما قال فی الشعر الاول پاکیزہ سرشت تہکما و ہذا ما ادی الیہ ذوقی۔ آگے فرماتے ہیں کہ تم جو محض اعمال ظاہری کی ترغیب جنت کے لئے دے رہے ہو اس میں شک نہیں کہ) باغ جنت لطیف ہے لیکن یاد رکھو کہ سایہ بید اور لب کشت یعنی نسبت عشقیہ کہ مثل سایہ بید اور لب کشت کے فرحت بخش ہے نیز قابل غنیمت سمجھنے کے ہے (یعنی اس کو بھی حاصل کرو کہ جنت کی کامل نعمتیں اسی پر موقوف ہیں قال تعالیٰ والسابقون السابقون اولئک المقربون بعد قولہ تعالیٰ اصحاب المیمنہ ما اصحاب المیمنہ خواہ یہ عشق سلف کے لون سے ہو یا خلف کے لون سے مگر یہ متیقن ہے کہ زہد خشک کو کسی نے سلف میں سے بھی کافی نہیں سمجھا۔ آگے اپنے کو وہی اوپر والی نصیحت کرتے ہیں کہ تم بھی اپنی نسبت عشقیہ پر مغرور مت ہونا اس کا اعتبار بھی خاتمہ پر ہے) اے حافظ اگر خاتمہ کے روز یہ جام محبت حاصل رہا تو اس خرابات دنیا سے سیدھے جنت میں پہنچوں گے (ورنہ خاک بھی نہیں فقط)۔

جز آستان تو ام در جہان پناہی نیست	سر مرا بجز این در حوالہ گا ہے نیست
-----------------------------------	------------------------------------

خطاب ہے محبوب حقیقی کو کہ بجز آپ کے آستانہ کے میری کہیں پناہ نہیں یہی حاصل ہے مصرعہ ثانیہ کا۔ اس میں تعلیم ہے توکل و تفویض و اعتماد علی الحق کی۔

عدو چوتیغ کشد من سپر بیند ازم	کہ تیر ما بجز از نالہ و آہے نیست
-------------------------------	----------------------------------

نالہ باشباع می باید خواند ورنہ سکتہ لازم می آید۔ و سپر انداختن کنایہ از بجز و ترک جنگ۔ مطلب یہ کہ میں انتقام نہیں لیتا ہمارا ہتھیار صرف آہ و نالہ ہے۔ اس میں تعلیم ہے سالک کو صبر و رضا و تسلیم کی اور تسلیہ ہے وعدہ نصر سے۔

چراز کوی خرابات روے بر تا بم	کزین بہم بچہان ہیچ رسم و راہی نیست
------------------------------	------------------------------------

بہم مرکب از لفظ بہ بمعنی بہتر و میم متکلم بمعنی مرا۔ مطلب یہ کہ طریق عشق سے بہتر کوئی طریق نہیں اس کو کبھی ترک نہ کروں گا اس میں تعلیم ہے استقامت و ثبات علی مشاق السلوک کی خواہ ظاہری ہوں یا باطنی۔

زمانہ گریزند آتشم بخرمین عمر	بگو بسوز کہ برمن برگ کا ہی نیست
------------------------------	---------------------------------

یعنی اگر زمانہ مجھ کو ہلاک بھی کر دے کچھ پروا نہیں کیونکہ عمر و حیات کی قدر میرے نزدیک ایک پرکاش کے برابر بھی نہیں اس میں تعلیم ہے عدم توحش عن الموت کی کہ یہی توحش سبب ہے حرص و طول اطل وغیرہ کا۔

غلام نرگس جماش آن سہی سردم	کہ از شراب غرورش بکس نگاہی نیست
----------------------------	---------------------------------

جماش مست و دلیر و شوخ و مراد از نگاہ احتیاج کمافی قولہ تعالیٰ لا ینظر الیہم ارید بالنظر نظر الرحمة لا مطلق النظر۔ و شراب غرور عبارت از استغناء۔ مقصود بیان کرنا صفت غنا محبوب کا ہے اور علاوہ تحقیق مسئلہ صفات کے اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ سالک اس کی غنا پر نظر رکھے اور اپنی عبادت و ریاضت پر ناز نہ کرے جو کچھ کوئی کرتا ہے اپنے لئے کرتا ہے قال تعالیٰ من جاهد فانما یجاہد لنفسه ان اللہ لغنی عن العالمین۔

مباش در پئے آزار و ہر چہ خواہی کن	کہ در شریعت مانع ازین گناہی نیست
-----------------------------------	----------------------------------

یعنی برابر این گناہ ہے نیست مبالغتہ باین عنوان تعبیر نمودہ۔ مقصود بالخصوص امر فرمانا ہے اہتمام تقویٰ و ورع کا حقوق العباد سے کہ سالک کے لئے سب سے بڑھ کر مضر ہے کہ تدارک اس کا خارج از اختیار ہے۔ نیز سلوک میں قلب میں خشوع پیدا کرنا خصوصیت کے ساتھ <sup>مط</sup> نظر ہے کہ وہ منج ہے جمیع اخلاق حسنہ کا اور ازاردینا ناشی ہے قساوت قلب سے جو منافی خشوع ہے اس لئے بھی خلاف موضوع ہونے میں اشد ہے۔

عنان کشیدہ روای بادشاہ کشور حسن	کہ نیست بر سر راہے کہ داد خواہی نیست
---------------------------------	--------------------------------------

سہل یہ ہے کہ خطاب مرشد کو ہو کہ ذرا تفصیلی نظر سے طالبین کی طرف جزئیاً جزئیاً توجہ کیجئے (کیونکہ عنان کشیدہ چلنا سبب اسی تفصیلی نظر کا ہوتا ہے) سر راہ میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو داد خواہ نہ ہو (یعنی سب محتاج تربیت ہیں۔ اس میں ارشاد ہوگا مشائخ کو کہ طالبین سے استغناء نہ کریں) اور بعض نے محبوب حقیقی کو مخاطب ٹھہرا کر یہ تقریر کی ہے کہ تجلی کے بعد جو استنار ہو جاتا ہے کچھ تو تجلی کو توقف و امہال ہونے دیجئے کہ بہت سے مشتاق رو براہ ہیں۔

عقاب جور کشادہ است بال درہمہ شہر	کمان گوشہ نشینے و تیر آ ہے نیست
----------------------------------	---------------------------------

مدلول لفظی ظاہر ہے۔ شاید مقصود اس سے تنبیہ کرنا ہو اہل ظلم کو کہ اب تک جو باوجود اس ظلم و ستم کے بچے ہو اس پر ناز مت کرنا کسی اہل دل نے اب تک اس طرف توجہ نہیں کی ورنہ قلع و قمع ہو جاتا اور ان کی توجہ کا کوئی ضابطہ اور وقت معین نہیں پھر کس چیز کے دھوکے میں ہو۔ اس میں تخذیر ہوگی ظلم سے خصوصاً اہل دل پر جیسا اکثر منکرین معاندین کا شیوہ ہے۔ اور یا مقصود اس سے درخواست ہے اہل دل سے کہ اپنے معاملہ میں خواہ صبر کرو مگر عامہ خلایق پر جو شخص ظلم کرے اس وقت اپنے تیر و کمان بددعا سے کام لینا چاہئے اور یہ قید دوسرے دلائل سے معلوم ہے کہ جب بذریعہ نصیحت یا دعا اصلاح ہونے سے یاس ہو جائے۔

چنین کہ درہمہ سودام راہ می بینم	بہ از حمایت زلف توام پناہے نیست
---------------------------------	---------------------------------

مدلول لفظی ظاہر ہے مقصود یہ ہے کہ جب شیاطین انس یعنی شیوخ مزدورین و شیاطین جن یعنی موسوسین و مغویں کا ہجوم ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے پناہ طلب کرے کہ وہ ان اعداء سے محفوظ رکھے اور شریعت کو ایسے وقت معیار بنانا اور دعا بھی کرنا یہی اعتصام بکبل اللہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ ہر خطرہ سے مامون و مصون رہے گا۔

خزینہ دل حافظ بزلف و خال مدہ	کہ کارہای چنین حد ہر سیاہی نیست
------------------------------	---------------------------------

سیاہ غلام حبشی۔ دعا کرتے ہیں کہ میرا دل کہ کنز معرفت ہے بالقوہ یا بالفعل محبوبان مجازی کے زلف و خال میں مبتلا نہ ہونے دیجئے کیونکہ ایسے امور عظیم الشان کہ مالک ہونا ہے ایسے کنز کا ایسے غلاموں کی حیثیت کے لائق نہیں۔ زلف و خال کو سیاہ سے تعبیر کرنے کا لطف ظاہر ہے باعتبار لون کے بھی اور باعتبار بے قدری کے بھی۔ اس میں تعلیم ہے کہ عشق مجازی سے قصد اچھنا چاہئے اور جو بلا قصد ہو جائے اس سے حقیقت کی طرف متوجہ ہونے کا قصد کرنا چاہئے بطریقہ الذی قد عرف۔

## غزل

حال دل باتو گفتنم ہوس ست	خبر دل شدننم ہوس ست
--------------------------	---------------------



مدلول لفظی یہ ہے کہ اپنا حال تجھ سے کہنے کی ہوس ہے اور اس کی ہوس ہے کہ اپنا حال دل کہہ کر تجھ سے اپنے دل کے بارہ میں کوئی خبر اس کے علاج بالوصل وغیرہ کی سنوں کہ امید بند ہے۔ اور مقصود یہ ہے کہ اے مرشد یوں جی چاہتا ہے کہ اپنے امراض قلب یا واردات بیان کر کے آپ سے اس کے متعلق اصلاح یا تفسیر و تعبیر یا طریق ترقی سنوں۔

طمع خام بین کہ قصہ فاش	ازرقیبان نہفتنم ہوس ست
------------------------	------------------------

مطلب لفظی ظاہر ہے کہ باوجود اس قصہ عشق کے فاش ہونے کے پھر اس کے پوشیدہ رکھنے کی ہوس کرنا طمع خام ہے اور مقصود معنوی اشارہ اس طرف ہے کہ جو حالت بلا اختیار ظاہر و فاش ہو جائے اس کے اخفاء کی کوشش کرنے کی ضرورت نہیں اور محققین کا یہی مسلک ہے کہ کسی حال کے نہ اظہار کا قصد کیا جائے نہ اخفاء کا کہ دونوں میں التفات الی الغیر ہے اور اصل مقصود توجہ بخت الی اللہ ہے

شب قدری چین عزیز و شریف	باتوتا روز خفتنم ہوس ست
-------------------------	-------------------------

شب قدر مراد عمر کہ قابل قدر ست و چون دنیا محل تاریکی و خفاء حقائق ست تشبیہ شب دادن مناسب شد در دزمراد روز مرگ کہ وقت انتباہ و انکشاف حقائق ست کما قال علی الناس ینام اذا ماتوا انتبهوا مطلب یہ کہ یوں جی چاہتا ہے تمام عمر مرگ تک آپ کے ساتھ معیت بالقلب میسر رہے تاکہ اس کے ثمرہ میں بعد مرگ معیت بلا حجاب میسر ہو۔

دہ کہ در دانہ چین نازک	در شب تار سفتنم ہوس ست
------------------------	------------------------

ترجمہ لفظی ظاہر ہے کہ شب تاریک میں ایسے گوہر نازک کو سفتہ کرنا ہوس محض ہے۔ اور مقصود معنوی یہ ہے کہ دنیا میں کہ مشابہ شب تاریک کے ہے بالوجہ الذی قد ذکر فی شرح الشعر السابق) وصل بلا حجاب کی تمنا کرنا محض ہوس ہے۔ مقصود بیان کرنا اس خیال کے غلط ہونے کا ہے۔ للائتناع الشرعی والایواخذ بالتمنی الغیر الاختیاری۔

ای صبا ام شیم مدد فرما	کہ سحر گہ شلفتنم ہوس ست
------------------------	-------------------------

یعنی ای فیاض حقیقی یا اے مرشد کہ فیاض مجازی ہے دنیا میں میری مدد فرمائیے تاکہ صبح گاہ

قیامت میں مجھ کو شکستگی و کمال انبساط کہ وصال بلا حجاب ہے نصیب ہو۔ اس میں اشارہ ہے کہ مجاہدات و ریاضات میں استمداد من اللہ ہی مدار اعظم ہے اپنی قوت پر اعتماد نہ کرے۔

از برای مژغ بنوک مرثہ	خاک راہ تو رفتنم ہوس ست
-----------------------	-------------------------

از برای و بنوک ہر دو متعلق برفتن۔ اس میں تعلیم ہے تحمل مشاق و تذلل کی تحصیل مقصود میں۔

ہچو حافظ برغم مدعیان	شعر رندانہ گفتنم ہوس ست
----------------------	-------------------------

رغم خاک آلودہ شدن مراد بعکس مراد مدعیان۔ مطلب یہ کہ مدعیوں اور معترضوں کی پروانہ کرنا چاہئے اپنے عاشقانہ کام میں لگا رہنا چاہئے۔

## غزل

حسنت باتفاق ملاحظت جہان گرفت	آری باتفاق جہان میتوان گرفت
------------------------------	-----------------------------

چونکہ ملاحظت سے حسن کا کمال سمجھا جاتا ہے اس لئے یہ کنایہ کمال سے ہوا یعنی چونکہ محبوب حقیقی حسن ذاتی و صفاتی کے ساتھ موصوف ہیں اور اس وصف میں کامل بھی ہیں اس لئے تمام عالم مسخر قدرت ہے طوعاً یا کرہاً اور اس تسخیر میں صفات کمال مثل علم و قدرت و حکمت وغیرہا کا دخل ظاہر ہے اور یہ سب حسن میں داخل ہو گیا و ہذا کقولہ تعالیٰ ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً و کرہاً۔ مقصود اس بیان کمال سے تصحیح عقیدہ بھی ہے اور طالب کو ترغیب بھی ہے کہ ایسے کامل سے ضرور محبت کا تعلق ہونا چاہئے۔

افشای راز خلوتیان خواست کرد شمع	شکر خدا کہ مہر دلش بر زبان گرفت
---------------------------------	---------------------------------

خواست کردن یعنی کردن خواست۔ و راز خلوتیان سوز و گداز کہ لازمہ عشق است و شمع عاشق۔ و گرفت گرفته شد کنایہ از بند شدن زبان۔ و لطافت شعری درین آنت کہ سوزش شمع کہ سردل اوست در زبان او کہ طرف بالای اوست میرسد۔ ترجمہ لفظی یہ ہے کہ شمع نے چاہا تھا کہ راز اہل خلوت کا ظاہر کرے مگر اس کے راز دل نے زبان تک پہنچ کر اس کو سوختہ کر دیا اور اس کو اظہار سے بند کر دیا۔ مقصود یہ ہے کہ عشق ایک کیفیت وجدانی ہے کوئی شخص اس کے بیان کافی پر قدرت نہیں رکھتا جو شخص اس کا ارادہ کرے اس کی زبان اس سے عاجز ہو جاتی

ہے۔ اور تمام امور وجدانیہ کی یہی کیفیت ہے کہ زبان اس کی تعبیر سے عاجز و قاصر ہے پس اگر کوئی مضمون عاشق کا غیر مفہم ہو یا خلاف حق کا موہم ہو اس پر طعن مت کرو۔

میخو است گل کہ دم زند از رنگ و بوی تو	از غیرتش صبا نفس اندر دہان گرفت
---------------------------------------	---------------------------------

شین در غیرتش مضاف الیہ نفس ست۔ مدلول لفظی یہ ہے کہ گل اپنے میں رنگ و بودیکھ کر تیرے رنگ و بو کے مساواة کا دعویٰ کرنا چاہتا تھا۔ مگر صبا نے غایت غیرت سے اس کا سانس اس کے منہ ہی کے اندر پکڑ لیا یعنی بولنے نہ دیا چنانچہ گل کا نہ بول سکا ظاہر ہے۔ اور اس میں نہ بولنے کی ایک ادعائی علت بطور حسن التعلیل کے ہے۔ اور بعض نسخوں میں اس طرح ہے نفسش در دہان الخ پس غیرتش کے معنی ہوں گے غیرت خود اور بعض نسخوں میں ہے غیرت یعنی از غیرت بر تو۔ حاصل سب کا ایک ہی ہے مقصود معنوی یہ ہے کہ سالک پر جب غلبہ تو حید کا ہوتا ہے تو اپنے افعال و صفات کو عین افعال و صفات حق تخیل کر کے دعویٰ منصوری کرنا چاہتا ہے مگر فیض وحی کہ پیغام رسانی دوست میں مشابہ صبا کے ہے بمقتضائے غیرت کہ صفات حق میں سے ہے جس کا مقتضا نہی عن القبیح ہے اس کی زبان پکڑتا ہے یعنی شریعت نبوی تشریحی اس کو منع کرتی ہے گواثر اس نہی کا واقع نہ ہو۔ کیونکہ امر تشریحی مستلزم تشریح ہے مستلزم تکوین نہیں۔ پس اس میں اشارہ ہے کہ جب تک مرفوع القلم نہ ہو ایسی حالت میں کف لسان واجب ہے گو غلبہ حال سے ضبط میں کسی قدر تکلف اور تکلیف ہی کیوں نہ ہو۔

چون لالہ کج نہادہ کلاہ طرب ز کبر	ہر داغ دل کہ بادہ چون ارغوان گرفت
----------------------------------	-----------------------------------

ہر داغ دل الخ مبتدا و کج نہادہ الخ خبر چون حرف تشبیہ و کبر کبر ظاہری یعنی استغناء۔ و داغ دل عاشق کہ دلش داغ شدہ باشد و چون ارغوان یعنی سرخ مشابہ ارغوان کہ نام گلے ست سرخ رنگ۔ مطلب یہ کہ جس عاشق نے بادہ عشق نوش کر لیا وہ تمام ماسوی اللہ سے مستغنی ہو گیا گویا لالہ کی طرح کلاہ طرب کج رکھے ہوئے ہے۔ اس میں ترغیب ہے تحصیل عشق کی۔ اور بعض نسخوں میں ہے ہر دل کہ داغ بادہ الخ معنی یہ ہوں گے کہ جس دل نے ایسی بادہ کے داغ یعنی طلب کو اختیار کر لیا اور ترکیب وہی ہے۔

زان روی عشق ساغری خرم نم بسوخت	کاتش زعکس عارض ساقی دران گرفت
--------------------------------	-------------------------------

روی وجہ بمعنی سبب یعنی ازان سبب۔ مدلول لفظی تو ظاہر ہے کہ ساغری میں چونکہ عارض ساقی کا عکس پڑتا تھا اس لئے میں اس ساغری کی طلب میں بیتاب و بیقرار ہو گیا اور بلسان اشارت ساغری سے مراد تجلی افعالی اور عارض ساقی سے مراد تجلی صفاتی من حیث انہ ناش من التجلی الذاتی کما یدل علیہ اضافة العارض الی الساقی الذی هو الذات۔ پس مطلب یہ ہوا کہ افعال حق (جو دال ہیں صفات حق پر اور ابتدائے سلوک میں یہی سطح نظر ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ (وینفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا الا یہ) اس لئے میری خرم ہستی کے سوختہ کرنے والے اور فاعل حقیقی کے عشق میں بیتاب کرنے والے ہو گئے کہ ان میں صفات کی اور ان کے واسطے سے ذات کی تجلی تھی۔ اس میں تعلیم ہے ترقی نظر کی سلوک میں اس طرح سے کہ افعال سے صفات کی طرف اور ان سے ذات کی طرف توجہ کرے اور بعض نسخوں میں ہے آن روز عشق الخ اور روز سے مراد وقت یعنی اسی وقت سے ایسا ہو گیا تھا۔

آسودہ برکنار چو پر گاری شدم	دوران چونقطہ عاقبتم در میان گرفت
-----------------------------	----------------------------------

ترجمہ یہ ہے کہ میں پرگاری کی طرح کہ کنارہ پر چلا کرتا ہے نہایت راحت کی حالت میں چل رہا تھا آخر زمانہ نے مجھ کو نقطہ کی طرح کہ وسط میں ہوتا ہے۔ اندر لے لیا۔ اور شرح اس کی بعض شراح نے یہ کی ہے کہ میں پہلے عشق سے خالی تھا مگر آخر اس میں مبتلا ہو کر مصیبت میں پھنس گیا مگر احقر کا ذوق اس کو اس لئے قبول نہیں کرتا کہ سوق کلام سے ترشح ہوتا ہے کہ پہلی حالت کو ترجیح دے رہے ہیں پچھلی حالت پر اور یہ امر نہایت بعید ہے کہ خلوعن العشق کو عشق پر ترجیح دیں اس لئے احقر کے نزدیک بعض محشیوں کی توجیہ اچھی معلوم ہوتی ہے کہ جب تک دنیا سے بے تعلق تھا بڑی راحت تھی اب تعلقات میں پڑ کر گرفتار بلیات و مصائب ہو گیا۔ پس اس میں تفسیر ہے تعلقات ہو او ہوس سے کہ مضیع راحت روحانیہ ہے اور بعض اوقات متلف راحت جسمانیہ بھی۔

خواہم شدن بکوی مغان آستین فشاں	زین فتنہا کہ دامن آخر زمان گرفت
--------------------------------	---------------------------------

یعنی اس زمانہ میں کہ آخری زمانہ ہے کہ اس میں وقوع فتنن نصوص میں وارد ہے جو فتنے ظاہری و باطنی برپا ہیں ان سب سے اعراض کر کے عشق و معرفت کی پناہ حاصل کروں گا چنانچہ احادیث میں ذکر و طاعت کو حصن سے تشبیہ دی گئی ہے جس میں احکام شرعیہ و احوال عشقیہ سب داخل ہو گئے کہ ان پر استقامت و استقامت عاصم عن جمیع المکارہ ہے۔

بر برگ گل زخون شقائق نوشتہ اند	کانکس کہ پختہ شدی چون ارغوان گرفت
--------------------------------	-----------------------------------

تاردان یعنی اناردانہ از غیاث ۱۲

شقائق لالہ و مراد از گل گل لالہ یعنی لالہ جو اپنے کمال کو پہنچ کر اپنے خون میں رنگین یعنی سرخ ہو جاتا ہے یہ گویا بزبان حال اس بات کو بتلا رہا ہے کہ جو شخص پختہ یعنی عاقل کامل اور تجربہ کار ہوگا وہ اسی طرح مئی سرخ یعنی طریق عشق کو حاصل کرے گا۔ اس میں بھی فضیلت ہے عشق الہی کی کہ کمال عقل کا مقتضا اسی طریق کو اختیار کرنا ہے۔

می دہ کہ ہر کہ آخر کار جہان بدید	از غم سبک بر آمد و رطل گران گرفت
----------------------------------	----------------------------------

سبک حال۔ و آخر کار جہان زوال و اضمحلال۔ و رطل پیمانہ شراب و رطل گران پیمانہ بزرگ کذافی الغیاث و مقابلہ اش باسبک (در ترکیب ۱۲) لطافت شاعری ست۔ مطلب یہ کہ اے ساقی عنایت ازلی مجھ کو فیض عشقی عطا فرما کیونکہ عشق ایسی محبوب اور مرغوب چیز ہے کہ جس نے اس دنیا کا انجام کار کہ فنا و زوال ہے دیکھ لیا وہ اس کے غم و فکر سے ہکا پھکا نکل کر ساغر عشق ہی کو اختیار کرے گا اور بعض نسخوں میں می خور ہے اور یہ زیادہ واضح ہے۔

می دہ بجام جسم کہ صباح صبحویان	چون بادشہ بہ تیغ زرافشان جہان گرفت
--------------------------------	------------------------------------

صبح شراییکہ بامداد نوشند و صبحی آنکس کہ درین وقت شراب نوشد و صباح صبحویان ظرف گرفت و فاعل گرفت ضمیر راجع بجام و بہ تیغ متعلق بہ گرفت و جملہ صباح الخ صفت جام جم ای جامیکہ در صباح تمام جہان را مثل بادشاہ بہ تیغ زرافشان گرفته است یعنی تمام عالم را منور ساختہ است مثل بادشاہیکہ جہاں را مسخر کند بہ تیغی کہ شعاعش چون تاب زریز دو مراد بجام

جم لطیفہ قلب کہ اول عشق دران پرمی شود و از ان پس در قلب مادی و منور شدن عالم مادی از لطیفہ قلب پر ظاہر ست کہ منزہ از مادہ و واسطہ فیوض الہیہ و مریبی جسم مادی ست مطلب یہ کہ لطیفہ قلب میں کہ مشابہ جام جم ہے اور جس کی ایسی ایسی شان ہے می محبت بھر کر عطا کر دیجئے اور بعض نسخوں میں جام زر ہے اور اس کا تناسب تیغ زرافشان سے زیادہ ظاہر ہے۔

فرصت نگر کہ فتنہ چو در عالم اوفتاد	عارف بجام می زد و از غم کران گرفت
------------------------------------	-----------------------------------

می مفعول زدو معنی بجام می رازو یعنی بجام انداخت یعنی اے طالب تم فرصت اور موقع کے منتظر رہو جب سامان میسر ہو فوراً تحصیل عشق میں سعی شروع کر دو کیونکہ عارفوں کا یہی شیوہ رہا ہے کہ جب عالم میں کوئی ظاہری یا باطنی فتنہ دیکھا فوراً قلب میں محبت پیدا کر کے سب جھگڑو اور سے یکسو ہو گئے۔ یہاں دوشبے ہوتے ہیں ایک یہ کہ تحصیل محبت ہر وقت واجب ہے پھر فرصت نگر کے کیا معنی۔ دوسرے یہ کہ اسی بنا پر وقوع فتن کی قید کیوں ہے۔ جواب یہ کہ یہ دونوں قیدیں ایسی ہیں جیسے حدیث بیعت میں ہے ما اطقن یعنی قید واقعی ہے کیونکہ طاقت ہر وقت ہے اسی طرح فرصت اور وقوع فتن ہر وقت ہے اس طرح کی تعبیر میں تسہیل ہے طبع طالب پر پھر ذرا توجہ سے اس قید کا وقوع بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور مقید کے ایقاع کو ضروری سمجھتا ہے۔

زین آتش نہفتہ کہ در سینہ من ست	خورشید شعلہ ایست کہ در آسمان گرفت
--------------------------------	-----------------------------------

اس میں معنی ظاہری کے اعتبار سے تو شاعرانہ مبالغہ ہے چنانچہ ظاہر ہے اور معنی باطنی کے اعتبار سے مضمون محققانہ ہے وہ یہ کہ سینہ سے مراد لطیفہ قلب مجازاً اور چونکہ وہ مادی نہیں اس لئے غیر محدود بمکان ہے اور آتش نہفتہ کہ عبارت ہے محبت سے اس کی صفت تکلول سریانی ہے اور محل کے غیر محدود ہونے سے ایسے حال کا غیر محدود ہونا ظاہر ہے اور آسمان مادی ہے اور اس کا شعلہ آفتاب بھی مادی اور حرارت اس کے واسطے سے مادی اور محدود ہے اور غیر محدود معنی اعظم ہے محدود سے پس بوجہ اعظمت کے وہ مثل کل و متبوع کے ہوا اور غیر اعظم مثل جز و تابع کے ہوا اس لئے از کہنا صحیح ہو گیا پس مقصود اس سے بیان کرنا ہے شرف و دائع انسانیہ کا تا کہ سالک ان سے کام لے۔

حافظ چو آب لطف ز نظم تو میچکد	غیرے چگونہ نکتہ تواند بر آن گرفت
-------------------------------	----------------------------------

ظاہر تو اپنی مدح ہے مگر مقصود یہ ہے کہ ملفوظات اہل حال پر ظاہر الفاظ دیکھ کر نکتہ چینی نہ چاہئے بلکہ لطافت معانی کو دیکھنا چاہئے تاکہ حرمان و خسران سے بچے۔

## غزل

خیال روی تو در ہر طریق ہمرہ ماست	نسیم موسیٰ تو پیوند جان آگہ ماست
----------------------------------	----------------------------------

نسیم موسیٰ یعنی نسیم کہ بر موسیٰ تو گزر کر رہی آید یا مراد خوشبو مجازاً۔ مدلول لفظی ظاہر ہے اور بلسان اشارت یہ تفسیر ہو سکتی ہے تصور شیخ کی یاد و ام عشق و معیت محبوب حقیقی کی۔

بہین کہ سب ز نخدان اوچہ میگوید	ہزار یوسف مصری فتادہ درجہ ماست
--------------------------------	--------------------------------

ترجمہ ظاہر ہے مقصود بیان کرنا ہے کہ محبوب حقیقی سب محبوبوں سے اجمل و اکمل ہے تاکہ طالب بشر اشارہ (پوری طور پر ۱۲) اسی کی طرف متوجہ ہو اور دوسری طرف التفات نہ کرے۔

برغم مدعیانے کہ منع عشق کنند	جمال چہرہ تو حجت موجد ماست
------------------------------	----------------------------

برغم بمعنی برخلاف یعنی جو لوگ مانع عشق ہیں۔ ان کے جواب میں محبوب کا چہرہ لطیف حجت کافیہ ہے کہ خود اگر دیکھ لیں تو عاشق ہو جائیں یا کم از کم ہم کو تو مورد اعتراض نہ بنادیں۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ عشاق پر جو لوگ معترض ہیں سب اس کا حقیقت سے بیخبری ہے۔

اگر بزلف دراز تو دست مانرسد	گناہ بخت پریشان و دست کوتہ ماست
-----------------------------	---------------------------------

مطلب یہ کہ محبوب تک جس شخص کی رسائی نہ ہو اس کو چاہئے کہ اپنی استعداد بمعنی قابلیت قریبہ من الفعل کا کہ مکتسب من بعض الافعال ہے کہ بخت اس سے تعبیر ہے اور اپنے مرتبہ فعل و کتاب کا کہ دست کوتہ اس سے عبارت ہے تصور سمجھے محبوب کی طرف سے کرم و لطف میں کمی نہ سمجھے کہ وہ نہایت وسیع و محیط ہے اور زلف کو دراز کے ساتھ موصوف کرنے میں معنی وسعت و احاطہ کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے جب اپنی قوت و فعل کی کوتاہی ہے تو سعی کر کے اس کا تدارک کرے اور بخت سے مراد تقدیر مکتوب و استعداد فطری و اضطراری نہیں کہ وہ بلا قصد و دخل عبد کے خود مجعول حق و فعل حق ہے اور وہ خیر محض ہے تضمنہ حکماً کثیرۃ

اس کو کوتاہی و قصور سے موصوف کرنا محال ہے ۔

بجانب در خلوت سرای خاص بگو	فلاں ز گوشہ نشینان خاک در گہ ماست
بصورت از نظر ما اگر چه محبوب ست	ہمیشہ در نظر خاطر مرفہ ماست
اگر بسا ئلی حافظ درے زند بکشا	کہ سا لہاست کہ مشتاق روی چون مہ ماست

بسا ئلی بیای معروف بمعنی سوال و در بعض نسخ چوسا ئلی بیای مجہول ست و معنی ظاہر ست۔ حاجب سے مراد خاص ملائکہ قاسمین فیوض الہیہ جن کو حدیث اسید بن حفیر میں سیکنہ فرمایا گیا ہے۔ پس معنی یہ ہوئے کہ ایسے قاسمین فیوض سے فرما دیجئے کہ فلاں شخص یعنی داعی ہماری درگاہ کا خاک نشین ہے اور گو ظاہر اوہ (بوجہ معاصی کے) ہماری نظر خاص سے محبوب (یعنی بعید) ہے (لان البعد من لوازم العادیۃ الحجاب) لیکن (بوجہ خاکساری و انکسار و معذرت تقصیرات کے) ہمارا مورد توجہ ہے تو اگر وہ سا ئل نہ (و عا جزانہ) دروازہ کھٹکھٹائے (یعنی طالب فیوض ہو) تو دروازہ کھول دینا (یعنی اس کو فیوض پہنچانا) کہ مدت ہو گئی وہ ہمارا مشتاق (اور طالب) ہے (اور طلب ہی پر فیوض ہیں گو شرائط کمال نہ ہوں۔ پس حاجب سے مراد روکنے والا دربان نہیں بلکہ پہنچانے والا۔ بعض شرح نے اول معنی سمجھ کر مراد ابلیس لیا ہے اور تکلفات بارودہ کا ارتکاب کیا)

## غزل

درین زمانہ رفیقی کہ خالی از خلل ست	صراحی می ناب و سفینہ غزل ست
------------------------------------	-----------------------------

صراحی مئے ناب دل مالا مال از عشق و سفینہ غزل کلام و ملفوظات اہل اللہ اور مطلب ظاہر ہے۔ اور تخصیص درین زمانہ کی اس لئے کہ پہلے تو قابل صحبت کا ملین کثرت سے تھے اور اس زمانہ میں ان کی قلت اور مزورین کی کثرت ہے اور اخوان دنیا بھی مثل پہلے کے نہ رہے کہ ان سے گزند نہ پہنچتا اب تو اگر دوست ہیں وقت ضائع کرنے والے اور اگر دشمن ہیں تو قلب کے پریشان کرنے والے۔ البتہ اس صراحی اور سفینہ کے قبل مرشد کا تجویز کر لینا شرط ہے۔

جریدہ رو کہ گذر گاہ عافیت تنگ ست	پیالہ گیر کہ عمر عزیز بے بدل ست
----------------------------------	---------------------------------



جریدہ بے تعلق از دنیا۔ گذرگاہ راہ پیالہ گرفتن عشق اختیار کردن۔ یعنی دنیا سے بے تعلقی اور حق تعالیٰ سے تعلق اختیار کرو اول کی علت یہ ہے کہ تعلقات میں عافیت نہیں دوسرے کی علت یہ ہے کہ عمر کا بدل نہیں اس لئے عمر کو منقنم سمجھو اور تنگ ست کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ راہ عافیت میں اتنی گنجائش نہیں کہ اس میں تعلقات دنیا اور عشق الہی دونوں کو لے کر نکل سکو اور چل سکو اس لئے اول کو چھوڑ کر ثانی پر اکتفا کرو۔ اس میں اظہار غلطی ہے ہوسنا کان جمع پینہما کا۔

ند من ز بے عملی در جہان ملوم و بس	ملالت علما ہم ز علم بے عمل ست
-----------------------------------	-------------------------------

اس میں مذمت ہے بد عملی کی۔ یعنی صرف میں ہی اس بے عملی سے متنفر نہیں ہوں بلکہ علماء بھی ایسے علم سے متنفر ہیں جو مقرون بالعمل نہ ہو۔ مقصود اس سے تنبیہ ہے مدعیان علم کو جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں کہ اگر اس کے ساتھ عمل نہ ہو تو بیکار ہے اور اگر عمل ہو تو اسکے لوازم میں سے انکسار ہے۔

پشتم عقل بین در جہان پر آشوب	جہان و کار جہان بے ثبات و بے محل ست
------------------------------	-------------------------------------

بے محل بے موقع نیست کہ منافی ست بآیہ ربنا ما خلقت هذا باطلا بلکہ بمعنی آنکہ بر محل خود ثبات ندارد پس در لفظین عطف تفسیری ست و معنی ظاہر ست۔ مقصود اس سے تفسیر ہے تعلقات دنیاویہ سے جو کہ شرط سلوک ہے۔

دل امید فراوان ز وصل (بوصل) روی تو داشت و لے اجل برہ عمر رہن اہل ست  
اس میں حسرت ہے ایسے لوگوں کے حرمان پر جو تمام عمر اسی ہوس میں رہتے ہیں کہ اب سامان تحصیل ذخیرہ آخرت کا کریں گے حتیٰ کہ موت آجاتی ہے پس امید سے مراد اہل ہے بقرینہ آخرت اور حرمان کو اجل کی طرف منسوب کرنا حالانکہ اگر اجل بھی نہ ہوتی تب بھی یہ لوگ محروم ہی رہتے اس لئے ہے کہ اجل کی تاخیر میں بعض اوقات بوجہ تجربہ قبائح دنیا صحبت کسی کامل کے اس اہل کے تحقق کی بھی نوبت آجاتی ہے اور موت آگئی تو یہ احتمال بھی قطع ہو گیا۔ اس میں تعلیم ہے تعجیل فی المقصود کی۔

ز قسمت ازلی چہرہ سیہ بنخان	بشست و شوی نگر دو سفید و این مثال ست
----------------------------	--------------------------------------

اس میں آثار شقاوت و قہر کا بیان ہے۔ اور این مثل ست فرمانا شاید اشارہ اس شعر

مشہور کی طرف ہو۔

باب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد	گلیم بخت کے را کہ بافتند سیاہ
--------------------------------	-------------------------------

اور ز قسمت میں حرف زعلت کے لئے ہے یعنی ہر کہ سیہ بخت باشد بسبب قسمت ازلی۔ اس شعر سے مقصود یا تو تسلیہ ہے کہ مصرین علی العناد کی حالت پر حزن بیکار ہے ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور تسلیہ سے غرض یہ ہے کہ ان کی فکر میں پڑ کر اپنے قلب کو تشویش میں کہ مانع ترقی سلوک ہے کیوں ڈالا جائے۔ اور یا مقصود تخویف ہے کہ آدمی اپنے حال و اعمال پر ناز نہ کرے کیونکہ علم الہی میں معلوم نہیں کہ سعید ہو یا شقی۔ اور یہ خوف سبب ترقی سلوک ہے۔

بگیر طرہ مہ طلعتی وقصہ مخوان	کہ سعد و نحس ز تاثیر زہرہ و زحل ست
------------------------------	------------------------------------

مصرع ثانیہ بیان ہے قصہ کا یعنی فضولیات کو چھوڑ کر عشق الہی حاصل کرو۔

خلل پذیر بود ہر بنا کہ مے بینی	مگر بنای محبت کہ خالی از خلل ست
--------------------------------	---------------------------------

یعنی قرب و قبول کی جتنی بنائیں ہیں جیسے اعمال ظاہرہ و باطنہ بلا حصول نسبت کے ان سب میں احتمال زوال کا ہے مگر محبت الہی جو بنای قرب و قبول ہے یہ غیر محتمل الزوال ہے و ہوا المراد فی الحدیث ببشاشتہ الایمان اذا خالط القلوب۔

کیونکہ مبنی اعمال کا محض قصد ہے اور قصد کا کسی وقت شہوت یا غضب سے مغلوب ہو جانا اور اس مغلوبیت کا مدت تک استقرار مستبعد نہیں بخلاف نسبت عشقیہ کے کہ وہ بمنزلہ امر طبعی اضطرابی کے ہو جاتا ہے اور ایسے امر کا زوال مستبعد ہے گو کسی وقت اثر ضعیف ہو جائے مگر پھر جلد عود کر آتا ہے۔ اس سے یہ مقصود نہیں کہ اعمال بیکار ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اعمال کو ذریعہ اس نسبت باطنی کا بنانا چاہئے اور جب تک یہ میسر نہ ہو مجاہدہ شدیدہ کرنا چاہئے اس کے بعد بقدر ضرورت مجاہدہ کافی ہے۔

بہنج دور نخواہند یافت ہشیارش	چنین کہ حافظ مامت بادہ ازل ست
------------------------------	-------------------------------

اس میں بیان ہے نسبت عشقیہ کے دوام و ثبات کا۔ پس یہ شعر شعر سابق کی تفریع یا شرح کے طور پر ہے۔

## غزل

دل و دینم شد و دلبر بملامت برخواست	گفت با ما منشین کز تو سلامت برخواست
------------------------------------	-------------------------------------

یعنی عشق میں میرا تو دل اور دین دونوں غارت ہو گئے (جس پر مجھ کو امید قدر دانی کی تھی) مگر محبوب ملامت کرتا ہوا اٹھا اور کہنے لگا کہ ہمارے پاس مت بیٹھو کیونکہ تم سے سلامتی (واعتماد) کی صفت اٹھ کھڑی ہوئی (اور اپنی حالت حد سے متجاوز ہو کر قابل ملامت کے کر لی جو ہم کو پسند نہیں۔ اس میں اشارۃً یہ ارشاد ہے کہ باستثناء مرفوع القلم شخص کے کسی حالت میں ضبط کو جو کہ اختیاری ہو گا اس میں کچھ کلفت بھی ہو ہاتھ سے دے کر اپنی حالت صحت یا حالت دین کو معرض فساد میں ڈالنا اور اعتدال شرعی سے خارج ہو جانا قبیح و مذموم ہے گو بوجہ بے علمی کے اپنی رائے فاسد سے یہ شخص اس کے ادخل فی التقرب والقبول ہونے کا زعم کرتا ہو اسی لئے حدیث میں سوال شوق کے ساتھ یہ قید لگائی ہے فی غیر ضراء مضرة (ای مایعود الی الصحة) وفتنة مضلة (ای مایعود الی الدین) بعد قوله واستلک شوقاً الی لقائک۔

کہ شنیدی کہ درین بزم دمی خوش بنشت	کہ نہ در آخر صحبت بندامت برخواست
-----------------------------------	----------------------------------

این بزم سے مراد وہ دنیا ہے اور یہ شعر مقارب المعنی اس شعر عربی کا ہے *بحمل الدنيا لعیش يسره + فسوف لعمری عن قليل یلومها + مقصود اس سے تزیید ہے دنیا میں جو کہ شرائط سلوک سے ہے۔*

شمع گرزان لب (رخ) خندان بزبان لانی زد	پیش عشاق تو شبہا بغرامت برخواست
---------------------------------------	---------------------------------

اس میں حسن التعلیل ہے یعنی شمع جو تمام شب استادہ رہتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے تیرے روئے خندان کی مساواة کا دعویٰ کیا تھا۔ اس لئے یہ کھڑا ہونا اس پر جرمانہ ہوا ہے۔ اور بلسان اشارت بیان ہے اس کا کہ غلبہ توحید میں جن لوگوں نے دعویٰ اتحاد کا کیا انجام کاران کا مضرت ہوا خواہ جسمانی جیسا منصور کو خواہ نفسانی جیسا بایزید کہ بعد صحو کے پشیمان ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ کنت الیوم کافر امجوسیا والآن اقطع زناری واقول

اشھد ان لا الہ الا اللہ اور پشیمانی وندامت گو فضیلت کی چیز ہے مگر آخر قلب کو اس وقت کلفت تو ہوتی ہے جس کا سبب صدور خطایا ہے اگر خطانہ ہوتی تو یہ کلفت کیوں ہوتی اس اعتبار سے اس کو ضرر نفسانی میں داخل کیا۔ اور خواہ ضرر روحانی ہو چنانچہ ایسے دعاوی مانع ترقی ہیں اگر ان پر دوام رہا کیونکہ وہ دلیل سکر ہے اور سکر میں ترقی نہیں ہوتی۔

درچمن باد بہاری ز کنار گل و سرو	بہو اداری آن عارض و قامت برخاست
---------------------------------	---------------------------------

مطلب یہ کہ سب میرے محبوب کے نیاز مند و ثناء خواں ہیں حتیٰ کہ باد بہاری جو چمن میں گل و سرو کی بغل میں سے نکلتی ہے یعنی اس پر سے گزرتی ہے وہ بھی گل کے واسطے سے اس کے عارض کی اور سرو کے واسطے سے اس کے قامت کی ہو اداری اور خدمت کرتی ہے کہ گل کو تازہ و خندان اور سرو کو سبز وریان کر کے اس کے خوبی عارض و قامت کا اظہار کرتی ہے کیونکہ۔  
فشی کل شیء لہ آییۃ + تدل علی انہ واحد + اس میں محبوب حقیقی کے کمال کا تام ہونا اور ہر مصنوع کا مدلول بالوجہ العام ہونا بتلانا ہے تاکہ اس کی طلب میں سعی کریں۔

مست بگدشتی و از خلوتیان ملکوت	بتماشای تو آشوب قیامت برخاست
-------------------------------	------------------------------

مست کنایہ از استغناء۔ و بگدشتی تجلی کردہ مستتر شدی۔ و خلوتیان ملکوت اہل خلوت کہ در مراقبات نسبت بعالم ملکوت پیدا کردہ باشند۔ و تماشا مشاہدہ۔ و بامعنی دریا بمعنی برای۔  
و آشوب قیامت شورش و نالہ۔ مطلب یہ کہ محبوب حقیقی جو تجلی ہو کر مستر ہو گیا۔ تو اہل خلوت مشاہدہ سے یا استتار کے بعد مشاہدہ کے لئے بے تاب ہو کر نالہ و فریاد کرنے لگے۔ لان التجلی مفاجاة یورث الشوق و یذہب بالسکون وان الاستتار یورث الحزن و کلاہما یوجب الاضطراب۔ اور بعض خلوتیان ملکوت سے مراد ملائکہ لیتے ہیں مگر چونکہ بقول مشہور ملائکہ میں کیفیت شورش نہیں ہے۔ نیز ان کو خلوت کی بھی حاجت نہیں ہے اس لئے احقر نے اس کو پسند نہیں کیا مقصود بیان کرنا آثار احوال کا ہے۔

پیش رفتار تو پا بر گرفت از خجلت	سرو سرکش کہ بناز قد و قامت برخاست
---------------------------------	-----------------------------------

اس میں بھی حسن تعلیل ہے یعنی سرو کا جو پاؤں اپنی جگہ سے نہیں اٹھتا اور وہ نہیں چلتا

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تیرے قد و قامت کے مساوات کا مدعی ہوا تھا اس لئے شرم سے گڑ رہا ہے۔ اس کا حاصل مقصود بھی مثل شعر سوم شمع گرزان الخ کے ہے۔

حافظ این خرقہ بینداز مگر جان ببری	کاش از خرمن سالوس و کرامت برخواست
-----------------------------------	-----------------------------------

اس خرقہ یعنی خرقہ سالوس بقرینہ مصرعہ ثانیہ و کرامت مراد دعویٰ کرامت۔ اس میں مذمت ہے مگر اور دعویٰ کی یعنی اگر اپنی نجات چاہتے ہو تو اس خرقہ سالوس و اظہار کرامت کو ترک کرو کیونکہ اس سے آگ پیدا ہوتی ہے یعنی یہ سبب ہے دخول فی نار جہنم یا وقوع فی نار الجہنم ان کا۔

## غزل

روی تو کس نہ دید و ہزارت رقیب ہست	در غنچہ ہنوز و صدت عند لیب ہست
-----------------------------------	--------------------------------

تاد ہزارت مضاف الیہ رقیب نہ باین معنی کہ ایشان رقیب تو ہستند یعنی شریک عشق کے با تو فائدہ غیر مقصود بلکہ باین معنی کہ با ہم رقیب اندرتو یعنی شریک عشق بر تو۔ و کس ندید یعنی تفصیلاً و ادراکاً بالکلیت۔ و در غنچہ یعنی مستتری بالمعنی المذکور یا کس ندیدتانی رویت باشد در دنیا۔ مطلب یہ کہ محبوب حقیقی کو گو کسی نے دنیا میں نہیں دیکھا (لان الرویة لا تقع فی الدنیا ویستثنیٰ منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیث رای لیلۃ المعراج او یقال انہ رای فی الاخرۃ لان السماء من مکان الاخرۃ) اور کسی کو آپ کی تفصیلی معرفت نہیں ہوئی مگر پھر بھی بیشمار عاشق و طالب ہیں شاید مقصود اس سے تصریح اس مسئلہ ہی کی ہوتا کہ اہل سلوک اس ہوس میں نہ پڑیں یا کمال حسن و جمال بیان کرنا ہو کہ اس اجمالی ہی معرفت نے یہ نوبت کر رکھی ہے جو اوروں کے تفصیلی مشاہدہ میں بھی نہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ بمراتب غیر متناہیہ اوروں سے اجمل و اکمل ہے پس ایسی ذات کا طالب ہونا عین واجب ہے اور کس نہ دید سے اگر نفی رویت کی ہو تو مخصوص ہے دنیا کے ساتھ اور اگر نفی ادراک بالکلیت کی ہو جیسا در غنچہ سے یہی مراد ہے تو عام ہے آخرت کو بھی کیونکہ احاطہ حقیقت وہاں بھی نہ ہوگا لامتناہی و هذا هو معنی قوله علیہ السلام لا ینقی علی وجہ الارداء الکبریاء واللہ اعلم۔

گر آدم بکوی تو چندان غریب نیست	چون من درین دیار ہزاران غریب ہست
--------------------------------	----------------------------------

غریب در مصرعہ اولی بمعنی عجیب و بعید و در مصرعہ ثانیہ بمعنی متعارف۔ مطلب یہ کہ میں ہی اکیلا آپ کا مشتاق و طالب نہیں ہوں۔ اس میں بھی کمال جمال بیان کرنا مقصود ہے تاکہ سامعین کو طلب کا شوق ہو۔

ہر چند دورم از تو کہ دور از تو کس مباد	لیکن امید وصل تو ام عنقریب ہست
--	--------------------------------

ترجمہ ظاہر ہے اور مقصود اس سے تعلیم ہے رجا کی کہ وجوب شرعی کے ساتھ معین سلوک بھی ہے۔ اور شعر ہذا میں اس کے دو محل محتمل ہیں یا تو دنیا میں مجھو بی کی حالت میں بقاء آخرت کی امید یا حالت قبض میں بسط کی امید۔

در عشق خانقاہ و خرابات شرط نیست	ہر جا کہ ہست پر تو روی حبیب ہست
---------------------------------	---------------------------------

اس کا یہ مطلب نہیں کہ خانقاہ کے اعمال اور خرابات کے افعال دونوں موصل و موجب قرب ہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ عاشق جس طرح خانقاہ میں ہادی کا مشاہدہ کرتا ہے خرابات کو دیکھ کر مضل کا مشاہدہ کرتا ہے پس اس کی نظر اور توجہ دونوں جگہ اسی کے ظہور و تجلی پر ہے اور یہ توحید افعالی یا صفاتی کی تعلیم کی طرف اشارہ ہے۔

آنجا کہ کار صومعہ راجلوہ مید ہند	ناقوس و دیور راہب و نام صلیب ہست
----------------------------------	----------------------------------

اس کا مطلب بھی وہی ہے جو اوپر کے شعر کی شرح میں مذکور ہوا۔ و مید ہند ای کارکنان قضا و قدر۔

عاشق کہ شد کہ یار بجانش نظر نہ کرد	ای خولجہ درو نیست و گرنہ طیب ہست
------------------------------------	----------------------------------

کہ شد کہ نام شد۔ مقصود تنبیہ ہے ان سالکوں کی جو حرمان کا شکوہ کیا کرتے ہیں مطلب یہ کہ کوتاہی طالب کی طرف سے ہے مطلوب سے دریغ نہیں پس اپنی اصلاح چاہئے۔

فریاد حافظ اینہمہ آخر بہر زہ نیست	ہم قصہ غریب و حدیثہ عجیب ہست
-----------------------------------	------------------------------

غالباً اس میں جواب ہے منکر ان کیفیات وجدانیہ کا۔ فرماتے ہیں کہ اگر تم کو وجدان نہ ہو تو استدلال ہی سے سمجھ لو کہ عشاق کا یہ حیرت انگیز آہ و نالہ آخر کسی سبب عظیم ہی سے ہے پس بطریق برہان انی ان کیفیات کے وجود کو ثابت سمجھ لو۔

## غزل

ساقیا آمدن عید مبارک بادت	وان مواعید کہ کردی نرود از یادت
---------------------------	---------------------------------

معنی ظاہری تو یہ ہیں کہ اے محبوب تو نے عید کو وعدہ وصل کیا تھا اب عید بھی آگئی وعدہ پورا کرو اور معنی باطنی میں خطاب مرشد کو ہو سکتا ہے جس نے مسترشد سے (کسی ایسے وقت میں کہ مسترشد اس سے کسی تلقین یا توجہ کا طالب ہوا ہوگا اور اس وقت مرشد اپنی کسی باطنی تشویش ہیبت وغیرہ میں مبتلا ہوگا) یہ وعدہ کیا ہوگا کہ ہم کو طمانینت ہو تو تمہاری درخواست پوری کریں گے اور قرآن یعنی بشارت وغیرہ سے مسترشد کو حصول طمانینت معلوم ہوا ہوگا اس وجہ سے اس حالت طمانینت کو بوجہ مایہ سرور ہونے کے عید سے تعبیر کر کے اس پر مبارکباد اور اس وعدہ کی یاد پیش کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

در شکستہم کہ درین مدت ایام فراق	برگرفتی ز حریفان دل و دل میدادت
---------------------------------	---------------------------------

شگفتہ تعجب۔ برگرفتی برداشتی۔ حریفان یاران و عاشقان۔ دل میدادت استفہام ست یعنی آیا دل تو گوارا میگرد۔ اس میں بھی سہل یہ ہے کہ مرشد کو خطاب ہو یعنی اتنے روز تک جو آپ نے طالبین کی طرف توجہ نہیں کی تو کیا آپ کے دل نے اس کو گوارا کیا مجھ کو اسی کا تعجب ہے کیونکہ مقتضای ارشاد کا شفقت اور توجہ ہے رہا بموجود مانع وہ اس لئے ضعیف ہے کہ اہل کمال کی بقدر ضرورت توجہ بھی طالب کی اصلاح کے لئے کافی ہے اور وہ ہر حال میں ممکن ہے۔ پس اس شعر میں تعلیم ہے مشائخ کو کہ ایسے اوقات میں طالبین سے علیحدگی و بے التفاتی و یکسوئی و جواب خشک نہ چاہئے ان کی تو پوری بربادی ہے۔

برسان بندگی دختر رز گو بدر آی	کہ دم ہمت ما کرد ز بنداز آدت
-------------------------------	------------------------------

مخاطب برسان مطلق رسانندہ بندگی تحیت و نیاز۔ دختر رز شراب مراد عشق بمشارکت وصف مستی لیکن بحیثیت بودن آن عشق در خود یعنی عشقیکہ وصف مسترشدست بدر آی یعنی از خلوت۔ بند مراد پردہ استتار اس میں بھی مثل سابق بطور تہمتہ مضمون سابق مرشد ہی سے عرض مقصود ہے یعنی اے مبلغ ہماری صفت طلب و عشق کی طرف سے مرشد کو۔ سلام کے بعد یہ

پیغام پہنچا دے کہ خلوت سے باہر آئیے اور ہمارے حال پر توجہ فرمائیے اور خدا تعالیٰ نے جو آپ کو یہ نعمت کمال اور قوت تکمیل عطا فرمائی اس کی ایک حکمت یہ بھی سمجھئے کہ طالبین کا افادہ آپ کی ذات سے وابستہ کرنا ہے پس ہمارا جو قصد خدا طلبی ہے یہ بھی سبب ہو گیا ہے آپ کے پردہ استتار سے منصفہ اشتہار پر آنے کا پس ایک مقصود کمال سے تکمیل بھی ہے تو اس سے دریغ نہ کیجئے فالہمتہ بمعنی القصد و اسناد لفظ کرد الیہا اسناد مجازی الی السبب و نعم ما قیل فی بیان ہذا الحکمتہ۔ ع خاص کند بندہ مصلحت عام را۔ اور یہ جو میں نے کہا ہے ایک حکمت یہ بھی الخ اس کی وجہ یہ ہے کہ حکمت کا اس میں انحصار نہیں اہل ارشاد میں یہ بھی ایک حکمت ہے البتہ جو اہل ارشاد نہیں ہیں ان کے باب میں کلام نہیں کما قیل۔ احمد تو عاشقی بمشخت تراچہ کار+ دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد

شادی مجلسیان در قدم و مقدم تست	جای غم باد ہر آن دل کہ نخواہد شادت
--------------------------------	------------------------------------

جای غم بادی محل و ظرف غم باد۔ اس میں بھی خطاب ہے مرشد کو ان کے استمالت اور ان کے خوش رہنے کی دعا کر رہے ہیں۔

چشم بد دور کزین تفرقہ خوش باز آورد	طالع نامور و دولت مادر زادت
------------------------------------	-----------------------------

یہ بھی خطاب مرشد کو ہے ان کو حصول طمانینت و رفع تفرقہ خاطر یعنی تشویش پر مہیاک باد دیتے ہیں مثل شعراول کے۔ یعنی آپ کی خوش بختی و مقبولیت وہیہ اس تفرقہ سے نکلنے کی باعث ہوئی اللہ تعالیٰ چشم حساد سے محفوظ رکھے کہ یہ دولت قائم رہے۔

شکر ایزد کہ ازین بادخزان رخنہ نیافت	بوستان سمن و سرو و گل و شمشادت
-------------------------------------	--------------------------------

اس میں بھی خطاب ہے مرشد کو اور بادخزاں سے مراد وہی تشویش و تفرقہ خاطر اور رخنہ سے مراد خلل و مضرت اور بوستان الخ سے مراد کمالات باطنی مرشد کے۔ یعنی حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس حالت عارضہ سے آپ کے کمالات کو گزند نہیں پہنچا۔ اس میں اشارہ ہے اس تعلیم کی طرف کہ اگر مرشد کو کوئی ایسا امر پیش آ جائے تو مسترشد کو اس کے کمالات کی کمی کا وہم نہ کرنا چاہئے کہ سراسر اس کی ہلاکت ہے۔



حافظ از دست مدہ صحبت آن کشتی نوح	ورنہ طوفان حوادث بہرہ بنیادت
----------------------------------	------------------------------

شعر بالا میں اصلاح تھی مسترشد کی علماً اور اس میں اصلاح ہے اس کی عملاً یعنی اگر ایسی حالت مرشد کو پیش آجائے تو اسکی صحبت یا اس کی خدمت نہ چھوڑ دے کہ جب یہ بے توجہی کرنے لگا تو دوسری تدبیر کریں بلکہ اس کی مثال کشتی نوح کی سی سمجھے کہ طوفان سے گو اس کو حرکت تھی مگر غرق سے خود محفوظ اور راکبین کی حافظ تھی اسی طرح گو مرشد میں کسی باطنی حالت کے غلبہ سے ایک گونہ خروج عن السکون عارض ہو جائے مگر وہ اس حالت میں بھی خود ضلال سے محفوظ اور دوسروں کے لئے حافظ ہے۔

### غزل

ساقی بیار بادہ کہ ماہ صیام رفت	دردہ قدح کہ موسم ناموس و نام رفت
وقت عزیز رفت بیاتا قضا کلیم	عمرے کہ بے حضور صراحی و جام رفت
در تاب تو بہ چند تو ان سوخت ہچو عود	می وہ کہ عمر در سر سودای خام رفت
مستم کن آنچنان کہ ندانم ز بیخودی	در عرصہ خیال کہ آمد کدام رفت
بر بوی آنکہ جرعہ جامے بمارسد	در مصطبہ دعای تو ہر صبح و شام رفت
دل را کہ مردہ بود حیاتی ز تو رسید	تا بوی از نسیم میش در مشام رفت
ز اہد غرور داشت سلامت نہ برد راہ	رنداز رہ نیاز بدار السلام رفت
ز اہد تو دان و خلوت و تنہائی و نیاز	عشاق را حوالہ بعیش مدام رفت
نقد و لے کہ بود مرا صرف بادہ شد	قلب سیاہ بود ازان در حرام رفت
دیگر مکن نصیحت حافظ کہ رہ نیافت	گم کشتہ کہ بادہ عشقش بکام رفت

(جاننا چاہئے کہ طریق موصل الی اللہ دو ہیں طریق زہد اور طریق عشق جس کا جیسا مذاق ہو اس کی تربیت اسی سے ہوتی ہے۔ اور بعضے ان ہی دونوں طریقوں کو ریاء اختیار کرتے ہیں سو ایسا زہد ریائی اور عشق ریائی خود موصل ہی نہیں پس اس غزل میں بمناسبت

اپنے مذاق کے طرق عشق کی طلب کرتے ہیں اور طریق زہد کا اپنے لئے غیر کافی ہونا بتاتے ہیں اور کسی کسی شعر میں زہد ریائی کی مذمت کرتے ہیں اور عشق ریائی بھی باشتراک علت اسی طرح مذموم ہے مگر چونکہ حافظ کے زمانہ میں کہ زمانہ غلبہ و حکومت اسلام کا تھا اہل طریق عشق پر دار و گیر اور ہجوم بلیات کا زائد تھا اس لئے عشق ریائی قریب قریب مفقود کے تھا اس لئے اشعار میں اس سے تعرض بھی کم کیا جاتا ہے پس فرماتے ہیں کہ (ای ساقی عنایت ازلی مجھ کو طریق عشق عطا فرما کہ زمانہ زہد کا رخصت ہو یعنی میں نے زہد سے وصول چاہا بوجہ عدم مناسبت مذاق وہ مفید نہ ہو اس لئے اس کو رخصت کیا۔ اب قدح عشق پلا دیجئے۔ اور اسمیں رسوائی ہوگی مگر ناموس نام کا زمانہ بھی گیا یا تو یہ مراد ہے کہ اس زہد حقیقی سے پہلے جو زہد ریائی اختیار کیا تھا وہ بھی گیا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حافظ نے ریاء اختیار کیا ہو یہ مطلق اہل طریق کی حالت بیان کر رہے ہیں اور یا یہ مراد ہے کہ زہد حقیقی میں بھی گونا گونا ناموس کا لحاظ نہ ہو مگر طبیعت پر اس کا اثر ضرور ہوتا ہے عشق میں یہ بھی نہیں رہتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ جس قدر زمانہ بلا نسبت عشقیہ کے گزرا اس کی قضا کریں گے یعنی خوب کوشش کریں گے جس سے اس کا تدارک بھی ہو جائے۔ آگے فرماتے ہیں کہ توبہ کی آگ میں کہاں تک جلا کریں اب تو شراب عشق پلا دیجئے کہ تمام عمر اس سودای خام کے خیال میں کہ زہد سے وصل ہوگا گزر گئی۔ اس توبہ سے یا تو توبہ ریائی مراد ہے تب تو اس کا غیر مفید ہونا ظاہر ہے اور یا یہ کنایہ ہے طریق زہد سے کہ اس میں توبہ حقیقی بلا عشق کے ہے اور چونکہ وہ بار بار ٹوٹ جاتی ہے اس لئے ہمیشہ اسی کلفت و کوفت میں رہنا ہوتا ہے بخلاف توبہ مقرون بالمحبت کے کہ ہمیشہ کے لئے اس کلفت نقض تصدی سے امن ہو جاتا ہے گو دوسری حالتیں وہاں اس سے بھی صعب ہوں مگر وہ لذیذ ہیں۔ آگے کہتے ہیں کہ مجھ کو اس شراب محبت سے ایسا مست کر دے کہ مجھ کو یہ بھی خیال نہ رہے کہ کون آیا کون گیا یعنی مستی کامل عطا کر دیجئے اور میں اس امید پر کہ کرشمہ فیض عشقی نصیب ہو جائے مصطبہ یعنی مقام خلوت میں کہ محل طلب شراب محبت ہے آپ کی ثنا و صفت کرتا ہوں (فالذعاء کنایۃ عن الثناء) یا یہ معنی ہوں کہ آپ سے دعا کرتا ہوں۔ پس دعای تو میں اضافہ مفعول کی طرف ہوگی۔ کما وقع ضمیر اللہ تعالیٰ مفعولاً للذعاء

فی قولہ تعالیٰ دعا نالجنبہ الخ یعنی دعای عشق برای خود از تو آگے فرماتے ہیں کہ جب سے نسیم می محبت میرے قلب کے دماغ میں پہنچی ہے وہ مردہ سے زندہ ہو گیا (فالشین مضاف الیہ للمشام) اس زندگی سے مراد نشاطِ عشقی ہے آگے فرماتے ہیں کہ زاہد نے تکبر کیا اور اپنے کو ذی کمال و ذی استحقاق سمجھا تو ہلاک ہوا۔ (جیسا کہ بعض زاہدان جاہل کو یہ بلا دعویٰ تقدس کی پیش آتی ہے) اور عاشق نے عجز و نیاز یعنی انکسار و تذلل اختیار کیا تو وہ دارالسلام یعنی بہشت یا مقام سلامتی و حفظ الہی میں جا پہنچا (یعنی عشق کے طریق میں یہ خصوصیت ہے) آگے فرماتے ہیں کہ اے زاہد تم جانو اور سامان زہد جانے یعنی تم اس میں رہو کہ سراسر تعب ہے اور عاشقوں کو تو حصول عشق سے عیش دائمی میسر ہو گیا یعنی ان قیود و تکلیف آموذ سے رہائی ہو گئی اور یہ پہلے مذکور ہو چکا کہ عشق میں جو متاعب ہیں وہ خود لذت بخش ہیں اس لئے حقیقۃً متاعب نہیں۔ اور اس شعر میں نیاز سے مراد وہ نیاز نہیں جو اس کے قبل کے شعر میں تھا کہ وہ خاصہ عاشق کا ہے مراد عبادت ہے۔ کہ خلوت میں کر رہا ہے اور عبادت کی ذات نیاز ہے۔ آگے کسی معترض معاند و منکر مجادل کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تم جو غلبہ، جہل و زہد خشک سے طریق عشق کو حرام حرام کہہ رہے ہو خیر حرام ہی سہی مگر میں نے اپنا دل اس میں اس لئے صرف کیا کہ میرا نقد دل بھی قلب سیاہ یعنی ردی اور معاصی میں سیاہ تھا پس بقول مشہور مال حرام بود بجائے حرام رفت حرام ہی میں صرف ہو گیا۔ پھر کیوں شور و شغب مچایا ہے آئین تعلیم ہے کہ مخاصم سے عاشق خصومت نہ کرے بلکہ ارضاء عنان و تسلیم سے پیش آئے۔ آگے مقطع میں ارشاد ہے کہ جس کے حلق میں بہاؤ عشق چلا گیا وہ دوسرے طریق کو اختیار نہیں کرتا پس حافظ کو نصیحت بیکار ہے اس میں بیان ہے دوام عشق کا گو تمکین میں سکون ہو جائے مگر نسبت وہی رہتی ہے۔

## غزل

صبا اگر گزرے افتدت بکشور دوست	بیار نغمہ از گیسوئے معنم دوست
بجان او کہ بشکرانہ جان برافشانم	اگر بسوی من آری پیامی از بردوست

وگرچنانکہ دران حضرتت نباشد بار	برای دیدہ بیادر غباری از در دوست
--------------------------------	----------------------------------

ان اشعار میں تمنا ہے واردات غیبیہ کی شاید انقطاع واردات کی حالت میں کہا ہوگا اور صبا سے مراد وسائط فیض مثل ملائکہ قاسمین فیض کے جو ملقب بہ سیکنہ ہیں اور فقہ سے مراد وار و تجلیات صفاتیہ ہے اور غبار سے مراد وار و تجلیات افعالیہ ہے کیونکہ گیسو متصل ہوتا ہے اور در منفصل اسی طرح صفات غیر مبائن ہیں اور افعال مبائن لوجوب التبائن بین التقديم والحادث اور پیام سے علوم عالیہ پس مطلب یہ ہوا کہ اے قاسمین فیض عالم قدس میں پہنچ کر وار و صفاتی لا کر میرے قلب پر القاء کرو جس سے مجھ پر علوم عالیہ متعلقہ صفات منکشف ہوں اور ان کا عالی ہونا ظاہر ہے کیونکہ ان کا معلوم صفات ہیں اور شرف علم کا شرف معلوم سے ہوتا ہے۔ اگر تم نے ایسا احسان کیا تو میں اس شکرانہ میں اپنی جان نثار کر دوں گا۔ اور اگر ایسا امر ہو کہ اس درگاہ میں تم کو دخل نہ ہو (یہ مطلب نہیں کہ یہ ملائکہ فیوض کو لائیں سکتے بلکہ بات یہ ہے کہ ملائکہ ہر امر میں مامور نصاب ہیں سو جس فیض کا نازل کرنا مقصود نہ ہو اس میں ان کا کوئی دخل نہیں ہوتا پس مطلب یہ ہوا کہ اگر میں اس فیض کے قابل نہ ہوں اور اس لئے مبداء فیاض سے ان فیوض کا واسطہ تم کو نہ بنایا جائے پس یہ عدم دخل اسطور پر ہے) تو خیر وارد افعالی ہی کو قائل کر دو اور امر و اذن کی قید قواعد مشہورہ سے یہاں بھی ہے۔ مطلب یہ کہ قبض کا تحمل نہیں کچھ سلسلہ فیض کا جاری ہونا چاہئے۔

من گدا و تمنای وصل او ہیہات	مگر بخواب بہ پنم جمال و منظر دوست
دل صنوبریم ہچو بید لرزان ست	ز حسرت قد و بالای چون صنوبر دوست

در شاخ صنوبر گر ہے باشد کہ آنرا بدل تشبیہ دہند و دل صنوبر ہم اورا گویند کذا فی الحاشیہ ان اشعار میں بیان ہے اس کا کہ وار و تجلیات میں بھی انکشاف تام یعنی رویت جس طرح آخرت میں ہوگی اس عالم میں واقع نہیں ہوتی لامتناعہ شرعا وان لم یمتنع عقلا۔ پس مطلب یہ ہوا کہ خواب یعنی حالت استغراق میں تو تجلی ہو سکتی ہے۔ اور اپنے محل میں ثابت ہے کہ وہ تام نہیں ہوتی باقی وصل یعنی رویت عیاناً کی تمنا ہی مستبعد ہے اور جس قدر

انکشاف ہوتا ہے وہ ایسا ہے کہ اس میں حسرت استتار کی بھی رہتی ہے لکو نہ غیر تام۔ پس اس میں رفع ہے بعض۔ ناواقفوں کی غلطی کا۔ اور لفظ گدا سے اشارہ اس طرف ہو سکتا ہے کہ اس رویت کا مانع ہمارا عدم تحمل و عدم قابلیت ہے جو آخرت میں مبدل تحمل ہو جائے گا۔

اگرچہ دوست بہ چیزے نمی خرد مارا	بعالمی نہ فروشیم موی از سر دوست
---------------------------------	---------------------------------

یعنی اگرچہ نقصان امکانی کی وجہ سے ہم اس قابل نہیں کہ محبوب کے مقبول ہوں اور جو کچھ عنایت ہے وہ فضل ہے نہ کہ ہماری قابلیت اسی لئے نمیزد کہا کیونکہ اشتراۓ عادیۃ و شرعاً بیع کے محلّیت و قابلیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی لئے جو چیز محلّ بیع نہ ہو وہ بیع نہیں ہو سکتی اور قرآن مجید میں ان الله اشتری مجاز ہے بہر حال گو ہم اس نقصان امکانی کے سبب قابل مقبولیت کے نہیں مگر محبوب کمال و جوبی کی وجہ سے کامل المحبوبیت ہے اور اسی کی فرع ہے کہ ہم اس نقصان کی وجہ سے مشرف بوصول تام نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ آخرت میں بھی یہ انکشاف حد ادراک کہ نہ تک نہ پہنچے گا البتہ محض بمشیت و حکمت الہیہ وہاں اس استتار سے حسرت نہ ہوگی اور بجائے وصال تام کے اگر ہم کو واردت صفاتی کہ موئے از سر دوست اس سے عبارت ہے میسر ہو جائے تو ہمارا منتہی معراج ہے۔ جیسا کہ واردات افعالیہ ابتدا اس کی ہے اور چونکہ وارد افعالی کے بعد تمنا ہوتی ہے کہ وارد صفاتی نصیب ہو اس لئے اس کی نسبت بعالمی نہ فروشیم کہ کنایہ ہے لانزید استبدالہ سے نہیں کہا جاسکتا بخلاف وارد صفاتی کے کہ اس کا بدل اس سے خیر کچھ بھی نہیں اور اس میں اشارہ اس طرف بھی ہے کہ جاہ کو حق خداوندی سمجھے اپنے کو جاہ عند اللہ کے قابل نہ سمجھے کما حقہ مرشدی پس نجات و مغفرت و عطا سے حاجت ہی کو بڑی نعمت جانے۔

چہ باشد ارشود از قید غم دل آزادش	چو ہست حافظ مسکین غلام و چا کرد دوست
----------------------------------	--------------------------------------

اس کی وہی شرح مناسب ہے جو شعر بالا کے آخر شرح میں مذکور ہوا یعنی تذلل و عدم قصد جاہ عند اللہ اور کفایت برنجات و آزادی۔

## غزل

غمش تادر ولم مادے گرفتہ است	سرم چون زلف او سودا گرفتہ است
-----------------------------	-------------------------------

لب چون آتش آب حیات ست	ازان آب آتشی در ما گرفته است
ہمای ہمت عمری ست کز جان	ہوای آن قد بالا گرفته است
شدم عاشق بالای بلندش	کہ کار عاشقان بالا گرفته است

ان اشعار میں مختلف تمثیلات سے اظہار ہے اپنے عشق اور اس کے آثار کا پس مفردات مذکورہ فی الاشعار کے مقابلہ میں محبوب حقیقی میں مفردات مشبہ کا ہونا اور ان میں وجہ شبہ کی تحقیق کرنا ضروری نہیں ترجمہ یہ ہے۔ کہ جب سے اس کا غم عشق میرے دل میں جاگزیں ہوا ہے اس کے زلف پریشان کی طرح میرا دماغ بھی پریشان ہو گیا ہے اور اس کا لب جو سرخی میں مشابہ آتش کے ہے جان بخشی میں مثل آب حیات کے ہے اس آب سے ہم میں سوز و گداز کی آگ لگ گئی ہے اور ایک عمر گزر گئی کہ میرے ہمای ہمت نے اس قد بالا کی ہوا یعنی محبت اختیار کر رکھی ہے اور ہما اور ہوا میں مناسبت لفظیہ کی لطافت ظاہر ہے اور ہمت کو ہما اس لئے کہا کہ ہما بلند پرواز ہوتا ہے اور واجب سے محبت کرنا بھی بلند ہمتی ہے اور میں اسکے قد بلند پر اس لئے عاشق ہوا ہوں کہ میں نے سنا ہے کہ عاشقوں کا مرتبہ بڑا بلند ہے اس لئے اس کی تحصیل کا قصد کیا۔

چوما در سایہ الطاف اویم	چرا اوسایہ از ماوا گرفته است
-------------------------	------------------------------

یہ چرا بطور اعتراض کے نہیں بلکہ اجمالاً تحقیق حکمت کی طرف اشارہ کے لئے ہے اور یہ شعر حالت قبض کا معلوم ہوتا ہے یعنی جب ہم اس کے سایہ الطاف میں تربیت پارہے ہیں پھر جو اس نے ہم سے اپنا سایہ اٹھا لیا اس کی کیا وجہ۔ یعنی یہ تو ہو نہیں سکتا کہ الطاف کے خلاف کیا ہو کہ حالت الطاف میں بے الطافی مجال ہے اور الطاف کا وجود آثار و قرائن سے متحقق ہے پھر بے الطافی کا کب احتمال ہے جب یہ محتمل نہیں تو ضرور سایہ اٹھالینے میں کوئی نہ کوئی حکمت و مصلحت ہی ہوگی کہ وہ بھی ایک گونہ لطف ہے اس لئے تنگ نہ ہونا چاہئے پس مصرعہ اولیٰ میں سایہ الطاف سے مراد مطلق لطف کا سایہ اور مصرعہ ثانیہ میں مراد سایہ سے خاص لطف کا سایہ و ارتفاع الخاص لایستلزم ارتفاع العام فافہم۔ اس میں حالت قبض کے

متعلق اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے جس کا استحضار سالک پر لازم ہے۔

نسیم صبح عنبر بوست امروز	مگر یارم رہ صحرا گرفتہ است
--------------------------	----------------------------

یہ شعر حالت بسط پر زیادہ منطبق ہوتا ہے۔ صحرا سے مراد قلب یعنی آج قلب میں فیوض کی خوشبو مہک رہی ہے معلوم ہوتا ہے کہ محبوب کی تجلی قلب پر ہو گئی ہے اور نسیم صبح مبتدا ہے اور عنبر بوخبر ہے۔

زدریای دوچشم گوہر اشک	جہان در لولوی لالا گرفتہ است
-----------------------	------------------------------

گوہر اشک مبتدا و گرفتہ است خبر۔ وجہان بحذف۔ را مفعول گرفتہ یعنی میری آنکھوں کے دریا سے جو گوہر اشک نکلے ہیں ان گوہروں نے تمام جہان کو درتابان سے گھیر دیا یعنی اس کثرت سے رویا کہ تمام زمین پر ہو گئی۔ مقصود مبالغہ ہے رونے میں۔

حدیث حافظ ای سرومن ہر	بوصف قد تو بالا گرفتہ است
-----------------------	---------------------------

یعنی حافظ کے کلام نے جو تیرے وصف قد میں ہے رتبہ بلند حاصل کیا ہے مطلب یہ کہ جو کلام وصف محبوب میں ہوتا ہے وہ مقبول اور دل چسپ اور گرامی قدر ہوتا ہے پس اس میں اشارہ ہو جائے گا شرف علم حقائق کی طرف و معنی سمن برای براو چون سمن در سفیدے یا خوشبو۔

## غزل

صبح دم مرغ چمن یا کل نوخاستہ گفت	ناز کم کن کہ درین باغ بے چونتوشگفت
گل بخندید کہ از راست زنجیم ولے	ہج عاشق سخن تلخ بہ معشوق نہ گفت
گر طمع داری از ان جام مرصع مئی لعل	در ویا قوت بنوک مژہ ات باید سفت
تا ابد بوی محبت بمشامش نرسد	ہر کہ خاک در میخانہ بر خسار نرفت

ان اشعار میں مرشد کی خدمت اور ادب کا شرط طریق ہونا اور گستاخی اور بے ادبی کا گواہی کا منشاء کوئی امر مطابق واقع کے ہونڈ موم ہونا مذکور ہے۔ یعنی بلبل نے کہ طالب ہے گل نوخاستہ سے کہ مرشد کامل ہے (جیسا گل نوخاستہ اپنے وصف میں کامل ہوتا ہے) یوں

کہا کہ آپ (اس شان ارشاد پر) ناز نہ کیجئے اور مسترشدین سے استغنانہ برتنے کہ ایسے ایسے اس باغ دہر میں بہت ہوئے ہیں اور پھر سب فنا ہو گئے اسی طرح تم بھی فنا ہو جاؤ گے تو اس عمر ناپائیدار میں جس قدر ثواب افادہ کا حاصل ہو سکے غنیمت سمجھو۔ مرشد نے (اپنی بلند حوصلگی سے برا نہیں مانا بلکہ) ہنس کر فرمایا کہ ہم سچی بات سے ناراض نہیں ہوتے لیکن تمہاری مصلحت کے لئے تم کو تعلیم کرتا ہوں کہ یہ طرز استفادہ کا نہیں ہوا کرتا کیونکہ استفادہ کے لئے ادب شرط ہے اور یہ طرز خلاف ادب ہے یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی عاشق اور طالب نے اپنے معشوق اور مطلوب سے سخن تلخ نہیں کہا ہے۔ آگے حافظ تائید تعلیم مذکور کے لئے کہتے ہیں کہ اگر تم اس جام مرصع یعنی قلب مرشد سے کہ پر از شراب عشق و محبت ہے می لعل یعنی فیض عشقی چاہتے ہو تو (طریق نیاز مندی اختیار کرنا چاہئے اور) نوک مژہ سے درو یا قوت پر و نا چاہئے یعنی آنسو سفید کہ مشابہ در کے ہیں اور سرخ خون کے کہ مشابہ یا قوت کے ہیں برسانا چاہئے کہ وہ مژہ میں لگ کر ایسے معلوم ہوں جیسے مژہ سے درو یا قوت میں سوراخ کیا ہو مطلب یہ کہ عاجزی اور تضرع سے کام لینا چاہئے اور جس نے در میخانہ کو اپنے رخسار سے صاف نہ کیا ہوگا ابدالآباد تک بوی عشق اس کے دماغ تک نہ پہنچے گی یعنی یہ زاری کا کام ہے زور کا نہیں اس میں تعلیم ہوگی بعض شرائط طریق کی۔ فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ + جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ۔

در گلستان ارم دوش چو از لطف ہوا	زلف سنبل ز نسیم سحری می آشفٹ
گفتم ای مسند جم جام جہان بینت کو	گفت افسوس کہ آن دولت بیدار بخت

ان دو شعروں کا نہ مدلول لفظی نہ مقصود معنوی کچھ میری سمجھ میں نہیں آیا اور شرح سے شرح صدر نہیں ہوا اگر کوئی صاحب سمجھ کر ملحق کر دیں ان کا احسان ہے۔

۱۔ کئی ماہ کا عرصہ ہوا کہ میں مراد آباد میں مولانا محمد صدیق صاحب دام فیضہ سے کہ علاوہ دوسرے کمالات کے نظم و نثر و مہارت فارسی میں یکتا ہیں ملا ان کو بھی ان اشعار کے حل کا طالب پایا اور یہ ایک عجیب اتفاق ہے پھر انہوں نے اپنی یہ رائے ظاہر فرمائی کہ غالباً درمیان میں کوئی شعر رہ گیا ہے کہ اس میں جزاء کلمہ چونکہ مذکور ہوگی اور شعر گفتم الخ مستقل ہے اھ تو اس صورت میں شعر ثانی سے مقصود بیان کرنا ہوگا تا جدار ان جہان کے فنا کا ترہید عن المال والجاہ کے لئے۔ اور مسند جم کو خطاب اس کے وجود فرضی ذہنی کے اعتبار سے ہوگا پھر نظر ثانی کے وقت میں نے باحتمال اس کے کہ شاید اس کا حل کسی تاریخی قصہ پر موقوف ہوتا رہ روضۃ الصفا کا مطالعہ کیا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)



سخن عشق نہ آن ست کہ آید بزبان	ساقیامی دہ و کوتاہ کن این گفت و شفقت
-------------------------------	--------------------------------------

اس شعر کا مدلول لفظی تو ظاہر ہے اور مقصود معنوی بھی خفی نہیں کہ محبت کی طلب کر رہے ہیں مگر بقرینہ لفظ گفت و شفقت۔ اس کو ماقبل سے تعلق ہونے کے احتمال سے اس کی تقریر بھی نہیں لکھی گئی اگر طبع سے پہلے حل ہو گیا تو حاشیہ پر یا آخر میں اضافہ کر دیا جائے گا۔ والا فلا۔

اشک حافظ خرد و صبر بدریا انداخت	چہ کند سوز غم عشق نیارست و نہفت
---------------------------------	---------------------------------

اس میں بیان ہے بعض آثار عشق کا کہ اشک حافظ دریا ہو گئے اور خرد و صبر اس دریا میں غرق ہو گئے کیا کیا جائے ضبط پر قدرت ہی نہیں۔ اشک مبتدا انداخت خبر خرد و صبر مفعول انداخت۔

## غزل

گر ز دست زلف مشکینت خطائی رفت رفت	درز ہندوی شما بر ما جفائے رفت رفت
برق عشق از خرمن پشمینہ پوشی سوخت سوخت	جو رشاہ کا مران گر برگدائے رفت رفت
گرد لے (لم) لے از غمزہ دلدار ہارلم برد برد	در میان جان و جانان ماجراے رفت رفت
و رطریقت رنجش خاطر نباشدمی بیار	ہر کدورت را کہ بینی چون صفائے رفت رفت
عشق بازی را تحمل بایدا می دل پائدار	گر بلائے بود بودا و گر خطائے رفت رفت
از سخن چینان ملالت با پیدا آید و لے	چون میان ہمنشینان ماجراے رفت رفت

شعر آخر کے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار ایسی حالت کے ہیں کہ مرشد سے مسترشد

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اس میں لکھا ہے کہ جمشید پرشاد نے جس کا باغ ارم مشہور ہے۔ اپنے برادر زادہ ضحاک کو لشکر کشی کے لئے بھیجا تھا جس سے اس کی سلطنت برباد ہوئی مطلب یہ ہو سکے گا کہ میں نے جو شہاد کے باغ ارم میں سنبل وغیرہ کی بہار دیکھی تو مجھ کو جمشید یاد آ گیا جس کو تاراج کر کے اس باغ کے بانی کو ترقی ہوئی اس وقت میں نے اس کے مسند کو مخاطب بنا کر پوچھا کہ جمشید کا سامان جس میں سے جام جم بھی ہے جس کی اضافہ مسند کی طرف باوقی ملا بستہ ہے کہ اس پر رکھا رہتا تھا کہاں گیا اس نے بزبان حال اس کے ہلاک زدہ اہل کی خبر افسوس کے ساتھ دی اور عرض اس سے وہی ترہید مذکور مع تداول ایام بین الناس ہو جائے گی واللہ اعلم اور یہ توجیہ گوشافی نہ ہو مگر کافی ضرور ہو گئی اور قصہ مذکور کا کوئی جزو اگر ثابت بھی نہ ہو تب بھی مضر نہیں کیونکہ توجیہ شعر کے لئے اسقدر منقول یا مشہور ہونا بھی اس کا صحیح ہو سکتا ہے فقط منہ عشرہ اولی محرم ۱۳۲۸ھ

کے بارہ میں کسی نے سخن چینی کی ہے اور اس طرف سے کچھ عتاب ہو گیا ہے پھر بعد تحقیق برأت ثابت ہوئی جس سے مرشد کو اپنے بے محل عتاب پر افسوس ہے پس مستر شد اس افسوس کو اس طرح رفع کرتا ہے کہ اگر آپ سے عتاب میں غلطی بھی ہو تب بھی مجھ کو کوئی ملال و شکوہ نہیں اور اس میں تعلیم ہے اس معاملہ خاص کے متعلق جو کہ احیاناً مرشد و مستر شد کے درمیان واقع ہو جاتا ہے۔ کہ ایسی حالت میں ایسا عملدرآمد کرنا چاہئے نہ یہ کہ اس سے مکدر ہو کر بیٹھ رہے۔ اور تاویل فعل مرشد کی بہت سہل ہے کہ بشر سے ایسی غلطی۔ ہو جانا منافی اس کے کمال کے نہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ۔

آزرا کہ بجای تست ہر دم کرے	عذرش بنہ ار کند بعمری ستے
----------------------------	---------------------------

اور اگر اس سے محبت مفرطہ ہے تو اس تاویل ہی کی ضرورت نہیں کیونکہ وہاں کدورت ممکن نہیں جس کے لئے رافع کی ضرورت ہو پس فرماتے ہیں کہ اگر محبوب کے زلف مشکین سے غلطی ہو گئی اور اگر محبوب کے ہندو یعنی زلف سے ہم پر کچھ سختی ہو گئی اور اگر برق محبت نے کسی مکمل پوش کا خرمن تاب و قرار جلا دیا جلا دیا۔ برق محبت سے مراد غضب ہے جس نے بوجہ محبت کے برق کا سا کام کیا کہ تاب و قرار کھو دیا پس اضافہ برق کی عشق کی طرف ادنیٰ ملا بستہ سے ہے یا برق عشق میں اضافہ بیانیہ ہو یعنی تمہاری محبت نے کچھ تو خود بواسطہ اس غضب کے میرا خرمن قرار جلا دیا اور اگر بادشاہ کا جور گدا پر ہو گیا ہو گیا اگر کوئی دل یعنی میرا دل محبوب یعنی مرشد کے اس خاص غمزہ یعنی عتاب سے بار رنج یا تیج و تاب و پریشانی میں مبتلا ہو گیا ہو گیا۔ اور میری جان یعنی ذات اور محبوب اور مرشد میں اگر کوئی ماجرا ہو گیا ہو گیا۔ طریقت میں تو تکدر خاطر کی گنجائش ہی نہیں آپ بدستور اپنی فیض رسانی میں مشغول ہوئے۔ جو کدورت بظاہر معلوم ہو جب صفائی ہو گئی وہ کدورت جاتی رہی (اور بظاہر کی قید اس لئے کہ واقع میں تو کدورت ہوتی ہی نہیں۔ اس شعر میں رفت اول کی ضمیر صفا کی طرف اور رفت ثانی کی ضمیر کدورت کی طرف ہے) عاشقی کے لئے تحمل ضروری ہے۔ دل کو خطاب کرتے ہیں کہ مضبوط رہنا چاہئے اگر یہ قصہ عتاب کوئی امتحان تھا (ایک تاویل یہ بھی نکلی کہ شاید امتحان محبت مقصود ہو) وہ ہو چکا اور اگر کوئی غلطی تھی وہ ہو چکی اور چغل خوروں کی

بدولت ایسے ملاں پیدا ہو جایا کرتے ہیں لیکن جلیسوں میں ایسا ماجرا جب گزر گیا گزر گیا اس کو دل میں نہ رکھنا چاہئے۔

غیب حافظ گو مکن زاہد کہ رفت از خانقاہ	پای آزادان چہ بندی گر بجائے رفت رفت
---------------------------------------	-------------------------------------

یعنی زاہد سے کہہ دو کہ حافظ پر اگر وہ خانقاہ سے چلا گیا اعتراض مت کرو آزاد لوگوں کا پاؤں کیسے باندھ سکتے ہو اگر چلا گیا چلا گیا خانقاہ سے مراد طریق زہد ہے یعنی اگر طریق زہد چھوڑ کر بمناسبت مذاق کے طریق عشق کو اختیار کر لیا جیسا لفظاً آزادان اس مذاق کا قرینہ ہے تو اعتراض کی کیا بات ہے کہ یہ بھی ایک طریق ہے تربیت کا۔

## غزل

بکوی میکدہ ہر سالکے کہ راہ دانست	درد گزردن اندیشہ تہہ دانست
----------------------------------	----------------------------

یعنی جو سالک کہ عشق الہی کے طریقہ پر مستقیم ہو گیا وہ دوسرے دروازہ پر جانے کو یعنی غیر کی طرف التفات کرنے کو خیال فاسد جاننے لگا۔ اس میں بیان ہے اثر عشق کا کہ تشبث بالاسباب کو مغلوب کر دیتا ہے بخلاف سالک طریق زہد کے کہ اس کا تشبث بالاسباب بحالہ رہتا ہے اس لئے اعتدال پر آ جانا ہے اور دنیا داروں کو اس میں غلو ہوتا ہے کہ حلال و حرام میں بھی امتیاز نہیں کرتے۔

زمانہ افر رندی ندا و جز بکے	کہ سرفرازی عالم درین کلمہ دانست
-----------------------------	---------------------------------

یعنی عاشقی کا تاج اسی کو ملتا ہے جو اس میں یعنی اس کے آثار تذلل و بدنامی کو سرفرازی جانتا ہے اور جو ان سے بچنا چاہتا ہے اس کو یہ دولت میسر نہیں ہوتی اس میں تعلیم ہے آمادگی کی ان امور کے لئے۔

بر آستانہ میخانہ ہر کہ یافت رہے	زفیض جام می اسرار خانقاہ دانست
---------------------------------	--------------------------------

میخانہ طریق عشق۔ خانقاہ طریق زہد۔ مطلب یہ کہ طریق عشق میں فیض عشقی سے طریق زہد کے ثمرات بھی تصفیہ قلب و تزکیہ نفس ہے حاصل ہو جاتے ہیں اور حصول کے بعد دانستن لازم ہے اس لئے اسرار دانست سے تعبیر کیا۔ مقصود ترجیح ہے طریق عشقی کی کہ اس سے غایات طریق زہد کے بھی حاصل ہو جاتے ہیں اور شدت تعلق و شغف طبعی محبوب حقیقی کے ساتھ یہ

علاوہ ہے بخلاف طریق زہد کے کہ اس میں طریق عشق کے اور ثمرات تو حاصل ہو جاتے ہیں مگر ایسا شغف نہیں ہوتا۔ مگر یہ ترجیح ایک وجہ خاص کے اعتبار سے ہے ورنہ بعض کی تربیت کے لئے طریق زہد اس لئے زیادہ رائج ہے کہ وہ مثلاً آثار عشق کا تحمل نہیں کر سکتے۔

ہر آنکہ راز دو عالم زخمت ساغر خواند	رموز جام جم از نقش خاک رہ دانست
-------------------------------------	---------------------------------

ساغر میں جو نقش و نگار بنے ہوتے ہیں خط ساغر سے وہ مراد ہیں اور راز دو عالم سے مراد ان کے احوال تکوینیہ تفصیلیہ نہیں ہیں کیونکہ ان کا انکشاف نہ مقصود ہے اور نہ لازم بلکہ راز سے صرف ان کی ایک صفت یعنی مظہر للمو جو دا حقیقی ہونا مراد ہے۔ اور یہ راز اس لئے ہے کہ ہر ایک کو اس کی طرف التفات نہیں ہوتا اور جو ہوتا بھی ہے تو وہ علی الدوام مستحضر نہیں رہتا۔ اور جام جم سے مراد جام جم متعارف اور اس کے رموز سے مراد احوال تکوینیہ تفصیلیہ جو اس جام میں منکشف ہوتے تھے اور محط فائدہ از نقش خاک ہے نہ کہ دانست پس اس قرینہ سے یہاں ایک قید مقدر ہے ای ہر گاہ کہ دانست۔ معنی یہ ہوئے کہ جس شخص پر راز عشق منکشف ہو گیا اگر کبھی امور کوئی اس پر منکشف ہوتے ہیں تو اسکو اہتمام و تکلف و توجہ کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا۔ ان لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے جو اسی لئے ریاضت کرتے ہیں اور جیسا جشید کو واسطہ جام کی حاجت ہوتی تھی بلکہ محض نقش خاک راہ سے یعنی معمولی اور سرسری طور پر انکشاف ہو جاتا ہے اور اگر نہ ہو تو دوسری بات ہے اور وجہ احیاناً منکشف ہونے کی یہ ہوتی ہے کہ غلبہ عشق سے شوغل نفس میں تقلیل ہو جاتی ہے اور یہی مدار ہے کشف کا بشرط اجتماع دوسرے شرائط مناسبہ کے۔ اور ایک توجیہ از نقش خاک رہ دانست کی یہ بھی کہی گئی ہے کہ از نقش خاک یقین کر دو شمار کر یعنی اس کو ایسے کشف کی کچھ قدر نہیں رہی نقش پا کی برابر سمجھنے لگا جیسا کہا گیا ہے۔ ما کشف را بر کفش ز نیم۔ پس از تقریر اول پر غلبہ ہوگا اور دوسری تقریر پر من قبیل کے معنی میں ہوگا۔ والثانی الطف معنی والا اول اوفق للا استعمال لفظا واللہ اعلم۔

دلم ز نرگس ساقی امان نخواست بجان	چرا کہ شیوہ آن ترک دل سبب دانست
----------------------------------	---------------------------------

نرگس ساقی مراد غلبہ عشق اطلاقاً للسبب علی المسبب چرا کہ نرگس چشم محبوب سبب این غلبہ عشقی می باشد چون آنرا مجازاً نرگس گفت دل سبب گفتن مناسب فن شعر افتاد۔ و سوء ادب کہ

چشم ساقی را سیہ دل بمعنی سنگدل می آید لازم نیاید چرا کہ اطلاق این وصف بر نرگس بالمعنی الحقیقی نیست بلکہ بر سبب او یعنی عشق کہ آن وصف عاشقی است و ادب اوصاف خود ضروری نیست چنانچہ ہمیں عشق را بلا تکثیر ظالم و متمکر و نحو ذلک - مطلب ظاہر ہے کہ میں راہ عشق میں جان کی سلامتی نہیں چاہتا بلکہ جان بازی کو تیار ہوں کیونکہ عشق کا تو یہی خاصہ ہے۔ و نعم ما قیل۔ اگر مرد عشقی گم خویش گیر + و گرنہ رہ عافیت پیش گیر۔

ورای طاعت دیوانگان زما مطلب	کہ شیخ مذہب ما عاقلی گنہ دانست
-----------------------------	--------------------------------

طاعت دیوانگان سے مراد جنون عشق اور عاقلی سے مراد ترک عشق یعنی ہم سے ترک عشق کی درخواست مت کرو کہ ہمارے مشرب میں یہ گناہ ہے یعنی طریقت کا کیونکہ طریق تربیت کا ترک کرنا مخل وصول الی المقصود ہے اس لئے مستحسن فی الطریقہ ہے۔

زجور کوکب طالع سحر گہان چشم	چنان گریست کہ خورشید دیدومہ دانست
-----------------------------	-----------------------------------

شاید قبض کو کہ ایک قسم کا ہجران ہے جو کوکب کہا ہو۔ مطلب یہ کہ میں اس قدر رویا کہ عالم علوی میں بھی مشتہر ہو گیا۔

خوش آن نظر کہ لب جام و روی ساقی را	ہلال یکشبہ و ماہ چار دہ دانست
------------------------------------	-------------------------------

عادت ہے کہ ہلال کو بڑے شوق سے دیکھتے ہیں اور بدر کو ذوق کے لئے دیکھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ لب جام کو ہلال کی طرح اور روی ساقی کو بدر کی طرح مشاہدہ کیا کرے۔ پس کلام میں لف و نشر مرتب ہے مقصود یہ ہے کہ عشق اور معشوق ہی میں مشغول رہے اور کسی طرف التفات نہ کرے۔

بلند مرتبہ شاہی کہ نہ رواق پھر	نموتہ زخم طاق بارگہ دانست
--------------------------------	---------------------------

رواق سقف مقدم خانہ و پردہ کہ در کشیدہ باشند از سقف و پیشگاہ خانہ و مطلق سقف و طاق بناء خمیدہ و محراب کذافی الغیث۔ و مراد از بارگاہ بارگاہ عشق مطلب یہ کہ عالی رتبہ وہ بادشاہ یعنی وہ عاشق ہے کہ عشق کے سامنے تمام عالم کو ہیچ سمجھے اس کا بھی حاصل وہی ہے جو شعر سابق کا تھا۔ پس اس میں بھی تعلیم ہے عالی ہمتی کی۔ اور عاشق کو بادشاہ اس لئے کہا کہ

ماسوی اللہ سے مستغنی ہے اور استغناء ہی اصل سلطنت ہے وللمحافظ۔ مبین حقیر گدایان عشق  
راکاین قوم + شہان بے کمر و خسروان بے کاہند۔

حدیث حافظ و ساغر کشیدن پنہان	چہ جای محتسب و شحنے بادشہ دانست
------------------------------	---------------------------------

حدیث الخ مفعول دانست و ضمیر در آن کہ راجع ست بہ بادشاہ فاعل آن یعنی حافظ کی  
خفیہ میخواری کی اطلاع بادشاہ تک کو ہوگئی اور محتسب و شحنے کا تو کیا ذکر ہے۔ مقصود یہ ہے کہ  
عادۃ کیفیت عشقیہ گو کتنی ہی کوشش اخفاء کی کی جائے مخفی نہیں رہتی کہ عشق و مشک راستوان  
نہفتن۔ شاید اشارہ اس طرف ہو کہ اخفا کا بھی قصد نہ کرے والیہ ذهب المحققون  
قالوا لا یقصد الاظهار ولا الاخفاء۔

## غزل

تا سر زلف تو در دست نسیم افتادہ است	دل سودازدہ از غصہ دو نیم افتادہ است
-------------------------------------	-------------------------------------

بعض اشعار آئندہ کے قرینہ سے کہ ان کا انطباق محبوب حقیقی پر خالی از تکلف و سوء ادب نہیں  
بہتر ہے کہ اس غزل کو شان مرشد میں کہا جائے فاحفظ۔ زلف جب ہوا سے پریشان ہوتی ہے اس کا  
حسن ظاہر ہوتا ہے پس یہ کنایہ ہوا ظہور کمال سے یعنی جب سے مرشد کا کمال مجھ پر ظاہر اور منکشف  
ہوا ہے قلب عشق سے پارہ پارہ اور خستہ ہو گیا ہے اور چونکہ عشق میں بعض اوقات دل گھٹتا ہے اس  
لئے از عشق کی جگہ از غصہ کہہ دیا اور سودا اور زلف میں مناسبت سے لطافت شاعری بڑھ گئی۔

چشم جادوی تو خود عین سوادِ سحر ست	زین قدر ہست کہ این نسخہ سقیم افتادہ است
-----------------------------------	---

سواد حوالی شہر و مجازاً بمعنی شہر۔ سقیم بیمار و چیز ناقص مجازاً۔ یعنی مرشد کی چشم جادو کہ کنایہ  
ہے کمال باطنی سے جس میں خاصہ ہے تسخیر طالبین کا بجائے خود خاص ایک شہر پر جادو ہے  
اور اس کی دلربائی میں شبہ نہیں لیکن اتنی کسر ہے کہ یہ نسخہ چشم شفا کے لئے ناکافی ہے کیونکہ بے  
التفاتی غضب کی ہے اور نفع موقوف ہے التفات پر۔ اور عین اور سودا اور سقیم کی مناسبت چشم  
سے مخفی نہیں۔ یہ کئی جگہ مذکور ہو چکا ہے کہ ولولہ طلب میں بعض اوقات مرشد شکوہ کرنے لگتا  
ہے مرشد کی بے التفاتی کا جس کا اس کو وہم ہو جاتا ہے۔

در خم زلف تو آن خال سیدانی چیست	نقطہ دود کہ در حلقہٴ جیم افتادہ است
---------------------------------	-------------------------------------

چون دود سیاہ باشد پس مراد از نقطہٴ دود نقطہٴ سیاہی ست و شاید چون روشنائی از کاجل تیاری سازند و نقاط حروف عادتہ از روشنائی می دهند از ان بنقطہٴ دود تعبیر کرده باشند۔ مطلب یہ کہ زلف کے اندر وہ خال ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے جیسے جیم کے اندر نقطہ۔ مقصود ان تمثیلات سے بیان کرنا ہے کمال استحسان جمال باطنی مرشد کا یا محض بتقاضای محبت یا واسطے اظہار اعتقاد کے بغرض اس کے متوجہ کرنے کے اور چونکہ یہ غرض محمود ہے اس لئے اس کی تحصیل کے لئے اظہار محبت خوشامد مذموم نہیں ہے خود حدیث میں ہے کہ جس سے تم کو محبت ہو اس پر بھی ظاہر کر دو۔

سایہٴ سرو تو بر قالم اے عیسیٰ دم	عکس روحی ست کہ بر عظیم ریمم افتادہ است
----------------------------------	--

اس میں بیان ہے اثر توجہ مرشد کا یعنی آپ کی توجہ سے مجھ کو حیات روحانی نصیب ہوتی ہے پس مجھ پر متوجہ رہئے۔

زلف مشکین تو در گلشن فردوس عذار	چسبت طاؤس کہ در باغ نعیم افتادہ است
---------------------------------	-------------------------------------

یعنی آپ کے عذار پر کہ مشابہ گلشن کے ہے زلف مشکین لہراتی ہوئی ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے باغ میں طاؤس ٹہلتا ہو اس کا مقصود بھی مثل مقصود شعر ثالث اس غزل کے ہے۔

دل من در ہوس روی تو ای مونس جان	خاک را ہے ست کہ در پای نسیم افتادہ است
---------------------------------	--

یعنی میں ہوا کے قدموں میں خاک راہ بنا ہوا اس لئے پڑا ہوں کہ شاید ہوا مجھ کو اڑا کر آپ تک پہنچا دے اور میں آپ کو دیکھ لوں یہ کنایہ ہے کمال اشتیاق زیارت سے جو آثار محبت سے ہے اور ابتدا میں خصوصاً بہت مفید ہے۔

ہمچو گرد این تن خاکی نتواند برخاست	از سر کوی تو زان رو کہ عظیم افتادہ است
------------------------------------	--

ہمچو گرد مشبہ بہ منفی کا ہے نفی کا نہیں شعر سابق میں چونکہ مجبوری تھی وہاں تو گرد ہونا مناسب تھا کہ ہوا پہنچائے اور یہاں جب کوئی محبوب میں رسائی ہوگئی اب گرد نہ ہونا مناسب ہے کہ جنبش نہ ہو یعنی میرا تن خاکی آپ کے کوچہ سے نہ اٹھے گا جیسے گرد کہ کنایہ ہے طالب ناقص سے اٹھ جاتی ہے کیونکہ میں ایک عظیم طور پر پڑا ہوں۔ اس میں بیان ہے اپنے

لزوم عشق و تحمل شدائد کا تا کہ سامعین کو بعض آداب مرشد معلوم ہوں۔ پس عظیم ترکیب میں حال ہے ایسے موقع پر ہمارے محاورہ میں بولتے ہیں بے ڈھب پڑا ہوں۔

انکہ جز کعبہ مقامش نہ بد از یاد لبت	بر در میکدہ دیدم کہ مقیم افتادہ است
-------------------------------------	-------------------------------------

لب کو اگر کنایہ ملفوظات سے کہا جائے بہت ہی مناسب ہے۔ مطلب یہ کہ جو شخص ہر وقت زہد ہی کا دعوے کرتا رہتا تھا اس نے جو آپ کے کچھ ملفوظات متعلق عشق کے سن لئے اب وہ آپ ہی کے در پر کہ محل فیض عشق ہے پڑا نظر آتا ہے۔

حافظ گم شدہ را با غمت ای جان عزیز	اتحادیست کہ از عہد قدیم افتادہ است
-----------------------------------	------------------------------------

یعنی مدت دراز سے یہ گم کردہ راہ آپ کے غم عشق میں مبتلا ہے آپ اس کی رہبری کیجئے اور یہی اصلی مقصود ہے اس قسم کے عرض معروض سے پس گم شدہ کہنے میں استجاب ہے ترحم کا۔

## غزل

بلبلے برگ گلے خوشترنگ در منقار داشت	واندر ان برگ و نوا خوش نالہای زار داشت
گفتش در عین وصل این نالہ و فریاد چیست	گفت مارا جلوہ معشوق در این کار داشت

ترجمہ ظاہر ہے اس میں بیان ہے اس کا کہ گریہ عاشق کا ہمیشہ دلیل اس کے فراق و حرمان مقصود کی نہیں ہے بلکہ گریہ کے اور بھی اسباب ہیں منجملہ ان کے خود گری محبت ہے جو قرب و تجلی سے زائد ہو جاتی ہے جس کا اس جواب میں ذکر ہے پس کسی کی نسبت کچھ حکم لگا دینے کی جرأت نہ کرے یہ بحث رسالہ نعت گریہ میں نہایت بسط و وضوح سے مذکور ہے اور یہ سب فرح کے علاوہ ہے۔ اور ایک حدیث میں جو حضرت ابی بن کعب کا رونا یہ سن کر کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے وار د ہے وہ اسی پر محمول کرنا اقرب ہے۔

یار اگر نہ نشست با ما نیست جای اعتراض	بادشاہ کا مران بود از گدایان عار داشت
---------------------------------------	---------------------------------------

عار سے مراد مطلق عدم مناسبت جس کی وجہ محبوب کا کمال و جوب (کہ معبر ہے بادشاہ سے) اور محبت کا نقصان امکان و افتقار (کہ معبر ہے گدا سے) ہے مطلب یہ کہ چونکہ یہ مقرر



ہے کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک اس لئے قرب و وصول نہ ہونا تو اصل ہے اور جامی شکوہ نہیں ہاں اگر قرب و وصول ہو جائے یہ البتہ محل تعجب ہے اور فضل محض ہے اس میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے سالک متعجب کیلئے کہ اس مضمون کے استخراج سے اس کا ضمیر خاطر بالکل یہ زائل ہو جائے البتہ فضل کی درخواست ہر حال میں ضرور ہے۔

عارفی کو سیر کرداندر مقام نیستی	ہست شد چون مستی از عالم اسرار داشت
---------------------------------	------------------------------------

یعنی فنا پر بقا مرتب ہوتا ہے اور مستی داشتن یہ بھی ایک قسم ہے فنا کی جس کو فنا علمی کہتے ہیں اور الم اسرار سے مراد واردات عشقیہ کہ غیر عاشق کے اعتبار سے وہ اسرار ہیں ان واردات کے غلبہ سے دوسرے معلومات سے ذہول ہو جاتا ہے یہی فنا علمی ہے۔

در نمیکیر و نیاز و عجز ما با حسن دوست	خورم آن کز ناز نینان بخت بر خوردار داشت
---------------------------------------	---

مطلب یہ کہ کوئی اپنے عجز و نیاز کے بھروسہ نہ رہے وہ محبوب کے کمال کے سامنے موثر نہیں ہو سکتا کیونکہ ادھر تو عجز و نیاز بوجہ ناقص ہونے کے جس سے حق عبدیت جو مقتضا ہے محبوب کی عظمت کا ادا نہیں ہو سکتا فاعل نہیں اور ادھر ذات و صفات بوجہ کامل اور واجب ہونے کے منفعل نہیں پھر تاثیر کی گنجائش کیا ہے بس اکتساب تو موثر نہ ہو اب جس پر فضل ہے محض موہبت ہے جس کو بخت سے تعبیر کیا گیا ہے البتہ ہمارے امکان اور ان کے وجوب کا مقتضائی نفسہ یہی ہے کہ ہم ان کے سامنے عجز و نیاز کیا کریں۔ اس میں بھی بڑے پاکیزہ (وہی ان الوصول موہوب لا مکتوب لکن مع ذلک فی الکسب وجوب ۱۲ لطف رسول) مسئلہ کی تعلیم ہے۔

خیز تا بر کلک آن نقاش جان افشان کنیم	کین ہمہ نقش عجب در گردش پر کار داشت
--------------------------------------	-------------------------------------

اس میں صورت جمیلہ مخلوقہ سے نظر ہٹانے کا اور خالق الصور کی طرف توجہ بخت کرنے کا امر فرماتے ہیں کہ لائق محبوبیت کے وہ ذات ہے جس کے قلم کی حرکت سے یہ تمام نقوش پیدا ہو گئے اس میں بھی بڑا ضروری مسئلہ مذکور ہے جس میں صد ہا غلط فہمی کر رہے ہیں۔

گر مرید راہ عشقی فکر بدنامی مکن	شیخ صنعان خرقہ رہن خانہ شمار داشت
---------------------------------	-----------------------------------

صنعان بالفتح نام بزرگے کہ قصہ آں مشہورست و خمار شراب فروش و خرقة رہن خانہ  
خمارداشتن کنایہ از رسوا شدن چرا کہ این فعل ظاہرست کہ موجب رسوائی ست۔ اس کا یہ  
مطلب نہیں کہ جو شیخ صنعان نے کیا تم بھی وہی کرو بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب اس نے عشق  
مجازی میں بدنامی کی پروانہ کی تو تم عشق حقیقی میں اس کی کیوں پروا کرتے ہو قال الرومیؒ  
عشق مولے کے کم از لیے بود + گوی گشتن بہر او اولی بود۔

وقت آن شیرین قلندر خوش کہ در اطوار سیر	ذکر و تسبیح ملک در حلقہ زنا داشت
--	----------------------------------

اطوار سیر احوال سلوک۔ مطلب تعلیم ہے ترک ریاء کا یعنی وہ بڑا اچھا عاشق ہے جو ظاہر  
میں گو بدنام ہو مگر مشغول بذکر و طاعت علی الدوام مثل ملائکہ کے ہو جن کی شان ہے لایفزون اور  
بوجہ اختفاء عن العیون کے ان کی شان لایراؤن بھی ہے حاصل یہ کہ تعمیر باطن کو منظور نظر رکھے گو  
تعمیر ظاہر نہ ہو۔ یہ مقصود نہیں کہ ظاہر اشرع کو ترک کر دے بلکہ غرض یہ ہے کہ گواہ و شہرت و اعتقاد  
عوام نہ ہو اور یہ بھی مقصود نہیں کہ قصد ارسوا ہو چنانچہ لفظ گو سے احقر نے اس کو ظاہر بھی کر دیا ہے۔

چشم حافظ زیر بام قصر آن حورین سرشت	شیوہ جنات تجری تحتہا الانہار داشت
------------------------------------	-----------------------------------

اس میں اقتباس ہے۔ مقصود بیان کرنا ہے کثرت بکاء کا کہ مجملہ آثار عشق کے ہے۔

## غزل

بدام زلف تو دل بتلای خویشتن است	بکش بغمزہ کہ اینش سزای خویشتن است
---------------------------------	-----------------------------------

خویشتن ترجمہ نفسہ ست برای تاکید در مصرعہ اولیٰ برای تاکید زلف و در مصرعہ ثانیہ  
برای تاکید ضمیر شین کہ راجع بدل است و مضاف الیہ سزا۔ یعنی دل خاص تیرے دام زلف  
یعنی عشق میں بتلا ہے (خاص کہنے سے یہ فائدہ ہو سکتا ہے کہ بواسطہ مظاہر جمیلہ کے نہیں بلکہ  
بلا واسطہ) اس کو تجلی (جلالی) سے قتل کر دے (قید جلالی کا قرینہ بکش ہے کیونکہ جمالی محی  
ہے) کہ اس کی یہی سزا ہے (مقصود اس عنوان سے محض حکم بالترتب ہے یعنی عشق پر کستگی  
مرتب ہوتی ہے جیسے سزا مرتب علی الفعل ہوتی ہے عاشق کو اس کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

گرت زدست بر آید مراد خاطر ما	بخش زود کہ خیرے برای خویشتن است
------------------------------	---------------------------------

یہ محبوب حقیقی کو خطاب نہیں ہو سکتا لاسمحالہ استکمالہ بالغیر البتہ مرشد کو مخاطب کہنا ممکن ہے اور مطلب ظاہر ہے کہ ہم کو نفع پہنچانے میں آپ کو ثواب و اجر ہوگا یہ مطلب نہیں کہ ہم کو نہ ہوگا بلکہ معنی یہ ہیں کہ آپ کو بھی ہوگا۔

شبان تیرہ مرادم فنا فی خویشتن است

بجانت ای بت شیرین من کہ ہچمون شمع

یعنی شبہای تاریں شمع کی طرح کہ وہ جل کر فنا ہو جاتی ہے میرا مقصود بھی فنا ہی ہے اور تخصیص شب کی اگر حقیقی معنی پر محمول ہو اس لئے ہو سکتی ہے کہ اعمال جن پر احوال باطنیہ زیادہ مرتب ہوتے ہیں اکثر شب ہی میں واقع ہوتے ہیں اور اگر مجازی معنی یعنی فراق و ہیبت وغیرہ پر محمول ہو اس لئے ہو سکتی ہے کہ فنا کے بعض اقسام میں کہ وہ فنا اخلاقی ہے ان خاص احوال کو زیادہ دخل ہے کہ ان سے شکستگی پیدا ہوتی ہے پس اشارہ ہوگا بعض منافع احوال مذکورہ کی طرف۔

مکن کہ این گل خود رو برای خویشتن است

چورای عشق زدی باتو گفتم ای بلبل

یہاں مخاطب وہ شخص ہے جو طریق عشق کو اس غرض سے اختیار کرے کہ حسب خواہش ثمرات و مواجید اس پر مرتب ہوں گے پس فرماتے ہیں کہ اگر (اس غرض سے) عشق اختیار کرنے کی رائے قرار دی ہے تو میں کہہ چکا ہوں یعنی کہے دیتا ہوں کہ ایسا مت کرو اس واسطے کہ یہ موجود بالذات (خود رو اس سے کنایہ ہے کہ اس کی روئیدگی بلا کسی کی صنعت کے ہوتی ہے) کائنات سے مستغنی ہے (برای خویشتن اس سے کنایہ ہے اور خود رو میں۔ اشارہ علت استغناء کی طرف کر دیا گیا یعنی موجودیت بالذات سبب ہے استغناء کا) اور جو مستغنی بالذات ہوگا اس پر دوسرے کا اثر تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اس اثر کی وجہ سے دوسرے کی خواہشیں پوری کیا کرے بلکہ جو امر خود اس کے علم میں قرین حکمت ہوگا وہی کرے گا پس جو شخص اس طریق کو اختیار کرے تجویزوں سے قطع نظر کر لے اور نامرادی کو مراد سے افضل سمجھے و نعم ماقبل اگر مرد عشقی گم خویش گیر + و گرنہ رہ عافیت پیش گیر۔

کہ نافہاش ز بند قبا فی خویشتن است

بمشک چین و چگل نیست حسن گل محتاج

یعنی محبوب کے خود بند قبا ہی سے نافرمانی پیدا ہوتے ہیں مقصود یہ ہے کہ محبوب حقیقی کے

کمالات ذاتی ہیں مستفاد عن الغیر نہیں گویا اس میں من وجہ تفسیر ہے شعر سابق کی۔

مرد بخانہ ارباب بے مروت دہر	کہ کنج عافیت در سرای خویشتن است
-----------------------------	---------------------------------

اس میں نہیں ہے حرص و اظہار حاجت عند الخلق سے جو کہ شرائط طریق سے ہے۔

بسوخت حافظ و در شرط عشق و جان بازی	ہنوز بر سر عہد و وفاے خویشتن است
------------------------------------	----------------------------------

در حرف جار متعلق برابطہ در خویشتن است یعنی باوجود مصائب و مصائب کے راہ عشق سے منہ نہیں موڑا۔

اس میں اشارہ ہے کہ جو ظاہری و باطنی بلیات اس راہ میں پیش آئیں ان کا برداشت

کرنا واجب ہے کما قیل۔

ناخوش تو خوش بود برجان من	دل فدای یار دل رنجان من+
---------------------------	--------------------------

## غزل

صوفی از پرتومی راز نہانی دانست	گوہر ہر کس ازین لعل توانی دانست
--------------------------------	---------------------------------

پرتومی اثر عشق۔ راز نہانی معرفت حق۔ گوہر طینت و استعداد۔ لعل مراد شراب کہ مصداقش عشق است و لطافت شاعری در ایراد الفاظ مناسبہ مخفی نیست۔ یعنی سالک کو عشق کے اثر سے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی آگے فرماتے ہیں کہ اس عشق کے واسطے سے ہر شخص کی طینت و استعداد معلوم کر سکتے ہو اس طرح کہ جو شخص صالح الاستعداد ہے وہ یا اس میں ساعی ہے یا کم از کم قائل اور جو شخص فاسد الاستعداد ہے وہ اس کا مخالف اور معاند۔

شرح مجموعہ گل مرغ سحر داند و بس	نہ کہ ہر کو رقی خواند و معانی دانست
---------------------------------	-------------------------------------

مجموعہ مراد مرتبہ اجمال بقریہ لفظ شرح یعنی یوں تو محبوب کی معرفت اجمالیہ سب ہی کو حاصل ہے مگر کسی قدر اس کی تفصیل کہ قرب و قبول میں دخل رکھتی ہو یہ صرف طالب ہی کو نصیب ہے نہ اس کو کہ اوراق کا درس کرتا ہو اور مانے الا اوراق کے معانی لغویہ و اصطلاحیہ جان گیا ہو۔ مقصود یہ کہ یہ علم وجدانی ہے استدلالی نہیں۔ اور بعض نسخوں میں مصرعہ ثانیہ میں کہ پہلے ہے اور نہ پیچھے ہے تو اس صورت میں معانی کے قبل واو نہیں ہونا چاہئے اور معنی یہ

ہوں گے کہ مرغ صحر کے سوا کسی کے نہ جاننے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بات نہیں کہ جس نے اوراق پڑھ لئے ہوں وہ ان معانی و اسرار کو جانتا ہو اس لئے مقید بالدرسیات کا اس سے آگاہ ہونا ضرور نہیں مقصود ترغیب ہے تصفیہ باطن کی کہ یہ علوم قلب پر وارد ہوں۔

عرضہ کردم دو جهان بردل کار افتادہ	بجز از عشق تو باقی ہمہ فانی دانست
-----------------------------------	-----------------------------------

باقی مفعول اول دانست و ہمہ تا کید او فانی مفعول ثانی۔ کار افتادہ آنکہ اورا کار عشق افتادہ۔ مقصود یہ ہے کہ محبت بجز محبت الہیہ کے کسی طرف ملتفت نہیں ہوتا نعم دنیا کی طرف تو مطلقاً اور نعم آخرت کی طرف بالذات پس نصوص سوال آخرت کہ مرتبہ بالعرض میں ہے اس کے منافی نہیں۔

آن شد اکنون کہ ز افواہ عوام اندیشم	مختبب نیز ازین عیش نہانی دانست
------------------------------------	--------------------------------

مختبب سے مراد وہ منکر جو قدرت ایزاء کی رکھتا ہو اور عوام سے مراد وہ منکرین جو اس کی قدرت نہ رکھتے ہوں مقصود یہ ہے کہ عشق میں نایزاء بالید سے اندیشہ کرے نایزاء باللسان سے۔

دلبر آسائش ما مصلحت وقت ندید	ورنہ از جانب ما دل نگرانی دانست
------------------------------	---------------------------------

دل نگرانی بیای مصدری دل نگران ای مشتاق شدن اس میں نہایت مفید مسئلہ کی تعلیم ہے یعنی اشتیاق کے موافق جو احوال پیش نہیں آتے محبوب کو اطلاع تو ہمارے اشتیاق کی ہے مگر ہماری اس آسائش کو جو احوال مرادہ کے وارد ہونے سے حاصل ہوتی ہماری مصلحت کے خلاف جانتے ہیں اس لئے انکار نہیں فرمایا جاتا

ع کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند۔

سنگ و گل را کند از یمن نظر لعل و عقیق	ہر کہ قدر نفس بادیمانی دانست
---------------------------------------	------------------------------

ہر کہ فاعل کند و یمن بضم یا برکت و بادیمانی فیض رحمانی کہ مسمی بنفس رحمانی نیز است ما خود از روایت مشہورہ علی الالسنہ انی لاجد نفس الرحمان من قبل الیمن کہ در حق اولیس قرنی یا اہل یمن وارد شدہ یعنی از یمن اثر فیض الہی می یا بم کہ مقبولان حق ازان طرف ظاہر خواہند شد۔ مطلب یہ کہ جو شخص فیض رحمانی کی قدر دانی کرے گا اور اس کے فائض ہونے کے لئے قابلیت پیدا کر کے اس کا مورد بنے گا اس کو صفت کمال کے ساتھ

قوت تکمیل بھی عطا ہوگی کہ وہ سنگ و گل یعنی ناقص کو لعل و عقیق یعنی کامل کر دے گا خواہ  
مباشرہ اگر خدمت ارشاد اس کے متعلق ہے خواہ تسبیحا اگر یہ خدمت اس کے متعلق نہیں اس  
طرح سے کہ اس کو دیکھ کر اس کے احوال سن کر ناظرین و سامعین متاثر ہوتے ہیں۔

ای کہ از دفتر عقل آیت عشق آموزی	ترسم این نکتہ تحقیق ندانی دانست
---------------------------------	---------------------------------

تحقیق متعلق نفی یا منفی و دانست مصدر است ای دانستن ندانی بحذف مضاف ای طریق  
دانستن ندانی واغلب کہ بجای ندانی نتانی باشد پس توجیہ ظاہر است مقصود اس کا بھی مثل  
مقصود شعر ثانی کے ہے کہ علم عاشقی درسی و استدلالی نہیں ذوقی و وجدانی ہے۔

می بیادر کہ نہ ناز د بگل باغ جنان	ہر کہ غارتگری باد خزانی دانست
-----------------------------------	-------------------------------

یعنی دولت محبت کہ باقی ہے حاصل کرو جس نے فنای دنیا کو چشم تحقیق سے دیکھ لیا ہوگا  
وہ کبھی اسباب عیش و سرور پر مغرور نہ ہوگا۔

حافظ این گوہر منظوم کہ از طبع انگینت	اثر تربیت آصف ثانی دانست
--------------------------------------	--------------------------

حافظ مبتدا و دانست خبر۔ این گوہر منظوم مفعول اول دانست و اثر الخ مفعول ثانی  
او انگینت لازم و آصف ثانی مرشد کہ نائب آصف اول ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم است۔  
مطلب ظاہر ہے مقصود اشارہ اس طرف ہے کہ ملفوظات طیبات مملو بافادات کا صدور متکلم  
اپنی جانب سے نہ سمجھے بلکہ مرشد کا فیض سمجھے۔

## غزل

حاصل کار کہ کون و مکان این ہمہ نیست	بادہ پیش آر کہ اسباب جہان این ہمہ نیست
از دل و جان شرف صحبت جانان غرض است	ہمہ آن است و گردنہ دل و جان این ہمہ نیست
منت سدرہ و طوبے ز پئے سایہ مکش	کہ چو خوش بنگری ای سروروان این ہمہ نیست
دولت آنست کہ بے خون دل آید بکنار	ورنہ با سعی عمل باغ جنان این ہمہ نیست
پنجر وزے کہ درین مرحلہ مہلت داری	خوش بیاسای زمانے کہ زمان این ہمہ نیست

بر لب بحر فنا منتظریم اے ساقی	فرصتے دان کہ زلب تا بدہان این ہمہ نیست
زابد ایمن مشواز بازی غیرت ز نہار	کہرہ صومعہ تا دیر مغان این ہمہ نیست
درد مندے چومن سوختہ ازار و نزار	ظاہر ا حاجت تقریر و بیان این ہمہ نیست
از تہنگ مکن اندیشہ و چون گل خوش باش	زانکہ تمکین جہان گذران این ہمہ نیست
نام حافظ رقم نیک پذیرفت و لے	پیش رندان رقم سودوزیان این ہمہ نیست

ان اشعار میں کئی امر کی تعلیم ہے۔ ایک دنیا کی طرف مطلق التفات نہ کرنا نہ متاع کی طرف و ہونی الشعر الاول والرابع نہ جاہ کی طرف و ہونی الشعر التاسع والعاشر نہ عمر کی طرف و ہونی الخامس والسادس نہ اپنے جسم و روح کی طرف۔ و ہونی الشعر الثانی۔ دوسرے نعماء جنت کا بالذات طالب نہ ہونا و ہونی الشعر الثالث تیسرے نہیں عجب سے و ہونی الشعر السابع اور شعر ثامن اور دوسرے اشعار کے بعض بعض جملوں میں کسی امر کی تعلیم نہیں محض عشق کی طلب اور اپنے درد عشق کے ظاہر و باہر ہونے کا بیان ہے اور اس میں حاجت بمعنی محتاج ہے اور بعض نسخوں میں درد مندی من بیای مصدری و اضافت الی ضمیر المتکلم المنفصل ہے اس میں بھی حاجت بمعنی محتاج ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ یہ تمام کارخانہ دنیا کا کچھ بھی نہیں بس درد عشق ہم کو عطا فرما دیجئے اور دل و جان جو عطا ہوا ہے محض مقصود اس سے یہ ہے کہ آدمی قرب محبوب کے قابل ہو اور ان کو اس کی تحصیل میں استعمال کرے پس تمام تر دولت تو یہ قرب ہے ورنہ دل و جان بیکار ہیں۔ اور سدرہ و طوبی سے اگر تم کو سایہ مطلوب ہے جو کہ حظ نفس ہے تو ناحق اس کے طالب ہو اے سالک کہ استقامت میں مثل سرور وان کے ہے اگر غور کر کے دیکھو تو محض حظ نفسانی کے لئے وہ مطلوب نہیں ہاں بوجہ محل قرب ہونے کے مطلوب ہو تو اور بات ہے اور دنیا کی دولت جو اس قدر مصیبت سے حاصل ہو کیا دولت ہے کہ محنت اس کی راحت پر غالب رہتی ہے اس شان کی دولت تو اگر جنت بھی ہو تو کچھ نہیں۔ یہ مبالغہ کے لئے محض فرض و تقدیر ہے کیونکہ دولت جنت تو واقع میں اس شان کی نہیں ہے بلکہ بہت ہی کم محنت میں بہت ہی بڑی یعنی غیر متناہی راحت میسر ہوتی ہے پس یہ اس ہی میں داخل

ہوگئی جس کو بے خون دل آید کہہ رہے ہیں یعنی دولت تو وہ ہے جس میں مشقت نہ ہو یعنی اس دولت کی مقدار کے اعتبار سے وہ مشقت کا عدم ہو اور وہ دولت قرب ہے اور جنت بھی کہ مقام قرب ہے، دنیا میں جو تم کو چند روزہ عمر مل گئی ہے اس میں آسائش حقیقی کا سامان کر لو اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ صعوبات دنیا سے آسائش اختیار کرو اور اس کا بھی حاصل وہی ہوگا کیونکہ اس آسائش سے بھی وہی آسائش حقیقی مقصود ہے اور زمانہ کچھ بھی نہیں یعنی فانی و منقضي ہے یوں ہی عمر ختم ہو جائے گی۔ اور چونکہ عمر باقی نہیں پس ہم موت کے انتظار میں ہیں اور اسی کو بس فرصت سمجھ لو جو کچھ بھی نہیں یعنی اس قدر قلیل جتنا فاصلہ لب سے وہن تک ہوتا ہے پس اے ساقی عنایت ازلی یا اے مرشد اس فرصت میں مدد فرمائیے کہ کچھ لے جائیں اور اے زاہد خشک تو جو اپنے تقدس پر مغرور ہے یاد رکھنا کہ غیرت الہی کے تصرفات عجیبہ سے بے خوف مت ہونا کہ صومعہ سے۔ دیرمغان تک بہت فاصلہ نہیں اگر غیرت نے کام کر دیا تو مسلمان سے کافر بنا دینا کچھ مشکل نہیں۔ اور جیسا میں درد مند ہوں ایسے شخص کو تقریر و بیان کی حاجت نہیں میرا حال طشت از بام ہے اور پردہ دری و رسوائی سے کہ خلاف جاہ ہے کبھی پروانہ کرنا اور ہر حال میں خوش رہو کیونکہ اس جہان فانی کا جاہ و تمکین کوئی چیز نہیں اور گو بفضل خداوندی حافظ کا نام صلاح و خوبی میں مشہور ہو گیا لیکن عشاق کے نزدیک نیک نامی و بدنامی کا سود و زیان کچھ بھی نہیں ہے۔

## غزل

بحریت بحر عشق کہ پش کنارہ نیست	آنجا جز اینکہ جان بسپارند چارہ نیست
--------------------------------	-------------------------------------

مطلب یہ کہ جب تک عشق باقی ہے اس کے آثار شورش و سوزش منقطع نہیں ہوتے یہاں تک کہ موت آجاتی ہے مقصود یہ ہے کہ عمر بھر کو اس کے شدائد کے تحمل کیلئے آمادہ رہنا چاہئے طمع عافیت کی نہ رکھنا چاہئے۔

آندم کہ دل بعشق دہی خوش وی بود	درکار خیر حاجت ہیج استخارہ نیست
--------------------------------	---------------------------------

یعنی اس کے اختیار کرنے کے لئے جبکہ شیخ کامل سے مناسبت مذاق معلوم ہو جائے یا



اضطراری طور پر اس کے آثار ظاہر ہوں پس و پیش و اندیشہ مت کرو وہ یقینی امر خیر ہے اور اس کے فیضان کا وقت اچھا وقت ہے۔

مارا بمنع عقل مترسان وی بیار	کان شخند در ولایت مانج کارہ نیست
------------------------------	----------------------------------

یعنی اس کے شدائد دیکھ کر عقل مانع ہوتی ہے مگر ہم اس کے اس حکم کو لاشیء سمجھتے ہیں اور فیض عشقی کے طالب ہیں۔

از چشم خود پرس کہ مارا کہ میکشد	جانا گناہ طالع و جرم ستارہ نیست
---------------------------------	---------------------------------

قطع نظر اس عنوان خاص سے کہ پرس و جرم ستارہ نیست جس کا سبب شورش عشق ہے کہ ایک قسم کا عذر بھی ہے اصل معنوں یہ ہے کہ عاشق جن شدائد سے متاثر ہوتا ہے اس کا اصل سبب محبوب کی تجلیات کا ظہور و خفا ہے اور اسباب طبعیہ سے جو شدائد ہوتے ہیں مثل مرض و فقر وغیرہ وہ اس سے چنداں متاثر نہیں ہوتا۔

رویش بچشم پاک تو ان دید چون ہلال	ہر دیدہ جای جلوہ آن ماہ پارہ نیست
----------------------------------	-----------------------------------

ہلال چونکہ باریک بہت ہوتا ہے (اس لئے اس کو دیکھنے کے لئے چشم کا امراض سے مبرا ہونا ضروری ہے اسی طرح محبوب کے مشاہدہ کے لئے دیدہ بصیرت کا مبرا ہونا خلل علمی و عملی سے شرط ہے ورنہ ہر دیدہ اس کی تجلی کا محل نہیں ہے۔ اس میں ازالہ رذائل کی تعلیم ہے۔

فرصت شمر طریقہ رندی کہ این نشان	چون راہ گنج برہمہ کس آشکارہ نیست
---------------------------------	----------------------------------

اس میں عزیز القدر ہونا طریق عشق کا بیان کرتے ہیں کہ اس کی عام اطلاع اور عام پسندیدگی اس لئے نہیں کہ اس کے آثار اکثر مفوت عافیت ہیں اور بعض بظاہر مفوت عاقبت معلوم ہوتے ہیں۔

نہ گرفت در تو گریہ حافظ بھج روی	حیران آن ولم کہ کم از سنگ خارہ نیست
---------------------------------	-------------------------------------

ترکیب کم از سنگ خارہ نیست عرفا نسبت ذم کے لئے مستعمل ہے اگر عرف سے قطع نظر کر کے محض اس کا معنوں لغوی دیکھا جائے تو یہ حاصل ہے معنی صمدیت کا کہ وہ بھی لغت سنگ سخت کے معنی میں ہے اور اگر مقصود کنائی دیکھا جائے تو یہ کنایہ ہے عدم تاثر سے حاصل یہ ہے کہ ذات میں بوجہ و جوب کے انفعال اور تاثر نہیں ہر فعل کہ اس سے صادر ہوتا ہے ارادہ

اور حکمت سے ہوتا ہے پس اس میں اشارہ ہو جائے گا کہ اپنے اعمال و طلب کو موثر نہ سمجھے اور اگر اس تاویل پر بھی طبیعت ابا کرے تو مرشد کی شان میں کہہ دینا ہون ہے کہ مخلوق کے ادب کے لئے معنی مجازی کافی محافظ ہے فقط۔

## غزل

چہ لطف بود کہ ناگاہ رشحہ قلمت	حقوق خدمت ماعرض کرد بر کرمتم
بنوک خامہ رقم کردہ سلام مرا	کہ کارخانہ دوران مباد بے رقت
نگویم از من بیدل بسہو کردی یاد	کہ در حساب حزد نیست سہو بر قلمت
مرا ذلیل مگردان بشکر این نعمت	کہ داشت دولت سرمد عزیز و محترمت
بیا کہ با سر زلفت قرار خواہم کرد	کہ گر سرم بردد بر بندارم از قدمت
ز حال مادت آگہ شود مگر وفتے	کہ لالہ بردد از خاک کشتگان غمت
روان تشنہ مارا بجرعہ دریاب	چو میدہند زلال خضر بجام جمت
صبا ز روی تو باہر گلے حدیثے کرد	رقیب کے رہ غماز داد در حرمت
دلیم مقیم درتست حرمتش میدار	بشکر آنکہ خدا داشته است محترمت
ہمیشہ وقت تو ای عیسی نفس خوش باد	کہ جان عاشق دل خستہ زندہ شد بدمت
کمین گہست و تو خوش تیز میروی حافظ	مکن کہ گرد بر آید ز شہ رہ عدمت

شرح میں ہے این غزل بجواب مرشدست یعنی مرشد کا کوئی خط وغیرہ آیا ہے اس کے جواب میں لکھ رہے ہیں کہ یہ کیسی عنایت ہوئی کہ آپ کی چکیدگی کلک نے اچانک یعنی جبکہ پہلے سے توقع بھی نہ تھی ہماری خادمیت کے حقوق آپ کے کرم کے رو برو پیش کئے (یہ اسناد مجازی ہے یعنی رشحہ قلم سبب ہو گیا بذل کرم کا) آپ نے نوک خامہ سے مجھ کو سلام لکھا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ زمانہ کو آپ کے نقش ہستی سے خالی نہ رکھے (یعنی آپ ہمیشہ قائم رہیں) میں (بعضے ناشکروں کی طرح کہ وہ کہا کرتے ہیں کہ ادھر بھول کر کیسے متوجہ ہو گئے)

یوں نہ کہوں گا کہ مجھ کو بھولے سے یاد کر لیا ہے اس واسطے کہ بروی عقل سلیم آپ کے قلم میں سہو کا احتمال نہیں (یعنی خط لکھنے سے عنایت ہی کا قصد ہے اور کوئی غرض دنیوی نہیں جو کہ محاورہ میں اس کہنے سے کہ کیسے متوجہ ہو گئے یہی مقصود ہوتا ہے۔ حاصل یہ کہ غرض پرستی سے آپ کی شان ارفع ہے اور اس سے مطلق سہو کی نفی مقصود نہیں اب میں چاہتا ہوں کہ آئندہ بھی ایسے ہی الطاف ناموں سے یاد رکھئے بے التفاتی کر کے) مجھ کو اس نعمت کے شکرانہ میں ذلیل نہ کیجئے کہ دولت سرمد نے آپ کو عزیز اور محترم رکھا ہے۔ میری طرف متوجہ ہو جائیے کہ میں آپ کے جذبہ محبت سے یہ عہد (مکرر) کروں گا کہ اگر میرا سر بھی جاتا رہے تب بھی آپ کے قدم سے نہ اٹھاؤں گا مگر اس لئے کہا کہ خود وقت ارادت کے یہ عہد قالاً یا حالاً ہو بھی چکا ہے اب یہ تجدید بشکرانہ کرم نامہ کے ہے آگے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں کہ ہمارے دل (کی محبت) کا (پورا) حال آپ کو معلوم تو ہو جائے گا مگر اس وقت معلوم ہوگا جب آپ کے مقتولان محبت کی قبروں پر لالہ جم آئے گا (یعنی جب وہ مرجائیں گے ابھی اتنا معلوم نہیں مقصود یہ ہے کہ ہم کو اس درجہ کی محبت ہے تو اسی درجہ کی توجہ کے خواہان ہیں سلام و پیام سے زیادہ یاد رکھئے اور) ہماری جان تشنہ کو ایک جرء توجہ سے سرفراز کیجئے جبکہ آپ کو جام جم میں آب حیات خضریٰ عطا کیا جاتا ہے (یہ کنایہ ہے فیوض الہیہ سے اور) قاصد نے ہر طالب سے آپ کی حکایتیں بیان کیں (یعنی جس طرح میرے پاس خط آیا اور طالبین کے پاس بھی رقعے پرچے یا زبانی پیام اس قاصد کے ہاتھ پہنچے جس پر بحکم رشک محبت کہتے ہیں کہ) پہرہ دار نے (رقیب بمعنی محافظ) آپ کے حرم میں غماز (یعنی قاصد من ہذہ الحیثیۃ) کو کب اور کس وقت رستہ دے دیا تھا کہ اس نے دوسرے گلوں سے آپ کی حکایتیں بیان کیں۔ یہ مضمون ناشی ہے سکر سے کما قیل۔

باسایہ	ترانے	پندم	عشق	ست	وہزار	بدگمانی
--------	-------	------	-----	----	-------	---------

(آگے مثل شعر ثالث کے پھر طالب استمرار توجہ ہوتے ہیں کہ) میرا دل آپ کے دروازہ پر پڑا ہے اس کا پاس رکھئے اس نعمت کے شکر میں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو محترم بنایا ہے (آگے دعا پر جواب کو ختم پر لانا چاہتے ہیں کہ) اے مسیحا دم خدا تعالیٰ ہمیشہ آپ کو خوش

رکھے کہ آپ کے کلام تحریری سے عاشق دل خستہ کی جان زندہ ہوگئی (آگے بطور جملہ زیادہ حد ادب کے بالکل ختم کرنا چاہتے ہیں جس میں بعضے شوخ مضامین کی جو کہ اس جواب میں سرزد ہوئے ہیں معذرت بھی ہے یعنی مخاطبت مرشد کی یہ مثل کمین گاہ کے ایک نازک مقام ہے اور تم مطلق العنان تیز چلے جاتے ہو ایسا مت کرو کبھی عدم یعنی ہلاکت روحانی کی شاہراہ سے تہماری گرداٹھتی نظر آئے یعنی بے ادبی میں ہلاک نہ ہو جاؤ (شہرہ) مخفف شاہراہ (اس میں ایک گونہ تعلیم بھی ہوگئی کہ اگر غلبہ محبت میں کوئی بے ادبی ہو جائے فی الفور معذرت کر لے) اور اگر ترکیب عیسیٰ نفس باضافہ ثابت نہ ہو چنانچہ میری نظر سے نہیں گزرا تو دوسرا نسخہ لے لیا جائے یعنی عیسیٰ صبا اس تقدیر پر اس کی تقریر شکر یہ قاصد کے ساتھ بہتر ہوگی کہ اس کے گفتگوی قاصدانہ سے طالب کو حیات و فرحت میسر ہوئی واللہ اعلم۔

## غزل

زگریہ مردم چشم نشستہ در خون ست	بہین کہ در طلبت حال مردمان چون ست
بیاد لعل لب و چشم مست میگونت	ز جام غم مئے لعلی کہ میخورم خون ست
زمشرق سرکوی آفتاب طلعت تو	اگر طلوع کند طالعہ ہمایوں ست
حکایت لب شیرین کلام فرہاد ست	شکج طرہ لیلے مقام مجنون ست
دلہم بگو کہ قدرت ہچو سرود لجویست	سخن بگو کہ کلامت لطیف و موزون ست
زدور بادہ بجان راحتم رسان ساقی	کہ رنج خاطر م از جو ردور گردون ست
از ان زمان کہ زدتم برفت یار عزیز	کنارہ دیدہ من ہچو رود جیحون ست
چہ گونہ شاد شود اندرون عمکینم	باختیار کہ از اختیار بیرون ست
ز بیخودی طلب یار مے کند حافظ	چو مفلسے کہ طلبگار گنج قارون ست

یہ غزل غالباً حالت قبض کی ہے کہ تمام اشعار میں فراق کا شکوہ اور وصل کی تمنا مذکور ہے۔ یعنی غایت گریہ سے میری پتلی خون میں غرق ہوگئی اے محبوب ذرا طالبوں کے حال کو تو

دیکھئے آپ کی یاد میں (جو کہ فراق کے وقت ہے) جامِ غم سے جو شراب کہ میں نوش کرتا ہوں وہ شرابِ خون ہے یعنی خون پیتا ہوں اگر آپ کی تجلی ہو جائے تو میری قسمت بڑی اچھی ہے۔ (اور ای سامعین میرے اس ذکر فراق و وصال کا اور اس تعلق بعشق کا تعجب مت کرو کیونکہ عشاق تو ہر حال میں محبوب ہی کا ذکر کیا کرتے ہیں چنانچہ) فرہاد کا کلام یہی ہوگا کہ لب شیرین کی حکایت کرے اور مجنون (کے دل) کا مقام بس شکر زلف لیلی ہی ہوگا (اے محبوب) ہماری خاطر داشت کیجئے اور ہم سے خطاب کیجئے یعنی تجلیات و واردات سے مشرف فرمائیے اور بادہ فیض سے مجھ کو راحت پہنچائیے کہ جو فراق سے میرا دل رنجیدہ ہے جب سے میرا محبوب میرے ہاتھ سے گیا ہے یعنی جدا ہوا ہے غایت گریہ سے میری آنکھوں کی آغوش یا دامن کا کنارہ (علی اختلاف النسخین واختلاف اللعین فالعنی الاول بکسر الکاف والثانی بفتحہا کذا فی الغیث) رو جو مجنون بن گیا ہے۔ اور میرا دل غمگین کیونکر (اس حالت فراق میں) قصد و اختیار سے خوش ہو (یعنی لوگ سمجھاتے ہیں کہ میان دل کو خوش رکھو تو کیسے خوش رکھوں) کیونکہ یہ تو اختیار سے خارج ہے (خوشی تو جب ہی میسر ہوگی جب فراق مبدل بوصول ہو) اور یہ خوشی مرتبہ طبیعت میں ہے اور عقلی خوشی عین حالت فراق مصطلح میں بھی جبکہ اس کے مصالح پر اجمالاً یا تفصیلاً نظر کی جائے ممکن اور واقع ہے۔ آگے کہتے ہیں کہ حافظ جو محبوب (کے وصال) کی درخواست کر رہا ہے حالانکہ (طالب اور مطلوب میں کچھ مناسبت چاہئے اور وہ یہاں منفقود مالتراب ورب الارباب پس) اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی مفلس (اپنے حوصلہ سے زیادہ) گنج قارون کا طالب ہو تو یہ درخواست (ایسی بے عقلی کی) محض ناشی بیخودی سے ہے (بیخودی میں عقل کو موافقت و مخالفت پر نظر نہیں رہتی اور طلب یار کے ترجمہ میں جو احقر نے لفظ وصال نکال دیا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ نفس طلب بمعنی طلب رضا تو عین قضیہ عقل ہے اور مامور بہ شریعت میں۔ اسی طرح طلب لقاء آخرت میں اور گو حوصلہ سے وہ بھی زائد ہے مگر امر شرعی اور وعدہ یقینی اس پر غالب ہے اور اس وعدہ ہی کی فرع ہے عطاء تحمل البتہ یہ مواجید خاصہ جو اصطلاحی وصل ہے شرعاً بھی مامور بہ نہیں اور ان کے درپے ہونا تعلیم عقل صحیح کے بھی خلاف اسی لئے اکابر منع بھی کرتے ہیں

شعر میں اس کا ذکر ہے اور باوجود اس کے طلب کرنا شعر میں اس کا عذر ہے۔

## غزل

زان یار دلنوازم شکر یست باشکایت	گر نکتہ دان عشقی خوش پشنوا این حکایت
بیمزد بود و منت ہر خدمتے کہ کردیم	یار ب مباد کس را مخدوم بے عنایت
رندان تشنہ لب را آ بے نمید ہد کس	گویا دلے شناسان رفتند از ولایت
در زلف چون کمندش ایدل پیچ کا نجا	سر ہا بریدہ بینی بے جرم و بے خیانت
این راہ را نہایت صورت کجا توان بست	کش صد ہزار منزل پیش ست در بذایت
پشمت بغمزہ مارا خون خوردومی پسندی	جانا روان باشد خونریز را حمایت
ہر چند بروی آ ہم رو از درت نتابم	جو راز حبیب خوشتر کز مدعی رعایت
ای آفتاب خوبان می سوزد اندرونم	یک ساعت بگنجان در سایہ سرایت
در این شب سیاہم گم گشتہ راہ مقصود	از گوشنہ برون آ ای کو کب ہدایت
از ہر طرف کہ رتم جز دحشتم نیفزود	زنہار ازین بیابان دین راہ بے نہایت
عشقت رسد بفریادگر خود بسان حافظ	قرآن زبر بخوانی با چارہ روایت

اس غزل کے مضمون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی باطنی شدید حالت میں گرفتار ہیں اور کشود کار میں توقف ہو ا پس غایت وحشت سے مرشد پر بھی جھنجھلاتے ہیں اور دوسرے اہل ارشاد کی بھی شکایت کرتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ اپنے یار دلنواز یعنی مرشد کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں بوجہ دلنوازی کے مجھ کو راہ پر ڈال دیا اور رہنمائی کی مگر یہ شکریہ شکایت کے ساتھ بھی مقرون ہے وہ شکایت شعر ثانی و ثالث میں مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اب دستگیری کر کے اس منحصر موجودہ سے رہائی نہیں دیتے اگر تم راز دان عشق ہو تو اس حکایت کو اچھی طرح سنو وہ یہ ہے کہ ہم جس قدر خدمت بجالائے نہ اس کا کچھ صلہ ملانہ اس کا احسان مانا یعنی نہ کچھ معاوضہ ملانہ اس کی قدر کی گئی۔ مراد معاوضہ و قدر سے یہی ہے کہ اس عقبہ میں میری

مدد کی جاتی۔ خدا کرے کسی کو ایسا مخدوم بے مہر نہ ملے آگے عام شکایت ہے کہ پیاسوں کو کوئی پانی نہیں دیتا معلوم ہوتا ہے سارے ولی اس ملک سے کہیں چلے گئے ہیں یہاں کوئی نہیں رہا کہ ایک پیاسے کی پیاس کو نہیں بجھا سکتے۔ (ولی شناس کنایہ ولی سے ہے کیونکہ ولی را ولی می شناسد شاید اس تعبیر سے مبالغہ مقصود ہو کہ ولی تو کیا اگر کوئی ولی شناس ہی ہوتا تو خیر کسی ولی کا پتہ ہی بتلاتا کہ اس سے رجوع کرتا) تنگ ہو کر کہتے ہیں کہ مرشد سے کوئی جی نہ لگانا کہ وہاں بے گناہ سر کاٹا جاتا ہے (شاید مسترشد پر اس کے بے موقع تقاضا و پریشان گوئی سے کوئی ڈانٹ پڑ گئی ہوگی یہ تنگی اس سے ہوئی اور بے جرم سے مراد جرم خفیف ہے پریشانی میں اپنا جرم خفیف ہی نظر آتا ہے یہی عذر ہے اس بیباکی کا۔ آگے راہ عشق کا بے پایاں ہونا بیان کرتے ہیں کہ) اس طریق کا انتہا کہاں ہو سکتا ہے۔ جس کی ابتدا ہی میں لاکھوں عقبات ہیں۔ (آگے عتاب کی شکایت ہے کہ) آپ کی نگاہ عتاب نے اور رہا سہا برباد کر دیا حضرت خونریز کی حمایت اچھی نہیں یعنی اس عتاب کا استمرار مناسب نہیں اور گو آپ نے اس عتاب سے ذلیل و خوار کیا مگر میں ہٹنے والا نہیں ہوں مدعیان مشیخت و ارشاد یعنی شیخان مزور کی رعایت سے آپ کی کہ مستحق محبت ہیں سختی اور بے التفاتی ہی اچھی ہے (لاقتضاء الحجة الراسخہ و لبناءہ علی مصالح) اور اب میری سوزش بہت بڑھ گئی ہے اپنے خانہ عنایت کے سایہ میں تھوڑی دیر مجھ کو بھی جگہ دے دیجئے اس شب سیاہ یعنی حالت حیرت میں میرا راہ مقصود گم ہو گیا ہے اے ہادی ادھر توجہ فرمائیے (اور آفتاب اور سایہ کا مقابلہ اور شب سیاہ اور کوکب کا مقابلہ ظاہر المطف ہے) میں جہاں گیا وحشت ہی زائد ہوئی اس بادیہ خونخوار و ناپیدا کنار سے بھی پناہ ہے (مقصود اس سے محض استعظام ہے نہ کہ استعاذہ۔ آگے نفس کو امید دلا کر تسلی دیتے ہیں کہ) اگر تم اتنے بڑے عالم بھی ہو کہ قرآن مجید چودہ روایت کے ساتھ تم کو حفظ ہوتب بھی اس طریق میں تمہارا فریاد رس عشق ہی ہوگا علوم مکتبہ فریادری نہ کریں گے یعنی عقبات سے نجات کے لئے درسیات کافی نہ ہوں گی۔ بس استقامت علی الطلب ہی سے کوئی لطیفہ غیبی ایسا وارد ہوگا کہ ترقی کی راہ کھول دے گا۔ اور بعض نسخوں میں کہ خود ہے یعنی عشق ایسی فریادری کرے گا جس سے از خود یعنی بطور موبہبت کے تم ایسے علامہ بن جاؤ گے مگر اس صورت میں الفاظ قرآن مردانہ ہوں گے بلکہ اسرار جو کہ قلب پر فائض ہوتے ہیں اور چودہ روایت کی

توجیہ دو ہو سکتی ہیں یا تو چودہ قرأت سات مشہور اور باقی غیر مشہور اور یا سات مشہور قرأت کے سات ائمہ ہیں اور ہر امام کے دو دو راوی یہ چودہ روایتیں ہوئیں۔

## غزل

اس غزل کے بعض اشعار محبوب حقیقی کے معاملہ پر منطبق ہو سکتے ہیں اور بعض مرشد کے معاملہ پر۔

یا رب سہے ساز کہ یارم بسلامت	باز آید بر ہاندم از چنگ ملامت
خاک رہ آن یار سفر کردہ بیارید	تا چشم جہان بین کنمش جائے اقامت

غالباً مرشد سفر میں ہیں اور اشتیاق سے یا انقطاع فیوض سے حالت خستہ ہے جس پر ناواقف ملامت کرتے ہیں اس لئے کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ کوئی ایسا سامان کر دیجئے کہ مرشد آجائیں جس سے میری حالت درست ہو جائے تاکہ خلاق کی ملامت سے بچ جاؤں اب شدت اشتیاق سے کہتے ہیں کہ ان کی راہ کی خاک ہی لادو تاکہ اپنی چشم جہان بین کو اس خاک کا مقام بناؤں اور شعر اول کی توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لائمن اس کی محبت میں اس لئے ملامت کرتے ہیں کہ اس کو دیکھا نہیں وہ آجائے تو سب اس کو دیکھ لیں اور پھر ملامت چھوڑ دیں جیسا زلیخانے یوسف علیہ السلام کا جمال لائمت کو دکھلا کر کہا تھا فذلکن الذی لمتنی فیہ اور مرشد پر اس کا انطباق اس طرح ہو سکتا ہے کہ بعض غیر معتقدین ان سے ارتباط پر ملامت کرتے ہوں گے جو ان کے کمالات کے مشاہدہ پر ختم ہو جائے گی۔

فریاد کہ از شش جہنم راہ پستند	آن خال و خط و زلف و رخ و عارض و قامت
-------------------------------	--------------------------------------

اس میں بیان ہے اپنی حالت حیرت کا کہ راہ پستند عبارت اسی سے ہے اور یا وہ عبارت ہے اس سے کہ ایسا اسیر کیا کہ رہائی ہی متصور نہیں اور دونوں کا سبب عشق ہے۔ اشیاء مذکورہ مصرعہ ثانیہ کو سبب کہنے سے یہی مراد ہے۔ ایک حاشیہ میں ہے لفظ شش لطفے دارد کہ خال و خط وغیرہ در شعر بہمین عدد واقع ست اور یہ محبوب حقیقی و مرشد ہر دو پر منطبق ہو سکتا ہے۔ اور فریاد کرنا توجیہ ثانی پر اس اسیری کے زوال کی تمنا نہیں بلکہ شدت اضطراب اس کا منشاء ہے۔

امروز کہ در دست توام مرجمتے کن	فردا کہ شوم خاک چہ سودا شک ندامت
--------------------------------	----------------------------------



اس میں خطاب ہے مرشد کو کہ میرے حال پر توجہ کیجئے ورنہ جب میں مر جاؤں گا اور آپ اپنی بے توجہی کو یاد کر کر کے افسوس کیا کریں گے اس وقت کیا فائدہ ہوگا۔ یہ سب شدت اشتیاق کے مخاطبات ہیں جس کی وجہ شبہ بے التفاتی کا ہے اور بعض اوقات واقع میں بھی مرشد سے باقتضاء طبیعت بشری توجہ الی المسترشد میں کوتاہی ہو جاتی ہے تو اس صورت میں حکیمانہ تنبیہ ہے۔

اے آنکہ بتقریر و بیان دم زنی از عشق	ما بانونہ داریم سخن خیر و سلامت
-------------------------------------	---------------------------------

اس میں خطاب اس شخص کو ہو سکتا ہے جو احوال خاصہ پر (مثل ما ذکر فی الاشعار السابقہ) عاشق کو ملامت کرتا ہے اور اس سے تحقیق سبب اضطراب کی کرتا ہے پس جواب دیتے ہیں کہ عشق کے آثار قالی نہیں حالی ہیں اور خیر و سلامت مختصر ہے مثل مشہور ما بخیر و شہا سلامت کا۔

درویش مکن نالہ ز شمشیر احبا	کاین طائفہ از کشتہ ستانند غرامت
-----------------------------	---------------------------------

اس میں تسلی ہے طالب کی کہ ان مرشدوں کے (کہ محبوب ہیں) معاملہ سے نالاں مت ہو کہ یہ حضرات مسترشدین ہی کا جو کہ خود ہی مصیبت باطنی میں مبتلا ہیں قصور نکالا کرتے ہیں۔ کستگی اسی مصیبت زدگی کو اور غرامت بمعنی جرمانہ و تاوان اسی قصور نکالنے کو کہا اس عنوان سے تعبیر کرنا محض ضیق قلب سے ہے ورنہ فی نفسہ تنبیہ ہے اس پر کہ بعض اوقات یہ باطنی مصیبتیں واقع میں سالک کی بے اعتدالی یا بے علمی سے پیش آ جاتی ہیں۔

در خرقہ زن آتش کہ خم ابروئے ساقی	برمی شکنند گوشہ محراب امامت
----------------------------------	-----------------------------

اس میں بیان ہے اس کا کہ بعض اوقات طالب کو تنگی اس وجہ سے پیش آتی ہے کہ مرشد اس کے کسی امر محبوب للنفس کو چھڑاتا ہے مثلاً ترفع کو چھڑا کر تذلل کے لئے ارشاد کیا نفس پر گران گزرا اس کشمکش میں ضیق ہو گیا اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ ایسے امر میں اطاعت کرنا ضروری ہے اور اعتقاد ضرورت اور عقد ہمت سے پھر وہ تنگی زائل ہو جاتی ہے پس خرقہ سے مراد ترفع و اظہار بزرگی ہے اور یہی مراد ہے گوشہ محراب امامت سے اور ابرو کا حسن چونکہ خم سے بڑھ جاتا ہے اس سے مراد ہے حسن ادا و تعلیم مرشد اور برمی شکنند سے مراد ہے امر بازالہ ترفع۔ ممکن ہے کہ اوپر کے شعر میں جس کو غرامت کہا تھا اس شعر میں اسی

گرامت کی یہ ایک مثال ہو۔

حاشا کہ من از جور و جفائے تو بنالم	بیداد لطیفان ہمہ لطف امت و کرامت
------------------------------------	----------------------------------

یہ گویا ترجمہ ہے ضرب الحبيب زہیب اور اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ مرشد کی سختی سرتاسر مصلحت ہوتی ہے اس سے شاکی اور تنگ نہ ہونا چاہئے۔

کو تہ نکلند بحث سر زلف تو حافظ	پیوستہ شد این سلسلہ تاروز قیامت
--------------------------------	---------------------------------

اس میں خطاب ہو سکتا ہے محبوب حقیقی کو اور بحث سر زلف سے مراد سخن عشق و محبت ہے یعنی چونکہ عشق و آثار عشق باقی اور لاتقف عند حد ہے اس کی حکایت بھی غیر منقطع ہے۔

## غزل

اس میں مدح اور طلب ہے عشق کی اور بیان ہے اس کے بعض آثار کا اور تخریض ہے اس کے شدائد کے تحمل پر۔

ساقیم خضرست ومی آب حیات	توبہ از می چون کنم ہیہات ہات
بادہ تلخ از لب شیرین لبان	در حلاوت می برد آب از نبات
چون دم عیسی نسیم اوز لطف	مردہ صد سالہ را بخشد حیات
جز بآب آتشین یعنی شراب	حل نمی گرد دمرا این مشکلات
روزی مابین کہ از دیوان عشق	جزمے ہجران نشد مارا برات
شاد باد اروح آن رندے کہ او	برسر کوئے مغان یابدوقات
حاصل عمر تو حافظ در جہان	بادہ صافی ست باقی ترہات

یعنی مرشد قاسم فیض عشقی ہے اور شراب آب حیات ہے تو پھر کیونکر عشق کو ترک کروں یہ نہایت بعید ہے (ہیہات بعد) ہاں لاؤ (ہات اس فعل بمعنی الامر) اور محبوب کے لب سے تو بادہ تلخ بھی قند و مصری سے افضل ہے (مراد اس سے یہ ہے کہ جو شدائد محبوب کی طرف سے عشق میں پیش آویں وہ لذات سے بھی زیادہ لذت بخش ہیں اور محبوب کے واردات یا

کلام مرشد دم صیے کی طرح مردہ دلوں کے لئے حیات بخش ہیں اور معرفت کے یہ مسائل مشکلہ بدون عشق کے کافی طور پر (مخص بحث و بیان سے) حل نہیں ہوتے۔ آگے عشق کی ایک شدت کا بیان کرتے ہیں کہ ہماری غذا دیکھو کہ دفتر عشق میں ہمارے حصہ میں صرف شراب ہجر آئی ہے (مراد اس سے قبض ہے برات بمعنی نصیب و قسمت) آگے اس شخص کو دعا دیتے ہیں جو راہ عشق سے مرتے دم تک نہ ہٹے آگے مقطع میں بتلاتے ہیں کہ بجز محبت الہیہ کے عمر کو جن مشاغل و مقاصد میں صرف کیا جائے سب فضول اور بیکار ہیں۔

## غزل

یہ غزل مرشد کی جدائی میں لکھی گئی ہے کذافی الشرح۔

شربتے از لب لعلش بخمیدم و برفت	روی مہ پیکر او سیر نندیدیم و برفت
گوئی از صحبت مانیک بہ تنگ آمدہ بود	بار بر بست و بگردش نرسیدیم و برفت
بسکہ ما فاتحہ و حرز یمانی خواندیم	وز پیش سورہ اخلاص دمیدیم و برفت
سرز فرمان نظم گفت مکش تازوم	ماسر خویش ز خطش نہ کشیدیم و برفت
عشوہ میداد کہ از کوئے ارادت نروم	دیدئی آخر کہ چسان عشوہ خریدیم و برفت
شد چمان در چمن حسن و لطافت لیکن	در گلستان وصالش نخمیدیم و برفت
گفت از خود بہر کہ وصالم طلبد	بابا میدوی از خویش بریدیم و برفت
صورت او با لطافت اثر صنع خداست	ما برویش نظر سیر ندیدیم و برفت
ہمچو حافظ ہمہ شب نالہ و افغان کردیم	کامی در یغابودا عش نرسیدیم و برفت

در شعر ثانی بگردش ای بغبار او۔ و در شعر ثالث حرز یمانی نام دعائے کہ برای حصول مقاصد میخوانند و چنان فاتحہ و برائے تسخیر قل ہو اللہ را خوانند۔ و در شعر خامس عشوہ فریب مراد وعدہ کہ بوفانرسد و در شعر سابع از خود بہر یعنی فانی شود۔ مطلب بعد حل مفردات و تعیین غرض کے بالکل ظاہر ہے اور بعض اشعار سے شبہ خلف وعدہ کا ہوتا ہے اس کا دفع یہ ہے کہ یا تو وہ وعدہ تھا کسی قید کے ساتھ اور یا مقصود وعدہ سے بذل توجہ تھا جس کا خلف ثابت نہیں۔

## غزل

اس میں بیان ہے عشق کے آثار خاصہ و عامہ کا۔

ماراز ارزوی تو پروای خواب نیست	بے روی و فریب تو بودن صواب نیست
درد و چشم مست تو ہشیار کس ندید	کو دیدہ کنز تصور چشمت بخواب نیست
در ہر کہ بنگرم بغمی از تو مبتلاست	یک دل ندیدہ ام کہ ز عشقت خراب نیست
ہر کو بدست عشق تو شد کشتہ بردرت	اور اور انجناب سوال و جواب نیست
حافظ چوز ربوتہ در افتاد و تاب یافت	عاشق نباشد آنکہ چوز ز ادبتاب نیست

یعنی تمہارے اشتیاق میں نینداڑگنی اور آپ کا ذکر دائم ضروری ہے اور آپ کے عشق کے دورہ اور اثر عام سے ایک بھی اپنی حالت میں نہیں ہر شخص مجھ ہے (خواب بمعنی مجھ) مقصود اشارہ اس مسئلہ کی طرف ہے کہ ہر شخص جس کسی چیز کی محبت میں اس چیز کے کسی کمال کی وجہ سے مبتلا ہے اس کمال کا مرجع بالذات حقیقت میں ذات واجب ہے پس متعلق اس محبت کا واقع میں ذات ہی ہے اسی لئے تصور چشمت کہہ دیا مگر محبت کو اسکی اطلاع نہیں جیسے دیوار تابان کا عاشق واقع میں عاشق آفتاب ہے مگر بے خبر اسی لئے اس محبت پر کوئی نفع مرتب نہیں ہوتا پھر اس مسئلہ کے بیان سے کیا فائدہ سو فائدہ یہ ہے کہ اس سے حق تعالیٰ کا کمال اور اس کمال کی وجہ سے واجب المحبۃ و الاطاعت ہونا ثابت ہو گیا۔ اس کے بعد کے شعر اور ہر کہ بنگرم میں یہی مضمون ہے۔ آگے عشق کا اثر آخرت میں ظاہر ہونے والا مذکور ہے کہ مقتول عشق کا حساب و کتاب جناب باری میں نہ ہو گا لانہ شہید اکبر للحدیث الصحیح المجاہد من جاہد نفسہ۔ آگے تحمل بلیات عشق کی ہمت دلاتے ہیں اپنی نظیر پیش کر کے بھی کہ اس کو تقویت ہمت میں بڑا دخل ہے اور قاعدہ کلیہ بیان کر کے بھی جس کا ماخذ حدیث صحیح ہے اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل اونحوہ۔

## غزل

خم زلف تو دام کفر و دین ست	زکارستان او یک شمشہ این ست
----------------------------	----------------------------

یعنی کفر اور دین دونوں مسخر جمال محبوب ہیں اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں سے مفضل اور ہادی دونوں ہیں اور اسماء و صفات سب جمیل اور مقتضی ظہور ہیں پس اسم ہادی مقتضی ہوا خلق دین کو اور اسم مفضل مقتضی ہوا خلق کفر کو پس دونوں مخلوق اپنے خلق میں دونوں اسموں کے جمال کے تابع ہوئے یہی مراد ہے مسخر اور عاشق ہونے سے اور چونکہ یہ امر عجیب ہے کہ دو متضاد چیزوں سے کسی کا جمال ظاہر ہو ورنہ اکثر محبوبان مجازی میں یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک امر سے ان کا حسن پسند خاطر ہوتا ہے تو اس کی ضد اس کی پسندیدگی کو کم کر دیتی ہے اس لئے مصرعہ ثانیہ میں اس کے عجیب ہونے کا حکم کرتے ہیں۔ قال الرومی۔  
عاشقم بر لطف و بر قہرش بجد + ای عجب من عاشقم بر ہر دو ضد +۔

جمالت معجز حسن ست لیکن	حدیث غمزہ ات سحر مبین ست
------------------------	--------------------------

یہ لیکن استدراک کے لئے نہیں بلکہ ترقی کے لئے ہے یعنی یہ خوبی تو ہے ہی لیکن ایک دوسری خوبی بھی ہے جیسے عربی میں اس معنی کے لئے لفظ بید آتا ہے۔ مقصود جمال اور استتار کہ غمزہ اس سے عبارت ہے دونوں کا کمال بیان کرنا ہے۔ اور بعض نسخوں میں بجائے معجز حسن است کے معجز عیسیٰ است ہے حاصل یہ ہوگا کہ جمال تو محبی ہے اور استتار قاتل ہے جیسے سحر مہلک ہوتا ہے۔

بر آن چشم یہ صد آفرین باد	کہ در عاشق کشی سحر آفرین ست
---------------------------	-----------------------------

چشم کو عاشق کش کہنا اگر باعتبار غمزہ یعنی نگاہ ہٹالینے کے ہے کہ کنایہ ہے استغناء سے تب تو شعر بالا کا مصرعہ ثانیہ اور یہ شعر متحد المعنی ہے اور اگر باعتبار نظر و التفات کے ہے تو عاشق کش کہنا اس معنی کر ہے کہ عشق کو اور زیادہ کر دیا جس سے قلب زیادہ مجروح و بیتاب ہو گیا اور یہ اثر مشاہدہ جمال میں بھی ہے اور صد آفرین باد سے محض مدح مقصود ہے نہ کہ دعا۔ اور سحر آفرین کہتے ہیں ساحر کامل کو۔

عجب را ہے ست راہ عشق ہیہات	کہ چرخ ہفتشمس ہفتم زمین ست
----------------------------	----------------------------

اس میں بیان ہے طریق عشق کے علو کا کہ یہ چرخ ہفتم اس کی زمین ہفتم ہے یعنی وہ چرخ ہفتم سے بھی اعلیٰ ہے اور توجیہ اس کی یہ ہو سکتی ہے کہ مورد عشق کا قلب اور روح ہے اور

یہ لطائف باہر معنی فوق العرش ہیں کہ عرش منتہای امکانہ ہے اور یہ بوجہ تجرد کے لامکانی ہیں پس خارج از امکانہ ہوئے اور فوق العرش اور لامکانی کا چرخ ہفتم اور مکانی سے رتبہ اعلیٰ ہونا ظاہر ہے لہذا الجبر عن ظلمۃ المادۃ الہی فی غیر الجبر و

تو پنداری کہ بدگورفت و جان برد	حسابش کرانا کاتبین ست
--------------------------------	-----------------------

اعراب کرانا کاتبین حکائی است۔ یا تو مقصود اس سے تعلیم ہے سالک کی ترک غیبت وغیرہ کے لئے اور یا تہدید ہے معترصین علی العشاق کی۔

زچشم شوخ تو کے جان تو ان برد	کہ دائم باکمان اندر کمین ست
------------------------------	-----------------------------

مقصود یہ ہے کہ محبوب حقیقی کی دلربائی دائم ہے نہ مثل محبوبان مجازی کے کہ زوال حسن سے دلربائی بھی منقطع ہو جاتی ہے۔ اور کمان سے مراد ابرو ہے کہ چشم کے متصل ہوتی ہے۔

لبت را آب حیوان گفتم اما	چہ جائے آب کان ماء معین ست
--------------------------	----------------------------

ماء معین مراد ماء جنت ماخوذ از قولہ تعالیٰ فی الواقعة و کاس من معین یعنی آب حیوان میں چونکہ یہ نقصان ہے کہ گو حیات طویلہ بخشا ہے مگر حیات ابدی نہیں بخشتا اس لئے وہ تشبیہ نقص ہے اس لئے کم از کم ماء معین سے تشبیہ دینا چاہئے گو ناقص وہ بھی ہے مقصود یہ ہے کہ واجب کی تشبیہ ممکن سے تام نہیں پس یہ مسئلہ معلوم ہو گیا کہ ایسی تشبیہات و تمثیلات سے قیاس الغائب علی الشاہد میں مبتلا نہ ہو جائے جیسا بہت سے جہلاء صوفیہ اپنے عقائد بگاڑ لیتے ہیں۔ مگر پھر بھی اگر اس کی ضرورت ہو تو کسی قدر کامل سے چاہئے گو اس کے مقابلہ میں وہ بھی ناقص ہو مگر پھر اقرب الی الادب ہے۔

مشوایجان زکید نفس ایمن	کہ دل برد و کنون در بند دین ست
------------------------	--------------------------------

یا تو یہ مقصود ہے کہ طریق عشق میں بعض احوال ایسے پیش آتے ہیں کہ اگر علم حقیقت یا ہادی کامل نہ ہو تو دین کا اندیشہ ہے پس سالک کو تہذیر ہے اس مکر الہی سے لان المکر مختلف انواعہ باختلاف احوال الممکور۔ اور یا آمادہ کر رہے ہیں دین رسمی کے زوال کے لئے جو کہ اثر ہے عشق کا کیونکہ اہل رسم نے بہت سے قیود و زوائد دین کے اندر اغراض نفسانیہ سے

داخل کر رکھے ہیں اسی طرح صورت ریاء کو دین بنا رکھا ہے یہ سب حذف ہو جاتے ہیں۔ اور یادین مرادف ہے ایمان کا اور ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے اور طریق عشق میں بعض اوقات معلومات سے ذہول محض ہو جاتا ہے پس ایمن مشو تحذیر کے لئے نہ ہوگا بلکہ مجازاً محض اطلاق و تنبیہ و تہیئہ کے لئے۔

زجامِ عشق سے نوشیدِ حافظ	مدامش مستی رندی ازین ست
--------------------------	-------------------------

اس میں بھی بیان ہے بعض آثار عشق کا اور تقریر ظاہر ہے۔

### غزل

دید کی کہ یار جز سر جو رو تم نہ داشت	بشکت عہد ما و ازو بیچ غم نہ داشت
یار ب مکیرش ارچہ دل چون کبوترم	افگند و کشت و حرمت صید حرم نہ داشت

یہ مرشد کی بے التفاتی کے توہم پر محمول ہو سکتا ہے اور عہد یا تو حالی ہے اور یا بیعت کے وقت کا قالی کہ ہم تمہاری تربیت کریں گے۔ اور شعر ثانی کا منشاء غلبہٴ محبت ہے کہ اس کی تکلیف اس پر بھی گوارا نہیں۔ اور اس میں یہ تعلیم بھی ہو گئی کہ مرشد سے کسی حال میں تعلق محبت کم نہ کرے۔

برمن جفا ز بخت بد آمد و گرنہ یار	حاشا کہ رسم جو رو طریق ستم نہ داشت
----------------------------------	------------------------------------

پہلا کلام سکر کا تھا یہ صحو کا ہے یعنی جس حرمان پر تنگی ہو رہی ہے اس کا سبب بے توجہی مرشد کی نہیں بلکہ نقصان ہے اپنی استعداد کا تنبیہ اور واقع میں وہ حرمان نہیں بلکہ ہر شخص کی تربیت اس کی استعداد کے موافق ہے۔

دل اینہمہ جفا کہ بخواری کشید ازو	ہر جا کہ رفت بیچ کشش محترم نہ داشت
----------------------------------	------------------------------------

اشارہ اس طرف ہے کہ تنگ ہو کر در مرشد کو چھوڑ کر دوسری طرف رجوع نہ کرنا چاہئے کیونکہ اہل نسبت میں سے باوجود علم کے ایسے شخص کی کوئی قدر نہیں کرتا اور جو قدر کرے وہ صاحب تکمیل نہیں اس سے نفع نہیں حاصل ہو سکتا اور اگر اس شخص نے نہ بتلایا تو یہ دلیل عدم

خلوص کی ہے جو خود مانع نفع ہے۔

ساقی بیار بادۂ و بامدے بگو	انکار ماکن کہ چینین جام جم نداشت
----------------------------	----------------------------------

طلب ہے زیادۂ عشق کی اور جواب ہے منکر کا کہ ہمارا جام یعنی قلب کاشف اسرار الہیہ ہے اور جام جم کاشف اسرار کونیہ تھا فاین ہذا من ذاک اور ایسے علم شریف کا جلوہ گاہ قابل انکار نہیں۔

ہر رہوے کہ رہ بحریم درش نبرد	مسکین برید وادی درہ در حرم نداشت
------------------------------	----------------------------------

اس میں تشبیہ ہے ان لوگوں کی غلطی پر جو سلوک میں مقصود اصلی یعنی قرب و رضا کو چھوڑ کر غیر مقصود مثل مواجید و تصرفات و کثوف وغیرہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ وہ مقصود تک نہیں پہنچتے گو کتنا ہی مجاہدہ کریں اس میں بھی بہت لوگ مبتلا ہیں۔

خوش وقت رند مست کہ دنیا و آخرت	بر باد داد و بیچ غم از بیش و کم نداشت
--------------------------------	---------------------------------------

بیان ہے فضیلت عاشق کا کہ دنیا کو ترک کر دیتا ہے اور آخرت کو گو ترک نہیں کرتا مگر اس کو ملتفت الیہ بالذات نہیں سمجھتا پس بر باد داد مفہوم عام ہے دونوں کو شامل۔

حافظ بہر تو گوی فصاحت کہ مدعی	ہچش ہنر نبود و خبر نیز ہم نداشت
-------------------------------	---------------------------------

مطلب یہ کہ تم مضامین عشق کلام فصیح سے کہے جاؤ اور مدعی منکر و مانع کی طرف التفات نہ کرو کہ نہ اس کو ہنر عشق حاصل ہے کہ اس کا محقق ہو اور نہ کچھ سنی سنائی خبر رکھتا ہے کہ مقلد ہو اس لئے اس کا انکار قابل التفات نہیں۔ اور بعض نسخوں میں گوی سعادت ہے یعنی تم تحصیل سعادت عشق میں لگے رہو اور مدعی کی طرف اٹخ۔

## غزل

بروای زاہد و دعوت مکنم سوی بہشت	کہ خدا در ازل از بہریشتم نسرشت
یکجو از خرمن ہستی نتواند برداشت	ہر کہ در راہ فنا در رہ حق دانہ نہ کشت
تو و تسبیح و مصلی درہ زہد و ورع	من و میخانہ و ناقوس ورہ دیر و کنشت



منعم از می مکن امی صوفی صافی کہ حکیم	درازل طینت ماراز مئے صاف سرشت
صوفی صاف بہشتی نبود زانکہ چومن	خرقہ درمیکدہ ہارہن می ناب نہشت
لذت از حور بہشت و لب حوش نبود	ہر کہ اودامن معشوق خود از دست بہشت
حافظا لطف حق اربا تو عنایت دارد	باش فارغ زغم دوزخ و شادی بہشت

زاہد سے مراد ایسا شخص ہے جو محض اعمال کو کمال سمجھتا ہے گو اس میں محبت و خلوص نہ ہو اور صوفی صافی بھی اسی کو کہا صوفی باعتبار اس کے دعویٰ کے یا تسخر اور صافی اس اعتبار سے کہ خلوص سے صاف ہے کذافی الشرح۔ اور بہشت اور حور اور لب حوش سے مراد اعمال ہیں کہ وہ کسی درجہ میں سبب ہیں ان مذکورات کے یعنی جبکہ اعمال میں خلوص ہو مگر یہاں مطلق اعمال مراد ہیں ولو من غیر خلوص اور تسبیح و مصلی وغیرہ اور خرقہ سے اعمال کا مراد ہونا بہت ہی ظاہر ہے۔ اور میخانہ و اخواتہا اور می اور میکدہ اور دامن معشوق سے مراد محبت و خلوص بعد صل ان مفردات کے مطلب اشعار کا ظاہر ہے کہ بدون اخلاص کے اعمال کا بیکار ہونا بیان کر رہے ہیں اور یہی معنی ہیں بہشتی نبود کے جو کہ شعر خاس میں ہے یعنی عدم اخلاص فی العمل کا یہ مقتضا ہے گو اخلاص فی الایمان بہشتی ہونے کا سبب بن جائے۔ اور شعر ثانی میں فنا کا شرط بقا ہونا مذکور ہے اور مقطع میں جنت و دوزخ کا ملتفت الیہ بالذات نہ ہونے کی تعلیم کر رہے ہیں۔ اور مرغوب فیہ و مہروب عنہ ہونے کی نفی نہیں کرتے۔

## غزل

اے نسیم سحر آرام گہ یار کجاست	منزل آن مہ عاشق کش عیار کجاست
شب تارست ورہ وادی ایمن در پیش	آتش طور کجا وعدہ دیدار کجاست

یہ اشعار حالت قبض و استتار کے ہیں جس میں تجلیات و مشاہدات کی تمنا کر رہے ہیں۔ اور شب تار اور وادی ایمن سے مراد اسباب تجلی مثلاً طلب و مجاہدہ و ذکر و شغل وغیرہ

ہر کہ آمد بچران نقش خرابی دارد	در خرابات پرسید کہ ہشیار کجاست
--------------------------------	--------------------------------

اگر خرابی سے مراد فنا ہے تب تو تعلیم ہے مراقبہ موت کی اور مصرعہ ثانیہ بطور مثل کے ہے یعنی چنانکہ در خرابات ہشیار نباشد بچنین در جہان کسے بے خرابی نباشد۔ اور اگر مراد اس سے صعوبت قبض ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ کوئی سالک اس سے خالی نہیں پس اس میں ایک گونہ تسلی ہے اور اس صورت میں خرابات سے مراد طریق اور ہشیار سے مراد سالم اس صعوبت مذکورہ سے اور یہ حکم باعتبار اکثر کے ہے۔

آنکس ست اہل بشارت کہ اشارت داند	نکتہ ہاہست بے محرم اسرار کجاست
---------------------------------	--------------------------------

شاید اشارہ اس طرف ہو کہ ہم اپنے کلام میں بلسان اشارت نکات تصوف کے بیان کرتے ہیں جو ان اشارات کو سمجھ لے اس کو بشارت ہو اور نکات از قبیل علوم مکاشفات کے ہم کو بہت سے معلوم ہیں مگر چونکہ محرم اسرار کم ہیں اس لئے بقدر ضرورت بعضے نکات از قبیل علوم معاملہ بیان کر دیئے ہیں۔ اس تقریر پر اس میں دلالت ہو گئی اس پر کہ ایسے اشعار سے کسی ظاہری لفظ کو کسی عقیدہ کا مدار نہ ٹھہرایا جائے بلکہ جو مسئلہ دوسرے دلائل واضحہ سے ثابت ہو اس کو ان اشعار پر منطبق کر لیا جائے نہ یہ کہ خود ان اشعار سے اخذ اور استدلال کیا جائے بہت لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں۔

ہر سرموی مرابا تو ہزاران کارست	ما کجانیم و ملامت گریکار کجاست
--------------------------------	--------------------------------

مطلب یہ کہ طریق باطن امر وجدانی ہے جسکو معاملہ پڑتا ہے وہ تو سمجھتا ہے اور جس کو معاملہ نہیں پڑا اس کو اس کا ذوق اور ادراک نہیں ہوتا پس ملامت غلطی ہے اور کاروبیکار سے مراد یہی معاملہ اور عدم معاملہ ہے۔

عاشق خستہ زورہ و غم ہجر تو بسوخت	خود پرسی تو کہ آن عاشق غمخوار کجاست
بادہ و مطرب و گل جملہ مہیاست ولی	عیش بے دوست مہیا نشود یار کجاست
عقل دیوانہ شد آن سلسلہ مشکین کو	دل ز ما گوشہ گرفت ابرددلدار کجاست

ان میں بھی آثار استتار کے ہیں اور خود پرسی عبارت ہے استغناء سے اور بادہ وغیرہ سے مراد اشغال و اعمال اور عقل دیوانہ شد کے معنی ہیں عقل زاید شد۔ اور دل ز ما گوشہ گرفت

سے مراد ہے دل گم شد اور سلسلہ مشکین اور ابرو دلدار سے مراد تجلیات جن کی تمنا ہے اور تقریر مطلب کی سب ظاہر ہے۔

یار ترسا بچہ کو خانہ خمار کجاست	دلم از صومعه و صحبت شیخ ست ملول
---------------------------------	---------------------------------

صومعه و صحبت شیخ سے مراد اعمال ظاہری بے محبت اور صحبت زاہد خشک۔ اور ترسا بچہ سے مراد مرشد عشق شبہ بہ الحسن و لوفتفاوت بالظاہر والباطن اور خمار سے مراد بھی یہی۔ یعنی زاہدان خشک و زاہد خشک وصول الی المقصود کے لئے کافی نہیں مرنی باطن کی ضرورت ہے۔

حافظ از باد خزان در چمن دہر مرنج	فکر معقول بفرما گل بیخار کجاست
----------------------------------	--------------------------------

گل بیخار کجاست بیان ہے فکر معقول کا اس میں تسلی ہے حالت مذکورہ بالا پر یعنی راحت خالی از محنت عالم میں موجود نہیں پس ایسی حالت شاقہ کے پیش آنے سے پریشان مت ہو۔

## غزل

خواب آن نرگس فتان تو بے چیزے نیست	تاب آن زلف پریشان تو بے چیزے نیست
از لب شیر روان بود کہ من میکفتم	کین شکر گرد نمکدان تو بے چیزے نیست
چشمہ آب حیات است دہانت اما	زیر لب چاہ زخندان تو بے چیزے نیست
جان من باد فدائے تو یقین میدانم	در کمان ناوک مژگان تو بے چیزے نیست
بتلانی بغم و محبت و اندوہ و فراق	ای دل این نالہ و افغان تو بے چیزے نیست
دوش باد از سر کولیش بگلستان بگذشت	ای گل این چاک گریبان تو بے چیزے نیست
درد عشق ارچہ دل از خلق نہان میدارد	حافظ این دیدہ گریان تو بے چیزے نیست

اس غزل کے سات شعر میں سے اول کے چار اشعار میں محبوب کے کمالات اور ان کمالات کے آثار اور اخیر کے تین اشعار میں محبت کے حالات اور ان حالات کے موثرات مذکور ہیں پس لفظ چیز کہ ردیف میں ہے اول کے اشعار میں بمعنی اثر ہے اور اخیر کے اشعار میں بمعنی موثر اور اول کے اشعار میں مجموعہ مفردات سے مراد مجموعہ مطلق کمالات ہیں خاص

مفردات سے خاص کمالات مراد نہیں کہ ہر ایک میں تحقیق وجہ شبہ کی ضرورت ہو اور چشم نرگس کی خوبی خواب سے اور زلف کی خوبی تاب یعنی پیچ سے بڑھ جاتی ہے محض چشم و زلف کی مناسبت سے یہ لائے گئے ہیں۔ اور ازلبت شیر روان بود کنایہ ابتدای ظہور سے ہے اور شکر سے مراد لب اور نمکدان سے مراد دہاں مقصود یہ ہے کہ محبوب کے جو کمالات ظاہر ہوئے وہ بے وجہ نہیں بلکہ مقصود اس سے خاص آثار کا مرتب کرنا تھا جن میں سے اعظم آثار عشاق کا فریفتہ کرنا ہے۔ اور اخیر کے اشعار کا مقصود یہ ہے کہ عشاق کا نالہ و افغان اور گریبان چاک اور دیدہ گریبان بے وجہ نہیں بلکہ اس کا سبب موثر کوئی امر عظیم ہے یعنی عشق۔ اور شعر سادس میں ظاہر مدلول کے اعتبار سے حسن التعلیل ہے یعنی ای گل شگفتگی میں تیرا جو گریبان ہوا سے چاک ہو گیا ہے معلوم ہوتا ہے وہ ہوا کوئے محبوب سے گزر کر گلستان میں آئی ہوگی اس لئے اس میں یہ اثر پیدا ہو گیا اور مدلول باطنی کے اعتبار سے عاشق کو خطاب ہے کہ جس عشق سے تیرا گریبان چاک ہوا ہے یہ ایک جاذبہ ہے جو جناب محبوب سے تجھ پر وارد ہوا ہے۔

## غزل

جام می بر کف و در مجلس رندان میرفت	دیدمش دوش کہ سرمست و خرامان میرفت
سخت میگفت دل آزرده پریشان میرفت	چون ہی گفتمش ای مونس دیرینہ من
باہزاران گلہ از ملک سلیمان میرفت	نقش خوارزم و خیال لب جھون می بست
من ہی دیدم و از کالبدم جان میرفت	میشد آنکس کہ چو او جان سخن کس شناخت
کان شکر لہجہ خوشگوائے سخندان میرفت	گفتم اکنون سخن خوش کہ بگوید باما
زانکہ کار از نظر رحمت سلطان میرفت	لابہ بسیار نمودم کہ مرد سود نداشت
چکند سوختہ از غایت حرمان میرفت	بادشاہا ز کرم از سر جرمش بگذر
اشک ہموارہ ز رخسار بدامان میرفت	چون بشد آن صنم از دیدہ حافظ غائب

معلوم ہوتا ہے کہ مرشد کسی امر پر آزرده ہو کر چلے گئے ہیں اس معاملہ کو لکھ رہے ہیں۔

سر مست و خرامان کنایہ استغناء سے ہے۔ جام می بر کف کنایہ و لقریبی سے یا شان افاضہ سے جو سبب ہے و لقریبی کا۔ رندان سے مراد عشاق۔ خوارزم ایک شہر کا نام ہے اور چچون اس کی نہر کا نام ہے کذافی القاموس۔ مطلب یہ کہ خوارزم اور چچون کا نقشہ اور خیال دل میں جمائے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ یا تو وہ شخص وہاں کے رہنے والے ہوں خواہ کوئی بزرگ ہوں یا کوئی محبوب ہو اور یا مراد اس سے بقرینہ تقابل ملک سلیمان کے مسکنت ہو یعنی مخدومیت سے دلبرداشتہ ہو کر مسکینی کو پسند کر کے چل دیئے جیسا آزاد مزاجوں کا مشرب ہوتا ہے۔ از ملک متعلق گلہ کے ہے اور باہزاران گلہ حال ہے جس کا عامل میرفت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ سلطنت سلیمان یعنی مخدومیت کی بھی پروا نہ ہوئی کیونکہ آزاد مزاج تھے۔ اور جملہ چو او جان سخن الخ صفت ہے آنکس کی جان سخن مغز سخن یعنی وہ سخن فہم تھے۔ ہمی دیدم کا مفعول رفتن اور امخزوف ہے کہ بگوید میں کاف کد امیہ ہے مراد اس سے سخنان حقائق و معارف کا راز نظر رحمت سلطان میرفت کے معنی یہ ہیں۔ کہ کارروائی از لابه نمیشد از نظر رحمت سلطان یعنی مرشد میشد و آن بوقوع نیامدہ ازان سودی نشد۔ بادشاہا الی حرمان بیان لابه و میرفت اندرین شعر بیان سودداشت۔ و از غایت حرمان متعلق بسوختہ۔ اور تقریر اشعار کی بعد حل ان اجزاء کے ظاہر ہے شاید مقصود اس حکایت سے ناواقفوں کو یہ بتلانا ہو کہ راہ میں ایسے امور بھی پیش آجاتے ہیں۔ تاکہ وقوع کے وقت پریشان و بددل نہ ہو جائیں کہ یہ سلوک میں سخت مضر ہے۔

## غزل

ہر آن نجستہ نظر کز پئے سعادت رفت	بکنج میکده و خانہ ارادت رفت
زرطل دُر دکشان کشف کرد سالک راہ	رموز غیب کہ در عالم شہادت رفت
بیاء معرفت من شنوکہ درختم	ز فیض روح قدس نکتہ سعادت رفت
مجوز طالع مولود من بجز رندی	کہ این معاملہ با کوب ولادت رفت
ز باداد بدست دگر برآمدہ	وظیفہ می دشین مگر زیادت رفت
مگر بمعجزہ کوشد طبیب عیسی دم	چرا کہ کار من خستہ از عیادت رفت

ہزار شکر کہ حافظ زراہ میکدہ دوش

بکنج زاویہ طاعت و عبادت رفت

اس غزل میں بیان ہے فضل و آثار عشق کا اور سعادت سے یہی مراد ہے اور کنج میکدہ اور خانہ ارادت بھی اسی کو کہا ارادت کا ترجمہ ہے مریدی اور بعض نسخوں میں ہے از خانہ الخ اس صورت میں ارادت کے معنی یا تو رسمی مریدی کے ہیں جس سے اعراض ضروری ہے اور یا ارادہ سے مراد ارادہ و خواہش حظوظ ہے اس کا ترک بھی ضروری ہے۔ اور رطل درد کشان سے مراد بھی عشق ہے اور رموز غیب سے مراد تمام رموز غیب نہیں کیونکہ کشف لوازم ولایت سے نہیں بلکہ خاص رموز عشق ہیں اور ان کا وقوع ظاہر ہے کہ عالم شہادت ہی میں ہوتا ہے مگر بوجہ غیر مدرک بالعقول العامہ ہونے کے رموز کہہ دیا اور ظاہر ہے کہ حصول عشق سے اسرار عشق کہ وجدانی ہیں مدرک ہوتے ہیں۔ اور معرفت سے مراد علم معرفت مراد یہ کہ میرے ملفوظات میں نکات سعادت یعنی عشق کے مذکور ہیں۔ اور رندی سے مراد بھی عشق ہے۔ اور کوکب ولادت سے مقصود یہ ہے کہ میرا مذاق فطری عشق ہے۔ اور دست کے معنی ہیں طرز و روش کذافی الغیث اور بعض نسخوں میں بطرز دگر لکھا ہے۔ اور زبامداد الخ میں سہل یہ ہے کہ خطاب مرشد کو ہو یعنی پہلے تو آپ کو میرے حال پر توجہ تھی مگر اب کچھ طرز بدلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ آگے کہتے ہیں کہ میری بیماری اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ خالی تسلی و ہمدردی سے کام نہیں چلتا مرشد کے تصرف کی ضرورت ہے (اشارہ اس طرف ہے کہ تصرف یعنی ہمت و توجہ کی ایسے وقت احتیاج ہوتی ہے جبکہ تعلیم محض نافع نہ ہو اسی واسطے اکابر نے تصریح کی ہے جب طالب ذکر سے متاثر نہ ہو تو شیخ ہمت سے کام لے) آگے مقطع میں اس پر شکر کرتے ہیں کہ سکر سے صحو میں آگئے کیونکہ آخری حالت میں صحو ہی ہو جاتا ہے۔ اور بعض نسخوں میں زراہ کی جگہ براہ اور کنج کی جگہ زکنج ہے اس وقت معنی یہ ہوں گے کہ زہد ریائی سے عشق و خلوص میں آگئے و کلاہما صحیح۔

## غزل

خمے کہ ابروی شوخ تو در کمان انداخت

بقصد جان من زارنا تو ان انداخت

خم سے ابرو کا حسن بڑھ جاتا ہے مراد اس سے ظہور حسن ہے یعنی ظہور جمال سے محبوب

حقیقی کا یہ مقصود تھا کہ طالبوں کو تعلق و عشق ہو اور اس سے حصر اس مقصود میں لازم نہیں آتا  
 قال اللہ تعالیٰ ان فی خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار  
 لآیات لا ولی الا للباب اس سے ظاہر ہے کہ خلق کائنات میں کہ مظہر جمال ہے حکمت  
 اعتبار کی ہے اور اعتبار پر معرفت اور معرفت پر محبت کا ترتب ظاہر ہے پس ظہور جمال میں  
 حکمت ترتب محبت کی ثابت ہو گئی۔

شراب خوردہ و خموی کردہ کے شدی چمن	کہ آبروی تو آتش در ارغوان انداخت
-----------------------------------	----------------------------------

شراب خوردہ مست کنایہ از استغناء کہ موجب افزونی ربودگی دل عاشق باشد۔ و عرق  
 کردہ مراد از ان با کمال جمال چہ عرق بر روی موجب از دیاد حسن ست۔ چمن دل عاشق۔  
 ارغوان چون سرخ باشد کنایہ از دل خونین عاشق یا پارہ از دل چنانکہ ارغوان جزوی از چمن  
 باشد و لطافت لفظ آبروی پر ظاہر ست۔ مضمون شاعرانہ میں تو حسن التعلیل ہے کہ ارغوان  
 کے خونیں ہونے کی وجہ محبوب کا چمن میں گزر کرنا ہے کہ اس کو دیکھ کر وہ خونبار ہو گیا اور مقصود  
 معنوی وہ ہی ہے جو اوپر کے شعر میں تھا کہ ظہور جمال محبوب سبب ہو گیا دل عاشق کے خونیں  
 ہونے کا اور کے شدی سے مقصود اثبات ہے نہ کہ استفہام یعنی خود میدانی۔

بیک کرشمہ کہ نرگس بخود فروشی کرد	فریب چشم تو صد فتنہ در جہان انداخت
ز شرم آنکہ بروی تو نسبتش کردند	سمن بدست صبا خاک درد بان انداخت
بہ بزمگاہ چمن دوش مست بگذشتم	کہ از دہان تو ام غنچہ در گمان انداخت
بنفشہ طرہ مفقول خود گرہ میزد	صبا حکایت زلف تو در میان انداخت

ان چاروں شعر میں امر مشترک حسن محبوب کو ترجیح دینا ہے دوسرے محبوبوں کے حسن پر  
 خاص خاص عنوان سے۔ چنانچہ شعر اول میں نرگس پر چشم کو اس طرح ترجیح دیتے ہیں کہ نرگس  
 نے دعویٰ سے ایک ہی کرشمہ کیا تھا کہ اس کے مقابلہ میں تیری فریب چشم نے صد ہا فتنے برپا  
 کر دیئے اور ایک کرشمہ اس لئے کہا کہ اس کا حسن ناقص اور متناہی ہے گویا صد کے مقابلہ میں  
 ایک۔ اور شعر ثانی میں روی محبوب کو سمن پر اس طرح ترجیح دیتے ہیں کہ کہیں کسی نے سمن کو

تیرے رخ سے تشبیہ دے دی تھی شرم کے مارے اس نے اپنے منہ میں صبا کے ہاتھوں خاک جھونک لی یعنی ہوا سے جو خاک اڑ کر اس پر چاڑھی گویا اس کی وجہ یہ ہے۔ شعر ثالث میں دہن کو غنچہ پر اس طرح ترجیح دیتے ہیں کہ میں جو چمن میں گزرا اس کی وجہ یہ ہے کہ غنچہ کو دیکھ کر تیرے دہن کا خیال آ گیا ورنہ میرا چمن اور غنچہ سے کیا سروکار کیونکہ غنچہ ناقص ہے اور دہان کامل۔ اور شعر رابع میں زلف کو بنفشہ پر اس طرح ترجیح دیتے ہیں کہ بنفشہ اپنے کو آراستہ کر رہا تھا کہ صبا نے تیری زلف کی حکایت اس سے بیان کر دی بیچارہ شرمندہ ہو کر رہ گیا۔

کنون بآب مئی لعل خرقہ مے شویم	نصیبہ ازل از خود نمی توان انداخت
-------------------------------	----------------------------------

نمی توان انداخت ای نمی توان دور کرد یعنی مذاق عشقی میرا فطری و جبلی ہے و جبل گردد و جبلی نگر و فلا منفع اللوم۔

نبود رنگ دو عالم کہ نقش الفت بود	زمانہ طرح محبت نباین زمان انداخت
----------------------------------	----------------------------------

غالباً اشارہ ہے مضمون کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف الخ کی طرف پس یہ محبت جو احببت میں مذکور ہے دو عالم کے وجود پر سابق ہے اور یہ محبت حادثہ اسی کا فیض ہے مقصود اس سے مدح ہے محبت کی۔

من از ورعی و مطرب ندیدی ہرگز	ہوای مغچگانم درین و آن انداخت
------------------------------	-------------------------------

این و آن اشارہ بسوی می و مطرب۔ و مغچگان محبوبان و الجمیعۃ مجلس یعنی یہ آثار عشقیہ کی احیاناً فعل ظاہر تقویٰ ہو جاتے ہیں محض غلبہ عشق سے صادر ہوتے ہیں پس معذور کہنا چاہئے۔

جہان بکار دل اکنون شود کہ دور زمان	مرا بہ بندگی خواجہ زمان انداخت
------------------------------------	--------------------------------

خواجہ زمان سے مراد مرشد کامل اس میں اپنے نفس کو بشارت دیتے ہیں کہ اب سب کام مرضی موافق ہو جائیں گے اور اس میں اشارہ ہے کہ مرشد کامل میسر ہونے کے بعد تسلی اور امید کامیابی کی رکھنا چاہئے پریشانی چھوڑ دینا چاہئے گو مفصلاً کوئی امر فہم میں نہ آئے۔

مگر کشایش حافظ درین خرابی بود	کہ قسمت از لش در مئی مغان انداخت
-------------------------------	----------------------------------

خرابی سے مراد عشق کہ مخرب ظاہر ہے یعنی میرے لئے جو طریق عشق تجویز ہوا ہے



معلوم ہوتا ہے میری تربیت اسی سے وابستہ ہے۔

## غزل

روشن از پر تو ردیت نظرے نیست کہ نیست	منت خاک درت بر بصرے نیست کہ نیست
ناظر روی تو صاحب نظرانند ولے	سرگیسوی تو در ہیچ سرخے نیست کہ نیست

شعر اول کے مصرعہ اولیٰ میں جمال محبوب کے ظہور کا اور شعر ثانی کے مصرعہ ثانیہ میں اس کی محبت کا عام ہونا اور اس کے مصرعہ اولیٰ میں معرفت کا خاص ہونا اور شعر اول کے مصرعہ ثانی میں اس معرفت میں محبوب ہی کی منت و فضل ہونا مذکور ہے اور یہ ظہور و محبت کا عموم سب کے اعتبار سے ہے خواہ کسی کو ادراک ہو یا نہ ہو جن کو ادراک ہے ان کو بلا واسطہ ہے جن کو ادراک نہیں ان کو بواسطہ ہے۔ اور شعر اول کے مصرعہ ثانیہ کی تقریر یہ ہے کہ جن لوگوں کی بصر درست ہو گئی ہے یہ ان کا کمال نہیں ہے بلکہ طفیل ہے آپ کے خاک در کا پس اس میں اشارہ ہو جائے گا کہ کسی خوبی کو اپنی سعی کا ثمرہ نہ سمجھے بلکہ فضل خداوندی سمجھے۔

اشک غماز من ار سرخ بر آید چه عجب	خجل از کردہ خود پردہ درے نیست کہ نیست
----------------------------------	---------------------------------------

پردہ در غماز۔ اصل معنوں تو ثابت کرنا ہے اثر عشق سے اشک خونیں کے نکلنے کو اور عنوان میں بطور حسن التعلیل کے ایک شاعری لطافت ہے کہ یہ سرخی خجالت سے ہے اور خجالت غمازی سے اور غماز باعتبار دلالت علی العشق کے کنایہ۔

کمر کین بمن خستہ چه بندی کہ زمہر	بر میان دل و جانم کمرے نیست کہ نیست
----------------------------------	-------------------------------------

کین قبر۔ واستفہام چه بندی برائے ترحم۔ وز مہر بیان کمرے در مصرعہ ثانیہ بمعنی پٹکے دلیان بمعنی کمر۔ مطلب یہ کہ میری کمر جان و دل پر تو عشق کے تمام پٹکے بندھے ہوئے ہیں یعنی میں ہر طرح خادم و عاشق ہوں مجھ پر ترحم فرمائیے اور قبر نہ کیجئے۔

تا بدامن نہ نشیند ز نیست گردے	سئل اشک از نظرم بر گزرے نیست کہ نیست
-------------------------------	--------------------------------------

گزر راہ و تا در نیست مضاف الیہ دامن۔ ترجمہ تو یہ ہے کہ اس خیال سے کہ ہوا چلنے

سے کبھی آپ کے دامن پر گرد نہ بیٹھ جائے میں تمام سڑکوں پر سیل اشک آنکھوں سے بہاتا ہوں تاکہ گرد جمی رہے اور مقصود یہ ہے کہ میں اس لئے روتا رہتا ہوں تاکہ محبوب کے دامن خاطر پر میری باد تقصیر سے غبار نہ بیٹھ جائے یعنی تاکہ ہمارے گناہوں سے ناراض نہ ہو جائیں پس اس میں اشارہ ہوگا کہ بندہ کو ہمیشہ نادم اپنے افعال پر رہنا چاہئے۔

نادم از شام سر زلف تو ہر جانزند	باصبا گفت و شنیدم سحرے نیست کہ نیست
---------------------------------	-------------------------------------

شام سے تشبیہ زلف کی باعتبار سیاہی کے ہے اور مقابلہ اس کا سحر سے لطافت شاعری ہے۔ ترجمہ لفظی تو یہ ہے کہ میں صبا سے ہر سحر کو یہ گفت و شنید رکھتا ہوں کہ تیری زلف کی حکایت ہر جگہ بیان نہ کرے اور بلسان اشارت مقصود یہ ہے کہ میں اہل معرفت کو سمجھاتا ہوں کہ اسرار باطنی ہر مجلس میں نہ کہیں بلکہ جب مخاطب صحیح ہو۔ اس میں نہیں ہے افشاء اسرار سے غیر اہل کے سامنے۔

من ازین طالع شوریدہ برنجسم ورنہ	بہرہ مند از سر کویت دگرے نیست کہ نیست
---------------------------------	---------------------------------------

مطلب یہ کہ محبوب کی طرف سے بخل افاضہ میں نہیں مگر میرا نقصان استعداد موجب خسران ہے۔ اشارہ اس طرف ہے کہ کمی کا سبب اپنی حالت ہوتی ہے نہ کہ محبوب کی بے توجہی۔ اور طالب صادق کی کمی باعتبار اس کی کسی خاص خواہش کے ہوتی ہے ورنہ فی نفسہ وہ کمی ہی اسکے حق میں مصلحت ہے مثلاً بعضے طالب مواجید کے ہوتے ہیں اور وہ ان کے لئے خلاف مصلحت ہوتے ہیں۔

از خیال لب نوشین تو امی چشمہ نوش	غرق آب و عرق انون شکری نیست کہ نیست
----------------------------------	-------------------------------------

نوش شیرین و گوارا و آب حیات کذافی الغیاث یعنی شکر بھی محبوب کے خیال لب سے غرق آب عرق ہے مقصود یہ ہے کہ محبوبان مجازی محبوب حقیقی کے روبرو ناقص ہیں اس بتلانے سے غرض یہ ہے کہ ادھر التفات مت کرو۔

آب چشمم کہ برو منت خاک درتست	زیر صدمنت او خاک درے نیست کہ نیست
------------------------------	-----------------------------------

یعنی میرا آب چشم تو آپ کی خاک در کا ممنون ہے کیونکہ اسی کے اشتیاق میں وہ رواں ہوا

ہے اور دوسرے خاک در اس آب چشم کے ممنون ہیں کیونکہ وہ آب چشم کثرت گریہ سے ہر جگہ بہتا پھرتا ہے پس سب کو اس سے حصہ ملا۔ اور بلسان اشارت اس میں بیان اس کا ہے کہ جس طرح سالک پر حق تعالیٰ کا احسان ہے اسی طرح کسی درجہ میں سالک کا احسان دوسروں پر ہے کہ وہ ان کی رہبری کرتا ہے بلکہ اس کی حالت محبت و طلب یا گریہ و نالہ کی دیکھ کر بھی دوسروں کو نفع پہنچتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے مضمون من لم يشكر الناس لم يشكر الله کی طرف۔

از وجود آنقدرم نام و نشانے ست کہ ہست	ورنہ از ضعف در آنجا اثرے نیست کہ نیست
--------------------------------------	---------------------------------------

مطلب ظاہر ہے کہ غایت ضعف کا بیان کر رہے ہیں جس سے تمام قوت زائل ہوگئی صرف وجود کا حکم باقی ہے اور اس میں بیان ہے اثر عشق کا۔

شیر در بادیۂ عشق تو ردیابہ شود	آہ ازین راہ کہ دردے خطرے نیست کہ نیست
--------------------------------	---------------------------------------

مطلب یہ کہ طریق عشق میں کہ پر خطر ہے بڑے بڑے اقویاء عاجز ہو جاتے ہیں۔ اس میں بھی اشارہ ہے تعلیم شکستگی کی طرف کہ یہاں زاری کا کام ہے زور کا کام نہیں کما قال الرومی فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ + جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ +۔

نہ من دل شدہ از دست تو خونیں جگر م	از غم عشق تو پر خون جگرے نیست کہ نیست
------------------------------------	---------------------------------------

جگرے نکرہ تحت نفی میں ہونے سے عام ہے اور عام بمعنی کثیر کے بھی آتا ہے پس اگر مراد کثرت ہے تو ظاہر ہے کہ عشاق حق کثرت سے ہیں اور اگر عموم ہی مراد ہے تو عشق عام ہے بواسطہ و بلا واسطہ ومع الادراک و بلا ادراک کو اور اس کا عموم جمع القلوب صحیح ہے۔

از سر کوے تو رفتن نتوانم گامے	ورنہ اندر دل بیدل سفرے نیست کہ نیست
-------------------------------	-------------------------------------

یعنی سفر تو بڑے بڑے دل میں آتے ہیں مگر غلبہ عشق سے ایک قدم بھی کہیں نہیں جاسکتا۔ سفر سے مراد میلان الی العادات الطبعیہ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ عشق سے امور طبعیہ کا ازالہ نہیں ہوتا البتہ مغلوب ہو جاتے ہیں پس احیاناً وسوسہ یا صدور کسی امر طبعی کا مستبعد نہیں نہ منافی کمال ہے جیسا بعض منکرین معاندین خفیف خفیف امور پر اعتراض کیا کرتے ہیں یا بعضے ناواقف طالبین ایسے امور پر عقیدت میں فتور ڈال دیتے ہیں۔

تو خود ای شعلہ رخشندہ چہ داری در سر کہ کباب از حرکاتت جگرے نیست کہ نیست  
 چہ داری در سر یعنی چہ خیال و چہ ارادہ داری و حرکاتت کنایت از ظہور و خفا و رافت  
 و صورت استغناء اور یہ استفہام سوال کے لئے نہیں بلکہ اثبات کے لئے ہے یعنی ان معاملات  
 میں کہ عشاق کے ساتھ واقع ہوتے ہیں۔ کوئی بڑی ہی حکمت و مصلحت ہے اس میں اشارہ  
 ہو گیا کہ جو کچھ ادھر سے پیش آئے اس پر راضی رہے اور یہ نہایت معین ہے سلوک پر۔

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز	ورنہ در مجلس رندان خبرے نیست کہ نیست
-------------------------------------	--------------------------------------

اس کا بھی وہی مقصود ہے جو غزل ہذا کے شعر سادس تا دم از شام الخ کا ہے یعنی علوم  
 مکاشفات علی الاطلاق اور علوم معاملہ جو اپنے ساتھ متعلق ہیں نا اہل سے نہ کہنا چاہئے۔

بجز این نکتہ کہ حافظ ز تو نا خوشنودست	در سراپی وجودت ہنری نیست کہ نیست
---------------------------------------	----------------------------------

ز تو نا خوشنودست کے یہ معنی نہیں کہ از تو ناراض ست یعنی یہ از صلہ کا نہیں بلکہ ابتدا یہ  
 ہے یعنی اور از جانب او کا ہے مسرت رد نمودہ۔ اس میں شکایت ہے مرشد کی بے توجہی کی  
 کہ توجہ جو مایہ مسرت ہے کبھی نصیب نہ ہوئی حاصل یہ کہ آپ میں سب خوبیاں ہیں مگر اتنی  
 کسر ہے کہ بے توجہی کی عادت ہے۔ یہ مضمون ذرا ربط کے ساتھ ردیف الالف غزل صبا  
 بلطف بگو شعر جز این قدر الخ کی شرح میں لکھا جا چکا ہے دیکھ لیا جائے۔

## غزل

کس نیست کہ افتادہ آن زلف دو تان نیست	در رہ گزری نیست کہ دامی ز بلا نیست
روئے تو مگر آئینہ لطف الہی ست	حقا کہ چنین ست درین روی وریا نیست
زاہد دہم توبہ ز روی تو زہر روے	ہچکچ ز خدا شرم و ز روی تو حیا نیست
ز گس طلبد شیوہ چشم تو زہے چشم	مسکین خبرش از سر و در دیدہ حیا نیست
از بہر خدا زلف میارای کہ مارا	شب نیست کہ صد عربدہ بابا دصبا نیست
باز آئی کہ بے روی تو ای شمع دل افروز	در بزم حریفان اثر نور و ضیا نیست

وی میشد و گفتم صنما عهد بجا آر	گفتا غلط ای خواجه درین عهد وفا نیست
یتار غریبان سبب ذکر جمیل ست	جانا مگر این قاعده در شهر شما نیست
چون چشم تو دل می برد از گوشه نشینان	و نبال تو بودن گنه از جانب مانیت
گر پیر مغان مرشد ماشد چه تفاوت	در هیچ سرے نیست که سری ز خدا نیست
گفتن بر خورشید که من چشمه نورم	دانند برزگان که سزاوار سہانیت
عاشق چه کند گر نخورد تیر ملامت	با هیچ دلا و سپر تیر قضا نیست
در صومعه زاہدہ در خلوت عابد	جز گوشہ ابروی تو محراب دعا نیست
ای چنگ فرو بردہ بخون دل حافظ	فکرت مگر از عزت قرآن خدا نیست

یہ تمام غزل بحر مقطع کے قبل والے شعر کے معاملات متعلقہ مرشد پر منطبق ہے یعنی ہر شخص (مراد بکثرت) آپ کے شیدا ہیں جس طرف آپ گزرتے ہیں طالبین مسخر ہوتے چلے جاتے ہیں آپ کا سیما آئینہ لطف الہی ہے جیسا حدیث میں ہے اذرا و ذکر اللہ اور یہ امر بالکل بااروی و ریا کہتا ہوں (یعنی خوشامد و تصنع سے نہیں کہتا) زاہد خشک مجھ کو آپ کے سلسلے سے ہٹانا چاہتا ہے ذرا منہ تو دھور کھے اس زاہد کو نہ خدا کی شرم رہی نہ آپ کے کمالات کی وہ زاہد بیچارہ کہ نرگس کی طرح جو کہ بشکل چشم ہے مگر بینائی سے معرا شیخ بن کر آپ سے تشبہ کرنا چاہتا ہے۔ اور اپنی بیعت کی طرف بلاتا ہے چشم نرگس بالمعنی المذکور بھی عجب چشم ہے کہ آپ کی چشم کا مقابلہ کرتی ہے اس غریب کو حقیقت (ترجمہ سر بالکسر) کی خبر نہیں اور نہ آنکھ میں حیا ہے ہم تو آپ کے پورے معتقد ہیں اور کمالات کو ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں (وہذا ہو المراد بقولہ زلف میارا) جیسا کہ شیوخ احياناً کسی مرید کی استواری عقیدہ کی مصلحت سے ایسا کرتے ہیں وہی ہذا قیل ریاۃ الشیخ خیر من اخلاص المرید کیونکہ ہمیشہ ویسے ہی نمازین و مخالفین سے ہمارا عہدہ اور رہتا ہے اب اظہار کمال سے ان کو اور حسد ہوگا اور وہ زیادہ مخالفت کریں گے ہمارا عہدہ اور بڑھے گا اور ترجمہ لفظیہ شعر ہذا کی یہ تقریر ہے

کہ تم اپنی زلف کو آراستہ مت کرو کیونکہ صبا اس کو پریشان کرے گی اور اس پر ہمارا اس سے عہدہ رہا کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ پریشان کرنا ایک قسم کی مزاحمت غرض تزئین کی ہے اس لئے میں نے اس کو کتنا یہ مخالفت سے قرار دیا اور اگر یہ شبہ ہو کہ پریشان کرنے سے اور بھی حسن میں افزونی ہو جاتی ہے یہ مخالفت کیا ہوئی جو اب یہ ہے کہ بالذات تو مخالفت ہی ہے بالعرض سبب ازدیاد حسن کا ہو جاتا ہے سو بزرگوں کی مخالفت سے بھی اسی طرح ان کے کمالات کی دونی خوبی ظاہر ہوتی ہے اور یہ امر مشاہد ہے۔ آگے باز آئی میں مرشد کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اور بدون ان کے مجلس کا فیوض سے خالی ہونا ظاہر کرتے ہیں آگے بے توجہی مزعوم و موہوم کی شکایت ہے اور مرشد کا جواب درین عہد و فانیست یہ حسب مذاق مخاطب کے ہے جس نے عہد بجا آ کر کہنے میں گستاخی کی ہے ورنہ جو اب یہ ہے کہ میرا عہد بالتوجہ جن شرائط سے مقید تھا وہ شرطیں نہیں رہیں۔ آگے تیار غریبان الخ کا حاصل مثل شعر بالا کے ہے اور اسی کے مثل اس میں بھی شوخی ہے۔ آگے اپنے اس عشق و تعلق شدید کا سبب بتلاتے ہیں کہ جب گوشہ نشین جو دوسری طرف بھی یعنی عبادات و ریاضات میں متوجہ و مشغول ہیں آپ کی محبت سے خالی نہیں حالانکہ ایک طرف تعلق ہونا مانع ہوتا ہے دوسری طرف تعلق ہونے کو تو اگر ہم پیچھے پیچھے پھریں تو ہماری کیا خطا کیونکہ ہم کو تو ابھی کوئی مشغولی بھی نہیں محض مرشد کی تلاش ہی شغل ہے اور اگر ہم نے مذاق عشقی کا مرشد اختیار کر لیا تو ملامت گرزابد وغیرہ ہم پر کیوں الزام دیتا ہے ہر سر میں (یعنی بکثرت) خدا تعالیٰ کی طلب ہے (ولکونہ مخفیاً عبر عنہ بالسر) اور طالب اپنا رہا اپنے مذاق کے موافق تلاش کرتا ہی ہے سو ہم نے بھی تجویز کر لیا آگے اس زاہد مدعی مشیخت کو نصیحت ہے کہ کامل کے سامنے دعویٰ مذموم ہے۔ آگے ملامت سے اپنی بے پروائی بیان کرتے ہیں کہ ہماری تقدیر میں یہی تھا کیا علاج کریں۔ آگے درصومع الخ میں خطاب محبوب حقیقی کو ہے کہ سب سالک آپ ہی کے طالب ہیں اس سے بھی شاید زاہد کو ستانا ہو کہ پھر ہماری طلب پر کیوں ملامت کرتا ہے فیکون تقریرہ کتقریر الشعر گر پیرمغان الخ آگے مرشد کو تنگ ہو کر کہتے ہیں کہ بے توجہی سے کیوں قتل کرتے ہو کچھ حافظ قرآن ہونے کا تو پاس کرو والعدز عن امثال ہذا ہو الغلظہ۔

## غزل

کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانہ تست	رواق منظر چشم من آشیانہ تست
لطیفہای عجب زیر دام ودانہ تست	بلطف خال و خط از عارفان ربودی دل
کہ در چمن ہمہ گل بانگ عاشقانہ تست	دلت بوصل گل ای بلبل چمن خوش باد
کہ آن مفرح یا قوت در خزانہ تست	علاج ضعف دل ما بلب حوالت کن
ولے خلاصہ جان خاک آستانہ تست	بہ تن مقصرم از دولت ملازمت
ازین حیل کہ در انبانہ بہانہ تست	چہ جای من کہ بلرزد سپہر شعبدہ باز
در خزانہ بمہر تو و نشانہ تست	من آن نیم کہ دہم نقد دل بہر شوتے
کہ تو نے چو فلک رام تازیانہ تست	تو خود چہ لعتسی ای شہسوار شیرین کار
کہ شعر حافظ شیرین سخن ترانہ تست	سرود مجلس اکون فلک برقص آورد

شرح میں ہے این غزل در جدائی مرشدست میں کہتا ہوں کہ بعض اشعار کا محبوب حقیقی کے متعلق ہونا زیادہ نسب ہے و قلیل ماہو۔ رواق سقے کہ در مقدم خانہ سازند اور شرح میں ہے رواق منظر چشم مردمک دیدہ کذافی اصطلاح الشعراء اب معنی شعر اول کے ظاہر ہیں اور شعر ثانی میں خطاب محبوب حقیقی کو کہا جانا بہتر ہے کہ عارفین کا جاذب اسی کا کمال ہے گو یہ بھی احتمال ہے کہ مرشد کا مرجع العارفین و محبوب العارفین ہونا بیان کرتے ہوں اور زیر دام ودانہ ہونا کنایہ ہے مخفی ہونے سے معنی یہ ہوئے کہ آپ کے پاس عجب لطائف مخفیہ ہیں مراد ان لطائف سے وہی کمالات ہیں جو کہ جاذب عارفین ہیں اور شعر ثالث میں دعا دیتے ہیں کہ آپ کو خدا تعالیٰ ہمیشہ مشرف بوصول رکھے کہ عالم میں تمام تر آپ ہی کے ارشادات کے فیوض ہیں۔ شعر رابع میں درخواست سخنان لطف کی کہ تعلیم و تلقین بھی اس میں داخل ہے کرتے ہیں کہ یہ ہمارے امراض باطنی کا علاج ہے بعض امراض مثل حزن و وسوسہ کم تو جہی کا تو نفس خطاب اور بعض کا عمل بحسب تعلیم۔ اور شعر خامس میں کہتے ہیں کہ گویا ہر جسم کے

اعتبار سے میں آپ کی خدمت میں حاضر رہنے سے مقصر ہوں ( کیونکہ جدائی کی حالت میں لکھ رہے ہیں ) لیکن روح و قلب سے آپ ہی کے آستانہ پر پڑا ہوں اور یہ شعر محبوب حقیقی کے خطاب میں بھی ہو سکتا ہے اور معنی ظاہر ہیں کہ اس سے قرب و اتصال جسمانی نہیں ہے کیونکہ اتصال جسمانی موقوف ہے مصلین کی جسمیہ پروہو ممتنع۔ اور شعر سادس میں کہتے ہیں کہ میں تو کیا چیز ہوں آپ کی خفی تدبیروں اور خفی حکمتوں سے بڑے بڑے عاقل مدبر عاجز ہیں۔ شاید اس سے مقصود یہ ہو کہ اگر سالک کو کوئی امر ناگوار پیش آئے تو اس کو قرین حکمت سمجھے یا یہ مقصود ہو کہ اپنے تصرفات وغیرہ پر ناز نہ کرے شاید وہ استدراج نہ ہو یہ شعر محبوب حقیقی ہی کی شان میں ہو سکتا ہے۔ شعر سابع میں کہتے ہیں کہ میں محبوبان مجازی کے ساتھ دل کو وابستہ نہیں کرتا خزانہ قلب کے دروازہ پر آپ ہی کی مہر اور نشان لگ رہا ہے اس میں مذمت ہے تعلق محبوبان مجازی کی۔ شعر ثامن میں لعبت جو آیا ہے اس کے معنی ہیں کھلونا چونکہ عادتہ کھلونا خوبصورت اور خوبصورتی کی وجہ سے محبوب ہوتا ہے حاصل معنی اس کے محبوب ہوئے یعنی آپ کی محبوبیت اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ فلک اتنا بڑا جسم جس پر کسی کی قدرت نہیں چلتی آپ کے تحت القدرہ ہے اور اس کو محبوبیت کا اثر اس لئے کہنا صحیح ہے کہ قدرت ایک کمال عظیم ہے اور کمال سبب ہے محبوبیت حق تعالیٰ کا پس مسخر قدرت اور مسخر کمال اور مسخر محبوبیت سب کہنا صحیح ہے بالخصوص جب قالنا اتینا طائعین پر نظر کی جائے تو بلا واسطہ بھی مسخر محبوبیت کہنا بے غبار ہے کیونکہ طوع خود حاصل ہے محبت کا۔ یہ شعر محبوب حقیقی ہی کی شان میں ہو سکتا ہے اور شعر تاسع میں اپنے کلام کی کہ وصف معشوق میں ہے مدح کرتے ہیں کہ آپ کی مجلس میں جو سرود ہوتا ہے اس کا اثر فلک پر بھی ہوتا ہے یعنی جو شے کسی سے متاثر نہ ہو وہ بھی متاثر ہوتی ہے کیونکہ حافظ کا کلام آپ کے ترانہ مدح پر مشتمل ہے اور آپ کی مجلس میں اسی کا سرود ہوتا ہے اس میں بیان ہے تاثیر کلمات عشقیہ کا۔

## غزل

ساقی بیا کہ یار زرخ پردہ بر گرفت	کار چراغ خلوتیان باز در گرفت
آن شمع سرگرفتہ دگر چہرہ بر فروخت	وآن پیر سالخورده جوانی ز سر گرفت



حاشیہ میں ہے واین شعر در حال بسط بعد قبض گفتہ۔ پردہ مفعول بر گرفت و ضمیر فاعل راجع بسوی یار۔ کار چراغ الخ مراد رونق تازہ گرفت۔ شمع سر گرفتہ و پیر سال خوردہ کنایہ از دل کہ از افسردگی چون شمع کہ قریب مردن باشد نزدیک بود کہ سردر پردہ ظلمت کشد و پھچو پیر ضعیف شدہ بود پس از بسط مسرور شد۔ یا مراد از شمع سر گرفتہ واردات کہ مخفی و سردر گریبان شدہ بودند۔ یا معنی سر گرفتہ آنکہ گل او گرفتہ باشند کہ از ان پس روش می شود پس مراد برین تقدیر دل باشد و بس و اشارہ باین باشد کہ ہمین شان بسط بعد قبض می شود مایوس نباید بود واللہ اعلم۔

وان لطف کرد دوست کہ دشمن حذر گرفت

آن عشوہ داد عشق کہ مفتی زرہ برفت

مفتی سے مراد خواص منکرین اور دشمن سے مراد عوام منکرین یعنی عشق کے آثار ہم پر اس طرح وارد ہوئے کہ خواص مذکورین بھی متاثر ہو گئے اور عوام بھی دم بخود رہ گئے اس اثر کے دوام ترتب کا حکم نہیں کرتے بلکہ احیاناً ایسا بھی ہوتا ہے کہ مخالفین پر بھی اثر پڑنے لگتا ہے کما ذکر پہلے۔

گوئی کہ پستہ تو سخن در شکر گرفت

زنہار زین عبارت شیرین و دل فریب

یہ زنہار استعاذہ کے لئے نہیں بلکہ استعظام کے لئے ہے یعنی اللہ اکبر محبوب کا کلام کس درجہ شیرین ہے گویا اس کے پستہ وہن نے اپنے سخن کو شکر میں لپیٹ رکھا ہے۔ مقصود بیان کرنا ہے ایک کمال محبوب کا تا کہ غیر طالبین کو طلب اور طالبین کو زیادت قلب پیدا ہو۔

عیسے دے خدا بفرستاد و بر گرفت

بار غمے کہ خاطر ماختہ کردہ بود

بر گرفت یعنی دور کرد آن بار غم را۔ اس میں شکر یہ ہے مرشد کا کہ ان کی ہمت یا تلقین سے قبض رفع ہوا ہوگا۔

چون تو در آمدی پئے کار دگر گرفت

ہر سر و قد کہ بر مہ و خور حسن می فروخت

حسن می فروخت یعنی تفاخر می کرد۔ مطلب یہ ہے کہ جو اپنے کو ماہ و خور سے بھی زیادہ حسین سمجھتے تھے جب محبوب حقیقی کا حسن ظاہر ہو گیا وہ اور کام میں لگ گئے کنایہ اس سے ہے کہ دعویٰ چھوڑ دیا اور بہتر ہے کہ اور کام سے مراد عاشقی ہو یعنی وہ خود ہی عاشق ہو گئے پس در آمدی سے مراد در آمدی بردلہای ایشان اور اگر در آمدی کے معنی ہوں در آمدی بردلہای

طالبان تو معنی یہ ہوں گے کہ جن طالبین کے سامنے محبوبان مجازی دعویٰ کرتے تھے جب ان طالبین کے قلوب میں آپ کی معرفت ہو گئی اور ان سینوں نے اپنی بے قدری دیکھی اور امید التفات نہ رہی اپنے دوسرے کام میں لگ گئے۔

کو تہ نظر بہین کہ سخن مختصر گرفت

زین قصہ ہفت گنبد افلاک پر صداست

این قصہ سے مراد عشق ہے۔ مطلب یہ کہ عشق کا سب میں اثر ہے کوتاہ نظر اس کو صرف بعض آدمیوں ہی کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں اور ان کو ملامت کرتے ہیں۔ عشق سے مراد مطلق انجذاب الی اللہ خواہ مع الشعور ہو یا بلا شعور اور شعور کے ساتھ خواہ خود اس انجذاب کا ادراک ہو یا نہ ہو اور خواہ بلا واسطہ ہو یا بواسطہ جیسا اس کے قبل بھی بعض جگہ بیان کیا گیا ہے اس تقریر پر اس میں جواب ہو گا لائم کو اور ممکن ہے کہ فضیلت عشق کی بیان کرنا ہو۔

تعویذ کرد شعر ترا و بزر گرفت

حافظ تو این دعا ز کہ آموتی کہ یار

دعا سے مراد مطلق کلام کہ مشتمل ہے شاپر۔ تعویذ کرد یعنی اور امثل تعویذ شمار کرد یعنی گرامی داشت و بزر گرفت یعنی خرید چنانچہ تعویذ زامی خزند مراد آنکہ شعر اگرامی داشت و بر آن صلہ داد از لطف و کرم خویش۔ اور یار سے مراد اگر محبوب حقیقی ہے تو ز کہ میں کاف سے بھی وہی مراد ہے اور معنی یہ ہوں گے کہ جو چیز عند اللہ مکرم ہو اس کی تعلیم کرنے والا اور کون ہو گا تو نے بھی سوا ان کے کس سے سیکھا ہے یعنی ان ہی سے سیکھا ہے پس مقصود یہ ہو گا کہ جو عمل مبرور صادر ہو جائے وہ ان ہی کا احسان ہے مغرور نہ ہو۔ اور اگریار سے مراد مرشد ہو تو کاف میں دو احتمال ہیں ایک تو وہی جو مذکور ہو پس مقصود یہ ہو گا کہ مرشد کی عنایت بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ کاف سے مراد بھی مرشد ہو اور آموختن ظاہری ہو یعنی یہ ان ہی کی تعلیم و تلقین کا فیض ہے اور آموختن کے اس معنی پر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یار سے مراد محبوب حقیقی ہو اور کاف سے مراد مرشد۔

## غزل

فراق یار نہ آن میکند کہ بتوان گفت

شنیدہ ام سخن خوش کہ پیر کنعان گفت

حدیث ہول قیامت کہ گفت واعظ شہر	کنایتے ست کہ از روزگار بجران گفت
نشان یار سفر کردہ از کہ پرسم باز	کہ ہرچہ گفت برید صبا پریشان گفت
فغان کہ آن مد نامہربان دشمن دوست	بترک صحبت یاران خود چہ آسان گفت
غم کہن بمئی سالخورده دفع کدید	کہ تخم خوشدلی این ست پیردہقان گفت
من و مقام رضا بعد ازین و شکر رقیب	کہ دل بدرد تو خو کرد و ترک درمان گفت
گرہ بباؤ مزین گرچہ بر مراد وزد	کہ این سخن بمثل باد با سلیمان گفت
مزن بچون و چہ آدم کہ بندہ مقبل	قبول کرد سخن ہر سخن کہ جانان گفت
بعشوہ کہ سپہرت دہدزراہ مرد	ترا کہ گفت کہ این زال ترک دستان گفت
بیار بادہ بخور زانکہ پیر میکدہ دوش	بے حدیث غفور و رحیم و رحمان گفت
کہ گفت حافظ از اندیشہ تو آمد باز	من این نلفتہ ام آنکس کہ گفت بہتان گفت

یہ غزل حالت قبض پر منطبق ہوتی ہے۔ پیر کنعان یعقوب علیہ السلام اور ہول قیامت روزگار بجران سے کنایہ اور شعبہ ہونا اس لئے صحیح ہے کہ حقیقت عذاب کی بعد عن الحق ہے اور سب انواع عذاب کے اس کے آثار و طرق ہیں۔ اور سفر کردہ کے معنی ہیں در حجاب شدہ مجازاً کیونکہ سفر سبب ہے حجاب کا۔ اور برید صبا سے مراد ہیں شیوخ غیر محققین جو قبض کی حکمتیں نہیں جانتے اور طرح طرح سے اس کے ازالہ ہی کی تدبیریں کرتے ہیں اور بعض اوقات وہ تدبیریں سب ناکافی ہوتی ہیں کیونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ کو قبض ہی سے تربیت مقصود ہوتی ہے مطلب یہ ہوا کہ اس استتار کے متعلق کس سے تحقیق کروں کہ ان غیر محققین سے تو کوئی بات جمعیت بخش نہیں ملی پریشان اسی کو کہا (برید بمعنی قاصد) اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ غیر محقق سے احوال باطنی میں رجوع نہ کرے اور نامہربان کا ترجمہ ہے قاہر کہ قہر ضد مہرست اور نعوذ باللہ مطلق مہر کی نفی مقصود نہیں بلکہ خاص اسی معاملہ میں جس میں قہر ہوا ہے ظاہر ہے کہ مہر نہیں ہوا اور یہ باعتبار صورت کے ہے ورنہ قبض بھی عین مہر ہے البتہ

وہ لطف بصورت قہر ہے تنگدلی میں صرف قہر کے پہلو پر نظر پڑتی ہے اور چونکہ محبین کے ساتھ انواع معاملات ابتلاء کے پیش آتے ہیں اور ابتلاء صورتہ خلاف محبت ہے اس لئے دشمن دوست باضافت کہہ دیا یعنی کیسی آسانی سے اپنے محبین سے فراق اختیار کر لیا اور آسان ہونا اس کا ترجمہ ہے وکان ذلک علی اللہ یسیراً آگے ایک تعلیم محققین کی حالت قبض کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ ان غموں کا اصل علاج عشق ہے یعنی عشق و محبت ہی کو مقصود سمجھو دوسرے ثمرات سے کہ واردات بھی اس میں داخل ہیں قطع نظر کرو اور وہ حاصل ہی ہے پس اگر دوسرے ثمرات نہیں ہیں نہ سہی قال الرومی۔

روز ہا گر رفت گور و باک نیست	تو یمان ای آنکہ چون تو پاک نیست
------------------------------	---------------------------------

بس اس سے پوری تسلی ہو جاتی ہے گو قبض رفع نہ ہو اسی تسلی کو خوشدلی کہا گیا اور شیخ محقق کو پیردہقان کہا گیا اور می سا لخوردہ چونکہ قوی ہوتی ہے مراد اس سے عشق کامل ہے جس کے آثار میں سے ہے خواہشوں کا فنا ہو جانا آگے بھی گویا اسی مضمون کا اعادہ بعنوان دیگر ہے کہ آئندہ سے میں رضا اختیار کروں گا اور رقیب سے مراد وہی غیر محققین کہ وہ طالب بھی ہیں مگر دوسرے طالب کے لئے موصل الی الحبیب نہیں بلکہ تعلیم ناقص سے طالب کے پریشان کرنے والے ہیں اور یہی شان ہوتی ہے رقیب کی انکا شکر اس لئے ادا کرتے ہیں کہ ان کی تعلیم کے ناکافی ہونے کا تجربہ ہو کر دل یکسو ہو گیا اور تزاہد غموم سے کہ ایک غم قبض کا تھا دوسرا تدبیرات کے غیر مفید ہونے کا اور بھی دل کو عادت پڑ گئی اور اخیر میں علاج چھوڑ دیا کہ حقیقت میں یہی علاج تھا اس لئے رقیب کا بھی شکر ادا کرتے ہیں کہ اس کے حصول میں اس کو بھی من وجہ دخل ہے آگے بسط پر مغرور نہ ہونے کو فرماتے ہیں (گرہ ببادزدن تکیہ و اعتماد بر کار بے بقا کردن کذافی الغیاث) آگے مضمون رضا کا اعادہ ہے اور حالانکہ ظاہر اتمام مقام رضا علی الفعل کا ہے مگر سخن اس لئے کہا کہ کلام خداوندی میں رضا علی الفعل کا امر ہے تو اس کو قبول کرنے سے رضا علی الفعل حاصل ہوگی اور یا جانان سے مراد مرشد یعنی مرشد نے جو یہ علاج بتایا ہے گو تمہاری سمجھ میں نہ آئے مگر مان لینا کہ یہ اطاعت نافع ہوگی اور آگے بھی امر ہے

ترک غرور علی البسط کا اور یہ کہ اسکی کیا دلیل ہے کہ یہ زائل نہ ہوگا اسی کو داستان کہا گیا اور سپہر بمعنی زمان کی طرف نسبت اسناد مجازی الی الزمان ہے پس اس کا فاعل ہونا لازم نہیں آتا اور زال باعتبار کہ نہ ہونے کے کہا اور داستان چونکہ لقب زال پدر رستم کا بھی ہے اس لئے اس کی لطافت شاعری ظاہر ہے اور چونکہ اوپر عشق کو علاج بتایا ہے اور اس میں بعضے ناواقف بوجہ اس کے بعض آثار کے شبہ غیر مشروع ہونے کا ڈال دیتے ہیں اور یہ شبہ مانع ہوتا ہے اس کے اختیار کرنے سے اس لئے اس وسوسہ کو دفع کرتے ہیں اور علی سبیل التذلل کہتے ہیں کہ اگر فرضاً ایسا ہو بھی تو نصوص رحمت و مغفرت کے یاد کرو۔ آگے مقطع میں یہ بتلانا ہے کہ قبض وغیرہ کیسے ہی شدائد پیش آئیں محبوب حقیقی یا مرشد سے تعلق قطع نہ کرنا چاہئے ثبات چاہئے۔

## غزل

اس میں بیان ہے بعض آثار عشق کا تا کہ عشاق اس کے لئے تیار رہیں اور گھبرائیں نہیں۔

مدام مست میدارد نسیم جعد گیسویت	خرابم میکند ہر دم فریب چشم جادویت
---------------------------------	-----------------------------------

اس میں بیان ہے فریفتگی عاشق کا علی الدوام جو کہ اثر ہے عشق کا۔

پس از چندین شکیبائی شے یارب تو ان دیدن	کہ شمع دیدہ افروزیم در محراب ابرویت
--	-------------------------------------

توان دیدن مقصود استفہام ست۔ افروزیم صیغہ جمع متکلم۔ اس میں طلب ہے تجلی کی یا قرب کی اول امر طبعی ہے دوسرا امر عقلی اول تقدیر پر شکیبائی سے مراد قبض ہے اور تقدیر ثانی پر مجاہدہ و مشاق اور اظہار شکیبائی سے دعویٰ مقصود نہیں بلکہ استمالت۔

سواد لوح بینش را عزیز از بہر آن دارم	کہ جان رانسخہ باشد ز نقش خال ہندویت
--------------------------------------	-------------------------------------

لوح بینش مردک چشم کذافی الشرح۔ نسخہ صحیفہ ہندو سیاہ۔ ترجمہ لفظی یہ ہے کہ میں پتلی کی سیاہی کو اس لئے محبوب رکھتا ہوں کہ محبوب کے خال سیاہ کا وہ میری ذات کے لئے ایک نمونہ اور دفتر مطالعہ ہے یعنی پتلی چونکہ مشابہ خال محبوب کے ہے اس لئے اس کو عزیز سمجھتا ہوں اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ ایک اثر عشق کا یہ بھی ہے کہ محبوب سے جن چیزوں کو تعلق ہے ان سے بھی محبت رکھے فی الحدیث اللہم ارزقنی حبک وحب من

یحبک وحب عمل یقر بنی الی حبک و مثل ذلک

تو گر خواہی کہ جاوید آنجہان یکسر بیار آئی	صبارا گو کہ بردار دزمانے برقع از رویت
---	---------------------------------------

مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ محبوب کے جمال و کمال کا انکشاف قلوب کی عمارت و نورانیت ہے پس یہ نور بھی اثر عشق کا ہوا کیونکہ اس کا سبب کہ انکشاف ہے خود مسبب ہے محبت سے اور آنجہان سے مراد یا تو عالم البصار ہے جو اوپر کے شعر میں مذکور ہے یعنی اگر خواہی کہ دید ہارا ہمیشہ بانورداری پس پیش دید ہا متجلی بباش۔ اور اگر اس شعر کا ماقبل سے اتصال ملحوظ نہ رکھا جائے تو آنجہان سے مراد ہر وہ مقام ہوگا جہاں تجلی ہو یعنی جس مقام کو منور کرنا ہو اسی مقام میں تجلی فرمائیے پس آن کا مشار الیہ مصرعہ ثانیہ سے مفہوم ہوگا

وگر رسم فنا خواہی کہ از عالم براندازی	بیفشان زلف تار یزد ہزاران جان زہر مویت
---------------------------------------	--

اس میں اس کا بیان ہے کہ تعلق مع اللہ سے حیات جاوید حاصل ہوتی ہے۔ ہرگز نمیرد آنکہ الخ اور حیات سے مراد حیات لذیذہ ہے فلا یرد حیوۃ اہل النار اور یہ حیات بھی اثر عشق کا ہے۔

من وباد صبا مسکین و سرگردان و بے حاصل	من از آفسون پشمت مست و اواز بوی گیسویت
---------------------------------------	--

اس میں بیان ہے عموم آثار عشق کا کہ میری طرح اور بھی عشاق ان آثار سے متاثر ہیں۔

من از لطف صبا دارم سپاس نکہت جانان	وگر نہ کے گذر بودے سحر گاہان ازین سویت
------------------------------------	--

یعنی نکہت جانان جو مجھ تک پہنچ گئی جس کا میں شکر گزار ہوں سو یہ بدولت لطف صبا کے ہے ورنہ محبوب کا ادھر کا ہے کو گزر ہوتا کہ میں بلا واسطہ اس نکہت سے کامیاب ہوگا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ مرشد کا شکر گزار ہونا ضروری ہے کہ اس کی بدولت معرفت میسر ہوئی ورنہ بلا واسطہ ہادی کے کسی کو یہ دولت نصیب نہیں ہوتی خواہ وہ ہادی نبی ہو یا ولی یا الہام ملک جس کے پاس نبی وغیرہ نہ پہنچیں اور احیاناً وہ مشرف ہو جائے وقد ذم اللہ تعالیٰ قوما ارادا والوصول بلا واسطہ فقال وقال الذین لا یعلمون لولا ینکلمنا اللہ الخ پس نکہت جانان مشکور علیہ ہے مشکور نہیں بلکہ مشکور باد صبا ہے اور یہ بھی ایک اثر ہے محبت کا کہ واسطہ وصول کی شکر گزاری کرے۔

سواد دیدہ ہر وقتی بخون دل ہی دیدم	عزیزش دارم این ساعت بیاد خال ہندویت
-----------------------------------	-------------------------------------

بخون دل ہی دیدم یعنی دشمن میداشتم کذافی الحاشیہ۔ یہ شعر ہم معنی ہے اس غزل کے شعر ثالث سواد لوح الخ کا جس کی شرح گزر چکی ہے۔

زہے ہمت کہ حافظ رست از دنیا و از عقبی	نیاید ہیچ در چشمش بجز خاک سر کویت
---------------------------------------	-----------------------------------

اس میں بیان ہے عشق کے اس اثر کا کہ دنیا متروک اور عقبی غیر ملتفت الیہ بالذات ہو جاتی ہے۔

## غزل

مردم دیدہ ماجز برخت ناظر نیست	دل سرکشہ ما غیر ترا اذا کر نیست
-------------------------------	---------------------------------

اس میں بضمن حکایت اشارہٴ تعلیم ہے طالب کو کہ بجز مطلوب حقیقی کے کسی طرف التفات نہ کرے۔

اشکم احرام طواف حرمت می بندد	گر چہ از خون دل ریش می طاہر نیست
------------------------------	----------------------------------

اس میں تعلیم ہے کہ ہجر و پریشانی میں بھی طلب سے تقاعد نہ کرے اور پریشانی کو مانع نہ بنائے جیسے معذور کو حکم ہے کہ گودم سے طہارت نہ ہو مگر اس کو مانع نہ سمجھے جیسے بعض لوگ ایسے احوال یعنی ہجر و معذوری میں معطل ہو جاتے ہیں۔

بستہٴ دام قفس باد چو مرغ وحشی	طائر سدرہ اگر در طلبت سائر نیست
-------------------------------	---------------------------------

بستہٴ دام باد و عامی ہلاکت ست۔ و طائر سدرہ جبریل مراد سالک۔ و سائر رونندہ مراد ساعی و مجاہد۔ اس میں تعلیم ہے مجاہدہ و تحمل مشاق کی سلوک میں اور تہدید ہے استحقاق ہلاکت سے اس کے خلاف میں و ہذا کقول الرومی ع ہر کہ این آتش ندارد نیست باد۔

عاشق مفلس اگر قلب دلش کرد نثار	ملکش عیب کہ بر نقد روان فادر نیست
--------------------------------	-----------------------------------

اس میں تعلیم ہے کہ عبادات کے کمال پر قادر ہونے کا انتظار نہ کرے جیسے بھی ہو جائے ترک نہ کرے وہی مفتاح مقصود ہو جاتی ہے اور کمال عبادت بھی تدریجاً اسی سے میسر ہو جاتا ہے بہت لوگ اس انتظار میں عمر بھر بطالت میں گرفتار رہے ہیں۔

عاقبت دست بر آن سرو بلندش برسد	ہر کردار طلبش ہمت او قاصر نیست
--------------------------------	--------------------------------

اس میں تعلیم ہے طلب میں عالی ہمتی کی اور بشارت ہے وصول الی المقصود کی اس کے ذریعہ سے۔

از روان بخشی عیسیٰ نزنم پیش تو دم	زانکہ در روح فزائی چو دست قادر نیست
-----------------------------------	-------------------------------------

اگر اس میں خطاب محبوب حقیقی کو ہو تو معنی بے تکلف ہیں اور اس میں اس مسئلہ کا بیان ہو جائے گا کہ کمالات ممکن کمال واجب کے سامنے لاشی محض ہیں اور فائدہ اس کی تصریح سے یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن و واجب میں تباہی کا اعتقاد واجب ہے۔ اور حلول و اتحاد کا اعتقاد باطل۔ اور اگر خطاب مرشد کو ہو تو عیسیٰ سے مراد مجازاً دوسرے شیوخ جو مدعی احیاء قلوب کے ہیں ان کے زعم کے اعتبار سے ان کو عیسیٰ کہہ دیا پس تعلیم اس کی ہوگی کہ اپنے شیخ کو سب شیوخ سے افضل یعنی نافعیت میں اکمل سمجھے جیسا کہ در روح فزائی کی قید اس کا قرینہ بھی ہو سکتا ہے یعنی تربیت باطنی میں آپ کے برابر نہیں۔ اور مجاز پر محمول کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اعتقاد تفضیل ولی کا نبی پر کفر ہے۔

منکہ از آتش سودای تو آ ہے نہ زنم	کے تو ان گفت کہ برداغ دلم صابر نیست
----------------------------------	-------------------------------------

دلم مبتدا و صابر خبر و دماغ بلا اضافت ست۔ اس میں تعلیم ہے تحمل و صبر کی اور یہ کہ زیادہ کمال ضبط ہی میں ہے کہ اس میں باطن کی بھی زیادہ ترقی ہے اور ابعدا عن الریاء بھی ہے کہ عوام اکثر اہل شورش کو زیادہ کامل سمجھتے ہیں اور جو قادر ہی نہ رہے وہ مستثنیٰ ہے۔ اور بعض نسخوں میں آ ہے بزعم مطلب یہ ہو جائے گا کہ میں جو کبھی کبھی ایک آدھ آہ کر دیتا ہوں تو مجھ کو غیر صابر نہ سمجھا جائے مگر جب طاقت ہی ضبط کی طاق ہو جائے تو مجبوری ہے ورنہ باختیار آہ نہیں کرتا۔ قال الشیخ۔ تسلیم سر در گریبان برند + چو طاقت نما ند گریبان درند +

روز اول کہ سر زلف تو دیدم گفتم	کہ پریشانی این سلسلہ را آخرت نیست
--------------------------------	-----------------------------------

روز اول سے مراد جس روز متکلم کو انکشاف آثار عشق کا ہوا ہے یعنی میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ اس کے آثار لاتقف عند حد ہیں۔ اس میں تعلیم ہے کہ عشاق کو ہمیشہ ان آثار کے لئے آمادہ رہنا چاہئے۔



سر پیوند تو تنہا نہ دل حافظ راست	کیست آنکس سر پیوند تو در خاطر نیست
----------------------------------	------------------------------------

پیوند وصل مطلب یہ کہ آپ کے بہت عشاق ہیں اس میں تعلیم ہو سکتی ہے اس کی کہ کوئی اپنے عشق و محبت پر ناز نہ کرے یہاں ایسے ایسے بے انتہا ہیں۔

## غزل

یہ غزل مرشد کے فراق میں ہو سکتی ہے اور اس میں اشارہ اس تعلیم کی طرف ہو سکتا ہے کہ مرشد سے کمال محبت شرط نفع ہے طبعی ہو یا عقلی۔

بے مہر رخت روز مرانور نما نہ است	وز عمر مرا جز شب دیگور نما نہ است
ہنگام وداع تو ز بس گریہ کہ کردم	دور از رخ تو چشم مرانور نما نہ است

دور از رخ تو ترکیب میں حال ہے جس میں کردم عامل ہے اور ضمیر متکلم کی ذوالحال۔ اور ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ جملہ دعا ہو مطلب یہ کہ میں جو کہہ رہا ہوں چشم مرا نور نما نہ است اور ایک معنی کرای محبوب تم بھی میری چشم ہو تو خدا نہ کرے تمہاری نسبت نہیں کہتا اس بے نوری کو خدا تمہاری ذات سے دور رکھے۔

من بعد چہ سودا رقدے رنجہ کند دوست	کز جان رفقے در تن رنجور نما نہ است
-----------------------------------	------------------------------------

چہ سود کی وجہ ظاہر ہے کہ تربیت باطن کی بعد مرگ نہیں ہوتی لہذا انقطاع العمل۔

می رفت خیال تو ز چشم من وی گفت	ہیہات ازین گوشہ کہ معمور نما نہ است
--------------------------------	-------------------------------------

خیال سے مراد عکس مرئی کا جو پتلی میں پڑتا ہے اور ظاہر ہے کہ اسکے لئے محاذ اذہ شرط ہے جب محبوب محبوب ہو گیا تو وہ عکس بھی زائل ہو گیا پس کہتے ہیں کہ وہ خیال بھی میرے گوشہ چشم کے غیر معمور رہنے پر افسوس کرتا تھا مقصود اس ادعا سے مبالغہ ہے اپنی خرابی حالت کے بیان میں۔

نزدیک شد آن دم کہ رقیبان تو گویند	دور از درت آن حسہ رنجور نما نہ است
-----------------------------------	------------------------------------

دور از درت حال ہے یعنی بہت جلد میرے مرنے کی خبر سن لو گے اور رقیبان کی اضافت ضمیر مخاطب کی طرف ادنی ملا بستہ سے ہے یعنی رقیبان من کہ در عشق تو شریک من

اند۔ یا بالمعنی اللغوی اضافت مفعول کی طرف بھی ہو سکتی ہے بعض نگہبانان تو ومانعان تو از ملاقات دیگر عشاق۔

وصل تو اجل را از سرم دور ہمین داشت	از دولت ہجر تو کون دور نمانده است
------------------------------------	-----------------------------------

حرف از در مصرعہ ثانیہ برای سببیت است یعنی بسبب ہجران۔ اور دولت اس لئے کہا کہ ہرچہ از دوست میرسد نیکوست یا دولت لغتاً بمعنی نوبت ہے یعنی پہلے تو وصل کی نوبت تھی اب ہجر کی جو نوبت آئی تو اس کا یہ اثر ہوا جو شعر میں مذکور ہے۔

صبرست مرا چارہ ز ہجران تو لیکن	چون صبر توان کرد کہ مقدور نمانده است
--------------------------------	--------------------------------------

یعنی اصل میں تو ہجر کا علاج صبر ہی ہے مگر صبر کیونکر کیا جائے کہ خارج از قدرت ہو گیا ہے۔

در ہجر تو گر چشم مرا آب نمانده	گو خون جگر ریز کہ معذور نمانده است
--------------------------------	------------------------------------

یعنی گو پانی تو آنکھوں کا سب خراج ہو چکا لیکن اس سے کہنے کہ خون جگر بہا کہ وہ اس سے بھی عذر نہ کرے گا۔ یعنی بعد ایشکباری کے خون باری کے لئے تیار ہے۔

حافظ زغم از گریہ نپرداخت مخندہ	ماتم زدہ راداعیہ سور نمانده است
--------------------------------	---------------------------------

داعیہ خواہش و سور جشن و شادی عروسی کنایہ از مسرت۔ اس میں بیان ہے بالکلیہ زوال سرور کا اور علی الدوام شغل گریہ کا۔ اور مصرعہ ثانیہ بطور مثال کے ہے۔

## غزل

مدتے شد کاش سودای او در جان ماست	دین تمنائین کہ دائم در دل ویران ماست
----------------------------------	--------------------------------------

در مصرعہ ثانیہ ضمیر در رابطہ بسوی تمنا و جملہ دائم الخ صفت تمنا۔ بیان کرتے ہیں اپنے عشق اور تمنائے وصال کا کہ آثار عشق سے ہے۔

مردم چشمم بخوناب جگر غرق اندازانکہ	پشمہ مہر رخس در سینہ نالاں ماست
------------------------------------	---------------------------------

یعنی چونکہ اس کا آفتاب رخ میرے سینہ میں ہے اس کے اثر سے میری پتلی خون جگر میں غرق ہے۔ اس میں بیان کرنا ہے اپنی یاد اور گریہ کا۔

آب حیوان قطرہ از لعل ہچون شکرش	قرص جوزکے زروی آن مہ تابان ماست
--------------------------------	---------------------------------

یعنی آب حیات اس کے لب سے اور قرص جوز اس کے رخ سے کتر ہے۔ اس میں بیان ہے محبوب حقیقی کے حسن کے سامنے محبوبان مجازی کے حسن کے کم ہونے کا۔

تا فخت فیہ من روحی شنیدم شد یقین	برمن این بمعنی کہ مازان ویم وی زان ماست
----------------------------------	---

یقین بمعنی متیقن و این معنی اسم شد و یقین خبر شد۔ یعنی اس آیت میں جو اضافہ تشریحیہ ہے اس سے اختصاص آدم علیہ السلام کا حق تعالیٰ کے ساتھ اور ان کے واسطہ سے بنی آدم کا معلوم ہو گیا خصوص جبکہ مطلق انسان کے لئے بھی قرآن میں اسی قسم کی اضافہ آئی ہے۔ ثم سواہ و نفع فیہ من روحہ اور ظاہر ہے کہ اختصاص نسبت فی الجائین ہے اس لئے مازان ویم وے زان ماست ثابت ہو گیا۔ مقصود یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انسان کو بد و خلقت میں شرف و اختصاص اپنی ذات پاک کے ساتھ بخشا ہے اگر کوئی ضائع نہ کرے وہ باقی رہتا ہے ورنہ ضعیف یا زائل ہو جاتا ہے پس اس میں تعلیم ہے اس کو تصبیح سے محفوظ رکھنے کی اور تصبیح ہوتی ہے غفلت و معصیت سے پس مقصود ان سے نہیں کرنا ہے۔

ہرد لے را اطلاع نیست بر اسرار غیب	محرم این سر معنی دار علوی جان ماست
-----------------------------------	------------------------------------

غیب سے مراد عشق کہ اکثروں سے اس کے اسرار و آثار مخفی ہیں اور معنی دار صفت اول سر کی اور علوی صفت ثانیہ اس کی یعنی یہ جو راز با معنی عالیشان ہے اس سے ہم ہی واقف ہیں شاید مقصود اس سے یہ ہو کہ ناواقفوں کو واقفوں سے دعویٰ ہمسری نہ چاہئے جیسا ہمسری با انبیاء برداشت مند + اولیاء ہچو خود پنداشت مند + بلکہ ان سے بہ نیاز و اقتباس فیوض پیش آنا چاہئے۔

چند گوئی ای مذکر شرح دین خاموش باش	دین مادر ہرد و عالم صحبت جانان ماست
------------------------------------	-------------------------------------

یہ مطلب نہیں کہ دین کی شرح سننا نہیں چاہتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تو دین حقیقی کی شرح جانتا نہیں پھر بیان کرنے سے کیا فائدہ تو صرف صورت دین کو جانتا ہے جس میں اعمال بے خلوص و بے معیت حق ہوں ہمارے نزدیک تو دین حقیقی کی روح معیت حق ہے جس سے تو تعرض ہی نہیں کرتا پس اعمال کی نفی بھی نہ ہوئی بلکہ تعلیم ہے خلوص کی کہ شرائط سلوک سے ہے۔

حافظا تا روز آخر شکر این نعمت گذار	کان صنم از روز اول داروی درمان ماست
------------------------------------	-------------------------------------

روز آخر روز مرگ۔ از روز اول یعنی از ابتداء وجود ما۔ مطلب یہ کہ ہمیشہ سے ہم پر فضل رہا ہے۔ اس میں تعلیم ہے شکر کی کہ واجبات سلوک سے ہے۔

## غزل

امروز شاہ انجمن دلبران یکی ست	دلبر اگر ہزار بود دل بر آن یکے ست
من بہر آن یکے دل و دین دادہ ام بباد	عیبم مکن کہ حاصل ہر دو جہان یکے ست
سودایان عالم پندار را بگوے	سرمایہ گم کنید کہ سود و زیان یکے ست
خلقے زبان بدعوی عشقش کشادہ اند	ای من غلام آنکہ دلش بازبان یکے ست
حافظ بر آستانہ دولت نہادہ سر	دولت دران سرست کہ با آستان یکے ست

اس غزل میں تعلیم ہے اخلاص کی کہ توحید حقیقی ہے۔ یعنی کوئی محبوب مطلوب نہیں سلطان محبوبین ایک ہی ہے اور گونا گویاں بہت سے محبوب ہیں مگر دل ایک ہی پر ہے (پس بر حرف جار اور آن اسم اشارہ ہے اس میں ارشاد ہے کہ التفات ذات واحد ہی کی طرف چاہئے اور دین کے برباد کرنے کے دو معنی ہو سکتے ہیں یا تو زہد ریائی کہ اخلاص سے ریا مرتفع ہو ہی جائے گا اور یا دین بمعنی ایمان مراد ہے تصدیق و علم کا اور بعض احوال عشقیہ میں علم و شعور بھی مضحک ہو جاتا ہے اور حاصل ہر دو جہان کے معنی یہ ہیں کہ چیزیکہ درد و جہان حاصل کردنی ست اور یکے سے مراد وہی جو آن یکے میں مراد ہے اور سودا بمعنی خیال یعنی جن لوگوں نے طاعات سے طرح طرح کے خیال مال و جاہ وغیرہ کے پکار رکھے ہیں ان سے کہہ دیا جائے کہ اس سرمایہ مال و جاہ کو دل سے گم کرو کہ ان کا حصول کہ سود ہے اور عدم حصول کہ زیان ہے سب برابر ہے یعنی طاعت سے اور ہی مقصود ہے خواہ یہ امور ہوں یا نہ ہوں اور نرے دعوے محبت سے کیا ہوتا ہے قلب و لسان میں مواظاۃ ضروری ہے یعنی جس طرح زبان سے اقرار ہے خلوص کا اسی طرح قلب میں بھی خلوص ہونا چاہئے اور حافظ نے تو روی اخلاص

آستانہ پر رکھ چھوڑا ہے وہی شخص بادولت ہے جو اس آستانہ پر سر کوفدا کر دے یعنی دوسرے کی طرف توجہ نہ کرے اور یہ بدون اخلاص کے ہوتا نہیں یعنی اخلاص اختیار کرے۔

## غزل

المنۃ للذک کہ درمیکدہ بازست	زان رو کہ مرا بردر اور وی نیازست
خمہما ہمہ درجوش و خروش اندز مستی	وان می کہ در آنجاست حقیقت نہ مجازست

یعنی چونکہ میں اس درگاہ میں عجز و زاری رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ دروازہ فیوض مفتوح ہے اور فیوض کا ورود ہے (اس میں اشارہ دو امر کی طرف ہو گیا ایک یہ کہ توجہ رحمت الہیہ کے لئے عادۃ توجہ عبد کی شرط ہے قال تعالیٰ انلزمکموها وانتم لها کارہون۔ وقال علیہ السلام ان اللہ لایستجیب الدعاء من قلب لاہ۔ دوسرا امر یہ کہ پھر بھی حق تعالیٰ ہی کا احسان ہے کیونکہ ہمارا عمل ناقص ان کی رحمت کاملہ کے متوجہ ہونے میں موثر نہیں ہو سکتا) اور چونکہ رحمت الہیہ متوجہ ہے اس لئے قاسمان فیوض (کہ ملائکہ ہیں یا مرشدین) سب جوش میں ہیں (چنانچہ طالب صادق کو نفع پہنچانے کے لئے سب مستعد ہوتے ہیں ملائکہ عقلاً اور بشرطاً بھی) اور جو شراب وہاں ہے وہ حقیقت ہے مجاز نہیں یعنی اس کا اثر دائمی ہے عارضی نہیں مثل خمر ظاہری کے کہ تاثیر اس کی عارضی ہے

۔ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق + ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

اس مدح میں ترغیب ہے اس کے تحصیل کی۔

اروی ہمہ مستی و غرورست و تکبر	وزما ہمہ بیچارگی و عجز و نیازست
-------------------------------	---------------------------------

مستی وغیرہ سے مراد استغناء بمعنی عدم احتیاج۔ نہ بمعنی بے توجہی و تقابلش بعجز و نیاز ہم قرینہ برآنست مطلب یہ کہ اس کو ہم سے حاجت نہیں ہم کو اس سے حاجت ہے۔ اس میں عقیدہ کی بھی تصحیح ہے اور اس کی بھی تعلیم ہے کہ محتاج کو طلب میں کمی نہ چاہئے۔

شرح شکن زلف خم اندر خم جانان	کو تہ نتوان کرد کہ این قصہ درازست
------------------------------	-----------------------------------

شرح مضاف مضاف بہ شکن و او مضاف بزلف و او مضاف بجنان و خم اندر خم صفت زلف و مجموعہ مفعول نتوان کرد۔ مراد اس سے یا تو محبوب کے کمالات ہیں کہ غیر متناہی بالفعل ہیں اور یا آثار عشق کے ہیں کہ لاتقف عند حد ہیں پس یا مدح محبوب کی مقصود ہے اور یا مدح محبت کی۔

باردل مجنون و خم طرہ لیلی ست	رخسارہ محمود و کف پای ایاز ست
------------------------------	-------------------------------

بار بمعنی دخل یا بارگاہ۔ مطلب یہ کہ دل مجنون کا مرجع خم زلف لیلی ہے اسی طرح رخسارہ محمود کا قرار گاہ کف پائے ایاز ہے۔ اس میں تعلیم ہے کہ محبت کو غیر محبوب کی طرف التفات نہ چاہئے اور نیز محبوب کے ساتھ عجز و نیاز سے پیش آنا چاہئے۔

بر دوختہ ام دیدہ چو بازار ہمہ عالم	تادیدہ من بر رخ زیبای تو باز ست
------------------------------------	---------------------------------

اس کا بھی حاصل وہی ترک التفات الی ماسوی محبوب ہے اور تشبیہ باز سے اس لئے دی کہ اسکی آنکھیں باندھے رکھتے ہیں شکار کے وقت کھول دیتے ہیں۔

رازیکہ بر خلق نہفتیم و نکتیم	بادوست بگوئیم کہ او محرم راز ست
------------------------------	---------------------------------

تعلیم اس کی ہے کہ اپنے حالات باطنی ہر کس و ناکس سے نہ کہے صرف اپنے شیخ یا اس کے مثل کوئی مرئی ہو اس ہی سے کہے۔

در کعبہ کوی تو ہر آنکس کہ در آید	باقبلہ ابروی تو در عین نماز ست
----------------------------------	--------------------------------

اس میں نماز کی روح کا بیان ہے صورت نماز کی نفی نہیں۔ ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص آپ کے کعبہ محبت میں پہنچ گیا وہ آپ کے قبلہ ابروی کی طرف متوجہ ہو جانے سے عین نماز کے اندر داخل سمجھا جائے گا۔ یعنی روح نماز یہ ہے کہ محبت کے ساتھ متوجہ الی الحق ہو جائے اگر یہ نہیں ہے تو صورت نماز جسد بے معنی ہے پس اس میں تعلیم ہے تکمیل صلوٰۃ کی نہ کہ اکتفاء معنی محض پر کہ صورت کا مفروض ہونا خود منصوص ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس معنی کے صحیح و معتبر ہونے کی شرط یہی صورت ہے و اذافات الشرطیات المشروط۔

ای مجلسان سوز دل حافظ مسکین	از شمع پر سید کہ در سوز و گداز ست
-----------------------------	-----------------------------------

اس میں بیان اپنے سوز و گداز کا بھی ہے اور یہ بھی ارشاد ہے کہ عاشق کے حال کے

ادراک کے لئے عاشقی ہی شرط ہے پس مبادرت الی الا انکار خوب نہیں ہے۔

## غزل

میر من خوش میروی کاند سر اپا میر مت	ترک من خوش میخرامی پیش بالا میر مت
گفتہ بودی کے بیری پیشم این تعجیل چست	خوش تقاضا میکنی پیش تقاضا میر مت
عاشق مہجور مخمورم بت ساقی کجاست	گو خرامان شو کہ پیش قدر عنا میر مت
ایکہ عمری شد کہ تا بیمارم از مژگان تو	تو نگاہے کن کہ پیش چشم شہلا میر مت
گفتہ لعل منت ہم درد بخشد ہم شفا	گاہ پیش درد گہ پیش مداوا میر مت
خوش خرامان میروی چشم بد از روی تو دور	دارم اندر سر خیال آنکہ در پا میر مت
گر چہ جای حافظ اندر خلوت وصل تو نیست	ای ہمہ جای تو خوش پیش تو ہر جا میر مت

میر من یعنی ای امیر و سردار من پیشم متعلق بیری۔ این تعجیل جواب ست از عاشق شہلا نوعی ست از نرگس کہ در گل آن بجای زردی سیاہی می باشد مشابہ چشم انسان و شہلا بمعنی چشم سیاہ کہ مائل بسرخی باشد۔ گفتہ صیغہ مخاطب اس تمام غزل میں اپنی جانبازی کا بیان ہے ہر حالت میں اور محبوب کی ہر ادا میں چنانچہ اشعار میں وہ احوال و معاملات مختلفہ مذکور ہیں اور جانبازی کو لوازم عشق سے بتلانا یہی فائدہ ہے اس حکایت سے اور ترجمہ ظاہر ہے۔

## غزل

کنون کہ می دمد از بوستان نسیم بہشت	من و شراب فرح بخش و یار حور سرشت
چمن حکایت اروی بہشت مے گوید	نہ عاقل ست کہ نیسہ خرید و نقد بہشت
بہی عمارت دل کن کہ این جہان خراب	دران سرست کہ از خاک ماباساز و خشت
وفا مجوی زدشمن کہ پر توے ندہد	چو شمع صومعہ افروزی از چراغ کنشت
مکن بنامہ سیاہی ملامت من مست	کہ آگہست کہ تقدیر بر سرش (سرم) چہ نوشت

گدا چرانہ زند لاف سلطنت امروز	کہ خیمہ سایہ ابرست و بزم گہ لب کشت
قدم در بلیغ مدار از جنازہ حافظ	کہ گر چہ غرق گناہ ست میرود بہ بہشت

اس تمام غزل کا حاصل یہ ہے کہ وقت کو مغتنم سمجھ کر کچھ سرمایہ نجات و قرب جمع کر لینا چاہئے۔  
 اروی بہشت نام ماہ بہار۔ نیہ سے مراد آخرت اور نقد سے دنیا نہیں ہے کہ خلاف  
 سیاق و سباق ہے بلکہ تحقیق ہے مسوف کی کہ وقت کو اگلے اوقات کے دھوکہ میں ٹالتا ہے۔  
 در آن سرست یعنی در آن خیال ست مطلب یہ کہ یہ عالم در پئے اہلاک کے ہے یعنی مرنا  
 یقینی ہے پھر کیوں ٹالتے ہو اور دشمن سے مراد یا تو جہان خراب جو کہ اوپر کے شعر میں مذکور  
 ہے یعنی زمانہ کسی سے وفا نہیں کرتا کہ اس کو ہلاک نہ کرے اور یا نفس و شیطان کہ اعدی  
 عدوک الذی بین جنبیک اور ان الشیطان للانسان عدو مبین مسلم ہے معنی یہ  
 ہوں گے کہ ان کے دھوکہ میں مت آؤ اور وقت کو مت ٹالو کما قال تعالیٰ ولا یغرنکم باللہ  
 الغرور۔ اور پر توے نہ دہرا لئ یہ علت ہے ماقبل کو تشبیہ کے رنگ میں اور پر توئی نہ دہد جزا  
 مقدم ہے اور مصرعہ ثانیہ شرط موخر ہے اور شمع مفعول ہے افروزی کا معنی یہ ہیں کہ اگر صومعہ کی  
 شمع (مراد صومعہ سے مسجد ہے بقرینہ تقابل) بت خانہ کے چراغ سے روشن کر لو تو وہ کچھ نور  
 نہیں دیتا (یہ مطلب نہیں کہ اس میں روشنی نہیں ہوتی) بلکہ مقصود یہ ہے کہ کسی درجہ میں بوجہ  
 قبیح ہونے کے اس فعل میں ظلمت ہے یعنی جس طرح کنشت سے نور لینا مستقیم ہے اسی طرح  
 دشمن سے وفا کی امید رکھنا مستقیم ہے اور اس تشبیہ کا تناسب اس طرح ہے کہ کسی رای پر عمل کرنا  
 گویا اپنی عقل کو اس شخص کی عقل سے نور دینا ہے پس ماخوذ منہ کاشی مذموم ہونا مشبہ مشبہ بہ  
 دونوں میں مشترک ہے۔ نامہ سیاہی میں یا مصدری ہے یعنی نامہ سیاہ شدن بمعنی گنہگاری  
 مطلب یہ کہ معاصی پر مجھ کو ملامت مت کرو (یعنی ایسی ملامت جس میں بوی تحقیر و ترفع  
 آئے) اور کاف سر مصرعہ ثانیہ پر کد امیہ ہے اور سرش کی ضمیر مست کی طرف ہے اور بعض  
 نسخوں میں سرم ہے اور وہ بہت ظاہر ہے اور اس کا حاصل حدیث کا مضمون ہے الاعمال  
 بالخوا تیم اس کی مناسبت اس مقام سے یہ ہوگی کہ خود اپنی عمر کو غنیمت سمجھ کر کام میں لگو



دوسروں کے درپے کیوں ہوئے کہ بے سود ہے اور یا مقصود یہ ہو کہ میں نے اپنے لئے ذخیرہ بنانے کو عشق تجویز کیا تو اس پر خشک مزاج ملامت کرنے لگے جیسا کہ بعض افعال یا اقوال مستی میں اس قسم کے صادر ہو جاتے ہیں اور گو وہ گناہ نہیں مگر بزعم معترض اس کو تعلیم کر کے جواب دیا تقریر جواب کی ظاہر ہے اور میں کہ گداہوں مثل لاف سلطنت کے کیوں نہ مسرور ہوں کہ موقع دولت عشق حاصل کرنے کا میسر ہے پس خیمہ الخ اس سے کنایہ ہے۔ آگے مقطع میں ارشاد اس کا ہے کہ اہل معصیت یا اہل ملامت کو حقیر نہ سمجھو اور اس کا حاصل بھی وہی دونوں امر ہو سکتے ہیں جو شعر لکن الخ کی شرح میں مذکور ہوئے ہیں۔

لطیفہ بعض حواشی میں شعر مقطع کے متعلق ایک قصہ عجیب لکھا ہے جو بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔ منقول ست کہ حافظ ازین جہان رحلت فرمود مردمان بسبب اعمال رندانہ او بنماز جنازہ نمی پرداختند ناگہان شخصے گفت کہ این رند بر پارہائے سفال چیزے می نوشت و در سبوی انداخت از سبوی پارہ سفال بردارید ہرچہ دران نوشتہ یا بید بر آن عمل کنید چون این امر فرار یافت یکے ازینان ازان سبوی پارہ سفال بر آورد چون دیدند ہمین شعر نوشتہ یافتند ازان وقت معتقد حافظ شدند و از جملہ اشعارش دیوان مرتب کردند و نماز جنازہ خواندند۔ انتہی۔

## ردیف الناء غزل

درد مارا نیست درمان الغیث	ہجر مارا نیست پایان الغیث
دین و دل بردند و قصد جان کنند	الغیث از جور خوبان الغیث
در بہائے پوستہ جانے طلب	میکند این دلستانان الغیث
خون ما خوردند این کافر دلان	ای مسلمانان چہ درمان الغیث
داد مسکینان بدہ اے روز فضل	از شب یلدا ی ہجران الغیث
ہر زمانم درد دیگر میرسد	زین حریفان بردل و جان الغیث

گشتہ ام سوزان و گریان الغیاث

ہمچو حافظ روز و شب بیخویشتن

شعر اول حالت قبض کا معلوم ہوتا ہے شعر ثانی میں بھی اسی سے تنگدلی کا اظہار ہے کہ اس میں جان جاتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور جور کے معنی لغوی مراد نہیں کہ ترک عدل ہے بلکہ محض بمعنی قہر کے ہے گو صورت ہی ہو اور معنی لطف ہو۔ اور خوبان کی جمعیت جنسیت کے لئے ہے اور دین سے مراد زہد ہے گو صادق ہی ہو کہ عشق کے غلبہ سے اس کے آثار بھی مغلوب ہو جاتے ہیں اور شعر ثالث میں بوسہ سے مراد تجلی مشروط بظنا ہے اور چونکہ وہ موقوف ہے فنا پر اس لئے در بہائے الخ کہا گیا۔ اور جانے مفعول ہے اپنے مابعد کے فعل کا اور طلب می کنند ایک فعل ہے اور شعر رابع میں کافر دلاں کے معنی ہیں سنگین دلان لانہم قیل فیہم ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فہی کالجوارۃ کنایہ ہے استغناء وعدم تاثر سے پس نظر باعتبار معنی لغوی کے اس میں کوئی عقلی اشکال نہیں جیسا صمد اسماء الہیہ سے ہے اور ماخذ اس کالغۃ وہ ہے جو قاموس میں ہے الصمدۃ صخرۃ راسۃ فی الارض مستویۃ بہا او مرتفعۃ اور لفظ کفر بھی لغت فقہ نہیں قال تعالیٰ فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ اور اگر اس شعر کو محبوبان مجازی کے حق میں کہہ دیا جائے اور غرض اس کی تفسیر کہی جائے تاکہ ان سے اعراض کریں تو یہ اشکالات راساً متوجہ ہی نہ ہوں گے گو سیاق و سباق کے اعتبار سے قدرے بعید ہے اور قدرے اس لئے کہا کہ غزل میں ہر شعر مستقل ہوتا ہے تو بہت زیادہ بعید نہیں۔ اور شعر خامس میں روز فضل سے مراد روز وصل ہے بقریۃ تقابل کے اور اس میں اشارہ ہے اس طرف کو کہ وصل محض فضل ہے استحقاق سے نہیں۔ اور شعر سادس میں حریفان کے معنی ہیں یاران اور جمعیت جنس کے لئے ہے۔ اور شعر سابع میں بیخویشتن بمعنی بیخود حال ہے۔

# ردیف الجیم

## غزل

سزد کہ از ہمہ دلبران ستانی باج	چرا کہ بر سر خوبان عالمی چون تاج
دو چشم شوخ تو بر ہم زدہ خطا و ختن	بچین زلف تو ما چین دہند دادہ خراج
بیاض روی تو روشن چو عارض خورشید	سواد زلف تو تاریکتر ز ظلمت داج
لب تو خضر و دہان تو آب حیوان ست	قد تو سر و میان تو موی دگردن عاج

داج شب تاریک دراصل داجی بودہ۔ مقصود مشترک ان اشعار کا تفصیل ہے محبوب کی دوسرے محبوبوں پر سب صفات میں اور واجب کا فضل ممکن پر ظاہر ہے اور غرض اس سے تزیید ہے غیر اللہ سے۔

ازین مرض حقیقت کجا شفا یابم	کہ از تو درد دل من نمیرسد بعلاج
-----------------------------	---------------------------------

مصرعہ ثانیہ کا یہ مطلب نہیں کہ تم میرا علاج نہیں کر سکتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تمہاری طرف سے میرے درد دل کے علاج کی نوبت نہیں پہنچتی یعنی میرا علاج نہیں کرتے پھر اور کس طرح شفا ہوگی کیونکہ شفا تو آپ ہی کے علاج میں منحصر تھی۔ یہ تنگی ہے خاص حالات و واردات کے انقطاع سے۔

دہان تنگ تو دادہ بآب خضر بقا	لب چو قند تو برداز نبات مصر رواج
------------------------------	----------------------------------

اس شعر کا بھی وہی مطلب ہے جو اول کے اشعار چارگانہ کا۔

چرا ہی شکنی جان من ز سنگدلی	دل ضعیف کہ ہست او بناز کی چوز جاج
-----------------------------	-----------------------------------

چرا اعتراض کے لئے نہیں بلکہ استفادہ حکمت کے لئے ہے اور جان من منادی ہے اور دل ضعیف مفعول ہے می شکنی کا۔ زجاج کا نچ۔ سنگدلی کی تحقیق اس سے اوپر کی غزل میں گزر چکی ہے اور زجاج سے تشبیہ بوجہ ضعف کے ہے خلق الانسان ضعیفاً اس میں نص ہے۔ باقی تقریر شعر کی ظاہر ہے۔

فادہ درد دل حافظ ہوئے چون تو شبے	کمینہ بندہ خاک در تو بودے کاج
----------------------------------	-------------------------------

کاج بمعنی کاش۔ مصرعہ اول میں اظہار ہے اپنے عشق کا اور مصرعہ ثانیہ میں تمنا ہے عنایت کی یعنی کاش آپ کے ملازمان درگاہ میں داخل اور شمار ہوتا گواہی ہی درجہ میں سہی۔

## ردیف الحاء

### غزل

اگر بزم ہب تو خون عاشق ست مباح	صلاح ماہمہ آن ست کان تراست صلاح
--------------------------------	---------------------------------

اس میں رضا و تسلیم کا اظہار ہے اور اشارہ اس طرف ہے کہ شدائد و مکارہ میں بھی حکمت ہوتی ہے اس پر بھی رضا چاہئے۔

سواد موی تو تفسیر جاعل الظلمات	بیاض روی تو تبیان فائق الاصباح
--------------------------------	--------------------------------

مقصود اس سے کمال بیان کرنا ہے صفات محبوب کا۔ تقریر ظاہر ہے۔

زدیدہ ام شدہ صد چشم در کنار روان	کہ خود شنا کند در میان آن ملاح
----------------------------------	--------------------------------

یعنی اتنا پانی نکلا ہے کہ اس میں ملاح بھی جو کہ شناوری میں کامل ہوتا ہے شناوری نہیں کر سکتا۔ مقصود بیان کرنا ہے کثرت گریہ کا جو کہ بعض احوال کے طاری ہونے سے واقع ہوتا ہے۔

لب چو آب حیات تو ہست قوت روح	وجود خاکی مارا از دست قوت راح
------------------------------	-------------------------------

راح شراب یعنی قوتیکہ از شراب حاصل می شود۔ اس میں بیان ہے صفت قیومیت کا جس کا استحضار و مراقبہ معین ہے کمال توحید کا۔

ز چنگ زلف کمندت کے نیافت خلاص	نہ از کمانچہ ابرو و تیر غمزہ نجاج
-------------------------------	-----------------------------------

یعنی نجات نیافت۔ بیان کرنا ہے کمال محبوبیت اور اس پر عموم محسبیت کے مرتب ہونے کا بمعنی کثرت محبین یا استیعاب جبکہ محبت کو بواسطہ و بلا واسطہ ومع الادراک و بلا ادراک سے عام لیا جائے کماذکر غیر مرہ۔

بیا کہ خون دل خویشتن تجل کر دم	اگر بمذہب تو خون عاشق ست مباح
--------------------------------	-------------------------------

یعنی بیا و قتل کن اس سے وہی مقصود ہے جو مطلع کے شعر سے مقصود ہے۔

نداد لعل لبش بوسہ بصد تلیس	نیافت کام دل من از و بصد الحاح
----------------------------	--------------------------------

لعل لبش فاعل نداد و بوسہ مفعول و مراد بتلیس تملق مجازاً کہ از جانب طالب باشد و کام مفعول نیافت و دل فاعل او۔ مقصود دونوں جملوں سے باوجود طلب و اہتمام کے اپنی ناکامی کا بیان کرنا ہے جس کی وجہ واقع میں یہ ہوتی ہے کہ طالب کی بعض خاص خواہش اس کی مصلحت کے خلاف ہوتی ہے کماذکر غیر مرہ۔

صلاح و توبہ و تقویٰ زما جو زاہد	زرد و عاشق و مجنون کسے نہ جست صلاح
---------------------------------	------------------------------------

اس کا حاصل وہی ہے جو بارہا مذکور ہوا ہے کہ ہر طالب کا مذاق جدا ہوتا ہے دوسرا طریق اس کے لئے مناسب نہیں ہوتا۔

پیالہ چست کہ بریاد تو کشیم قدح	ونجن نشرب شربا کذا لک الاقداح
--------------------------------	-------------------------------

پیالہ جام صغیر بقرینہ مقابلہ قدح کہ پیالہ بزرگ باشد کما فی الغیاث۔ شراباً مفعول مطلق ست از نشرب والاقداح مفعول بہ است مراد او معنی کذا لک ای علی الدوام مقصود اس سے طلب ترقی ہے مراتب قرب و وصول میں اور اشارہ ہے اس کی تعلیم کی طرف کہ طالب کو ایسا ہی چاہئے اور یہ ترقی موقوف ہے استقامت علی العمل و المجاہدہ پر پس اس میں بھی فتور و خلل نہ ڈالے قال الرومی۔ ای برادر بے نہایت درگہہ ست + ہرچہ بروے میرسی بروے مایست۔

دعای جان تو ورد زبان حافظ باد	مدام تاکہ بود گردش مساو صباح
-------------------------------	------------------------------

دعا بمعنی ثناء و جان بمعنی نفس و ذات۔ شاید اس میں اشارہ ہو استقامت علی العمل و المجاہدہ کی طرف جو موقوف علیہ ہے ترقی مراتب قرب و وصول کا جس کی تقریر اوپر گزر چکی۔

## غزل

بہین ہلال محرم بخواہ ساغر راح	کہ ماہ امن وامان ست وصال صلح وصلاح
عزیز دار زمان وصال را کا ندم	مقابل شب قدر ست وروز استفتاح
نزاع برسر دنیا ی دون کے نکلند	باشتی برای نور دیدہ گوے فلاح
دلاتو فارغی از کار خویش ومی ترسم	کہ کس درت نکشاید چو گم کنی مفتاح
بیار بادہ کہ روزش بخیر خواهد بود	ہر آنکہ جام صبحش نہد چراغ صباح

ان اشعار میں ترغیب ہے عمر کو غنیمت سمجھنے کی اور عمل میں سعی کرنے کی اور ماہ محرم سے سال شروع ہوتا ہے اور نیز وہ اشہر حرم سے ہے جس میں امن وامان ہوتا ہے پس یہ کنایہ ہے اس سے کہ ابھی تمہاری عمر کی ابتداء ہے۔ باین بمعنی کہ ختم نہیں ہوئی اور وقت بھی امن وامان کا ہے کہ کوئی مزاحم عمل کا نہیں جس کی ایک وجہ بھی مناسب مقام مقطع سے پہلے شعر میں مذکور ہے کہ شاہ عادل کی حکومت کا زمانہ ہے اور زمان وصال سے مراد زمانہ امکان وصال یعنی مہلت عمل اور مقابل بمعنی مماثل۔ اور روز استفتاح کہتے ہیں پانچواں روز کہ رجب کو جس کی وجہ تسمیہ غیاث میں اس طرح لکھی ہے در رحمت و در ہای بہشت درین روز کشادہ می شود و در کعبہ نیز بجهت زائران کشادہ می شود۔ و بعضے گویند کہ زبان عیسیٰ علیہ السلام درین روز کشادہ شد میں کہتا ہوں اول وجہ غالباً بناء علی المشہور ہے ورنہ کوئی روایت اس کے متعلق نظر سے نہیں گزری تقریر دونوں شعروں کی ظاہر ہے چونکہ اکثر حرص دنیا مانع ہو جاتی ہے سعی للآخرۃ سے اس لئے نزاع الخ میں اس کی مذمت کردی اور مراد کسی نہ کند سے یہ ہے کہ کس کہ معتد بہ باشد نکلند اور گوی مفعول ہے ببر کا گوی بردن فعل مشہور ہے۔ اور لا الخ میں ایقاظ ہے غفلت سے۔ اور مفتاح سے مراد عمر ہے کہ مفتاح عمل ہے یعنی اگر یوں ہی ختم ہوگی تو پھر باب سعادت مفتوح نہ ہوگا لقولہ تعالیٰ ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرة اعمی۔ آگے بیار بادہ الخ میں عمل کے لئے اپنی مستعدی ظاہر کر رہے ہیں تاکہ دوسروں کو بھی ترغیب ہو خصوصاً اس مستعدی کی جو کھلت بیان فرمائی وہ تو ترغیب عام ہی کے لئے موضوع ہے اور مصرعہ اولیٰ میں

روز سے مراد روزِ حشر لینا بہتر ہے اور مصرعہ ثانیہ میں جامِ صبح سے مراد عشق و محبت اور چراغِ صبح سے مراد آفتاب اور ضمیرِ شین کی راجع ہر آنکھ کی طرف اور چونکہ آفتاب نکلتا ہے شب کے ختم ہونے پر اس لئے بقول بعض محشین یہ کنایہ ہے دم واپسین سے یعنی ہر کس کہ جامِ صبح پیش او چراغِ صبح نہد روزش بخیر باشد مطلب یہ کہ ہر کرا عشق و محبت دم واپسین پیش آرد و زحشرش بخیر خواهد بود حاصل یہ ہوا کہ روز مرگ اسی حالت میں آجائے کہ وہ مشغول بعمل و طاعت ہو کما قال تعالیٰ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔

لیفہ ان اشعار کی شرح لکھنے کی تاریخ اتفاق سے ۳ یا ۴ محرم ہے علی اختلاف الحسبین کہ ان شبوں تک کا ماہ ہلال کہلاتا ہے (الی سبع فی قول) پس بین ہلال محرم کی شرح کا اس تاریخ میں لکھا جانا ایک اتفاق غریب ہے۔

کدام طاعت شائستہ آید از من مست	کہ رنگ صبح ندانم ز فائق الا صبح
--------------------------------	---------------------------------

اس میں تشبیہ ہے کہ عمل و سعی کر کے مغرور نہ ہو بلکہ خاتمہ سے ڈرتا رہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ مجھ سے کوئی اطاعت شائستہ خاتمہ کے وقت صادر ہوگی یا نہ ہوگی کیونکہ صبح کا یعنی دم واپسین کا (کما ذکر فی شرح شعر قبلہ) رنگ ڈھنگ معلوم نہیں کہ فائق الا صبح کی جانب سے کس طرح ظاہر ہو اور مست بمعنی حیران یا تو اس ندانستن کی وجہ سے کہا یا بوجہ خائف ہونے کے کہا کما فی قوله تعالیٰ وتروی الناس سکاری الخ۔

زمان شاہ شجاع ست و دور حکمت شرع	براحت ای دل و جان کوش در مسا و صبح
---------------------------------	------------------------------------

اول کے اشعار کی تاکید ہے کہ زمانہ شاہ عادل و متشرع کا ہے کوئی کسی کو ستا نہیں سکتا خوب راحت سے عمل میں سعی کرتے رہو۔

بوی صبح چو حافظ شے بروز آور	کہ بشکفد گل عیشت ز شعلہ مصباح
-----------------------------	-------------------------------

شعلہ مصباح کنایہ آفتاب سے معلوم ہوتا ہے۔ یعنی اپنی عمر کو کہ زمانہ ہجران ہے بامید صبح وصل کے کہ روز واپسین نصیب ہوگا ختم کر دو (اور رجا و امید کے لوازم میں سے ہے عمل) کہ ایسا کرنے سے آفتاب نکلتے ہی تمہارا گل عیش شگفتہ ہوگا یعنی کامیاب ہوگے۔

## ردیف الخاء

### غزل

دل من درہوای روے فرخ	بود اشفتہ ہچون موے فرخ
بجز ہندوی زلفش ہچ کس نیست	کہ برخوردار شد از روے فرخ
سیاہ نیک بخت ست آنکہ دائم	بود ہمراز و ہمرا نوے فرخ
شود چون بید لرزان سرو آزاد	اگر بیند قد دلجوے فرخ
بدہ ساقی شراب ارغوانی	بیاد زگس جادوے فرخ
دو تا شد قائم ہچون کمانے	زغم پیوستہ چون ابروے فرخ
نسیم مشک تاتاری نخل کرد	شیمیم موی عنبر بوے فرخ
اگر میل دل ہر کس بجائے ست	بود میل دل من سوے فرخ
غلام خاطر آنم کہ باشد	چو حافظ چاکر ہندوے فرخ

فرخ کی نسبت محشین و شراح نے لکھا ہے نام شخصے کہ گوشہ خاطر حافظ بظاہر متعلق باد بود پس اس صورت میں یہ بہتر ہے کہ اس غزل کو ابتدائی زمانہ یعنی قبل حصول عشق حقیقی پر محمول کیا جائے اور اگر فرخ سے مراد مطلق محبوب ہو جیسا محاورات میں لیلیٰ اور سلمیٰ اور شیرین اور عذرا سے مطلق محبوب مراد ہوتا ہے تو اس تاویل کی ضرورت نہیں۔ اور شعر ثالث میں سیاہ نیک بخت است خبر مقدم ہے اور انکہ الخ مبتدا مؤخر ہے نہ کہ بالعکس لفساد المعنی اور مراد اس سے زلف ہے اور مطلب اس کا اور شعر ثانی کا متحد ہے اور نسیم مشک تاتاری مفعول ہے نخل کرد کا اور شیمیم الخ فاعل ہے اس کا۔ اور شعر متصل بالمقطع میں اشارہ ہے وحدت مطلوب یا وحدت مطلب کی طرف۔ اور مقطع میں اشارہ اس طرف ہے کہ محبوب کے متعلقین و منتسبین سے محبت رکھنا عین محبت محبوب ہے۔ یویدہ حدیث اللہم ارزقنی حبک و حب من یحبک۔ باقی اشعار کی تقریر مطلب ظاہر ہے۔



## عرض حال

ردیف الخاء المعجمہ کے ختم تک دیوان حافظ ایک خمس و قدرے زائد ہے چونکہ زیادہ مقصود اس شرح کے شروع کرنے سے صرف یہ امر تھا کہ اس کلام کا طرز معلوم ہو جائے تاکہ مطالعین دیوان اغلاط و زلات اعتقاد یہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں اور ایک بڑی کتاب کا خمس ایک معتد بہ مقدار ہے جس کی شرح سے مقصود مذکور با حسن و اکمل وجوہ حاصل ہو سکتا ہے اور جس کی قوت سے بقیہ کا حل بھی ذرا تدبیر سے ممکن ہے اور اسی بناء پر خود ان اجزاء موجودہ میں بھی اخیر کی غزلوں کی شرح میں کسی قدر اختصار ہو گیا ہے کیونکہ اول میں مسائل سانیب کلام کا تفصیلی حل مابعد کے اجمالی حل کے لئے مغنی سمجھا گیا غرض اسی ردیف الخاء سے آگے لکھنے کا ارادہ نہ تھا سو جس طرح کلید مثنوی ایک دفتر کا جو کہ سدس المجموع ہے حل اور شرح ہے اسی طرح بحمد اللہ اس شرح سے بھی ایک خمس دیوان کا حل بقدر ضرورت ہو گیا جس کے مطالعہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ علاوہ مناسبت طرز دیوان کے خود مسائل کثیرہ نافعہ فن معلوم ہو جائیں گے پس اب اسی عرض حال پر شرح ہذا کو ختم کرتا ہوں مگر چونکہ اتفاق سے اس کا خاتمہ ایسی غزل پر ہوا ہے جو کہ ظاہراً ایک محبوب مجازی کے متعلق ہے اس لئے بنظر جلالت شان دیوان کہ سراسر حقیقت و عرفان ہے مناسب معلوم ہوا کہ ردیف الدال کے چند اشعار جو کہ عرفان سے لبریز اور محبوب حقیقی کے عشق انگیز ہیں اس مقام ختم پر درج کر دیئے جائیں اور چونکہ ردیف الدال متن کے نسخہ میں اور غزل سے اور شرح بدر الشروح کے نسخہ میں اور غزل سے شروع ہے اس لئے دونوں غزلوں کے تین تین شعرا اول اور آخر اور وسط کے تبرکاً نقل کر کے اس عرض حال کو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اور منقفعین بالکتاب کے خاتمہ بالخیر کے لئے دعا کرتا ہوں۔

## اشعار غزل اول ردیف الدال موافق نسخه متن

ابر آذاری بر آمد باد نو روزی وزید	دور می میخو اہم و مطرب کہ میگوید رسید
غالباً خواهد کشود از دو تم کاریکہ دوش	من نمی کردم دعا و صبح آ مین مید مید
تیر عاشق کش ندانم بر دل حافظ کہ زد	این قدر دانم کہ از شعر ترش خون میچکد

## اشعار غزل اول ردیف الدال موافق نسخه شرح

انا نکتہ خاک را بنظر کیما کنند	آیا بود کہ گوشہ چشمی بما کنند
بے معرفت مباش کہ در من یزید عشق	اہل نظر معاملہ با آشنا کنند
حافظ مدام وصل میسر نمی شود	شاہان کم التفات بحال گدا کنند

وكان هذا في اليوم الرابع من شهر الله المحرم ۱۳۲۷ هجرية في بلدة تهانه بهون صينت من الفتن و صلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين في السر والعلن.

۱- منجمله لطائف آنست کہ ابتدای کلام حافظ و این شعر مقارب المعنی ہستند پس ختم برین نہایت لطافت دارد ۱۲ منہ  
 ۲- در ختم بر شعر ہذا ہم لطیفہ ایست و آن اینکه از بعضی ثقات شنیدہ ام کہ در بدو حال حافظ تا آن گاہ کہ بمرشدی کامل نہ سیاہ بودند بالہام الہی حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ برای تربیت باطن حافظ در شیراز تشریف آوردند و حافظ را طلبیدند پس ثولیدہ حال و خستہ بال آمد نظر بر شیخ افتادند همان بود این شعر بر زبان روان شدن همان حضرت شیخ توجہ خاص نمودند و القاء نسب راہ خود گرفتند از ان وقت حافظ را کمالات و حالات روز افزون ر نمود پس ختم برین شعر کہ ابتدای عرفان از ہمیش و نہایت مناسبت دارد ۱۲ منہ

## تأييد الحقيقة بالآيات العتيقة

بسم الله الرحمن الرحيم

حمداً وسلاماً دائمين اعلم وفقنى ووثقك الله تعالى المعرفة الحقيقية والتحقيق بها انى لما فرغت من تأليف رسالة حقيقة الطريقة اتفق لى بعد برهة من الزمان السفر الى بها ولفورحسين مضى ار بعة من شهر من سنه ١٣٢٤ للهجرة فعثرت هناك على كتاب سماه الكاتب فى الفهرس شواهد احكام الصوفية من القران ففرحت بمطالعة لما رأته موافقا لغرضى من الرسالة لمذكورة واستعرتة من مالكة فاعارنى بارك الله فيه فعدت معه الى الوطن ورايت ان اليها بعد تلخيصه لما فيه من الطول فى بعض المطالب وخفاء الاستدلال فى بعضها وحيث مست الحاجة الى تصرف فيه سوى التلخيص من زيادة قليلة او تغيير يسير احطته بقوسين وسميته تأييد الحقيقة بالآيت العتيقة فبعونه ابتداء والى المبلغ انتهائى

**سورة البقرة:** قوله تعالى والله محيط بالكافرين وقال فى آيات اخرو كان الله بكل شىء محيطا وان ربي بما يعملون محيط وان ربك احاط بالناس واحاط بما لديهم وهذه الايات كلها دالة على صحة قول من يقول من العلماء الصوفية ان الله تعالى بكل مكان غير انهم لا يعلمون كيفية كون مكان الله (اى يقولون بالاحاطة الذاتية لابعض الاحاطة الصفاتية كاهل الظاهر) وليس من ضرورة الاحاطة ان يكون المحيط والمحاط عليه جسما وانما تفسير الاحاطة ان لا يكون المحاط عليه بعيد امن المحيط ولا المحيط بعيدا منه.

ثم ان ذلك مشهورين مشايخ الصوفية كلهم نحو جنيد والشبلى وابن عطاء وغيرهم. روى عن جنيد انه تكلم عنده رجل فاشار الى السماء فقال لا تشر الى السماء فانه معك فهذا دليل على انه ماخصص مكان الله تعالى بالعرش ولا بجهة

دون جهة فافهم (ويكون الاستواء على العرش متشابها او ما ولا على اختلاف  
المسلكين وورد في الحديث اطلاق المكان حيث قال وارتفاع مكانى) قوله  
تعالى ادخلوا فى السلم كافة.

اعلم ان السلم فى التصوف هو موت النفس عن الصفات الذميمة وعن الدنيا  
والآخرة مع انه حى قائم لا يتحرك ولا يسكن الا الله تعالى وما هو خلاف  
ذلك ليس بسلم لان الخصومة قائمة بقدر ما لم تمت وشرطنا ان يكون  
ذلك السلم حال حيوته لان هذا خطاب الاحياء فى الدنيا باقامة التكليف  
دون اهل المقابر قوله تعالى والله يقبض ويبسط يقبض احباء ه عن كل  
ماسواه ويبسط هم اليه وهو الجذبة فافهم (يعنى ان الآية بعموم لفظها يشمل  
هذا القبض والبسط كما انها تشمل قبض الواردات وبسطها ايضا).

قوله تعالى قال بلى ولكن ليطمئن قلبى وهذا دليل على ان الايمان يزيد  
فيصير طمانينة وهو الذى يسميه الصوفية يقينا ثم تلك الزيادة يكون  
بالروية والوجدان وهذه الآية داله على ان الايمان مع الشك (اى عدم  
حصول الاطمينان) كائن ولا ينفيه الشك وذلك فى قوله تعالى فان كنت  
فى شك مما انزلنا اليك الآية (وفى قوله عليه السلام نحن احق بالشك  
من ابراهيم قلت وهو احسن تفاسير الشك).

**سورة ال عمران:** قوله تعالى ويحذركم الله نفسه وهذه الآية وامثالها دالة  
ظاهرة على صدق مقالة مشائخ حيث قالوا ان العارف لا يخاف الا ذاته تعالى ولا  
يخاف عذاب النار ولا فوات نعيم الجنة ولا الدنيا بجميع ما فيها ويدل على مثل  
ذلك ايضا. قول النبى صلى الله عليه وسلم اللهم انى اعوذ بك منك قوله  
تعالى والى الله المصير يعنى الى الله نفسه وذاته مصير كل بروفاجر وكل قريب  
وبعيد فاما الفاجر فمسيره السعير يسجير الغضب المصعر يحطب السخط والا  
ولانتقام فيه المقلب من الحق تعالى وكل ذلك صفات الله تعالى واما مصير  
الابرار الى الله تعالى فى والسلام والى الدرجات العلى.

قوله تعالى قل ان كنتم تحبون الله المحبة اصلها الا رادة فتمنوا وتزداد الى  
ان تصير محبة ثم لاتزال تزداد حتى تكمل اما الشوق والعشق يعنى محبة  
ملتبهة والالتهاب انا يحصل عندازدياد المحبة مع فقد الوصال فان حصل  
الوصال زال الالتهاب ولا يزال يزداد لمن يزداد حتى يكمل واذا اكمل مع

الوصال فهو الرضوان وليس الشوق والالتهاب ان يكون المحبة كاملة بل ربما يكون ناقصة ومع هذا يلتهب التهابا محرقا لفقده الوصال فافهم .  
قوله تعالى انى نذرت لك مافى بطنى محررا يعنى عبدا خالصا عن كل شىء سوى عبوديتك يقال طين .

حراى خالص صاف والحرية اعلى مقامات الاولياء فى العبودية وغلط اهل الاباحة ظنوا بذلك حربه النفس عن عبودية الحق بارتفاع التكليف عنه هذا باطل تنقوها من الشهوة والهوى فان الحرية كمال العبودية صفاء وخلوصاً .  
قوله تعالى قال يمرىم انى لك هذا انه كان ذلك الرزق فاكهة لمريم صلوات الله عليها ولم تكن نبية فدل على ان ذلك كرامة لها وليس معجزة لذكريا النبى عليه السلام لان ذكريا لم يعلم بذلك وتعجب ولم تقل معجزتك .

قوله تعالى حاكيا وابرى الاكمه والابرس واحىى الموتى وهذا يدل على صحة ما قال المشايخ ان العبد يتخلق باخلاق الله اضافة ابراء الاكمه والابرس واحياء الموتى الى عيسى عليه السلام وقيد باذن الله وهذا عند مشايخ الصوفية غير حال ان يقدر الله من شاء من عباده على ذلك .

قوله تعالى لايتخذ بعضنا بعضا ارباباً من دون الله هذه الاية دالة على بطلان قول الحلولية من الصوفية يقولون ان الانسان الفاهم العالم العامل هو الرب القائم فى شخص الانسان اذا يرى شيئا فانما يرى الرب بالرب ويسمع الرب بالرب ويعلم الرب بالرب وهنا اثبت الواحدانية ومن قال بالحلول قال باكثر من واحد قوله تعالى ولكن كونوا ربانيين اى كونوا متخلقين باخلاق ربكم مبصرين ببصائر قلوبكم والربانى منسوب الى الرب تعالى بالعبودية له (فكون العبد ربا مستحيل وكونه ربانيا مطلوب جميل .

قوله تعالى ولا يامرکم ان تتخذوا الملكة والنبیین اربابا المشايخ قالوا ان اتخاذا الملكة اربابا هو ذكركم بالقلب له والاتفات اليهم بخاطر القلب وخطرات السر .

قال ابن عطاء اياك ان تلاحظ مخلوقا وانت تجد الى ملاحظة الحق سبيلا .  
قال الواسطى فى هذه الاية لا يخطرک باسرارکم تعظيمهن ولا الفكر فى مغانيهن وقلت المراد ملاحظة مقصودة والا فملاحظة الخلق بالشفقة والرحمة او من حيث ان الله تعالى اوجب الايمان بالنبیین والملكة فمطلوب فى الشرع .

قوله تعالى الذين يذكرون الله قياما وقعودا وعلى جنوبهم يعنى يذكرون الله

فى جميع الاحوال دائماً ابدا لان احوال الناس لا يخرج من هذه الاحوال  
الثلة وهو القيام والقعود والاضطجاع ثم لا بد للانسان من النوم والاكل  
والشرب فعلم ان المراد منه الذكر بالروح والقلب فانه يمكن فى الاحوال  
كلها (اى هو اعظم فرد من المراد لا انه ينحصر فيه المراد)

**سورة النساء:** قوله تعالى ولا تؤتوا السفهاء اموالكم فالفقيه عند المشايخ  
هو النفس اى لا تنصرفوا فى اموالكم الا على خلاف النفس والهوى فان مال  
النفس الى البذل (اى مما فيه احتمال لحظ النفس) فامسك و ان مال الى  
الامساك فابذل ولا تتبع النفس فى هواها ولا تلتفت اليه الا زجراً وردغاً ولا  
تشاوره فانه سفية وشاور العقل والدين واعمل ما يامر انك (المقصود ممن  
هذا التقرير اشتراك الحكم باشتراك العلة فى السفهاء والنفس لا تفسير  
السفها بالنفوس فالفهم.

قوله تعالى ومن يخرج من بيته مهاجراً الى الله ورسوله ثم يدركه الموت فقد  
وقع اجره على الله قوله تعالى من بيته اى مما سكن اليه قلب من اشيا الدنيا  
كالنفس والهوى والشهوات مهاجراً عن كل ماسواى الله تعالى وسوى  
رسوله صلى الله عليه وسلم فلو مات قبل التمكن فقد وقع اجره على الله لزم  
الله تعالى اتمام نيته وايصاله الى مقصوده وهو الله تعالى والمقصود قياس  
هجرة على هجرة وتسمية المرید مهاجراً واردفى الحديث والمهاجر من  
هجر ما نهى الله عنه ورسوله.

قوله تعالى ومن احسن ديناً ممن اسلم وجهه اى نفسه وذاته وصفاته وشخصه  
وجوارحه كله لله خالصاً مخلصاً ويجعل كل اعماله لله على وفق رضاء الله.

قوله تعالى واتخذ الله ابراهيم خليلاً هو المحب المختص ببعض الامور  
الشريفة العظيمة من حبيبه فعلى هذا كان كل خليل حبيباً ولم يكن كل  
حبيب خليلاً وعلى هذا كل انبياء الله تعالى ائلاءه وهكذا سائر  
الاولياء والعرفاء وفائده تخصيصه بهذا الزكر انه لم يكن لله تعالى خليل  
(بهذه المثابة) فى زمانه غيره.

**سورة المائدة:** قوله تعالى يهدى به الله من اتبع رضوانه سبل السلام والسبل  
جمع السيل وقالوا السبل الى الله تعالى كثيرة لاتحصى وهذه الاية تدل على  
صحة قولهم (اى الى المسئلة المعروفة الان بعنوان طرق الوصول الى الله بعدد  
انفاس الخلائق وهذه كلها ترجع الى طريق واحد مستقيم فاما ما لم يرجع اليه

فقال تعالى فيه ولا تتبعوا السبل.

قوله تعالى وعلى الله فتوكلوا (هو من) مقامات السالكين.

قوله تعالى وابتغوا اليه الوسيلة قال بعضهم الوسيلة فى الاحياء الشيخ (اى هو داخل فى عمومها) وجاهدوا فى سبيله اى فى سبيل الله هذا امر بمجاهدة الصوفية (اى ان الآية عامه له).

قوله تعالى ولا تشتروا بآياتى ثمنا قليلا على مذاق التصوف لا تشتروا بكراماتى وفراساتى التى ذكرت منكم بهذا وانى كرمتمكم بها تقوية لكم على سيركم وارتقائكم للوصولكم بها الى الدنيا (مالها وجاهها).

قوله تعالى لكل جعلنا منكم شرعة ومنهاجا. تدل على ما تقدم من قوله تعالى يهدى به الله من اتبع رضوانه سبل السلام واى بطريق اثبات النظر بالنظر لا بطرق ادخال الجزئى فى الكلى لان هذه الشرعة والمنهاج منها ما قد نسخ).

قوله تعالى يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك ولا تبلغ ما خصناك به من الكشوف والمشاهدة فانهم لا يطيقون حمله وهذا دليل على صحة ما يقول المشايخ لا ينبغي ان يحكى واقعاته للناس فان مست الضرورة يحكى على الشيخ فحسب على قولى تعالى حكاية عن اسرائيل لا تقصص رؤياك على اخوتك.

قوله تعالى ليس على الذين امنوا وعملوا الصلحت جناح فيما طعموا اذا ما اتقوا وامنوا وعملوا الصلحت ثم اتقوا وامنوا ثم اتقوا واحسنوا فالله اثبت الايمان على ثلث درجات فى هذه الآية ثم جعل الدرجة الرابعة احدسانا.

قوله تعالى لاتسئلوا عن اشياء ان تبدلكنم تسؤكنم ان السؤال عن الاولياء والعرفاء (عما يختص بهم ولا يضطر اليه سبب لفتنة زائدة فانه يجيب وقت الحالة وربما لا يوافقكم الجواب وتكذيب الولي وان لم يكن كفرا فهو عظيم ايضا. (قلت هذا قياس سؤال على سؤال باشتراك العلة).

**سورة الانعام:** قوله تعالى فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظلمين. نهى عن القعود مع الظلمين من غير فصل بين ظالم وفاسق وكافر لان الظالم يشملهم.

قوله تعالى فلما جن عليه الليل الى قوله وما انا من المشركين وهذا يكون مبادئ مشاهدات العرفاء ومن روية الانوار) فهذه الآية دلالة على ان السالك فى طريق الله تعالى ينبغي ان يكون عاقلا كيسادرا كانا ظرا مستدلا غير غافل عما يجوز وعمالا يجوز على الله فى ذاته وصفاته.

قوله تعالى واجتنبناهم وهديناهم اى جذبناهم الينا من غير السير فى الطريقة

والتصفية بالمجاهدة وهدينا الى صراط مستقيم ليجهدوا فينا ويرتاضوا في طريقتنا.  
قوله تعالى اولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده في هذه الآية دلالة ظاهرة  
على ان المريد لا بد له من شيخ يقتدى به.

قوله تعالى ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا او قال اوحى الى ولم يوح  
اليه شئ عام في كل مدح كذاب سواء يدعى النبوة او الولاية كيف ما كان  
مهما كان كاذبا دخل تحت هذه الآية.

قوله تعالى فمن يرد الله ان يهديه يشرح صدره للاسلام وهو تسليم النفس  
والقلب والدنيا والاخرة وما فيهما كلها الى الله تعالى واختيار الله وحده ويشرح  
صدره اى يجعل قلبه واسعا حتى يسع لخروج ما اسلم ونزول ما اختار وسئل  
النبي صلى الله عليه وسلم عن ذلك قال نوريقذف في القلب فيشرح به.

**سورة الاعراف:** قل امر ربي بالقسط اى بالعدل وهو ان لا تميل الى  
شئ سوى الله تعالى.

قوله تعالى وادعوه مخلصين له الدين قال بعض المشايخ الاخلاص نسيان  
روية الخلق لدوام النظر الى الخالق قوله تعالى كلوا واشربوا ولا تسرفوا اى  
خذوا من الدنيا ستر العورة وسد الجوعة فحسب الا ان يوذيكم الحر والبرد  
فالبسوا ما يدفع الحر والبرد ولا تزيدوا على ذلك تنعمان لين اللباس  
وطيب الطعام ولا تجملا ولا فخارا على الفقراء فانه اسراف.

قوله تعالى والبلد الطيب يخرج نباته باذن ربه فالبلد الطيب (يدخل فى  
عمومه) نفس المؤمن (وفيه بيان لظهور ما فيه استعداده بالذكر والطاعة).

قوله تعالى فاذكروا الله لعلكم تفلحون امرهم بذكر الله لكى يودى الى  
محبة الله فان القلوب بحبولة على حب من احسن اليها (وهو نوع من المراقبة).

قوله تعالى وما ارسلنا فى قرية من نبي الا اخذنا اهلها با لباساء والضراء لعلهم  
يضرعون فالله تعالى يدعو عباده الى باب لطفان ابوا فعتفا.

قوله تعالى فتم ميقات ربه اربعين ليلة وقال عليه السلام من اخلص لله تعالى  
اربعين يوما فطريقهم ماخوذ من هذه الآية والحديث قوله تعالى ساصرف عن  
اياتى الذين يتكبرون فى الارض بغير الحق اى عن كراماتى ومشاهداتى  
الذين يتكبرون على عباد الله الفقراء والضعفاء والاولياء وهذه الآية دالة على  
كون المتكبرين بغير حق محجوبين عما للاولياء والعرفاء.

ويدل ايضا على ان التكبر نوعان بحق وبغير حق فالتكبر بالحق هو تكبر



الفقراء على الاغنياء والضعفاء على الاقوياء والمومنين على الكافرين .  
قال الله تعالى اذلة على المومنين اعزة على الكافرين قوله تعالى فرجع موسى الى  
قومه غضبان وذلك دلالة على جواز ان يغضب الشيخ المرابي على مریده .  
قوله تعالى واتل عليهم نبا الذي اتيناه اياتنا اى الكرامات منافانسلخ منها .  
اعلم ان الانسلاخ نوعان انسلاخ من خير الى شر وانسلاخ من شرالى  
خير وذلك هى تبدل هذه الصفات وهى الحقد والحسد والكبروا ضرابها  
بصفات حميدة وهو الفناء واما الانسلاخ من خير الى شر هو انعكاس البالغ  
الى الابتداء بالمقامات والدرجات التى ارتقى فيها فينزل عنها واذا نزل الى  
ابتدا وهو مقام الايمان فربما يبقى على ذلك ومنهم من لا يبقى والعياذ بالله  
تعالى حتى بتسافل ومنهم من يسقط من اعلى مقاماته بمررة . واحدة الى اسفل  
السافلين كاللعين ابليس وبلعام بن باعوراء ولو شئنا لرفعناه بها الى عليين  
وهذا دليل على انه تعالى لم يرفعه بعد الى درجات المشاهدة (لان الواصل  
لا يرجع والقانى لا يرد) ولكنه اخلد الى الارض اى اختار الدنيا ورضى به فآله  
تعالى بين ان نزوله الى السفلى انما كان بكسبه وسوء اختياره لنفسه وهذا  
ايضا دليل على انه كان بعد فى مقامات الكسب والطريقة (لان ما بعد  
الكسب ليس اختياريا فلا يقدر معه على الاخلاص اليها .

وهذه الاية دالة على ان الولى لا ينبغي ان يامن مادام حيا فى دار التكليف  
(وبلوغه الى ما بعد الكسب لا يعلم به يقينا فحسى لم يبلغ)

قوله تعالى لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان  
لا يسمعون بها اعلم ان القلوب جمع واحدها قلب وانه يستعمل لمسميات  
شيرة والاقرب الى الفهم العوام قلب البدن ثم قلب النفس فى قلب البدن ثم  
قلب الطف فهو قلب النفس ثم فى هذا القلب العقل والروح الذى نسميه  
سرا وهذا السر قلب القلب الذى فيه العقل ثم العقل والسر نوران روحانيان ثم  
الخفى بعد ذلك سر السر وقلبه وعينه معطوف على العقل والروح فافهم .

فقوله تعالى لهم قلوب لا يفقهون بها عنى به القلب الذى هو محل السر  
والعقل (لان قلب البدن كانوا يفقهون به مدركاته) وقوله ولهم اعين وقوله  
لهم اذان انما اراد بذلك عيون القلب واذان القلب لانهم كانوا يسمعون  
ويبصرون بحواسهم الظاهرة اولئك كالانعام بل هم اضل لانه ليس للانعام  
والبهائم عيون واذان فى قلوبهم كما للانسان هذه العيون والاذان الباطنة

ومع ذلك ضلوا فكانوا اضل من الانعام والبهائم (وثبت بهذا التقرير ما قالوا بوجود اللطائف في الانسان).

قوله تعالى ان ولي الله الذي نزل الكتب وهو يتولى الصالحين بزيادة التوفيق والعصمة والهداية الى الحق ما لا يتولى غير الصالحين بل يكلمهم الى انفسهم قوله ان الذين اتقوا اذا مسهم طغف من الشيطان تذكروا فاذا هم مبصرون يعنى اذا مسهم الشيطان بالوسوسة والتشويش وارسال الستور وارحاء الحجاب على القلب تذكروا الله تعالى وذكروا اسمه ثم اذا تذكروا يرد الله تعالى عنهم ويرفع حجه ويبصر قلب الذاكرو ان ابلغ كلمة الذكر في افادة تصفية السرانما هو كلمة لا اله الا الله وانه مجرب.

قوله تعالى واذكر ربك في نفسك اى بقلبك لان النفس باطن فالذكر فيه يكون باطنا ضرورة

**سورة الانفال:** قوله تعالى انما المؤمنون الذين اذا ذكر الله الى قوله رزق كريم نزلت فيما يختص بالصرفية ويختص الصوفية به وهى احوال القلوب  
**سورة التوبة:** قوله تعالى اذ يقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا اى بالنصرة والعصمة لا بالذات لان الله تعالى مع كل مخدول ومنصور وظالم ومظلوم بالذات لكن الحزن انما ينبغى اذا علم انه تعالى معه بالنصرة لا بالخذلان ولان الظاهر من حال الصديق انه كان يعلم ان الله تعالى قريب منهما اقرب من حبل الوريد انما كان خوف حيث لم يعلم النصره والعصمة من انه تعالى لانه ربما ينصر وربما لا ينصر.

قوله تعالى قاتلوا الذين يلونكم من الكفار يعنى ابدأ بنفسك ان كانت كافرة تسلم وتنقاد وتطمئن ثم قاتل سائر اعدائك الهوى والشهوات والشياطين الاقرب فالاقرب قوله تعالى لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ماغنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤوف رحيم هكذا يجب ان يكون المرى في التصوف.

**سورة يونس:** قوله تعالى بل كذبوا بما لم يحيطوا بعلمه هذه كلمة عامة وان نزلت بسبب تكذيبهم القران والغالب في سحابة بنى آدم ان يكفروا يكذبوا علم ما لم يعلموا.

ومنه قيل الناس اعداه ما جهلوا.

وقال الله تعالى في سورة الاحقاف في هذا المعنى ابيض واذلم يهتدوا به

فيقولون هذا افك قديم فان كل ذلك توبيخ لكل مكذب يكذب الانبياء والاولياء فيما يعلمون منهم ويسمعون.

**سورة هود عليه السلام:** قوله تعالى وكلا نقص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك ان ذلك يدل على ان احول الاولياء والعرفاء ولا تخلوا ايض عن مثل ذلك السلوك سيما عند اجتماع الناس على تشكيكهم فيما هم فيه ان ذلك خيالات وماخوليات ووسواس الشياطين وهو اجس النفوس والقاء العفاريت وامثالها وكان قصص الانبياء وحكايات المشايخ المتقدمة والتفكر في احوالهم تثبينا لفوادهم على ما هم فيه كما للانبياء ولهذا قالوا لابد للسالك من الشيخ الماهر الفاضل العارف بواقعات المشايخ وحوالهم ووقاتهم فافهم.

قوله تعالى واليه يرجع الامر كله دلالة على صحة مايقوله المشايخ في السير الى الله تعالى ان كل شيء في السير والرجوع الى الله دائما حتى يصل اليه فاذا وصل الى الله جل وعلا فقد انتهى سيره الى الله تعالى ومن هنا قال ان الى ربك المنتهى وان الصالحين يتنعمون في صفات اللطاف والكرم وان الصالحين يحترقون بنيران القمر والتقم.

**سورة يوسف عليه السلام:** قوله تعالى اذ قال يوسف لابي له يا ابنتي رايت احد عشر كوكبا الى اخر الايات الثلاثة فيها علوم كثيرة من علوم التصوف. الاول قوله تعالى انى رايت دل على بطلان من يقول ان روى الصوفية في وارداتهم وواقعاتهم وحوالهم خيالات لا وجود لها.

الثانى ان المرید المبتدى لابد له من شيخ ناصح يرشده الى مطلوبه ويعلم صلاحه وفساده فى سيره فان يوسف عليه السلام رجع الى ابيه ثم ارشده امره باخفاءه عن حساده.

الثالث دلت الآية على انه يجب على المرید اخفاء واقعاته عن جميع الناس غير شيخه. الرابع دلت الآية على ان الشيطان اذ ارأى اثار النبوة والولاية وامثالها عند انسان فانه يقوم بافساد ذلك عليه قال ان الشيطان للانسان عدو مبين.

الخامس قوله تعالى قد جعلها ربي حقا دل فحواه ان منها مالا يجعلها الله تعالى حقا وصدقا فدلت على انه قد يكون من الرويا مايكون خيالا واضغاث احلام.

قوله تعالى ادعوا الى الله على بصيرة انا هذا دليل على ان الشيخ يجب ان

يكون بصيرا داعيا لما يدعوا اليه مریده.

**سورة الرعد:** قوله تعالى ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم (دخل في عمومه) لا يحجب اولياءه عن المشاهدة ما لم يغيروا اورادهم ومعاملاتهم قوله تعالى الذين امنوا وتطمئن قلوبهم بذكر الله اى يذكرونه باللسان والقلوب يسبحونه ويهللونونه ويطمئنون الى ذلك ويفرجون به.

**سورة الحجر:** قوله تعالى ان فى ذلك لايات للمتوسمين روى ان النبى صلى الله عليه وسلم قال اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله ثم قرأ ان فى ذلك لايات للمتوسمين فدللت الاية على صحة ما للعرفاء من الفراسة وهى الامور التى لا يراها عامة الناس.

قوله تعالى فاصدع بما تومروا اعرض عن المشركين اى اذالرسالة ثم ارجع الى الخلوة وراقب مشاهدة الحق تعالى ومن هنا اخذ المشايخ المحافظة على الخلوة عن الناس (بعد اداء ما عليهم الخلق من النصح والارشاد).

**سورة النحل:** قوله تعالى واذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشيطان الرجيم انه ليس له سلطان على الذين امنوا وعلى ربهم يتوكلون دل الاية على ان الاستعاذة بالله من الشيطان مقعدة للشيطان ومانعة من وسواسه ودلت ايضا على ان ليس للشيطان قوة وقدرة على المومنين المتوكلين على الله تعالى قوله تعالى من عمل صالحا من ذكرا وانثى وهو مومن فلنحيينه حيوه طيبة هو العيش مع الله تعالى والفهم عن الله والاستغناء بالله لا يريد بدلا ولا منه حولا.

قوله تعالى ادع الى سبيل ربك وذلك على الطريقة المعروفة عند الصوفية بالحكمة هى فطنة الشيخ المربى وفهمه لكل ما يصلح لكل احد من للمريدين فان طاعتهم مختلفة فمنهم من يصلح له كثرة الصوم ومنهم من يصلح له كثرة الصلوة ومنهم من يصلح له القيام والصيام معا ومنهم من لا يصلح له كثرة ذلك وانما يصلح الزهد عن الدنيا ومنهم من يصلح له الكسب ومنهم من يصلح له الخدمة ومنهم من يصلح له العنف والشدة فى المجاهدة على النفس ومنهم من يصلح له الرفق والتسهيل فادراك ذلك هى الحكمة المذكورة هذا والموعظة الحسنة هى استعمالهم فى اعمال الطريقة بالمدارات والرفق والشفقة الكاملة عليهم مع اعلامهم بانه لا يريد بذلك الاعلو مقاماتهم وارتفاع درجاتهم وجادلهم بالتى هى احسن اى

كالمهم بعبارات لطيفة وكلمات طيبة ولن لهم ومل اليهم ولا تثقل عليهم حيث تامرو تنهى وتدعوا وتصرف فانه اوقع في قلوبهم وانفع لهم ما كان تلك تعليما لمشايخ الصوفية.

وكذا قول الله تعالى فيما رحمة من الله لنت لهم الاية وكذا كل ما في القرآن (من كيفية المصاحبة مع الاصحاب والشفقة على الامة والشفاعة لهم ودعائهم الى الله تعالى خطاب المشايخ الصوفية انها يجب عليهم استعمالها مع المريدين.

سورة بنى اسرائيل: قوله تعالى اولئك الذين يدعون يبتغون الى ربهم الوسيلة ايهم اقرب ويرجون رحمته ويخافون عذابه والوسيلة الى الله تعالى هي التي يتوسل بها لوصول اليه جل وعلا وذلك هو المجاهدات والاذكار باللسان والقلب والمراقبات فى الخلوات وكل من كان اقرب الى الله تعالى يعنى من كان اوصل اليه فهو اشد طلباً للوسيلة لانه مامن وصال وقرب الا وفوقه درجات الوصال بلانهاية ومن كان اقرب كان اعرف به وكان اشد طلباً للزيادة. سورة الكهف: قوله تعالى وربطنا على قلوبهم وهذا يكون حال كل مرید صادق الارادة بربط على قلبه وسره فلا يبالي بالبلاء ولا يتحير بالمشاق ويكون الله كافله وكافيه ويمر به فى اودية حتى يصل اليه ويستقر لديه هكذا وعد الله تعالى للمساكين فى طريقه لقوله عز وجل والذين جاهدوا فىنا لنهدينهم سبلنا.

قوله تعالى لو اطلعت عليهم لوليت منهم فراروا لملئت منهم رعبا اى مهما تقف على ما عليهم من اثارهية الحق تعالى (الخ) وان لله تعالى صفة نظرا وتجليا مختلفا واذا نظر الى عبد من عباده بصفة الجلال والهيبة هاب ذلك العبد وتاه من راه وكذا اذا نظر الى عبد بصفة اللطف والجمال صار ذلك العبد لطيفا جميلا فى اعين الخلق من راه تاه والها وان تجلى له بتلك الصفة افادله لذة وسرور الجماله ولطفه.

قوله تعالى واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشى يريدون وجهه لا يريدون الا وجهى خاصة لا الدنيا ولا العقبى.

قوله تعالى واذا قال موسى لفتاه لا ابرح حتى ابلغ مجمع البحرين او امضى حقا فالآية تقتضى ان يكون المرید فى ارادته ونيته فى طلب الشيخ المرشد الى ذلك الشأن حتى يجد المقصود. قوله تعالى فلما جاوزا قال لفتاه اتنا

غدائنا تدل على ان المسافر المرید لو كان معه معلوم من الزاد جاز .  
قوله تعالى حتى اذا اتيا اهل قرية استطعما اهلها دلت تلك الآية على ان  
المتوكل وان كان بالغاً في توكله جازله الاستطعام عن الناس ودل ذلك  
ايضا على انه يجوز ان يكون للمرید مرید اخر وتلميذ . فانه كان موسى مرید  
خضرو ويوشع مرید موسى وتلميذه .

قوله تعالى علمناه من لدنا علما هو العلم بالاشياء المغيبة التي لا تعرف بالعقل  
والشرع والحواس بل بالالهام .

قوله تعالى قال له موسى هل اتبعك الآية تدل على ان المرید لا يصاحب  
ويتبع الشيخ الا باذنه وكذلك تدل على ان الاعلى جاز ان يتلمذ لمن  
هو ادنى منه في علم يوجد عنده .

قوله تعالى انك لن تستطيع معي صبرا دل على انه يجوز للشيخ ان يصد  
المرید من صحبته قوله تعالى قال فان اتبعتنى فلا تسالنى تدل على انه  
لا يعترض على الشيخ .

قوله تعالى قال لا توأخذنى الخ وقال ان سالتك ان جميع ذلك يدل على  
ان مرید الشيخ يجب ان يكون حمولا متواضعا للشيخ وان كان الشيخ يؤذيه  
ويستخف به .

قوله تعالى سانبك بتاويل مالم تستطع عليه صبرا دلت الآية بفحواها على  
انه لا ينبغي الشيخ ان يعمل عملا بحضرة المرید ظاهره منكر كيلا يقع في  
الانكار في الباطن ولوائفق له مثل ذلك يجب عليه ان يزيل انكارهم ببيان  
ماعملى وتاويل ماصدر منه ودلت الآية ايضا على ان الشيخ اذا ضجر عن  
المرید واراد ان يفارقه لا ينبغي ان يفارقه بلاعذر ظاهر .

**سورة مريم:** قوله تعالى وهزى اليك بجذع النخلة قيل هذه كرامة  
مريم .

(سورة طه: قوله تعالى الرحمن على العرش استوى واستواءه على العرش  
خاصة تحل خاص بصفة خاصة للعرش ومثاله على سبيل التقريب مثال  
الشمس على الارض يعنى شعاعه اذا شرق على الارض بلا حجاب سحاب .

قوله تعالى اذا وحينا الى امك وام موسى من اولياء الله حيث كلمها الملائكة  
كرامة لها قوله تعالى والقيت عليك محبة منى يعنى اطلعت عليك بصفة

المحبة ونظرت فيك يحي لك افاد اطلاقى عليك بها وصف المحبوبة لك فاحبك كل من رآك وتفسير الاطلاع هو صب الرشاش المذكور فى الحديث قوله تعالى واصطنعتك لنفسى فطرتك على وجه لاتصلح الالعبادتى. قوله تعالى قل رب زدنى علما فمما من زيادة العلم الا وفوقها زوائد لا نهاية لها. قوله تعالى ومن اعرض عن ذكرى فان له معيشة ضنكا لان من ليس له ذكر القلب والسر فهو فى ضنك وظلمة فى الدنيا لا يشاهد الحق ولا يسمع منه ولا يلج الملكوت ولا يرتقى الى الجبروت ويبقى على وجه الارض كالبهائم.

**سورة الانبياء:** ان الذين سبقت لهم منا الحسنى اى سبقت محبتنا اياه فى الازل (وهذا هو سابقة الاستعداد التى يقال فيه ان ابتداء المحبة من المحبوب)

**سورة الحج:** وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبى الا اذا تمنى القى الشيطان فاذا كان حال النبى والرسول هذا فلا يحل للولى ان يامن القاء الشيطان ولولم يكن ماهرا لا ينبغي ان يعتمد على شىء من واقعاته مالم يعرض على شيخه.

قوله تعالى وجاهدوا فى الله هو الذى يسميه المشائخ سيرا فى الله.

**سورة المؤمنين:** فتعالى الله الملك الحق عن الاوهام والظنون والافكار والعقول والعلوم.

**سورة النور:** قوله تعالى قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم قال بعض المشائخ غضوا ابصارهم عن المحارم وابصار قلوبهم عن كل ما سوى الله.

قوله تعالى لاتلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله وهذا هو الخلوة فى الملاء وذلك حال الانبياء وكبار الاولياء وهذا قليل من الاولياء ومنهم من لا يتمكن من ذلك الا فى خلوة ومنهم من لا يتمكن من ذلك الا اذا غلبت حاله غلبه عليه ومنهم من لا يتمكن من ذلك الا ان يكون بين النوم واليقظة ومنهم من لا يتمكن من ذلك حتى يستغرق فى نومه وهذا هو ادنى وانزل الواصلين .

**سورة الفرقان:** ارايت من اتخذ الهه هواه اعلم ان هذه الاية حجة كبيرة على صدق ما ذهب اليه العرفاء اى من تعلق قلبه بشىء غير الله فهو مشرك بالله (فى الحجة).

**سورة الشعراء:** قوله تعالى ففررت منكم من هنا قيل الفرار عما لا يطاق من سنن المرسلين.

**سورة النمل:** ان الذين لا يؤمنون بالآخرة زيننا لهم اعمالهم واعظم عقوبة

العاصي ان يكله الله تعالى الى معصية فلا ينبه ولا يوفق له الا فاقة عن غفلته ويرخص باعذار فاسدة.

قوله تعالى انا اتيك به قبل هذا قول اصف قال ذلك عند غلبة الحال وهو في عين الجمع وهذا كلام الله اجراه على لسانه كقوله سبحانه اجري علي لسان ابي يزيد وقوله انا الحق على لسان الحسين وامثالها كثير كما قال من الشجرة يا موسى انى انا الله ثم مثل ذلك الكرامات كثيرا ما يكون لاولياء الله تعالى وهي طى الارض والنفاذ في الجدار وامثالها.

**سورة القصص:** قوله تعالى ان كادت لتبدي به لولا ان ربطنا على قلبها روى عن يوسف بن الحسين الرازى انه قال امرت ام موسى بامرين ان ارضعه فالقيه في اليم ونهيت بتهيين ولا تخافى ولا تحرنى وبشرت ببشارتين انا رادوه اليك وجاعلوه من المرسلين فلم ينفعها ذلك دون الربط على القلب

**سورة العنكبوت:** قوله تعالى ولذكر الله اكبر اى اكبر فى النهى عن الفحشاء والمنكر ونفى الكبر والخيلاء ومحو الاوصاف الذميمة وذلك مجرب عند المشايخ ولا سيما لا اله الا الله

**سورة الروم:** قوله تعالى ذلك خير للذين يريدون وجه الله اى يريدون ذات الله (التي هى المقصودة بالذات لا الدنيا ولا الآخرة)

**سورة لقمن:** قوله تعالى واسبغ عليكم نعمه ظاهرة وباطنة فالظاهرة الجوارح كالعين والاذن واللسان والاسنان واليد والرجل وامثالها والباطنة النفس والقلب والعقل والسر والخفى (سورة الم السجده)

قوله تعالى يدعون ربهم خوفا وطمعا قال جعفر خوفا من ربهم وطمعا من ربهم (كما يدل عليه ذكر ربهم قبل وعدم مر ذكر معمول خوفا وطمعا بعد)

**سورة الاحزاب:** قوله تعالى يا ايها الذين امنوا لا تكونوا كالذين اذوا موسى هذا نهى لعامة المومنين الذين يوذون الانبياء والاولياء والمومنين المتقين بما لا يعلمون

**سورة السبا:** قوله تعالى وما انفقتم من شئ فهو يخلفه يدل بعموم لفظ شئ على ان من بذل بالموحدة شيئا من البدن او الروح او الراحة لله تعالى يبدله الله خيرا منه)

**سورة فاطر:** قوله تعالى وما يستوى الاحياء ولا الاموات اى لا يستوى اهل الله واهل الشيطان.

**سورة يس:** قوله تعالى والقران الحكيم الى قوله صراط مستقيم اقسام الله تعالى



بالقرآن ان السيد صلوات الله عليه نبي مرسل كسائر المرسلين وفائدة اليمين طمانينة قلب السيد فانه وان كان عالما بانه من المرسلين لكنه مفتقر الى زيادة الطمانينة **سوره والصفه**: قوله تعالى انى ذاهب الى ربى وهذا هو الذى يقول المشايخ فالسير الى الله عزوجل فى الطريقة المشهور عندهم وان ذلك مرغوب محبوب

**سورة ص**: واذكر عبادنا ابراهيم واسحق ويعقوب اولى الايدى والابصار يعنى اولى القوة على النفس والهوى والشيطان والابصار يعنى بصيرة النفس والعقل والقلب والسر والخفى.

**سورة الزمر**: قوله تعالى افمن شرح الله صدره للاسلام فهو على نور من ربه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فاما النور اذا دخل جوفه انفسح لذلك صدره وانشرح قالوا يا رسول الله فهل لذلك من علامة قال نعم التجافى الحافى عن دار الغرور والا نابة الى دار الخلود وحسن استعداد الموت قبل نزوله قوله تعالى تقشعر منه جلود (هذا هو نوع من الوجد).

**سورة المؤمن**: (قوله تعالى يعلم خائنة الاعين وما تخفى الصدور دليل على وجوب تزكية الباطن مع الظاهر.

**سورة حم السجده**: قوله تعالى واما ينزغك من الشيطان نزغ اى يلقي فى باطنك وظاهره كفساد كالحقد والحسد والغضب والرياء والعجب والكذب والسبب والضرب بغير حق فاستعد بالله فانك لا تقدر بنفسك على طرد الشيطان.

**سورة الشورى**: قوله تعالى فان يشأ الله يختم على قلبك ان قلت علينا غير الحق روى انه قرأ امام هذه الاية والشبلى خلفه فلما سمع ذلك من الامام فى صلوته جعل يقول هكذا يخاطب الاحيار (فدل على وجوب الخوف من سلب الحال).

**سورة الزخرف**: قوله تعالى ومن يعيش عن ذكر الرحمن نقيض له شيطانا يعنى من اعرض عن الله تعالى ذاته وصفاته او تكاليفه (وفيه دلالة على تسلط الشياطين على المحجوبين).

**سورة الدخان**: قوله تعالى ولقد اخترناهم على علم على العلمين وما يقترفون من الجنايات لم يوتر ذلك فى سابق حكمنا بالاجتباء والاختيار لهم (وفيه دلالة على ان المراد لا يكاء الله تعالى الى نفسه).

**سورة الجاثية:** قوله تعالى وله الكبرياء في السموات والارض انه نص على ان كبرياءه تعالى في السموات والارض والكبرياء صفة الذات ولا ينفك عن الذات (فالاية تدل على احاطة ذاته تعالى).

**سورة الضحى:** قوله تعالى ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله قالت الحلوية هذه الاية دلت على ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يكن هو البشر وانما كان هو الله تعالى وهذا غلط منهم فان قوله انما يبايعون الله فيه اثبات مبايعتهم مع الله تعالى وليس فيها نفى مبايعتهم مع النبي عليه الصلوة والسلام.

**سورة النجم:** قوله تعالى وان الى ربك المنتهى اى لا فكرة فى الله عز وجل.  
**سورة القمر:** قوله تعالى كذلك نجزي من شكرى نجزي بنجاتهم وهلاك اعداءهم كل ولى شاكر.

**سورة الواقعة:** قوله تعالى فاما ان كان من المقربين هذا دليل ان لا يقرب الى الله الا من قربه الله.

**سورة الحديد:** قولى تعالى الم يان للذين امنوا ان تخشع قلوبهم لذكر الله الاية يعنى الم يان اوان خشوع قلوب المومنين وخضوعها وانسراحها واتساعها لذكر الله اى لمشاهدته تعالى ومناجاته جل وعلا.

**سورة المجادلة:** قوله تعالى استحوذ عليهم الشيطان فانساهم ذكر الله وعلامة ذلك ان لا يتذكر العبد سيده وان ذكر يكره ويكره صحبة العلماء والصلحاء ويختار صحبة الحمقاء والمسافر وامثالهم يفرح بصحبتهم ويهتز بمجالستهم ويكون الحرام احب اليه من الحلال والمعصية احب من الطاعة ويفتخر بمعاصية ويباهى بها على الناس ويلوم الناس على الطاعات فهذا هو الذى استحوذ عليه الشيطان قوله تعالى ايدهم بروح منه ايد بالرشاش الذى رش على النفس.

**سورة الحشر:** قوله تعالى لو انزلنا هذا القرآن على جبل لرأته خاشعا متصدعا من خشية الله يعنى لو تجلى صفة من صفات الله وتلك الصفة كما لعظمة والجلال قال ابن عطاء اشار الى انه لا يقوم شى لصفات ولا يبقى مع تجليه الامن قواه الله تعالى على ذلك وهو قلوب العارفين فقاموا به لاغيره فهو القائم بهم.

**سورة الممتحنة:** قوله تعالى لا تتخذوا عدوى وعدوكم اولياء عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال افضل الايمان الحب فى الله والبغض فى الله.  
(قوله تعالى يا ايها النبي اذا جاءك المؤمنات يبايعنك الاية فيه اثبات البيعة)

**سورة الدهر:** قوله تعالى فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا يعنى بالسبيل الى الله تعالى طريقة الصوفية يعنى من شاء الله ذاته وصفاته سلك سبيله

**سورة الشمس:** قوله تعالى ونفس وما سواها سوى النفس على وجه صلحت لتحمل الامانة وجعل لها وجهين وجه التقوى ووجه الفجور وذلك قوله تعالى فالهمها فجورها وتقواها وجعل بين الوجهين وجه اللوم فان مالت الى الفجور والعصيان فهي امارة بالسوء. وان مالت الى التقوى فهي الطمانينة فاذا عملت سيئة ندمت سريعة فهي لوامة لامت نفسها وذمت هواها ولعنت شيطانها وغضبت شهواتها ومقتت لذاتها وتابت مما علمت من السيئة فاذا تمت التوبة نصوحا فهي الان دخلت فى عالم الطمانينة فعليها المحافظة حتى لا يرجع قبل مذاق الطمانينة فاذا ذاقت كانت الاقامة عليها اسهل ومع هذا لا بد من المحافظة حتى يعود ويصير الطمانينة صفة لازمة لها ويسهل عليها الحفظ ولا يامن الرجوع والنكس مادام فى دار التكليف والنفس واحدة وانما لها جهات ووجوه كالبدن شخص واحد مرة صحيح ومرة مريض ومرة ميت.

**سورة الناس:** قوله تعالى من الجنة والناس دلت على تكون الوسواس من شياطين الانس والجن وبحمد الله تم مارمته ذالحين ولعلى اوفق بعد لاكثر من هذا فى شرح مسائل اخرى من آيات القرآن وقد فرغت من هذا التلخيص فى اربعة ايام من آخر النصف الاول من جمادى الاولى سنة ١٣٢٤هـ والحمد لله اولا واخر اوباطنا وظاهرا والصلوة على رسوله ومن معه متوافرا متكاثرا.

## تائید الحقیقۃ بالآیات العتیقۃ

ترجمہ از حضرت مولانا شاہ لطف رسول صاحب رحمہ اللہ

ہم حمد کرتے ہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اور سلام بھیجتے ہیں ہمیشہ کے لئے جان تو خدا تعالیٰ مجھ کو اور تجھ کو حقیقت کے پہچاننے اور اس کے ساتھ متصف ہونے کی توفیق عنایت کرے کہ جب میں رسالہ حقیقت الطریقۃ کے لکھنے سے فارغ ہو گیا۔ تو ایک مدت کے بعد جبکہ ۱۳۲۷ ہجری کے چار مہینے گزر چکے تھے مجھ کو سفر بہاولپور کا اتفاق پڑا اور وہاں مجھ کو ایک کتاب ملی جس کا نام کاتب نے فہرست میں شواہد احکام الصوفیہ من القرآن لکھا تھا اس کو دیکھ کر میں خوش ہوا اس لئے کہ اس کو اپنی اس غرض کے موافق پایا جو رسالہ مذکورہ کے لکھنے سے تھی اور اس کو میں نے مالک صاحب سے عاریتہ طلب کیا انہوں نے مجھ کو عاریتہ دیدی اللہ تعالیٰ ان کا بھلا کرے پھر میں اس کو لے کر اپنے وطن آیا اور مناسب معلوم ہوا کہ اس کتاب کو بھی اس رسالہ میں خلاصہ کر کے شامل کر دوں کیونکہ اس کے بعض مضامین میں کسی قدر طوالت تھی اور بعض میں استدلال خفی تھا (اس لئے خلاصہ کرنا پڑا) اور اگر تلخیص کے علاوہ کسی اور تصرف کی مثلاً ایک ادھ لفظ بڑھانے کی یا کچھ تغیر و تبدل کی ضرورت پیش آئی تو اسکو (امتیاز کے لئے) قوسین کے اندر محصور کر دیا اور میں نے اس کا نام رکھا تائید الحقیقۃ بالآیات العتیقۃ رکھا سو اسی کی مدد سے میری ابتداء ہے اور اسی سے وصول الی المنہا ہے سورہ بقرہ قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ سب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے اور دوسری آیتوں میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے اور بلاشبہ آپ کے رب نے سب لوگوں کو گھیر رکھا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے ان کے پاس کی چیزوں کو گھیر رکھا ہے اور یہ سب آیتیں ان لوگوں کے قول کی صحت پر دال ہیں جنہوں نے علماء صوفیہ میں سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر

جگہ ہے مگر ہم کو خدا تعالیٰ کے مکان ہونے کی کیفیت معلوم نہیں یعنی یہ حضرات احاطہ ذاتیہ کے بھی قائل ہیں اور اہل ظاہر کی طرح صرف احاطہ صفاتیہ ہی کے قائل نہیں (اور احاطہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ محیط اور محاط دونوں جسم ہوں تفسیر احاطہ کی صرف یہی ہے کہ محاط محیط سے بعید نہ ہو اور نہ محیط محاط سے بعید ہو پھر (جاننا چاہئے) کہ یہ قول جمیع مشائخ صوفیہ میں جیسے جنید اور شبلی اور ابن عطاء وغیرہ مشہور ہے جنید سے منقول ہے کہ کسی شخص نے آپ کے حضور میں اثناء گفتگو میں آسمان کی طرف اشارہ کیا آپ نے فرمایا کہ آسمان کی طرف اشارہ نہ کر کیونکہ وہ تیرے ساتھ ہے سو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت جنید نے اللہ تعالیٰ کے مکان کو عرش کے ساتھ خاص نہیں کیا اور نہ ایک جہت کے ساتھ دوسری جہت کو چھوڑ کر خاص کیا خوب سمجھ لو (اور استواء علی العرش یا تو متشابہ ہوگا یا مؤل علی حسب اختلاف المسلمین اور حدیث میں لفظ مکان کا اطلاق آیا ہے جیسا کہ فرمایا اور قسم ہے میرے مکان کی بلندی کی) قول اللہ تعالیٰ کا داخل ہو تم تسلیم میں پورے پورے جان تو کہ تسلیم تصوف میں یہ ہے کہ نفس صفات ذمیرہ اور دنیا و آخرت سے مر جائے باوجودیکہ وہ زندہ اور باقی رہے حرکت کرے تو اللہ ہی کے لئے ساکن ہو تو اللہ ہی کے لئے اور جو اس کے خلاف ہو وہ تسلیم نہیں کیونکہ جتنی کسر نفس کے مرنے میں ہے اتنی ہی منازعت باقی ہے (پس لامحالہ تسلیم کے خلاف ہے) اور ہم نے اس مسلم کے لئے حالت حیات میں ہونے کی شرط اس لئے کی کہ یہ خطاب احکام تکلفی کے قائم رکھنے کا ان لوگوں کو ہے جو دنیا میں زندہ ہیں اہل قبور کو نہیں۔ قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ سمیٹ لیتا ہے اور پھیلا ہوتا ہے اپنے دوستوں کو ان سے ماسوی اللہ کو چھڑا کر سمیٹ لیتا ہے اور اپنی طرف کشادگی (راہ کی) عنایت فرماتا ہے اور یہی جذبہ کہلاتا ہے سو خوب سمجھ لو (یعنی آیت اپنے عموم الفاظ سے اس قبض و بسط کو شامل ہے جس طرح یہ آیت قبض و بسط واردات کو بھی شامل ہے) قول اللہ تعالیٰ کا عرض کیا ابراہیم علیہ السلام نے (کہ میں ایمان کیوں نہ رکھتا) ولیکن (مشاہدہ و احیاء کی اس لئے درخواست کرتا ہوں) تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے۔ یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ ایمان بڑھتا ہے بڑھتے بڑھتے اطمینان بن جاتا ہے اور یہ وہی چیز ہے جس کو صوفیہ یقین سے تعبیر کرتے ہیں پھر یہ

زیادتی کبھی رویت سے اور کبھی وجدان سے حاصل ہوتی ہے اور یہ آیت دال ہے اس پر کہ ایمان شک کے ساتھ (یعنی عدم حصول اطمینان کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے اور شک (بالمعنی المذکور) سے اس کی نفی نہیں ہوتی اور یہی معنی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں تو اگر آپ کو اس چیز میں جس کو ہم نے آپ پر اتارا ہے کچھ شک ہو آخر آیت تک اور اسی طرح قول نبی علیہ السلام میں بھی کہ ہم شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں بہ نسبت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں تک کہ شک کی تفسیروں میں یہ تفسیر سب سے اچھی ہے۔

سورہ ال عمران قول اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور جو ان کے متقدمین مشائخ کے اس مقولہ کے صدق پر کھلی دلالت کر رہی ہیں جہاں حضرات نے فرمایا ہے کہ عارف بجز ذات خدائی برتر کے کسی چیز سے نہیں ڈرتا اور نہ عذاب دوزخ سے ڈرتا ہے اور نہ نعیم جنت کے فوت ہونے سے اور نہ تمام دنیا کے فوت ہونے سے اور ایسے ہی مضمون پر قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی دلالت کرتا ہے اے اللہ میرے میں پناہ مانگتا ہوں آپ کی آپ سے۔

قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے یعنی اللہ کی ذات کی طرف ہر نیکو کار اور ہر بد کردار اور ہر قرب والے اور ہر بعد والے کا لوٹنا ہے سو بد کردار کو لوٹنا تو دوزخ کی طرف ہوگا جو غضب کی لکڑیوں سے روشن کی گئی ہے اور حق تعالیٰ کے غصہ اور انتقام اور ناخوشی کے ایندھن سے بھڑکائی کی گئی ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفیتیں ہیں اور نیکو کاروں کا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف دار السلام ہیں اور بہند در چون کی طرف ہوگا۔

قول اللہ تعالیٰ کا آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو محبت کی بنیاد ارادہ ہے پھر وہ ترقی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ محبت ہو جاتی ہے اور پھر محبت بڑھتی رہتی ہے حتیٰ کہ کامل ہو جاتی ہے لیکن شوق اور عشق سو وہ محبت مشقلہ کو کہتے ہیں اور اشتعال اس وقت ہوتا ہے جب محبت ترقی پر ہو اور وصال مفقود ہو پھر اگر وصال حاصل ہو گیا تو اشتعال جاتا رہتا ہے اور وہ محبت ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے جس کی بڑھتی ہو یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جاتی ہے اور جب محبت وصال کے ساتھ کامل ہو جاتی ہے تو اس کا نام رضا ہے اور شوق اور اشتعال کے لئے کمال محبت لازم نہیں بلکہ بسا اوقات محبت ناقص ہوتی ہے اور باوجود اس کے وصال

مفقود ہونے کی وجہ سے اس میں سخت اشتعال زندہ ہوتا ہے خوب سمجھ لو۔

قول اللہ تعالیٰ کا جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں نے اس کو تیرے نام پر خالص کر دینے کی نذر کی یعنی بجز آپ کی بندگی کے اور سب چیزوں سے اس کو خالص کر دیا چنانچہ کہا جاتا ہے طین حرئی یعنی خالص اور صاف مٹی اور حریۃ اولیاء اللہ کے اعلیٰ مقامات عبودیت سے ہے اور اہل اباحت نے غلطی کی کہ اس سے یہ سمجھ گئے کہ تکالیف شرعی مرتفع ہو کر نفس خدا کی بندگی سے آباء ہو جائے اور محض باطل ہے جس کو انہوں نے محض شہوت اور خواہش نفسانی کی وجہ سے اختیار کیا ہے کیونکہ حریۃ تو یہ ہے کہ بندگی میں اعلیٰ درجہ کی صفائی اور خلوص ہو جائے قول اللہ تعالیٰ کا فرمایا ذکر یا علیہ السلام نے یہ کہاں سے تم کو ملا آخر آیت تک یہ رزق مریم علیہا السلام کے لئے ایک میوہ تھا اور آپ پیغمبر نہ تھیں جو اس سے ثابت ہوا کہ یہ آپ کی کرامت حق اور ذکر یا علیہ السلام کا معجزہ نہ تھا کیونکہ اول تو ذکر یا علیہ السلام کو اس کی خبر نہیں ہوئی اور آپ نے تعجب ظاہر فرمایا دوسرے مریم علیہا السلام نے یہ نہیں کہا کہ یہ آپ کا معجزہ ہے قول اللہ تعالیٰ کا بطور حکایت کے عیسیٰ علیہ السلام سے اور میں خدا کے حکم سے اچھا کر دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور جذامی کو اور زندہ کر دیتا ہوں مردوں کو یہ مضمون مشائخ صوفیہ کے اس قول کی صحت پر دلالت کرتا ہے کہ بندہ اخلاق خداوندی سے متصف ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے مادر زاد اندھے زندہ کرنے کو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب فرمایا اور اذن الہی کی قید لگادی اور یہ مشائخ صوفیہ کے نزدیک محال نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس پر قادر کر دے قول اللہ تعالیٰ کا ہم خدا کو چھوڑ کر باہم ایک دوسرے کو رب نہ بنادیں یہ آیت ان لوگوں کے قول کے بطلان پر دلالت کرتی ہے جو صوفیہ میں سے حلول کے قائل ہیں وہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان سمجھ دار یا علم و عمل ہے جو انسان کی صورت میں قائم ہے جب وہ کسی چیز کو دیکھتا ہے تو گویا رب بذریعہ رب کے دیکھتا ہے اور رب بذریعہ رب کے سنتا ہے اور رب بذریعہ رب کے علم رکھتا ہے حالانکہ اس مقام پر وحدانیت کو ثابت فرمایا ہے اور جو لوگ حلول کے قائل ہیں وہ واحد سے زیادہ کے قائل ہیں پس ان کا قول منافی آیت کے ہوا قول اللہ تعالیٰ کا ولیکن ہو جاؤ تم رب والے یعنی تم اپنے پروردگار کے

اخلاق کے ساتھ متصف ہو جاؤ اپنے قلوب کی بصیرت سے مبصر ہو جاؤ اور ربانی منسوب ہے رب برتر کی طرف بندگی کے طور پر (تو بندہ کا رب ہونا محال ہے اور اس کا ربانی ہونا امر مطلوب و خوبی ہے۔ قول اللہ تعالیٰ کا اور نہ وہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لو مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ فرشتوں کو رب بنانا یہ ہے کہ ان کا دل سے ذکر کرے اور ان کی طرف خطرہ قلبی اور خطرات سری سے التفات کرے ابن عطاء نے فرمایا ہے) کہ مخلوق کی طرف التفات کرنے سے بچے رہو جبکہ التفات الی الحق کے اسباب میسر ہیں۔

واسطی نے اس آیت میں فرمایا کہ تمہاری باطن میں ان کی تعظیم کا خطرہ نہ واقع ہو اور نہ ان کے اوصاف میں غور کرنے کا خطرہ واقع ہو میں کہتا ہوں مراد یہ ہے کہ مقصودیت کے طور پر یہ التفات نہ ہو اور نہ شفقت اور رحمت کے ساتھ خلق کی طرف التفات کرنا یا اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور فرشتوں کے ساتھ ایمان لانے کو واجب کہا ہے خود شریعت میں مطلوب ہے۔ قول اللہ تعالیٰ کا وہ اہل عقل ایسے ہیں کہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے بیٹھے لیٹے یعنی اللہ کا ذکر سب حالتوں میں ہمیشہ ہمیشہ کیا کرتے ہیں کیونکہ آدمیوں کے حالات ان احوالِ ثلثہ سے باہر نہیں ہوتے اور وہ کھڑا ہونا ہے اور بیٹھنا ہے اور لیٹنا ہے پھر انسان کے لئے سونا اور کھانا اور پینا بھی ضرور ہے تو معلوم ہوا کہ مراد اس سے ذکر روجی اور قلبی ہے کیونکہ وہ جمیع احوال میں ممکن ہے (یعنی وہ مراد کی فردا عظیم ہے نہ یہ کہ مراد اسی میں منحصر ہے)

سورۃ نساء قول اللہ تعالیٰ کا اور تم بے وقوفوں کو اپنا مال مت دو۔ سو بے وقوف کا مصداق مشائخ کے نزدیک نفس ہے یعنی اپنے مالوں میں وہی تصرف کرو جو نفس اور خواہش کے خلاف ہو تو اگر نفس خرچ کرنے کی طرف مائل ہو (یعنی جس خرچ میں کچھ احتمال حفظ نفس کا ہو تو رک جاؤ اور اگر بخل کی طرف مائل ہو تو خرچ کرو اور نفس کا اتباع اس کی خواہش میں مت کرو اور نہ اس کی طرف بجز اس پر زجر و توبیخ رکھنے کے التفات کرو اور نہ اس سے مشورہ لو کیونکہ وہ بے وقوف ہے اور عقل اور دین سے مشورہ لو اور جو کچھ یہ دونوں کہیں اس پر عمل کرو (مقصود اس تقریر سے سفہاء اور نفس کے حکم کا مشترک ہونا ہے بوجہ اشتراک علت کے نہ کہ سفہاء کی تفسیر کرنا نفوس کے ساتھ خوب سمجھ لو۔



قول اللہ تعالیٰ کا اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کے واسطے ہجرت کرنے کی غرض سے نکلے پھر اس کو موت آ جائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا یہ جو ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے گھر سے یعنی ان اشیاء دنیویہ سے جس کے ساتھ اس کو دلچسپی جیسے نفس اور خواہش اور شہوات اور مہاجر سے مراد یہ کہ جو چیز اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہو اس کو چھوڑ دینے والا ہو تو ایسا شخص اگر قبل حصول مراد کے مر گیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ثابت رہے گا اس کی نیت کو پورا کرنا اور اس کو مقصود تک کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے پہنچا دینا اللہ کے ذمہ ہوگا (اور مقصود آیت کی تفسیر نہیں ہے بلکہ ایک ہجرت کا دوسری ہجرت پر قیاس کرنا ہے اور مرید کو مہاجر فرمانا خود حدیث میں وارد ہے کہ بڑا مہاجر وہ شخص ہے جو اس کو چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے)

قول اللہ تعالیٰ کا اور اس سے زیادہ اچھا دین میں کون شخص ہے جو اپنے رخ کو مطیع کر دے یعنی اپنے نفس کو اور اپنی ذات کو اور اپنی صفات کو اور اپنے جسم کو اور اپنے اعضاء کو سب کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص مخلص کر دے اور اپنے سب کاموں کو اللہ کے لئے اس کی رضا مندی کے موافق کر دے قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنا لیا خلیل وہ محبت ہے جو محبوب کی جانب سے بعض معاملات شریفہ عظیمہ کے ساتھ مخصوص ہو تو اس بنا پر خلیل حبیب ہے۔ ہر حبیب خلیل نہیں اور اس بنا پر اللہ تعالیٰ کے سب نبی اس کے خلیل ہیں اور اسی طرح تمام اولیاء اور عارفین بھی اور فائدہ ابراہیم علیہ السلام کی تخصیص ذکر یہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں کوئی دوسرا (اس مرتبہ کا) اللہ کا خلیل نہ تھا۔

سورہ مائدہ قول اللہ تعالیٰ کا اللہ تعالیٰ اس قرآن سے اس شخص کو سلامتی کے رستے دکھلاتا ہے جو اس کی رضا مندی کا اتباع کرے۔ سبل جمع ہے سبیل کی اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ رستے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے بہت ہیں جن کا شمار نہیں اور یہ آیت ان کے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے (یعنی اس مسئلہ پر جو اب اس عنوان سے مشہور ہے کہ طرق وصول الی اللہ کے باندازہ انفس خلایق ہیں اور ان سب طریقوں کا مرجع ایک ہی مستقیم طریق ہے اور جس طریقہ کا مرجع یہ مستقیم طریق نہ ہو۔ اس کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دوسرے

رستوں کا اتباع مت کرو قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ ہی پر توکل کرو (یہ منجملہ مقامات سالکین کے ہے) قول اللہ تعالیٰ کا اور تم تلاش کرو اللہ کی طرف ذریعہ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ زندوں میں ذریعہ شیخ ہے (یعنی وہ اس کے عموم میں داخل ہے) اور اس کے رستہ میں مجاہدہ کرو یعنی اللہ کے رستہ میں یہ صوفیہ کے مجاہدہ کا حکم ہے (یعنی آیت اس کو بھی عام ہے۔

قول اللہ تعالیٰ کا اور مت خرید و میری آیتوں کے عوض میں متاع قلیل کو مذاق تصوف پر یہ معنی ہیں نہ خرید و متاع قلیل میری ان کرامتوں اور فراستوں کے عوض میں جو کہ تجھ سے مشہور ہوئیں حالانکہ میں نے تم کو نہ اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے تم دنیا (کا مال و جاہ) وصول کرو۔ قول اللہ تعالیٰ کا تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شرع اور ایک طریق مقرر کیا یہ آیت ما تقدم پر دلالت کرتی ہے یعنی اس آیت کے مضمون پر بھدی بہ اللہ من اتبع الخ یعنی بطریق اثبات ایک نظیر کے دوسری نظیر سے نہ بطریق داخل کرے جزئی کے تحت میں کلی کے کیونکہ اس شرع اور طریق میں بعضے منسوخ ہیں قول اللہ تعالیٰ کا اے رسول پہنچا دیجئے جو کچھ آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے اتارا گیا ہے یعنی اور اس کشف و مشاہدہ کو نہ پہنچائے جس کے ساتھ ہم نے آپ کو خاص کیا ہے (اور تبلیغ کا امر نہیں کیا) کیونکہ یہ لوگ اس کے برداشت کی قوت نہیں رکھتے ہیں۔ اور یہ مضمون مشائخ کے اس مقولہ کی صحت پر دال ہے کہ مناسب نہیں کہ اپنے واقعات لوگوں سے بیان کرے اور اگر ضرورت پڑے تو صرف شیخ سے کہے اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد اس پر کافی دلیل ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے کہ اے میرے بیٹے تم اپنے خواب کو اپنے بھائیوں سے مت بیان کرنا۔

قول اللہ تعالیٰ کا جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں ان لوگوں کو اس میں کچھ گناہ نہیں جو انہوں نے کھا لیا بشرطیکہ ڈرتے رہیں اور ایمان پر قائم رہیں اور نیک عمل کریں پھر ڈرتے رہیں اور ایمان پر رہیں پھر ڈرتے رہیں اور احسان یعنی اخلاص اختیار کریں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان کے تین درجے قائم کئے پھر چوتھے درجے کو احسان بنا دیا (جو عبارت ہے تصوف سے)

قول اللہ تعالیٰ کا اور ایسی چیزوں سے سوال مت کرو کہ اگر تم سے بیان کر دی جائیں تو تم

کو تاگوار ہو اولیاء اور عارفین سے (ایسی چیز کا جو ان کے ساتھ خاص ہے اور اسکے پوچھنے کی شدید ضرورت بھی نہیں..... کرنا پڑے گا..... کیونکہ وہ غلبہ حالت کے وقت ضرور جواب دیں گے اور بسا اوقات وہ جواب تمہاری فہم کے موافق نہ ہوگا اور تکذیب ولی کی اگرچہ کفر نہیں پھر بھی وہ خطرناک امر ہے (میں کہتا ہوں کہ یہ قیاس ہے ایک سوال کا دوسرے سوال پر بوجہ اشتراک علتہ کے۔

سورۃ الانعام قول اللہ تعالیٰ کا سو بعد نصیحت کے ظالموں کے ساتھ مت بیٹھنا اس میں ظالمین کی مجالست سے ممانعت فرمائی بدون فرق کے ظالم اور فاسق اور کافر ہیں کیونکہ ظالم سب کو شامل ہے (پس مطلقاً صحبت بد سے بچنا ثابت ہوا)

قول اللہ تعالیٰ کا پھر جب ان کو (یعنی ابراہیم علیہ السلام کو رات نے ڈھانک لیا ان کے اس قول تک اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں اور یہ مشاہدات عارفین کی ابتدائی چیزیں ہیں (یعنی انوار دیکھنا بعض احوال میں) تو یہ آیت اس امر پر دالت کرتی ہے کہ سالک راہ حق کو چاہئے کہ عاقل ہو دانا ہو بڑا سمجھ دار ہو۔ صاحب نظر و فکر ہو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں جو اعتقاد جائز ہے اور جو جائز نہیں اس سے غافل نہ ہو۔

قول اللہ تعالیٰ کا اور ہم نے ان کو کھینچ لیا اور ان کو رستہ بتایا یعنی ہم نے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا اور سیدھے رستہ کی ہدایت فرمائی تاکہ ہمارے لئے مجاہد کریں اور راستہ میں ریاضت کریں۔ قول اللہ تعالیٰ کا یہ ایسے حضرات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمائی ہے تو آپ ان کے طریقہ کی پیروی کیجئے۔ اس آیت میں اس بات پر کھلی ہوئی دلالت ہے کہ مرید کے لئے ایک شیخ ایسا ہونا ضرور ہے جس کی وہ پیروی کرے۔

قول اللہ تعالیٰ کا اور اس شخص سے زیادہ ظلم کرنے والا کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کی تہمت لگائے یا یہ کہے کہ میرے پاس وحی آئی ہے حالانکہ اس کی طرف وحی نہ بھیجی گئی ہو۔ یہ ہر جھوٹے مدعی کو عام ہے خواہ نبوت کا دعویٰ کرے یا کسی قسم کی ہدایت کا جب جھوٹا ہوگا تو اس آیت میں داخل ہوگا۔

قول اللہ تعالیٰ کا سو جس شخص کے لئے اللہ چاہتا ہے کہ اس کو ہدایت کرے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے ہدایت یہ ہے کہ نفس اور قلب رو نیا او آخرت کو اور جو ان کے

درمیان میں ہے سب کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور صرف اللہ ہی کو اختیار کرے اور کھول دیتا ہے اس کے سینہ کو یعنی اس کے قلب کو وسیع کر دیتا ہے یہاں تک کہ جس چیز کو ترک اور سپرد کیا ہے اس کے نکل جانے کی اور جس چیز کو اختیار کیا ہے اس کے آجانے کی اس میں گزارش..... اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ وہ ایک نور ہے جو دل میں ڈال دیا جاتا ہے پھر وہ اس کی وجہ سے کشادہ ہو جاتا ہے۔

سورہ اعراف آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھ کو عدل کا حکم کیا ہے اور عدل یہ ہے کہ تو کسی چیز کی طرف بجز اللہ کے مائل نہ ہو۔

قول اللہ تعالیٰ کا اور اس کعب بادت کرو اسی کے لئے دین کو خالص کر کے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ خالق پر علی الدوام نظر رکھنے کی وجہ سے خلق پر نظر کرنے کو فراموش کر دے۔

قول اللہ تعالیٰ کا کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی مت کرو۔ یعنی دنیا سے بقدر ستر ڈھاکنے کے اور بھوک روکنے کے لو اور بس مگر یہ کہ تم کو گرمی اور سردی تکلیف دے تو اس قدر اور پہن لو جو گرمی اور سردی کو دفع کر دے اور اس پر زیادتی مت کرو و تعمم کے طور پر جیسے نرم لباسی اور خوش خوراکی اور نہ آرائش کے طور پر اور نہ غریبوں کے مقابلہ میں تفاخر کے طور پر کیونکہ یہ اسراف ہے قول اللہ تعالیٰ کا اور پاکیزہ شہر سے اس کی کھیتی نکلتی ہے خدا کے حکم سے تو پاکیزہ شہر (کے عموم میں داخل ہے) نفس مومن (اور اس آیت میں نفس مومن کے اندر جو استعداد ذکر و طاعت کی ہے اس کے ظہور کا بیان ہے) قول اللہ تعالیٰ کا سو یاد کرو تم اللہ کی نعمتوں کو تا کہ تم کو فلاح ہو اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمتوں کے یاد کرنے کا اس لئے حکم دیا کہ وہ یاد کرنا محبت الہی کا سبب بن جائے کیونکہ اپنے محسن کی محبت قلوب کا امر جبلی ہے (اور یہ ایک قسم کا مراقبہ ہے) قول اللہ تعالیٰ کا اور ہم نے کسی بستی میں نبی نہیں بھیجا۔ مگر اس کے رہنے والوں کو سختی اور مصیبت کے ساتھ پکڑا تا کہ وہ عاجزی کریں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی درگاہ کی طرف لطف سے بلاتا ہے پھر اگر وہ انکار کرتے ہیں تو سختی سے بلاتا ہے قول اللہ تعالیٰ کا پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی مدت مقررہ پوری رکدی چالیس رات اور فرمایا نبی علیہ السلام نے جو شخص اللہ کی چالیس دن اخلاص سے عبادت کرے تو ان حضرات کا طریقہ (چلہ نشینی) اس

آیت اور حدیث سے ماخوذ ہے۔ قول اللہ تعالیٰ کا عنقریب میں پھیلاؤں گا اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں یعنی اپنی کرامتوں اور اپنے مشاہدوں سے ان لوگوں کو (دور رکھتا ہوں) جو خدا کے بندوں یعنی فقیروں اور کمزوروں اور ولیوں پر تکبر کرتے ہیں اور یہ آیت دال ہے ناحق تکبر کرنے والوں کے مجھوب ہونے پر کمالات اولیاء و عارفین سے اور اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ تکبر و قسم پر ہے جحٰق اور ناحق سو تکبر جحٰق عربیوں کا تکبر ہے امیروں پر اور کمزوروں کا زور مستعاد پر اولیاءوں کا کافروں پر فرمایا اللہ تعالیٰ نرم ہیں مسلمانوں کے مقابلہ میں سخت ہیں کافروں کے مقابلہ میں (پس مراد صورت تکبر ہی قول اللہ تعالیٰ کا لوٹے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرے ہوئے اور یہ آیت دال ہے اس پر کہ شیخ مرنبی کو اپنے مرید پر غصہ کرنا جائز ہے (جب کوئی داعی ہو)

قول اللہ تعالیٰ کا اور آپ ان کافروں کو اس شخص کی حکایت پڑھ کر سنائے جس کو ہم نے اپنی نشانیاں دی ہیں یعنی کراہتیں پھر وہ ان سے نکل بھاگا جانا چاہئے کہ انسلاخ دو قسم پر ہے ایک خیر سے نکلنا شر کی طرف اور ایک شر سے نکلنا خیر کی طرف اور یہ دوسری قسم بدل جانا ان صفات کا یعنی کینہ اور حسد اور تکبر اور ان کے امثال کا صفات حمیدہ کے ساتھ اور فنا یہی ہے اور خیر سے شر کی طرف نکلنا یہ ہے کہ جو شخص مقامات اور درجات تک جس میں وہ ترقی کر رہا ہے..... ہو پھر ابتدا کی طرف لوٹ آئے اور ان مقامات سے اتر آئے اور جب ابتداء کی طرف سالک اترتا ہے اور وہ مقام ہے ایمان کا تو اکثر اوقات اسی حالت پر باقی رہتا ہے اور بعضے اس پر بھی نہیں ٹھہرتے یہاں تک کہ نعوذ باللہ اسفل السافلین (یعنی کفر) تک گر جاتے ہیں اور ان میں سے بعضے دفعۃً ہی اسفل السافلین تک گر جاتے ہیں جیسے ابلیس لعین اور بلعم بن باہوراء وراگر ہم چاہتے ہیں اس کو ان نشانوں کے ساتھ بلند کر دیتے علیین تک اور یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو درجات مشاہد تک ہنوز نہیں بلند کیا تھا کیونکہ اصل راجع نہیں ہوتا اور فانی واپس نہیں ہوتا) ولیکن وہ مائل ہو گیا میں کی طرف یعنی دنیا کو اختیار کر لیا اور اس کے ساتھ راضی ہو گیا سو اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ اس کا نیچے اترنا اس کے عمل اور اس کے سوء اختیار سے تھا جو اس نے اپنے نفس کے لئے تجویز کیا تھا

اور یہ اس کی بھی دلیل ہے کہ وہ ہنوز مقامات کسب اور رستہ میں تھا (کیونکہ جو کسب کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ اختیاری نہیں تو اس کے ساتھ زمین کی طرف مائل نہیں ہو سکتا) اور یہ آیت اس امر پر دال ہے کہ ولی کو ماموں ہونا مناسب نہیں جب تک وہ دارالتکلیف میں زندہ ہے (اور ما بعد الکسب تک پہنچنا یقیناً معلوم ہو نہیں سکتا تو کیا عجب کہ ہنوز پہنچانہ ہو۔

قول اللہ تعالیٰ کا ان کے ایسے دل ہیں جس سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کے ایسی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں اور ان کے ایسے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں نہیں جاننا چاہئے کہ قلوب جمع ہے اس کا واحد قلب ہے اور قلب بہت معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور قر فہم عوام کے قلب بدن ہے پھر قلب بدنی میں قلب نفس ہے پھر ایک اور قلب ہے جو قلب نفس ہے بھی زیادہ لطیف ہے تو وہ قلب نفس کے اندر ہے پھر اس قلب میں عقل اور روح ہے جس کو ہم سر کہتے ہیں اور یہ سر اس قلب کا قلب ہے جس میں عقل ہے پھر عقل اور سر یہ دونوں روحانی نور ہیں پھر خفی ہے بعد اس کے جو سر السر ہے اور (اسی طرح اس کا دل اور اس کی آنکھ ہے خوب سمجھ لو۔ تو قول اللہ تعالیٰ کا ان کے ایسے دل میں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور اس سے وہ قلب ہے جو محل سر و عقل ہے) اس لئے کہ قلب بدن سے تو وہ اس کے مدارکات کو سمجھتے تھے) اور قول اللہ تعالیٰ کا اور ان کی ایسی آنکھیں ہیں اور اول اللہ تعالیٰ کا ان کے ایسے کان ہیں مراد ان سے قلب کی آنکھیں اور قلب کے کان ہیں وجہ اس کی یہ کہ وہ جو اس ظاہرہ سے تو سنتے دیکھتے تھے یہ لوگ چوپایوں کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں کیونکہ چوپائے اور جانوروں کے دلوں میں آنکھیں اور کان نہیں جیسا کہ انسان میں یہ آنکھ اور کان باطنی ہیں اور پھر باوجود اس کے یہ لوگ بے راہ ہو گئے تو چوپایوں اور جانوروں سے بھی زیادہ بے راہ ٹھہرے (اور اس تقریر سے وہ ثابت ہو گیا جس کے یہ حضرات قائل ہیں یعنی وجود لطائف کا انسان میں) قول اللہ تعالیٰ کا میرا تو کارساز اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہی نیکوں کی کارسازی کرتا ہے زیادہ توفیق دے کر اور حفاظت فرما کر اور ہدایت الی الحق فرما کر کہ اتنی ان لوگوں کی کارسازی نہیں کرتا جو نیک نہیں ہیں بلکہ ان کو ان کے نفوس کے حوالہ کر دیتا ہے قول اللہ تعالیٰ کا جو لوگ ڈرتے ہیں جب ان کو کوئی گشت کرنے والا شیطانی اثر چھو لیتا ہے تو وہ ذکر کرتے ہیں

پھر وہ دفعۃً دیکھنے لگتے ہیں یعنی جب ان کو شیطان چھوٹا ہے و سوسہ ڈال کر اور پریشان کر کے اور پردے اور حجاب قلب پر ڈال کر تو وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کا نام لیتے ہیں پھر جب وہ ذکر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے وہ پردے دور کر دیتا ہے اور اٹھا دیتا ہے اور قلب ذاکر کو بیٹا کر دیتا ہے اور کلمات ذکر میں سب سے زیادہ مفید تصفیہ سر میں کلمہ لا الہ الا اللہ ہے اور یہ مجرب ہے قول اللہ تعالیٰ کا اور اپنے رب کو اپنے نفس میں یاد کر یعنی اپنے دل سے کیونکہ نفس باطن ہے پس جو ذکر اس میں ہوگا وہ بھی ظاہر بات کے باطن ہوگا۔

سورۃ انفال قول اللہ تعالیٰ کا پس مومن تو وہی لوگ ہیں کہ جب اس کا ذکر کیا جاتا ہے اس دل تک روزی عزت کی ہے یہ آیت ان چیزوں کے ذکر میں نازل ہوئی جو صوفیہ کے ساتھ خاص ہیں اور صوفیہ ان کے ساتھ خاص ہیں اور وہ احوال قلب امن (سورہ توبہ) قول اللہ تعالیٰ کا جبکہ آپ اپنے ساتھی سے کہتے تھے کہ غم نہ کرو بالیقین اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے یعنی مدد اور حفاظت سے نہ ذات سے کیونکہ ذات سے تو اللہ تعالیٰ پر منحذول اور منصور اور ظالم اور مظلوم کے ساتھ ہے لیکن عم جب ہی دور ہوتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی معیت نصرت کے ساتھ ہے فذل ان کے ساتھ نہیں اور اس نے ظاہر حضرت صدیق کے حال سے یہ ہے کہ ان کو یہ تو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ دونوں سے قربت میں رگ گردن سے بھی قریب ہے صرف خوف اس وجہ سے تھا کہ آپ کو اللہ کی طرف سے مدد اور حفاظت کا ہونا یقیناً معلوم تھا کیونکہ کبھی اللہ تعالیٰ مدد کرتے ہیں اور کبھی مدد نہیں بھی کرتے کیونکہ وہ ان کا اختیاری فعل ہے) قول اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں سے قتال کرو جو کافروں میں سے تمہارے قریب ہوں یعنی ابتدا اپنے نفس سے کر اگر وہ کافر ہو کہ وہ مطیع اور فرمانبردار اور ..... ہو جائے گا پھر اپنے باقی دشمنوں یعنی بنوائے نفسانی اور شہوات اور شیاطین سے مقابلہ کرنا جو سب سے اقرب ہو پھر اس کے بعد جو اقرب ہو۔

قول اللہ تعالیٰ کا یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے ایسے رسول تشریف لائے ہیں کہ ان پر شاق ہے تمہارا مشقت میں پڑنا تمہاری بھلائی پہ حریص ہیں مسلمانوں کے ساتھ شفقت کرنے والے مہربان ہیں ایسا ہی تصوف کی تربیت کرنے والے کو ہونا واجب ہے۔

سورہ یونس قول اللہ تعالیٰ کا بلکہ ان لوگوں نے جھٹلایا اس چیز کو جس کے علم کا احاطہ بھی نہیں کیا یہ کلمہ عام ہے گو سبب نزول اس کا صرف ان کا قرآن کو جھٹلانا ہے اور اکثر آدمیوں میں غالب خصلت یہ ہے کہ جس کو وہ نہیں جانتے اس کی تکذیب اور انکار کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ لوگ جس کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے سورہ احقاف میں اسی مضمون کو ارشاد فرمایا ہے اور جبکہ یہ کفار قرآن نہیں سمجھ سکے تو اب یہی کہیں گے کہ یہ قدیمی جھوٹی باتیں ہیں تو یہ سب ہر ایسے شخص کی تویح کے لئے ہے جو ایسے امر کا انکار کرے جس کو انبیاء اولیاء سے معلوم کرے اور سنے (سورہ ہود علیہ السلام) قول اللہ تعالیٰ کا اور اخبار انبیاء میں سے ہم ایسے خبریں آپ سے بیان کرتے ہیں جس سے آپ کے قلب کو ہم مضبوط کر دیں یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ احوال اولیاء اور عارفین کے بھی اس قسم کے سلوک سے خالی نہیں ہوتے (یعنی اثنا سلوک میں ایسے احوال پیش آتے ہیں کہ ان کے تدبر کے لئے اکابر کے حالات یاد دلانے کی ضرورت ہوتی ہے بالخصوص جب لوگ ان کے واردات میں شک ڈالنے پر جمع ہوں کہ یہ خیالات اور مایخو لیا اور وسوسہ شیطانی اور خطرات نفسانی اور القاء شیطانی ہیں اور اس قسم کی باتیں کہتے ہیں اور انبیاء کے قصے اور مشائخ متقدمین کی حکایتیں اور ان حضرات کے حالات میں غور کرنا یہ سب ان کی واردات و حالات موجودہ پر ان کی ثبات قلب کا سبب ہو جاتے ہیں جس طرح انبیاء کے لئے تھا اور اسی لئے مشائخ نے فرمایا ہے کہ سالک کے لئے ایسا شیخ ضرور ہونا چاہئے جو ماہر ہو فاضل ہو واقعات مشائخ کو اور ان کے حالات اور اوقات کو خوب جانتا ہو خوب سمجھ لو۔ قول اللہ تعالیٰ کا اور اسی کی طرف ہر امر لوٹنا ہے اس میں مشائخ کے اس مقولہ کی صہت پر دلالت ہے جو انہوں نے سیرالی اللہ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ ہر شے اللہ کی طرف سیر اور رجوع میں ہمیشہ رہتی ہے یہاں تک کہ امہ تک پہنچ جائے پھر جب وہ اللہ تک پہنچ جاتی ہے تو اس کی سیرالی اللہ ختم ہو جاتی ہے اور اسی مقام سے فرمایا ہے بے شک تیرے رب ہی کی طرف انتہا ہے اور (بعد منتہی ہونے کے) نیک لوگ صفات لطاف و کرم سے عیش حاصل کرتے ہیں اور بد بخت قہر و غضب کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔ (سورہ یوسف علیہ السلام) قول اللہ تعالیٰ کا جبکہ کہا یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہ اے میرے باپ



میں نے دیکھے گیارہ ستارے آخر آیات، اللہ تک ان آیتوں میں علوم تصوف میں سے بہت سے علوم ہیں اول قول اللہ تعالیٰ کا..... ان لوگوں کے قول کے بطلان پر دلالت کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ صوفیہ کے خواب ان کی واردات اور واقعات اور احوال کے بارہ میں خیالات ہیں جن کا واقعی وجود نہیں دوسرے یہ کہ مبتدی مرید کے لئے ایک ایسا شیخ خیر خواہ ہونا ضرور ہے کہ اس کو اس کے مقصود کی ہدایت کر سکے اور اس کے صلاح و فساد کو جان سکے کیونکہ یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کی طرف رجوع کیا پھر انہوں نے ان کو مصلحت کی بات بتلائی اور ان کو وہ خواب حاسدوں سے چھپانے کا حکم فرمایا۔ تیسری آیت دلالت کرتی ہے اس پر کہ مرید پر واجب ہے کہ اپنے واقعات بجز شیخ کے ادب نے چوتھے آیت دلالت کرتی ہے اس پر کہ شیطان جب کسی میں نبوت اور دین کے یا اور اس طرح کے آچار دیکھتا ہے تو وہ اس حالت کے بگاڑنے کے لئے مستعد ہو جاتا ہے چنانچہ فرمایا کہ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے پانچویں قول اللہ تعالیٰ کا قد جعلہا ربی تھا یعنی میرے پروردگار نے اس خواب کو سچ کر دیا اس کا مضمون اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بعضے خواب ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو سچ اور مطابق واقعہ کا..... آیت ان پر دلالت کرتی ہے کہ بعضے خواب خیال اور پریشان خواب ہوتے ہیں۔

قول اللہ تعالیٰ کا بلاتا ہوں اللہ کی طرف اس طور پر کہ میں بصیرت پر ہوں یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ کو صاحب بصیرت صاحب دعوت ہونا ضرور ہے اس امر میں جس کی طرف مرید کو بلاتا ہے۔ (سورہ رعد) قول اللہ تعالیٰ کا بلا شبہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت نہ بدلے ان کے کنایہ بھی داخل ہے) کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو مشاہدہ سے محجوب نہیں کرتا جب تک وہ اپنے اور اذ اور معاملات کو: نہیں۔ قول اللہ تعالیٰ کا جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کے مطمئن ہوتے ہیں اللہ کی یاد سے یعنی زبان اور دل سے اس کا ذکر کرتے ہیں اور تسبیح و تہلیل کرتے ہیں اور اس سے مطمئن ہوتے ہیں اور اس سے خوش ہوتے ہیں (سورۃ الحجر) قول اللہ تعالیٰ کا بیشک اس قصہ میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو فراست رکھتے ہیں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فراست مومن سے ڈرو کیونکہ وہ نور الہی سے دیکھتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ان فی ذلک

لایات للموسمین پس یہ آیت فراست عارفین کے صحیح ہونے پر دال ہے اور فراست ایسے امور کا نام ہے جن کو عام لوگ نہیں دیکھتے قول اللہ تعالیٰ کا سو آپ کو جو حکم ہے اس کو ظاہر کر دیجئے اور مشرکوں سے الگ ہو جائیے یعنی پیغام حق ادا کر دیجئے پھر خلوت کی طرف رجوع کیجئے اور مشاہدہ حق تعالیٰ کا مراقبہ کیجئے اور اسی مقام سے مشائخ نے خلوت پر محافظت رکھنے کو اخذ کیا ہے (یعنی خلاق کا جو ان پر حق ہے نصیحت اور ہدایت کرنا اس کے ادا کرنے کے بعد یہ ہونا چاہئے) سورہ نحل قول اللہ تعالیٰ کا اور جب آپ قرآن پڑھنے لگتے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے شیطان مردود سے کیونکہ اسکو غلبہ ان لوگوں پر نہیں ہوتا جو ایمان رہتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں آیت دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگنا شیطان سے شیطان کو عاجز کر دینے والا ہے اور اس کے وسوسوں سے مانع ہوا اور اس پر یہی دلالت ہے کہ شیطان کو قوت اور قدرت ان مسلمانوں پر نہیں جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں قول اللہ تعالیٰ کا جو شخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو تو ہم اسکو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آرام پانا اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ کو سمجھنے لگنا اور اللہ کے ساتھ مستغنی ہو جانا ہے پس یہ حالت نہ تبدیل کو مقتضی ہے اور نہ تحویل کو قول اللہ تعالیٰ کا آپ اپنے رب کے رستہ کی طرف بلائیے اور یہ رستہ ہی ہے جو طریقت کے نام سے صوفیہ کے نزدیک مشہور حکمت کے ساتھ مراد اس سے دانا ہونا ہے شیخ تربیت کندہ کا اور اس کا ان تمام امور کو سمجھنا جو ہر ایک مرید کے لئے مناسب ہو کیونکہ مریدوں کی طاعتیں مختلف ہوتی ہیں سو انہیں سے بعضے تو ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے کثرت صوم مناسب ہوتا ہے اور بعضے ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ تکثیر نماز ان کے لئے مناسب ہوتی ہے اور بعضے ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے نماز اور روزہ دونوں بہتر ہوتے ہیں اور بعضے ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے الی امور کی کثرت مناسب نہیں ہوتی صرف زہد عن دنیا ہی نہیں ہوتا۔ بعض ان میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے کسب مناسب ہوتا ہے اور بعضے ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے خدمت کرنا

مناسب ہوتا ہے اور بعضے ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے نفس پیر مجاہدہ کرنے میں سختی اور تشدد..... ہوتا ہے اور بعضے ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے نرمی اور آسانی کرنا لائق ہوتا ہے تو ان امور کا سمجھنا حکمت مذکورہ ہے اس کو یاد رکھو اور اچھی نصیحت کے ساتھ مراد ان سے کام لینا ہے اعمال طریقہ میں ماراۃ اور نرمی اور پوری شفقت کے ساتھ اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی بتلا دی کہ اسے اس کا بجز اس کے اور کچھ مطلب نہیں کہ ان کے مقامات بلند ہوں اور ان کے درجے بلند ہوں اور ان سے گفتگو ایسے طریق سے کیجئے کہ وہ بہتر ہو یعنی ان سے گفتگو کیجئے لطیف عبارت سے اور اچھے لفظوں سے اور ان کے ساتھ نرم رہئے اور ان کی طرف متوجہ رہئے اور جب ان کو امر و نہی کیلئے اور ان کو بلائیے اور کسی امر سے ہٹائیے تو ان پر بوجھ نہ ڈالئے کیونکہ یہ طریق ان کے دلوں میں زیادہ اثر کرنے والا ہے اور ان کے لئے زیادہ نافع ہے اور اس میں تعلیم ہے مشائخ صوفیہ کی اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اللہ ہی کی رحمت سے آپ ان کے لئے نرم ہو گئے اخیر آیت تک اور اسی طرح قرآن میں جو کیفیت اپنے ساتھیوں کے ساتھ رہنے کی اور امت پر شفقت کرنے اور ان کے لئے سفارش کرنے کی اور انکو اللہ کی طرف بلانے کی مذکور ہے وہ سب مشائخ صوفیہ کو بھی اس بات کا خطاب ہے کہ ان امور کو مریدوں کے ساتھ عمل میں لانا ان پر واجب ہے۔

(سورہ بنی اسرائیل) قول اللہ تعالیٰ کا یہ لوگ جن کو پکرتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار کی طرف ذریعہ تلاش کرتے ہیں جو ان میں زیادہ صاحب قرب ہے اور وہ اللہ کی رحمت کے ساتھ اور امیدوار اس کے عذاب سے خائف رہتے ہیں اور اللہ کی طرف ذریعہ سے مراد وہ چیز ہے جو خدائے بزرگ و برتر کے وصال کا ذریعہ بنائی جائے اور وہ مجاہدات اور اذکار لسانی و قلبی اور خلوت کے مراقبات ہیں اور جس شخص کو اللہ کا قرب زیادہ ہوگا یعنی جو شخص واصل زیادہ ہوگا اور ذریعہ کا زیادہ طالب ہوگا کیونکہ کوئی وصال اور قرب ایسا نہیں جس سے اوپر وصال کے اور بے انتہا مراتب نہ ہوں اور جس کو قرب یادہ ہوگا وہ اللہ کا پہچاننے والا بھی زائد ہوگا اور زیادتی کا طلب کرنے والا بھی بہت ہوگا۔

سورہ کہف قول اللہ تعالیٰ کا اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا اور یہی حال ہوتا ہے

مرید صادق الارادۃ کا کہ اس کے قلب اور سر کو مضبوط کر دیا جاتا ہے پھر وہ بلا کی پروا نہیں کرتا اور مصیبتوں سے متحیر نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس کا خبر گیران اور کفایت کرنے والا ہو جاتا ہے اور (سلوک کی) وادیوں میں اس کو گزارتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے پاس اس کو قرار ہو جاتا ہے ایسا ہی وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رستہ میں چلنے والوں سے۔

لقولہ عزوجل اور جو لوگ ہمارے لئے کوشش کریں گے ہم ان کو اپنے رستے بتلا دیں گے قول اللہ تعالیٰ کا اے مخاطب اگر تو ان کو جھانک کر دیکھے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور رعب سے بھر جائے یعنی ان پر جو آچار ہیبت حق تعالیٰ کے ہیں جب تو ان پر واقف ہو (الفتح) اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یعنی نظر اور تجلی مختلف ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کی طرف صفۃ جلال و ہیبت سے نظر فرماتا ہے تو یہ بندہ بھی خوف زدہ ہو جاتا ہے اور جو شخص اس کو دیکھتا ہے وہ بھی شوریدہ عقل ہو جاتا ہے اور اسی طرح جب اپنے بندہ کی طرف صفت لطف و جمال سے نظر کرتا ہے تو یہ بندہ خلقت کی آنکھوں میں لطیف اور جمیل ہو جاتا ہے جو شخص اس کو دیکھتا ہے فریفتہ ہو کر شوریدہ عقل ہو جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس صفت سے اس پر تجلی فرماتا ہے تو خود اس کو جمال سے لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے۔

قول اللہ تعالیٰ کا اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ رک کر رکھے جو اپنے پروردگار کو صبح شام پکارتے ہیں اس کی ذات کا ارادہ رکھتے ہیں۔ نہیں چاہتے ہیں مگر خاص میری ہی ذات کو یعنی نہ دنیا کو نہ عقبی کو۔ قول اللہ تعالیٰ کا اور جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان سے فرمایا کہ میں جب تک..... کے ملنے کی جگہ تک نہ پہنچ لوں گا سفر سے نہ رکوں گا یا برسوں تک چلتا ہی رہوں گا۔ آیت کا مقتضایہ ہے کہ مرید کا ارادہ اور نیت شیخ کی طلب میں اس شان کا ہونا چاہئے یہاں تک کہ مقصود پالے۔

قول اللہ تعالیٰ کا پھر جب دونوں آگے بڑھے تو موسیٰ نے اپنے جوان سے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ۔ اس بات پر دلالت ہے کہ مرید مسافر کے ساتھ اگر توشہ معین ہو تو جائز ہے۔ قول اللہ تعالیٰ کا یہاں تک کہ جب دونوں ایک بستی کے لوگوں کے پاس پہنچے تو اس بستی کے لوگوں سے کھانا مانگا یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ متوکل کو گو کہ اپنے توکل میں کمال کو پہنچا

ہو لوگوں سے کھانا مانگنا جائز ہے اور یہ اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ مرید کے لئے دوسرا مرید اور شاگرد ہونا جائز ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر کے طالب تھے اور یوشع موسیٰ علیہ السلام کے مرید اور شاگرد تھے۔ قول اللہ تعالیٰ کا ہم نے ان کو اپنے پاس سے علم دیا تھا وہ ایسے پوشیدہ چیزوں کا علم ہے جو عقل اور شریعت اور حواس سے معلوم نہ ہو سکیں (بلکہ الہام سے معلوم ہوں) قولی اللہ تعالیٰ کا حضرت خضر سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا میں تمہارے ساتھ رہوں یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مرید اپنے شیخ کی رفاقت اور ہیبت بدون اس کے حکم کے نہ کرے اور اسی طرح اس پر دلالت کرتی ہے کہ افضل کو ایسے شخص کی شاگردی کرنا جو کم درجہ کا ہو کسی ایسے علم میں جو اس کے پاس ہو جائز ہے۔ قول اللہ تعالیٰ کا حضرت خضر نے کہا کہ تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکو گے۔ دلالت اس پر ہے کہ شیخ کو جائز ہے کہ مرید کو اپنے پاس رہنے سے روک دے قول اللہ تعالیٰ کا کہ خضر نے سواگر تم میرے ساتھ رہو تو مجھ سے سوال نہ کرنا اس پر دلالت ہے کہ شیخ پر اعتراض نہ کرنا چاہئے۔ قول اللہ تعالیٰ کا مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے الخ اور فرمایا اگر پوچھوں میں الخ یہ سب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شیخ کے مرید کو واجب ہے کہ متحمل ہو شیخ کے رو برو بست رہے.....

قول اللہ تعالیٰ کا ابھی تم کو اس کا مطلب بتا دوں گا جس پر تم صبر نہیں کر سکتے مضمون آیت اس پر دلالت کرتا ہے کہ شیخ کو مرید کے سامنے ایسا کوئی کام کرنا مناسب نہیں جس کا ظاہر برا ہوتا کہ وہ باطن میں مبتلا ہے ان کا رد ہو جائے اور اگر اس کو ایسا اتفاقی ہو تو اس پر واجب ہے کہ ان کے انکار کو اپنے عمل کی حقیقت بیان کر کے اور اپنے اس فعل کی تاویل کر کے زائل کر دے۔ اور آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ شیخ جب مرید سے تنگ ہو جائے اور اس کو چھوڑ دینے کا ارادہ کرے تو اس کو مناسب نہیں کہ مرید سے بدون ظاہری عذر کے مفارقت کرے (سورہ مریم) قول اللہ تعالیٰ اور اپنی طرف درخت کھجور کی ڈالی بلاؤ بعضوں نے کہا کہ مریم علیہا السلام کی کرامت ہے۔ (سورہ طہ) قول اللہ تعالیٰ کا عرش پر رحمان جلوہ گر ہوا اور اللہ تعالیٰ کا خاص عرش پرستوی ہونا ایک خاص..... ہے عرش پر ایک خاص صفت کے ساتھ اور مثال اس کی بطور تفہیم کے آفتاب کی مثال ہے زمین پر یعنی اس کی شعائیں جب بدون حجاب

ابر کے زمین پر چمکیں (کہ قات شمس الارض پر مرقت نہیں مگر شعاع کے واسطے سے ارض کے ساتھ اس کو ایک.....)

قول اللہ تعالیٰ کا جبکہ جس نے تمہاری ماں سے پوشیدہ کہا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اولیاء اللہ سے تھیں کیونکہ ان سے فرشتوں نے بطور ان کی کرامت کے کلام کیا تھا۔ قول اللہ تعالیٰ کا ادین نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی یعنی صفت محبت کے ساتھ میں لئے تم پر تجلی کی اور اپنی محبت سے جو کہ تمہارے ساتھ متعلق ہے میں نے تم میں نظر کی تو صفت محبت کے ساتھ تم پر میری تجلی کرنے سے صفت محبوبیت کی تم کو حاصل ہو گئی تو جس شخص نے تم کو دیکھا تم سے محبت کرنے لگا اور تفسیر..... وہ پھوہار ڈالنا ہے جو کہ حدیث میں مذکور ہے (کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کارشاش ارواح پر فائض فرمایا) قول اللہ تعالیٰ کا اور پسند کر لیا میں نے تم کو اپنی ذات کے لئے یعنی میں نے تم کو ایسی ہالت پر پیدا کیا کہ بجز میری عبادت کے تم میں کسی دل پسند چیز سے مناسبت نہیں ہوئی۔ قول اللہ تعالیٰ کا آپ کہئے کہ اے میرے رب میرے علم میں زیادتی کیجئے کیونکہ کوئی زیادتی علم کی ایسی نہیں جس کے اوپر بہت سی بے انتہا زیادتیاں نہ ہوں قول اللہ تعالیٰ کا اور جو شخص میری یاد سے روگردانی کرے گا تو اس کے لئے زندگی تنگ ہے کیونکہ جس شخص کو ذکر قلبی و سری میسر نہیں ہے وہ تنگی اور تاریکی میں ہے نہ حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ سے وہ کچھ کہہ سکتا ہے اور نہ ملکوت میں داخل ہوتا ہے اور نہ جبروت تک اس کو ترقی ہوتی ہے اور زمین پر جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔

سورہ انبیاء جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے نیکی سابق ہوئی یعنی ہماری محبت ان کی ساتھ ازل میں سابق ہوئی (اور یہی سابقہ) استعداد ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ محبت کی ابتداء الحجب کی جانب سے ہے۔ (سورہ حج) اور ہم نے کوئی رسول اور کوئی نبی آپ سے پیشتر نہیں بھیجا مگر جب وہ کوئی خیال کرتا تھا تو شیطان اس کے خیال میں کچھ ڈال دیتا تھا تو جب نبی اور رسول کا یہ حال ہے تو ولی کے لئے یہ ممکن نہیں کہ القاء شیطانی سے مامون رہے اور اگر ماہر (یعنی اس بات کا سمجھنے والا کہ اس میں کیا اصل ہے اور کیا القاء ہے) نہ ہو تو اس کو اپنے کسی واقعہ پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے تا وقتیکہ اپنے شیخ کے روبرو پیش نہ کرے۔

قول اللہ تعالیٰ کا اور اللہ کے بارہ میں جہاد کرو۔ یہ وہی ہے جس کا مشائخ سیر فی اللہ نام رکھتے ہیں۔ (سورہ مؤمنین) پس برتر ہے اللہ جو سچا بادشاہ ہے یعنی وہموں سے اور گمانوں سے اور فکروں سے اور..... اور علموں سے (سورہ نور) قول اللہ تعالیٰ کا آپ مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اپنے سر کی آنکھیں نیچی رکھیں نامحرم عورتوں سے اور گلوب کی تخصیص جمیع اسوی اللہ ہے۔ قول اللہ تعالیٰ..... غافل کرتی ہے ان کو تجارت اور..... اللہ کی یاد سے اور اور یہی خلوت در انجمن ہے اور یہ حال نبیوں اور بڑے بڑے ولیوں کا ہے اور ایسے اولیاء کم ہوتے ہیں اور بعضے ان میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ اس پر صرف خلوت میں قادر ہوتے ہیں اور بعضے جب ان پر حالت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس وقت اس پر قادر ہوتے ہیں اور بعضے جب سونے اور جاگنے کے درمیان ہوتے ہیں تو صرف اس وقت اس پر قادر ہوتے ہیں اور بعضے اس وقت اس پر قادر ہوتے ہیں جب غرق ہو کر سو جائیں اور یہ شخص واصلین میں سب سے ادنیٰ اور کم رتبہ کا ہے۔

(سورہ فرقان) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جاننا چاہئے کہ یہ آیت بڑی حجت ہے اس قول کے صادق ہونے کی جس کی طرف عارفین گئے ہیں یعنی جس شخص کا قلب اللہ کے سوا کسی اور چیز سے متعلق ہو وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا ہے (مجت میں) (سورۃ الشعراء) قول اللہ تعالیٰ کا سو میں تم لوگوں سے بھاگ گیا اسی مقام سے کہا گیا ہے کہ جس امر کی برداشت نہ ہو سکے اس سے علیحدہ ہو جانا پیغمبروں کو طریقہ ہے (سورہ نمل) قول اللہ تعالیٰ کا بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ہم نے ان کے اعمال کو ان کے لئے مرغوب کر دیا ہے۔ بڑی سزا عاصی کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی معصیت پر چھوڑ دے پھر نہ اس کو متنبہ کرے اور نہ غفلت سے ہوش میں آنے کی توفیق دے اور وہ لغو عذروں سے گنجائش حاصل کرتا ہے۔ قول اللہ تعالیٰ کا میں اس شخص کو آپ کے پاس لائے دیتا ہوں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ آصف کا قول ہو یہ بات غلبہ حال میں جبکہ وہ عین جمع میں تھے کہہ دی کہہ دی اور یہ کلام اس کا تھا کہ اس کو ان کی زبان پر جاری کر دیا تھا جیسے قول سبحانی کو بایزید کی زبان پر جاری کر دیا تھا اور انا الحق کو منصور

کی زبان پر اور اس قسم کے واقعات بہت ہیں درخت سے آواز دی کہ اے موسیٰ میں اللہ ہوں پھر دوسری بات یہ ہے کہ ایسی کرامتیں اولیاء اللہ سے بہت ہوا کرتی ہیں اور وہ مسافت بعیدہ کا زمانہ قصیرہ میں قطع کرتا ہے اور دیوار سے پار ہو جاتا اور اسی کے مثل اور بھی ہے (سورہ قصص) قول اللہ تعالیٰ کا قریب تھا کہ وہ اس کو ظاہر کر دیں اگر ہم ان کے دل کو مضبوط نہ رکھتے۔ یوسف بن حسین رازی سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دو باتوں کا حکم ہوا ان کو دودھ پلاؤ پھر ان کو دریا میں ڈال دو۔ اور دو باتوں سے ممانعت کی گئی۔ اور نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو۔ اور دو باتوں کی بشارت دی گئی ہم ان کو تمہارے پاس لوٹانے والے ہیں اور ان کو رسولوں میں سے کرنے والے ہیں سو مگر بدون ربط قلب کے یہ سب پورے طور سے نافع نہ ہوا۔ (سورہ عنکبوت) قول اللہ تعالیٰ کا اور البتہ ذکر اللہ کا بہت بڑا ہے..... سے روکتے ہیں بڑائی اور شیخی کے دور کرتے..... اور صفات ذمیرہ کے لٹائے ہیں اور شیخ کے نزدیک یہ مجرب ہے خاص کر لا الہ الا اللہ کا ذکر۔ (سورہ روم) قول اللہ تعالیٰ کا یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو وجہ اور کے طالب ہیں یعنی ذات الہی کے طالب ہیں (جو کہ وہی مقصود بالذات ہے نہ دنیا نہ آخرت)

(سورہ لقمان) قول اللہ تعالیٰ اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کیں سو ظاہری نعمتیں تو اعضاء ہیں جیسے آنکھ اور کان اور زبان اور دانت اور ہاتھ اور پیر اور ان کی مانند اور باطنی نعمتیں نفس اور قلب اور عقل اور سر اور خفی ہیں سورہ الم السجدہ قول اللہ تعالیٰ کا پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو ہم ولید کے ساتھ کہا جعفر نے اپنے پروردگار سے ڈر کر اور اپنے پروردگار سے امید رکھ کر (جیسا کہ ربہم کا پہلے ذکر کرتا اور معمول خوف وطمعاً کو ذکر نہ کرنا اس پر دال ہے) (سورہ احزاب) قول اللہ تعالیٰ کا اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تھی یہ عام مسلمانوں کو ممانعت ہے جو انبیاء اور اولیاء اور مومنین متقین کو ایسے امور (کی تہمت) سے تکلیف پہنچاتے ہیں جن کی ان کو خبر بھی نہیں۔ (سورہ سبأ) قول اللہ تعالیٰ کا اور جو چیز تم خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ جس کا بدلہ دے گا یہ آیت عموم لفظی سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص اپنے بدن اور روح اور راحت میں



سے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے لئے صرف کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے اچھا اس کو بدل دے گا۔  
 (سورہ فاطر) قول اللہ تعالیٰ کا اور زندے اور مردے برابر نہیں یعنی اللہ والے اور  
 شیطان والے برابر نہیں۔ (سورہ یس) قول اللہ تعالیٰ کا اور قسم ہے قرآن حکمت والے کی  
 صراط مستقیم تک اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم کھائی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے ہوئے نبی  
 ہیں جیسے اور تمام اور فائدہ قسم کا آپ کے قلب کا مطمئن کرنا ہے کیونکہ آپ کو جانتے تھے کہ  
 آپ رسولوں میں سے ہیں لیکن مزید اطمینان کی احتیاج آپ کو بھی ہو سکتی ہے (سورہ  
 والصف) قول اللہ تعالیٰ کا میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں یہ وہی ہے جس کو  
 مشائخ کہتے ہیں یعنی ان کی طریقہ مشہور ہیں سیر اللہ کی طرف ہوتی ہے اور یہ کہ سیر مرغوب  
 اور محبوب ہے (سورہ ص) اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو  
 صاحب قوۃ اور صاحب بصیرت تھے یعنی صاحب قوت تھے۔ نفس اور نفسانی خواہشوں اور  
 شیطان پر اور صاحب بصیرت یعنی بصیرت نفس اور عقل اور قلب اور سر اور خفی کی۔ (سورہ  
 زمر) قول اللہ تعالیٰ کا تو کیا جس شخص کے سینہ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو  
 پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہو۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیکن  
 نور پس جب داخل ہوتا ہے اس شخص کے باطن میں تو اس کی وجہ سے سینہ اس کا کشادہ ہو جاتا  
 ہے اور کھل جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ تو کیا اس کی کوئی علامت ہے فرمایا ہاں  
 دھوکہ کے گھر سے دور ہونا اور ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا اور موت کے لئے قبل اس  
 کے آنے کے اچھی طرح آمادہ ہو جانا۔ قول اللہ تعالیٰ کا کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے  
 کھالوں کے بال (یہ ایک قسم ہے وجد کی) (سورہ مومن) قول اللہ تعالیٰ کا وہ جانتا ہے  
 خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور جو دل پوشیدہ رکھتے ہیں یہ ایت دلیل ہے اس پر کہ تزکیہ  
 ظاہر کے ساتھ تزکیہ بطن بھی واجب ہے

(سورہ حم السجدہ) قول اللہ تعالیٰ کا اور اگر اثر کرے تیرے اندر شیطان کی طرف سے کوئی  
 اثر یعنی تیرے ظاہر اور باطن میں کوئی فساد ڈال دے جیسے کینہ اور حسد اور غصہ اور ریا اور عجب اور  
 کذب اور گالی اور مارنا ناحق تو اللہ کی پناہ مانگ کیونکہ تو خود شیطان کے دفع کرنے پر قادر نہیں۔

سورہ شوریٰ قول اللہ تعالیٰ کا سوا اگر اللہ ارادہ کرے تو تیرے دل پر مہر لگا دے اگر تو ہم پر سچ کے علاوہ کوئی اور بات کہے مروی ہے کہ ایک امام نے یہ آیت پڑھی اور شبلیؒ اس کے پیچھے تھے سو جب انہوں نے یہ آیت اپنی نماز میں امام سے سنی تو فرمانے لگے کہ (اللہ اکبر) اس طرح تو اچھے لوگوں سے خطاب ہے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ سلب حال سے خوف کرنا واجب ہے)

(سورہ زخرف) قول اللہ تعالیٰ کا اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بنا رہے اس کے لئے ہم ایک شیطان مقرر کر دیں گے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور اس کے احکام سے اعراض کرے (اور اس میں دلالت ہے کہ مجھو بین پر شیاطین مسلط ہوتے ہیں) (سورہ دخان) قول اللہ تعالیٰ کا اور ہم نے ان کو پسند کر لیا علم سے تمام جہان کے لوگوں پر اور جو خطائیں ان سے سرزد ہوتی ہیں اس کا اثر ہمارے حکم ازلی اجنباء اور اختیار میں نہیں ہوتا (اور اس میں دلالت ہے اس پر کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے نفس کے حوالہ نہیں کرتا) (سورہ جاثیہ) قول اللہ تعالیٰ کا اور اسی کے لئے ہے بڑائی آسمانوں اور وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں۔ قائلین حلول نے کہا ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آدمی نہ تھے بس آپ خدا ہی تھے اور یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ اس قول میں کہ وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ سے ان کے بیعت کرنے کا اثبات ہے اور اس میں نبی علیہ السلام سے ان کے بیعت کرنے کی نفی نہیں ہے (سورہ نجم) قول اللہ تعالیٰ کا اور آپ کے رب کی طرف منتہی ہے یعنی اللہ عزوجل کی ذات میں فکر نہیں چلتا (کیونکہ سب چیزوں کے ان میں فکر بھی ہے منہا الی الرب فرماتا ہے پس فکر فی الرب منفی ہوا) (سورہ قمر) قول اللہ تعالیٰ کا ایسی ہی جزا دیتے ہیں ہم شکر کرنے والے کو یعنی ہم ہر دل شاکر کو جزا دیتے ہیں اس طرح کہ ان کو نجات دیتے ہیں اور ان کے اعداء ہلاک ہوتے ہیں۔

(سورہ واقعہ) قول اللہ تعالیٰ کا پس اگر ہوگا ان لوگوں سے جو مقرب کئے گئے ہیں یہ دلیل ہے اسکی کہ اللہ کا مقرب وہی ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ مقرب بنا لے (سورہ الحدید) قول اللہ تعالیٰ کا کیا وہ وقت مسلمانوں کے لئے نہیں آیا ہے کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے جھک جائیں آخر آیت تک یعنی کیا اللہ کی یاد کے لئے مسلمانوں کے دلوں کو جھکنے اور پست

ہو جانے اور کھل جانے اور وسیع ہو جانے کا وقت نہیں آیا یعنی اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ اور اس کے ساتھ مناجات کے لئے (سورہ مجادلہ) قول اللہ تعالیٰ کا مسلط ہو گیا ان پر شیطان تو اس نے ان کو غافل کر دیا اللہ کے ذکر سے۔ اور اس کی یہ ہے کہ بندہ اپنے آقا کا ذکر نہ کرے اور اگر کوئی ذکر کرے تو اس کو برا معلوم ہو اور ناگوار ہو صحبت علماء اور صلحاء کی اور پسند کرے احمقوں اور مسخروں اور اس قسم کے لوگوں کی صحبت کو اور خوش ہو ان کی صحبت سے اور محفوظ ہوتا ہو ان کی مجالست سے اور حرام اس کو زیادہ پسند ہو حلال سے اور معصیت زیادہ محبوب ہو طاعت سے اور اپنے گناہوں پر فخر کرے اور لوگوں کے سامنے گناہوں پر شیخی بگھارے اور لوگوں کو طاعت پر ملامت کرے تو یہ ایسا شخص ہے جس پر شیطان مسلط ہو گیا۔ قول اللہ تعالیٰ کا قوت دی ان کو ایک روح سے اپنی طرف سے یعنی قوت دی اس رشاش نور سے جو نفس پر ہیز کا گیا۔ (سورہ الحشر) قول اللہ تعالیٰ کا اگر اتارتے ہم اس قرآن کو پہاڑ پر تو اس کو بھی تو دیکھتا کہ پست ریزہ ریزہ ہو گیا ہے خدا کے خوف سے یعنی اگر کوئی بھی صفت صفات خداوندی سے تجلی کرتی اور یہ صفت جیسے عظمت اور جلال ہے ابن عطاء نے فرمایا کہ اشارہ اس امر کی طرف کیا ہے کہ اسکی صفت کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی اور اس کی تجلی کے سامنے بجز اس کے جس کو اللہ تعالیٰ ہی قوت دے دے کوئی باقی نہیں رہ سکتا اور وہ عارفوں کے قلب ہیں تو وہ اللہ کے ساتھ قائم ہیں نہ اس کے غیر کے ساتھ تو اللہ یعنی اس کی تجلی قائم ہے ان کے ساتھ۔

(سورہ ممتحنہ) قول اللہ تعالیٰ کا نہ بناؤ تم میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ افضل الایمان یہ ہے کہ اللہ ہی کے لئے محبت کرے اور اللہ ہی کے لئے عداوت کرے (قول اللہ تعالیٰ کا اے نبی جب آپ کی خدمت میں مسلمان عورتیں بیعت کی غرض سے حاضر ہوں آخر آیت تک اس میں بشارت ہے معیت کا) (سورہ دہر) قول اللہ تعالیٰ کا سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف رستہ اختیار کرے۔ مراد سبیل الی اللہ سے صوفیہ کا طریق ہے یعنی جو شخص اللہ کے ذات و صفات کو چاہے اس کے رستہ پر چلے۔ (سورہ شمس) قول اللہ تعالیٰ کا اور قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی کہ جس نے درست کیا اس کو نفس کو اسطور سے درست کیا کہ وہ بار امانت اٹھانے کے لائق

ہو گیا اور اس کے لئے دو جہتیں بنائیں ایک جہت تقویٰ کی اور ایک جہت نافرمانی کی اور یہی مراد ہے قول اللہ تعالیٰ میں پھر اس کے دل میں ڈال دیا اس کی نافرمانی اور پرہیزگاری کو اور ان دونوں جہتوں کے درمیان ایک جہت بالستہ کی بنائی سو اگر نفس نافرمانی اور گناہ کی طرف مائل ہو تو اس کا نام امارہ بالسور ہے اور اگر پرہیزگاری کی طرف مائل ہو تو اس کو طمانینہ کہتے ہیں پھر جب وہ گناہ کر کے جلد پشیمان ہو تو اس کا نام لوامہ ہے کہ اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور خواہشوں کی ذمہ کرتا ہے اور اپنے شیطان پر لعنت کرتا ہے اور اپنی شہوت پر غصہ کرتا ہے۔ اور اپنی لذتوں کو مبعوض رکھتا ہے اور جو گناہ اس نے کیا اس سے توبہ کر لیتا ہے پھر جب اس کی خالص توبہ کامل ہو جاتی ہے تو وہ اب عالم اطمینان میں داخل ہو جاتا ہے سو اس کو اپنی محافظت ضروری ہے تاکہ قبل حصول مذاق اطمینان پھر واپس نہ ہو جائے پھر جب اس کو یہ ذوق نصیب ہو جاتا ہے تو اطمینان پر قائم رہنا سہل ہو جاتا ہے مگر پھر بھی ضروری ہے کہ محافظت رکھے جب تک کہ خوگر نہ ہو جائے اور اطمینان اس کی عذر لازمہ نہ ہو جائے اور محافظت اس پر آسان نہ ہو جائے اور جب تک دار الحکلیف میں ہے رجوع اور واپسی سے امن نہیں ہو سکتا اور نفس ایک ہی ہے اس کی صورتیں اور جہتیں مختلف ہیں جیسے میں ایک جسم ہے کبھی صحیح ہے کبھی مریض ہے کبھی مردہ ہے۔ (سورہ ناس) قول اللہ تعالیٰ کا جن اور آدمیوں سے دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ وسوسہ شیطین انس اور شیطین جن دونوں کی طرف سے ہونے دیں اور شکر خدا کا کہ اس وقت جس کا میں نے قصد کیا تھا تمام ہوا اور شاید بعد میں کسی وقت اس سے زائد بعضے دوسرے مسائل کی جو آیات قرآن سے چابت ہیں شرع کرنے کی مجھ کو توفیق دی جائے۔ اور میں جمادی الاولیٰ ۱۳۲۷ھ کے نصف اول کے چار روز میں اس تلخیص سے فارغ ہوا۔ اور اللہ ہی کے لئے تعریف ہے اول میں بھی اور آخر میں بھی اور باطن میں بھی ظاہر میں بھی اور رحمت نازل ہو اس کے رسول پر اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان پر بسیار در بسیار۔

## حقیقۃ الطریقۃ من السنۃ الانبیۃ

الحمد لله الذى نور الارض والسماء وهو يهدى لنوره من يشاء  
والصلوة والسلام الايمان الاكملان على سيدنا محمد سيد  
الانبياء من صدره مشكوة فيها مصباح لاهتداء ' وهو للذين امنوا  
هدى وشفاء وعلى اله الاتقياء وصحبه الاصفياء. وورثته من  
العلماء والاولياء ' الذين لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله واقام  
الصلوة التى تنهى عن الفحشاء ' وينفقون فى السراء والضراء '   
يخافون يوماً تتقلب فيه القلوب والابصار ليجزيهم الله احسن  
الجزأ ' ويزيدهم الله من فضله والله يرزق من يشاء بغير احصاء '   
من احبهم واتبعهم كان مع الذين انعم الله عليهم من النبيين  
والصديقين والشهداء والصالحاء ' ومن ابغضهم وعاندهم كان من  
اهل الشقاء ' من الذين اعمالهم للسمعة والرياء ' كسراب بقية  
يحسبه الظمان كالماء ' اولبعدها عن الصفاء والجلاء + والنور  
والضياء ' كظلمات فى بحر لجى يغشاه موج من فوقه موج من فوقه  
سحاب وهماء ظلماء فوق ظلماء.

بعد حمد و صلوة دعائے ضرورى یہ ہے کہ ہر مسلمان پر بعد تصحیح عقائد و اصلاح اعمال

ظاہری فرض ہے کہ اپنے اعمال باطنی کی اصلاح کرے قرآن مجید میں بے شمار آیات اور حدیث میں بے انتہار روایات اس کی فرضیہ پرصراحتہ دال ہیں گوا کثیر اہل ظاہر بسبب پابندی ہو او ہوس اس دلالت سے غافل ہیں کون نہیں جانتا کہ قرآن و حدیث میں زہد و قناعت و تواضع و اخلاص و صبر و شکر و حب الہی و رضاء بالقضاء توکل و تسلیم و غیر ذالک کی فضیلت اور ان کی تحصیل کی تاکید اور ان کے اضداد حب دنیا و حرص و تکبر و ریا و شہوت و غضب و حسد و نحو ہا کی مذمت اور ان پر وعید وارد و مذکور ہے پھر ان کے مامور بہ اور ان کے منہی عنہ ہونے میں کیا شبہ رہا اور یہی معنی ہیں اصلاح اعمال باطنی کے اور یہی مقصود اصلی ہے طریقت میں جس کا فرض ہونا بلا اشتباہ ثابت ہے اور اسی کے ساتھ تجربہ اس کا بھی شاہد ہے کہ اس اصلاح کا مدار اعظم عادیۃ اللہ میں صحبت و خدمت و اطاعت ان حضرات کی ہے جو اپنی اصلاح کر چکے ہیں اور جہاں صحبت ظاہری میسر نہ آئے تو صحبت معنوی یعنی ان حضرات کے حالات و حکایات کا مطالعہ قائم مقام صحبت ظاہری کے ہو کر کسی درجہ میں کفایت کر سکتا ہے اور یہی راز ہے کہ نصوص میں بکثرت صحبت نیک کی ترغیب اور صحبت بد سے ترہیب آئی ہے اسی طرح آیات و احادیث میں مقبولان الہی کے قصص جا بجا آئے ہیں اور یہ بھی بشہادت تجربہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ تاثیر صلحاء کی صحبت ظاہری یا معنوی کی موقوف ہے اس پر کہ ان کے ساتھ عقیدت و محبت ہو ورنہ عمر بھر بھی کچھ نفع نہیں ہوتا اور جس طرح کہ اہل اصلاح کی صحبت نافع و مفید ہے اسی طرح اہل فساد کا قرب اور تعلق خاطر مضر اور مہلک ہے اور اس زمانہ میں بوجہ قلت علم و نیز غلبہ ہوائے نفسانی اصلاح باطنی طرف اول تو اکثر کوائف ہی نہیں پھر اگر کسی کو خیال بھی ہوتا ہے اور اس ضرورت سے کسی کی صحبت کا جو یا ہوتا ہے تو چونکہ اکثر طبائع میں اعتدال علمی و عملی بہت کم ہے یا تو تشدد و تعصب زیادہ ہے اور یا مدہانت و ضعف دینی بڑھا ہوا ہے اس لئے دو امر قوی مانع طریق و سد راہ ہو جاتے ہیں تشددین تو کالمین و اہل حق کے بعض اقوال یا افعال یا احوال کی کہنہ اور لم نہ سمجھنے سے ان کو مخالف سنت قرار دے کر ان سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور ان کی برکات سے محروم رہتے ہیں بلکہ بعض

اوقات گستاخی و بے ادبی کر کے اپنی عاقبت کو پرخطر کر لیتے ہیں اور مدہنین اور ضعیف الاعتقاد لوگ ناقصین و اہل باطل کے تمام اقوال و افعال و احوال کو بلا تطبیق شریعت دل و جان سے قبول کر کے ان کی صحبت و خدمت اختیار کر کے اور ان کے محبت و معتقد بن کر اپنا دین ضائع کر بیٹھتے ہیں اس لئے سخت ضرورت واقع ہوئی کہ قرآن و حدیث سے طریقت کی حقیقت دکھلا دی جائے تاکہ اس کے بعد اہل کمال پر انکار نہ ہو اور ناقصین پر اعتقاد نہ ہو متعددین کا افراط..... کہ بعضے ان میں باوجود تحصیل علم کے کالمین کو ناقص اور ان کی حالت کو خلاف شریعت اور یہ کہ دین میں اس کی کچھ اصل نہیں گمان کرتے ہیں..... رفع ہو جائے اور مست اعتقادوں کی تفریط کہ ناقصین اور مبطلین کو کامل اور ان کی حالت کو باوجود خلاف شریعت ہونے کے عین حقیقت اور یہ کہ عین قرب و وصل ہے سمجھتے ہیں..... دفع ہو جائے اور امر حق کہ اعتدال بین الافراط والتفریط ہے متعین و متحقق ہو جائے۔

یہ رسالہ جس کا نام بمقتضائے مضمون مزبور کے ”حقیقۃ الطریقۃ من السنۃ الانیقۃ“ رکھا گیا ہے بعد فراغ رسالہ ”الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد“ کے لکھا گیا ہے اور دونوں رسالوں میں مجاورت زمانی کے ساتھ مشارکت معانی بھی ہے کہ دونوں میں اتباع کالمین کا مضمون ہے ایک میں اصلاح ظاہری کے اعتبار سے دوسرے میں اصلاح باطنی کے اعتبار سے۔ اور اس رسالہ کے اول میں ایک مقدمہ ہے اور آخر میں ایک خاتمہ اور درمیان کے مضامین جن کے ابواب کی مجمل فہرست مقدمہ میں آتی ہے مقاصد ہیں۔

## مقدمہ

اوپر تمہید میں گزر چکا ہے کہ مقصود اصلی اس طریق باطن میں اصلاح اعمال باطنی ہے اور ان اعمال کو اصطلاح میں اخلاق و مقامات کہتے ہیں لیکن جس طرح ہر مقصود کے ساتھ اس کے کچھ متعلقات بھی ہوا کرتے ہیں اسی طرح اس اصلاح مذکور کے ساتھ بھی بہت سے امور اس کے متعلق ہیں پھر ان متعلقات میں سے بعض امور وہ ہیں جو بمنزلہ ثمرات غیر اختیاریہ اصلاح مذکور کے ہیں ان کو اصطلاح میں احوال کہتے ہیں اور بعض امور ان ثمرات کے معین و بمنزلہ اسباب حصول ہیں ان کو اشغال کہتے ہیں اور بعض امور کسی اشتباہ کا دفع یا کسی مرض باطنی کا علاج یا کسی عمل کا طرز و طریق ہے اس کو تعلیمات سے تعبیر کرنا مناسب ہے اور بعض امور اختیاری یا غیر اختیاری ان ثمرات کے آثار ظاہری ہیں ان کو علامات سے تعبیر کرنا زیبا ہے اور بعض امور از قبیل نصوص ان اخلاق و صفات محمودہ پر بشارت دینے والے ہیں ان کو فضائل کہنا لائق ہے اور بعض امور از قسم افعال اختیاریہ بمنزلہ امور طبعیہ اس قوم کے ہیں ان کو عادات و آداب کہنا مناسب ہے اور بعض افعال از قسم افعال مباحہ مبنی بر بعض مصالح غیر ضروریہ ہیں ان کو رسوم کہا جائے تو بہتر ہے اور بعض امور محض تحقیقات علمیہ ہیں ان کو مسائل کہنا چاہئے اور بعض امور از قسم عبارات ہیں ان کو اقوال کہنا چاہئے اور بعض امور ظاہر نظر میں حدود جواز سے متجاوز معلوم ہوتے ہیں اگر واقع میں وہ داخل حدود ہیں تو ان کی نسبت جو تاویل اور تطبیق کی جائے اس کو توجیہات کہنا خوب ہے اور اگر واقع میں بھی خارج حدود ہیں تو اس میں تنبیہ کی حاجت ہے جس کو اصلاح کہنا چاہئے اور بہت کم ایسے امور رہ گئے ہوں گے کہ ان کلیات میں سے کسی کی فرد نہ ہوں ان کو متفرقات کہا جائے گا۔

پس کل مقاصد و متعلقات کی مجمل فہرست یہ ہوئی:



۱- اخلاق	۲- احوال	۳- اشغال	۴- تعلیمات
۵- علامات	۶- فضائل	۷- عادات	۸- رسوم
۹- مسائل	۱۰- اقوال	۱۱- توجیہات	۱۲- اصلاح
۱۳- متفرقات			

ان مضامین میں سے جن کے مدلول کا نصوص اور قرآن و حدیث میں مذکور ہونا ظاہر و مشہور ہے ان میں چونکہ التباس نہیں ہوتا جو منشاء ہے افراط و تفریط کا اس لئے ان سے تعریض کرنے کی احتیاج نہ ہوئی، و نیز کتب فن میں مع دلائل وہ مدون بھی ہیں، اور جن کا مدلول و مذکور ہونا غیر ظاہر و غیر مشہور ہے وہ محل التباس و مظنہ اشتباہ ہو سکتے تھے اور ہوتے ہیں، اس لئے اس رسالہ میں صرف ایسے امور کے اثبات کے لئے نصوص و احادیث جمع کئے گئے ہیں، جن کے ترجمہ کے بعد ”ف“ لکھ کر اثبات کی تقریر کر دی ہے، اگرچہ ایسے کل امور کا اس میں استیعاب و احاطہ نہیں کیا گیا اور نہ آسانی سے ہو سکتا تھا، لیکن تاہم ایک ایسا معتد بہ ذخیرہ ہے جس میں اکثر مہمات کی تحقیق ہو گئی ہے، اور بقیہ امور کا قیاس کر لینا ان پر چنداں دشوار نہیں رہا، اور ہر چند کہ مقتضا ترتیب کا یہ تھا کہ ان سب ابواب کے اصول و ماخذ جدا جدا علی سبیل التعاقب لکھے جاتے، مگر اولاً اپنی تسہیل، ثانیاً ناظرین کی تمشیط کے لئے سب کو مخلوط لکھتا چلا گیا، لیکن اس قدر رعایت پھر بھی رکھی گئی کہ ہر حدیث یا آیت کے بعد کہ وہی مقاصد ہیں اس رسالہ کے جس جزئی کا اثبات مقصود ہوا، استدلال سے قبل اس کے عنوان کلی کو تصریحاً لکھ دیا پھر استدلال کی تقریر کر دی اور حاشیہ پر بھی مقابلہ میں ”ف“ لکھ کر اس کے اوپر وہ عنوان کلی اور نیچے وہ جزئی لکھ دی گئی تاکہ اول نظر ہی میں معلوم ہو جائے کہ اس مقام پر فلاں کلی کی فلاں جزئی کا اثبات کیا گیا ہے، اب اگر کسی وقت ان مضامین کو مرتب کرنا مصلحت معلوم ہو تو عنوانات مذکورہ کو متن یا حاشیہ کے مواضع متفرقہ سے باسانی مجتمع کر کے مرتب کر لینا ممکن ہے۔ واللہ

أسال التوفیق فی کل عمل، والعصمة من الخلل و الزلل.

## ۱۔ مسئلہ تمثیل

عند النسائی فی حدیث عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حین جاء  
جبرئیل علیہ السلام یسأل عن امور الدین قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم: (وانه لجبرئیل علیہ السلام نزل فی صورة دحیة الکلبیۃ)

ترجمہ:- نسائی کی روایت میں اس حدیث میں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کچھ  
مسائل دین پوچھنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے تھے یہ بھی مذکور ہے کہ  
وہ جبرئیل علیہ السلام تھے کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں نازل ہوئے تھے۔

ف: کوئی ذات باوجود بقاء اپنی حالت و صفت کے کسی دوسری صورت میں ظہور  
کرے اس کو تمثیل کہتے ہیں اور اس دوسری صورت کو صورت مثالی کہتے ہیں، خواب و  
مکاشفات میں تو اکثر اشیاء تمثیل ہوتی ہیں اور خرق عادت کے طور پر کبھی بیداری میں بھی  
تمثیل ہوتا ہے اس حدیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام صورت  
بشریہ میں متمثل ہوئے یہ نہ تھا کہ فرشتہ سے آدمی بن گئے ورنہ استحالہ و انقلاب ہوتا قرآن  
مجید بھی اس کا مثبت ہے، قال اللہ تعالیٰ: ﴿فتمثل لها بشراً سوياً﴾ حضرت جبرئیل علیہ  
السلام حضرت مریم علیہا السلام کے روبرو ایک صحیح سالم بشر کی شکل میں متمثل ہو گئے اور اس  
سے جواز تناسخ کا دھوکہ نہ ہو جائے کیوں کہ تمثیل میں ذات کو اپنی کسی حالت سے انتقال نہیں  
ہوتا اور تناسخ میں روح کا منتقل ہونا اعتبار کیا گیا۔

## ۲۔ مسئلہ مقصودیت

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم (المہاجر من ہجر ما نہی اللہ عنہ). (أخرجہ الخمسة)

۱۔ نسائی: الايمان، صفة الايمان والاسلام، رقم: ۳۹۹۳ عن أبي هريرة رضي الله عنه وأبي  
ذر رضي الله تعالى عنه. لان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه.

۲۔ بخاری: الايمان، المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، رقم: ۱۰، ايضاً: رفاق  
الانتها عن المعاصي، رقم: ۶۳۸۳، أبو داؤد: الجهاد، في الهجرة، (بقية حاشية الكلي ص ۲۰)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: ”مہاجر (حقیقی) وہ شخص ہے جو ترک کر دے ان امور کو جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔“

ف۔ مقصودیت معنی حضرات صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ظاہر بدون باطن کے قابل اعتبار نہیں اور مقصود اعمال سے ان کے حقائق و معانی ہیں، اس حدیث میں اس پر صاف دلالت ہے کہ اگر کوئی شخص ظاہراً ہجرت کرے مگر جو اصلی غرض ہے ہجرت سے کہ نامرضیات حق سے کنارہ کرنا، اس کا اہتمام نہ کرے تو وہ حقیقتاً مہاجر نہیں، لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھ جاوے کہ ظاہر محض غیر مقصود ہے اصل یہ ہے کہ ہر باطن کے لئے جو ظاہر شارع نے تجویز کیا ہے بدون اس ظاہر کے وہ باطن حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔

### ۳۔ تعلیم، عدم التفات الی الخطرات (خطرات کی طرف توجہ نہ کرنا)

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ : قالوا یا رسول اللہ! ان احدنا لیجد فی نفسه مالان یحترق حتی یشیر حممة او یخر من السماء الی الارض احب الیہ من ان یتکلم بہ، قال: (ذاک محض الایمان). (رواہ مسلم)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) حمل انقطعت رقم: ۲۴۸۱ نسائی: الایمان، صفة المسلم رقم: ۳۹۹۹ کلہم عن عبداللہ بن عمرو بن العاص قلنا: وأخرجه ابن ماجہ: الفتن، حرمة دم المؤمن رقم: ۳۹۳۳ من حدیث فضالة بن عبيد بلفظ المؤمن من آمنه الناس على أموالهم وأنفسهم، والمهاجر من هجر الخطايا والذنوب، وأخرجه مسلم: اختصاراً على الجزء الأول فقط، یعنی: ”المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده“ (الایمان، بیان تفاضل الاسلام وای امورہ، فصل رقم: ۳۰، ۳۱، ۳۲) من حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص، وجابر، وأبي موسى رضی اللہ تعالیٰ عنہم، وكذا الترمذی أخرجه مختصراً (القیامة، باب رقم: ۲۵۰۳، والایمان، المسلم من سلم المسلمون الخ رقم: ۲۶۲۷، ۲۶۲۸) من حدیث ابي موسى وأبي هريرة، وقال: حدیث ابي هريرة حسن صحیح وفي الباب عن جابر، وأبي موسى، وعبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ.

الح قلنا: أخرجه أبو داود نحوه، الأدب، رد الوسوسة رقم: ۵۱۱۲، عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وقال المنذرى: أخرجه النسائی وأخرجه أحمد (۳۳۰/۱) وأخرجه مسلم: (الایمان، بیان الوسوسة فی الایمان، وما یقوله من وجدها، رقم: ۱۳۳) عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سئل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن الوسوسة، قال: ”تلك محض الایمان“ فالزیادة لا توجد عند مسلم، وإنما هي لأبي داود، وأحمد، وإنما دمج المؤلف حدیثین فی حدیث واحد.

ترجمہ:- حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے بعض بعض اپنے دل میں ایسے وساوس پاتا ہے کہ اگر جل کر کوئلہ ہو جائے یا آسمان سے زمین پر گر جاوے یہ زیادہ گوارا ہے اس سے کہ وسوسہ کو زبان پر لاوے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”یہ خالص ایمان کی علامت ہے۔“

ف: خطرات و وساوس کے دفع میں تن دہی و مبالغہ کرنا یا اس کے حزن میں مبتلا ہو جانا سالک کو بہت پریشان کرتا ہے، محققین اسی حالت کے موافق اس کا یہی علاج کرتے ہیں کہ اس کا غیر مضر ہونا سمجھا کہ اس کو بے فکر کر دیتے ہیں اور اس سے معاد دفع بھی ہو جاتا ہے۔

### ۴- مسئلہ بیت طریقت و اصلاح اعمال

عن عوف بن مالک الأشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسعة او ثمانية او سبعة فقال: ”الاتباعون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟“ فبسطنا ایدینا وقلنا: علی ما نبایعک یا رسول اللہ؟ قال: ”علی أن تعبدوا اللہ، ولا تشرکوا بالهتتا شیئا“ وتصلوا الصلوات الخمس، وتسمعوا، وتطیعوا“ واصر کلمة خفية قال: ”ولا تستلوا الناس شیئا“ فلقد رأیت بعض اولئک النفر یسقط سوط احدہم فما یسال أحداً یناولہ ایاه. (أخرجه مسلم وأبو داؤد، والنسائی)

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے تو آدمی تھے یا آٹھ یا سات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے؟“ ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ کس امر پر آپ کی بیعت کریں یا رسول اللہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ”ان امور پر کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نمازیں پڑھو اور (احکام) سنو اور مانو“ اور ایک بات آہستہ فرمائی، وہ یہ کہ: ”لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو“ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان حضرات میں سے بعض

۱- مسلم: الزکاة، کراہۃ المسالۃ للناس، رقم: ۱۰۳۴، ابو داؤد: الزکاة، کراہیۃ المسالۃ رقم: ۱۶۳۲، نسائی: الصلاة، البيعة علی الصلوات الخمس، رقم: ۴۶۱، قلنا: وأخرجه ابن ماجه: الجهاد، باب البيعة، رقم: ۲۸۶۷۔

کی یہ حالت دیکھی ہے کہ اتفاقاً چابک گر پڑا تو وہ بھی کسی سے نہیں مانگا کہ اٹھا کر ان کو دیدے۔  
 ف۔ حضراتِ صوفیہ کرام میں جو بیعت معمول ہے، جس کا حاصل معاہدہ ہے التزام احکام و اہتمام اعمال ظاہری و باطنی کا جس کو ان کے عرف میں بیعت طریقت کہتے ہیں، بعض اہل ظاہر اس کو اس بنا پر بدعت کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول نہیں، صرف کافروں کو بیعت اسلام اور مسلمانوں کو بیعت جہاد کرنا معمول تھا مگر اس حدیث میں اس کا صریح اثبات موجود ہے، کہ یہ مخاطبین چوں کہ صحابہؓ ہیں اس لئے بیعت اسلام یقیناً نہیں کہ تحصیل حاصل لازم آتا ہے، اور مضمون بیعت سے ظاہر ہے کہ بیعت جہاد بھی نہیں، بلکہ بدالت الفاظ معلوم ہے کہ التزام و اہتمام اعمال کے لئے ہے، پس مقصود ثابت ہو گیا۔

## ف: عادت، تعلیم خفی للمصلح

(مصلحتاً مرید کو خلوت میں خفیہ تعلیم دینا)

اکثر مشائخ کی عادت ہے کہ مریدین کو خلوت میں خفیہ تعلیم فرماتے ہیں، کبھی تو یہ سبب ہوتا ہے کہ وہ امر عام فہم نہیں ہوتا اس کے اظہار میں افتنان و اضلال عوام کا ہے اور کبھی یہ وجہ ہوتی ہے کہ خفیہ تعلیم دلیل خصوصیت و اہتمام ہے، اس میں طالب کے دل میں زیادہ وقعت اور منزلت ہوتی ہے، اور یہ بھی نفع ہے کہ دوسرے طالبین اس کو سن کر حرص و تقلید نہ کریں جس کی حالت کے مناسب دوسری تعلیم ہے، سو اس حدیث میں اس عادت کی اصل پائی جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک امر خفی طور سے فرمایا جس میں علاوہ بعض مصالح مذکور کے، عجب نہیں کہ علی الاطلاق اس کے واجب نہ ہونے کی طرف اشارہ ہو، کیوں کہ امور واجبہ کا مقتضاء اعلان ہے، بہر حال مطلق مصلحت سے اخفا ثابت ہو گیا۔

## ف: مسئلہ مبالغہ در امتثال امر شیخ

(شیخ کے حکم کو بجالانے میں مبالغہ کرنا)

اکثر مریدین کا مقتضاء طبعیت ہوتا ہے کہ مرشد کے احکام ماننے میں اس قدر مبالغہ

کرتے ہیں کہ رعایتِ معنی کے ساتھ مدلولِ ظاہر الفاظ تک کا لحاظ رکھتے ہیں اس حدیث سے اس کا اثبات فرمانا ہے کیوں کہ یہ امر یقینی ہے کہ مراد منع کرنا تھا دوسرے کی چیز مانگنے سے نہ کہ اپنی چیز بطور استعانت مانگنے سے، مگر لفظ چوں کہ فی نفسہ اس کو متحمل تھا گو کہ احتمال قرآن کی وجہ سے یقیناً منفی ہے اس احتمال لفظی کی رعایت سے اپنی چیز مانگنے سے بھی احتیاط رکھی جیسا دوسری حدیث میں ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اثناء خطبہ میں فرمایا کہ بیٹھ جاؤ ایک صحابی دروازہ سے آرہے تھے سن کرو ہیں بیٹھ گئے حالانکہ مقصود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ تھا کہ اندر آ کر موقع پر بیٹھ جاؤ کھڑے مت رہو نہ یہ کہ آؤ بھی نہ یہ شعبہ ہے غایت احترام و تادب شیخ کا جو کہ استفادہ باطنی کے لئے شرطِ اعظم ہے۔

## ۵- اصلاح مصافحہ نہ کر دن بازناں در بیعت

### (وقت بیعت عورتوں سے مصافحہ نہ کرنا)

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: مامس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ید امرأۃ قط الا ان یاخذ علیہا فاذا اخذ علیہا فاعطته قال: "اذہبی فقد بایعتک". (رواہ الشیخان وأبو داؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عورت کے ہاتھ کو کبھی نہیں چھوا البتہ صرف زبانی بیعت لے لیتے تھے جب زبانی عہد لینے پر وہ عہد دے دیتی فرماتے کہ: "جاؤ میں نے تم کو بیعت کر لیا۔"

ف: بعض ناواقف یا بے احتیاط درویش عورتوں سے دست بدست بیعت لیتے ہیں یہ عمل بالکل ناجائز ہے بلا ضرورت اجنبی عورت کے بدن پر ہاتھ لگانا گناہ ہے اس حدیث میں اس عمل کا ابطال اور رد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کون مرئی اور عقیف ہوگا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں احتیاط فرمائی تو دوسرے کسی پیر کو

۱ (بخاری: الشروط ما يجوز من الشروط فی الاسلام والأحكام والمبايعه رقم: ۲۷۱۳، مسلم: الامارة المبايعه بعد فتح مكة علی الاسلام والجهاد والخير رقم: ۱۸۶۶، أبو داؤد: الخراج والقیء والامارة رقم: ۲۹۳۱، قلنا: وأخرجه الترمذی: التفسیر، سورة الممتحنه، رقم: ۳۳۰۶ وقال: حسن صحیح قلنا: وأخرجه ابن ماجه: الجهاد، بیعة النساء، رقم: ۲۸۷۵.

باپ یا فرشتہ سمجھ کر ایسی بے تکلفی و بے پردگی کو کیوں کر گوارا کیا جاسکتا ہے؟ حقیقت بیعت کی محض معاہدہ ہے، سوزبانی کافی ہے، مشائخ متاخرین نے تقویت اتصال کے لئے و نیز تسکین قلب عوام کے لئے کپڑے کا ایک گوشہ خود لینا اور دوسرا گوشہ مریدہ کو دینا معمول کر لیا ہے، اس کا مضائقہ نہیں، بلکہ اگر مرد کے لئے بھی بضرورت یا بلا ضرورت زبانی بیعت پر اکتفا کیا جاوے مضائقہ نہیں، لیکن چوں کہ ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت لینا مسنون ہیئت ہے اور مرد میں اس سے کوئی امر مانع نہیں، لہذا معنی اور صورت کا جمع کرنا اولیٰ ہے۔

## ۶- عادت ادائے مقصود بر موز و عبارات غیر ظاہرہ برائے مصلحت

(کسی مصلحت کی بناء پر اشارات و کنایات اور غیر واضح عبارات کے ذریعہ مقصود کو ادا کرنا)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه دخل السوق فقال: أراکم ههنا ومیراث محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقسم فی المسجد، فذهبوا وانصرفوا وقالوا: ماراينا شینا یقسم راينا قومًا یقرؤن القرآن قال: فذلکم میراث نبیکم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. (رواه ردّین)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بازار میں تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا کہ میں تم کو یہاں دیکھتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث مسجد میں تقسیم ہو رہی ہے، یہ سن کر لوگ ادھر کو چلے اور پھر لوٹ آئے اور کہنے لگے کہ ہم نے تو کچھ بھی تقسیم ہوتے نہیں دیکھا، صرف ایک قوم کو دیکھا کہ قرآن کے پڑھنے میں لگ رہے ہیں، آپ نے فرمایا یہی تو میراث ہے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔

ف: اکثر بزرگوں کی تقریر و تحریر میں بعض مضامین خلاف ظاہر پائے جاتے ہیں، جن کی توجیہ و مراد سننے کے بعد بالکل صحیح و مطابق واقع کے ثابت ہوتے ہیں، کبھی اس کا سبب غلبہ حال ہوتا ہے، کبھی قصد اخفاء عوام سے، کبھی تشویق و ترغیب طالب کی کہ ابہام سے شوق تعیین ہوتا ہے اور بعد شوق جو تعیین ہوتی ہے وہ واقع فی النفس ہوتی ہے، اس حدیث میں اس عادت کا اثبات ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصلحت تشویق کے لئے اول

۱- أخرجه الطبرانی: فی الأوسط (۷-۱۷۱) 'کما فی مجمع البحرین فی العلم' فضل العالم والمتعلم (۱/۱۲۱) قال الہینمی فی مجمع الزوائد (۱/۱۲۹) اسنادہ حسن.

ابہا ما فرمایا جس سے ایہام معنی غیر مقصود کا ہوا، حتیٰ کہ واپسی کے بعد لوگوں نے تکذیب بھی کی، مگر بعد تفسیر معلوم ہوا کہ کلام صادق ہے، پس عبارات موہمہ دیکھ کر کسی صاحب کمال یا صاحب حال پر جرح و قدح نہ کرے کہ مٹھر حرمان ہے۔

### ۷۔ عادت ادا کے مقصود پر رموز

عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان رجل من الانصار، بیتہ اقصى بیت فی المدینة، فكان لا یتخطئہ الصلوٰۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قال: فتوجعنا لہ، فقلت لہ: یا فلان! لو أنك اشتریت حماراً یقیک من الرمضاء ویقیک من هوام الارض قال: ام واللہ! ما احب ان بیتی مطب بیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. قال: فحملت بہ حملاً حتی اتیت بہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فاخبرته، قال: فدعاه، فقال لہ مثل ذلک و ذکر انه یرجو فی اثرہ الأجر فقال لہ البی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "ان لک ما احتسبت". (رواہ مسلم) (ج ۱ ص ۲۳۵)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص انصار میں سے تھے جن کا گھر مدینہ میں بہت دور تھا، پھر بھی کوئی نماز ان کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فوت نہ ہوتی تھی، ہم لوگوں کو ان کے حال پر ترس آیا، میں نے ان سے کہا میاں فلان نے کیا خوب ہوا، اگر تم ایک دراز گوش خرید لو کہ تم کو گرم کنکر پتھر سے بچاؤے اور حشرات الارض سے بھی حفاظت رہے وہ شخص کہنے لگے یا درکھو میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میرا گھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دولت خانہ سے متصل ہو، حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے کہنے پر مجھ کو بار عظیم ہوا حتیٰ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور سب قصہ بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلایا، انہوں نے ویسا ہی جواب دیا اور یہ عرض کیا کہ میں اپنے قدم سے چلنے میں امید ثواب کی رکھتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تم کو وہی ملے گا جس کا تم خیال رکھتے ہو۔

۱۔ مسلم: المساجد، فضل کثرة الخطا الی المساجد، رقم: ۶۶۳، قلنا: وأخرجه أبو داؤد: الصلاة، فضل المشی الی الصلاة، رقم: ۵۵۷، قلنا: وأخرجه ابن ماجه المساجد، الأبعد فالأبعد من المسجد أعظم أجراً، رقم: ۷۸۳.



ف: مثل سابق اس میں بھی وہی تقریر ہے جو ابھی اس سے اوپر کی حدیث کے ذیل میں گزری دیکھئے ان انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے عنوان سے یہ مضمون ادا کیا جس کے الفاظ نہایت ناگوار تھے اور اسی وجہ سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر گراں گزرا، عجب نہیں کہ اپنے اخلاص کے اخفاء کے لئے اس طرز کو اختیار کیا ہو یا اسی طرح کی اور کوئی مصلحت ہو، آخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دریافت فرمانے پر مقصود اصلی واضح ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اخفاء کی کوئی وجہ نہ تھی۔

ما حال دل را با یار گفتم	نتوان نہفتن درد از طیبیان
--------------------------	---------------------------

تنبیہ: لیکن بلا کسی مصلحت معتد بہ کے ایسا عنوان موہم استعمال کرنا، بھص "لا تقولوا راعنا" ونحو ذلک ممنوع ہے۔

## ۸- عادت خود ریا نفس را کافر وغیرہ گفتن بعضے اسباب

(کسی وجہ سے اپنے کو یا اپنے نفس کو کافر وغیرہ کہنا)

عن حنظلة بن الربیع الاسیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - قال: لقینی ابوبکر فقال: کیف أنت؟ قلت نافع حنظلة، قال: سبحان الله! ماتقول؟ قال: قلت: نکون عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یذکرنا بالنار والجنة کانا رأی حین، فاذا خرجنا من عنده، عافسنا الازواج والاولاد والضعیعات، ونسینا کثیراً قال: واللہ انی لأجد مثل هذا، فانطلقا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وذکرا له ذلک فقال: "والذی نفسی بیده لو تدرمون علی ماتکونون عندی او فی الذکر لصافحتکم الملائکة علی فرشکم وفی طرفکم ولكن، یا حنظلة! ساعة وساعة" ثلاث مرات. (اخرجه مسلم والترمذی)

ترجمہ: حضرت حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور پوچھا کہ اے حنظلہ کیسے ہو؟ میں نے کہا حنظلہ یعنی میں تو منافق ہو گیا انہوں نے (تجرب سے)

الح مسلم: التوبة، فضل دوام الذکر والفکر فی الآخرة رقم: ۲۷۵۰، ترمذی: صفة القيامة، باب حدیث حنظلة، رقم: ۲۵۱۳، عن حنظلة بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وقال: حسن صحیح.

فرمایا، سبحان اللہ کیا کہتے ہو، میں نے کہا کہ (اس لئے منافق کہتا ہوں کہ) ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جو ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو دوزخ، بہشت یاد دلاتے ہیں تو اس وقت ایسے ہوتے ہیں، گویا کھلی آنکھوں ان کو دیکھ رہے ہیں، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے آتے ہیں تو بیوی، بچوں اور معاملات جائیداد میں آلودہ ہو جاتے ہیں اور ان میں سے بہت سی باتوں کا خیال بھی نہیں رہتا، وہ فرمانے لگے واللہ ایسی حالت تو میں بھی پاتا ہوں، پھر دونوں صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چلے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جس حالت پر میرے پاس ہوتے ہو اگر تم لوگوں کو اس پر یا یہ فرمایا کہ ذکر میں دوام ہو جائے تو تم سے بستروں پر اور سڑکوں پر ملائکہ مصافحہ کرنے لگیں، لیکن اے حظّہ ایک ساعت کیسی ایک ساعت کیسی“ یہ مضمون آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار روایت فرمایا۔

ف: بعض بزرگوں کے کلام میں اپنے کو کافر کہہ دینا یا نفس کو کہ اس کی حقیقت بھی عین اس شخص کی ذات ہے، (بعض صفات ذمیمہ کے اعتبار سے) کافر کہہ دینا خواہ بعض اعمال سیئہ و احوال ردیہ کے اعتبار سے یا کسی خاص اصطلاح کے اعتبار سے ہو پایا جاتا ہے، جس پر ظاہر نظر میں شبہ ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے کو کافر کہے وہ مسلمان کب رہ سکتا ہے، اس حدیث میں اس عادت کی اصل پائی جاتی ہے کہ حضرت حظّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عدم دوام غلبہ حال کے اعتبار سے اپنے کو منافق کہہ دیا جو یقیناً معنی حقیقی شرعی میں مستعمل نہیں کیوں کہ اس کے لوازم سے کفر بمعنی تکذیب اللہ و رسول کے ہیں، بلکہ محض اختلاف حالت غیبت و حضور میں تشبیہ کا لحاظ کر کے اصطلاح خاص پر بناء کر کے مجازاً کہہ دیا، اسی کی نظیر دوسری اصطلاح بھی ہے جس کا اعتبار کر لیا جائے مثلاً فانی پر باعتبار معنی ستر کے کہ مدلول لغوی کفر کا اور مناسب حال فنا کے ہے کافر اطلاق کر دیا جاتا ہے، کذا سمعت مرشدیؒ پس ان اصطلاحات پر کسی کی تکفیر یا تفسیق نہیں ہو سکتی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد میں کہ جو جو ابایا ہے اس مجاز کار نہیں ہے بلکہ اس کی بناء کے مذموم ہونے کی نفی ہے۔

## ف: حال مشاہدہ

کسی امر کے استحضار اور خیال کا قلب پر قلب اور قوی ہو جانا مشاہدہ کہلاتا ہے اس حدیث میں اس کا اثبات ہے کہ حضرت حظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنت و دوزخ کی یاد کی نسبت یہ فرمایا کہ گویا کھلی آنکھوں دیکھنے لگتے ہیں آہ مراد اس سے یہی غلبہ استحضار ہے اور مشاہدہ کے لغوی معنی مراد نہیں ہوتے بعضے ناواقفی سے غلطی میں پڑ جاتے ہیں۔

## ف: متفرق برکت صحبت شیخ

جس طرح مجاہدات و ریاضات سے کسی کیفیت کا درود ہوتا ہے اسی طرح شیخ کی محبت اور خطاب سے بھی ہو جاتا ہے، گو اس کو مثل اثر ریاضت کے رسوخ اور بقاء نہیں ہوتا، چنانچہ حضرت حظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ خدمت مبارک سے علیحدہ ہو کر تعلقات میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بہت سی باتیں یاد نہیں رہتیں اس سے ناشی ہے اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس نسیان کا سبب اشتغال تعلقات تھا، کیوں کہ خود یہ تعلق اور اشتغال بھی مبنی غیبت و ضعف وارد پر ہے جس کا سبب وہی بعد خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

## ف: حال کشف ملکوت (فرشتوں کا ظاہر ہونا)

اشغال و مراقبات سے جب نفس میں یکسوئی و استغراق غالب ہوتا ہے تو حسب مناسبت فطریہ احیاناً ملکوت وغیرہ کا انکشاف ہو جاتا ہے اس حدیث سے اس کا امکان بلکہ وقوع معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ تم سے مصافحہ کرتے اس میں انکشاف سے بھی زیادہ ملاقات و مماسہ کا اثبات ہے۔

## ف: مسئلہ متضمن تعلیم و تلوین و عدم دوام غلبہ حال

(تغیر و تبدل اور غلبہ حال کا دائمی نہ ہونا)

اکثر سالکین اس سے پریشان ہوتے ہیں کہ ہماری فلاں حالت ضعیف ہو گئی یا فلاں کیفیت زائل ہو گئی، شاید ہم کو تنزل ہو گیا ہو اور اس سے مایوس اور شکستہ دل ہو جاتے ہیں،

شیوخ کالمین نے ان کی غلطی رفع کرنے کے لئے تحقیق فرمادیا ہے کہ حالات کا غلبہ دائم نہیں ہوتا بلکہ خصوصاً مبتدی کہ اس کو بہت تغیر و تبدل پیش آتا ہے جس کو تلوین کہتے ہیں اور اہل تمکین کی بھی حالت میں ان کے مرتبہ کے موافق تفاوت ہوتا ہے اس حدیث سے اس کا بھی اثبات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک ساعت کیسی ایک ساعت کیسی غرض یہ لو ازم سلوک سے ہے مضر نہیں اس سے پریشان نہ ہونا چاہئے کہ وہ پریشانی البتہ مضر ہے۔

### ۹- تعلیم تو وسط فی المجاہدہ (مجاہدہ و ریاضت میں میانہ روی اختیار کرنا)

عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: دخل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم المسجد، فإذا جبل ممدود بين السارين فقال: "ما هذا؟" قالوا: جبل لزيب فإذا فترت تعلقت به فقال: "لا حلوه، ليصل احدكم نشاطه فإذا فتر فليقعده".  
(أخرجه البخاري وأبو داود والنسائي) (۱)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان میں تنی ہوئی بندھ رہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ کیا چیز ہے؟" حاضرین نے عرض کیا کہ یہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رسی ہے جب وہ (عبادت سے) ماندہ و خستہ ہو جاتی ہیں تو اس سے لگ جاتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کچھ نہیں اس کو کھول ڈالو (نفل) نماز طبیعت کی تازگی تک پڑھنا چاہئے اور جب ماندگی اور تعب ہونے لگے تو بیٹھ جانا چاہئے۔"

ف: ائمہ سلوک نے اتفاق کیا ہے کہ مجاہدہ و ریاضت میں اس قدر افراط و غلو نہ کرے کہ طبیعت تنگ ہو جائے یا صحت میں فتور پڑ جاوے اس حدیث میں اس تعلیم کی تصریح موجود ہے اور جن حضرات سے اس کی کثرت اور مبالغہ منقول ہے ان پر شبہ نہ کیا جائے کیوں کہ غلبہ شوق و قوت محبت میں ان کو فتور و سستی و تنگی عارض نہ ہوتی تھی اور حدیث میں قعود کو فتور پر مرتب فرمایا ہے۔

۱- بخاری: التهجده، ما یکره من التشديد فی العبادۃ رقم: ۱۱۵۰، قلنا: وأخرجه مسلم: صلاة المسافرین، فضیلة العمل الدائم، رقم: ۷۸۳، أبو داود: (التطوع) قیام اللیل، النعاس فی الصلاة، رقم: ۱۳۱۲، نسائی: قیام اللیل، احياء اللیل، الاختلاف علی عائشة فی احياء اللیل رقم: ۱۶۳۳، قلنا: وأخرجه ابن ماجه: اقامة الصلوات المصلی اذا نعس، رقم: ۱۳۷۱.

## ۱۰- توجیہ دریا و آفتاب وغیرہ گفتن ذات و صفات حق را

(اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر دریا اور آفتاب وغیرہ کا اطلاق کرنا)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ : قال خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطا، وقال: "هذا الانسان" وخط الى جانبه خطا وقال: "هذا اجله" وخط آخر بعيداً منه وقال: "هذا الأمل" فبينما هو كذلك اذ جاءه الاقرب.  
(أخرجه البخاری والترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خط کھینچ کر اس کی نسبت فرمایا کہ: "یہ انسان ہے" اور ایک خط اس کے قریب کھینچ کر فرمایا کہ: "یہ اس کی موت ہے" اور ایک خط اس سے دور کھینچ کر فرمایا کہ: "یہ انسان کی آرزو اور امنگ ہے"، پس انسان اسی حالت میں رہتا ہے، (کہ آرزو پوری کروں) دفعۃً یہ پاس آنے والی چیز یعنی موت آ پہنچتی ہے۔

ف: بہت سے بزرگوں کے کلام میں خصوصاً نظم میں ذات و صفات حق تعالیٰ پر کہیں دریا کا اطلاق آیا ہے، کہیں آفتاب و ماہتاب کا، جس پر قدیم کو حادث کہہ دینے کی قباحت اور سوء ادب کے علاوہ بطلان اتحاد اور غلطی حمل بین المتباینین وغیرہ محذورات ظاہر الا لازم آتے ہیں اور توجیہ اور وجہ تصحیح اس کی یہ ہے کہ مقصود تمثیل و تشبیہ ہے نہ اتحاد اور تشبیہ میں کچھ محذور نہیں ﴿کم مشکوٰۃ فیہا مصباح﴾ خود قرآن میں ہے غایت مافی الباب یہ کہ کوئی کلمہ دال علی التشبیہ کلام میں مذکور نہیں، لیکن حذف کر دینا اس کا کلام فصحاء میں بکثرت پایا جاتا ہے، سو یہ حدیث اس حذف کی تائید و تقویت میں صریح ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطوط کی طرف اشارہ فرما کر ان کو انسان اور اجل اور اہل بتلا دیا، یوں نہیں فرمایا کہ انسان کا اجل کا لائل حالانکہ مقصود یہی ہے، پس صحت اطلاق یقیناً ثابت ہوئی۔

البتہ دو امر قابل تحقیق باقی رہے، ایک یہ کہ تشبیہ و تمثیل کے لئے وجہ تشبیہ و مناسبت کی

۱۰ بخاری: الرقاق، الأمل و طولہ، رقم: ۶۳۱۸ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ترمذی: نحوه، صفة القيامة، تمثیل طول الأمل و ازدياد حرص المرء كلها هرم، عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم: ۲۳۵۳ وقال: صحیح.

تحقیق ضروری ہے سو وہ کیا ہے دوسرے یہ کہ حسب تصریح محققین اسماء و صفات الہیہ توقیفی موقوف علی اذن الشارع ہیں سوان اطلاقات خاصہ کا اذن کہاں ہے پس امر اول کی تحقیق اجمالاً یہ ہے کہ دریا و مثلہ میں وجہ تشبیہ و مشبہ بہ میں شی واحد کا امور کثیرہ کے لئے منشاء تحقق ہو جاتا ہے گو مشبہ میں وحدت کا حقیقیہ ہونا اور مشبہ بہ میں وحدت کا اعتبار یہ ہونا اور مشبہ میں منشائیت کا باعتبار علت فاعلیہ ہونا اور مشبہ بہ میں باعتبار علت مادیہ ہونا اور مشبہ میں منشاء کا مختار ہونا اور مشبہ بہ میں مضطر ہونا یہ امور ما بہ الامتیاز و التفاوت بھی ہیں مگر تشبیہ میں قادح نہیں جیسا اہل علم پر مخفی نہیں اس کی تحقیق باحسن وجوہ قاضی مبارک نے بھی ”شرح مسلم“ میں کی ہے اور آفتاب کی وجہ تشبیہ بہت ظاہر ہے یعنی مفید انوار ہونا۔

اور امر دوم کی تحقیق یہ ہے کہ توقیفیت اس اطلاق میں ہے جو بطور تسمیہ ہو مطلق اثبات اوصاف کمال میں نہیں پس اب اس میں کوئی اشکال نہیں رہا اس توجیہ کے بعد اشعار ذیل اور جوان کے مثل ہوں حل ہو جائیں گے جن میں بعض تکفیر تک پہنچ گئے ہیں اور بعض ظاہر کے معتقد ہو کر ملحد ہو گئے۔

### مغربی فرماید

زیتونی برنگ چوں برآمد	زدریا موج گوناگون برآمد
-----------------------	-------------------------

### مولوی رومی فرماید

گر دلالت باید از وی رومتاب	آفتاب آمد دلیل آفتاب
----------------------------	----------------------

### حافظ فرماید

خلاف مذہب آنان جمال اینان ہیں	شراب لعل کش و روی مہ جینان ہیں
-------------------------------	--------------------------------

مراد بسمہ جینان تجلیات صفات حق

## ۱۱- تا سید قول موتوا قبل أن تموتوا (مرنے سے پہلے مرجاؤ)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: أخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمنکیب و قال: "کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل" (اخرجه البخاری والترمذی) وزاد الترمذی بعد قوله او عابر سبیل "وعد نفسك من اهل القبور"  
ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا کندھا پکڑا اور ارشاد فرمایا کہ: "دنیا میں اس طرح رہ گویا تو مسافر ہے بلکہ گویا راہ میں گزر رہا ہے"، (روایت کیا اس کو بخاری اور ترمذی نے) اور ترمذی نے عابر سبیل کے بعد یہ جملہ اور زیادہ روایت کیا ہے کہ: "اپنے کو اہل قبور میں سے شمار کر۔"  
ف: یہ قول اس قوم کی زبان زد ہے، یہ حدیث اسی قول کے ہم معنی ہے پس اگر اس کو اس حدیث کی روایت بالمعنی کہا جائے مستبعد نہیں اور اکثر صریح اقوال ان حضرات کے بنام حدیث جو مشہور ہیں اکثر ان کے مضامین احادیث میں وارد ہیں اس لئے صوفیاء کرام کو وضاعین حدیث کہنا زیادتی ہے۔

## ف: خلق مراقبہ

کسی مضمون کا دل سے اکثر احوال میں یا ایک محدود وقت تک اس غرض سے کہ اس کے غلبہ سے اس کے مقتضای عمل ہونے لگے تصور رکھنا مراقبہ کہلاتا ہے جو اعمال مقصودہ قلب میں سے ہے اس حدیث میں اس کا امر ہے کیوں کہ اہل قبور میں سے اپنے کو شمار کرنا عمل قلب کا ہے اور اثر جو اس پر مرتب ہے وہ تقلیل تعلقات دنیویہ اور مثل میت کے شہوت و غضب و اخلاق ذمیمہ کا مضمحل اور انقیاد و تفویض کا غالب ہو جانا ہے۔

۱- بخاری: الرقاق، قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل، رقم: ۶۳۱۶، ترمذی: الزهد، ماجاء فی قصر الأمل، رقم: ۲۳۳۳، قلنا: وأخرجه ابن ماجه: الزهد، مثل الدنیا، رقم: ۳۱۱۳ کلہم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ.

## ۱۲- رسم، تبدیلی اسم مناسب حال درویشی

(حالت درویشی کے مناسب نام میں تبدیلی)

وعن قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کنا نسوی فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم السماسرة فمر بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فسمانا باسم هو احسن منه فقال: ”یامعشر التجار! ان البیع یحضرہ اللغو والحلف فشوبوه بالصدقة“۔ (رواہ ابوداؤد، الترمذی والنسائی)

ترجمہ: حضرت قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں سمسار یعنی دلال کہلاتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو اس سے اچھے نام سے نامزد فرمایا کہ: ”اے جماعت تاجروں کی! (وہ اچھا لقب یہی ہے) بیع و شرا میں گاہے لغو اور حلف کا اتفاق ہو جاتا ہے تم لوگ اس میں صدقہ کی آمیزش کر دیا کرو۔“

ف: بعض خاندانوں میں دیکھا ہے کہ بعد بیعت کے مرید کو ایک نیا نام جس میں شاہ وغیرہ بھی ہوتا ہے عطا فرماتے ہیں، مثلاً برکت شاہ و رحمت شاہ وغیرہ، لک اس حدیث سے اس کا استنباط ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بجائے لقب سمسار کے، حالت موجودہ کے مناسب تاجر لقب عطا فرمایا۔

## ۱۳- شغل، جمع خاطر

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ”اذا صلی احدکم فلیجعل تلقاء وجهہ شیئاً فان لم یجد فلینصب عصاه فان لم

۱- ابوداؤد: البیوع، التجارة یخالطها الحلف واللغو، رقم: ۳۳۲۶، وسکت عنہ المنذری، واکفی بنقل کلام الترمذی، ترمذی: البیوع، التجار وتسمیة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایامہم، رقم: ۱۲۰۸، وقال: حسن صحیح، ولانعرف لقیس عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر هذا، نسائی: البیوع، الأمر بالصدقة لمن لم یعتقد الیمین بقلبه فی حال بیعہ، رقم: ۳۳۶۸، قلنا وأخرجه ابن ماجہ: التجارات، التوقی فی التجارة، رقم: ۲۱۳۵۔



یکن معہ عصا، فلیحطط خطا ثم لایضره ما امر امامہ“۔ (رواہ أبو داؤد وابن ماجہ)<sup>۱</sup>  
 ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں کوئی شخص نماز پڑھنے لگے تو اس کو چاہئے کہ اپنے سامنے کوئی چیز  
 رکھے (تاکہ سترہ ہو جاوے) اور اگر کوئی ایسی چیز نہ ملے تو اپنا عصا کھڑا کر لے اور عصا بھی پاس  
 نہ ہو تو (سامنے) ایک خط کھینچ لے پھر جو کچھ بھی سامنے سے گزرتا ہے اس کو مضرب نہیں۔“  
 ف: بزرگوں نے جو اشغال تجویز کئے ہیں ان سب سے مقصود اصلی یہ ہے کہ قلب کا  
 انتشار جو بوجہ تشویش افکار کے ہے دفع ہو کر جمعیت خاطر اور خیال کی یکسوئی حاصل ہوتا کہ  
 اس کے خوگر ہونے سے توجہ تام الی اللہ جو کہ مبتدی کو بوجہ غیب ہونے مدرک کے اور مزاحم  
 ہونے افکار مختلف و حیات حاضرہ کے معذرے سہل ہو جاوے اشغال مختلفہ اسی کے حیل و  
 طرق ہیں۔ سرہ کا حکم اس عمل کا ماخذ ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ بتقریح علماء اسرار مقصود سترہ سے  
 بھی جمع خاطر اور ربط خیال و نفی انتشار ہے جیسا کہ ابن ہمام نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور  
 سترہ اس کی تدبیر ہے۔

## ۱۴- علامت مقبول و غیر مقبول

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم: ”ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبرئیل فقال: انی احب فلانا فاحبه قال:  
 فیحبه جبرئیل، ثم ینادی فی السماء، فیقول: ان اللہ یحب فلانا فاحبوه،  
 فیحبه اهل السماء، ثم یوضع له القبول فی الارض، واذا ابغض عبدا دعا  
 جبرئیل علیہ السلام فیقول: انی ابغض فلانا فابغضه قال: فیبغضہ جبرئیل  
 علیہ السلام ثم ینادی فی اهل السماء، ان اللہ یبغض فلانا فابغضوه قال:  
 فیبغضونہ ثم یوضع له البغضاء فی الارض“۔ (رواہ مسلم)

۱- أبو داؤد: الصلاة، الخط اذا لم یجد عصا، رقم: ۲۸۹، قال المنذری: قال سفیان بن عیینہ  
 لم نجد شیئا نشد به هذا الحدیث ولم یجئ الامن هذا الوجه، وكان اسماعیل بن أمیة اذا حدث  
 بهذا الحدیث یقول: عندکم شیء تشدونہ به؟ وقد أشار الشافعی الی ضعفه، وقال البیهقی: لا بأس  
 فی مثل هذا الحکم ان شاء اللہ تعالیٰ، ابن ماجہ: الصلاة، ما یستر المصلی، رقم: ۹۳۳۔

۲- مسلم: البر، اذا احب اللہ عبدا امر جبرئیل علیہ السلام فاحبه الخ رقم: ۲۶۳۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ: ”اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو محبوب بناتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم فلاں شخص سے محبت رکھتے ہیں تم بھی اس سے محبت رکھو پس جبرئیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر جبرئیل علیہ السلام آسمان میں ندا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو چاہتے ہیں تم سب اس سے محبت رکھو سو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اہل زمین میں اس شخص کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کو کسی شخص سے بغض ہوتا ہے تو اسی ترتیب مذکور سے اہل زمین کے قلوب تک اس کی مبغوضیت آ جاتی ہے۔“

ف: اس حدیث میں اولیاء کی غیر اولیاء سے ایک شناخت مذکور ہے اس علامت سے طلب شیخ میں کام لینا چاہئے و نیز غیر مقبول سے احتراز لازم سمجھنا چاہئے حاصل اس کا یہ ہے کہ بلا کسی سبب و تعلق نفع یا ضرر دنیوی کے اکثر خلائق کا کسی کی طرف میلان قلب اور گمان نیک ہونا علامت ہے اس شخص کے محبوب و مقبول ہونے کی اسی طرح بلا کسی لوٹ نفع و ضرر ظاہری کے اکثر لوگوں کا کسی سے نفرت کرنا اور اس کو اچھا نہ سمجھنا علامت ہے غیر مقبول عند اللہ ہونے کی اور جو صداقت یا عداوت کسی احسان یا رشتہ داری یا ضرر و نا موافقت معاملہ سے ہو اس کا اعتبار نہیں اور یاد رہے کہ جن لوگوں کی طینت میں جبث و فساد غالب ہے ان کا ادراک بھی غیر معتبر ہے۔

## ۱۵- فضیلت جماعت صوفیہ

عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول: قال اللہ تعالیٰ: ”وجبت محبتی للمتحابین فی والمتجالسین فی والمتزاویرین فی والمتباذلین فی“۔ (رواہ مالک)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ: ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہو چکی ہے جو میرے ہی واسطے باہم ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور میرے ہی علاقہ سے

الموطا: جامع ماجاء فی الطعام والشراب، ماجاء فی المتحابین فی اللہ. رقم الصفحة: ۳۷۸ مکتبہ تھانوی.

ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور میرے ہی سبب ایک دوسرے کی زیارت و ملاقات کرتے ہیں اور میری ہی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔“

ف: یہ حدیث صوفیہ اہل حق کی فضیلت اور ان کے لئے بشارت پر صاف دلالت کرتی ہے، کیوں کہ یہ صفات جو حدیث میں مذکور ہیں اکمل وجوہ سے ان حضرات میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں پیر و مرید میں محبت اور پیر بھائیوں میں الفت اسی طرح دوسرے بزرگوں سے تعلق اور جان و مال سے دریغ نہ کرنا اور دور و دراز سے زیارت کے لئے سفر کرنا یہ امور ان حضرات میں محض خالصاً اللہ اور بلا کسی دنیوی تعلق کے ہوتے ہیں۔

## ۱۶- عادت مبالغہ و ترک تعلقات

عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ما اود ان لی متجراً علی درجۃ جامع دمشق اصیب فیہ کل یوم خمسين دیناراً اتصلق بها فی سبیل اللہ ولا تفوتنی الصلوۃ فی الجماعة وما بی تحریم ما احل اللہ تعالیٰ ولکنی اکره ان لا اکون من الذین قال اللہ تعالیٰ فیہم: ﴿رَجُلٌ لَا لَہِیْمَہُمْ تِجَارَۃٌ وَلَا بَیْعَ عَنِ ذِکْرِ اللّٰہِ﴾. (اخرجه رزین)

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ جامع مسجد دمشق کی میٹھیوں پر (کہ وہ جگہ زیادہ اجتماع کی ہے) میری تجارت ہو جس میں مجھ کو پچاس دینار روزانہ مل جاویں اور ان کو (روزانہ) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات بھی کر دوں اور جماعت کی کوئی نماز بھی فوت نہ ہو (یعنی ایسی حالت میں بھی پسند نہیں کرتا) اور اس کی وجہ یہ نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کرتا ہوں، لیکن مجھ کو یہ امر ناگوار ہے کہ اس جماعت میں داخل نہ رہوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت اور بیع ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتی۔

ف: اکثر اصحاب طریقت نے اپنے لئے تکثیر تعلقات کو پسند نہیں کیا، گو وہ تعلقات مباح ہی کیوں نہ ہوں اور اسی لئے متوکلانہ آزادانہ زندگی بسر فرمائی ہے حتیٰ کہ حضرت مرشدی علیہ الرحمۃ نے ایک دین دار دولت مند کو جو ہندوستان سے ہجرت مکہ معظمہ کا ارادہ رکھتے تھے تحریر فرمایا تھا کہ ریاست سے مکہ میں صرف اسی قدر آمدنی منگوانے کا انتظام کرنا

جتنا تمہارے مصارف ضروریہ کے لئے کافی ہو جاوے، خیرات کے لئے اپنے پاس مت منگانا جس کی خدمت کرنا ہو وہاں سے، وہاں ریاست سے متعلق کر دینا تا کہ یہاں رہنے کی حالت میں قلب کو غیر اللہ کا اتنا تعلق بھی نہ رہے، سواہل ظاہر اول خود اس درجہ تکلیل تعلقات مباحہ کو رہبانیت کہتے ہیں، پھر خصوصاً جو مضمون حضرت مرشدیؒ کے ارشاد میں ہے کہ ظاہر ایہ تعلق عبادت ہے اس کے قطع کو تو خدا جانے کیا کہیں گے، لیکن اس حدیث سے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صاف یہی مذاق معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے باوجود تصدق کے بھی کثرت مال و تجارت کو پسند نہیں فرمایا، صحابیؒ پر رہبانیت یا ترک عبادت کا کب احتمال ہو سکتا ہے، راز اس میں یہی ہے کہ ان تعلقات سے غلبہ دوام حضور میں خلل آجاتا ہے، جیسا خود حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ”مابی“ میں اسکا رہبانیت نہ ہونا اور ”لکنی“ میں یہ راز بتلادیا اور آیت کو ایک وجہ خاص پر محمول فرمایا، یعنی ترک تجارت و بیع پر باعتبار حالت اکثر طبائع کے محمول فرمایا اسی معنی میں کہا گیا ہے۔

بہرچہ از دوست دامانی چہ کفر آں حرف وچہ ایماں  
بہرچہ از یار ورافتی چہ زشت آں نقش وچہ زیبا  
فائدہ: اور قرآن مجید کی اس آیت ”لا تلہیہم“ الخ سے بنا بر تفسیر مشہور کے صوفیاء کے قول خلوت در انجمن کا بھی اثبات ہوتا ہے۔

## ۱۷- عادت امساک تبرکات شیوخ

(بزرگوں کے تبرکات کو رکھنا)

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل فیہ قصۃ بیع الجمل فلما قدمت المدینۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لبلال: ”اعطہ اوقیۃ ذهب وازدہ“ فزادنی قیراطا فقلت: لانفارقنی زیادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فکان فی کیس لی الی ان اخذہ اهل الشام یوم الحرۃ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث میں جس میں شتر فروخت کرنے کا قصہ مذکور ہے مروی ہے جب میں مدینہ طیبہ پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو (یعنی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ایک اوقیہ سونا (قیمت شتر) دے دو اور (اوپر سے) کچھ زیادہ دیدو، پس انہوں نے مجھ کو ایک قیراط زیادہ دیا میں نے (دل میں) کہا کہ یہ زیادہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (علاوہ) دیا ہے یہ میری جان سے علیحدہ نہ ہوگی (یعنی اس کو اہتمام و حفاظت سے رکھوں گا) پس وہ میری تھیلی میں موجود رہی، یہاں تک کہ اس کو اہل شام نے واقعہ حرہ میں لے لیا۔

اکثر اہل محبت کی عادت ہے کہ اپنے بزرگوں کی چیزیں برکت یا یادگار کے لئے نہایت اہتمام و ذوق و شوق سے رکھتے ہیں اس حدیث میں اس کی اصل صراحتاً موجود ہے۔

## ۱۸- عادت، ترک نکاح بمصلحت

### (کسی مصلحت کی بناء پر نکاح نہ کرنا)

عن عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "انا وامرأة سفعاء الخلدین کھاتین یوم القیمة، امرأة امت من زوجها ذات منصب وجمال حبست نفسها علی یتاما حتی بانوا اوماتوا" (اخرجه ابو داؤد)

ترجمہ:- حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: "میں اور وہ عورت جس کے رخساروں کی رونق (محنت و مشقت سے) جاتی رہی ہو مثل ان دو انگلیوں کے (یعنی سببہ و وسطی کے قریب) ہوں گے قیامت کے روز یعنی وہ عورت جو اپنے شوہر سے بیوہ ہوگئی اور شان و صورت والی ہے اور اپنے کو اپنے یتیم بچوں (کی پرورش) کے لئے نکاح سے باز رکھا یہاں تک کہ وہ بڑے ہو کر) الگ ہو گئے یا مر گئے۔"

ف: بعض درویش آفات تعلقات سے بچنے کے لئے یا مشغولی مع اللہ میں نقصان و خلل کے احتمال سے نکاح نہیں کرتے، بعض قاصر الفہم ان پر طعن ترک سنت کا کرتے ہیں، اس حدیث میں صریح اجازت بلکہ فضیلت ہے کہ جہاں بچوں کی اضاعت حقوق کا اندیشہ ہو

۱- ابو داؤد: الأدب، فضل من عال یتامی، رقم: ۵۱۳۹ قال المنذری: فی اسنادہ النہاس بن قہم، ابو الخطاب البصری القاضی، ولا یحتج بحدیثہ.

نکاح نہ کرے، (بشرطیکہ اپنے دین کی حفاظت پر قادر ہو) جیسا عامہ نصوص سے معلوم ہے، جب بچوں کا ضیاع حق عذر ہے تو حق تعالیٰ کے حقوق و تعلقات خاصہ کا ضائع ہو جانا کیوں نہ عذر ہوگا (اور وہی شرط حفاظت دین یعنی کف نفس عن الحرام پر قدرت یہاں بھی معتبر ہے)

## ۱۹- عادت، قبول ہدایا از اہل اموال

(مالداروں سے ہدایا و تحائف لینا)

عن الأحنف بن قیس فی حدیث طویل قال: قلت: ای لابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما تقول فی هذه العطاء؟ قال: خذہ، فان فیہ اليوم معونة فاذا كان ثمنا لدينك فدعه. (اخرجه الشيخان)

ترجمہ: حضرت احنف بن قیس سے ایک حدیث مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ اس عطا کے باب میں (جو کہ سلاطین و امراء سے ماہانہ یا سالانہ ملتی ہے) کیا فرماتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ لے لیا کرو: کیوں کہ اس سے اس زمانے میں (فراغ قلب کے لئے) مدد ملتی ہے، لیکن جب وہ تمہارے دین کا معاوضہ ہو جائے تو چھوڑ دینا۔  
ف: عام طور پر بزرگوں کی عادت ہے کہ فتوحات وغیرہا کو رد نہیں کرتے اس میں یہی فائدہ ہے کہ اطمینان خاطر میسر ہوتا ہے، اور تشویش رزق محل مشغولی بحق نہیں ہوتی، اس حدیث میں اس کے جواز کی صراحت ہے اور اسی حکمت کی طرف اشارہ ہے البتہ اگر محض محبت سے خدمت کرنا مقصود نہ ہو بلکہ کسی امر واجب یا محرم کے مقابلہ میں ہو تو اس حالت میں قبول کرنا ممنوع ہوگا، جیسا خود اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے اسی طرح اگر اس مال کے خبث کی وجہ سے گناہ اور دین کا ضرر ہو جب بھی رد متعین ہوگا ضرر دین سب میں امر مشترک ہے۔

## ۲۰- عادت، مبالغہ در تقلیل متاع

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: مر بی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا اظین حائطاً من خص، فقال: "ما هذا یا عبد اللہ؟" فقلت: حائط اصلحه فقال: "الامر ایسرع من ذلك" وفي رواية: "ما اری

الأمر الا اعجل من ذلك“ (اخرجه ابوداؤد والترمذی و صححه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہو کر گزرے اور میں ایک پھوس کی دیوار کو لپ رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ: ”اے عبداللہ یہ کیا ہے؟“ میں نے عرض کیا حضرت ایک دیوار ہے جس کو درست کر رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”(موت کا) قصہ اس سے بھی بے تکلف آجانے والا ہے“ اور ایک روایت میں ہے کہ: ”میں (موت کے) قصے کو اس سے بھی جلد تر آنے والا دیکھتا ہوں۔“

ف: اس عادت کی تقریر حدیث شانزدہم کے تحت میں گزر چکی ہے، یہ حدیث بھی اس عادت کی ماخذ ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے قلیل تعلق کو بھی ان کی شان کے مناسب نہ سمجھا۔

## ۲۱- حال، علوم و پدییہ و واردات قلبیہ

عن الحارث الأعور، عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فی فضیلة القرآن من حدیث طویل) ”لا یشبع منه العلماء، ولا یخلق علی کثرة الرد، ولا تنقضی عجائبہ“ (اخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت حارث اعور سے روایت ہے وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قرآن کی فضیلت میں) فرمایا کہ: ”علماء اس سے سیر نہ ہوں گے اور باوجود کثرت تکرار کے یہ کبھی کہنہ نہ ہوگا اور اس کے عجائب ختم نہ ہوں گے۔“

ف: جب ذکر اللہ کی موافقت اور ریاضات و مجاہدات کی کثرت سے ظلمات نفسانیہ و کدورات طبعیہ کا ازالہ ہو جاتا ہے اور قلب و روح کو حق تعالیٰ کے ساتھ ایک نسبت خاصہ و تعلق مخصوص پیدا ہو جاتا ہے اس وقت قلب پر بلا واسطہ اسباب ظاہری تحصیل و سماع وغیرہ کے کچھ اسرار لطیفہ و علوم شریفہ کا ورود و القا ہونے لگتا ہے، اس حدیث میں ورود کا اثبات ہے

۱- ابوداؤد: الأدب، باب من البناء، رقم: ۵۲۳۵، ۵۲۳۶، وسکت عنہ المنذری، ترمذی: الزهد، قصر الأمل، رقم: ۲۳۳۵، وقال: حسن صحیح، قلنا: واخرجه ابن ماجة: الزهد، باب فی البناء والخراب، رقم: ۱۶۰

۲- ترمذی: فضائل القرآن، ماجاء فی فضل القرآن، رقم: ۲۹۰۶، وقال: حدیث غریب، لا نعرفه الا من حدیث حمزة الزیات، واسناده مجهول، و فی حدیث الحارث مقال

کیوں کہ علم مدونہ منقولہ محدود و منقوسی ہیں اور ان کی تحصیل کے بعد ان سے سیری بھی ہو جاتی ہے، یہ عدم انقضا و عدم شیع ان ہی علوم و ہنر کے خواص میں سے ہے۔

## ۲۲- عادت، ذکر حلقہ

(حلقہ بنا کر ذکر کرنا)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ تعالیٰ یتلون کتب اللہ، یتدارسونہ بینہم الا نزلت علیہم السکینۃ وغشیتہم الرحمۃ، وحفتہم الملائکۃ، و ذکرہم اللہ فیمن عنده" (اخرجه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "نہیں مجتمع ہوا کوئی مجمع کسی گھر میں اللہ کے گھروں میں سے کہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہوں اور باہم اس کو پڑھتے پڑھاتے ہوں، مگر نازل ہوتی ہے ان پر کیفیت تسکین قلب کی اور ڈھانپ لیتی ہے ان کو رحمت اور گھیر لیتے ہیں ان کو ملائکہ اور ذکر فرماتے ہیں ان کا اللہ تعالیٰ ان (ارواح و ملائکہ) میں جو کہ اللہ کے پاس ہیں۔"

ف: بہت سے ذاکرین کے ایک جگہ جمع ہو کر ذکر کرنے سے دلچسپی ذکر میں اور تعاکس انوار قلب میں اور نشاط اور ہمت کا بڑھنا اور سستی کا دفع ہونا اور مداومت میں سہولت وغیرہ منافع حاصل ہوتے ہیں، اس کو ذکر حلقہ کہتے ہیں اس حدیث میں اس کی اصل مع اشارہ کے اس کی برکات کی طرف موجود ہے۔

## ف: رسم، بناء خانقاہ بغرض اجتماع فی الذکر

(اجتماعاً ذکر کی غرض سے خانقاہ بنانا)

حضرات صحابہ و تابعین بوجہ قوت قلب و قرب عہد فیض مہد تحصیل ملکہ ذکر میں محتاج خلوت مکانی کے نہ تھے، بعد میں تفاوت احوال و طبائع کے سبب عادتاً اس ملکہ کی تحصیل موقوف ہو گئی، خلوت مکانی و بعد عن عامۃ الخلق پر اس وقت حضرات مشائخ میں خانقاہیں



بنانے کی رسم بمصلحت محمودہ ظاہر ہوئی ہر چند کہ اس حدیث میں بنا علی المشہور بیوت اللہ کی تفسیر مساجد کے ساتھ کی گئی ہے، لیکن اطلاق لغتہ اور اشتراک علت کی بنا پر خانقاہوں کو بھی اس کے عموم میں داخل کرنا مستبعد نہیں، پس اس حیثیت سے یہ حدیث اس رسم کا ماخذ ہو سکتی ہے۔

### ف: حال، کیفیت باطنی مسمی بہ نسبت

مشاہدہ شاہد ہے کہ اشتغال بالذکر سے قلب میں ایک کیفیت غریبہ لذیذہ پیدا ہو جاتی ہے، اور مواظبت سے اس میں رسوخ ہو جاتا ہے، صوفیا کی اصطلاح میں اس کو نسبت کہتے ہیں اس حدیث میں صراحتہً اس کا بیان ہے اور سیکنہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

### ۲۳- عادت، ترک عبادات غیر واجبہ در غلبہ ذکر

(ذکر اللہ کے غلبہ میں طاعات و نوافل کو چھوڑ دینا)

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ: يقول الله تعالى "من شغله القرآن عن مسئلتی اعطيته افضل ما اعطى السائلین" (اخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: "حق تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص ایسا ہو کہ قرآن مجید اس کو مجھ سے کوئی چیز مانگنے سے (یعنی دعا کرنے سے) مشغول کر دے، (یعنی فرصت نہ لینے دے) میں جس قدر اور سائلوں کو (اور دعاء مانگنے والوں کو) دیتا ہوں، اس شخص کو سب سے زیادہ دوں گا۔"

ف: اکثر بزرگوں کے طریق میں کسی خاص ایک ذکر میں مرید کو مشغول کر دیتے ہیں اور نوافل و اوراد مختلفہ و طاعات متنوعہ حتیٰ کہ بعض اوقات درس و تدریس یا وعظ و نصیح (جب کہ علمی التعمین یہ شخص اس کا مکلف نہ ہو) چھڑا دیتے ہیں جس کی لم اور راز معلوم نہ ہونے سے ظاہر بین حیران ہوتا ہے۔

اور اجمالاً لم اس کی یہ ہے کہ ابتداء میں باطن اپنی جمعیت و انتشار میں تابع ظاہر کا ہوتا ہے، البتہ آخر میں معاملہ بالعکس ہو جاتا ہے، پس اگر اشغال مختلفہ بحالہ باقی رکھے جائیں تو

طبیعت میں یکسوئی اور خاطر میں اجتماعِ عادۃ ہرگز حاصل نہیں ہوتا جو کہ <sup>مطمئن</sup> نظر ہے سلوک میں، پس یہ حدیث من وجہ اس طریق کی تقریر کر رہی ہے کہ قرآن میں ایک نوع ہے ذکر کی ایسا مشغول ہونا کہ دعاء کی بھی خبر نہ رہے، (جو کہ فی نفسہ ایک عبادتِ عظیمہ ہے، مگر مرتبہ وجود بالذات تک نہیں پہنچی) مذموم نہیں قرار دیا گیا بلکہ اس پر ایک فضیلت کو مرتب فرمایا گیا ہے اور یہی حاصل تھا طریق مذکور کا۔

## ۲۴- تعلیم، عدم اہتمام لذت در ذکر و عبادت (ذکر و عبادت میں حصول لذت کا اہتمام نہ کرنا)

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "الماهر بالقرآن مع السفارة الکرام البررة، والذي یقرأ القرآن یتتبع فیہ وهو علیہ شاق له اجران" (اخرجه الخمسة الا النسائی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "جو شخص قرآن میں ماہر ہے وہ تو (درجہ میں) ان ملائکہ کے ساتھ ہے جو پیغامِ الہی کے سفیر اور مکرم اور نیک ہیں، اور جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس میں اکتا ہے اور رکتا ہے اور اس کو وہ دشوار ہے (یعنی چوں کہ اس میں وہ ماہر نہیں) اس کو دو ثواب ملیں گے۔"

ف: بعض اوقات ذکر اور عبادت میں حلاوت اور لذت محسوس نہ ہونے سے ناواقف دل تنگ ہو کر اس کو چھوڑ بیٹھتا ہے یا افسردہ خاطر ہو کر یہ سمجھتا ہے کہ میرا یہ عمل محض عبث اور بے سود ہے، اور اس گمان میں ترقی باطنی رک جاتی ہے، کیوں کہ اس کا بڑا مدار یقین پر ہے، محققین نے تصریح فرمایا ہے کہ ذکر مقصود ہے لذت مقصود نہیں، بلکہ لذت نہ ہونے پر برابر مشغول رہنا اس میں بوجہ زیادہ مجاہدہ کے نفع زیادہ ہے، پس لذت نہ ہونا مضر نہیں بلکہ امر مذکور کے اعتبار سے نافع ہے، اس حدیث میں یہ تعلیم مصرح ہے کہ ایسی تلاوت کا موجب تضاعف اجر ہونا ارشاد فرمایا

۱- بخاری: التفسیر، سورۃ عبس، رقم: ۳۹۳۷، مسلم: صلاة المسافرين، فضل الماهر بالقرآن والذي یتتبع فیہ رقم: ۲۴۴ (۷۹۸) أبو داؤد: الوتر ثواب قراءة القرآن، رقم: ۱۳۵۳، ترمذی: فضائل القرآن، فضل القاری القرآن، رقم: ۲۹۰۳، وقال: حسن صحیح، قلنا: واخرجه ابن ماجه: الأدب، ثواب القرآن، رقم: ۳۷۷۹.

ہے اور اسکی علت کی طرف بھی ”وہو علیہ شاق“ میں اشارہ فرمایا جو حاصل ہے مجاہدہ کا۔

## ۲۵- مسئلہ، امکان انکشاف ملائکہ غیر نبی را

(انبیاء کے علاوہ (اولیاء اللہ) کو بھی فرشتے نظر آ سکتے ہیں)

عن أسيد بن حضير رضى الله تعالى عنه قال: بينما هو يقرأ من الليل سورة البقرة وفرسه مربوط عنده، اذ جالت الفرس فسكت فسكنت، فقرأ فجالت، فسكت، فسكت الفرس، ثم قرأ فجالت وكان ابنه يحيى قريبا منها فانصرف، فاخره ثم رفع راسه الى السماء، فاذا مثل الظلة فيها امثال المصابيح، فلما اصبح حدث به النبي فقال: ”اوتدرى ماذاك؟“ قال: لا، فقال: (تلك الملكة دنت لصوتك ولو قرأت لاصبحت ينظر اليها الناس لا تتوارى منهم). (اخرجه البخارى)

ترجمہ: حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک شب کو سورہ بقرہ پڑھ رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے پاس بندھا ہوا تھا، دفعۃً گھوڑا اچھلا یہ پڑھتے پڑھتے خاموش ہو گئے وہ گھوڑا بھی ٹھہر گیا یہ پھر پڑھنے لگے وہ پھر اچھلنے لگا یہ پھر خاموش ہو گئے، وہ پھر ٹھہر گیا انہوں نے پھر پڑھنا شروع کیا وہ پھر اچھلنے لگا، اور ان کا لڑکا بھی اس سے قریب تھا یہ وہاں سے چلے اور اس لڑکے کو ہٹالیا پھر سر اٹھا کر جو آسمان کی طرف دیکھا تو اس میں ایک سائبان نظر پڑا جس میں چراغ سے معلوم ہوئے جب صبح ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جانتے ہو یہ کیا تھا؟“ انہوں نے عرض کیا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”یہ فرشتے تھے کہ تمہاری آواز سے نزدیک آ گئے تھے، اور اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح کے وقت تک وہ فرشتے یہاں ہی رہتے کہ سب لوگ ان کو دیکھتے اور وہ ان کی نظروں سے غائب نہ رہتے۔“

ف: محققین نے تصریح کی ہے کہ اولیاء اللہ ملائکہ کو دیکھ سکتے ہیں بلکہ کلام و سلام بھی ممکن بلکہ واقع کہا ہے، اس حدیث میں صراحتاً اس کشف کا وقوع مذکور ہے، اور صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کرنا فرشتوں کا مروی ہے اور صرف اتنا ہی

امر خواص نبوت سے نہیں بلکہ مامور بالتبلیغ العالم ہونا بھی اس کے ساتھ منضم ہے، جو غیر نبی میں مفقود ہے، پس اشتباہ غیر نبوت کا نبوت سے لازم نہیں آتا۔

## ف: مسئلہ، امکان عدم ادراک کنہ کشف خود

(اپنے ہی کشف کی حقیقت کا ادراک نہ ہونا ممکن ہے)

اس حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ بعض اوقات اہل کشف کو خود اپنے کشف کی حقیقت کا ادراک نہیں ہوتا چنانچہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملائکہ کا کشف تو ہوا مگر یہ اطلاع نہ ہوئی کہ یہ ملائکہ ہیں، محققین نے بھی اس کی تصریح کی ہے، جو شخص اس تحقیق سے آگاہ ہو جائے گا وہ کشف میں اپنی فہم و رائے پر ہرگز اعتماد نہ کرے گا اور ایسا شخص بہت سی غلطیوں سے محفوظ رہے گا۔

## ۳۶- حال، علم و ہی

عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "یا ابا المنذر! اتدری ای ایة من کتاب اللہ معک اعظم؟" قلت: ﴿اللہ لا الہ الا هو الحی القیوم﴾ فضرب فی صدری وقال: "لیهنک العلم ابا المنذر" (اخرجه مسم و ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ: "اے ابوالمنذر تم جانتے ہو کہ ساری کتاب اللہ میں سب سے بڑی کونسی آیت تمہارے پاس ہے؟" میں نے عرض کیا کہ آیت الکرسی، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ: "تم کو یہ علم مبارک ہو اے ابوالمنذر!"

ف: حدیث بست وکیم کے ذیل میں اس کی تقریر گزر چکی ہے، اس حدیث میں بھی اس کا اثبات ہے کہ منجانب اللہ بطور الہام کے اعظم آیہ کی تعیین ان کے قلب پر وارد ہو گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک باد دینے سے اس علم کی فضیلت بھی ظاہر ہے، اور یہ

۱- مسلم: صلاة المسافرين، فضل سورة الكهف و آية الكرسي، رقم: ۲۵۸ (۸۱۰)

ابوداؤد: الوتر، ماجاء فی آية الكرسي، رقم: ۱۳۶۰۔

جو فرمایا کہ سب سے بڑی آیت یہ باعتبار ثواب خاص کے ہے، اس کی نظیر دوسری آیات اور سورتوں کے باب میں بھی وارد ہے، جس میں ہر مقام پر وجوہ اعتبارات مختلفہ کا لحاظ رکھا گیا ہے، اور اسی بناء پر باہم متعارض بھی نہ ہوگی، مثلاً آیت الکرسی کا متضمن توحید ہونا باعث تضاعف ثواب خاص ہو سکتا ہے، وعلیٰ ہذا اور نہ صفات لازمہ لنفس القرآن میں جیسے کلام الہی ہونا، یا فصاحت و بلاغت میں معجزہ ہونا و نحوہا، ان میں قرآن کے سب اجزاء مساوی و متماثل ہیں اور اس معنی کے اعتبار سے بعض اجزاء کی اعظمیت پر کوئی اشکال نہیں۔

### ۲۷۔ مسئلہ، تمثیل جنی (جنات کا انسانی شکل میں متشکل ہونا)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : وکلنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحفظ زکوٰۃ رمضان، فاتانی ات فجعل یحثو من الطعام، فاخذتہ الی ان قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : "تعلم من تخاطب منذ ثلاث لیل یا ابہریرۃ؟" قلت : لا، قال : "ذاک شیطان". (اخرجه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ رمضان کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا (اور ایک روز) ایک آنے والا میرے پاس آیا اور غلہ میں سے لپیں بھرنے لگا میں نے اس کو پکڑ لیا، یہاں تک کہ قصہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ: "تم جانتے ہو کہ تین روز سے کس سے بات چیت کیا کرتے ہو؟" میں نے عرض کیا کہ نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "وہ شیطان تھا"

ف: حدیث سے صاف واضح ہے کہ شیطان انسانی شکل میں متشکل ہو کر نظر آیا۔

### ف: حال، کرامت

اہل حق کا مذہب ہے کہ کرامت کا ولی سے صادر ہونا ممکن ہے، حدیث میں وقوع صاف مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شیطان کو پکڑ لیا۔

۱ البخاری: الوكالة، اذا رکل رجلا فترک الوکیل شیئاً فاجازہ الموکل فهو جائز، رقم: ۲۳۱۱، ایضاً: بدء الخلق، صفة ابلیس و جنودہ، ۳۲۷۵، ایضاً: فضائل القرآن، فضل سورة البقرة، رقم: ۵۰۱۰۔

ف: مسئلہ، امکان عدم ادراک حقیقت کرامت خود

(اپنی ہی کرامت کی حقیقت معلوم نہ ہونا ممکن ہے)

اس کی تقریر حدیث بست و پنجم کے تحت میں گزر چکی ہے وہاں کشف نمایاں کرامت، چنانچہ اس قصہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی شناخت سے اپنی لاعلمی بیان کی جس کے پکڑنے میں کرامت واقع ہوئی۔

## ۲۸- رسم اعمال و عزائم

عن ابی ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه كانت له سهوة فيها تمر و كانت تجی الغول فتأخذ منه فشكى ذلك الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: "اذهب فاذا رايتها فقل بسم الله اجيبي رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم" قال: فاخذها. الحديث (اخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی ایک بخاری (تھیلی) میں خرے بھرے ہوئے تھے اور خبیث جنات آ کر اس میں سے لے جاتے انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ: "جاؤ اگر اب کے کسی کو دیکھو تو یوں کہہ دینا، بسم اللہ اجیبی رسول اللہ! یعنی اللہ کے نام سے مدد لیتا ہوں رسول اللہ کا بلایا ہوا چل" راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے (یہی کہہ کر) اس کو پکڑ لیا۔

ف: اکثر بزرگوں کے پاس جو اہل حاجت خاص اغراض کے لئے نقش یا تعویذ یا جھاڑ پھونک کرانے آ جاتے ہیں، مثلاً آ سیب اتروانے کے واسطے اسی طرح اور کسی مطلب کے لئے تو وہ حضرات اپنے حسن اخلاق سے اس کو رد نہیں کرتے کچھ اللہ کے نام سے استمداد کر کے تدبیر کر دیتے ہیں اس حدیث میں آ سیب کو مغلوب کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمات خاصہ کی تعلیم فرمائی، پس اس رسم کو خلاف سنت نہ کہا جائے گا، اسی طرح دوسری احادیث میں رقیہ و تعلق تعویذ وارد ہوا ہے۔

تنبیہ: اس حدیث سے وجود غول کا ثابت ہوتا ہے اور دوسری نصوص میں بھی وجود جن

۱- ترمذی: فضائل القرآن، باب (حدیث ابی ایوب فی الغول رقم: ۲۸۸۰، وقال: حسن غریب.

کی تصریح ہے، یہی حقیقت ہے غول کی اور دوسری ایک حدیث میں ”لا غول“ سے نفی غول کی فرمائی گئی ہے اس سے مراد نفس غول کی نفی نہیں بلکہ اہل جاہلیت جس درجہ میں ان کی قدرت ضرر رسانی کے معتقد تھے مقصود اس کی نفی کرنا ہے، ہذا ما عندی۔

## ۲۹- حال التذاذب عتاب محبوب بعنوان متضمن محبت

(محبوب کی ناراضگی سے لذت حاصل کرنا)

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: فینا نزلت ﴿اذھمت طائفتان منکم ان تفسلا واللہ ولیھما﴾ قال: نحن الطائفتان بنو حارثۃ وبنو سلمۃ وما یسرنی انھا لم تنزل لقول اللہ تعالیٰ ﴿واللہ ولیھما﴾ (اخرجه الشیخان)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا انہوں نے یہ آیت ہم لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے، ﴿اذھمت طائفتان منکم ان تفسلا واللہ ولیھما﴾ (ترجمہ یہ ہے کہ اس وقت کو یاد کرو کہ تم لوگوں میں دو گروہوں نے کم ہمتی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کے سنبھالنے والے تھے یعنی کم ہمتی سے بچالیا) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ وہ دو گروہ ہم لوگ تھے بنو حارثہ اور بنو سلمہ اور مجھ کو یہ امر خوش نہیں آتا کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی (یعنی باوجودیکہ ظاہر اس میں ہماری برائی مذکور ہے اور اس پر ہم کو ملامت کی گئی ہے، جس کا طبعی مقتضایہ ہے کہ اس کا نازل نہ ہونا اچھا معلوم ہوتا، مگر باوجود اس کے پھر بھی نازل ہونا ہی زیادہ خوش آتا ہے) کیوں کہ ہمیں یہ فرمایا ہے کہ ”واللہ ولیھما“

ف: بہت سے عشاق سے منقول ہے کہ ان کو اپنے یا دوسرے مکاشفات یا الہامات سے حق تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے اپنا مورد کلمات عتاب یا بعد و طرد ہونا مکشوف ہوا تو انہوں نے اس پر مسرت و التذاذب ظاہر کیا، جو ظاہر نظر میں مستبعد معلوم ہوتا ہے، مگر اس حدیث سے یہ استبعاد دفع ہو جاتا ہے باوجود قدرے عتاب کے چونکہ اس میں ایک لفظ مشعر عنایت ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر مسرت ظاہر فرمائی اسی طرح عشاق کو جو کبھی عتاب و ملامت کا انکشاف ہوا ہے ساتھ ہی قرآن مقامیہ یا مقالیہ سے

۱۔ بخاری: المغازی، اذھمت طائفتان الایۃ رقم: ۵۰۵۱، ایضا: التفسیر، رقم: ۳۵۵۸،

مسلم: فضائل الصحابة، فضائل سلمان و بلال و صہیب ث، رقم: ۲۵۰۵، ۱۷۱

عنایت کا بھی مشاہدہ ہوا ہے ورنہ غضب و سخط محض تو علامت ہے شقاوت و لعنت کی اس پر خوش ہونے کی کوئی صورت نہیں جیسا کہ بوستان میں ایک عابد کی حکایت مذکور ہے کہ ان کو غیب سے آواز آئی تھی کہ تیری کوئی عبادت مقبول نہیں اور انہوں نے یہ کہا کہ جب دوسرا اور کوئی نہیں تو خواہ قبول ہو یا نہ ہو کہاں جاؤں جس کے بعد ندا آئی۔

قبول است گرج ہنر نیست	کہ جزا پنا ہے دگر نیست
-----------------------	------------------------

یہ حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت مشہور ہے کہ ان کے کسی مخلص مرید کو روضہ اقدس پر حکم ہوا کہ اپنے بدعتی پیر سے ہمارا اسلام کہہ دینا اور حضرت کو جب یہ پیغام پہنچا رقص کی کیفیت طاری تھی اور زبان پر یہ جاری تھا:

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ لکو گفتی	جواب تلخ می زبید لب لعل و شکر خارا
---------------------------------------	------------------------------------

یا کسی کو شغل کے وقت یہ ندا آئی تھی کہ تو کافر ہو کر مرے گا ان کے شیخ نے ان کو ارشاد فرمایا کہ یہ دشنام محبت ہے جو محبوبوں کی عادت ہوتی ہے تم اپنے کام میں لگے رہو، مثنوی کے اس عنوان عام میں یہ مضمون بھی داخل ہے۔

تاخوش تو خوش بود برجان من	دل فدائے یار دل رنجان من
---------------------------	--------------------------

### ۳۰۔ رسم، تحصیل برکت از تبرکات

(تبرکات سے برکت حاصل کرنا)

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: مرضت فاتانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعودنی وابوبکر وھما ماشیان فوجدانی قد اغمی علی فتوضا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم صب وضوءہ علی فافقت. الحدیث.  
(اخرجه الخمسة الاالنسانی)

۱۔ بخاری: المرضی عیادۃ المغمی علیہ، رقم: ۵۶۵۱، مسلم: الفرائض، میراث الکلالۃ، رقم: ۵ (۱۶۱۶) ابوداؤد: الفرائض، باب فی الکلالۃ، رقم: ۲۸۸۶، ترمذی: الفرائض، میراث الأخوات، رقم: ۲۰۹۷، وقال: حسن صحیح، قلنا: واخرجه النسائی ایضاً، الطہارۃ، الانتفاع بفضل الوضوء، رقم: ۱۳۸، قلنا: واخرجه ابن ماجہ، الفرائض، الکلالۃ، رقم: ۲۷۲۸.



ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیادت کے لئے پیادہ تشریف لائے اور مجھ کو بے ہوش پایا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر ڈال دیا میں ہوش میں آ گیا۔

ف: اکثر اہل محبت و عقیدت کا معمول ہے کہ مقبولان الہی کے ملبوسات یا مستعمل اشیاء سے برکت حاصل کرتے ہیں اس حدیث میں صراحتاً اس کا اثبات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا آب وضوان پر ڈالا جس کی برکت سے وہ ہوش میں آ گئے۔

### ۳۱- حال غیبت و محو

عن عبادة بن الصامت رضى الله تعالى عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا نزل علي الوحي كرب لذلك وتربد وجهه. (اخرجه مسلم وأبو داود والترمذی)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قسم کا کرب ہوتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو جاتا۔

ف: کسی وارد غیبی کے غلبہ و ہجوم سے حواس بشریہ کا معطل ہونا اصطلاح میں غیبت و محو کہلاتا ہے گا ہے اس وارد غالب کا اثر ظاہر جوارح پر بھی محسوس ہوتا ہے اس حدیث میں صراحتاً اس کا ذکر ہے گو تعین وارد میں تفاوت ہو۔

### ۳۲- عادت ترک اسباب مظنونہ

(غیر یقینی اسباب کو ترک کرنا)

عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحرس (ليلاً) حتى نزل: ﴿والله يعصمك من الناس﴾ فاخرج رسول الله

۱۰ مسلم: الفضائل، عرق النبي صلى الله عليه وسلم في البرد، وحين ياتيه الوحي، رقم: ۸۸ (۲۳۳۳) ايضاً: الحدود، حد الزنا، رقم: ۱۳ (۱۶۹۰) قلت: ما وجدت هذه الرواية في سنن الترمذی وأبي داود بهذا اللفظ. واخرجه احمد في مسنده ۳۲۷/۵.

صلی اللہ علیہ وسلم راسہ من القبة، فقال: "یا ایہا الناس! انصرفوا، فقد عصمتی اللہ عزوجل" (اخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جایا کرتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں (کے شر) سے بچالیں گے، پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک خیمہ سے باہر نکال کر فرمایا کہ: "..... اے لوگو! جاؤ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا۔"

ف: توکل کی یہ قسم قوی القلب کے لئے جائز بلکہ مستحب ہے اور اکثر اہل طریق کا یہی شعار رہا ہے، یہ حدیث صراحتاً اس پر دل ہے۔

تنبیہ: اور اسباب یقینیہ ضروریہ کا ترک ناجائز اور خارج از توکل ہے البتہ اگر خرق عادت کے طور پر واقع ہو وہ مستثنیٰ ہے۔

### ۳۳- اصلاح، منع غلو در ترک لذات

(حلال چیزوں کے چھوڑنے میں غلو کرنے کی ممانعت)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلاً اتى النبي صلى الله عليه وسلم ، فقال: انى اذا اصبت اللحم انتشرف للنساء واخذتني شهوتي فحرمت علي اللحم، فانزل الله تعالى: ﴿يا ايها الذين امنوا لا تحرموا طيبات ما احل الله لكم﴾ (اخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جب گوشت کھاتا ہوں تو میری طبیعت عورتوں کی طرف ابھرتی ہے اور میری خواہش مجھ پر غالب آتی ہے اس لئے گوشت میں نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال فرمایا ہے ان کو حرام مت کرو۔"

ف: بعض متشددین بعض حلال چیزوں کو جیسے مطلق گوشت یا مثلاً گائے کا گوشت

۱ ترمذی: تفسیر القرآن، سورة المائدة، رقم: ۳۰۴۶، وقال: حدیث غریب۔

۲ ترمذی: تفسیر القرآن، سورة المائدة، رقم: ۳۰۵۳، وقال: حسن غریب۔

وغیرہ اس طرح ترک کر دیتے ہیں جس طرح حرام چیزوں کو ترک کرتے ہیں یا ان کے ترک کو موجب تقرب الی اللہ اعتقاد کرتے ہیں یہ عملاً علما غلو و افراط فی الدین و بدعت سیئہ ہے اور جس رہبانیت کا ابطال آیا ہے یہ اس میں داخل ہے آیت کا شان نزول جو حدیث میں آیا ہے اور خود اس کا مدلول اس کی منع میں نص صریح ہے اہل مجاہدہ نے جو لذات کو ترک کیا اس کا مرتبہ اس سے زیادہ نہیں ہے جس طرح بعض مضرات طبیہ کے سبب مریض بعض اغذیہ سے پرہیز کرتا ہے نہ عقیدۃ اس کو حرام سمجھتا ہے نہ اس ترک کو عبادت جانتا ہے ایسے ترک کو البتہ رہبانیت سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ بعض کم فہم اس کے بھی منکر ہوئے ہیں۔

### ۳۴- حال، سکر بسبب وارد قوی

(کسی قوی چیز کے پیش آ جانے کی وجہ سے مغلوب الحال ہو جانا)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لما توفي عبد الله بن ابي بن سلول الى ان قال فقام عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاخذ بثوب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: يا رسول الله اتصلي عليه وقد نهاك ربك ان تصلي عليه فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: "الما خير نبي الله" الحديث. (اخرجه الخمسة الا ابا داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابی بن سلول (منافق) مر گیا (تو ایسا ایسا ہوا) یہاں تک قصہ بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اس پر نماز (جنازہ) پڑھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر نماز پڑھنے سے (بوجہ منافق ہونے کے) اس آیت استغفر لہم او لاتستغفر لہم الآیۃ میں منع فرمایا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) اختیار دیا ہے (منع نہیں فرمایا)

۱ بحاری: الجنائز، الکفن فی القمیص الذی یکف او لایکف، رقم: ۱۲۶۹، ایضا: التفسیر، سورة البرائة، رقم: ۴۶۷۰، ۴۶۷۲، مسلم: صفات المنافقین، صفات المنافقین واحکامہم، رقم: ۳ (۲۷۷۴) ترمذی: تفسیر القرآن، سورة التوبة، رقم: ۳۰۹۸، وقال: حسن صحیح نسائی: الجنائز، القمیص فی الکفن، رقم: ۱۹۰۱، قلنا: واخرجه ابن ماجہ، الجنائز، الصلاة علی اهل القبلة، رقم: ۱۵۲۳۔

ف: وارد نبی کے ظاہری و باطنی احکام میں امتیاز کا اٹھ جانا سکر ہے اور اس امتیاز کا عود کر آنا صحیح ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پر بغض فی اللہ کا ورود ایسا قوی ہوا کہ ان کو اس طرف التفات نہ ہوا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً و فعلاً کیا معاملہ کر رہا ہوں جو صورتہ ادب سے مستبعد ہے، سو ایسی حالت میں شارع علیہ السلام نے معذور رکھا ہے پھر جب حالت صحیح میں آئے تو حدیث میں آیا ہے کہ بعد میں مجھ کو اپنی جرأت پر تعجب ہوا اور نادم ہوا۔

فائدہ: آیت موصوفہ کا مدلول استغفار کا منافقین کے لئے نافع نہ ہوتا ہے، نہی عن الاستغفار اس کا مدلول نہیں اس نہی کے غیر مدلول ہونے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”خیرنی اللہ“ میں بیان فرمادیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلبہ سکر میں اس میں تاثر نہیں فرمایا اور ظاہر سیاق کو بھی پر محمول فرمایا۔

### ۳۵- عادت مہاجرت مرید برائے زجر

(زجر و توبیح کے طور پر مرید کو الگ کر دینا)

عن عبد اللہ بن کعب عن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث تخلفہ عن تبوک او نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسلمین عن کلامنا ایہا الثلثة وفیہ قال: لما جانی الذی سمعت صوتہ یبشرنی نزعتم له ثوبی فکسوتہما ایاه بشارتہ. وفیہ ﴿حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ (اخرجه الخمسة)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن کعب سے روایت ہے کہ وہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے غزوہ تبوک سے رہ جانے کے واقعہ میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ان تین آدمیوں کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرمادیا (جو غزوہ تبوک سے رہ گئے تھے) اور اس حدیث میں یہ بھی ہے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت میرے پاس وہ شخص آیا جس کی میں نے آواز سنی تھی کہ وہ مجھ کو بشارت

۱ بخاری: المغازی، حدیث کعب بن مالک، قول اللہ تعالیٰ: وعلى الثلثة الذين خلفوا رقم: ۳۳۱۸، مسلم: التوبة، حدیث توبۃ کعب بن مالک وصاحبیہ، رقم: ۵۳ (۲۷۶۹) ابوداؤد: الجهاد اعطاء البشير، رقم: ۲۷۷۳، ترمذی نحوہ: تفسیر القرآن، سورۃ التوبۃ، رقم: ۳۱۰۲، نسائی نحوہ: الايمان والنذور، اذا اهدى ماله على وجه النذر رقم: ۳۸۵۵

(قبول توبہ کی) دیتا تھا تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس بشارت کے صلہ میں اس کو دے دیئے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے: حتیٰ کہ ان تینوں آدمیوں پر جب زمین باوجود اتنی بڑی فراخی کے تنگ ہو گئی (بوجہ غم کے الخ)

ف: اکثر بزرگوں کی حکایتیں سنی گئی ہیں کہ مرید کی کسی خلاف وضع حرکت پر اس کو نکال دیا یا اس سے بولنا چھوڑ دیا یا اور کوئی مناسب سزا دی اور مقصود اس سے محض تنبیہ ہے عداوت منشا نہیں ہوتا۔ سو اس حدیث سے اس عمل کا مستحسن ہونا ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین صاحبوں سے یہی معاملہ فرمایا۔

## ف: رسم عطاء پارچہ در طرب آرنده را

(خوشخبری سنانے والے کو کپڑا وغیرہ دینا)

یہ بھی اہل وجد میں معمول ہے کہ کسی شعر پر مخطوط ہو کر سنانے والے کو کوئی کپڑا یا نقد دیدیتے ہیں حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس مبشر کو کپڑا دیدینا اسی قبیل سے ہے۔

## ف: حال قبض و بسط

حال قبض: محبوب کی تجلی جلالی یعنی آثار عظمت و استغناء کے وارد ہونے سے قلب کا گرفتہ ہونا قبض کہلاتا ہے اس واقعہ میں جو ان تینوں صاحبوں کی حالت تنگی کی ہو گئی تھی وہ بھی قبض تھا جس کا سبب توقف قبول توبہ میں تھا جو آثار جلال سے ہے اسی حالت کو اس قصہ میں ضیق ارض و ضیق النفس سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

اور قبض کے مقابل حالت بسط ہے یعنی آثار لطف و فضل کے ورود سے قلب کو سرور و فرحت ہونا اسی واقعہ میں ان حضرات پر قبول توبہ کے بعد یہ حالت بھی وارد ہوئی تھی چنانچہ حدیث میں مصرح ہے جس کا ادنیٰ اثر مبشر کو اپنا تمام لباس اتار کر دے دینا ہے جس کا بیان اوپر آچکا۔

## ۳۶- حال سکر

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لما اغرق اللہ فرعون قال: امننت انه لا اله الا الذی امننت به بنو اسرائیل، قال

جبرئیل: یا محمد لو اریتنی وانا اخذ من حال البحر وادسه فی فیہ مخافة ان تدرکه الرحمة“ (اخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ”جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق فرمایا تو وہ کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں اس پر کہ کوئی معبود برحق نہیں۔ بجز اس ذات کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں“ حضرت جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ مجھ کو (اس وقت) دیکھتے (تو تعجب فرماتے) کہ میں دریا کی کچھڑ لے کر فرعون کے منہ میں ٹھونستا تھا اس اندیشہ سے کہ اس کو رحمت الہیہ نہ پالیوے۔“

ف: باوجودیکہ مدار قبول ایمان کا بعد اجتماع شرائط کے قلب پر ہے اگر وہ وقت قبول توبہ کا نہ تھا تو زبان سے کہنا نافع نہیں ہو سکتا اور اگر وہ وقت قبول کا تھا تو عزم قلب کافی تھا باوجود اس کے منہ میں کچھڑ دینا یہ بسبب غلبہ سکر کے تھا جس کی حقیقت تحت حدیث سی و چہارم مذکور ہو چکی اور سبب اس غلبہ کا غایت درجہ کا بغض فی اللہ تھا۔

### ۳۷- حال ہیبت

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال أبو بکر: یا رسول اللہ قد شبت قال: ”شیبی ہود والواقعة“ الحدیث. (اخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: ”مجھ کو سورہ ہود اور سورہ واقعة نے بوڑھا کر دیا“ (بوجہ اس کے کہ سورہ ہود میں امم سابقہ کے معذب اور مورد غضب الہی ہونے کا ذکر ہے اور سورہ واقعة میں اہل نار و جنت کی حالت کی تفصیل ہے اور یہ دونوں مضمون عبرت و خشیت پیدا کرنے والے ہیں) ف: قبض و بطن میں جب اور ترقی ہوتی ہے اس کو ہیبت و انس کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال چوں کہ نہایت ارفع ہیں لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خشیت کو جو کہ مقدمہ قبض کو بھی شامل ہے ہیبت سے تعبیر کرنا شایان ہے۔

۱ ترمذی: تفسیر القرآن، سورہ یونس، رقم: ۳۱۰۷، وقال: حسن.

۲ ترمذی: تفسیر القرآن سورہ الواقعة، رقم: ۳۲۹۷، وقال: حسن غریب.

## ف: خلق، مراقبہ

ذات و صفات حق تعالیٰ یا کسی مضمون خاص کی طرف تدبر تام سے متوجہ ہونا اور اس کا تصور قلب میں مواظبت کے ساتھ جمانا یہ مراقبہ کہلاتا ہے ظاہر ہے کہ یہ اثر خشیت کا کہ جو ان سے بوڑھا کر دے موقوف ہے تفکر و انم و توجہ قوی پر پُرس حدیث سے مثل حال ہیبت کے عمل مراقبہ کا بھی اثبات ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے۔

## ۳۸- حال، فراست

عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:  
”اتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور اللہ تعالیٰ“ (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”مؤمن کی فراست سے ڈرو کیوں کہ وہ نور الہی سے دیکھتا ہے۔“  
ف: صفاء قلب کی بدولت جو کہ مواظبت ذکر اللہ و ملازمت تقویٰ سے حاصل ہوتا ہے، اکثر وجدانی طور پر حقائق و واقعات سے مدرک ہونے لگتے ہیں اس کو فراست کہتے ہیں گویا وہ کشف کا ایک شعبہ ہے حدیث صراحۃً اس کی مثبت ہے اور حدیث میں ”نور اللہ“ عبارت اسی صفاء سے ہے جس کا سبب ذکر و تقویٰ ہے۔

## ۳۹- خلق، خوف اور تواضع

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا أنها قالت: قلت يا رسول الله ﴿الذين يؤتون ما اتوا وقلوبهم وجل﴾ اہم الذین یشربون الخمر ویسرقون؟ قال: ”لا، یابنت الصدیق! ولكنهم الذین یصومون ویصدقون ویخافون الا یقبل منهم: اولئک الذین یسارعون فی الخیرات“۔ (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (قرآن مجید میں جن لوگوں کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ) ایسے لوگ جو وجود دیتے ہیں ان اعمال کو کہ وجود دیتے ہیں اور قلوب ان کے ڈرتے ہیں، (یہ فضیلت کے موقع میں فرمایا گیا

۱ ترمذی: تفسیر القرآن: سورة الحجر، رقم: ۳۱۲۷، وقال: حدیث غریب۔

۲ ترمذی: تفسیر القرآن: سورة المؤمنین، رقم ۳۱۷۵۔

ہے) کیا ان سے ایسے لوگ مراد ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ (شبہ کی وجہ یہ ہوئی کہ ان اعمال کی تعین صریح الفاظ سے نہیں فرمائی اور دلوں کا خوفناک ہونا غالباً اعمالِ سیئہ سے ہوتا ہے سو یہ قرینہ ہے اعمالِ بد مراد ہونے کا: مگر موقعِ فضیلت میں اس کا فرمانا اس قرینہ کا کسی قدر مزاحم ہے پس یہ اشتباہ موجب سوال ہو گیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”نہیں اے بیٹی صدیق کی: بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو روزہ رکھتے ہیں اور خیرات کرتے ہیں اور خائف رہتے ہیں کہ ان کا یہ عمل مقبول نہ ہو“ (یعنی اپنی مذلت پر اور حق تعالیٰ کی عظمت پر نظر کرنے سے اپنے اعمال قابل قبول نہیں دیکھتے) یہ وہ لوگ ہیں جو بھلائیوں میں دوڑتے ہیں۔  
ف: حدیث کی دلالت اس پر ظاہر ہے۔

### ف: علامت اولیاء و مقربین

حق تعالیٰ نے ان اوصاف کو جو عباد مقبولین کے خواص سے فرمایا ہے پس یہ علامت اولیاء سے ہے تتبع احوال سے یہ صفت عارفین میں دوسری اکثر صفات پر غالب معلوم ہوتی ہے گویا ان کا شعار خاص ہے۔

### ۴۰- حال کرامت

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قصة ہلال بن امیہ قال: والدی بعشک بالحق انی لصادق ولینزلن اللہ تعالیٰ مایبریٰ ظہری من الحد فنزل جبرئیل علیہ السلام وفیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”لولا ما مضی من کتاب اللہ لکان لی ولہا شان“۔ (أخرجه البخاری والترمذی وأبو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہلال بن امیہ کے قصہ میں مروی ہے (جب کہ انہوں نے اپنی بیوی پر دعویٰ زنا کا کیا اور گواہ نہ ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یا تو تم گواہ لاؤ ورنہ تم پر حد قذف (کہ اسی ۸۰ تا زیا نے ہیں عرض کیا) جاری ہوگی، انہوں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا کہ بیشک میں سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ ضرور ایسا حکم نازل فرمادیں گے جو میری کمر کو (حد قذف سے)

۱۰ بخاری: التفسیر، سورة النور، باب: ویدرء عنها العذاب رقم: ۴۷۴۷، أبو داؤد: الطلاق، اللعان، رقم: ۲۴۵۳، ترمذی: تفسیر القرآن، سورة النور، رقم: ۳۱۷۹، وقال: حسن غریب، قلنا: وأخرجه ابن ماجہ، الطلاق، اللعان، رقم: ۲۵۹۷۔



بری کر دے گا، پس حضرت جبرئیل علیہ السلام (لعان کی آیت لے کر) نازل ہوئے، (جس میں میاں بیوی کی قسموں سے فیصلہ ہو جاتا ہے) اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (جب کہ لڑکا ان علامتوں کا پیدا ہو جن کو پہلے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ولد الحرام ہونے کی علامتیں وحی باطن سے قرار دیا تھا) کہ: ”اگر وہ حکم قرآنی نازل نہ ہوتا جو کہ جاری ہو چکا ہے تو میرا اور اس عورت کا بڑا معاملہ ہوتا“ (کہ میں اس کو سزا دیتا)

ف: ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ ضرور ایسا حکم نازل فرماویں گے الخ، اگر خبر پر محمول کیا جائے جیسا ظاہر صورت جملہ کا مقتضا ہے تو اس میں ان کی پیشین گوئی کی کرامت ہے اور اگر باعتبار قصد کے اس کو انشاء کے ساتھ مؤول کیا جائے تو قبول دعا کی کرامت ہے۔

## ف: اصلاح، ترجیح شریعت بر حقیقت

(حقیقت پر شریعت کو ترجیح دینا)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور وحی سے حقیقت حال منکشف ہو گئی تھی کہ اگر فلاں فلاں علامت کا لڑکا ہو تو حرام سے ہے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا امر جس میں نسبت ایسے امر عظیم کی کسی شخص کی طرف ہو ظن اور قرآن سے نہیں فرما سکتے، پس باوجود یقین حقیقت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف بوجہ اس کے کہ قانون شرعی اس حقیقت پر عمل کرنے سے مانع تھا، مقتضائے حقیقت مکشوفہ کو ترک فرما دیا، اس میں بہت بڑا مسئلہ ثابت ہو گیا جس میں اصلاح ہے عقیدہ و عمل کی کہ شریعت کو حقیقت پر ہمیشہ ترجیح دی جائے گی اور یہ بہت بڑی رحمت ہے حق تعالیٰ کی ورنہ تمام نظام عالم کا درہم برہم ہو جانا، مثلاً حقیقت امر یہ ہے کہ تمام اشیاء مملوک حق تعالیٰ کی ہیں اور نسبت مجازی گو عباد کی طرف ہے مگر حقیقت کے روبرو مجاز مضمحل ہونا چاہئے سو اگر اس حقیقت پر کوئی شخص عمل کرنے لگے تو وہ اپنی اور پرانی چیزیں اور منکوحہ وغیر منکوحہ عورت میں کوئی فرق نہیں کرے گا اور اس سے جو کچھ مفسد و قبائح و شرور لازم آسکتے ہیں ظاہر ہے سو حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ شریعت کو ان شرور کا مانع اور سدباب بنا دیا جو لوگ اس راز کو نہیں جانتے وہ اپنا عقیدہ اور عمل تباہ کر کے زندقہ و الحاد میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

## ۴۱- حال، شطح وادلال (شونخی)

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فی حدیث الافک قالت: فقالت لی امی: قومی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فقلت: واللہ لا اقوم الیہ، لا احمدا الا اللہ هو الذی انزل برائتی. (أخرجه الخمسة الا ابا داؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس قصہ میں جب کہ ان پر تہمت لگائی گئی تھی روایت ہے کہ جب ان کی برأت قرآن مجید میں نازل ہوئی تو ان کی والدہ نے کہا اٹھو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ (یعنی بطریق ادائے شکر یہ وسلام کے یہ اس وقت جوش میں تھیں) کہنے لگیں کہ واللہ میں اٹھ کر آپ کے پاس نہ جاؤں گی اور میں بجز خدا تعالیٰ کا کسی کا شکر یہ ادا نہ کروں گی اسی نے میری برأت نازل فرمائی ہے (اور سب کو تو شبہ ہو ہی گیا تھا)

ف: بعض بزرگوں سے نظماً یا نثرأ بعض ایسے کلمات منقول ہیں جن کا ظاہری عنوان موہم گستاخی ہے اگر یہ غلبہ حال میں ہو تو اس کو شطح وادلال کہتے ہیں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ کہنا اسی قبیل سے ہے جس کا منشاء ایک خاص سبب سے شدت غم ہے وہ یہ کہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بمقتضائے بشریت وعدم علم غیب اس معاملہ میں مشوش و متردد تھے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس تردد کی اطلاع تھی پس ان کو یہ قلق تھا کہ افسوس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شبہ ہے بس برأت کے نزول سے ان کو جوش آ گیا اور یہ جواب ان سے صادر ہوا چون کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا حدیث سے اہل شطح وادلال کا معذور ہونا ثابت ہو گیا۔

## ۴۲- اصلاح، نفی تصرف مستقل عن الشیخ

(فیض پہنچانا شیوخ کے قبضہ و اختیار میں نہیں)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قوله تعالیٰ ﴿انک لاتہدی من احببت﴾ قال: نزلت فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیث یرارد عمہ ابا

۱ بخاری: المغازی، باب حدیث الافک، رقم: ۴۱۴۱، مسلم: التوبۃ، حدیث الافک، وقبول توبۃ القاذف، رقم: ۵۶ (۲۷۷۰) ترمذی: تفسیر القرآن سورۃ النور، رقم: ۳۱۸۰، وقال: حسن صحیح غریب، النسائی: (الکبری) نحوہ عشرۃ البناء، قرعۃ الرجل بین نساتہ اذا اراد السفر.

طالب علی الاسلام. (أخرجه مسلم والترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کے بارے میں ”انک لاتہدی الخ“ مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں نازل ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابو طالب کو اسلام کی ترغیب دے رہے تھے (اور وہ نہ مانتے تھے)

ف: بعض ناواقف غلطی سے یوں سمجھتے ہیں کہ فیض پہنچانا شیوخ کے قبضے و اختیار میں ہوتا ہے اس حدیث سے اس غلطی کی پوری اصلاح ہوتی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار نہ ہوا تو اوروں میں تو اس کا کب احتمال ہے اور جب نفع دینی جو اصل کام شیخ کا ہے مستقلاً خارج از اختیار ہے تو نفع دنیوی تو بدرجہ اولیٰ استقلالاً اختیار میں نہ ہوگا بہت سے جہلاء اس میں بھی گرفتار ہیں کہ نعوذ باللہ اہل اللہ کو ساری خدائی کا مالک سمجھتے ہیں بدلالہ انص اس کی بھی اصلاح ہوگی۔

### ۴۳۔ مسئلہ عدم اخلال خطرہ در کمال صلوة

(کمال صلوة کے لئے خطرات و خیالات کا نہ آنا شرط نہیں ہے)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قوله تعالیٰ: ﴿ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ﴾ قال: قام نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما یصلی، فخطر خطرۃ، الحدیث (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آیت ”ما جعل اللہ لرجل“ الخ کے شان نزول میں مروی ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور نماز میں آپ کو کچھ خطرہ ہوا۔ الحدیث۔

ف: بعضے لوگ کمال صلوة کے لئے خطرات کے نہ آنے کو شرط سمجھتے ہیں اس حدیث سے عدم اشتراط صاف معلوم ہو گیا لیکن باختیار خود کسی لایعنی بات میں فکر و غور کرنا البتہ منافی کمال صلوة ہے غرض خطرات کا لانا تو اختیاری ہے اور خطرات کا آنا غیر اختیاری ہے اور امر

۱۔ مسلم: الايمان، الدليل على صحة اسلام من حضره الموت ما لم يشرع في النزاع  
رقم: ۴۱ (۲۵) ترمذی: تفسیر القرآن: سورة القصص، رقم: ۳۱۸۸، وقال: حسن غریب.  
۲۔ ترمذی: تفسیر القرآن: سورة الأحزاب، رقم: ۳۱۹۹ وقال: حسن.

اختیاری مخل کمال ہوتا ہے اور غیر اختیاری کا نہ تو وجود مخل کمال ہے اور نہ عدم مکمل صلوة ہے بلکہ عدم خطرہ ایک قسم کا استغراق ہے جو فی نفسہ حالت محمودہ ہے مگر مقصودہ نہیں بلکہ بعض اوقات خطرہ والی نماز بے خطرہ والی نماز سے افضل واکمل ہوتی ہے کہ خطرات کو دفع اور قلب کو جمع کرنے میں مشقت لاحق ہوتی ہے اور مدار فضل و جزاء کا عمل و مشقت ہے۔

## ۴۴ - مسئلہ ظہور قدیم درصوت حادث

(حادث کی آواز میں قدیم کی تجلی)

عن ابی ہریرۃ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "اذا قضی اللہ تعالیٰ الامر فی السماء ضربت الملائکۃ علیہم السلام باجنحتہا خضعاناً لقولہ کانه سلسلۃ علی صفوان". (اخرج البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا (فرشتوں کو) حکم فرماتا ہے تو فرشتے اس کی بات سننے کے وقت عاجزانہ اپنے بازو جھکا دیتے ہیں اور وہ بات ایسی ہوتی ہے جیسے کسی پتھر پر زنجیر کو کھینچا جائے (اور اس میں آواز پیدا ہو)

ف: یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے اور صوت سلسلہ علی صفوان حادث ہے پس کلام قدیم کا ظہور میں مشابہ صوت حادث کے ہونا جو حدیث میں آیا ہے اس سے وہ امر ثابت ہو جو اکثر بزرگوں کے کلام میں مذکور پایا جاتا ہے کہ ذات قدیم نے کائنات حادثہ میں ظہور فرمایا، کبھی تجلی مثالی سے تعبیر کرتے ہیں اور حقیقت اس ظہور و تجلی کی نہ استحالہ ہے نہ حلول ہے نہ اتحاد ہے کہ یہ سب مستحیلات عقلیہ و نقلیہ ہیں بلکہ ایجاد ہے ایک امر کا جو باختیار بعض اوصاف کے اس قدیم کے مشابہ ہے جس سے وہ حادث اس قدیم کا ان اوصاف کے لحاظ سے کاشف ہو جاتا ہے اور اس حادث کو صورت اور امثال بھی کہا جاتا ہے حدیث میں جو "رأیت ربی فی أحسن صورۃ" آیا ہے اس کا بھی یہی محل ہو سکتا ہے اور تشبیہ خود آیت نور میں ثابت ہے خوب سمجھ لو۔

۱۔ بخاری: التفسیر، سورۃ الرعد، رقم: ۴۷۰۱، قلنا: وأخرجه الترمذی: تفسیر القرآن، سورۃ سبأ، رقم: ۴۲۲۳، وقال: حسن صحیح، قلنا: وأخرجه ابن ماجہ، المقدمة، فیما أنکرت الجہمیۃ، رقم: ۱۹۳۔

## ۴۵- حال غیبت و محو

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "اذا تکلم اللہ تعالیٰ بالوحي سمع اهل السماء صلصلة كججر السلسلة على الصفا فيصعقون". (أخرجه أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام فرماتے ہیں تو اہل آسمان ایک آواز سنتے ہیں جیسے پتھر کی چٹان پر زنجیر گھسیٹی جائے پھر اس سے بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

ف: قوت وارد سے کبھی سالک از خود رفته ہو جاتا ہے اس حال کو غیبت و محو کہتے ہیں اس حدیث سے اس کا صاف اثبات ہوتا ہے۔

۴۶- تعلیم، عدم تضجر از قبض  
(قبض سے دل گرفتہ نہ ہونا)

عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: نزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ﴿انا فتحنا لک فتحا مبینا﴾ ولیہ: فالفتح هو فتح الحديبية. (أخرجه الشيخان والترمذی)  
ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت ﴿انا فتحنا لک فتحا مبینا﴾ نازل ہوئی یعنی اے محمد! ہم نے آپ کو ایک فتح نمایاں دی اور یہ فتح مبین فتح حدیبیہ ہے۔

ف: واقعہ حدیبیہ میں معلوم ہے کہ ظاہراً مسلمانوں کو کفار سے دینا اور دہ کر صلح کرنا پڑا، لیکن بتفسیر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس بنا پر فتح نمایاں فرمایا کہ اس میں بہت سی مصلحتیں مضمر تھیں اور آخر کار یہی مقدمہ فتح مکہ کا ہوا جس کے فتح نمایاں ہونے میں کچھ خفا نہیں اس سے مشائخ کی اس تعلیم کی اصل نکلی کہ وہ قبض کو کہ ظاہراً ناکامی

۱- أبو داؤد: السنة، باب فی القرآن، رقم: ۴۷۳۸، قال المنذری: وقد أخرج البخاری، والترمذی، وابن ماجة نحوه من حدیث عکرمۃ مولیٰ ابن عباس عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قلت: وهو الحدیث الرابع والأربعون. ۲- بخاری: المغازی غزوة الحديبية، رقم: ۳۱۸۲، ایضاً: التفسیر، سورة الفتح، رقم: ۳۸۳۳، مسلم: الجهاد، صلح الحديبية، رقم: ۹۷ (۱۷۸۶) ترمذی نحوه: تفسیر القرآن سورة الفتح، رقم: ۳۲۶۲، وقال: حسن غریب صحیح.

سے طالب کے حق میں حالت محمودہ اور نفع میں مثل بسط کے فرماتے ہیں کیوں کہ وہ بھی متضمن مصالِح سالک کو ہوتا ہے اور نیز مقدمہ بسط قوی کا ہوتا ہے، قال العارف الرومی:

چوں کہ قبضے آیدت اے راہ رو      آں صلاح تست آیس دل مشو  
چوں کہ قبض آمد تو درومی بست میں      تازہ باش و چیں میفکن برجیں

## ۴۷- قول: القلب أرض الله الواسعة

(دل اللہ تعالیٰ کی کشادہ سر زمین ہے)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قوله تعالیٰ: ﴿اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتها﴾ قال: یلین القلوب بعد قسوتها فیجعلها مخبئة منیبة، یحی القلوب المیتة بالعلم والحکمة، والا فقد علم احياء الارض بالمطر مشاهدة (أخرجه رزین)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں ﴿اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتها﴾ یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قلوب کو ان کے قسوت کے بعد نرم کر دیتا ہے پھر ان کو خشوع اور انابت کے ساتھ موصوف کر دیتا ہے، یعنی مردہ دلوں کو علم اور حکمت کے ساتھ زندہ کر دیتا ہے، ورنہ زمین کا بارش سے تروتازہ ہونا تو مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے۔

حاصل مقام یہ ہے کہ اس آیت سے اوپر حق تعالیٰ نے قلوب میں خشوع پیدا کرنے کا حکم فرمایا ہے، اس کے بعد مضمون حیات ارض کا ارشاد ہوا ہے جس کی دو توجیہ ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ مقصود نظیر بیان کرنا ہے حیات قلب کی دوسری یہ کہ ارض سے مراد مجازاً خود قلب ہو بطور استعارہ کے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

ف: بعض صوفیاء نے قلب کو ارض اللہ الواسعة سے تعبیر کیا ہے یہ حدیث اس قول کا ماخذ ہو سکتا ہے۔

## ف: متفرقات، تفسیر خلاف ظاہر

اکثر صوفیاء کرام کے کلام میں بعض آیات و احادیث کا خلاف ظاہر معنی پر محمول ہونا پایا

۱ ذکرہ السیوطی: فی الدر المنثور، سورة الحديد (۲۵۳/۶) مختصراً.

جاتا ہے جس پر بعض اہل ظاہر انکار کرنے میں مبادرت کر بیٹھتے ہیں اس حدیث سے ایسی تاویلات کی صحت نکلتی ہے ”کلید مثنوی“ میں (۸۳/۱) میں اس کی مبسوط تحقیق ہے جو دیکھنے کے قابل ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ نے ”الفوز الکبیر“ میں حدیث متفق علیہ ”اعملوا فکل میسر لما خلق له الخ“ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آیت پڑھتے ﴿فاما من اعطی﴾ الخ کو اسی پر محمول کیا ہے اور حدیث میں جو آیا ہے ”القرآن له ظهر و بطن“ اس کے معنی بھی کلید مثنوی میں بطریق تحقیق تفسیر صوفیہ لکھ دیئے گئے ہیں۔

### ۴۸- عادت اخفائے عمل (اپنے عمل کو پوشیدہ رکھنا)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قولہ تعالیٰ ﴿و یؤثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ﴾ الایۃ، ان رجلاً من الانصار بات بہ ضیف ولم یکن عنده الا قوتہ وقوۃ صبیانہ، فقال لامراتہ: نومی الصبیۃ، واطفی السراج، وقدام للضیف ما عندک، فنزلت الایۃ. (اخرجه الترمذی وصححہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں ﴿و یؤثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ﴾ روایت ہے کہ ایک صحابی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رات کو ایک مہمان آیا اور ان صحابی کے پاس بجز اپنے اور بچوں کی قوت لایموت کے اور کچھ نہ تھا (یہ سوچا کہ اگر ہم اور بچے یہ کھانا کھالیں گے تو مہمان بھوکا رہ جائے گا) اپنی بیوی سے فرمایا کہ بچوں کو تو (بہلا کر) سلا دینا اور چراغ گل کر دینا (تا کہ یہ ہمارے کھانے کو نہ دیکھے ورنہ خود بھی نہ کھاوے گا) اور جو کچھ حاضر ہے مہمان کے سامنے رکھ دینا (چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور

۱ بخاری: التفسیر، قولہ تعالیٰ: فاما من اعطی واتقی، رقم: ۳۹۳۵. مسلم: القدر، کیفیۃ خلق الادمی فی بطن امہ، و کتابۃ رزقہ، و اجلہ و عملہ و شقاوتہ و سعادتہ رقم: ۲۶۳۷) عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۲ قلت: ما وجدته بهذا اللفظ فی المجموع من الأحادیث وأخرج ابن حبان ۱۳۶/۱ رقم: ۷۵) وأبو یعلیٰ (۸۱/۹ رقم: ۵۱۳۹) والطبرانی فی ”الکبیر“ (۱۰/۱۰۵ رقم: ۱۰۱۰۷) بلفظ: لكل آية منها ظهر و بطن عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وأخرج الطبرانی فی الأوسط (۲۲۶/۱ رقم: ۷۷۳) والبخاری (۹۰/۳) بلفظ: لكل حرف منها ظهر و بطن عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال الیہقی فی ”مجمع الزوائد“ (۱۵۵/۷) رواہ البخاری و أبو یعلیٰ و الطبرانی فی الکبیر و رجال أحدهما ثقات، و رجال البزار أيضا ثقات.

۳ ترمذی: تفسیر القرآن: سورۃ الحشر، رقم: ۳۳۰۲ وقال: حسن صحیح.

دونوں میاں بیوی منہ چلاتے رہے اور کھانا بالکل نہیں کھایا) اس پر آیت نازل ہوئی۔

ف: بہت سے بزرگوں کی عادت ہے کہ اپنے عمل صالح کے اخفاء میں بہت مبالغہ کرتے ہیں اس حدیث سے اس کی صاف تائید ہوتی ہے۔

ف: خلق ایثار (دوسرے کی مصلحت کو اپنی مصلحت پر مقدم کرنا)

نیز ان حضرات کے اخلاق میں جو صفت ایثار کی ہے یعنی دوسروں کی مصلحت کو اپنی مصلحت پر مقدم رکھنا اس حدیث میں اس کا بھی اثبات ہے۔

### ۴۹- اصلاح، تحریم صور مشائخ

(مشائخ کی تصویروں کو رکھنا درست نہیں)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قوله تعالیٰ: ﴿ولا سواعاً ولا یغوث و یعوق و نسرأ﴾ قال: و کلھا اسماء رجال صالحین من قوم نوح علیہ السلام، فلما ہلکوا اوحی الشیطان الی قومہم ان انصبوا الی مجالسہم الی کانوا یجلسون فیہا انصاباً و سموھا باسمائہم، ففعلوا، فلم تعبد، حتی اذا ہلک اولئک و نسخ العلم عبت۔ (أخرجہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں ﴿ولا

سواعاً ولا یغوث و یعوق و نسرأ﴾ مروی ہے کہ یہ سب نام تھے نوح علیہ السلام کے کچھ بزرگوں کے، جب وہ مر گئے شیطان نے ان کی قوم کو یہ بات سوجھائی کہ یہاں یہ لوگ بیٹھتے تھے وہاں کچھ نشان (بطور یادگار کے) کھڑے کر لو اور ان کے نام ان بزرگوں کے نام پر رکھ لو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اس وقت تو ان کی عبادت نہیں ہوئی یہاں تک کہ جب یہ لوگ مر گئے اور علم جاتا رہا تو ان کی عبادت ہونے لگی۔

ف: بعض لوگوں کی عادت ہے کہ اپنے پیروں کے بزرگوں کی تصویر تبرکاً اپنے پاس رکھتے

ہیں، اس حدیث سے ان کا موجب فساد ہونا ظاہر ہے اور وہ مفاسد مشابہ بھی ہیں اور چوں کہ شرائع سابقہ میں فی نفسہ تصویر مباح بھی تھی اور اس شریعت میں وہ فی نفسہ بھی حرام ہے اس لئے اب



اس سے بھی زیادہ مفسدہ ہے بالخصوص اس سے اور زیادہ مفسدہ قوی ہو جاتا ہے کہ شریعت میں تصویر واجب الایہانت ہے اور ایسی تصویروں کی خود تعظیم کی جاتی ہے تو شرع کا پورا مقابلہ ہے۔

## ۵۰۔ متفرقات، نور و ظلمت قلب

عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "إن العبد إذا اخطأ خطیئة نکتت فی قلبہ نکتۃ، فإذا هو نزع واستغفر وتاب صقل قلبہ، وإن عاد زید فیہا حتی تعلق قلبہ وهو الران الذی ذکر اللہ تعالیٰ."  
(أخرجه الترمذی وصححہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں ایک دھبہ پیدا ہو جاتا ہے پھر جب وہ باز آتا ہے اور توبہ و استغفار کر لیتا ہے تو اس کا قلب صاف ہو جاتا ہے اور اگر دوبارہ پھر کرتا ہے تو اس دھبہ میں ترقی ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کے قلب کو محیط ہو جاتا ہے اور یہ وہی زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) فرمایا ہے۔ ﴿کلابل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون﴾ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یوں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال بد کا زنگ چڑھ گیا ہے"

ف: اکثر بزرگوں کے کلام میں وارد ہے کہ ذکر و طاعت سے قلب نورانی ہو جاتا ہے اور غفلت و معصیت سے قلب ظلمانی ہو جاتا ہے اس حدیث میں اسی نور و ظلمت کا ذکر ہے پس آثار ذکر و طاعت کے انوار ہیں اور آثار غفلت و معصیت کے ظلمات اور یہ نور و ظلمت مثل اجسام منیرہ و مظلمہ کے حسی نہیں ہیں اور جو انوار بعض اوقات محسوس ہوتے ہیں وہ مقصود نہیں۔

## ۵۱۔ مسئلہ عدم انتہائے ترقی عارف

(عارف کامل کی ترقی کا کوئی منتہی نہیں)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قولہ تعالیٰ: ﴿لترکبن طبقاً عن طبق﴾

۱۔ ترمذی: تفسیر القرآن: سورۃ ویل للمطففین، رقم: ۳۳۳۳ وقال: حسن صحیح، قلنا: وأخرجه ابن ماجہ، الزہد، ذکر الذنوب، رقم: ۴۲۳۳، جاء فی روایۃ الترمذی "سقل" بینما جاء فی روایۃ ابن ماجہ "سقل".

قال: حال بعد حال قال: هذا نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم. (أخرجہ البخاری)  
ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں ﴿لترکبن  
طبقاً عن طبق﴾ منقول ہے کہ انہوں نے اس کے یہ معنی کہے ہیں ”حالاً بعد حال“ اور  
کہا ہے کہ اس کے مخاطب تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
یکے بعد دیگرے حالات کو طے فرماویں گے)

ف: اہل طریق کے ملفوظات میں منقول ہے کہ عارف کامل کی ترقی کبھی منتہی نہیں  
ہوتی، یہ حدیث اپنے اطلاق الفاظ سے اس پر منطبق ہے کیوں کہ حالاً بعد حال سے نہ تشنیہ  
مقصود ہے اور نہ اس میں کوئی عدد اور حد مذکور ہے، اس لئے احوال لا تقف عند حد اس کا  
مصدق ہوگا اور یہی مطلب ہے ان الفاظ مذکور کا۔

## ۵۲- تعلیم، مراقبہ

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قلت یا رسول اللہ وما کانت صحف ابراہیم  
وموسیٰ؟ قال: ”کانت عبراً کلہا، عجت لمن ایقن بالموت ثم یفرح،  
عجت لمن ایقن بالنار کیف یضحک؟ عجت لمن رای الدنیا وتقلبھا  
باہلھا ثم یطمئن الیہا، عجت لمن ایقن بالقدر ثم ینصب، عجت لمن ایقن  
بالحساب ثم لا یعمل“۔ (أخرجہ رزین)

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!  
حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں کیا مضامین تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا ”وہ سب نصح تھیں جن میں سے بعض یہ ہیں کہ میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں  
جو موت کا یقین رکھتا ہو اور پھر خوش ہوتا ہو، میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں کہ دوزخ کا یقین رکھتا  
ہو پھر کیسے ہنستا ہے، میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو دنیا کو اور اہل دنیا کے ساتھ اس کے  
انقلابات کو دیکھتا ہو پھر اس میں جی لگاتا ہو، میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو تقدیر کا یقین رکھتا  
ہو (اور جانتا ہو کہ رزق مقدر ملے گا) اور پھر (طلب رزق میں مبالغہ کے ساتھ) مشقت کرتا

۱ بخاری: التفسیر، سورة اذا السماء انشقت، رقم: ۴۹۳۰. ۲ ذکرہ السیوطی فی  
الدر المنثور، سورة الاعلیٰ (۵۷۱/۶) وعزاه الی عبد بن حمید وابن مردویہ وابن عساکر

ہے، میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو حساب کا یقین رکھتا ہو اور پھر (نیک) عمل نہ کرتا ہو۔“  
 ف: کسی مضمون کو زیادہ سوچنا اور اس کو پیش نظر رکھنا یہ مراقبہ کہلاتا ہے جس کی تعلیم اہل سلوک میں معتقد ہے اور اس کے راسخ کرنے کے لئے ابتداء میں تجربہ ہے اس کی ضروریات ثابت ہوئی ہیں کہ کوئی وقت معین و مقدر کر کے اس فکر میں مشغول رہے۔  
 اس حدیث میں اس کی اصل موجود ہے، کیوں کہ محض امور مذکورہ کے یقین پر یہ ثمرات مرتب ہونا..... بدون اس کے کہ چندے ان امور کے پیش نظر رکھنے کا قصد اہتمام کیا جائے..... عاۃً متعسر ہے اور یہی حاصل ہے مراقبہ کا۔

### ۵۳- موجب اطمینان شدن توافق کشف

(کسی معاملہ میں کئی لوگوں کے کشف کا یکساں ہونا باعث اطمینان ہوتا ہے)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اروا لیلۃ القدر فی المنام فی السبع الاواخر فقال: صلی اللہ علیہ وسلم: "اری رؤیاکم قد تواطنت فی السبع الاواخر، فمن کان متحریرھا فلیتحرھا فی السبع الاواخر". (اخرجه الثلاثة والترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بعضوں کو خواب میں شب قدر دکھلائی گئی کہ اخیر کی سات تاریخوں میں ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "میں تمہارے خوابوں کو اس باب میں متوافق پاتا ہوں، سو جو شخص شب قدر کو تلاش کرنا چاہے وہ اخیر کی سات تاریخوں میں تلاش کرے۔"  
 ف: بعض بزرگوں نے تصریح کی ہے کہ گو کشف حجت شرعیہ نہیں لیکن اگر کسی امر مسکوت عنہ فی الشرع میں بہت سے کشف متفق و متوافق ہو جائیں تو مورث افتناع و طمانینت سمجھا جاوے گا یہ حدیث اس پر صاف دال ہے۔

۱ بخاری: فضل لیلۃ القدر، التماس لیلۃ القدر فی السبع الاواخر رقم: ۲۰۱۵، مسلم: الصیام، فضل لیلۃ القدر والحث علی طلبھا رقم: ۲۰۵ (۱۱۶۵) موطا: الصیام، ماجاء فی لیلۃ القدر، وأما الترمذی فلم یخرج هذه الروایة بل أخرج رواية عائشة رضی اللہ عنہا نحوه وأشار إليها فی الباب بقوله: "وفی الباب عن عمر..... وابن عمر"

## ۵۴- تعلیم، انقطاع، وسوسہ بذکر

(ذکر اللہ کے ذریعہ وسوسہ کا ختم ہونا)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "الشیطان جائم علی قلب ابن ادم فاذا ذکر اللہ تعالیٰ خمس، واذا غفل وسوس". (اخرجه البخاری تعلیقاً) (بخاری: التفسیر، سورۃ ناس نحوہ.)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "شیطان آدمی کے قلب پر جما ہوا بیٹھا ہے جب آدمی اللہ کو یاد کرتا ہے تو وہ ہٹ جاتا ہے اور جب غافل ہوتا ہے تو وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔"

ف: اس حدیث میں علاج ہے وسوسہ کا کثرت ذکر سے اور اس کی وجہ عقلاً بھی ظاہر ہے، کیوں کہ مسئلہ عقلیہ مسلمہ ہے کہ نفس ایک آن میں دو طرف توجہ نہیں کر سکتا جب ذکر میں مشغول ہوگا ظاہر ہے کہ وساوس غیر ذکر میں منقطع ہو جاویں گے اور یہ علاج مشترک ہے اختیار یہ موثمہ وساوس اختیار یہ مباحہ و وساوس اختیار یہ میں یعنی وسوسہ معصیت کا ہو اور قصداً ہو اور اس کے مقتضاء پر عمل بھی ہو خواہ ظاہر آیا یا پائناً جس میں گناہ ہوتا ہے اور جو ایسا نہ ہو اور اس میں گناہ نہ ہوتا ہو گو قصداً ہو اور جو بلا قصد ہو یہ تینوں کا علاج ہے اور وساوس مباحہ میں گو ضرر معصیت نہ ہو لیکن قلب کی استعداد ردی ہو جاتی ہے جس سے معصیت کے لئے اسرع للقبول ہونے کا اندیشہ قوی ہے اور وسوسہ غیر اختیار یہ سے گو استعداد بھی خراب نہیں ہوتی لیکن کلفت اور تشویش قلب پیدا ہونے سے اندیشہ تعطل و ترک ذکر کا ہوتا ہے لہذا اس کا علاج بھی مصلحت ہے۔

## ۵۵- تعلیم، مشروطی، مشروعیت، جہر بالذکر بعدم تاؤی جیران

(باواز بلند ذکر کرنا اگر کسی کو تکلیف و پریشانی نہ ہو درست ہے)

عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: اعتکف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد، فسمعہم یجھرون بالقرآن فکشف الستر فقال: "الا ان کلکم یناجی ربہ فلا یؤذین بعضکم بعضاً ولا یرفع بعضکم علی بعض فی

القراءة او فی الصلوة. (اخرجه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اعتکاف فرمایا اور لوگوں کو قرآن پکار کر پڑھتے ہوئے سنا، پس پردہ اٹھایا اور فرمایا کہ سن لو! تم میں ہر شخص اپنے رب سے عرض معروض کر رہا ہے (اور وہ آہستہ اور پکار کے ہر طرح سن لیتا ہے) پس ایک دوسرے کو پریشان مت کرو یعنی قرآن پڑھنے میں یا نماز میں ایک دوسرے پر آواز مت بلند کرو۔

ف: اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی عن الجہر کو معلل فرمایا عدم ایذاء کے ساتھ اس سے دو امر مستفاد ہوئے، ایک یہ کہ ذکر جہر فی نفسہ مشروع ہے اور دوسرے یہ کہ اس کی مشروعیت مشروط ہے اس سے کہ کسی کو ایذاء اور تشویش نہ ہو، پس اس میں فصل ہے درمیان افراط و تفریط کے اس مسئلہ میں جو اس وقت واقع ہو رہے ہیں کہ بعضے مطلقاً جہر بالذکر کو خلاف سنت کہتے ہیں اور بعضے اس پر اس قدر مصر ہیں گواہل محلہ کو تکلیف ہو، تیندیس برباد جاویں، نماز بھولنے لگیں، لیکن وہ اس طرف اصلاً التفات نہیں کرتے، اصل یہ ہے کہ عبادت مقصودہ تو نفس ذکر ہے اور جہر فی نفسہ عبادت نہیں، صرف اس میں بعض مصالح ہیں تاثر قلب، تقلیل خطرات و نحو ذالک، لیکن اگر کسی کو ایذاء پہنچے تو ایذاء رسانی سے جو مضرت باطنی ہوتی ہے وہ اس مصلحت سے زیادہ اشد ہے، لہذا اس وقت انفاء ضروری ہے، رہا یہ کہ اگر مفاسد و مصالح دونوں قسم کے عوارض نہ ہوں تو فی نفسہ جہر اولیٰ ہے یا خفی، تو احادیث سے اولویت خفی کی معلوم ہوتی ہے۔

۵۶۔ مسئلہ، تو سرت ناقص در افاضہ برائے کامل احیاناً

(کبھی ناقص کامل کے لئے حصول فیض کا ذریعہ بن جاتا ہے)

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قام رجل من الليل فقرأ القرآن ورفع صوته فلما أصبح قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يرحم الله فلانا كأي

۱۔ ابوداؤد: الصلاة، التطوع، رفع الصوت بالقرائة في صلاة الليل. رقم: ۱۳۳۲، سکت عنہ المنذرى الا ان قال: وأخرجه النسائي.

من آية اذكر فيها الليلة كنت اسقطتها. (رواه الشيخان و أبو داؤد وهذا لفظاً)  
ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص (صحابہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہم میں سے) رات کو اٹھے اور قرآن پڑھا اور بلند آواز سے پڑھا جب صبح ہوئی تو  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”اللہ تعالیٰ فلاں شخص کا بھلا کرے کہ اس  
نے بعضی آیتیں رات کو مجھ کو یاد دلادیں جن کو میں بھول گیا تھا۔“

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گاہے ناقص واسطہ فیض کامل کے لئے بن جاتا  
ہے پھر یہ واسطہ بننا اگر بلا قصد ناقص کے ہے تب تو کچھ اشکال ہی نہیں جیسا کہ اس  
حدیث میں مذکور ہے کیوں کہ مفیض محض حق تعالیٰ ہے اور ناقص سبب محض ہے اور اس  
مرتبہ میں چونکہ ہر مستفیض اپنے مفیض کے لئے واسطہ افاضہ ہے چنانچہ جب کسی ہادی  
سے اس کے تابع کو ہدایت کا نفع پہنچے گا ظاہر ہے کہ ثواب کا نفع اس مستفیض کے ذریعہ  
سے اس مفیض کو ملے گا اور اگر یہ واسطہ بننا بقصد ناقص کے ہے جیسا کہ مشاورت کے  
بعض مواقع میں روایات سے ثابت ہے تب بھی افضلیت ناقص کا شبہ نہ کرنا چاہئے کیوں  
کہ نبی کا افضل ہونا بمعنی زیادت قرب و کثرت ثواب عند اللہ ہے اور یہ تو سبب کسی امر  
خاص میں اس زیادت و کثرت کے منافی نہیں اور غیر نبی میں اگر اس ناقص کو اس امر  
خاص میں اس کامل سے بھی اکمل کہہ دیا جاوے تو کوئی اشکال نہیں اور اس امکان تو سبب  
سے فوائد صحبت صلحاء کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ شیخ بھی صحبت سے اپنے کو مستغنی نہ سمجھے بسا  
اوقات اس کو مریدوں سے بعض منافع باطنی پہنچ جاتے ہیں۔

## ۵۷۔ مسئلہ خاصیت سماع

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”اقرأ  
على القرآن“ فقلت: اقرأ عليك وعليك انزل؟ فقال: ”انى احب ان اسمعه من

۱ بخاری: فضائل القرآن، نسیان القرآن، وهل يقول: نسيت اية كذا وكذا. رقم:  
۵۰۳۷، ۵۰۳۸، مسلم: فضائل القرآن وما يتعلق به، الأمر بتعهد القرآن، وكراهة قول  
نسيت اية كذا وجواز قول أنسيتها، رقم: ۲۲۳ (۷۸۸) أبو داؤد: الصلاة، التطرع، رفع  
الصوت بالقراءة في صلاة الليل. رقم: ۱۳۳۱)

غیری“ فقرأت علیہ وفیہ: فاذا عیناہ تذر فان. (أخرجه الخمسة الا نسائی)  
ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”مجھ کو قرآن پڑھ کر سناؤ“ میں نے عرض کیا: کیا میں آپ کو  
پڑھ کر سناؤں حالانکہ خود آپ پر نازل ہوا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:  
”میں یہی چاہتا ہوں کہ دوسرے سے پڑھ کر سنوں“، سو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو  
پڑھ کر سنایا اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو چلنے لگے۔

ف: غالب امر طبعی ہے کہ کسی چیز کے خود پڑھنے سے وہ لطف نہیں حاصل ہوتا جو اس کو  
دوسرے کے سننے سے حاصل ہوتا ہے اس حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے اور یہی نکتہ ہے  
کہ تقویت حال یا تجدید شوق و تحصیل جمعیت کے لئے دوسرے شخص کو سماع کے لئے تجویز کیا  
جاتا ہے البتہ بعض سماع کا ناجائز ہونا یہ دوسری بات ہے۔

## ف: حال وجد

کسی حالت محمودہ غریبہ کا غالبہ اصطلاح میں وجد کہلاتا ہے، تذر فان سے اس کی اصل  
بھی ثابت ہوتی ہے۔

## ۵۸- مسئلہ وجد کا ملین

عن أسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: ما کان احد من السلف یغشی علیہ ولا  
یصعق عند تلاوة القرآن وانما کانوا یبکون ویقشعرون ثم تلین جلودہم  
وقلوبہم الی ذکر اللہ. (أخرجه رزین)

ترجمہ: حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سلف (یعنی صحابہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہم و تابعین) میں سے تلاوت قرآن کے وقت نہ کسی پر بے ہوشی ہوتی تھی اور نہ کوئی

۱- بخاری: التفسیر، النساء، فکیف اذا جننا من کل امة. الآیة رقم: ۳۵۸۲، مسلم:  
فضائل القرآن، فضل استماع القرآن. رقم: ۲۳۷ (۸۰۰) أبو داؤد: العلم، باب فی القصص،  
رقم: ۳۶۶۸، ترمذی: تفسیر القرآن، سورة النساء، رقم: ۳۰۲۳، قلنا: وأخرجه ابن ماجہ،  
الزهد، الحزن والبكاء، رقم: ۳۱۹۳. ۲- الطبقات الکبری: لابن سعد فی ترجمة أسماء  
بنت أبی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۱/۸۸، دارالکتب العلمیة.

چینتا تھا صرف رویا کرتے تھے اور ان کے بدن پر رو نگٹے کھڑے ہو جاتے تھے پھر خدا کی یاد کی طرف ان کے پوست اور قلوب نرم ہو جاتے تھے۔

ف: وجد کی حقیقت تو اوپر بیان ہو چکی ہے اس حدیث میں کالمین کا وجود مذکور ہے اور قرآن مجید میں بھی اسی کا تذکرہ ہے اور غشی و صعق جس کو عوام وجد سمجھتے ہیں وہ وجد کی متوسط درجہ کی قسم ہے جو سلف میں کم پائی جاتی ہے جیسا کہ (ترمذی جلد ثانی ص ۶۸) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بے ہوش ہو جانا مروی ہے۔

## ۵۹- تعلیم و اصلاح، منع عن الغلو فی الرياضة

(ریاضت و مجاہدہ میں غلو کرنے کی ممانعت)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "اذا قام احدکم من اللیل فاستعجم القرآن علی لسانہ فلم یدر ما یقول فلیضطجع". (أخرجه مسلم و أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں کوئی شخص رات کو اٹھے پھر (غلبہ نوم سے) قرآن اس کی زبان سے صاف نہ نکلے اور (نوم کے غلبہ سے) کچھ خبر نہ ہو کہ کیا زبان سے نکل رہا ہے تو اس کو لیٹ جانا چاہئے" (تا کہ نیند آنے سے طبیعت ہلکی ہو جائے اس وقت پھر پڑھنا شروع کرے)

ف: بعض لوگ تقلیل طعام یا تقلیل منام وغیرہ اسباب مجاہدہ میں بہت زیادہ غلو کرتے ہیں کہ لحوق ضرر کی طرف بھی التفات نہیں کرتے اس حدیث میں اس کی اصلاح ہے اور راز اس میں دو ہیں: ایک یہ کہ غلو سے بعض اوقات ضرر جسمانی لاحق ہو جاتا ہے پھر ضروری عبادت بھی نہیں ہو سکتی دوسرے یہ کہ جب غلبہ نوم سے الفاظ صحیح نہیں نکلیں گے تو جو ثواب خاص ان الفاظ کے متعلق ہے وہ حاصل نہ ہوگا پھر نرے جاگنے سے کیا فائدہ۔

۱ مسلم: صلاة المسافرين، امر من نعس فی صلاتہ او استعجم علیہ القرآن أو الذکر بأن یرقد أو یقع حتی ینهب عنہ ذلک. رقم: ۲۲۳ (۷۸۷) أبو داؤد: التطوع، النعاس فی الصلاة.

رقم: ۱۳۱۱، قلنا: وأخرجه ابن ماجہ، إقامة الصلوات، المصلی اذا نعس رقم: ۱۳۷۲.



## ۶۰۔ تعلیم، قضاء، حزب (معمولات کو دوسرے وقت میں ادا کرنا)

عن عبدالرحمن بن عبد القاری قال: سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من نام عن حزبه من اللیل وعن شیء منه فقرأه ما بین صلوٰة الفجر و صلوٰة الظهر كتب له كأنما قرأه من اللیل" (أخرجه السنۃ الا البخاری)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن عبد قاری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: "جو شخص اپنے معمولی وظیفہ سے یا اس کے کسی جزء سے سو رہے (یعنی آنکھ نہ کھلنے سے ناغہ ہو جاوے) پھر اس کو فجر اور ظہر کے درمیان میں پڑھ لے تو ایسا ہی ثواب ملے گا جیسے رات ہی پڑھ لیا۔"

ف: اس حدیث میں تعلیم ہے کہ معمولات گو وہ نوافل ہوں حتی الامکان ناغہ نہ کرے اگر معین وقت پر نہ ہو دوسرے وقت پر سہی اور ناغہ کی بے برکتی اس قول میں مذکور ہے۔ من لاورد له لا وارد له۔

## ۶۱۔ مسئلہ حال شطیح (شوخی)

عن الحارث بن سوید قال: حدثنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "للہ افرح بتوبۃ عبده المؤمن من رجل نزل فی ارض دویۃ" الی قوله "فاذا راحلته عنده علیها زادہ و شرابه" ثم قال: "اللہم انت عبدی وانا ربک اخطا من شدة الفرح" (رواه الترمذی)

۱۔ مسلم: صلاة المسافرین، جامع صلاة اللیل، رقم: (۷۳۷) ۱۳۲، ابو داؤد: التطوع، من نام عن حزبه، رقم: ۱۳۱۳، ترمذی: الجمعة، ما ذکر فیمن فاتہ حزبه من اللیل فقضاه بالنهار. وقال: حسن صحیح، نسائی: قیام اللیل و تطوع النهار، متى یقضى من نام عن حزبه من اللیل، رقم: ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، قلنا: وأخرجه ابن ماجه، إقامة الصلوات، فیمن نام عن حزبه من اللیل، رقم: ۱۳۳۳، موطا: جامع الصلاة، ماجاء فی تحزیب القرآن ص: ۷۰ تہانوی

۲۔ ترمذی: صفة القيامة، استعظام المؤمن ذنوبه، رقم: ۲۳۹۷ وقال: حسن صحیح، قلنا: وأخرجه مسلم نحوه، التوبة، الحوض علی التوبة والفرح بها، رقم: ۳ (۲۷۳۳) قلنا: وأخرجه البخاری نحوه، الدعوات، التوبة، رقم: ۶۳۰۸ والجزء الأخير من الرواية "اللهم أنت عبدی وانا ربک الخ" لیس فی رواية ابن مسعود، بل جاء فی رواية أنس ص ما رواه مسلم فی التوبة، رقم: ۲۷۷۷۔

ترجمہ: حضرت حارث بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ: ”اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے بندے کے توبہ کرنے پر اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی چٹیل میدان میں پہنچ کر مقام کرے (اور سو کر جو اٹھے تو اپنی سواری کا اونٹ نہ پاوے اور نہایت پریشان ہو، یہاں تک کہ بعد تلاش کے مایوس ہو کر مرنے کے لئے آمادہ ہو کر اپنے مقام پر آ لیٹے اور اس میں آنکھ لگ جاوے) پھر آنکھ کھلنے کے بعد اچانک دیکھتا ہے کہ اس کی سواری کا جانور اس کے پاس کھڑا ہے اور اس پر اس کا سامان خورد و نوش موجود ہے پس (جوش و خوشی میں) اس کے منہ سے یہ نکلا کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں، مارے خوشی کے بچل گیا۔“

ف: بعض اہل حال سے غلبہ حال میں ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں جو شریعت پر منطبق نہیں ہوتے اس حدیث میں اس کا حال اس کی نظیر سے معتبر ہونا نیز اس پر مواخذہ نہ ہونا ثابت ہوتا ہے: کیوں کہ اس کے نقل کے بعد اس پر انکار نہیں فرمایا گیا۔

## ۶۲- خواب میں وبا کی شکل دکھا دی گئی

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”رأیت امرأة سوداء نائرة الرأس خرجت من المدينة حتى نزلت بمهیعة وهي الحجفة، فأولت ان وباء المدينة نقل إليها“۔ (أخرجه البخاری والترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: ”میں نے ایک سیاہ فام پرانگندہ بال عورت کو (خواب میں) دیکھا کہ مدینہ سے نکل کر حجفہ میں جا کر ٹھہری سو میں نے یہ تعبیر کی کہ مدینہ کی ویاجحہ میں چلی گئی۔“

ف: آگے آتا ہے۔

۱ بخاری: التعبير، اذا رأى انه أخرج الشيء من كوة فاسكنه موضعا آخر، رقم: ۷۰۳۸، ۷۰۳۹، ۷۰۴۰ ترمذی: الرؤیا، ماجاء فی رؤیا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المیزان والدلو، رقم: ۲۲۹، وقال: حسن صحيح غریب قلنا: وأخرجه ابن ماجه، تعبیر الرؤیا، باب تعبیر الرؤیا، رقم: ۳۹۲۳۔

## ۶۳۔ مسئلہ، تحقق عالم مثال (عالم مثال کا ثبوت)

عن ام العلاء الانصاریة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: لما قدم المهاجرون طار لنا عثمان بن مظعون فی السکنی، فاشتکی فمرضناہ حتی توفي قالت: فرایت لعثمان فی المنام عینا تجری فاخبرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: "ذاک عملہ یجرى له" (اخرجه البخاری)

ترجمہ: حضرت ام علاء انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ جب مہاجرین (مدینہ میں آئے) تو سکونت کے لئے ہمارے حصے میں عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے پھر وہ بیمار ہو گئے سو ہم نے ان کی تیمارداری کی یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی وہ کہتی ہیں کہ میں نے خواب میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک چشمہ بہتے ہوئے دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خبر دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ ان کا عمل ہے کہ اس کا ثواب جاری ہے۔"

ف: اس حدیث میں اور حدیث سابق میں اثبات ہے عالم مثال کا جس میں معنی مخصوصہ صور خاصہ میں متمثل و متشکل ہو کر ظاہر ہوتے ہیں۔

## ۶۴۔ مسئلہ، تمنی موت (موت کی تمنا کرنا)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لا یتمنن احدکم الموت من ضر اصابه". الحدیث. (اخرجه الخمسة)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص تم میں کسی تکلیف کی وجہ سے جو کہ اس کو پہنچی ہو موت کی تمنا نہ کرے۔

ف: اکثر عشاق کے کلام میں موت کی تمنا منقول ہے جو ظاہر خلاف شرع معلوم ہوتا ہے لیکن اس حدیث میں "من ضر اصابه" کی قید اس شبہ مخالف کو رفع کرتی ہے یعنی نہیں مقید

۱۔ بخاری: التعبير العین الجاریة فی المنام، رقم: ۴۰۱۸. ۲۔ بخاری: المرضی تمنی المریض الموت، رقم: ۵۶۷۱، مسلم: الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، کراهة تمنی الموت لضر نزل به رقم: ۱۰ (۲۶۸۰) أبو داؤد: الجنائز، کراهیة تمنی الموت، رقم: ۳۰۱۸، ترمذی: الجنائز، النهی عن التمنی للموت، رقم: ۹۷۱ وقال: حسن صحیح، نسائی: الجنائز، تمنی الموت، رقم: ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، قلنا: وأخرجه ابن ماجه، الزهد، ذکر الموت والاستعداد له، رقم: ۳۲۶۵.

ہے کسی ضرر سے تنگدل ہونے کے ساتھ اور جہاں یہ قید نہ ہو یہ بھی نہ ہوگی جب تک دوسری دلیل نہیں کی نہ ہو اور ان حضرات کی تمنی محض شوقاً الی لقاء اللہ ہوتی ہے لہذا خلاف شرع نہ ہوگی اور یہ ایک حال ہے جو آثارِ رط سے ہے اور بعض پر ہیبت کا غلبہ ہوتا ہے وہ مانع تمنا ہوتی ہے۔

## ۶۵- تعلیم و عادت دعا للمہدی (ہدیہ دینے والے کو دعا دینا)

عن اسامة بن زيد رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من صنع اليه معروف فقال لفاعله جزاك الله خيرا فقد ابلغ في الشاء". (اخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "جس شخص کے ساتھ کوئی احسان کیا جائے اور وہ اس کے کرنے والے کو کہے "جزاک اللہ خیراً" یعنی اللہ تعالیٰ تجھ کو نیک عوض دے تو اس نے (اس کی) ثناء (ودعا) کا پورا حق ادا کر دیا۔"

ف: اس میں تعلیم ہے اور بعونہ تعالیٰ صلحاء و مشائخ کی عادت بھی ہے کہ جو شخص ان کی خدمت قلیل یا کثیر سے کرتا ہے اس کی بہت قدر کرتے ہیں اور اظہارِ خوشی کے ساتھ ہدیہ دینے والے کو دعا دیتے ہیں اس میں علاوہ برکت و فضیلت نفس اتباع سنت کے محسن کی تطہیب قلب بھی ہے جو استقلالاً بھی طاعت ہے پس بے قدری اور نخوت کرنا جیسا کہ بعض بدعین یا ناقصین کی عادت ہے سخت مذموم بات ہے اور ایک گونہ ناشکری ہے۔ فقط۔

## ۶۶- عادت عزلت (گوشہ نشینی)

عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قيل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اى الناس افضل؟ قال: "مومن مجاهد بنفسه وماله في سبيل الله" قيل: ثم من؟ قال: "رجل في شعب من الشعاب يتقى الله ويدع الناس من شره". (اخرجه الخمسة)

۱۔ ترمذی: البر والصلة، الثناء بالمعروف رقم: ۲۰۳۵ وقال: حسن جيد غریب)  
 ۲۔ بخاری: الجهاد والسير، افضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه وماله في سبيل الله، رقم: ۲۷۸۶، مسلم: الامارة، فضل الجهاد والرباط، رقم: ۱۲۲ (۱۸۸۸) ابوداؤد: الجهاد، ثواب الجهاد، رقم: ۲۳۸۵، ترمذی: فضائل الجهاد، اى الناس افضل، رقم: ۱۶۶۰ وقال: حسن صحيح، نسائی: الجهاد، فضل من يجاهد في سبيل الله بنفسه وماله رقم: ۳۱۰۷، قلنا: واخرجه ابن ماجه، الفتن، باب العزلة، رقم: ۳۹۷۸.

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے) سوال کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے افضل کون شخص ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو مومن اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو“ سوال کیا گیا کہ پھر کون شخص افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص (پہاڑ) کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہتا ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور خلق کو اپنے شر سے فارغ کر رکھا ہو۔“

ف: اکثر اہل اللہ کی عادت رہی ہے کہ خلق اللہ سے اختلاط کم کر رکھا ہے اور گوشہ نشین رہے ہیں اس حدیث سے اس کی اجازت اور ایک درجہ میں افضلیت ثابت ہوتی ہے اور حدیث میں اس کے محل کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب اختلاط میں احتمال ایصال شرابی الخلق کا ہو اور اسی پر قیاس کیا جائے گا وصول شرمن الخلق کو اور نیز حدیث مذکور ہی میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جس شخص سے خیر و نفع عام زیادہ متوقع ہو اس کے لئے اختلاط افضل ہے کیوں کہ مومن مجاہد کو صاحب عزت سے افضل فرمایا اور یہی خلاصہ ہے تحقیق کا مسئلہ مجوٹ عنہا میں کہ جس شخص سے مسلمانوں کو نفع پہنچتا ہو اس کے لئے جلوت بہتر ہے اور جس سے نفع متعلق نہ ہو اور جلوت میں احتمال اضرار یا تضرر کا ہو اس کے لئے خلوت بہتر ہے۔

## ۶۷- حال کرامت

عن شداد بن الہاد: ان رجلا من الاعراب جاء فامن بالنبي صلى الله عليه وسلم الى قوله ولكنى اتبعك على ان ارمى الى ههنا - و اشار بيده الى حلقه - بسهم فاموت فادخل الجنة، فقال: ”ان تصدق الله يصدقك“ فلبثوا قليلا ثم نهضوا في قتال العدو فاتى به النبي صلى الله عليه وسلم محمولا قد اصابه سهم حيث اشار فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ”اهو هو؟“ قالوا: نعم. قال: ”صدق الله فصدقته“ ثم كفن في جبة النبي صلى الله عليه وسلم. الحديث (اخرجه النسائي)

ترجمہ: حضرت شداد بن الہاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص دیہاتی حاضر ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اسی حدیث میں یہ ہے کہ اس شخص نے عرض کیا کہ میں نے اس امید پر آپ کا اتباع کیا ہے کہ (جہاد میں) میری اس جگہ یعنی حلق میں

تیر لگ جاوے اور میں مرجاؤں اور جنت میں چلا جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”اگر تو اللہ کے ساتھ (اپنی نیت میں) سچا ہے تو خدا تعالیٰ تجھ کو (اس امید میں) سچا کر دے گا“ غرض تھوڑی ہی مدت گزری تھی پھر ایک جہاد کے لئے لوگ تیار ہو گئے اور وہ شخص بھی چلا) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی لاش اٹھا کر لائی گئی اور اس کے خاص حلق ہی میں تیر لگا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کیا یہ وہی شخص ہے؟“ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں وہی شخص ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ اللہ کے ساتھ سچا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو سچا کر دیا“ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک میں اس کو کفن دیا گیا۔“

ف: اس حدیث میں اثبات ہے حال کرامت کا چنانچہ یہ واقعہ اس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک گونہ کرامت ہے۔

## ف: رسم تبرک فی الکفن

قمیص مبارک میں اس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کفنایا جانا اصل ہے اس رسم کی جو مجبان قوم میں مستعمل ہے کہ بزرگوں کے البسہ وغیرہا سے برکت حیوۃ و ممانہ حاصل کرتے ہیں۔

## ۶۸- رسم بیعت غائبانہ

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام یعنی یوم بدر فقال: ”ان عثمان انطلق فی حاجة اللہ وحاجة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانی ابایع له“۔ (اخرجه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر میں کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ: ”عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام میں گئے ہوئے ہیں ان کے لئے میں بیعت کرتا ہوں۔“

ف: بزرگوں میں یہ رسم شائع ہے کہ اگر طالب بدون حاضری خدمت شیخ کے

ابو داؤد: الجهاد، من جاء بعد الغنیمۃ لاسهم له، رقم: ۲۷۲۶، وقال المنذرى: قال بعضهم: هذا خاص لعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لانه كان يمرض ابنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو معنى قوله: حاجة اللہ و لرسوله، يريد بذلك حاجة عثمان فی حق اللہ وحق رسول اللہ، كقوله سبحانه: ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون، وانما هو رسول اللہ الیہم۔

درخواست بیعت کی کرے تو غائبانہ اس کی بیعت قبول کر لیتے ہیں یہ حدیث بیعت غائبانہ میں صریح ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر نہ تھے مگر ان کی رضا و رغبت کی وجہ سے ان کو بیعت فرمایا اور گو یہ بیعت قتال کی تھی لیکن اقسام بیعت میں اس امر میں فرق کا کوئی قائل نہیں اور یہ غائب ہونا بوجہ علالت مزاج صاحب زادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بضرورت ان کی تیمارداری کے تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

## ۶۹- اصلاح 'عدم کفایت صحبت شیخ مع فساد عمل

(بد عملی کے وبال سے بچنے کے لئے شیخ کی صحبت کافی نہیں)

عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه قال: كان علي ثقل النبي صلى الله عليه وسلم رجل يقال له كركرة، فمات فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "هو في النار" فذهبوا ينظرون اليه فوجدوا عباءة قد غلها. (اخرجه البخاري)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسباب پر ایک شخص کر کرہ نام کا متعین تھا وہ مر گیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "وہ دوزخ میں ہے" لوگ اس کو دیکھنے چلے (کہ دیکھیں اس میں کونسی بات دوزخی ہونے کی ہے) سو (اس کے اسباب میں) ایک کملی ملی جس کو اس نے (مال غنیمت سے) چر لیا تھا۔

ف: اکثر رسم پرست درویش اس پر نازاں ہوتے ہیں کہ ہم کو فلاں بزرگ سے انتساب ہے اور اس کے بھروسے اعمال کی پرواہ نہیں کرتے اس حدیث سے ان لوگوں کی غلطی صاف معلوم ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے زیادہ کس کی صحبت یا برکت ہوگی مگر اس پر بھی فساد عمل کا خمیازہ اس کو بھگتنا پڑا سو دوسرا انتساب تو اس سے بدرجہا کم ہے۔

## ۷۰- عادت ترک مباحہ

عن أبي امامة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من ترك المراء وهو مبطل بني له بيت في ربيع الحنة، ومن تركه وهو محق"

بنی له فی وسطها، ومن حسن خلقه بنی له فی اعلاه". (أخرجه الترمذی)  
 ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے فرمایا کہ: "جو شخص ناحق پر ہو اور بحث و مباحثہ چھوڑ دے (اور حق کو قبول کرے)  
 اس کے لئے جنت کے کنارے پر ایک گھر بنایا جائے گا اور جو شخص حق پر ہو اور پھر بھی بحث و  
 مباحثہ کو چھوڑ دے اس کے لئے جنت کے درمیان میں ایک گھر بنایا جائے گا (جو کہ کنارہ  
 جنت سے افضل ہے) اور جس کے اخلاق اچھے ہوں گے اس کے لئے اعلیٰ جنت میں گھر بنایا  
 جائے گا۔" (جو کہ وسط جنت سے افضل ہی ہے)

ف: اکثر بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ مکالمات و مخاطبات میں جب کوئی ان سے الجھتا ہے  
 باوجود اپنے حق پر ہونے کے طرح دے کر سکوت فرماتے ہیں جس میں وہی مصلحت ہوتی ہے جس  
 کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے اس حدیث سے اس کا ناپسندیدہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

## ۱۔ حقائق تکلم جمادات

(جمادات یعنی پتھر و درخت وغیرہ کا بولنا)

عن سهل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم: "مامن مسلم یلبی الالبی ما عن یمینہ و شمالہ من حجر او شجر او  
 مدر حتی تنقطع الارض من ہہنا و ہہنا". (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مسلمان لبیک کہتا ہے اس کے داہنے اور بائیں جتنے پتھر یا درخت یا  
 ڈھیلے ہیں سب لبیک کہتے ہیں یہاں تک کہ زمین ادھر سے بھی ادھر سے بھی ختم ہو جاتی ہے۔

۱۔ قلنا: ان الترمذی لم یخرجه عن ابی امامۃ وانما أخرجه عن انس بن مالک رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ فی البر والصلۃ، ماجاء فی المراء، رقم: ۱۹۹۳ وقال: حسن، وأخرجه ابو داؤد:  
 الأدب، حسن الخلق، رقم: ۳۸۰۰ (سکت عنہ المنذری) عن ابی امامۃ، وأخرجه ابن ماجۃ:  
 المقدمة، اجتناب البدع والجدل، رقم: ۵۱ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ.

۲۔ ترمذی: الحج، فضل التلبیۃ والنحر، رقم: ۸۲۸، وقال: حدیث ابی بکر رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ حدیث غریب لانعرفہ الا من حدیث ابن ابی فدیک عن الضحاک بن عثمان، قلنا  
 وأخرجه ابن ماجۃ: المناسک، باب الاحرام، رقم: ۲۹۲۱.



ف: اس حدیث کے ظاہر سے اہل کشف کے اس کشف کی تصدیق ہوتی ہے کہ جمادات بھی کسی قدر حس و شعور رکھتے ہیں اور تکلم وغیرہ ان سے صادر ہوتا ہے۔

## ۷۲- اصلاح، مبالغہ ورتو روع (ورع و تقویٰ میں مبالغہ کرنا)

عن نافع انه سمع اسلم مولی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ : رای عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی طلحة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثوبا مصبوغا وهو محرم فقال : ما هذا؟ فقال : انما هو مغرة او مذرة فقال : انکم ایها الرهط انمة یقتدی بکم الناس ، فلولا ان رجلا جاهلا رای هذا لقال ان طلحة بن عبید اللہ کان یلبس الثیاب المصبغة فی الاحرام فلا تلبسوا ایها الرهط من هذه الثیاب . (أخرجه المالک)

ترجمہ: حضرت نافع سے روایت ہے کہ انہوں نے اسلم سے جو کہ معتق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تھے سنا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کر رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن پر رنگین کپڑے حالت احرام میں دیکھے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو گیرو ہے یا مٹی ہے آپ نے فرمایا تم لوگ (دین کے) پیشوا سمجھے جاتے ہو، لوگ تمہاری اقتداء کرتے ہیں، اگر کوئی جاہل آدمی اس (لباس) کو دیکھے یوں کہے کہ طلحہ بن عبید اللہ احرام میں رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھے سو تم لوگ ایسے رنگین کپڑے مت پہنا کرو۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مقتدا ہیں ان کو اور عام لوگوں کی نسبت ورع و تقویٰ میں زیادہ اہتمام مناسب اور ضروری ہے اور صوفیہ کا مقتداء ہونا ظاہر ہے، پس ان کو بھی اس کی رعایت ضروری ہے آج کل اس کا عکس ہے کہ بعض لوگ طریق تصوف میں داخل ہو کر اور آزاد ہو جاتے ہیں اور بعض کا عقیدہ ہے کہ تصوف میں شریعت کی پابندی کی ضرورت نہیں۔ نعوذ باللہ منہ۔

مطلب یہ کہ عوام علی الاطلاق رنگین کپڑوں کو جائز سمجھ جائیں گے حالانکہ احرام میں خوشبودار تک کے کپڑے ممنوع ہیں۔

## ۷۳۔ تعلیم، معذرت و رد ہدیہ

(ہدیہ واپس کرتے وقت عذر کو ظاہر کر دینا)

عن الصعب بن جثامة رضى الله تعالى عنه انه اهدى الى رسول الله صلى الله عليه وسلم حماراً وحشياً وهو بالابواء او بودان فرده عليه فلما رأى ما فى وجهه قال: "انا لم نرده عليك الا انا حرم". (أخرجه السنن الأبا داؤد)

ترجمہ: حضرت صعوب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک گورخر بطور ہدیہ کے بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ابواء یا ودان میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واپس فرمادیا جب ان کے چہرے پر آثار رنج کے دیکھے فرمایا کہ ”ہم نے اور کسی وجہ سے اس کو واپس نہیں کیا مگر صرف بات یہ ہے کہ ہم احرام کی حالت میں ہیں۔“

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عذر صحیح سے کسی کا ہدیہ واپس کیا جائے تو اس عذر کو ظاہر بھی کر دیا جائے تاکہ کسر خاطر یعنی دل شکنی نہ ہو چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کا عذر فرمایا جس کی دو توجیہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ وہ گورخر زندہ تھا سو اس کا محرم کو قبول کرنا مطلقاً جائز نہیں دوسری اگر وہ زندہ نہ ہو تو آپ کو شہہ ہوگا کہ شاید ہمارے لئے شکار کیا گیا ہو اور اس صورت میں شافعیہ کے نزدیک تو قبول کرنا جائز ہی نہیں اور حنفیہ کے نزدیک گوجائز ہے مگر تورع عدم قبول میں ہے۔

## ۷۴۔ متفرقات جو از زیادت فی الاذکار

(اور ادا ماثورہ میں بعض اوقات میں اضافہ کی گنجائش ہے)

عن ابن عمر رضى الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم

أه بخارى: جزاء الصيد، اذا اهدى للمحرم حماراً وحشياً حيا لم يقبل، رقم: ۱۸۲۵، مسلم: الحج، تحريم الصيد المأكول البرى، رقم: ۵۰ (۱۱۹۳) ترمذی: الحج، کراهیۃ لحم الصيد للمحرم. رقم: ۸۴۹ وقال: حسن صحيح، نسائی: المناسک، مالا يجوز للمحرم اكله من الصيد، رقم: ۲۸۲۱، موطا: الحج، مالا يجوز للمحرم اكله من الصيد: ۱۳۷ مکہ تھانوی) قلنا: وأخرجه ابن ماجه: المناسک، ماينهى عنه المحرم من الصيد، رقم: ۰۹۰

یہل ملبدا الی قوله ولا یزید علی هذه الکلمات. زاد فی روایۃ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول بعد هذه الکلمات: لیبک، اللہم لیبک، لیبک، وسعدیک، والخیر فی یدیک، والرغباء الیک والعمل. وفی روایۃ ابی داؤد قال: والناس یزیدون ذا المعارج ونحوہ من الکلام والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یسمع ولا یقول شیئاً.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیبک میں کلمات، مخصوصہ سے زائد نہ فرماتے تھے مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”لیبک وسعدیک والخیر فی یدیک والرغباء الیک والعمل“ اور بڑھا دیتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ بعضے لوگ ”ذی المعارج“ وغیرہ الفاظ بڑھا دیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن کر کچھ نہ فرماتے تھے۔

ف: بعضے متشدین حضرات صوفیہ پر بعضے اذکار و اوراد کے ایجاد پر اعتراض بدعت کا کرتے ہیں اس حدیث سے اس ایجاد کا جواز ثابت ہوتا ہے کیوں کہ لیبک منقول پر جس قدر زیادت تھی وہ ایجاد ہی کی فرد ہے اور مرجح اس ایجاد جائز کا غلبہ ہے کسی حال کا یا قصد تحصیل ہے کسی حال کا: البتہ بدعت وہ ایجاد ہے جو جزو دین بنا دیا جائے گوئی نفسہ وہ عمل مباح ہی کیوں نہ ہو اور اگر فی نفسہ بھی غیر مباح ہو تو اور بھی اشبح و افتح ہے۔

## ۷۵- اصلاح عدم اختیاریت وعدم دوام کشف

(کشف نہ تو فعل اختیاری ہے اور نہ دائمی ہے)

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل فقال صلی اللہ علیہ وسلم: "لو استقبلت من امری ما استدبرت ما اهدیت". (أخرجه الخمسة الا

۱۹ بخاری: اللباس، التلبید، رقم: ۵۹۱۵، مسلم: الحج، التلبیۃ وصفتها و وقتها. رقم: ۱۹ (۱۱۸۳) أبوداؤد: المناسک، کیف التلبیۃ، رقم: ۱۸۱۲، ترمذی: الحج، ماجاء فی التلبیۃ، رقم: ۸۲۶، نسائی: المناسک، کیف التلبیۃ، رقم: ۲۷۵۱، ابن ماجہ: المناسک، کیف التلبیۃ، رقم: ۲۹۱۸، وفی روایۃ ابی داؤد قال: والناس یزیدون ذا المعارج ونحوہ من الکلام أبوداؤد، المناسک، کیف التلبیۃ، رقم: ۱۸۱۳، عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ. وسکت عنہ المنذری.

الترمذی وهذا لفظ الشيخین

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع میں جب کہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم احرام کھولنے میں اس بناء پر متردد ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ ہدی کے احرام نہ کھولا تھا) ارشاد فرمایا کہ: ”جو بات پیچھے سے میری سمجھ میں آئی اگر پہلے سے میری سمجھ میں آتی تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا۔“ (جو کہ مانع ہو گیا احرام کھولنے سے)

ف: بعض اہل غلو کا اعتقاد ہے کہ کشف بزرگوں کا اختیاری فعل ہے جب چاہیں جس واقعہ کو چاہیں معلوم کر لیتے ہیں، بعضے سمجھتے ہیں کہ بزرگوں کو ہر وقت ہر واقعہ معلوم رہتا ہے اس واقعہ سے ان دونوں خیالوں کی غلطی ثابت ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد کی مصلحت اول سے منکشف نہیں ہوئی، اور یہ کوئی نقص نہیں ہے ایسے اعتقاد والوں کو اپنی اصلاح کرنا چاہئے۔

## ۷۶- اصلاح، عدم تعظیم تصویر بزرگان

(بزرگوں کی تصاویر کی تعظیم درست نہیں)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابی ان یدخل البیت وفيہ الالہة، فامر بها فاخرجت واخرجوا صورة ابراهيم واسماعيل عليهما السلام في ايديهما الازلام، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”قاتلہم اللہ، ام واللہ لقد علموا انہما لم یستقسما بہا قط“ فدخل البیت فکبر فی نواحیہ. (اخرجه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) تشریف لائے تو خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جانا گوارا نہ کیا: کیوں کہ اس کے اندر (مشرکین کے رکھے ہوئے) بہت سے بت تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی

۱۰ بخاری: الحج، تقضى الحائض المناسك كلها الا الطواف بالبیت. رقم: ۱۶۵۱  
مسلم: الحج، بیان وجوه الاحرام، رقم: ۱۳۱ (۱۲۱۶) ابوداؤد: المناسک، افراد الحج، رقم: ۱۷۸۹، نسائی: المناسک، الکراهیة فی الثیاب المصبغة للمحرم. رقم: ۴۷۱۳  
قلنا: وأخرجہ ابن ماجہ: المناسک، حجة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۰۷۳.

۱۱ بخاری: الحج، من کبر فی نواحی الکعبۃ، رقم: ۱۶۰۱.

نسبت حکم فرمایا وہ سب باہر کر دیئے گئے اور ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کی تصاویر کو بھی باہر لائے ان دونوں (تصویروں) کے ہاتھ میں قمار کے تیر تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”خدا ان (مشرکین) کو غارت کرے، واللہ ان کو خوب معلوم ہے کہ ان دونوں حضرات نے کبھی ان تیروں سے قمار نہیں کھیلا“ (اور پھر بھی ان کے ہاتھ میں تیر دے دیئے) اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور سب گوشوں میں اللہ اکبر اللہ اکبر فرمایا۔

ف: بعض اہل غلو بزرگوں کی تصویروں کی تعظیم کیا کرتے ہیں اور ان کو تبرک سمجھتے ہیں اس حدیث سے اس عقیدہ و عمل کا بالکل قلع و قمع ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جانے سے دونوں پیغمبروں کی تصویروں کی موجودگی کا مانع ہونا واضح دلیل اس مدعا کی ہے اور یہی حال ہے نقلی اور مصنوعی قبور کا جو کسی کے نامزد ہوں، غرض یہ کہ جو چیز خود غیر مشروع ہو کسی مقبول کے ساتھ نامزد ہونے سے وہ مشروع و معظّم نہیں ہو جاتی فقط۔

## ۷۷۔ تعلیم و عادت، خلوججرہ عن المتاع

(عبادت والے کمرہ میں غیر ضروری سامان کا نہ ہونا)

عن الاسلامیة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قلت لعثمان بن طلحة رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ما قال لک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین دعاک؟ قال: قال: ”انی نسیت ان آمرک ان تخمر القرنین فانہ لیس ینبغی ان یکون فی البیت شیء یشغل المصلی“. (أخرجه أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت اسمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کلید بردار کعبہ شریفہ) سے پوچھا تھا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ فرمایا تھا کہ: ”میں تم سے یہ کہنا بھول گیا تھا کہ تم دونوں سینگوں کو (جو کعبہ کے اندر اس دنبہ کے لگ رہے تھے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدیہ میں ذبح کیا گیا تھا) ڈھانک دینا کیوں کہ بیت اللہ کے اندر کسی ایسی شے

۱۔ أبو داؤد: المناسک، دخول الکعبۃ، رقم: ۲۰۳۰، وقال المنذری: وقد اختلف فی هذا الحدیث، فروى كما سقناه، وروى عن منصور عن خالد مسافع عن صفية بنت شيبة عن امرأة من بني سبأ، روى عنه عن خاله عن امرأة من بني سليم، ولم يذكر: او. (تلخیص المنذری ۲/۱۲۵).

کارہنا اچھا نہیں جس سے نماز پڑھنے والے کا دل بے (سوکھلا رہنے سے دل بے گا اور ڈھانک دینے سے ادھر خیال نہ جائے گا)

ف: اہل طریق کا ارشاد ہے کہ جو حجرہ خلوت و عبادت کے لئے ہو اس میں بجز ایک چٹائی کے جس پر بیٹھے گا کوئی متاع نہ ہونا چاہئے تاکہ ذکر کے وقت قلب اس طرف مشغول نہ ہو یہ حدیث اس کی اصل صریح ہے۔

## ۷۸- اصلاح، بطلان رسم مختصر عہ مجاورین

(خدام و مجاورین کی ایجاد کردہ رسم کا ابطال)

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: کانت قریش ومن دان دینہا وهم الحمس یقفون بالمزدلفة ویقولون: نحن قطين اللہ فلا نخرج من حرمہ. (اخرجه رزین)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ قریش اور بھی جو لوگ ان کے طریقے پر تھے اور یہ سب حمس کہلاتے تھے (عرفہ کے دن جب کہ سب عرفات میں جاتے تھے یہ لوگ) مزدلفہ میں ٹھہرے رہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے خواص ہیں اس لئے ہم اس کے حرم سے باہر نہیں جاتے (اور عرفات حرم سے باہر اور مزدلفہ داخل ہے)

ف: ان لوگوں کو یہ ناز اور دعویٰ اختصاص اس بناء پر تھا کہ یہ لوگ بیت اللہ کے خدام و مجاور تھے قرآن شریف نے ان کی رسم کا ابطال فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ قبور اولیاء کے مجاورین نے بھی جو رسمیں خلاف شرع اپنے پیروانگان کے اختصاص کے اظہار کے لئے تراش رکھی ہیں سب باطل ہیں۔

## ۷۹- عادت عطاء تبرک مرید را (مرید کو کوئی چیز بطور تبرک دینا)

عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی الجمرۃ فرماھا الی قوله قال لابی طلحة: "اقسمہ بین الناس". (اخرجه الخمسة الا النسائی)

۱۔ ترمذی: الحج، الوقوف بعرفات والدعا فیہا، رقم: ۸۸۳ وقال: حسن صحیح.  
۲۔ بخاری: الوضوء، الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان، رقم: ۱۷۱، مسلم: الحج، السنۃ یوم النحر ان یرمی ثم ینحرم ثم یحلق الخ. رقم: ۳۲۶ (۱۳۰۵) أبو داؤد: المناسک، الحلق والتقصیر، رقم: ۱۹۸۱، ترمذی: الحج، بأی جانب الرأس یدأ فی الحلق، رقم: ۹۱۲ وقال: حسن صحیح.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (حجۃ الوداع میں) حجرہ کے پاس (منیٰ کے دن) تشریف لائے اور ان پر کنکریاں ماریں اور (سر مبارک منڈوا کر) ابوظحہ سے فرمایا: ”یہ بال لوگوں میں (تبرکاً) تقسیم کر دو۔“

ف: اکثر مشائخ کا معمول ہے کہ جس مرید میں رغبت صادق پاتے ہیں یا کسی کی استعداد دیکھتے ہیں کہ وہ ان کی کسی خاص چیز کو برکت و محبت کی نظر سے لینے کی تمنا کرتا ہے اس کو ایسی چیز تبرکاً دے دیتے ہیں یہ حدیث اس کی اصل ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حضرات اپنے کو بابرکت سمجھتے ہیں بلکہ مقصود دوسرے کا تطیب قلب ہوتا ہے جو بناء بر حسن ظن اس کا مستدعی ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں اس اشکال و جواب کی گنجائش ہی نہیں کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برکات و فضائل قطعاً سے ثابت ہیں جن پر اعتقاد لانے کے آپ بھی مامور ہیں۔

### ۸۰۔ مسئلہ، عفوازاہل سکر (مغلوب الحال کا معذور ہونا)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: اتى عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بمجنونۃ قد زنت وفيه قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: يا امير المؤمنين لقد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”رفع القلم عن ثلثة: عن الصبی حتى یبلغ، وعن النائم حتى یستيقظ، وعن المعتوه حتى یبرأ“ وان هذه معتوة بنی فلان، لعل الذی اتاها اتاها وهي فی بلائها فخلی سبیلها. (اخرجه أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک مجنون عورت لائی گئی جس نے زنا کیا تھا اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے امیر المؤمنین! آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ”تین شخص مرفوع القلم ہیں: ایک نابالغ جب تک بالغ نہ ہو دوسرے سوتا ہوا جب تک جاگ نہ اٹھے، تیسرے مختل الحواس جب تک صحت یاب نہ ہو“ اور یہ فلاں قبیلہ کی مختل الحواس عورت ہے ممکن ہے جس وقت اس نے اس سے صحبت کی ہو یہ

۱۔ أبو داؤد: الحدود، المجنون یسرق أو یصیب حدا رقم: ۲۳۰۲، قال المنذری.

اخرجه النسائی وفي اسناده عطاء بن السائب وهو ثقة.

اپنے اس مرض میں مبتلا ہو، غرض اس کو رہا کر دیا۔

ف: عقل کا مغلوب ہو جانا جیسا کبھی احوال جسمانیہ سے ہوتا ہے ایسے ہی کبھی احوال نفسانیہ سے بھی ہوتا ہے اور یہ اطباء کے نزدیک بھی ثابت و مسلم ہے منجملہ احوال نفسانیہ کے وہ احوال بھی ہیں جن سے سکر کا غلبہ ہوتا ہے اور عقل مغلوب ہو جاتی ہے سو جس طرح مجنون و معتوہ شرعاً معذور ہے اسی طرح صاحب سکر و مغلوب الحال بھی اپنے اقوال شطیہ اور اپنے افعال ترک واجب یا ارتکاب محرم میں معذور ہے اور یہ سکر بعض اوقات دوسرے کو محسوس نہیں ہوتا جس طرح جنون و عتہ بعض اوقات دوسرے کو محسوس نہیں ہوتا جس سے اشتباہ ہوتا ہے جس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اشتباہ ہو گیا تھا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے زائل ہوا۔

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص میں قرآن سے معذور ہونے کا احتمال بھی ہو اس حالت کو معذوری ہی پر محمول کرنا بہتر ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے، ”لعل الذی اتاہا“ الخ کہ لعل موضوع ہے احتمال کے لئے اور قرینہ یہاں اس عورت کا اکثر احوال میں معتوہ ہونا تھا اور جن حضرات کے کلام میں تاویل عذر کی جائے ان میں ایک قرینہ منقول ہونا ان کے سکر کا ہے اور ایک قرینہ منقول ہونا ان کے فضائل و کمالات و اتباع سنت کا غالب احوال میں ہے جو مضطر کرے گا تاویل کی طرف ورنہ جس کا غالب حال فسق و معصیت و ابتداع و بطالت ہو وہاں کوئی حاجت تاویل کی نہ ہوگی کیوں کہ احتمال غیر ناشی عن دلیل معتبر نہیں ورنہ انکار و احتساب و سیاست کا باب ہی مسدود ہو جائے گا و ہو باطل۔

## ۸۱- اصلاح، ترجیح باطن امر شیخ بر ظاہر امر شیخ

(شیخ کے حکم ظاہری پر حکم باطنی کو ترجیح دینا)

عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلاً کان یتھم بام ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ : ”اذھب فاضرب عنقہ“ فاتاہ علی فاذا هو فی رکی یتبرد فقال له علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ : اخرج، فناوله یدہ فاخرجه، فاذا هو محبوب لیس له ذکر، فكف عنه واخبر به النبی صلی اللہ



علیہ وسلم فحسن فعلہ. زاد فی روایۃ: وقال: "الشاهد یرى مالا یرى الغائب". (اخرجه مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد (یعنی کنیز صاحب اولاد از مولیٰ) کے ساتھ لوگ متہم کرتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ: "جاؤ اس کی گردن مارو" (مطلب یہ تھا کہ باقاعدہ تحقیق کر کے باضابطہ سزا دو) چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پاس پہنچے وہ ایک کنویں میں (جو بطور باولی کے تھا) ٹھنڈک کے لئے غسل کر رہا تھا، آپ نے اس سے فرمایا باہر نکل اس نے اپنا ہاتھ آپ کو دے دیا آپ نے اس کو باہر نکالا اچانک جو اس پر نظر پڑی تو وہ مقطوع الذکر تھا آپ اس کی سزا سے رک گئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کو خبر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اس فعل کی تحسین فرمائی اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "سامنے والا ایسی چیز کو دیکھ سکتا ہے جس کو دور والا نہیں دیکھ سکتا۔"

ف: اس مقام پر حکم نبوی ظاہراً مطلق تھا جس کا مقتضایہ تھا کہ جاتے ہی اس پر سزا جاری کر دیتے اور جس میں پس و پیش اور توقف کرنا ظاہراً حکم نبوی کی مخالفت معلوم ہوتی ہے، چنانچہ جو لوگ ظاہر پرستی سے شیخ کی اطاعت میں غلو کرتے ہیں اور وہ اطاعت میں حقیقت امر کو اصلاً نہیں دیکھتے حتیٰ کہ شریعت کے وفاق و خلاف سے بھی بحث نہیں کرتے اور محققین مریدین کو ایسے مواقع میں شیخ کا مخالف سمجھتے ہیں جیسا کہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء کے اتباع میں حضرت مولانا نصیر الدین کو اور حضرت مولانا شاہ امداد اللہ صاحب کے اتباع میں حضرت مولانا رشید صاحب کو عوام الناس کہا کرتے تھے: مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحسین فعل سے صاف واضح ہو گیا کہ ایسے اطلاقات حقیقت میں مقید ہوا کرتے ہیں انطباق علی القواعد الشرعیۃ کے ساتھ، جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں یہ تقیید ضروری ہے اور یہ تقیید بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا حکم ہے

۱۰ مسلم: التوبة، برائة حرم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الریبة عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقم: ۵۹ (۲۷۷۱) وفی روایۃ قال: الشاهد یرى مالا یرى الغائب وهی فی مسند أحمد. (۸۳/۱) عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ.

سودر حقیقت یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اطاعت ہے تو دوسرے شیوخ جو کہ معصوم عن الخطا بھی نہیں ان کے احکام تو کیوں کر مقید بقید مذکور نہ ہوں گے اور چوں کہ کالمین قاطبہ اطاعت شرع کا ارشاد فرماتے ہیں سوائے اوامر میں علی الاطلاق اطاعت نہ کرنا گویا ان کی مخالفت ہے مگر معنی ان کی موافقت و مطابقت ہے۔

غرض اہل صورت ظاہراً امر شیخ کو ترجیح دیتے ہیں جو کہ ضلالت ہے ہاں کوئی مغلوب الحال اور معذور ہو وہ مستثنیٰ ہے اور اہل معنی باطن امر شیخ کو ترجیح دیتے ہیں جو کہ ہدایت ہے، اس غلطی میں بہت لوگ مبتلا ہیں، ان کو حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قصہ سے اشتباہ ہو گیا ہے لیکن وہاں حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوئی اطاعت نہیں کرائی تھی محض سکوت کے لئے فرمایا تھا سواطاعت کا قیاس سکوت پر محض تحکم ہے پھر سکوت بھی ایسے شخص کے افعال پر تھا جس کا حق پر ہونا بارشاد حق معلوم ہو چکا تھا دوسرا اس علت میں بھی شریک نہیں ہو سکتا، البتہ مبادرت انکار میں مناسب نہیں جیسا حدیث اسی ۸۰ کے ذیل میں بیان کیا گیا لیکن جب دوسری جانب قرآن سے مظنون ہو جائے اس وقت قطع تعلق اس سے واجب ہے۔

## ۸۲- تین مرفوع القلم لوگ

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتى يستيقظ، وعن الصبي حتى يحتلم، وعن المجنون حتى يعقل". (أخرجه أبو داؤد والترمذی وزاد أبو داؤد فی الآخرى: عن الخرف)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "تین شخص مرفوع القلم ہیں، سوتا ہو جب تک بیدار نہ ہو اور نابالغ جب تک بالغ نہ ہو اور مجنون جب تک ہوش درست نہ ہو" ابو داؤد کی روایت میں اتنا زیادہ ہے: "اور ایک وہ شخص جس کی عقل میں بڑھاپے سے فتور آ گیا ہو۔"

ابو داؤد: الحلود، المجنون يسرق أو يصب حذا، رقم: ۳۳۰۳، قال المنذرى: هذا منقطع، أبو الضحی لم يدرک علی بن ابی طالب، قال أبو داؤد: رواه ابن جریج عن القاسم بن یزید عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم زاد فیہ: "والخرف"، وهذا الذی ذکرہ معلقاً أخرجه ابن ماجہ مسنداً، وهو ایضاً منقطع، لأن القاسم بن یزید لم يدرک علی بن ابی طالب ۵۱، ترمذی: الحلود، من لا یجب علیہ الحد، رقم: ۱۴۲۳ وقال: حسن غریب من هذا الوجه.

ف: اس کا بیان مثل حدیث اسی ۸۰ کے ہے البتہ اس میں یہ جزو ذرا زیادہ صریح ہے کہ شریعت میں زوال عقل، جنون ہی پر منحصر نہیں بلکہ پیر فرتوت کو بھی گو بعض ہی احکام میں صحیح حکم مجنون میں ٹھہرایا ہے، پس عدم انحصار کے بعد کسی وارد قوی کا غلبہ بھی اسی حکم میں ہوگا۔

### ۸۳- مسئلہ، اعتبار حکم قلب مسلم

(مسلم کامل کے قلب کا حکم معتبر اور جائز العمل ہے)

عن النواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن البر والایثم، فقال: "البر حسن الخلق والایثم ما حاک فی صدرک، وکرهت ان یطلع علیہ الناس". (أخرجہ مسلم و الترمذی)

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "(بڑی) نیکی حسن خلق ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم اس پر لوگوں کے مطلع ہونے کو ناگوار سمجھو۔"

ف: مراد گناہ سے حدیث میں وہ امور ہیں جن کے گناہ ہونے کی کوئی نص نہیں مگر کسی کلیہ میں اس میں گناہ ہونے کا شبہ ہو جائے تو ایسے امور کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پہچان بتلائی اور یہ پہچان اسی قلب کے اعتبار سے ہے جو سلیم ہو چنانچہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مخاطب ہونا اس کا قرینہ ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض امور غیر منصوصہ عملی میں مسلم کامل کے قلب کا حکم معتبر اور جائز العمل ہے، پس اس سے اصل اس معمول کی نکل آئی جو اکثر بزرگوں میں دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی طالب آتا ہے اگر ان کا قلب قبول کرتا ہے تو اس کو سلسلہ میں داخل کرتے ہیں ورنہ جواب دے دیتے ہیں، حالاں کہ ظاہری طور پر کوئی وجہ خاص رد و قبول کی اس شخص میں محسوس نہیں ہوتی مگر اکثر بعد تفتیش کے ان کی شہادت قلب کی صحت ثابت ہوتی ہے، اور چوں کہ شرعاً کسی کو داخل سلسلہ کرنا یا اپنی صحبت میں رکھنا واجب نہیں بلکہ

۱۵ مسلم: التوبة، تفسیر البر والایثم، رقم: ۱۳ (۲۵۵۳) ترمذی: الرهد، ماجاء فی البر

الایثم، رقم: ۲۳۸۹ وقال: صحیح حسن

دونوں شقیں مباح و جائز ہیں اس لئے اعتراض لازم نہیں آتا کہ وجدان ظنی سے کسی خاص شخص کے ساتھ کوئی خاص معاملہ کرنا کب جائز ہے جیسا کسی کو چور سمجھ لینا قرآن ظنیہ سے جائز نہیں البتہ دلیل ظنی سے کہ منحصر ہے قیاس شرعی میں مجتہد کو حکم کلی کر دینا بلا کلام جائز ہے۔

## ۸۴- عادت، دخل نداون در معاملات

(دنیوی معاملات میں دخل نہ دینا)

عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "یا ابا ذر! انی اراک ضعیفاً وانی احب لک ما احب لنفسی لاتامرمن علی اثین ولا تلین مال یتیم". (أخرجه أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ذر میں تجھ کو ضعیف پاتا ہوں (کہ تعلقات کا تحمل نہیں کر سکتے) اور میں تمہارے لئے اس چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہوں (پس جو کچھ میں کہوں گا خیر خواہی سے کہوں گا سو میں تم کو دو باتیں کہتا ہوں) کبھی دو شخصوں پر ان کے کسی معاملہ کے فیصلہ کرنے کے لئے حکم مت چلانا (یعنی کسی کے معاملہ کا فیصلہ مت کرنا) اور مال یتیم کے متولی (ونگراں) مت بنا۔

ف: اکثر صوفیہ کی عادت ہوتی ہے کہ دنیوی معاملات میں دخل نہیں دیتے جس پر ظاہر بین طعن کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی ذات سے کسی کو نفع نہیں پہنچتا، اس حدیث سے اس عادت کا بوجہ صریح استحسان ثابت ہوتا ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ نفع پہنچنا بیشک خیر ہے مگر اکثر اوقات بعض کے لئے یہ نفع پہنچنا سبب ہو جاتا ہے کسی شر میں واقع ہو جانے کا اور ظاہر ہے کہ دفع مضرت مقدم ہے جلب منفعت سے، البتہ جس شخص کی حالت بالکل قابل طمانینت ہو کہ کسی شر کا احتمال نہ ہو اس کا یہ حکم نہیں، چنانچہ حضرات شیخین کے لئے نصوص میں خلافت تجویز فرمائی گئی، "انی اراک ضعیفاً" اس طرف مشیر ہے اور چوں کہ قبل کمال

۱۷ قلنا: وأخرجه مسلم، الامارة، كراهة الامارة بغير ضرورة، رقم: ۱۷ (۱۸۲۶) أبو داؤد: الوصايا، الدخول في الوصايا، رقم: ۲۸۲۸، قلنا: وأخرجه النسائي، الوصايا، النهي عن الولاية على مال اليتيم، رقم: ۳۶۹۷.

اپنی معرفت پر وثوق کرنا خطا ہے اس لئے شیخ مرہبی کی رائے پر مدار کار رکھنا چاہئے۔

## ۸۵- عادت، استخلاف و سجادہ نشینی (خلیفہ اور جانشین بنانا)

عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: اتت امرأة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فکلمته فی شیء فامرہا ان ترجع، قالت: فان لم اجدک کانہا تعنی الموت قال "فان لم تجدینی فاتی ابابکر". (أخرجہ الشیخان والترمذی)

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کسی امر میں گفتگو کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ: ”پھر آنا“، اس نے عرض کیا کہ اگر اس وقت آپ کو نہ پاؤں، مراد اس کی یہ تھی کہ اگر آپ کی وفات ہو جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”اگر مجھ کو نہ پائے تو ابوبکرؓ کے پاس چلی جانا۔“

ف: اکثر مشائخ کی عادت ہے کہ ابقاء فیض و اجرائے سلسلہ کے لئے اپنے اتباع میں سے کسی کو اپنا خلیفہ و جانشین کر دیتے ہیں واحد کو یا متعدد کو، کبھی حیات میں کبھی بقیہ اپنی وفات کے، مگر مقصود ان سب صورتوں کا مشترک و متحد ہے، اس حدیث سے اس کی اصل ثابت ہوتی ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ شخص اہل ہو، اور اب جو خلافت و سجادہ نشینی کا طریق متعارف ہو گیا ہے کہ کبھی شیخ کی حیات میں اور کبھی بعد وفات سلسلہ کے لوگ جمع ہو کر شیخ کے اقارب یا خدام میں سے جس کو زیادہ اختصاص دیکھا گو وہ اختصاص دنیوی ہی ہو اور گو اس میں اس کی اہلیت نہ ہو دستار بندی کر دیتے ہیں یہ بالکل طریقہ کا افساد اور طالیسین کی رہزنی اور عوام کی اضاعت دنیو دین ہے۔

## ۸۷- عادت، تعظیم منتسبین بمشائخ

(بزرگوں سے انتساب کی بناء پر تعظیم کرنا)

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فی حدیث طویل قالت: وکان لعلی رضی اللہ عنہم من الناس وجہ حیوۃ فاطمة فلما ماتت انصرفت وجوہ الناس عنہ.

۱۰ بخاری: فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو كنت متخذاً خلیلاً، رقم: ۳۶۵۹، مسلم: فضائل الصحابة، فضائل ابي بكر الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقم: ۱۰ (۲۳۸۶) ترمذی: المناقب، باب (قوله صلی اللہ علیہ وسلم لامرأة: فان لم تجدینی فاتی ابابکر رقم: ۳۶۷۶ وقال: صحیح غریب من هذا الوجه

(أخرجه الشيخان واللفظ لمسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ (بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیات تک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجاہت لوگوں کی نظر میں زیادہ رہی، جب ان کا انتقال ہو گیا تو لوگوں کا رخ ذرا بدل گیا۔  
 ف: اہل طریق کی عادت طبعیہ ہے کہ بزرگوں کے منشیوں کو محض اس انتساب کی وجہ سے معظم سمجھتے ہیں اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی طبعاً پایا جاتا تھا۔

### ۸۷- مسئلہ، الہام

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا من خطبة عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال فیہا: انا عمر ولم احرص علی امرکم، ولكن المتوفی اوصی الی بذلک، واللہ الہمہ ذلک، ولس اجعل امانتی الی احد لیس لہا باہل ولكن اجعلہا الی من تكون رغبتہ الی التوفیر للمسلمین، اولنک احق بہم ممن سواہ. (أخرجه مالک)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ کا یہ مضمون منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا میں عمر ہوں اور تم پر حاکم بننے کی مجھ کو خواہش نہ تھی لیکن متوفی (یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھ کو اس کی وصیت کی تھی، اور اللہ نے ان کے قلب میں اس کا القاء فرمایا تھا اور میں اس عہدہ کو ایسے شخص کے حوالہ نہیں کرتا جو اس کا اہل نہ ہو، البتہ ایسے شخص کے لئے تجویز کرتا ہوں جس کی رغبت اہل اسلام کی توفیر کی طرف ہو، سو یہ لوگ بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ مستحق ہیں۔

ف: بعض اولیاء کا صاحب الہام ہونا منقول ہے اس سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔

### ف: اصلاح، عدم استخلاف نااہل

(نااہل کو خلیفہ بنانا درست نہیں)

بعض متصوفین محض رسم کے طور پر حفظ سلسلہ کے لئے کسی کو خلیفہ بنا دیتے ہیں اس

۱۰ بخاری: المغازی، غزوة خیبر، رقم: ۴۲۳۰، ۴۲۳۱) مسلم: الجہاد، قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانورث ماترکنا صدقۃ، رقم: ۵۲ (۱۷۵۹)

۱۱ ما وجدناہ فی "الموطا" للامام مالک، و ذکرہ ابن حبان فی "کتاب الثقات" فی ذلک استخلاف عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث سے اس کا اعلان ہوتا ہے، اہل رسم کو اس کی اصلاح کرنا چاہئے۔

## ۸۸- عادت، مبہم گزاردن خلافت (خلافت کو مبہم رکھنا)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ان اللہ تعالیٰ یحفظ دینہ، وانى ان لا استخلف فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یتخلف، وان استخلفت فان ابابکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد استخلف. الحدیث (أخرجه الخمسة الا النسائی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت خود فرمائیں گے اور میں اگر کسی کو خلیفہ نہ بناؤں تو (یہ بھی جائز ہے کیوں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو (صراحتاً) خلیفہ نہیں بنایا، اور اگر خلیفہ بنا دوں تو (یہ بھی جائز ہے) کیوں کہ ابوبکرؓ نے (مجھ کو) خلیفہ بنایا تھا۔

ف: بعض مشائخ کی عادت ہے کہ کسی کو با تعیین خلیفہ نہیں بناتے کہ جو اہل ہوگا آپ ہی حق تعالیٰ اس سے کام لے گا، اس حدیث سے اس عادت کی اصل نکل آئی اور جاننا چاہئے کہ اہل طریقت کا قول ہے کہ خلیفہ ہونے کے لئے خلیفہ بنانے کی ضرورت نہیں؛ البتہ بیعت کی ضرورت ہے اور بعد بیعت کے صلاحیت و اہلیت کی و اہلیت صلاحیت حقیقی علامت شہادت قلب سلیم ہے اور ظاہری علامت اس زمانہ کے مشائخ مسلمین کا اس کو جائز رکھنا اور اس پر انکار نہ کرنا ہے۔

## ۸۹- رسم، تبرک بموضع متبرک وردفن

عن عمرو بن میمون الاودی فی حدیث طویل قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: انطلق الی ام المؤمنین عائشةؓ وقل: یتاذن عمر بن الخطاب ان یدفن مع صاحبہ الی قوله فقالت: کنت اریده لنفسی ولا وثرنه الیوم الخ. (رواه البخاری)

ترجمہ: عمر بن میمون الاودی سے (قصہ شہادت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں) منقول ہے کہ (حالت

۱ بخاری: الأحکام، الاستخلاف، رقم: ۷۲۱۸) مسلم: الامارة، الاستخلاف وترکہ، رقم: ۱ (۱۸۲۳) ابوداؤد: الخراج، الفیء والامارة، الخلیفة یتخلف، رقم: ۴۹۳۹) ترمذی: الفتن، جاء فی الخلافة، رقم: ۲۵۲۶) وقال: صحیح ۲ بخاری: فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قصة البيعة والاتفاق علی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم: ۳۷۰۰.

مرض الموت میں) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمر سے فرمایا کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جاؤ، اور یوں کہو کہ عمر بن الخطاب اس امر کی اجازت چاہتے ہیں کہ بعد وفات آپ کے حجرہ میں اپنے دونوں ساتھیوں کے پاس دفن کئے جائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (جواب میں) فرمایا کہ یہ موقع میں نے تجویز تو اپنے لئے کر رکھا تھا مگر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے نفس پر ترجیح دیتی ہوں۔ (اور دفن کی اجازت دیتی ہوں) ف: بزرگوں سے بکثرت منقول ہے کہ موضع متبرک میں یا کسی صالح کے جوار میں دفن ہونے کا اہتمام و وصیت کرتے ہیں، اس روایت میں اس کی اصل صریحاً موجود ہے۔

### ف: عادت، ایثار و فضائل

اکثر اہل ادب کی یہ بھی عادت مشاہدہ کی جاتی ہے کہ فضائل کے مواقع پر تادبا اپنے بڑوں کو مقدم رکھتے ہیں، مثلاً کوئی بزرگ دوسری صف میں آ کر کھڑے ہو گئے اور پہلی صف میں کوئی ان کا معتقد و مخلص کھڑا ہے تو وہ پیچھے ہٹ کر ان کو مقدم کر دیتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایثار سے اس کا استحسان معلوم ہوتا ہے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ قربات میں ایثار نہ چاہئے کیوں کہ یہ مستلزم ہے بے رغبتی کو قربات سے، برکات میں مضائقہ نہیں، اور فعل حضرت عائشہ سے برکات میں ثابت ہے نہ کہ قربات میں، علماء محققین نے اس کا جواب دیا ہے کہ اپنے سے بزرگ کا احترام کرنا یہ اس قربت سے بھی بڑھ کر قربت ہے، پس اعلیٰ درجہ کی قربت کو ادنیٰ درجہ کی قربت پر ترجیح دینا یہ بے رغبتی قربت سے نہیں، البتہ جہاں یہ دوسری قربت سے افضل نہ ہو وہاں نہ چاہئے۔

### ۹۰- اصلاح، کراہت غلاف قبور

(قبروں پر غلاف و چادر چڑھانا برا ہے)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لا تستروا الجدر" (رواہ ابو داؤد)

ابو داؤد: الوتر، باب الدعاء، رقم: ۱۳۸۵، وقال ابو داؤد: روى هذا الحديث من غير وجه عن محمد بن كعب كلها واهية، وهذا الطريق أمثلها وهو ضعيف أيضا



ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: ”دیواروں کو کپڑوں سے مت چھپاؤ۔“  
 ف: اس حدیث سے مفہوم یہ ہوتا ہے کہ قبور پر غلاف چڑھانا برا ہے کیوں کہ وہاں دیوار گیری کے برابر بھی ضرورت نہیں محض تزین و تجمل و ترفع ہی مقصود ہے جس کی قبور کے لئے اجازت ثابت نہیں۔

## ۹۱- اصلاح، عدم اعتقاد و تقرب در جہر بذر

(باواز بلند ذکر کرنا قربت مقصودہ نہیں ہے)

عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کنا فی سفر فجعل الناس یجھرون بالتکبیر، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”اربعوا علی انفسکم انکم لاتدعون اصم ولا غائب انکم تدعون سمیعاً بصیراً وهو معکم والذی تدعونہ اقرب الی احدکم من عنق راحلته“۔ (أخرجہ الخمسة الا النسائی)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے لوگ اللہ اکبر اللہ اکبر پکارنے لگے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو، تم ایک سمیع بصیر کو پکارتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جس کو تم پکارتے ہو وہ تم سے ناقہ کی گردن سے بھی نزدیک تر ہے۔“

ف: نفس جہر تو نصوص کثیرہ سے ثابت ہے اس میں کسی کو کلام نہیں البتہ کلام جہر مفراط میں ہے، سو بعضے غالی اس کو قربت مقصودہ سمجھتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ نفع ذکر کا اسی پر موقوف ہے اور اسی وجہ سے ان کو کسی کی راحت و ایذا کی بھی پرواہ نہیں ہوتی، اور بعضے متشدد اس بناء پر کہ کسی روایت میں منقول نہیں بلکہ اس حدیث میں نہیں منقول ہے، چنانچہ اربعوا وال ہے کہ اس جہر میں افراط تھا اس کو مذموم و بدعت سمجھتے ہیں، مگر تحقیق یہ ہے کہ نہ قربت

۱ بخاری: الجہاد، ما یکرہ من رفع الصوت فی التکبیر، رقم: ۲۹۹۲ مسلم: الذکر والدعاء، استحباب خفض الصوت بالذکر الا فی المواضع التي ورد الشرع برفع فیها کالتلبیة و غیرها، رقم: ۳۶، ۳۳ (۲۷۰۳) أبو داؤد: الوتر باب فی الاستغفار، رقم: ۱۰۲۶ (ترمذی: الدعوات، فضل التسبیح والتکبیر والتہلیل، رقم: ۳۳۶۱ وقال: حسن صحیح)

ہے نہ بدعت جبکہ اس کے قربت ہونے کا اعتقاد نہ کرے، بلکہ اس کو معالج سمجھے کیوں کہ اس میں تجربہ سے خاصیت دیکھی گئی ہے کہ قلب میں رقت اور خواطر میں جمعیت حاصل ہوتی ہے، پس اس بناء پر یہ مباح ہے اور مباح کی اباحت ہمیشہ مشروط ہوتی ہے رفع عوارض کے ساتھ، پس اس میں بھی قید ہوگی کہ کسی کو ایذا و تشویش نہ ہو ورنہ آبادی سے دور جانا چاہئے، اور اس حدیث میں جو نہیں آئی ہے، محمول ہوگی اعتقاد قربت پر جیسا کہ تعلیل لاتمدعون اصم الخ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، جس کی تقریر یہ ہے کہ جہر مفراط قربت اس وقت ہو سکتا تھا کہ منادیف سمیع و بصیر نہ ہوتا تو اس کے اسماع کے لئے جہر مفراط ضروری تھا اور جب کہ وہ واقع میں بھی اور تمہارے اعتقاد میں بھی سمیع و بصیر ہے پھر جہر مفراط موقوف علیہ اسماع کا نہ ہو تو قربت بھی نہ ہوگا، باقی اس سے نفی اس فائدہ معالجہ کی لازم نہیں آتی، کیوں کہ وہ مسکوت عنہ ہے، رہا یہ کہ جب وہ بھی ایک امر قابل تحصیل ہے تو مرعوب فیہ لغیرہ ہوا پھر اس کی ترغیب کیوں نہیں دی گئی، اصل یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ فائدہ بدون اس معالجہ کے حاصل تھا، اس لئے اس وقت مرعوب فیہ نہ تھا بعد میں اس کی احتیاج ہوئی۔

### ف: مسئلہ، قرب و معیت

حق تعالیٰ کا قرب و معیت اصل میں بے کیف ہے نہ اس کو قرب ذاتی کہہ سکتے ہیں نہ قرب مکانی، بعض متکلمین اس کو قرب صفاتی کہتے ہیں بمعنی قرب علمی لیکن سلف کا مسلک یہی ہے کہ صفات الہیہ میں تعین نہیں کرتے بلکہ ابھموا ما ابھم اللہ پر عمل کرتے ہیں اور بعضے اکابر کے کلام میں جو اس قرب کی تعبیر بعنوان موہمہ للتقید آئی ہے مقصود تقید نہیں ہے بلکہ مقصود تشبیہ بغرض تفہیم ہے، یہ حدیث اس تعبیر کے جواز کی دلیل ہے۔ حیث قال: من عنق راحلته۔

### ۹۲- توجیہ، تمثیل صفات بآب و دریا

(صفات باری تعالیٰ کو پانی اور دریا سے تشبیہ دینا)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 "اللہم اغسلنی من خطایای بالماء والثلج والبرد"۔ (اخرجه - مسند الا

الترمذی و هذا لفظ الشيخین

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعاء نبوی میں منقول ہے کہ اے اللہ مجھ کو میرے گناہوں سے پاک کر دے پانی اور برف اور اولہ سے۔

ف: بعض عرفاء کے کلام منظوم میں ذات و صفات الہیہ کو آب اور دریا سے تمثیل دینا وارد ہے، جیسے مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ول میں ”زدریا موج گونا گوں برآمد“ وغیر ذالک۔ جس سے مقصود تمثیل من کل الوجوہ نہیں، تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً بلکہ مقصود تشبیہ بعض صفات مشترکہ میں بغرض توضیح و تفہیم ہے مثلاً جس طرح آب و دریا باوجود بساطت و وحدت کے منشاء ہوتا ہے امور متکثرہ کا اسی طرح ذات و صفات باوجود بساطت و توحید کے منشاء ہے۔ ممکنات متکثرہ کا گوجہ منشائیت دونوں جگہ جدا جدا ہے، اس حدیث سے اس تمثیل کا جواز ثابت ہوتا ہے، کیوں کہ ماء و ج و برد سے مقصود صفت رحمت ہے لجامع التطہیر اور چوں کہ ذات اور صفات میں تغائر نہیں جب صفات کی تمثیل کا جواز ثابت ہو گیا تو ذات کی تمثیل کا جواز بھی ثابت ہو گیا۔

### ۹۳۔ متفرقات، ادب شیخ، بذکر تلقین منامی پیش او

(خواب میں تلقین کردہ چیز پر عمل سے پہلے شیخ پر پیش کرنا)

عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ امرہ صلی اللہ علیہ وسلم بالتسبیح وغیرہ دبر الصلوات قال: فلما امروا بذلك، رأى رجل من الانصار فى منامه ان رجلا يقول: اجعلوها خمسا وعشرين واجعلوا فيها التهليل، فلما اصبح ذكر ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: "اجعلوها كذلك". (اخرجه النسائي)

۱۔ بخاری: الدعوات، الاستعاذه من أرذل العمر الخ عن عائشة رقم: ۶۳۷۵) مسلم: المساجد، ما يقال بين تكبيرة الاحرام والقراءة رقم: ۱۳۷ (۵۹۸) عن ابى هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابوداؤد: الصلاة، السكنة عند الافتتاح، رقم: ۷۸۱) عن ابى هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ترمذی: الدعوات، باب..... رقم: ۳۳۹۳ عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، وقال: حسن صحيح غريب، نسائي: الطهارة، الوضوء بالثلج، رقم: ۶۰) قلنا: واخرجه ابن ماجه، الصلاة، افتتاح الصلاة. رقم: ۸۰۵

۲۔ نسائي: السهو، نوع اخر من عدد التسبيح بعد التسليم، رقم: ۱۳۵۱

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (اس حدیث میں جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمازوں کے بعد سبحان اللہ وغیرہ پڑھنے کی نسبت حکم فرمانا مذکور ہے یہ بھی مروی ہے کہ جب لوگوں کو اس کا حکم دیا گیا تو ایک انصاری نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ تم ان کلمات کو پچیس پچیس بار کر لو اور ان میں لا الہ الا اللہ کو بھی داخل کر لو، جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یوں ہی کر لو۔“

ف: اہل طریق نے آداب شیخ میں لکھا ہے کہ اگر مرید کو کوئی چیز خواب میں تلقین کی جاوے تو بدون اس کے کہ شیخ سے ذکر کرے اس پر عمل نہ کرے، اس حدیث میں اس کی تصریح ہے اور ایسے واقعات سے مرید یہ نہ سمجھے کہ مجھ کو شیخ سے زیادہ انکشاف ہو گیا گویا ہونا ممکن ہے اور اس سے کچھ افضلیت و اکملیت بھی لازم نہیں آتی مگر مرید کے لئے یہ زعم مضر ہوتا ہے، اس لئے یہ ایسا نہ سمجھے بلکہ یہ سمجھے کہ یہ بھی شیخ ہی کا فیض ہے کہ اس کی برکت سے ایسا ہوا، غرض اس فیض کا واسطہ بھی شیخ ہی کو سمجھے اور یہ بھی یقین کرے کہ اس منام یا کشف کی حقیقت کو شیخ مجھ سے زیادہ جان سکتا ہے اسی لئے اس سے ذکر کر کے اس کے امر سے تجاوز نہ کرے۔

### ۹۴- رسم، جھاڑ پھونک

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اخذ مضجعه، نفت فی یدیه وقرأ. الحدیث (أخرجه السنۃ الا للنسانی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی خواب گاہ میں تشریف لے جاتے تو اپنے ہاتھوں میں کچھ دم کرتے اور پڑھتے۔

ف: گواہل طریق کے نزدیک یہ مقصود نہیں مگر بنظر نفع رسائی خلق جو شخص اس کی

۱ بخاری: الدعوات، التعوذ والقراءة عند المنام، رقم: ۶۳۱۹) مسلم: السلام، رقیۃ  
المریض بالمعوذات والنفت، رقم: ۵۱ (۲۱۹۲) ابوداؤد: الأدب، ما یقول عند النوم، رقم:  
۵۰۵۶ ابوداؤد: الطب، کیف الرقی، رقم: ۳۹۰۲) ترمذی: الدعوات، من یقرأ من القرآن  
عند المنام، رقم: ۳۳۰۲ وقال: حسن غریب صحیح، قلنا: وأخرجه ابن ماجہ، الدعاء،  
ما یدعو بہ اذا اوی الی فراشه، رقم: ۳۸۷۵) موطا: جامع ماجاء فی الطعام والشراب، التعوذ  
والرقیۃ فی المرض، ص: ۳۷۵، مطبع مجتہبی.

دخواست کرتا ہے اس کی دل شکنی نہیں کرتے، اس حدیث سے اس کی مشروعیت معلوم ہوتی ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے نفس کے لئے بھی کچھ حرج نہیں، اور راز اس میں یہ ہے کہ اس میں ایک قسم کا افتقار و انکسار و اظہار عبدیت و احتیاج ہے یا آپ نے بیان جواز کے لئے کیا ہو۔

### ۹۵- قول: امرکان طی ارض (زمین کا سکڑ جانا ممکن ہے)

عن مالک فی دعانہ صلی اللہ علیہ وسلم "اللہم ازولنا الارض" الحدیث<sup>۱</sup>  
ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دعاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں منقول ہے: "اے اللہ ہمارے لئے زمین کو لپیٹ دے۔"

ف: بہت سی حکایات میں اولیاء اللہ کی یہ کرامت منقول ہے کہ زمانہ قصیر میں مسافت طویل قطع کر لی، بعض متشخصین اس کو مستجد سمجھ کر انکار کر بیٹھتے ہیں مگر صوفیہ اور علماء محققین اس کو ممکن اور واقع کہتے ہیں اس حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے، کیوں کہ طی ارض کے مراتب مختلف ہیں اور اس میں کسی مرتبہ کے ساتھ محدود و مقید نہیں کیا گیا نہ اور کوئی دلیل تقید و تحدید کی ہے پس مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہے گا اور علی الاطلاق طی ارض ممکن رہے گا۔

### ۹۶- عادت، دعاء بعد اکل للداعی

(کھانے کے بعد میزبان کو دعا دینا)

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: صنع ابو الہیثم طعاماً، فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ، فلما فرغوا قال: "اثیبوا احاکم" قالوا: وما اثابتہ؟ قال: "ان الرجل اذا دخل بیتہ واکل طعامہ وشرابہ، فدعا له فتلك اثابتہ" (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابو الہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ کھانا تیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی دعوت

۱ موطا: الاستذنان، ما یؤمر بہ من الکلام فی السفر، ص: ۳۸۳ مجتہانی، قلنا: واخرجه الترمذی، الدعوات، ما یقول اذا خرج مسافراً، رقم: ۳۳۳۸ وقال: کنت لا اعرف هذا الامن حدیث ابن ابی عدی ۳ ابو داؤد: الأطعمۃ، الدعاء لرب الطعام اذا اکل عنده، رقم: ۳۸۵۳ وقال المنذری: فیہ رجل مجهول، وفیہ یزید بن عبدالرحمان، ابو خالد المعروف بالذلانی، وثقہ غیر واحد، وتکلم فیہ بعضهم.

کی، جب (کھانے سے) فارغ ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”اپنے بھائی کو (اس کا) عوض دو“ صحابہؓ نے عرض کیا اس کا عوض کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”جب کوئی شخص کسی کے گھر میں جاوے اور اس کا کھانا اور پانی کھاوے پیوے پھر اس کے لئے دعا کرے تو یہ اس کا عوض ہو جائے گا۔“

ف: اکثر درویشوں کی عادت ہے کہ کھانا کھا کر کھانا کھلانے والے کو دعائیں دیا کرتے ہیں، اس حدیث سے اس عادت کا اثبات ہوتا ہے اور اس مضمون میں ایک دوسری حدیث بھی ہے۔

### حدیث دیگر

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: اکل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند سعد بن عبادۃ خبزاً وزیتاً ثم قال: ”افطر عندکم الصائمون، واکل طعامکم الابرار، وصلت علیکم الملائکۃ“ (اخرجه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس روٹی اور روغن زیتون نوش فرمایا پھر (بطور دعا کے) فرمایا کہ: ”(خدا کرے) تمہارے پاس روزہ دار افطار کیا کریں اور تمہارے کھانے کو نیک لوگ کھایا کریں اور تم پر فرشتے رحمت بھیجا کریں۔“

ف: یہاں بھی حدیث بالا کی تقریر ہے۔

### ۹۷- تعلیم، عدم التفات الی النور (انوار کی طرف توجہ نہ کرنا)

عن قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأى الهلال صرف وجهه عنہ (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہلال دیکھتے تو اس کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیتے تھے۔

ف: ائمہ فہن کی تعلیم ہے کہ اگر مراقبات میں کچھ انوار منکشف ہوں تو ان کی طرف توجہ نہ

۱ ابو داؤد: الأطمعة، الدعاء لرب الطعام اذا اكل عنده، رقم: ۳۸۵۳ وسکت عنہ المنذری.

۲ ابو داؤد: الأدب، مايقول الرجل اذا رأى الهلال، رقم: ۵۰۹۳، قال ابو داؤد: ليس عن النبی صلی

اللہ علیہ وسلم فی هذا الباب حدیث مسند، وقال المنذری: هذا مرسل، وأبو هلال هلما لایحتج به.

کرنا چاہئے اور ان ہی انوار کی نسبت کہا ہے کہ حجاب نورانی اشد ہے حجاب ظلمانی سے، اس حدیث سے اس تعلیم کی تائید ہو سکتی ہے: کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند سے اعراض فرمانا اس وجہ سے تھا کہ بعض عوام کو اکب کی طرف ایسی نظر تعظیمی سے توجہ رکھتے تھے کہ صانع عالم کی طرف توجہ کرنے سے وہ مانع ہو جاتی تھی، سو یہی علت انوار مذکورہ میں محقق ہے کہ ان کی طرف التفات کرنا مانع و شاعل ہو جاتا ہے مقصود حقیقی کی طرف توجہ کرنے سے، خوب سمجھ لو۔

## ۹۸- عادت، جرأت در دین برائے اضياف و مساکین

(مہمانوں اور مسکینوں کی خدمت کے لئے بے تکلف قرض لے لینا)

عن عمران بن حذيفة رضى الله تعالى عنه قال: كانت ميمونة تدان وتكشر فقال لها اهلها في ذلك ولو ماها، فقالت: لا اترك الدين وقد سمعت خليلي و صفيي صلى الله عليه وسلم يقول: "ما من احد يدان ديناً فيعلم الله انه يريد قضاءه الا اداه الله تعالى عنه في الدنيا". (اخرجه النسائي)

ترجمہ: حضرت عمران بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قرض لیتیں اور کثرت سے لیتیں ان کے گھر والوں نے اس بارہ میں ان سے گفتگو کی اور ان کو ملامت کی، انہوں نے فرمایا میں دین لینا نہ چھوڑوں گی، میں نے اپنے محبوب اور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ارشاد فرماتے تھے کہ: ”جو شخص کچھ قرض لے اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ وہ اس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا قرض ادا کر دے گا۔“

ف: اکثر بزرگوں کو دیکھا ہے کہ مہمانوں اور مسکینوں کی خدمت کے لئے بے تکلف قرض لے لیتے ہیں، حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے، کیوں کہ ظاہر ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فضول تو قرض لیتی نہ ہوں گی۔

## ۹۹- رسم، ادخال عوام در سلسلہ برائے برکت

(برکت کے واسطے عام لوگوں کو سلسلہ بیعت میں داخل کرنا)

عن ابی هريرة رضى الله تعالى عنه في حديث فضيلة الذكر قال رسول الله صلى

اللہ علیہ وسلم: ”فیقول ملک: منهم فلان، عبد خطاء لیس منهم، انما مر لحاجة فجلس، فیقول: وله قد غفرت، هم القوم لایشقی جلیسهم“۔ (أخرجه الشيخان)  
 ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث فضیلت ذکر میں روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: ”ایک فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں بندہ نہایت خطاوار ہے، وہ ان میں سے نہیں، محض ایک کام کے لئے آنکلا تھا سو (وہاں) بیٹھ گیا، حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو بھی بخش دیا، وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔“  
 ف: اکثر بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ سلسلہ میں ایسوں کو بھی داخل کر لیتے ہیں جن سے کچھ بھی ذکر وغیرہ کرنے کی یا اپنی حالت کو پورے طور سے درست کرنے کی توقع نہیں ہوتی، سو یہ امر ظاہر نظر میں عبث معلوم ہوتا ہے، لیکن غور کرنے سے اس میں یہ نفع معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص سلسلہ کی برکات ہی سے کسی درجہ میں تو بہرہ ور ہو جاتا ہے، پس یہ بیعت محض برکت سلسلہ کے لئے ہوتی ہے، اس حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ مقبولان الہی کا جلیس بھی محروم نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ جو شخص کسی بزرگ کے سلسلہ میں داخل ہوگا غالباً اس سے مجالست و مخالطت و موانست کا تعلق تو ضرور پیدا ہو جائے گا، پس حدیث کے عموم میں وہ بھی داخل ہو جائے گا۔

## ۱۰۰- حال، وجد

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”اول من یدعی بہ یوم القیامۃ“ الحدیث. وفيہ قال ”شفی“: فاخبرت معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بهذا الحدیث عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال: قد فعل بہولاء ہذا فکیف بمن بقی من الناس؟ ثم بکی معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بکاء شدیداً حتی ظن انہ ہالک، ثم افاق ومسح عن وجہہ. (أخرجه مسلم والترمذی واللفظ لہ والنسائی)

۱۔ بخاری: الدعوات، فضل ذکر اللہ عزوجل، رقم: ۶۳۰۸) مسلم: الذکر والدعاء، فضل مجالس الذکر، رقم: ۲۵ (۲۶۸۹) قلنا: وأخرجه الترمذی: الدعوات، ان لله ملائكة سياحين في الأرض: رقم: ۳۶۰۰، وقال: حسن صحيح ۲ مسلم: الامارة، من قاتل للرياء والسمعة استحق النار، رقم: ۱۵۲ (۱۹۰۵) ترمذی: الزهد، الرياء والسمعة، رقم: ۲۳۸۲ وقال حسن غريب) نسائی: النجھاد، من قاتل ليقال فلان جريئ، رقم: ۳۱۳۹



ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا حال بیان فرمایا ہے جو قیامت میں سب سے پہلے بلایا جائے گا اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ”شقی“ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حدیث کی خبر دی، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے لگے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ جب ایسا معاملہ کیا گیا تو بقیہ لوگوں کا یہ حال ہوگا، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر زار زار روئے، گمان ہوتا تھا کہ بن نکل جائے گی، پھر ہوش میں آئے اور اپنا چہرہ پونچھا۔

ف: وجد کہتے ہیں حالت غریبہ محمودہ کو، آگے اس کے مراتب وہیات مختلف ہیں اور جو ریا سے نہ ہو سب محمود ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت سے اس کا صریح اثبات ہوتا ہے۔

### ۱۰۱- حال، الہام

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قصۃ مناظرۃ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قتال مانعی الزکوٰۃ قال عمر: فواللہ ماہو الا ان رأیت ان اللہ شرح صدر ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ للقتال فعرفت انہ الحق. (رواہ البخاری وغیرہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مناظرہ دربارہ قتال مانعین زکوٰۃ کے مروی ہے اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ واللہ صرف یہ بات تھی کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتال کے باب میں شرح صدر ہو گیا سو مجھ کو بھی معلوم ہو گیا کہ یہی حق ہے۔

ف: اکثر اولیاء کی حکایات الہام کی منقول ہیں، اس حدیث میں اس کا اثبات ہے، اس کو شرح صدر سے تعبیر کیا گیا ہے، حقیقت اس کی یہ ہوتی ہے کہ بلا واسطہ نظر و کتاب کے کسی حقیقت کا قلب میں القاء ہو جائے تو قصہ مناظرہ مذکورہ میں دونوں حضرات کو یہی پیش آیا، کیوں کہ اس مناظرہ میں جس قدر کلام منقول ہے وہ انتاج معناد کے لئے کافی نہیں، اولاً

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الہام ہوا اور ان کے کلام کے فیض سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الہام ہو گیا اور چوں کہ نصوص شرعیہ اس الہام کے موافق تھیں لہذا اس پر عمل بھی جائز ہوا۔

## ۱۰۲- اخلاق و علامات اولیاء زہد و توکل

عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لیست الزہادۃ فی الدنیا بتحریم الحلال ولا اضعاء المال ولكن الزہادۃ ان تكون بما فی ید اللہ تعالیٰ اوثق منک بما فی یدک، وان تكون فی ثواب المصیبۃ اذا اصببت بها ارغب منک فیہا لو انها بقیبت لک" (أخرجہ الترمذی) وزادہ رزین: لأن اللہ تعالیٰ یقول: ﴿لکیلا تأسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتکم﴾

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: "زہد فی الدنیا یہ نہیں کہ حلال چیزوں کو حرام کر لیا جائے، اور نہ یہ ہے کہ مال کو اڑا دیا جائے لیکن زہد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے قبضہ میں جو چیز ہے اس پر تمہارا اعتماد اور وثوق بہ نسبت اس چیز کے زیادہ ہو جو کہ تمہارے قبضہ میں ہے، اور نیز زہد یہ ہے کہ تم پر جب کوئی مصیبت آئے تو تم کو اس کے ثواب کی زیادہ رغبت ہو، بہ نسبت اس کے کہ وہ مصیبت باقی رہے۔" روایت کیا اس کو ترمذی نے، اور رزین نے اتنا زیادہ کیا یعنی دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تا کہ تم فوت شدہ چیز پر مغموم نہ ہو اور جو تم کو عطاء فرمایا ہے اس پر اتراؤ نہیں۔

ف: اس حدیث میں زہد و توکل کی حقیقت کی شرح ہے جو کہ اخلاق اولیاء اللہ سے ہے اور اخلاق میں سے ہونے کے سبب علامات میں سے بھی ہے اور اس شرح حقیقت میں بڑی غلطی رفع کر دی گئی ہے، اکثر عوام اپنے اعتقاد میں زاہد اسی کو سمجھتے ہیں جو تمام لذات مباحہ سے اس طرح مجتنب ہو جیسے ان کو حرام سمجھتا ہو اور اس کے پاس جو کچھ آتا ہو سب کو فوراً خرچ کر ڈالے گو غیر مصرف ہی میں سہی، اور جو بلا و مصیبت کے زوال کی تدبیر نہ کرتا ہو، بس ان

۱۰۲ ترمذی: الزہد، الزہادۃ، فی الدنیا، رقم: ۲۳۴۰، وقال: حدیث غریب لانعرفہ الا من هذا الوجه، وعمر بن واقد منکر الحدیث، قلنا: واخرجہ ابن ماجہ، الزہد، الزہد فی الدنیا، رقم: ۳۱۰۰

کے نزدیک بزرگی کی شرط یہی ہے، اس میں یہ بتلادیا گیا کہ یہ امور شرط نہیں بلکہ حق تعالیٰ پر زیادہ اعتماد ہونا اپنے مقبوض سے زیادہ، اور مصیبت گو خود مرغوب فیہ نہ ہو، مگر ثواب مرغوب فیہ ہونا یہ ضروری ہے، پس مصیبت پر خوش اس لئے ہے کہ وہ سبب ہے ثواب کا اور آیت سے استدلال ظاہر ہے کہ ”لاتاسوا علی مافاتکم“ دلیل ہے اس جزو کی ”ان تکون فی ثواب المصیبة“ الخ کیوں کہ ”مافاتکم“ میں صحت و عافیت بھی آگئی اور ”لا تفرحوا“ دلیل ہے اس جزو کی ”ان تکون بما فی ید اللہ“ الخ اور انطباق ظاہر ہے۔

### ۱۰۳۔ متفرقات، دفع اعتراض بر ترک لذات مباحہ

(لذات مباحہ کے چھوڑنے پر اعتراض کرنا درست نہیں)

عن عطیة السعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”لا یبلغ العبد حقیقة التقویٰ حتی یدع ما لا بأس بہ حذراً بما بہ بأس“۔ (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: ”بندہ حقیقتاً تقویٰ کو نہیں پہنچتا جب تک کہ ایسی چیز کے اندیشہ سے جس میں کوئی خرابی ہو ایسی چیز کو نہ چھوڑ دے جس میں کوئی خرابی نہ ہو۔“

ف: اکثر اہل ظاہر بعض اہل سلوک پر لذات مباحہ کے ترک پر شبہ و اعتراض مخالف سنت کا کیا کرتے ہیں، اس حدیث میں اس ترک کا مسنون ہونا ثابت ہوتا ہے، جب کہ قصد یہ ہو کہ ان کے تناول سے قوت بہیمیہ میں زیادتی ہو کر معصیت کا سبب نہ بن جائے، جیسا کہ مدلول صریح ہے ”حتی یدع ما لا بأس بہ“ الخ کا، اس کو کمال تقویٰ فرمایا گیا ہے۔

### ۱۰۴۔ اصلاح، ترک تمام غیر مشروعہ

(خلاف شرع تعویذ اور گنڈوں کا استعمال درست نہیں)

عن عبادة بن تمیم ان ابابشیر الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخبرہ انه کان مع

الترمذی: صفة القيامة، علامة التقویٰ، ودع ما لا بأس بہ حذراً، رقم: ۲۳۵۱، وقال: حسن غریب لانعرفه الامن هذا الوجه قلنا: واخرجه ابن ماجة، الزهد، الورع والتقویٰ، رقم: ۲۴۱۵

رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فامر معاوية: "لا تبقين في رقبة بعير  
قلادة من وتر او قلادة الا قطعت". (أخرجه الثلثة وأبو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن تمیم سے روایت ہے کہ ابو بشیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
ان کو خبر دی کہ وہ ایک سفر میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، سو آپ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ: "کسی اونٹ کی گردن میں  
کوئی گلوبند تانت کا یا مطلق گلوبند فرمایا چھوڑا نہ جائے، مگر یہ کہ اس کو کاٹ دیا جائے۔"  
ف: اکثر شراح حدیث نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ  
جانور کی حفاظت کے واسطے گنڈے بنوا کر ان کے گلے میں باندھ دیتے تھے چوں کہ وہ غیر  
مشروع ہوتے تھے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کٹوا دیئے، پس اس میں نہیں ہے  
ایسے تعویذ گنڈوں سے جو خلاف شرع ہیں، آج کل نام کے فقیروں میں اس کی کچھ پروا  
نہیں یہ امر واجب الاصلاح ہے۔

## ۱۰۵- رسم، تبرک بمستعملات المشائخ

(بزرگوں کی مستعمل چیزوں سے تبرک حاصل کرنا)

عن كبشة الانصارية رضى الله تعالى عنها قالت: دخل على النبي صلى الله عليه  
وسلم فشرّب من في قربة معلقة قائما ففقت الي فمها فقطعته. (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ  
وسلم میرے یہاں تشریف لائے اور ایک مشک لنگی ہوئی تھی اس کے منہ سے کھڑے ہو کر پانی  
پیا، پس میں اٹھی اور اتنا چمڑہ کاٹ لیا (کہ برکت کے لئے اپنے پاس رکھوں گی) (روایت  
کیا اس کو ترمذی نے) اور رزین نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ میں نے اس چمڑے کا ایک چھوٹا

۱ بخاری: الجهاد، ما قبل فی الجرس ونحوہ فی أعناق الابل، رقم: ۳۰۰۵ مسلم:  
اللباس، كراهة قلادة الوتر فی رقبة البعير، رقم: ۱۰۵ (۲۱۱۵) أبو داؤد: الجهاد، تقليد  
الحيل بالأوتار. رقم: ۲۵۵۲ موطا: صفة النبي صلى الله عليه وسلم، ترع التعاليق  
والجرس من العين. ص: ۳۷۳، مطبع مجتہانی. ۲ ترمذی: الأشربة، الرخصة فی  
ذلك، رقم: ۱۸۹۲، وقال: حسن صحيح غريب، وزاد رزین: فاتخذته ركوة أشرب فيها،  
قلنا: وأخرجه ابن ماجة، الأشربة، الشرب قائماً، رقم: ۳۳۲۳.

سامشکیزہ بنا لیا کہ اس میں برکت کے لئے پانی پیا کرتی تھی۔

ف: جس چیز کو بزرگوں کا منہ یا ہاتھ یا بدن لگا ہو معتقدین اس کو تبرک سمجھتے ہیں اس حدیث سے اس کا صریح اثبات ہوتا ہے۔

## ف: اصلاح، جواز استعمال تبرکات مشائخ

(بزرگوں کے تبرکات کو استعمال کرنا جائز ہے)

اور جو یہ عادت ہے کہ ایسی چیزوں کا بکثرت استعمال نہیں کرتے اگر یہ اس غرض سے ہو کہ زیادہ روز تک یہ تبرک باقی رہے مضائقہ نہیں اور اگر اس خیال سے ہو کہ یہ سوء ادب ہے تو یہ خیال بے اصل ہے ”اشرب فیہا“ میں کہ متبادر..... اس سے عادت شرب ہے، اس خیال کی اصلاح ہے۔

## ۱۰۶- متفرقات، دفع اعتراض برتوسع فی اللذات

(کھانے پینے میں توسع اور کسی قدر اہتمام پر اعتراض کرنا درست نہیں)

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حائط رجل من الانصارى وهو يحول الماء فی حائطه فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ان كان عندک ماء بات هذه الليلة فی شن والا کرعنا؟" الحدیث.  
(رواه البخاری و ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ میں تشریف لائے اور وہ اپنے باغ میں پانی پھیر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”اگر تمہارے پاس ایسا پانی ہو جو اس شب کو مشک میں رہا ہو، (یعنی باسی پانی ہو تو لاؤ) ورنہ یہی پانی جو باغ میں جاری ہے، منہ لگا کر پی لیں گے۔“

ف: بعض اکابر سے مطاعم و مشارب میں توسع اور کسی قدر اہتمام اور تکلف منقول ہے، بعض خشک مزاج ان پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ یہ نفس پروری اور بزرگی کے خلاف

۱- بخاری: الأشربة، شرب اللبن بالماء. رقم: ۵۶۱۳، ابوداؤد: الأشربة، باب فی الکرع.

رقم: ۳۷۲۳، قلنا: واخرجه ابن ماجه، الأشربة، الشرب والاکف والکرع. رقم ۳۳۳۲.

ہے، اس حدیث میں باسی پانی کی تلاش اور اہتمام مذکور ہے جس سے اس کا غیر مذموم ہونا ثابت ہوا، بالخصوص منتہی کے لئے، اور راز اس میں یہ ہے کہ بسا اوقات اس میں منعم حقیقی کی محبت بڑھتی ہے اور بعض اوقات مقصود اپنی احتیاج کا اظہار عملی ہوتا ہے، اور یہ سب مقاصد سلوک سے ہیں، غرض ترک لذات میں بعض خاص مصالِح ہیں اور تناول لذات میں بعض خاص مصالِح ہیں باختلاف احوال مختلف اوقات میں ایک دوسرے پر ترجیح ہو جاتی ہے۔

## ۱۰۷۔ ثبوت عالم مثال

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: (اتیت لیلۃ اسری بی بقد حین من خمر ولبن، فاخذت اللبن فقال الملک: الحمد للہ الذی ہداک للفطرۃ لو اخذت الخمر لغوت امتک). (اخرجه النسائی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”شب معراج میں میرے پاس دو پیالے لائے گئے ایک میں شراب تھی اور ایک میں دودھ، میں نے دودھ لے لیا، (ہمراہی) فرشتہ نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے آپ کو دودھ لینے کی ہدایت کی اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔“

ف: دودھ صورت مثالیہ دین کی تھی اور شراب صورت مثالیہ لذات دنیا کی اور ان پیالوں کا پیش ہونا ایک نوع کا امتحان تھا اس حدیث سے عالم مثال کا ثبوت ہوتا ہے جس کی تصریح اکابر کے کلام میں ہے۔

## ۱۰۸۔ قول، تسمیہ بعض معاصی بکفر

(بعض گناہوں پر کفر کا اطلاق کرنا)

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول:

أے قلنا: وأخرجه البخاری، احادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: وهل أتاک حدیث موسیٰ رقم: (۳۳۹۳) قلنا: وأخرجه مسلم، الأیمان، الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی السماوات رقم: ۲۷۲ (۱۶۸) قلنا: وأخرجه الترمذی، تفسیر القرآن، سورة بنی اسرائیل، رقم: ۳۱۳۰ وقال: حسن صحیح، نسائی: الأشربة، منزلة الخمر، رقم: ۵۶۶۰ واللفظ له.

”بین الرجل وبين الشرك ترك الصلوة“ (أخرجه مسلم)  
 ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ارشاد فرمایا کہ: ”حد درمیان آدمی کے اور شرک کے ترک صلوة ہے۔“  
 مطلب یہ ہے کہ جب ترک صلوة کیا تو حد شرک میں چلا گیا یعنی عملاً مشرک اور کافر  
 ہو گیا، ای عمل عمل الکفار والمشرکین۔

ف: بعض بزرگوں کے کلام میں بعض معاصی کو کفر کہہ دینا وارد ہے۔  
 کفر است در طریقت ما کینہ داشتن آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن  
 اور مثلاً:

ہر آن کو غافل از حق یک زمان ست در آن دم کافر ست اما نہاں ست  
 اس حدیث سے اس قول کی تائید ہوتی ہے اور جو توجیہ حدیث میں ہے وہی اگلے کلام میں۔

## ۱۰۹۔ متفرقات، جواب اعتراض بر جہد فی العمل

(کثرت مجاہدات پر اعتراضات کا جواب)

عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام حتی  
 اصبح بایۃ والایۃ ﴿ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز  
 الحکیم﴾ (أخرجه النسائی)

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 تمام شب نماز میں کھڑے رہے یہاں تک کہ ایک ہی آیت پڑھتے پڑھتے صبح کر دی، اور  
 آیت یہ ہے، ”ان تعذبہم“ یعنی اے اللہ اگر آپ میری امت کو سزا دینے لگیں تو وہ آپ  
 کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کی مغفرت فرمادی تو آپ زبردست حکمت والے ہیں۔  
 ف: بعض بزرگوں پر ان کے کثرت مجاہدات کے بارے میں متشککین نے اعتراض  
 بدعت ہونے کا کیا ہے، اس حدیث سے اس کی سنیت ثابت ہوتی ہے اور بعض احادیث

۱۔ مسلم: الايمان، اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاة، رقم: ۱۳۳ (۸۲)، قلنا:  
 وأخرجه أبو داؤد، السنة، رد الارعاء. رقم: ۲۶۷۸، قلنا: وأخرجه الترمذی، الايمان، ماجاء  
 فی ترک الصلاة رقم: ۲۶۹۱۔ ۲۔ نسائی: الافتتاح، تردید الأیۃ، رقم: ۱۰۱۱۔

میں جو اس کی نہیں آئی ہے تو خود انہی حدیثوں میں مصرح ہے کہ وہ اس شخص کے لئے ہے جس کو اس میں نشاط نہ ہو اور اس پر دوام نہ کر سکے۔

### ۱۱۰۔ انگشت شہادت سے اشارہ کرنا

عن علی بن عبدالرحمن قال ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یحکمی صلوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشار باصبعہ الی تلی الایہام فی القبلة ورمی ببصرہ الیہا. (أخرجه النسائی)

ترجمہ: علی بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی حکایت میں یہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت سے قبلہ کی طرف اشارہ کیا اور اپنی نگاہ اس کی طرف ڈالی۔

### ۱۱۱۔ شغل، ربط النظر لاجتماع الخواطر

(یکسوئی حاصل کرنے کے لئے کسی چیز کی طرف نظر جما کر دیکھنا)

عن ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی صلوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایجاوز بصرہ اشارتہ. (أخرجه أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ بالسبابہ سے آگے نہ بڑھتی تھی۔

ف: اشغال میں ایک شغل یہ بھی ہے کہ کسی چیز کی طرف نگاہ جما کر دیکھا جائے، مقصود اس سے اور جمیع اشغال سے اجتماع خواطر و یکسوئی ہوتی ہے، ان دونوں حدیثوں سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔

### ۱۱۲۔ ضرورت خشوع

عن الفضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "الصلاة مشنی مشنی، تشهد فی کل رکعتین، وتخشع وتمسکن"

۱۔ نسائی: التطبيق، موضع البصر فی التشهد، رقم: ۱۱۶۱۔

۲۔ أبو داؤد: الصلاة، الإشارة فی التشهد. رقم: ۹۹۰، وسکت عنہ المنذری، وقال: أخرجه النسائی.



وفیه: "ومن لم يفعل فہی خداج". (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: "نماز دو دو رکعت ہوتی ہے، یعنی ہر دو رکعت کے بعد تشہد ہوتا ہے، اور نماز میں خشوع اور نیاز مندی ہوتی ہے، اور جو ایسا نہ کرے وہ نماز ناقص ہوتی ہے۔"

ف: نماز کے اندر اسی طرح دوسری عبادات میں حضور قلب کو اہل سلوک ضروری قرار دیتے ہیں اور اکثر مقیدان ظاہر اس کو ضروری نہیں سمجھتے، اس حدیث میں ضرورت کی نہایت تصریح ہے کہ بدون اس کے نماز ناقص فرماتے ہیں، اور نماز و دیگر عبادات میں فرق کا کوئی قائل نہیں۔

### ۱۱۳- عادت، قطع اسباب تفرق خاطر

(خیالات میں انتشار پیدا کرنے والے اسباب کو ختم کرنا)

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خمیصۃ لہا اعلام، فنظر الی اعلامہا نظراً فقال: "اذہبوا بخرمیتہ ہذہ الی ابی جہم وائتونی بانجانیتہ فانہا الہتھی انفاً عن صلوتی".

وفی روایۃ مالک وابی داؤد "کنت انظر الیہا وانا فی الصلوۃ فاخاف ان تفتنی". (أخرجه السنۃ الا الترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادرہ میں نماز پڑھی جس میں نیل بوٹے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جو ان بوٹوں پر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "یہ چادرہ ابو جہم کے پاس لے جاؤ (کہ انہوں نے ہدیہ بنا بھیجا تھا) اور میرے واسطے ان کا سادہ چادرہ لے آؤ، اس نے ابھی میرا دل نماز سے ہٹا دیا تھا۔"

۱- ترمذی: الصلاة، التخشع فی الصلاة، رقم: ۳۸۵.

۲- (۱) بخاری: الصلاة، اذا صلی فی ثوب لہ اعلام ونذر الی علمہا رقم: ۳۷۳، مسلم: المساجد، کراہۃ الصلاة فی ثوب لہ اعلام. رقم: ۶۱ (۵۵۶) أبو داؤد: الصلاة، النظر فی الصلاة رقم: ۹۱۳، نسائی: القبلة، الرخصة فی الصلاة فی خمیصۃ لہا اعلام، رقم: ۷۷۲، موطا: العمل فی القراءة، النظر فی الصلاة الی ما یسفلک عنہا. ص: ۳۳، مطبع مجتہائی، وزاد فی روایۃ البخاری (لابی داؤد) وموطا: فانی نظرت الی علمہا فی الصلاة فکاد یفتنی.

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ: ”نماز میں میری نگاہ اس پر پڑتی تھی مجھ کو احتمال تھا کہ میرا دل ہٹا دے۔“ (گو اس کی نوبت نہیں آئی)

ف: جن بزرگوں نے اسباب شغل قلب بغیر اللہ کی تقلیل کی ہے ان کے اس عمل کی اس حدیث سے تصویب نکلتی ہے۔

ف: مسئلہ، سنوح و ساوس کا ملین را

(اہل کمال کو بھی وساوس پیش آجاتے ہیں)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل کمال کو بھی احياناً ان کے مرتبہ کے موافق وساوس خفیہ پیش آجاتے ہیں اور یہ منافی ان کے کمال کے نہیں۔

ف: خلق، اظہار حال خود (اپنے حال کو ظاہر کرنا)

یہ شعبہ ہے تواضع و اخلاص کا کہ اپنا حال جو ناقصین کی نظر میں منافی کمال معلوم ہو، اپنے معتقدین میں ظاہر کر دیا جائے، مگر شرط اس کی یہ ہے کہ ان کے افتتان فی الدین کا خوف نہ ہو، اور نیز وہ حال معصیت نہ ہو، ورنہ اخفاء واجب یا واجب ہے، ”نہی عن اظہار المعاصی“ کی حدیثیں اور ”حضرت صفیہ کا قصہ اعتکاف گاہ میں آنے کا“ اور ”محدث فی الصلوٰۃ کو اخذ انف کا حکم“ اس اخفاء کی دلیل ہیں۔

۱۱۴- اصلاح، حرمتِ سجدہ قبور

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لعن اللہ اليهود والنصارى اتخلوا قبور انبیائہم مساجداً. (أخرجہ الخمسة الا الترمذی)

۱۳۹۰. عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، مسلم: المساجد، النهی عن بناء المسجد علی القبور. رقم: ۲۰ (۵۳۰) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أيضاً، فی الموضع السابق. رقم: ۱۹ (۵۲۹) عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا) أبو داؤد: الجنائز، البناء علی القبر، رقم: ۳۲۲۷، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نسائی: المساجد، النهی عن اتخاذ القبور مساجد، رقم: ۷۰۴، عن عائشة وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما معاً، أيضاً فی الجنائز، اتخاذ القبور مساجد، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقم: ۲۰۳۹.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود اور نصاریٰ کو کہ اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا،“ یعنی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں۔

ف: اس حدیث میں اصلاح ہے اس فعل کی جو اس وقت جہلاء صوفیاء میں شائع ہے کہ بزرگوں کی قبور کو سجدہ کرتے ہیں خواہ وہ سجدہ عبادت ہو کہ کفر و شرک ہے، خواہ وہ سجدہ تحیہ ہو کہ سخت کبیرہ گناہ قریب بکفر ہے۔

## ۱۱۵- متفرقات، تنبیہ اکابر بر عدم الامن من الشيطان

(بڑے سے بڑے کامل کو شیطان سے بے فکر نہ ہونا چاہئے)

عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیٰ وفیہ قال: ”ان عدو اللہ ابلیس جاء بشہاب من نار لیجعلہ فی وجہی“ الحدیث (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور اسی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”دشمن خدا یعنی ابلیس ایک شعلہ آگ کا لایا تاکہ اس کو میرے منہ میں لگائے۔“ (اسی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محفوظ رکھا۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواہ کوئی کتنا ہی بڑا کامل نہ ہو جائے مگر اس کو شیطان سے بے فکر نہ ہونا چاہئے بلکہ ہمیشہ ہوشیار و بیدار رہے کہ کسی موقع پر اس کو لغزش میں نہ ڈال دے، اس خبیث کی جرات دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ عالیٰ تک پہنچنے کا اس کو حوصلہ ہوا، مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ نہیں کر سکتا اس لئے اضرار جسمانی ہی کی ہوس ہوئی۔

## ۱۱۶- اصلاح، اہتمام جماعت

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من سمع المنادی فلم یمنعہ من اتباعہ عذر لم تقبل منه الصلوٰۃ التي صلاھا“

قيل، وما العذر؟ قال "خوف او مرض". (أخرجه أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص مؤذن کی اذان سنے پھر اس کا اتباع کرنے سے اس کو کوئی عذر مانع نہ ہو، (اتباع سے مراد جماعت میں حاضر ہونا ہے) تو اس کی نماز، جو اس نے پڑھی ہے مقبول نہ ہوگی،" عرض کیا گیا کہ عذر کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "خوف یا مرض"۔

ف: آج کل بعض درویشوں کو جماعت کی نماز کا مطلق اہتمام نہیں ہے، یہ حدیث ان کی اصلاح کرتی ہے اور دلالت کرتی ہے کہ انکی وہ نماز کا عدم ہے اور جب فرض ناقص ہو تو اوراد و اشغال کیا کفایت کریں گے۔

### ۱۱۷- اہمیت جماعت جمعہ

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسئل عن رجل يصوم النهار ويقوم الليل ولا يشهد الجماعة ولا الجمعة فقال: هذا من اهل النار. (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور ان سے ایسے شخص کی نسبت سوال کیا گیا تھا جو دن بھر روزے سے رہتا ہے اور رات بھر بیدار رہتا ہے، لیکن جماعت اور جمعہ میں حاضر نہیں ہوتا تو انہوں نے فرمایا کہ ایسا شخص جہنمیوں میں سے ہے۔

ف: اس میں وہی مضمون زیادہ تاکید و وعید کے ساتھ ہے جو حدیث نمبر ۱۱۶ میں مذکور ہے۔

### ۱۱۸- عادت، تعیین مکان حزب

(اوراد و معمولات کیلئے جگہ کی تعیین)

عن عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قلت يا رسول الله! ان السیول تحول بيني وبين مسجد قومي، فاحب ان تاتيني فصلي في مكان من بيتي اتخذه مسجداً، فقال: صلى الله عليه وسلم: "سنفعل". الحديث (أخرجه الثلثة والنسائي)

۱ ابو داؤد: الصلاة التشديد في ترك الجماعة، رقم: ۵۵۱، قال المنذرى: في اسناده أبو جناب، يحيى بن أبي حنيفة وهو ضعيف، وأخرجه ابن ماجه بنحوه، واسناده أمثل وفيه نظر.

۲ ترمذی: الصلاة، ماجاء فيمن سمع النداء فلا يجيب. رقم: ۲۱۸.

۳ بخاری: الأذان، من لم يرد السلام على الامام واكتفى بتسليم الصلاة رقم: ۸۳۰، مسلم: المساجد، الرخصة في التخلف عن الجماعة لعذر رقم: ۲۶۳ (۳۳) نسائي: الامامة، الجماعة للنافلة، رقم: ۸۳۵، موطا: جامع الصلاة. ص: ۶۰، ۳۱ مطبع تهانوى، قلنا: وأخرجه ابن ماجه، المساجد، المساجد في الدور. رقم: ۸۵۳.

ترجمہ: حضرت عثمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (برسات کے دنوں میں) میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان میں (پانی کا) سیلاب حائل ہو جاتا ہے، (اس لئے میں مسجد میں حاضر نہیں ہو سکتا اور نگاہ ان کی ماؤف تھی اس لئے کچھ نظر آتا تھا کہ کہاں پانی ہے کہاں خشک ہے) سو میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے یہاں تشریف لائیے اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ دیجئے کہ میں (ایسی ضرورت کے موقع پر) اس کو نماز کی جگہ بنا لوں، (یعنی وہاں نماز پڑھ لیا کروں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا کہ: ”ہم ایسا کر دیں گے۔“

ف: باوجودیکہ یہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں ہر جگہ نماز پڑھ سکتے تھے، مگر پھر بھی نماز کی جگہ کو متعین کرنا چاہا، جس میں مصلحت یہ تھی کہ تعین مکان سے عبادت میں یکسوئی ہوتی ہے اس سے اصل نکلتی ہے اس کی کہ اوراد و معمولات میں اکثر جگہ کو متعین رکھتے ہیں۔ مگر اس کے جواز کی شرط دو ہیں: ایک یہ کہ اس تعین کو قربت مقصودہ نہ سمجھے، دوسرے یہ کہ کسی کا حق فوت نہ کرے ورنہ ممنوع ہے، ایک حدیث میں ایسی تو طین کو تو طین بحیر سے تشبیہ دے کر ممانعت فرمائی ہے۔

### ف: رسم، تبرک بموضع مبارکہ

باوجودیکہ یہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی جگہ کی تعین کر سکتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے سے محض یہ غرض تھی کہ وہ جگہ متبرک ہو جائے گی تو وہاں نماز پڑھنے میں زیادہ برکت ہوگی، پس اس سے مقامات متبرکہ میں ذکر و طاعت کرنے کی اصل نکلتی ہے اس میں بھی شرط یہی ہے کہ اعتقاداً یا عملاً غلو نہ ہو ورنہ شرک و بدعت کی حد میں داخل ہو جاتا ہے۔

### ۱۱۹- مسئلہ، عدم لزوم استغراق در صلوة برائے کامل

(اہل کمال کے لئے نماز میں استغراق ضروری نہیں)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”انی لا دخل فی الصلوة وانا ارید ان اطلیہا فاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی صلوتی

لما اعلم من وجد امه من بکائه. (أخرجه الخمسة الأباؤد)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: ”میں (بعض اوقات) نماز شروع کرتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ قدرے طویل پڑھوں، پھر کسی بچہ کا رونا سنتا ہوں تو نماز میں اس لئے اختصار کر دیتا ہوں کہ جانتا ہوں کہ اس کی ماں (جو کہ احتمالاً نماز میں شریک ہے) بے چین ہوگی۔“

ف: بعض لوگ استغراق کو کمال مقصود سمجھ کر کالمین کے لئے اس کو لازم سمجھتے ہیں، اس حدیث سے محقق ہو گیا کہ یہ لازم نہیں اور نہ کمال مقصود ہے، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لازم ہوتا، پھر بکاء صبی کی اطلاع اور قلق ام کا تصور کیوں ہوتا: البتہ اگر کسی کو ہو جائے تو فی نفسہ محمود ہے مگر محمودیت مستلزم مقصودیت نہیں، اکثر متوسلین اہل سلوک کو ایسے حالات پیش آیا کرتے ہیں، اور یہ حدیث اس حالت پر محمول ہے جب عورتیں جماعت میں آتی تھیں پھر دلائل شرعیہ سے ان کو ممانعت کر دی گئی۔

## ۱۲۰۔ متفرقات ادب، تراص فی الحلقۃ

(حلقہ بنا کر ذکر کرتے ہوئے مل مل کر بیٹھنا)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”اقیموا الصفوف وحاذوا بین المناكب وسدوا الخلل ولینوا بایدی اخوانکم ولا تدرؤا فرجات الشیطان.“ الحدیث (أخرجه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: ”صفوں کو سیدھا کیا کرو اور کندھوں کو برابر رکھا کرو اور درمیانی فصل کو بند کر دیا کرو

۱۔ بخاری: الأذان، من أخف الصلاة عند بکاء الصبی. رقم: ۷۰۹، ۷۱۰، مسلم: الصلاة، أمر الأئمة بتخفيف الصلاة فی تمام. رقم: ۱۹۲ (۳۷۰) ترمذی: الصلاة، اذا أم أحدکم الناس فلیخفف. رقم: ۲۳۷. وقال: حسن صحیح، ولفظه من أخف الناس صلاة فی تمام، نسائی: الامامة، ماعلی الامام من التخفيف. رقم: ۸۲۶) قلنا: وأخرجه ابن ماجه، اقامة الصلوات، من أم قوما فلیخفف رقم: ۹۸۹ ۲۔ ابو داؤد: الصلاة، تسوية الصفوف. رقم: ۲۶۶، قال المنذری: وفي رواية عن أبي شجرة - وهو كثير بن مرة - لم يذكر ابن عمر فيكون مرسلًا.

اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جایا کرو اور شیطان کے فاصلے بیچ میں مت چھوڑا کرو۔“  
 ف: مشائخ نے فرمایا کہ اگر ذکر حلقہ کے ساتھ کیا جائے تو خوب مل کر بیٹھیں اس  
 حدیث میں ”سدوا الخلل ولا تذروا“ اس کی اصل ہے اور بعض اہل وجدان نے فرمایا ہے کہ  
 فرجات چھوڑنے سے وساوس زیادہ ہوتے ہیں، فرجات الشیطان میں اس طرف بھی اشارہ ہے۔

## ۱۲۱- اصلاح، ترک رسوم ملتزمہ عامہ

(عام طور پر شائع رسموں کا ترک کرنا)

عن عبد الله بن مغفل المزني رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”صلوا قبل المغرب ركعتين“ ثم قال: ”صلوا قبل المغرب ركعتين لمن شاء“ خشية ان يتخذها الناس سنة. (أخرجه أبو داود بهذا اللفظ) وفي أخرى للشيخين. قال: (صلوا قبل صلاة المغرب“ ثم قال في الثالثة: ”لمن شاء كراهية ان يتخذها الناس سنة“.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کے قبل دو رکعتیں پڑھنے کو فرمایا۔ پھر دوسری یا تیسری بار میں یہ بھی فرمایا کہ جس کا جی چاہے اس لئے کہ آپ کو یہ امر ناپسند ہوا کہ لوگ اس کو معمول لازمی قرار نہ دے لیں، (لمن شاء سے اس کا انسداد مقصود تھا)

ف: باوجودیکہ یہ دو رکعت منصوص ہیں، مگر پھر بھی ان کے التزام کا انسداد فرمایا گیا تو جو رسوم منصوص بھی نہیں اور عام طور پر شائع ہو گئی ہیں ان کے التزام کا انسداد شارع علیہ السلام کو کیسے مقصود نہ ہوگا، اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ ایسے امور کا انسداد بدون ترک کے نہیں ہو سکتا، پس ان کا ترک لازم ہوگا، محققین اس نکتہ کی بناء پر ان امور سے بالکل روکتے ہیں۔

## ۱۲۲- کیا میں بندہ شکر گزار نہ بنوں

عن المغيرة بن شعبة رضي الله تعالى عنه قال: قام رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى تورمت قدماه فقيل له: ”قد غفر لك ماتقدم من ذنبك وماتأخر“

ع: أبو داود: التطوع، الصلاة قبل المغرب، رقم: ۱۲۸۱، بخاری: التهجد، الصلاة قبل المغرب، رقم: ۱۱۸۳، مسلم: صلاة المسافرين، بين كل أذانين صلاة، رقم: ۳۰۳ (۸۳۸)

قال: "افلا اكون عبداً شكوراً". (أخرجه الخمسة الا ابا داؤد)

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب کو اس قدر نماز میں کھڑے رہتے کہ قدم مبارک درم کر جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ کے تو اگلے پچھلے ذنوب معاف کر دیئے گئے (پھر آپ کو اس مشقت کی کیا حاجت ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں بندہ، شکر گزار نہ بنوں؟" غیر ذنوب کو بھی مجازاً ذنوب فرمایا گیا ہے۔

ف: اس میں بھی مثل حدیث صدو نہم کے مضمون ہے۔

### ۱۲۳- تعلیم، راحت نفس

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدع قیام اللیل وکان اذا مرض او کسل صلی قاعداً. (أخرجه أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد ترک نہیں فرماتے تھے، البتہ جب بیمار یا کسل مند ہوتے تو بجائے کھڑے ہونے کے بیٹھ کر پڑھ لیتے تھے۔

ف: جب قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرید کی نشاط میں کمی ہوگئی ہے تو مشائخ اہل ارشاد اس کو تخفیف فی العمل اور نفس کو راحت دینے کی تعلیم کرتے ہیں، اس حدیث میں اس کی اصل مصرح ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تخفیف پر عمل فرماتے۔

### ۱۲۴- متفرقات، علاج و سوسہ

عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قلت یا رسول اللہ ان الشیطان قد حال بینی و بین صلاتی و بین قرانتی یلبسها علی، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ذلک شیطان ان یقال له خنزب فاذا احسسته فتعوذ

۱ بخاری: التفسیر، سورة الفتح، باب قوله: لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر. رقم: ۳۸۳۶) مسلم: صفات المنافقین، اکنار الأعمال والاجتهاد فی العبادۃ رقم: ۷۹ (۲۸۱۹) ترمذی: الصلاة، الاجتهاد فی الصلاة. رقم: ۳۱۴، وقال: حسن صحیح، نسائی: قیام اللیل و تطوع النهار، الاختلاف علی عائشۃ فی احياء اللیل. رقم: ۱۰۶۳۵، قلنا: وأخرجه ابن ماجہ، اقامة الصلوات، طول القیام فی الصلوات رقم: ۱۳۱۹

۲ ابو داؤد: الصلاة (التطوع) قیام اللیل. رقم: ۱۳۰۷. وسکت عنہ المنذری.



بالله منه واتقل على يسارك ثلثاً“ قال: ففعلت ذلك، فاذهب الله تعالى عني.  
(أخرجه مسلم)

ترجمہ: حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! شیطان میرے اور میری نماز اور قرأت کے درمیان حائل ہو گیا ہے کہ اس میں شے ڈال دیتا ہے، (یعنی عدد رکعات اور قرأت و عدم قرأت میں شک پیدا ہو جاتا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”یہ ایک شیطان ہے جس کا لقب خنزب ہے جب تم کو اس کا اثر معلوم ہو تو ”اعوذ باللہ“ پڑھو اور بائیں طرف تین بار تھکا رو“ وہ کہتے ہیں میں نے اس کو کیا، سو اللہ تعالیٰ نے اس کو مجھ سے دفع کر دیا۔

ف: وسوسہ کا علاج مختلف طریق سے آیا ہے ان میں سے ایک طریق یہ بھی ہے، حاصل سب کا توجہ الی اللہ و ترک التفات الی الوسوسہ ہے اور سب طرق اسی کے تحصیل کے ذرائع ہیں، چنانچہ یہاں بھی ”تعوذ باللہ“ ذریعہ توجہ الی اللہ کا، اور ”تقل عن یسار“ طریقہ ترک التفات الی الوسوسہ کا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ طریق خاص قبل از شروع نماز ہے کہ اس طرح وسوسہ کا ازالہ کر کے نماز میں کھڑا ہو جائے اور داخل صلوٰۃ کے لئے اقبال علی الصلوٰۃ کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

### ۱۲۵- عادت، اختلاف تعلیم حسب استعداد

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سأل رجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المباشرة للصائم، فرخص له فاتاه آخر فساله، فنهاه وكان الذي رخص له شيخاً كبيراً والذي نهاه شاباً. (أخرجه أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے روزہ دار کے لئے عورت سے ملنے سے متعلق دریافت کیا تو اسکو اجازت دے دی، پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے پوچھا تو اس کو منع فرمایا، اور دیکھنے سے معلوم ہوا کہ جس کو اجازت دی تھی وہ بوڑھا تھا اور جس کو منع کیا وہ جوان تھا۔

۱ مسلم: السلام، التعوذ من شیطان الوسوسۃ فی الصلاۃ رقم: ۲۳۰۳

۲ أبو داؤد: الصیام، کراہیۃ للشباب. رقم: ۲۳۸۷، سکت عنہ المنذری، وقال ابن القیم: قال شمس الدین: قال ابن حزم: فیہ أبو العنبر عن الأغر، وأبو العنبر هذا مجهول.

ف: اہل ارشاد کی عادت ہے کہ ہر شخص کو اس کی استعداد اور حالت کے مناسب تعلیم و تربیت فرماتے ہیں، یہ حدیث اس عادت کی اصل صریح ہے اور اخفاء تعلیم کا یہ بھی ایک نکتہ ہے، تاکہ دوسرا سن کر ہوس کے مارے وہی نہ کرنے لگے، اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ مخفی تعلیم کی وقعت زیادہ ہوتی ہے اور وقعت سے اہتمام اتباع کا امر طبعی ہے۔

## ۱۲۶- اصلاح، منع از تخصیص مطلق بطور قربت

(جس تخصیص میں شرع وارد نہیں مطلقاً اس کی قربت ہونے کا اعتقاد رکھنا ممنوع ہے)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لا تخصوا اللیلۃ الجمعۃ من بین اللیالی ولا تخصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الايام الا ان یکون فی صوم یصوم احدکم." (أخرجه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: "شب بیداری کے لئے شبوں میں شب جمعہ کی تخصیص مت کرو، اور نہ روزہ کے لئے دنوں میں سے روز جمعہ کی تخصیص کرو، مگر یہ کہ وہ جمعہ ایسے روزہ میں آجائے جس میں روزہ رکھنے کا پہلے سے معمول ہو۔" (مثلاً ایک شخص تیرہویں، چودھویں، پندرہویں کا روزہ رکھتا تھا اور ان ہی تاریخوں میں جمعہ آ گیا)

ف: جس تخصیص میں شرع وارد نہیں اس کی قربت ہونے کا اعتقاد کرنا مطلقاً یا اس کو عمل میں لانا بقصد خصوصیت، گو التزام نہ ہو، یا بطور التزام و اصرار کے، گو قصد خصوصیت نہ ہو، یا جب کہ ایہام عوام مظنون ہو، گو قصد و اصرار مذکور بھی نہ ہو دلائل شرعیہ سے سب منہی عنہ ہے، اس وقت ان بلاؤں میں عوام کیا بہت سے خواص خصوصاً اہل تصوف بکثرت مبتلا ہیں۔

## ۱۲۷- مسئلہ، ثبوت اعتبار باطن

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث طویل: "ان اللہ لا ینظر الی صورکم واجسادکم ولكن ینظر الی قلوبکم واعمالکم، التقویٰ ہنہا والتقویٰ ہنہا ویشیر الی صدرہ." الحدیث

۱- مسلم: الصیام، کراہۃ افراد یوم الجمعۃ یصوم لایوافق عادته رقم: ۱۳۸ (۱۱۳۴)

(رواہ الستۃ الالنسانی و هذا لفظ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”حق تعالیٰ تمہاری صورت اور جسم کو نہیں دیکھتے (کہ حسین و جسیم ہے یا نہیں) لیکن تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتے ہیں اور دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ تقویٰ اس جگہ سے یعنی سینہ میں۔“  
 ف: اس حدیث سے بھی طریق تصوف کا اثبات ہوتا ہے کیوں کہ خلاصہ اس کا یہی تصفیہ قلب و تہذیب اعمال ہے اور تنفیر سے تعمیر بدن سے اور اس تعمیر بدن میں اعمال ریائیہ بھی آگئے، کیوں کہ حدیث میں ان ہی اعمال کو منظور الیہا فرمایا گیا ہے جو مقرون بخلوص القلب و تقویٰ ہوں اور بعض بزرگوں کے کلام میں جو ظاہر کا مطلقاً غیر معتد بہ ہونا اور مدار محض باطن پر ہونا وارد ہے اس کی توجیہ یہی ہے خود احادیث میں ایسے اطلاقات آئے ہیں مثلاً ”لا ایمان لمن لا أمانة له“

## ۱۲۸- تعلیم، حفظ اسرار

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حاجة فابطأت علی امی، فلما جئت قالت: ما حبسک؟ قلت: بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حاجة وقالت: وماہی؟ قلت: انہا سر، قالت: لاتحدثن بسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احداً. (أخرجه الشيخان)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کو بھیجا، مجھ کو ماں کے پاس پہنچنے میں دیر ہوئی، جب میں آیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو کہاں رہ گیا تھا؟ میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک کام کو بھیجا تھا، کہنے لگیں وہ کیا کام تھا؟ میں نے کہا کہ وہ راز کی بات ہے، کہنے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز کسی سے مت کہنا۔

۱ مسلم: البر، تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله رقم: ۳۲ (۲۵۶۳)  
 أبو داؤد نحوه: الأدب، الغيبة. رقم: ۳۸۸۲ ترمذی نحوه: البر والصلۃ، شفقة المسلم علی المسلم.  
 رقم: ۱۹۲۷، وقال: حسن غریب قلنا: وأخرجه ابن ماجه، الزهد، القناعة، رقم: ۳۱۳۳  
 ۲ قلت: لم أجده بهذا اللفظ فی البخاری، مسلم: فضائل الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، فضائل أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقم: ۱۳۵، ۱۳۶ (۲۳۸۴)

ف: مشائخ کے یہاں اس کی سخت تاکید ہے کہ اسرار باطنی کا کسی پر افشاء نہ کریں خواہ وہ متعلق تعلیم کے ہو خواہ متعلق واردات کے ہو اور گویہ اسرار اکثر مرید کے ہوتے ہیں اور حدیث میں راز شیخ کا مذکور ہے لیکن علت مشترک ہے یعنی اظہار کا خلاف مصلحت ہونا خواہ وہ مصلحت کسی قسم کی ہو۔

## ۱۲۹- فضیلت اولیاء اللہ

عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ان من عباد اللہ لانا ما مہم بانبیاء ولا شہداء یغبطہم الانبیاء والشہداء یوم القیمة لمکانہم من اللہ تعالیٰ" قالوا: یا رسول اللہ! تخبرنا من ہم؟ قال: "ہم قوم تحابوا بروح اللہ علی غیر ارحام بینہم، ولا اموال یتعاطونہا فواللہ ان وجوہہم لنور، وانہم لعلی نور، لا یخافون اذا خاف الناس، ولا یحزنون اذا حزن الناس" وقرأ هذه الآية: ﴿الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون﴾ (أخرجہ أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "اللہ کے بندوں میں ایسے بھی لوگ ہیں جو نہ پیغمبر ہیں اور نہ شہید ہیں، اور پیغمبر اور شہید قیامت کے روز ان پر ان کے ایک خاص رتبہ کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کو حاصل ہوگا رشک کریں گے، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم کو خبر دیجئے کہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "یہ وہ لوگ ہیں کہ محض اللہ تعالیٰ کے تعلق سے ان میں باہم محبت ہے نہ کچھ آپس میں رشتہ ناطہ، اور نہ کچھ روپیہ پیسہ کا لین دین ہے، بخدا ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور نور (کے مکانات) پر جلوہ گر ہوں گے، جب لوگ مبتلائے خوف ہوں گے، وہ خائف نہ ہوں گے اور جب لوگ مغموم ہوں گے وہ مغموم نہ ہوں گے" اور یہ آیت پڑھی ﴿الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون﴾.

ف: صوفیاء محققین کا مصداق حدیث ہونا محتاج بیان نہیں، اور یغبطہم سے تفصیل علی الانبیاء کا شبہ نہ کیا جائے بعض خاص وجہ سے اکابر بھی اصاغر کی خاص حالت کی ترنا کیا کرتے

ہیں، مثلاً انبیاءِ غم امت میں مشغول ہیں اور یہ عین دلیل ان کے افضلیت کی ہے اور ممکن ہے کہ یہ لوگ اس سے خالی ہوں، و نحو ذلک۔

### ۱۳۰۔ فضیلتِ محبینِ اولیاء

عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قلت یا رسول اللہ! الرجل یحب القوم ولا یتطیع ان یمعمل عملہم، قالت: "انت یا ابا ذر مع من احببت" (أخرجه أبو داؤد) وفي لفظ الترمذی عن صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ: "المرء مع من احب".

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک شخص کسی جماعت سے محبت رکھتا ہے اور ان کے برابر عمل و عبادت کرتا نہیں کر سکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابو ذر! تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو گے" اور ترمذی میں صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ: "آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہوگا۔"

ف: دلالت حدیث کی حضرات اہل اللہ کے محبین و معتقدین کی فضیلت پر ظاہر ہے اور تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ تعلق بیعت سے اضطراب و مشائخ کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے، اس مصلحت سے بعض اہل ارشاد ایسوں کو بھی داخل سلسلہ کر لیتے ہیں جن سے زیادہ مجاہدہ و ریاضت کی توقع نہیں اور بعض دوسری مصلحتوں سے ہر شخص کو بیعت کرنے میں قدرے مضائقہ کرتے ہیں۔ والأعمال بالنیات۔

### ۱۳۱۔ مسئلہ، اشتراط تناسب شیخ و مرید و نفع

(فیوض باطنی کے لئے پیر و مرید کی باہم مناسبت فطری شرط ہے)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "الارواح جنود مجنونة فما تعارف منها ائتلف وما تناكر منها اختلف".

ابو داؤد: الأدب، الرجل یحب الرجل علی خیر یراہ، عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقم: ۵۱۲۶، وسکت عنہ المنذری (ترمذی: الزهد، المرء مع من احب) رقم: ۲۳۸۷، عن صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال: حسن صحیح.

(أخرجه مسلم وأبو داؤد وأخرجه البخاری عن عائشة)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”ارواح لشکر کے لشکر ہیں جو عالم ارواح میں مجتمع تھیں جن میں وہاں باہم جان پہچان ہوئی ہے ان میں (یہاں بھی) باہم الفت ہے، اور جن میں جان پہچان نہیں ہوئی ان میں اختلاف مزاج ہے۔“

ف: یہ امر تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ فیوض باطنی کے لئے پیر و مرید کی باہم مناسبت فطری شرط ہے، اس حدیث کے عموم میں یہ مناسبت بھی داخل ہے، کیوں کہ نفع عادۃ موقوف ہے الفت پر اور الفت بنص حدیث موقوف ہے تعارف عالم ارواح پر، جو حقیقت ہے مناسبت فطری کی، اور یہی مناسبت ہے جس کے نہ ہونے پر مشائخ طالب کو اپنے پاس سے دوسرے شیخ کے پاس جس سے مناسبت مظنون یا مکشوف ہو بھیج دیتے ہیں۔

۱۳۲- قول، مظہریت انسان للحق (انسان کا حق تعالیٰ کا مظہر ہونا)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”لما خلق اللہ آدم علی صورته“. الحدیث (أخرجه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ظہور صفات کی حالت پر پیدا کیا“ آگے حدیث کا پورا مضمون ہے۔

ف: حدیث کے جو معنی شراح کے نزدیک مشہور ہیں کہ ”صورته“ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اس بناء پر یہ حدیث صوفیاء کے اس قول مشہور کا اثبات کرتی ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ کا مظہر کہتے ہیں، جس کی مختصر شرح یہ ہے کہ انسان ایک مصنوع عجیب ہے حق تعالیٰ کا، اور مصنوع سے استدلال ہوتا ہے صانع کے وجود اور صفات کمال پر، پس اس معنی کے اعتبار

۱۴ بخاری: احادیث الأنبياء، الأرواح جنود مجنودة. رقم: ۳۳۳۶، عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلم: البر، الأرواح جنود مجنودة. رقم: ۱۵۹، ۱۶۰ (۲۶۳۸) أبو داؤد:

الادب، من یومر أن یجالس، رقم: ۳۸۳۳، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۵ بخاری: الاستئذان، بدء السلام. رقم ۶۴۲۷.

سے مصنوع گویا صانع کا ظہور یعنی ذریعہ ظہور ہے اور اسی اعتبار سے مطلق خلق کو بھی مظهر حق کہہ دیتے ہیں، اور بعض تفاسیر اس قول کی اور بھی ہیں، جن میں سے بعض کی بناء پر خاص عارف ہی کو مظهر کہتے ہیں وہ تفاسیر کلید مثنوی میں ذکر کی گئی ہیں، حدیث سب کی اصل ہو سکتی ہے، ”لان الصورة بمعنی الظهور“ مفہوم عام نکلا۔

۱۳۳- قول، ”از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است“

(مومن کا دل کعبہ اللہ سے ہزاروں درجہ افضل ہے)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه نظر يوماً الى الكعبة فقال: ما اعظمک وما اعظم حرمتک والمؤمن اعظم حرمة عند اللہ تعالیٰ منک. (أخرجه البخاری)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دن کعبہ شریف کی طرف دیکھا، اور فرمایا کہ تیری بڑی شان ہے اور تیری بڑی حرمت ہے اور مومن اللہ کے نزدیک حرمت میں تجھ سے بھی زیادہ ہے۔

ف: اس حدیث سے اس قول مشہور کا پورا اثبات ہوتا ہے: کیوں کہ حدیث میں مومن کو جو کعبہ سے اعظم کہا گیا ہے، تو مدار اس کا ایمان ہے اور موصوف بالایمان قلب ہے پس قلب مومن کا افضل ہونا کعبہ سے ثابت ہوا، اور اعظم کو مطلق فرمایا اس لئے ہزار درجہ اعظم کہنا بھی بروئے حدیث گنجائش رکھتا ہے اور از ہزاراں بہتر کہنے کا حاصل یہی ہے کہ ہزاروں درجہ از کعبہ بہتر است، اسی طرح بعض بزرگوں کے کلام میں قلب کو تجلی گاہ حق کہنا وارد ہے، اس حدیث سے اس کی بھی اصل نکل سکتی ہے، کیوں کہ جب کعبہ تجلی گاہ حق ہے تو افضل من الکعبہ کو بدرجہ اولیٰ تجلی گاہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے، باقی یہ ظاہر ہے کہ یہ فضیلت جزئی ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان کو جہت سجدہ بھی بنا دیا جائے۔

۱۳۴- اصلاح، احتیاط و راتخاؤ شیخ (پیر بنانے میں احتیاط ضروری ہے)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

الہ ترمذی: البر والصلۃ، تعظیم المومن. رقم: ۲۰۳۲، وقال: حسن غریب، قلنا: وأخرجه ابن ماجہ، الفتن، حرمة دم المؤمن وماله. رقم: ۳۹۳۱.

”المرء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل“۔ (اخرجه أبو داؤد والترمذی)  
 ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا کہ: ”آدمی اپنے دوست کے طریق پر ہوتا ہے، سو زادیکھ بھال لیا کرے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔“  
 ف: ظاہر ہے کہ پیر سے اعلیٰ درجہ کی محبت ہوتی ہے، اور جب معمولی دوستی دین کے  
 اندر موثر ہے تو اتنی بڑی دوستی تو اس تاثیر سے کیسے خالی رہے گی، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ پیر کے  
 عقائد و اعمال و اخلاق کا اثر ہر مرید میں سرایت کرتا ہے، اگر زیادہ نہیں تو کم از کم استحسان  
 ہی کے درجہ میں ضرور اثر کرتا ہے، یعنی مریدان امور کو مستحسن سمجھتا ہے، پس اگر پیر کی حالت  
 خراب ہوئی تو مرید کا خراب ہونا ظاہر ہے، اس لئے تلاش پیر میں بڑی احتیاط چاہئے اس  
 میں زیادہ تر بے اعتنائی کی جاتی ہے جس کی اصلاح واجب ہے۔

## ۱۳۵- اصلاح، احتجاب مریدہ از شیخ

(مریدنی کو پیر سے پردہ کرنا ضروری ہے)

عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”الا  
 لا یخلون رجل بامرأة الا کان ثالثهما الشیطان“۔ (اخرجه الشیخان وأبو داؤد)  
 ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا  
 کہ: ”سن رکھو! کوئی مرد کسی عورت کے پاس تنہائی میں نہیں ہوتا مگر تیسرا وہاں شیطان ہوتا ہے۔“

ف: یہ ظاہر ہے کہ جب پردہ نہیں ہوتا تو بعض اوقات تنہائی بھی ہو جاتی ہے اور بعض  
 اوقات گونپاہر آ تنہائی نہیں ہوتی، مگر چوں کہ وہاں سب عورتیں اس مرد کی نامحرم ہی ہوتی ہیں  
 اور کسی عورت کا محرم بھی وہاں نہیں ہوتا اس لئے حکماً وہ بھی تنہا ہی ہے، پس بے پردگی کے

۱ ابو داؤد: الأدب، من یومر أن یجالس رقم: ۳۸۳۳، قال المنذری: وفي اسنادہ  
 موسی بن وردان وقد ضعفه بعضهم وقال: بعضهم: لا بأس به ورجح بعضهم فی هذا الحدیث  
 الارسال، ترمذی: الزهد (الرجل علی دین خلیلہ) رقم: ۲۳۷۸، وقال: حسن غریب

۲ قلت: ما وجدته فی ”الصحيحین“ للبخاری ومسلم و (السنن) لأبی داؤد، وأخرجه  
 الترمذی: الفتن، لزوم الجماعة، رقم: ۲۱۶۵، وقال: حسن صحيح غریب، وابن ماجه  
 نحوه: الأحكام، كراهية الشهادة لمن لم يستشهد رقم: ۲۳۶۳) والنسائی: (الكبرى)  
 نحوه، عشرة النساء خلو الرجل بالمرأة. رقم: ۱۰۳۱۸.



لئے خلوت منہی عنہا عادتاً لازم ہے، نیز بے پردگی میں دوسرے مفاہد بھی ہیں، اس لئے آج کل جو رسم قبیح ہے کہ مریدنی پیر سے پردہ نہیں کرتی اس کا انسداد و اصلاح واجب ہے۔

### ۱۳۶- مسئلہ، امتناع رویت درونیا (دنیا میں اللہ کی رویت ممنوع ہے)

عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخمس کلمات وفيہا: "حجابہ النور لو کشفته لاحت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ". (آخر جہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر پانچ مضمون بیان فرمائے، ان میں یہ بھی مضمون تھا کہ: "اللہ تعالیٰ کا حجاب نور ہے، اگر وہ اس نور کو اٹھا دے تو اس کے انوارِ جلال ذاتی تمام مخلوق کو جہاں تک اللہ تعالیٰ کی نگاہ پہنچے سب کو جلادے، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر تمام مخلوق کو محیط ہے، مطلب یہ ہوا کہ تمام مخلوق اس کے نور ذات سے سوختہ ہو جائے۔

ف: اکثر جہلاء صوفیا کا اعتقاد ہے کہ سالک کو دنیا ہی میں مثل آخرت کے اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو سکتا ہے، یہ حدیث اس اعتقاد کی تغلیط کرتی ہے، ان لوگوں کو اپنے اس اعتقاد کی اصلاح واجب ہے۔

### ۱۳۷- دنیا میں رویت باری کا امتناع

عن عمر بن ثابت الانصاری انہ اخبرہ بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم حذر الناس الدجال: "انہ مکتوب بین عینیہ کافر یقرأہ من کرہ عملہ، او یقرأہ کل مومن"..... وقال: "تعلموا انہ لن یرى احد منکم ربہ حتی یموت". (رواہ مسلم)

ترجمہ: بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس روز دجال سے ڈرایا، یوں بھی فرمایا کہ: "اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں کافر لکھا ہوا ہوگا جو شخص اس کے عمل کو ناپسند کرے گا وہ اس کو پڑھ لے گا، یا یہ فرمایا کہ ہر مومن اس کو پڑھ لے گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ: "خوب جان رکھو! کہ

۱۔ مسلم: الايمان، قوله عليه السلام: ان الله لا ينام. رقم: ۲۹۳ (۱۷۹) قلنا: واخرجه

ابن ماجة، المقدمة، فيما انكرت الجهمية. رقم: ۱۹۶

۲۔ مسلم: الفتن، ذكر ابن الصياد. رقم: ۳۵۶ (۱۶۹)

مرنے سے پہلے تم میں سے کوئی شخص اپنے رب کو ہرگز نہیں دیکھ سکتا“ (اور دجال کو سب دیکھیں گے پس ثابت ہوا کہ وہ رب نہیں ہے)

ف: اس میں اعتناع رویت در دنیا اور زیادہ وضاحت و صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔

## ۱۳۸- خلق، رفق بر اقوال و افعال جاہلان

(جہلاء کی حرکات پر نرمی اور تحمل سے پیش آنا)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اعرابیا دخل المسجد، ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس، فصلی رکعتین ثم قال: اللہم ارحمنی ومحمداً ولا ترحم معنا احداً، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ((لقد تحجرت واسعا)) ثم لم یلبث ان بال فی المسجد فاسرع الیہ الناس، فنہاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وقال: ((انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین، صبوا علیہ سجلاً من ماء)) او قال: ((ذنوباً من ماء))۔ (أخرجه الخمسة الامسلاً وهذا لفظ ابی داؤد والترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی مسجد میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، اور اس نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر دعا کی اے اللہ! مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت فرما اور (اس رحمت میں) ہم دونوں کے ساتھ کسی کو شریک مت کر (وہ یوں سمجھا کہ شاید رحمت محدود ہوگی اگر اور لوگ بھی شریک ہوں گے تو ہمارا حصہ گھٹ جائے گا) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”(بھلے مانس) تو نے ایک غیر محدود چیز کو (بزعم خود) محدود کر دیا“، پھر زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا لوگ اس کی طرف روکنے کے لئے دوڑے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ: ”تم آسانی کرنے کو آئے ہو سختی کرنے نہیں آئے اس پیشاب پر ایک ڈول پانی بہا دو۔“

۱ بخاری: الوضوء، صب الماء علی البول فی المسجد. رقم: ۲۲۰، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قلنا: وأخرجه مسلم، الطہارۃ، وجوب غسل البول وغیرہ من النجاسات اذا حصلت فی المسجد. رقم: ۱۰۰ (۲۸۵) عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، أبو داؤد: الطہارۃ، الأرض یصیبها البول. رقم: ۳۸۰، ترمذی: الطہارۃ، البول یصیب الأرض. رقم: ۱۳۷، وقال: حسن صحیح، نسائی: الطہارۃ، ترک التوقیت فی الماء. رقم: ۵۶، قلنا: وأخرجه ابن ماجہ، الطہارۃ، الأرض یصیبها البول کیف تغسل. رقم: ۵۲۹ کلہم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ف: اکثر بزرگوں کی عادت رہی ہے کہ جہلاء کی حرکات پر تشدد نہیں کرتے بلکہ نرمی اور تحمل سے پیش آتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات کم فہموں کو مدہانت کا شبہ ہو جاتا ہے، سو اس حدیث سے ایسے امور میں غایت نرمی اور ضبط کا اثبات ہوتا ہے اور مدہانت وہ ہے جس میں اپنی کوئی دنیاوی غرض ہو اور جہاں مصلحت دینیہ ہو وہ محمود ہے۔

## ۱۳۹- قول، جہاد باشیطان

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بعد ذکر فضل بعض الاعمال: "فذلکم الرباط، فذلکم الرباط، فذلکم الرباط".  
(اخرجه مسلم ومالك والترمذی والنسائی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اعمال کی فضیلت ذکر کر کے ان اعمال کی نسبت فرمایا کہ: "یہ مورچہ بندی ہے، یہ مورچہ بندی ہے"، (یعنی شیطان کے ساتھ جو مسلمان کا محاربہ رہتا ہے ان اعمال کو کرنا گویا اپنی سرحد کی حفاظت ہے)

ف: ہمارے پیر و مرشد علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ "جہاد اکبر" میں سالک کی لڑائی لشکر شیطان و نفس سے قرار دے کر نہایت نفیس اور مفصل مضمون لکھا ہے، یہ حدیث اس مضمون کی صریح اصل ہے کیوں کہ رباط محاربہ میں ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہاں محاربہ نفس و شیطان ہی سے ہے۔

## ۱۴۰- حال، لذت و درحالت قرأت

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل، فلما خرج الرجلان الی فم الشعب اضطجع المهاجری، وقام الأنصاری یصلی، فاتی الرجل، فلما رأى شخصه عرف انه رنية فرماه بسهم، فوضعه فيه، فنزعه حتى رماه بثلاثة اسهم ثم ركع وسجد، ثم انبه صاحبه، فلما عرف انهم قد نذروا به هرب، فلما رأى المهاجری ما بالأنصاری من الدعاء قال: سبحان الله! الا انبهتني اول مارمى

الح مسلم: الطهارة، فضل اسباغ الوضوء على المكاره. رقم: ۴۱ (۲۵۱) ترمذی: الطهارة، اسباغ الوضوء. رقم: ۵۱، ۵۲، وقال: حسن صحيح، نسائی: الطهارة الفضل فی اسباغ الوضوء. رقم: ۱۳۳، موطا: السفر، انتظار الصلاة والمشی اليها. رقم الصفحة: ۵۶ مکتبہ تہانوی.

لك! قال: كنت في سورة اقرأها فلم احب ان اقطعها. (اخرجه، ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک قصہ میں روایت ہے کہ جب دونوں شخص (کہ صحابی تھے) گھاٹی کے منہ پر پہنچے تو مہاجر لیٹ گئے اور انصاری (جن کی باری پہرہ دینے کی تھی) نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے، اتنے میں ایک شخص (جو کفار کا جاسوس تھا) آیا جب اس نے اس انصاری کو دیکھا سمجھ گیا کہ یہ ننگراں ہیں، پس ان کے ایک ایسا تیر مارا کہ ان کے بدن میں پرو دیا، انہوں نے نکال کر پھینک دیا یہاں تک کہ تین تیر مارے، پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر نماز سے فارغ ہو کر (اپنے ساتھی مہاجر) کو جگایا، جب اس جاسوس کو معلوم ہوا کہ لوگوں کو میری خبر ہو گئی ہے تو وہ بھاگ گیا اور جب مہاجر نے انصاری کو خوناں خون دیکھا تو (تعجب سے کہا) سبحان اللہ! تم نے مجھ کو اول ہی تیر مارنے پر کیوں نہ جگایا، کہنے لگے کہ میں ایک سورت پڑھنے میں مشغول تھا مجھ کو اس کا قطع کرنا اچھا نہ معلوم ہوا۔

ف: نماز اور قرآن اور اطاعت میں لذت حاصل ہونا ایک حال رفیع ہے اور ان صحابی کی حالت اس کے محمود ہونے کی دلیل ہے: کیوں کہ عدم قطع کو ”لم احب“ سے معلل فرمانے کی یہی توجیہ ہو سکتی ہے۔

### ۱۴۱- عادت، حلق موئے سر (سر کے بال منڈانا)

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”من ترک موضع شعرة من جنابة لم یغسلها فعل به کذا وکذا من النار“ قال علی: فمن ثم عادت راسی ثلثا وکان یجز شعره. (اخرجه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”جو شخص جنابت میں ایک بال کی جگہ بھی بے وضو کئے چھوڑ دے دوزخ میں اس کا

۱ ابو داؤد: الطہارۃ، الوضوء من الدم. رقم: ۱۹۸، وسکت عنہ المنذری

۲ ابو داؤد: الطہارۃ، الغسل من الجنابة. رقم: ۲۳۹، قال المنذری: فی اسنادہ عطاء بن السائب، وقد وثقه ایوب السختیانی، وأخرج له البخاری: حدیثنا مقرونا بأبی بشر. وقال یحییٰ بن معین: لا یحتج بحدیثہ، وتکلم فیہ غیرہ، وقال: کان تغیر فی اخر عمرہ..... وقال الامام أحمد: من سمع منه قديماً فهو صحيح، ومن سمع منه حديثاً لم یکن بشیء، ووافقہ علی هذا التفرقة غیر واحد، قلنا: وأخرجہ ابن ماجہ، الطہارۃ، تحت کل شعر جنابة. رقم: ۵۹۹.

ایسا ایسا حال ہوگا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بس اسی وقت سے میں اپنے سر کا دشمن ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی کہ اپنے سر کے بال قطع کر دیتے تھے۔

ف: اکثر مشائخ کی عادت ہے کہ سر کے بال منڈا دیتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل اس عادت کا ماخذ ہے اور مصلحت اور مبنی اس کا خود حدیث مرفوع میں مذکور ہے کہ احتیاط ہے غسل میں اور دوسری مصلحتوں کا ہونا بھی اس کے منافی نہیں، مثلاً بالوں کی خدمت میں شغل قلب کا ہونا یا بعض اشغال کی حرارت سے بالوں کا موڑی ہونا۔

### ۱۴۲- رسم، حلق شعر وقت البیعة (بیعت کے وقت بال منڈوانا)

عن عثیم بن کثیر بن کلیب عن ابیہ، عن جدہ انہ جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: قد اسلمت فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "القی عنک شعر الکفر" یقول: احلق. الحدیث. (اخرجه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت کلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اسلام قبول کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حالت کفر کے بال اترواؤ الؤ"، یعنی سر منڈوا دو۔

ف: بعض مشاء کا معمول منقول ہے کہ مرید کرنے کے وقت اس کی موتراشی کرتے تھے اس کی اصل اور مصلحت کہ زمانہ معصیت کے اثر کو زائل کرنا ہے، حدیث میں مذکور ہے۔

### ۱۴۳- عادت، خدمت اہل شیخ بعدہ

(شیخ کی عدم موجودگی یا وفات کے بعد اس کے اہل و عیال کی خدمت کرنا)

عن اسلم قال فی حدیث طویل، وکان عند عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحاف تسع فلا تكون فاکهة ولا طریقة الا جعل منها فی تلک الصحاف، فیبعث بہا الی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث. (اخرجه مالک)

ترجمہ: اسلم سے حدیث طویل میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نو طباق

۱- ابوداؤد: الطہارۃ، الرجل یسلم فیومر بالغسل. رقم: ۳۵۶، قال: المنلری: قال عبد الرحمن بن ابی حاتم: کلیب - والدعیم - بصری. روی عن ابیہ مرسل. هذا اخر کلامہ. وفيه أيضا: رواية عن موطا للامام مالک: الزکاة، جزیة اهل الكتاب: ص: ۲۲ | مکتبہ تہانوی.

تھے، سو کوئی میوہ یا اور کوئی عمدہ چیز نہیں ہوتی تھی مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ان طباقوں میں لگا کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس (کہنو تھیں) بھیجا کرتے تھے۔

ف: عام اہل طریق کا عمل ہے کہ پیر کی غیبت یا وفات کے بعد ان کے اہل و عیال کی خدمت لازمی طور پر کرتے ہیں، یہ حدیث اس کے محمود ہونے میں صریح ہے۔

### ۱۴۴- عادت بعض، ترک اللحم (گوشت چھوڑنا)

عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ایاکم واللحم فان له ضراوة كضراوة الخمر وان الله يبغض اهل البيت للحميين. (اخرجه مالک)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ گوشت (کی کثرت) سے احتیاط رکھا کرو: کیوں کہ اس کی خواہش بھی ایسی ہو جاتی ہے جیسے شراب کی طلب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے گھروالوں کو پسند نہیں کرتے جن کو گوشت کھانے کی (لازمی) عادت ہو جائے۔

ف: بعض درویش دیکھے گئے ہیں کہ گوشت نہیں کھاتے سو اس میں تفصیل ہے اگر اس ترک کی وہ مصلحت ہے جو حدیث میں مذکور ہے یعنی تسہیل قوت بہیمیہ جو مفضی الی المعاصی ہو جاتی ہے، تب تو اس کا مثبت صحیح اور موافق حدیث کے ہے، البتہ گاہ گاہ کھالینا مناسب ہے کہ صورتہ تحریم حلال نہ ہو، اور اگر اس کو کچھ قرب الہی میں دخل سمجھتے ہیں تو بدعت ہے، اور اگر عملیات وغیرہ اس کا سبب ہے تو بناء العیب علی العیب ہے اور اگر اس کا منشاء ذبح کو خلاف ترجم علی الحیوان سمجھنا ہے تو الحاد فی الدین ہے۔

### ۱۴۵- عادت، تقلیل لذات (لذات کو کم سے کم استعمال کرنا)

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ادر کنی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفيه قال: او كلما اشتھیت شبتا اشتريتہ؟ حسب احدکم من السرف ان یا کل کلمما اشتھی. (اخرجه مالک)

الموطا: جامع ماجاء فی الطعام والشراب، ماجاء فی اکل اللحم، اختصاراً علی الجزء الاول فقط. ص: ۳۷۳ تھانوی.

قلت: ما وجدناه فی "الموطا" للامام مالک وذكره السيوطی فی الدر المنثور فی تفسیر اية: ﴿اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا﴾ وعزاه الی سنن سعید بن منصور، والحاکم (۳۵۵/۲) والبیہقی فی الشعب: وذكر نحوه القرطبی فی تفسیرہ ۲۰۲/۱۲.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تم کو جب کسی چیز کی رغبت ہوتی ہے تم اس کو خرید ہی لیتے ہو؟ آدمی کے مسرف ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جس چیز کو جی چاہا کرے وہی کھالیا کرے۔

ف: قریب قریب کل اہل طریق تقلیل لذات کا ایک خاص درجہ میں اہتمام رکھتے ہیں، جو مدلول ہے حدیث کا اور یہ ایک شعبہ ہے مجاہد کا۔

### ۱۴۶- رسم، نذرانہ تعویذ (تعویذ پر نذرانہ لینا)

عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کنا فی سفر وفی الحدیث قصة اللدیغ وفیہ فقال: مارقت الابام الكتاب، قلنا: لاتحدثوا شینا حتی ناتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمساله، فلما قدمنا ذکرناہ له فقال: وما یدریک انہا رقیۃ؟ اقسما واضربوا لی بسہم. (أخرجه الخمسة الانسانی)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے اور اسی حدیث میں مارگزیدہ کا قصہ ہے اور اس میں یہ ہے کہ ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نے (اس مارگزیدہ کو) صرف سورہ فاتحہ سے جھاڑا تھا (وہ اچھا ہو گیا اور جو معاوضہ میں سو بکریاں ٹھہری تھیں وہ وصول کر لیں پھر) ہم نے (باہم) کہا کہ ابھی (ان بکریوں کے بارے میں) کوئی نئی بات (تصرف وغیرہ) مت کرنا یہاں تک کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر (حکم شرعی) دریافت کر لیں، سو ہم جب حاضر ہوئے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تعجب سے) فرمایا کہ: ”تم کو کیسے خبر ہو گئی کہ سورہ فاتحہ جھاڑ بھی ہے، (پھر ان کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ) ان بکریوں کی تقسیم کر لو اور میرا حصہ بھی لگانا“، (یہ اس لئے فرمایا کہ اس کے حلال ہونے میں شبہ نہ رہے)

۱- بخاری: الطب، الرقی بفتح الکتاب. رقم: ۵۷۳۶، مسلم: السلام، جواز اخذ الأجرۃ علی الرقیۃ بالقران. رقم: ۶۶ (۲۲۰۱) أبو داؤد: البیوع، کسب الأطباء. رقم: ۳۳۱۸ ترمذی: الطب، أذ الأجر علی التعویذ. رقم: ۲۰۶۳ قلنا: وأخرجه ابن ماجہ، التجارات، أجر الرافی. رقم: ۲۱۵۶

ف: بعضے تعویذوں میں نذرانہ ٹھہرایا لے لینا بعضے بزرگوں کا معمول ہے اس کا جائز ہونا اور بزرگی کے منافی نہ ہونا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ عمل خلاف شرع نہ ہو اور اس میں کسی قسم کا خداع نہ ہو جس کی تفصیل رسالہ، ”النتی“ میں لکھ دی ہے، البتہ خود تعویذ گنڈوں کا مشغلہ غیر منتہی کے لئے بوجہ ہجوم عوام و مرجعیت انام کے مضر باطن ہے۔

## ۱۳۷- رسم، تقاویل از قرآن یا کتب بزرگان

(قرآن پاک یا بزرگوں کی کتابوں سے فال لینا)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لا عدوی ولا طيرة ويعجبني الفال" قالوا: وما الفال؟ قال: "كلمة طيبة" (أخرجه الخمسة الا النسائي)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: ”بیماری لگنا (اس طرح کہ تخلف ہی نہ ہو) کوئی چیز نہیں اور بد شگون کوئی چیز نہیں اور مجھ کو فال نیک اچھی معلوم ہوتی ہے“، لوگوں نے پوچھا کہ فال نیک کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ: ”کوئی دل خوش کن کلمہ ہے“ (کہ کان میں پڑ جائے اور اس کو مطلب سے کچھ مناسبت ہو جیسے کوئی شخص گمشدہ چیز کو تلاش کرتا تھا، اتفاق سے کسی شخص نے دوسرے کو واجد علی نام لے کر پکارا جس کے معنی ہیں پالنے والا تو وہ شخص اس کو سن کر خوش ہو گیا)

ف: بعض اہل عقیدت کو دیکھا گیا ہے کہ کسی ظاہری یا باطنی حاجت کے بارے میں قرآن مجید یا دیوان حافظ یا مثنوی مولوی رومی سے فال لیتے ہیں، اس حدیث میں اس کی حقیقت بیان کی گئی ہے، اگر اسی حد تک ہو مضانقہ نہیں اور حاصل اس کا رجاء من اللہ تعالیٰ باسباب الرجاء ہے، جو بلا تقاویل بھی امور محمودہ میں سے ہے اگر اس سے تجاوز نہ کیا جائے، مثلاً اس بزرگ کو حاضر و ناظر یا اس جواب کو ان کا تصرف یا اس مضمون کو فیصلہ

۱۵ بخاری: الطب، باب الفال. رقم: ۵۷۵۶، مسلم: السلام، الطيرة والفال وما يكون فيه التشاؤم رقم: ۱۱۱ (۲۲۳۳) أبو داؤد: الطب، باب في الطيرة. رقم: ۲۹۱۵، ترمذی: السير، ماجاء في الطيرة. رقم: ۱۶۱۵، وقال: حسن صحيح، قلنا: وأخرجه ابن ماجه، الطب، من كان يعجبه الفال ويكره الطيرة. رقم: ۳۵۳۷



قطعاً سمجھا جائے تو مذموم اور بدعت قریب بشرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اسی سے لوٹا گھما کر چور معلوم کرنے کا گناہ معلوم ہو گیا ہوگا۔

## ۱۲۸- عادت، عدم تصدی یعنی ورپے کے نشدن (کسی کے پیچھے نہ پڑنا)

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "نعم الرجل الفقیہ فی الدین ان احتیج الیہ نفع، وان استغنیٰ عنہ اغنیٰ نفسه. (أخرجہ زرین)  
ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "دین کا عالم بھی خوب ہوتا ہے، اگر اس کے پاس کوئی (دینی) احتیاج پیش کرے تو نفع پہنچا دے (یعنی دین کی تعلیم کرے) اور اگر کوئی اس کے پاس احتیاج نہ پیش کرے تو وہ بھی اپنے آپ کو بے پرواہ کر کے رکھے۔"

ف: جماعت صوفیاء میں اکثر کامسک نصیحت کے باب میں یہ ہے کہ زیادہ کسی کے پیچھے نہیں پڑتے ایک دو بار کہہ کر اپنا حق ادا کر دیا اگر مان لیا بہتر در نہ اپنے شغل میں لگتے ہیں، "اغنیٰ نفسه" اپنے عموم سے اس عادت کا ماخذ ہے اور دوسری جزئی اس کی یہ بھی ہے کہ اپنی ویوی حاجت ان کے سامنے پیش نہیں کرتا مگر بقرینہ مقارنت استغنیٰ جزئی اول اقرب ہے۔

## ۱۲۹- مسئلہ، توارث نسبت (نسبت باطنی کا متوارث ہونا)

عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "ان العلماء ورثة الانبیاء" (أخرجہ أبو داؤد)  
ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ: "علماء وارث ہوتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے۔"  
ف: اہل طریق میں مشہور ہے کہ نسبت باطنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متوارث

۱- الفردوس للدیلمی ۲۵۱/۴ رقم: ۶۷۴۲۔ ۲- وکذا قوله تعالیٰ، أما من استغنیٰ فانت له تصدی ۱۲۔ ۳- قلنا: وأخرجہ البخاری، العلم، العلم قبل القول والعمل. (تعلیقا أبو داؤد: العلم، فضل العلم. رقم: ۳۶۴۱، قلنا: وأخرجہ ابن ماجہ، المقدمة، فضل العلماء والحث علی طلب العلم، رقم: ۲۲۳۔

چلی آتی ہے، اس حدیث سے اس کا اس طرح اثبات ہوتا ہے کہ دوسری حدیثوں سے علم کا مصداق و حقیقی علم فی القلب ثابت ہوتا ہے، اور اس کو موروث عن الانبیاء فرمایا، یہی حاصل ہے مسئلہ مذکورہ کا، اور انبیاء کے جمع لانے کی یہ توجیہ ہے کہ ہر امت کے علماء کو یہ دولت اپنے اپنے پیغمبر سے پہنچی خواہ بواسطہ یا بلا واسطہ۔

## ۱۵۰- اصلاح، کف لسان عن الدقائق عند العوام

(عوام کے سامنے تصوف کی باریکیاں بیان کرنے سے گریز کرنا چاہئے)

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: حدثوا الناس بما یعرفون التحبون ان یکذب اللہ ورسولہ. (أخرجہ البخاری)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کے سامنے ایسی بات کرو جس کو وہ سمجھیں، کیا (سمجھ سے باہر باتیں کر کے) تم اس کو پسند کرتے ہو کہ خدا اور رسول کی تکذیب کی جائے (یعنی جب وہ بات قرآن و حدیث سے صراحتاً یا استدلالاً ثابت ہے تو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کہی ہوئی ہو اور چونکہ سمجھ سے باہر ہے اس لئے عوام کریں گے اس کی تکذیب، پس تم سب ہوئے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے اور چوں کہ ضروریات دین میں سے کوئی امر ایسا نہیں ہے لہذا یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس میں بعض دین کا کتمان لازم آتا ہے)

ف: بعض بے باک صوفی عوام کے سامنے بے تکلف تصوف کے دقائق بیان کر بیٹھتے ہیں، بعض عوام تو ان کو خلاف شریعت سمجھ کر ان کی تکذیب کرتے ہیں اور بعض باوجود ان کی حقیقت نہ سمجھنے کے ان کو مان کر قواعد مشہورہ شرعیہ کے منکر ہو جاتے ہیں، سو ہر حال میں اللہ و رسول کی تکذیب کا تحقق ہوا، "والثانی اشد من الأول" اس حدیث میں اس عادت کی ممانعت ہے۔

## ۱۵۱- مخاطب کی عقل کی مطابق کلام کرنے کی ضرورت

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال: ما انت بمحدث قوماً حديثاً لا يبلغه عقولهم، الا كان لبعضهم فتنه. (أخرجہ مسلم)

۱ بخاری: العلم، من خص بالعلم قوما دون قوم كراهية أن لا يفهموا. رقم: ۱۲۷

۲ مسلم: فی مقدمة كتابه، النهی عن الحديث بكل ماسمع. رقم: ۱۳

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم کسی قوم سے ایسی بات کرو گے کہ وہاں تک ان کی عقل کی رسائی نہ ہو تو وہ ضرور بعضوں کے لئے خرابی کا باعث ہوگی۔  
 ف: اس حدیث سے بھی وہی مضمون ثابت ہوتا ہے جو اس کے قبل کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

## ۱۵۲- رسم، کتابت ملفوظات

عن ابن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کنت اکتب کل شیء سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنہتہ قریش وقالوا: تکتب کل شیء تسمعه ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشریتکلم فی الرضا والغضب، فامسکت عن الكتابة حتی ذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاوما باصبه الی فمه وقال: "اکتب لوالدی نفسی بیده ما یخرج منه الا حق". (أخرجہ أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا اس کو لکھ لیا کرتا تھا، قریش نے مجھ کو منع کیا اور کہا کہ تم سب کچھ لکھ لیتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آخر) بشر ہیں خوشی اور ناخوشی ہر حالت میں کلام فرماتے ہیں (اور ناخوشی میں احتمال ہوتا ہے کلام میں کمی بیشی ہو جانے کا) میں لکھنے سے رک گیا یہاں تک کہ میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک سے اپنے ذہن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس منہ سے بجز حق بات کے اور کچھ نہیں نکلتا (نہ حالت رضا میں نہ حالت غضب میں یعنی ہم دوسروں لوگوں کی طرح مغلوب الغضب نہیں ہوتے کہ غصہ میں جو چاہے منہ سے نکل گیا)

ف: اکثر معتقدین اپنے معتقد علیہم کے ملفوظات جمع کیا کرتے ہیں، اس حدیث سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے اور جواز کے ساتھ یہ بھی تاکید نکلتی ہے کہ اس جمع میں نہایت احتیاط درکار ہے: کیوں کہ مشائخ میں بشریت مظنہ ہے صدور خطا کا اور مانع عن الخطا یعنی عصمت متحقق نہیں۔

## ۱۵۳- رسم، کتابت ارشاد ربانی یا شجرۂ سند برائے مرید (پیر کے ملفوظات یا شجرۂ سند مرید کو لکھوانا)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فذکر قصۃ فی الحدیث، فقال ابو شاہ: اکتبوا لی یا رسول اللہ! فقال: "اکتبوا لابی شاہ". (أخرجه الترمذی وصححه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا، پھر راوی نے حدیث میں ایک مضمون ذکر کیا ہے، (خطبہ سن کر) ابو شاہ نے عرض کیا کہ یہ مضمون مجھ کو لکھ دیجئے یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو شاہ کو لکھ دو۔"  
ف: اس حدیث سے ربانی تلقین و ارشاد کئے ہوئے امر کے مقید بالکتابتہ کر دینے کا موافق سنت ہونا ثابت ہوا، اہل طریقت کی یہ سب عادتیں اس میں داخل ہو گئیں: ذکر و شغل کا طریقہ یاد کے لئے لکھ کر دے دینا، شجرہ لکھ کر دینا، سند خلافت لکھ دینا۔

## ۱۵۴- مسئلہ، ضرورت تکوینیہ قبائح در عالم

(تکویناً دنیا میں قبائح یعنی کفر و معصیت کا وجود بھی مطلوب ہے)

عن ابی ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لولا انکم تذنبن للذہب اللہ تعالیٰ بکم وخلق خلقاً یذنبون فیغفرلہم". (أخرجه مسلم والترمذی)

ولمسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نحوہ وزاد فیستغفرون.  
زاد رزین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "والذی نفسی بیدہ لو لم تذنبا لخشیت علیکم ما هو اشد منه وهو العجب".

۱- ترمذی: العلم، الرخصة فيه. رقم: ۲۶۶۶، وقال: حسن صحيح.

۲- مسلم: التوبة، سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة. رقم: ۹ (۲۷۳۸) عن ابی ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ترمذی: الدعوات، باب (لولا انکم تذنبن لخلق اللہ خلقاً یذنبون فیغفرلہم) رقم: ۳۵۳۹، وقال: حسن غریب. عن ابی ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، و مسلم: ایضاً فی المصدر السابق، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ. رقم: ۱۱ (۲۷۳۹) وزاد رزین: والذی نفسی بیدہ لو لم تذنبا لخشیت علیکم ما هو اشد منه وهو العجب، ذکرہ الذہبی: فی میزان الاعتدال فی ترجمۃ سلام بن ابی الصہباء. وقال: ما احسنہ من حدیث لوضح.

ترجمہ: حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو اس عالم سے لے جاتا اور ایک مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتے، پھر (حسب زیادت روایت مسلم) وہ استغفار کرتے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرتا“، (روایت کیا اس کو مسلم اور ترمذی نے)

اور رزین نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو مجھ کو اس سے زیادہ سخت چیز کا تم پر اندیشہ تھا اور وہ عجب یعنی خود بینی ہے۔“

### ف: اقتضاء اسماء الہیہ ظہورہ دیگر

(حق تعالیٰ کے تمام اسماء مقتضی ظہور ہیں)

### ف: تعلیم، حکمت بعض انواع قبض

اول کے دو مسئلے مسلم اور ترمذی کی روایت سے ثابت ہوتے ہیں، اول مسئلے کی تقریر یہ ہے کہ محققین نے فرمایا ہے کہ عالم میں تشریحاً تو صرف ایمان و طاعت ہی مطلوب ہے مگر تکویناً کفر و معصیت بھی ضروری التحق و مطلوب الوجود ہے۔

اور دوسرا مسئلہ جو بمنزلت حکمت مسئلہ اولی کے ہے اس کی تقریر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے تمام اسماء جمیل ہیں اور جمیل ہونے کی وجہ سے مقتضی ظہور ہیں اور ہر ایک کا ظہور خاص خاص حوادث کے تحقق کو مقتضی ہے۔

حدیث کی دلالت مسئلہ اولیٰ پر ظاہر ہے کہ ذنوب کی ضرورت صدور کو کس اہتمام سے فرمایا، اور مسئلہ ثانیہ پر نیز دلالت لیغفرلہم میں تامل کرنے سے معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ حکمت اس ضرورت مذکورہ کی اپنی مغفرت کو فرمایا جس کی تقریر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک غفار بھی ہے، اس کا ظہور اسی طرح ہے کہ عالم میں ذنوب کا وجود ہو اور اس سے غفار کا تعلق ہو، ان ہی دونوں مسئلوں کی طرف حافظ شیرازی نے نہایت لطیف طور پر اس شعر میں اشارہ کیا ہے:

درکارخانہ عشق از کفر ناگزیر است      آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

کارخانہ عشق سے مراد کارخانہ عالم ہے بوجہ اس کے کہ حسب قول مشہور ”فاحببت  
 أن أعرف فخلقت الخلق،، سبب خلق عالم کا، حب و معرفت ہے اور حب و عشق باہم  
 مترادف ہیں، پس حاصل یہ ہوا کہ منتقم مثلاً مقتضی ظہور ہے اور وہ موقوف ہے وجود کفر پر، اور  
 یاد رکھنا چاہئے کہ اقتضاء سے مراد اقتضاء اضطراری نہیں ”تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً  
 کبیراً“ اور نہ مقصود اس سے ترغیب دینا ہے معاصی پر للزوم التعارض بین النصوص، بلکہ  
 ایک حکمت بیان کر کے مقصود تقویت قلب تائب عن المعاصی بعد صدور المعاصی ہے۔

اور تیسرا مضمون یعنی حکمت بعض انواع قبض ”رزین“ کی روایت سے ثابت ہے جس  
 کو مشائخ اپنی تعلیمات میں ارشاد فرمایا کرتے ہیں، یعنی قبض کی ایک نوع وہ ہے جو صدور  
 معصیت سے ہو، بعض اوقات سالک صدور معصیت کے بعد اس قدر دل گیر اور تنگ ہوتا  
 ہے کہ اگر اس کو سنبھالنا نہ جائے تو یا تو اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالے یا ناامید ہو کر معطل محض  
 ہو جائے، اور سب ذکرو طاعت کو چھوڑ بیٹھے ایسے وقت اس کو اس بات کے سمجھانے کی  
 ضرورت ہوتی ہے کہ اگر معصیت صادر ہوگئی تو توبہ کر لو اور بعد توبہ کے اس قدر پریشان اور  
 مایوس مت ہو: کیوں کہ اس میں بھی ایک حکمت تھی وہ یہ کہ شاید عدم صدور سے تم میں عجب  
 پیدا ہو جاتا، خدا تعالیٰ نے اس کا علاج کر دیا، سو اس مضمون سے اس کو توبہ کا عزم اور طاعت  
 کی طرف عود پیدا ہو جاتا ہے جو کہ مامور بہ ہے، خوب سمجھ لو۔

## ۱۵۵- حال، اولال (ناز)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: حدثنی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ قال: لما كان يوم بدر نظر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المشركين  
 وهم الف، واصحابه ثلث مائة وتسعة عشر رجلاً، فاستقبل القبلة، ثم مد يديه،  
 فجعل يهتف بربه يقول: ”اللهم انجز لي ما وعدتني، اللهم اتني ما وعدتني اللهم  
 ان تهلك هذه العصابة من المسلمين لاتعبد في الارض“ فما زال يهتف بربه  
 ماداً يديه حتى سقط رداً ه عن منكبيه. الحديث (أخرجه مسلم والترمذی)

۱۵ مسلم: الجهاد، الامداد بالملائكة في غزوة بدر، رقم: ۵۸ (۱۷۲۳) ترمذی: تفسیر  
 القرآن، سورة الأنفال. رقم: ۳۰۸۱، وقال: حسن صحيح غريب.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکایت بیان کی کہ جب غزوہ بدر کا دن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو دیکھا وہ ایک ہزار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تین سو انیس تھے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دونوں ہاتھ (دعا کے لئے) دراز کر کے حق تعالیٰ کو پکارنے لگے اور یوں فرمانے لگے کہ: ”اے اللہ! مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے اس کو پورا فرمائیے، اے اللہ! مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ مجھ کو عطا فرمائیے، اے اللہ! اگر یہ جماعت مسلمانوں کی فنا ہوگئی تو پھر زمین میں آپ کی عبادت نہ ہوگی“ (کیوں کہ بجز ان کے اور کوئی عابد نہیں ہے) پس آپ برابر اسی طرح ہاتھ پھیلائے ہوئے دعا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں سے کھسک کر گر گئی۔

ف: ادلال جس کا ترجمہ ناز ہے ایک حال ہے جو بعض مجبین کو غلبہ انس و انبساط میں کہ ایک نوع ہے محبت کی پیش آیا ہے، اس حدیث کا مضمون صاف ناشی ہے، اسی ادلال سے کامل اور غیر کامل میں اتنا تفاوت ہے کہ کامل کا قول و فعل اس حالت میں بھی حد ادب سے متجاوز نہیں ہوتا، غیر کامل سے احیاناً ایسا بھی ہو جاتا ہے اسی ”لا تعبد“ کے مضمون کو حافظ شیرازی نے اس طرح ادا کیا ہے:

سایہ معشوق گرفتاد بر عاشق چہ شد      مابا و محتاج بودیم او بما مشتاق بود  
ای عبدیت مارا خواہاں بود و ضمیر عن الارادة بالاشتقاق۔

## ۱۵۶- حال، کشف عالم غیب

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قصة غزوة احد قول انس بن النضر قال:  
ياسعد بن معاذ الجنة ورب النضر، انی لاجد ریحها من دون احد۔ الحدیث  
(أخرجه الشيخان والترمذی)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قصہ غزوہ احد میں ان کے چچا

ابو بخاری: الجهاد، باب قول اللہ عزوجل: من المؤمنین رجال صدقوا ما عهدوا اللہ علیہ  
الآیة۔ رقم: ۲۸۰۵ مسلم: الامارة، ثبوت الجنة للشهيد۔ رقم: ۱۲۸: (۱۹۰۳) ترمذی:  
تفسیر القرآن، سورة الأحزاب۔ رقم: ۳۲۰۰ وقال: : حسن صحیح۔

حضرت انس بن النضر کا قول مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اے سعد بن معاذ! قسم ہے نظر کے پروردگار کی کہ جنت کی خوشبو پاتا ہوں جبل احد کے پیچھے سے۔

ف: عالم غیب کی اشیاء کا منکشف ہونا ایک حال رفیع ہے جب کہ اتباع شرع کے ساتھ ہو، حدیث کی دلالت اس پر ظاہر ہے۔

### ۱۵۷- حال، کشف ملائکہ دیگر (کسی کو فرشتوں کا نظر آ جانا)

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: رأیت علی یمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی شمالہ یوم احد رجلین، علیہما ثیاب بیض، یقاتلان کاشد القتال ما رأیتہما قبل ولا بعد، یعنی جبرئیل ومیکائیل. (آخر جہ الشیخان)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے غزوہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے بائیں دو شخص دیکھے جن پر سفید کپڑے تھے اور بہت سخت لڑائی لڑ رہے تھے میں نے ان کو نہ اس سے پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد میں دیکھا یعنی وہ دونوں شخص جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام تھے۔

### ف: مسئلہ، تمشل

حضرت جبرئیل علیہ السلام ومیکائیل علیہ السلام کا نظر آ جانا حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدیث میں صریحاً مذکور ہے، اور اسی طرح آدمی کی شکل میں تمشل ہونا بھی جس کی شرح سب سے اول حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ اگر یہ فرشتے اوروں کو بھی نظر آتے تھے تب تو مدلول حدیث مسئلہ تمشل ہے اور اگر اوروں کو نظر نہ آتے تھے تو مدلول حدیث کشف ملائکہ ہے۔

### ۱۵۸- حال، کرامت

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قصة غزوة الرجیع من الحدیث الطویل عن بعض بنات الحارث کانت تقول: مارأیت اسیراً قط خیراً من خیب، لقد رأیتہ یاکل من قطف عنب، وما بمکة یومئذ ثمرة وانه لموتق بالحدید، وما کان الا رزقاً رزقه اللہ خیباً، وفیہ: وبعثت قریش الی عاصم لیؤتوا بشیء من جسده بعد موته

ابو بخاری: المغازی، باب اذہمت طائفتان منکم ان تفسلا. رقم: ۳۰۵۳، مسلم: الفضائل، اکرامہ صلی اللہ علیہ وسلم بقتال الملائکة معہ. رقم: ۳۶ (۲۳۰۶)



وكان قتل عظيما من عظمائهم يوم بدر فبعث الله عليهم مثل الظلة من الدبر فحمته من رسلهم، فلم يقدرُوا منه على شيء. (أخرجه البخاري وأبو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قصہ غزوہ رجب کے متعلق ایک حدیث طویل میں یہ قصہ حارث کی ایک دختر سے منقول ہے وہ کہتی ہیں کہ: میں نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اچھا آدمی کوئی قیدی نہیں دیکھا، میں نے ان کو انگور کا خوشہ کھاتے ہوئے دیکھا اور اس وقت مکہ میں میوہ یا پھل کا کہیں نام و نشان نہ تھا اور خود وہ لوہے میں مقید تھے وہ محض ایک (غیبی) رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خبیب کو عطا فرمایا تھا، اور اسی حدیث میں (یہ قصہ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا) ہے کہ قریش نے عاصم کی طرف کچھ آدمی روانہ کئے تاکہ ان کی لاش کا کوئی جزو (کاٹ کر) لے آئیں اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ) انہوں نے قریش کے بڑے سردار کو بدر کے دن قتل کیا تھا (اس لئے نشان کے واسطے لاش کا جزو منگاتے تھے کہ دیکھ کر خوشی اور تسلی زائد ہو) پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر سائبان کی طرح (یعنی بکثرت) بھڑوں کو بھیج دیا اور انہوں نے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کی لاش) کو قریش کے فرستادوں سے محفوظ رکھا غرض وہ لوگ ان پر ذرا قادر نہ ہوئے۔

ف: حدیث میں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم کرامتیں مذکور ہیں جو کہ بشرط اتباع شریعت اہل اللہ کے حالات رفیعہ میں سے ہے۔

## ۱۵۹- حال، اشتیاق موت

عن انس رضي الله تعالى عنه في قصة غزوة بدر معونة قال: بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم قوماً من بني سليم الى بني عامر. وفي رواية: بعث خالي حراماً اخا لام سليم في سبعين راكبا، فلما قدموا، قال لهم خالي: اتقدمكم فان امنوني حتى ابلغهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم والا كنتم مني قريبا، فتقدم فامنوه فبينما هو يحدثهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا امنوا الى رجل منهم فطعنه فانفذه فقال: الله اكبر، فزت ورب الكعبة. الحديث (أخرجه الشيخان)

۱ بخاری: الجهاد، هل يستأسر الرجل ومن لم يستأسر، ومن صلى ركعتين عند القتل، رقم: ۳۰۳۵، أبو داؤد: الجهاد، الرجل يستأسر. رقم: ۴۶۶۰۔

۲ بخاری: الجهاد، من ينكب او يطعن في سبيل الله. رقم: ۲۸۰۱، بخاری: المغازی، غزوة الرجيع، ورعل..... وشر معونة. رقم: ۳۰۹۲، مسلم: الامارة ثبوت الجنة للشهيد. رقم: ۱۳۷ (۶۷۷)

وفی روایۃ البخاری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول: لما طعن حرام بن ملحان یوم بدر معونۃ قال (أی اخلد) بالدم هكذا فتضحہ علی وجہہ وراسہ، ثم قال: فزت ورب الکعبۃ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قصہ غزوہ بدر میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی سلیم میں سے ایک جماعت کو (کہ مسلمان تھے) بنی عامر کے پاس (کہ کافر تھے) تبلیغ دین کی غرض سے بھیجا، اور ایک روایت میں ہے کہ میرے (یعنی انس کے) ماموں حرام بن ملحان کو کہ ام سلیم (والدہ انس) کے بھائی تھے بہرہی سترسواروں کے بھیجا، جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو ان سے میرے ماموں نے کہا کہ میں آگے جاتا ہوں اگر ان لوگوں نے مجھ کو اتنا امن دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ان کو پہنچا سکا تو خیر، ورنہ اس وقت تم میرے پاس آ جانا غرض وہ آگے بڑھے اور ان لوگوں نے (ظاہر میں) امن دیا، پس اس درمیان میں کہ وہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بات چیت کر رہے تھے کہ دفعۃً ان لوگوں نے اپنے میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اس نے ایک نیزہ مارا اور پار کر دیا یہ (خوشی کے جوش میں) بول اٹھے اللہ اکبر قسم رب کعبہ کی میں مراد کو پہنچ گیا۔

اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ جب ان کے یوم بدر معونہ میں نیزہ لگا تو خوش ہو کر خون کو اس طرح لے کر اپنے چہرے اور سر پر چھڑکا (اور ملا) پھر کہا قسم ہے رب کعبہ کی میں مراد کو پہنچ گیا۔

ف: ان کے اس قول اور فعل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس عاشقانہ موت کی شدت سے تمنا اور اشتیاق تھا جس کے حصول پر شدت سے خوش ہوئے پس عشاق کے کلام میں جو یہ مضمون بکثرت پایا جاتا ہے، یہ اس کی اصل ہے۔

ف: قول، وضوء، بخون (خون سے وضوء کرنا)

اور نیز بعض عشاق کے کلام میں خون سے وضوء کرنے کا مضمون آیا ہے چہرہ پر خون ملنا اس مضمون کا پورا نقشہ ہے۔

## ۱۶۰- عادت بعض، سماع برائے تشیط روح

(روح میں نشاط پیدا کرنے کے لئے سماع کا سننا)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الخندق، فاذا المهاجرون والانصار يحفرون فی غداة باردة، ولم یکن لهم عیباً یعملون ذلك لهم، فلما رأى ما بهم من النصب والجوع قال:

اللهم ان العیش عیش الآخرة فاغفر للانصار والمهاجرة

فقالوا مجیبین له:

نحن الذین بايعوا محمداً علی الجهاد ما بقینا ابداً

(أخرجه الشيخان والترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف متوجہ ہوئے اور مهاجرین و انصار سردی میں صبح کے وقت اس کو کھودتے تھے اور ان کے پاس غلام نہ تھے کہ اس کام کو کر لیتے جب آپ نے ان کی مشقت اور فاقہ کی حالت دیکھی تو (ان کے دل بڑھانے کو) دعا کی: ”اے اللہ! عیش تو آخرت ہی کا ہے سو انصار اور مهاجرین کی مغفرت فرما دیجئے“ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جواب میں (یہ کلام منظوم) عرض کیا نحن الذین الخ یعنی ہم وہ ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد پر بیعت کی ہے جب تک ہم زندہ رہیں گے۔

ف: بعض اہل طریق کا یہ مذاق ہوا ہے کہ جب اسباب عارضہ سے طبیعت میں ملال یا فتور یا انقباض ہوا ہے، اس کے رفع کے لئے موافق شرائط اباحت کے قدرے سماع سن لیا ہے، تاکہ نشاط پیدا ہو کر طاعت مقصودہ سہل ہو جائے، پس مقصود طاعت ہوتی تھی اور سماع معین اس مقصود کا، اس حدیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے کہ حفر خندق جو اس وقت طاعت تھی اور جوع و نصب مظنہ فتور کا تھا اس میں کلام منظوم سے نشاط و انسداد کسل کا کام لیا، تامل کرنے سے یہی مصلحت معلوم ہوتی ہے باقی سماع کو خود مقصود بنا لینا یا اس میں رعایت شرائط کی نہ کرنا تلعب بالذین ہے۔

ابو بخاری: الجهاد، التحریض علی القتال. رقم: ۲۸۳۳، مسلم: الجهاد، غزوة الأحزاب. رقم: ۱۲۷، ۱۲۸ (۱۸۰۵) ترمذی: المناقب، مناقب سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقم: ۳۸۵۷، وقال: حسن صحیح غریب.

## ۱۶۱- شہادت کی تمنا کرنا

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: لما رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الخندق، الحدیث. وفيه: كان سعد اصیب يوم الخندق فی اكله فضرِب عليه صلی اللہ علیہ وسلم خيمة فی المسجد ليعوده من قریب، فقال سعد: اللهم انک تعلم انه لیس قوم احب الی ان اجاهدہم فیک من قوم کذبوا رسولک واخرجوه، اللهم فانی اظن انک قد وضعت الحرب بیننا وبینہم فان کان بقى من حرب قریش شیء فابقنی له حتی اجاهدہم فیک، وان کنت وضعت الحرب فافجرها واجعل موتی فیها فانفجرت من لیلته فلم یرعہم وفی المسجد الا الدم یسیل الیہم فاذا سعد یغد جرحه دما فمات منها. (أخرجه الشیخان)

## ۱۶۲- حال، کشف وکرامت

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ان سعد بن معاذ رمی يوم الاحزاب قطعوا اكله او ابجله، فحسمه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنار، فانفخت یدہ فترکہ، فنزفه الدم فحسمه أخرى فانفخت یدہ فلما رای ذلک قال: اللهم لا تخرج نفسی حتی تقر عینی من بنی قریظة، فاستمسک عرقہ فما قطر قطرة حتی نزلوا علی حکمہ، فحکم فیہم ان تقتل رجالہم وتستحی نساتہم فقال: صلی اللہ علیہ وسلم: "اصبت حکم اللہ فیہم" وکانوا اربع مائة فلما فرغ من قتلہم انفتق عرقہ فمات. (أخرجه الترمذی وصححه)

ترجمہ: ان دونوں حدیثوں میں ایک ہی صحابی کا قصہ ہے یعنی سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، سو پہلی حدیث میں تو یہ قصہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے لوٹ کر تشریف لائے، اسی میں یہ قصہ ہے کہ یوم خندق میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رگ ہفت اندام میں تیر لگا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غرض سے کہ قریب ہی سے عیادت فرماتے رہیں گے ان کے لئے مسجد میں

۱ البخاری: المغازی، مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الأحزاب رقم: ۴۱۲۴، مسلم: الجہاد، جواز قتال من نقض العهد وجواز انزال اهل الحض علی حکم حاکم عادل اهل لحکم. رقم: ۶۷ (۱۷۶۹) قلنا: وأخرجه النسائی، المساجد، ضرب الخباء فی المسجد رقم: ۷۱۱. ۲ ترمذی: السير، ماجاء فی النزول علی حکم. رقم: ۱۵۸۲، وقال: حسن صحیح.

ایک خیمہ لگا دیا تھا، (ایسی جگہ جہاں نمازیوں کو تنگی نہ ہو جس طرح اعتکاف والے پردہ وغیرہ باندھ لیتے ہیں کہ محفوظ جگہ میں پریشانی و ہجوم وغیرہ سے امن رہتا ہے) پس حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! آپ کو خوب معلوم ہے کہ جن لوگوں نے آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور ان کو مکہ سے جلا وطن کیا (مراد قریش ہیں) ان کے ساتھ جہاد کرنا جس قدر مجھ کو محبوب ہے اتنا کسی قوم کے ساتھ نہیں (یہ تمہید ہے اگلی دعا کی) اے اللہ! میرا یہ گمان ہے کہ آپ نے ہمارے اور ان کے درمیان میں لڑائی موقوف کر دی ہے، یعنی میرا یہ خیال ہے کہ اب ہمارا ان کا کوئی معرکہ ہونیوالا نہیں ہے۔ سو اگر (میرا یہ خیال غلط ہے اور) قریش کے ساتھ کوئی معرکہ ہونا باقی ہے تو مجھ کو زندہ رکھئے یہاں تک کہ میں آپ کی راہ میں ان سے جہاد کروں، اور اگر میرا یہ گمان صحیح ہے اور واقعی آپ (ہمارے اور ان کے) معرکہ جنگ کو موقوف کر چکے ہیں تو میرے زخم کو جاری کر دیجئے، چنانچہ اسی رات کو وہ رگ کھل گئی اور دفعۃً اہل مسجد نے دیکھا کہ ان کی طرف خون بہا ہوا آ رہا ہے، دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخم سے خون بہہ رہا ہے پس اسی میں انتقال فرمایا۔

(اور دوسری حدیث میں یہ قصہ ہے کہ) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یوم احزاب میں (کہ یوم خندق کا ایک یہ بھی نام ہے) تیر لگا جس سے شہ رگ (یعنی ہفت اندام کٹ گئی، سورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون تھمنے کے لئے) اس پر آگ کا داغ دیا سو اس سے خون تو تھم گیا مگر ان کا ہاتھ ورم کر گیا (کیوں کہ خون کی آمد جوش پر تھی) پھر (جوش سے) خون جاری ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اس پر داغ دیا سو پھر (خون تھم کر) ہاتھ ورم کر گیا، جب حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو دعا کی کہ اے اللہ! میری جان نہ نکلے جب تک میری آنکھیں بنی قریظہ کی طرف سے ٹھنڈی نہ ہو جائیں، (بنو قریظہ ایک قوم ہے یہود کی انہوں نے احزاب کی اعانت کی تھی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے فارغ ہو کر ان کو سزا دینے کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور ان کا محاصرہ کر لیا تھا، مطلب ان کی دعا کا یہ ہے کہ میں آنکھوں سے ان کی اس شرارت کی سزا دیکھ لوں جب مروں) چنانچہ ان کی رگ کا

خون بند ہو گیا اور ایک قطرہ بھی نہ نکلا یہاں تک کہ (محاصرہ سے تنگ آ کر) بنو قریظہ ان ہی حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے پر قلعہ سے اترے اور باہر آئے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے یہ درخواست کی کہ ہم باہر آتے ہیں اس شرط پر کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ہمارے لئے تجویز کریں وہی کارروائی ہم سے کی جائے، گمان ان کا جاہلیت کے تعلقات کی وجہ سے یہ تھا کہ یہ ہماری رعایت کریں گے حالاں کہ تعلق مع اللہ نے سب تعلقات مخالفہ کو قطع کر دیا تھا) سو انہوں نے موافق قاعدہ شریعت کے ان کے مقدمہ میں یہ فیصلہ کیا کہ ان کے بالغ مردوں کو قتل کیا جائے اور ان کی عورتوں کو (اور اسی طرح بچوں کو) زندہ رکھا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”تم نے (اس فیصلہ میں) خدا تعالیٰ کے حکم کے موافق کیا“ اور یہ لوگ چار سو تھے، جب (حسب فیصلہ مذکورہ) ان کے قتل سے فراغت ہوئی وہ رگ پھٹ پڑی اور ان کا انتقال ہو گیا۔

ف: اس میں ان کا کشف تو یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ میرے خیال میں ہماری اور قریش کی معرکہ آرائی موقوف ہو گئی ہے، چنانچہ اس کے بعد کوئی معرکہ کی لڑائی نہیں ہوئی، صرف فتح مکہ میں یونہی خفیف سا مقابلہ ہوا کہ جس کو مقاتلہ کہنے میں خود علماء کا اختلاف ہے چنانچہ مکہ کا عنود یا صلحاً فتح ہونا فقہاء میں مختلف فیہ ہے۔

اور کرامت ان کی دو مذکور ہیں ایک خون جاری کا بند ہو جانا جیسا دوسری حدیث میں ہے، اور ایک بند خون کا جاری ہو جانا جیسا پہلی حدیث میں ہے، اور دونوں دعاؤں میں کچھ تعارض نہیں، تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ اول خون جاری ہو، پھر ان کی دعاء مذکور فی الحدیث الثانی سے بند ہو گیا ہو، پھر دعاء مذکور فی الحدیث الاول سے جاری ہو گیا ہو، پس حدیث ثانی میں راوی کا فلما فرغ الخ کہنا اختصار فی البیان ہو اور مطلب یہ ہو۔

فلما فرغ ودعا بما فی الحدیث الاول انفتق الخ.

ف: حال، حیات و حیات موت

بعض اہل اللہ کے کلام سے حیات اور بعض کے کلام سے حیات مفہوم ہوتی

ہے، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعاؤں سے دونوں کی اصل مع توجیہ کے معلوم ہوتی ہے، کہ جب حیات کی توجیہ جب اشتغال بالطاعات ہے، کما قال فان بقی الخ وقال لا تخرج الخ لأن السرور بذل الکفار طاعة أيضا اور جب موت کی وجہ بجز شوق لقاء و صون دین کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتی۔

### ۱۶۳- عادت، مبالغہ و راجحت و احترام شیخ

عن عروة بن الزبير عن المسور بن مخرمة ومروان، (الحديث الطويل) وفيه من قصة الحديدية ثم ان عروة بن مسعود جعل يرمق اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم بعينه قال: فو الله ما ينتخم رسول الله بنخامة الا وقعت في كف رجل منهم فذلک بها وجهه وجلده، واذا امرهم ابتدروا امره، واذا توضعوا كادوا يقتلون علي وضوءه، واذا تكلم خفضوا اصواتهم عنده، وما يحدثون النظر اليه تعظيما له، وفي هذا الحديث: قال عمر بن الخطاب. فاتيت نبي الله صلى الله عليه وسلم فقلت: يا نبي الله! الست نبي الله حقا؟ قال: "بلى" قلت: السنا على الحق وعدونا على الباطل؟ قال: "بلى" قلت: فلم نعطي الدنيا في ديننا اذن؟ قال: "اني رسول الله ولست اعصيه وهو ناصري" قلت: او ليس كنت تحدثنا انا سنا في البيت ونطوف به؟ قال: "بلى" افاخبرتك انك تاتيه العام؟ قلت: لا، قال: "فانك اتيه ومطوف به" قال فاتيت ابا بكر، فقلت: يا ابا بكر، اليس هذا نبي الله حقا، قال: بلى، قلت: السنا على الحق وعدونا على الباطل؟ قال: بلى، قلت: فلم نعطي الدنيا في ديننا اذن؟ فقال: ايها الرجل انه رسول الله ولن يعصى ربه وهو ناصره فاستمسك بفرزه فوالله انه على الحق، قلت: اليس كان يحدثنا انا سناتي البيت ونطوف به؟ قال: بلى، افاخبرك انك تاتيه العام؟ قلت: لا، قال: فانك اتيه ومطوف به، قال عمر: فعملت لذلك اعمالا. الحديث. (أخرجه البخاري أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسور بن مخرمہ اور مروان سے حدیث طویل روایت کی ہے اور اس میں من جملہ قصہ حدیبیہ کے یہ حکایت بھی ہے کہ عروہ بن مسعود (ایک از رؤسائے مکہ جو بغرض تجسس حال مسلمین و گفتگوئے معاملہ صلح وغیرہ آیا تھا وہ)

ابو بخاری: الشروط، الشروط في الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب وكتابة الشروط. رقم: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲، أبو داؤد: الجهاد، صلح العدو باختصار. رقم: ۲۷۶۵، ۲۷۶۶.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اپنی آنکھ سے دیکھتا تھا، اس کا قول ہے: واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھنکار کر تھوکتے تھے تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ میں پڑتا تھا اور وہ اس کو اپنے منہ پر اور بدن پر مل لیتا تھا، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کسی کام کی فرمائش کرتے تو اس کے کرنے کو سب دوڑتے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی لینے پر لڑتے تھے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تو وہ اپنی آوازوں کو آپ کے سامنے بالکل پست کر لیتے تھے، اور آپ کو تیز نگاہ بھر کر نہ دیکھتے تھے، بسبب آپ کی غایت تعظیم کے۔

اور اسی حدیث میں یہ قصہ بھی ہے (یہ اس وقت کے متعلق ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی صلح کو منظور فرمایا اور باقتضائے وقت بعض شرطیں اس صلح میں بظاہر ایسی تھیں جس سے مسلمانوں کے دہنے کا شبہ ہو سکتا تھا پس اس کے متعلق یہ قصہ ہوا) کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا (اس وقت یہ جوش میں تھے ان کو وہ شرائط ناگوار تھیں) اور عرض کیا، یا نبی اللہ! کیا آپ سچے نبی اللہ نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”کیوں نہیں؟“ میں نے عرض کیا: کیا ہم حق پر اور ہمارے مخالف ناحق پر نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیوں نہیں؟“ میں نے عرض کیا: تو پھر اس حالت میں ہم دین کے بارے میں کیوں ذلت گوارا کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا ہوں (سو جو کچھ میں نے اس وقت کیا وہ حکم خداوندی کے خلاف نہیں ہے) اور اللہ تعالیٰ (انجام کار) مجھ کو غالب کرنے والا ہے،“ (گو کسی حکمت سے اس میں قدر توقف ہو) میں نے عرض کیا: کیا آپ ہم سے فرمایا نہ کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ میں جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ (یعنی پھر صلح توڑ کر ابھی کیوں نہ جا گھسیں) آپ نے فرمایا: ”ہاں یہ تو کہا تھا، لیکن کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ میں جاؤ گے؟“ میں نے عرض کیا کہ: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تو تم ضرور (وقت موعود پر) بیت اللہ میں جاؤ گے بھی اور اس کا طواف بھی کرو گے،“ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ



کے پاس پہنچا (ان کا جوش اس وقت تک فرو نہ ہوا تھا، اسی کے غلبہ میں یہ وہاں پہنچے) اور میں نے کہا (آگے وہی اوپر کے سوالات ہیں اور وہی جوابات ان کو ملے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا) کہ اے ابو بکرؓ کیا یہ (یعنی حضور) سچے نبی اللہ نہیں ہیں؟ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں، میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارے مخالف ناحق پر نہیں ہیں؟ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں، میں نے کہا تو پھر اس حالت میں ہم دین کے بارے میں ذلت کیوں گوارا کریں، انہوں نے فرمایا کہ مرد خدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کرنے والے ہیں، پس تم آپ کی رکاب مضبوط پکڑے رہو، (یعنی اتباع و امتثال و تسلیم میں مستقیم رہو) واللہ بلاشبہ آپ حق پر ہیں، میں نے کہا کہ کیا آپ ہم سے فرمایا نہ کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ میں جائیں گے، اور اس کا طواف کریں گے؟ انہوں نے کہا ہاں یہ تو فرمایا تھا لیکن کیا یہ بھی فرمایا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ میں جاؤ گے؟ میں نے کہا نہیں، انہوں نے فرمایا تو تم ضرور بیت اللہ میں جاؤ گے بھی اور اس کا طواف بھی کرو گے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس جرأت کے تدارک کے لئے بہت سے اعمال (صالحہ) کئے (کہ یہ صورت گستاخی کی معاف ہو)

ف: حدیث اول کے ٹکڑے میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جو برتاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مذکور ہے اس سے یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ جو عملاً بمنزلہ ملتزم اہل طریق ہے کہ شیخ سے محبت درجہ جاں بازی تک رکھتے ہیں، اور احترام سلاطین سے زیادہ کرتے ہیں البتہ شرع سے تجاوز نہ ہونا چاہئے۔

## ف: حال، فنا فی الشیخ

حدیث میں اس کی تصریح تو نہیں مگر غور کرنے سے استدلال سے اس کا ثبوت بہت واضح ہے، یعنی حدیث کے آخری ٹکڑے میں جو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوابوں کا لفظاً و معنی اتحاداً جو بہ نبویہ کے ساتھ مذکور ہے، اس سے بخوبی ثابت ہے کہ قلب صدیقی قلب نبوی کے ساتھ ایسا متصل تھا کہ ایسے علوم و احوال کا بعینہ فیضان ہوتا تھا اور ایسا اتصال بدلیل عادت خواص فنا فی الشیخ سے ہے اور خاصہ کا وجود دلیل یقینی ہے وجود ذی

خاصہ کی۔ پس جب یہ اتصال حدیث سے ثابت ہے تو یہ فنا بھی ثابت ہو گیا جس کی حقیقت غایت تناسب مرید و شیخ میں ہے کہ جو غایت اطاعت و محبت سے پیدا ہوتا ہے۔

## ۱۶۴- رسم، تجدید بیعت مرید قدیم للتاکید

(پرانے مرید کو برائے تاکید دوبارہ بیعت کرنا)

عن سلمة بن الاكوع رضى الله تعالى عنه قال: قدمنا الحديبية مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الحديث. وفيه: ثم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم دعانا للبيعة في اصل الشجرة فبايعته في اول الناس، ثم بايع وبايع، حتى اذا كان في وسط من الناس قال: "بايع يا سلمة!" قلت: قد بايعتكم، يا رسول الله! في اول الناس، قال: "وايضا" ورانى رسول الله صلى الله عليه وسلم غزلا، فاعطاني حجلة، ثم بايع، حتى اذا كان في آخر الناس قال: "الاتبايعنى يا سلمة؟" قال: قلت: قد بايعتكم، يا رسول الله! في اول الناس، وفي اوسط الناس قال: "وايضا" فبايعته الثالثة. الحديث (اخرجه مسلم)

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہنچے ہیں، اور اسی حدیث میں یہ ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بیعت کے لئے درخت کے نیچے بلایا، سو اول ہی جماعت میں، میں نے آپ سے بیعت کی پھر اور لوگوں کو بیعت کیا پھر اور لوگوں کو بیعت کیا یہاں تک کہ جب وسط کی جماعت کی نوبت آئی تو آپ نے فرمایا: "اے سلمہ! بیعت کر لو" میں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! میں تو اول ہی جماعت میں آپ سے بیعت کر چکا ہوں، آپ نے فرمایا: "پھر سہی" اور آپ نے مجھ کو خالی ہاتھ دیکھا تو مجھ کو ایک ڈھال دی پھر بیعت کرتے رہے یہاں تک کہ جب اخیر کے لوگوں کی نوبت پہنچی تو آپ نے فرمایا: "اے سلمہ مجھ سے بیعت نہیں کرتے؟" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو اول جماعت کے ساتھ اور نیز وسط کی جماعت کے ساتھ بیعت کر چکا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "پھر سہی"، میں نے تیسری بار بھی بیعت کی۔

ف: بعض دفعہ کسی مصلحت سے اپنے مرید قدیم کو اس کی درخواست پر یا خود اس کو مشورہ دے کر دوبارہ بیعت کرتے ہیں یہ حدیث اس کی مشروعیت کی دلیل ہے۔

## ۱۶۵- اصلاح، بطلان عقیدہ اباحت

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قصة کتاب حاطب وقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعنی یا رسول اللہ! اضرب عنق هذا المنافق، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "انه قد شهد بدرأ وما يدريك لعل اللہ تعالیٰ اطلع علی اهل بدر فقال: اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم". (أخرجه الخمسة الا النسائی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت حاطب کے خط لکھنے کے قصے میں ہے (یہ خط کفار مکہ کے نام تھا، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارادوں کی جنگ کے متعلق اطلاع تھی پھر وہ خط پکڑا گیا اور حاطب سے باز پرس ہوئی اور حاطب نے اپنا جو عذر بیان کیا وہ قبول کیا گیا، مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت جوش آیا، اس کے متعلق حدیث میں حکایت ہے) کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن ماروں (منافق غصہ میں کہہ دیا) آپ نے فرمایا کہ: "وہ (یعنی حاطب) غزوہ بدر میں شریک ہوا ہے اور تم کو کیا خبر کچھ عجب نہیں ہے (یعنی ایسا ہوا ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف متوجہ ہو کر فرمادیا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے۔"

ف: بعض جہلاء اور اہل زلیغ کا اعتقاد ہے کہ جب آدمی کامل ہو جاتا ہے تو اس کے لئے کوئی چیز حرام نہیں رہتی سب جائز ہو جاتا ہے، اس فرقہ کو اباحیہ کہتے ہیں اور عجب یہ ہے کہ اس حدیث سے اس دعویٰ پر استدلال کرتے ہیں کہ دیکھو اہل بدر کے لئے کیا ارشاد ہوا حالانکہ یہ حدیث ان پر صریح رد کرتی ہے: کیوں کہ لفظ "غفرت" سے جس کے معنی ہیں گناہ

۱ بخاری: الجهاد، الجاسوس والنجس۔ رقم: ۳۰۰۷، مسلم: فضائل الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، فضائل حاطب بن ابی بلتعہ و اهل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ رقم: ۱۶۱ (۲۳۹۳) أبو داؤد: الجهاد، حکم الجاسوس اذا كان مسلماً۔ رقم: ۲۶۵۰، ترمذی: تفسیر القرآن، سورة الممتحنة۔ رقم: ۳۳۰۵، وقال: حسن صحيح۔

کا بخش دینا خود معلوم ہوتا ہے کہ ناجائز افعال سے ان کو گناہ تو ہوتا ہے مگر غایت کرم سے وعدہ مغفرت فرمایا گیا ہے جب گناہ ہو تو وہ فعل جائز کیسے ہوا؟ البتہ اگر ”أحللت لکم“ یا ”أبحت لکم“ ہوتا تو استدلال کی گنجائش تھی، اور اگر وعدہ مغفرت پر کسی کو دھوکہ ہو تو اہل بدر پر دوسرے کو قیاس کرنا مع الفارق ہے کیوں کہ مقیس علیہ کے بارے میں نص ہے اور مقیس کے بارے میں نص نہیں ”فاین هذا من ذاک“ فرقہ ابا حیحہ کا یہ اعتقاد کفر ہے اور جو شخص اس میں مبتلا ہو اس کو اپنی اصلاح واجب ہے۔

## ۱۶۶- عادت، تسامح فی الضروریات

(ضروریات میں چشم پوشی کرنا)

عن وهب قال: سألت جابراً رضي الله تعالى عنه عن شان ثقیف اذ بايعت قال: اشترطت ان لا صدقة عليها ولا جهاد وانه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ”سيتصدقون ويجهادون اذا اسلموا“ . (أخرجه أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت وہب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبیلہ ثقیف کا قصہ ان کی بیعت کے وقت کا دریافت کیا، انہوں نے فرمایا: کہ ان لوگوں نے یہ شرط لگائی تھی کہ ان کے ذمہ یعنی ہمارے ذمہ زکوٰۃ اور جہاد نہ ہوگا اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ: ”یہ لوگ زکوٰۃ بھی دیا کریں گے اور جہاد بھی کیا کریں گے جب اسلام لے آئیں گے“ (یعنی اس وقت ان سے قیل و قال و جواب و سوال کی ضرورت نہیں جس طرح یہ کہیں اسی طرح ان کی بیعت قبول کر لی جائے پھر آپ ہی اسلام اور علم اور صحبت کی برکت سے درست ہو جائیں گے)

ف: بعض دفعہ بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ اپنے پاس آنے جانے والوں کے ساتھ اور بالخصوص جن سے زیادہ تعلق نہیں ہے اور کبھی اپنے متعلقین کے ساتھ بھی بعض قبائح پر چشم پوشی اور خاموشی کر جاتے ہیں اور اسی حالت میں ان کو اوراد و اذکار کی بھی تلقین کرتے ہیں

۱- أبو داؤد: الخراج والقی والامارة، خبر الطائف، رقم: ۳۰۲۵، قال المنذرى: ابراهيم بن عقيل بن منبه، قال ابن معي: وقد رأيتہ ولم يكن به بأس، ولكن ينبغي ان تكون صحيفة وقعت اليهم.

ترک قبائح کا انتظار نہیں کرتے اس سے عوام کو شبہ مدابہنت کا ہو جاتا ہے، اور راز اس میں یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی بصیرت خداداد سے سمجھ جاتے ہیں کہ جس خیر کی ان کو تعلیم دی گئی ہے یہی توبہ عن الشر کے لئے رفتہ رفتہ کافی ہو جائے گی کبھی یہ سمجھتے ہیں کہ اگر زیادہ تشدد کیا جائے گا یہ اس خیر سے بھی باز رہیں گے اور اصل اسلام، یا عزم توبہ ہی سے متوحش ہو جائیں گے، تو جو خیر ہو جائے غنیمت ہے کبھی معلوم ہوتا ہے کہ دفعتاً ترک معصیت پر قدرت ان کی ضعیف ہے بتدریج اس کی استعداد پیدا ہو جائے گی، یہ حدیث بزرگوں کے اس طرز کی واضح اصل ہے۔

## ۱۶۷- مسئلہ، عبادت شدن عادات عارفین

(اہل عرفان سے صادر ہونے والے امور عادیہ بھی عبادت کے درجہ میں ہیں)

عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لمعاذ: کیف تقرأ انت؟ قال: سانباک  
بذلک، اما انا فانام ثم اقوم فاقراء، واحتسب فی نومتی ما احتسب فی قومتی  
(أخرجه الخمسة الا الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (جب کہ زمانہ حکومت یمن میں دونوں ملے تھے) فرمایا کہ تم کس کیفیت سے (شب کو نماز میں) قرآن پڑھتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ میں تو سو رہتا ہوں پھر (اٹھتا ہوں پھر نماز میں) قرآن پڑھتا ہوں (یعنی ساری رات بیدار نہیں رہتا) اور میں اپنے سونے میں بھی ویسا ہی ثواب سمجھتا ہوں جیسا کہ اپنی شب بیداری میں سمجھتا ہوں۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب معرفت صحیح ہو جاتی ہے اور اس سے امور عادیہ بھی صادر عن المصلحت ہونے لگتے ہیں تو وہ امور عادیہ بھی عبادت و موجب اجر و قرب الہی ہو جاتے ہیں، چنانچہ ایسے شخص کا سونا مبنی اس مصلحت پر ہوتا ہے کہ سونے سے آرام ملے گا اور نشاط سے عبادت ہوگی، بعض اوقات یہ قصد ہوتا ہے کہ عمل بالرنحصہ میں شان افتخار، و اظہار بجز و ضعیف ہے، کبھی یہ نیت ہوتی ہے کہ اس سے قوت و صحت رہتی ہے، اور اس

۱- بخاری: المغازی، بعث ابی موسیٰ ومعاذ الی الیمن، رقم: ۴۳۳۱، ۴۳۳۲، مسلم:  
الجهاد، الأمر بالتیسیر وترک التفسیر مختصراً، رقم: ۷ (۱۷۳۲) ابوداؤد: الحدود، الحکم  
فیمن ارتد، رقم: ۴۳۵۳، نسائی: الأشربة تحريم کل شراب اسکر مختصراً، رقم: ۵۵۹۹.

قوت و صحت کو خدمت خلق میں صرف کریں گے، ان سب اغراض سے وہ نوم بھی عبادت ہو جاتی ہے، اسی طرح دوسرے افعال مباحہ اسی قسم کے مصالح پر مبنی ہوتے ہیں۔ ملفوظات قوم میں اس مسئلہ کی تصریح ہے اور حدیث میں اس پر دلالت ہے۔

## ۱۶۸۔ متفرقات، ایصال اثر بتصرف

(تصرف کے ذریعہ اثر پہنچانا)

عن جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "الا تریحنی من ذی الخلیصة؟" وکان بیتا فیہ خثعم یسمی الکعبۃ الیمانیۃ، فانطلقت فی خمسین ومائۃ راكب من احمس، - وکانوا اصحاب خیل - وکنت لا اثبت علی الخیل، فضرب فی صدري حتی رأیت اثر اصابعه فی صدري وقال: "اللهم ثبتہ واجعله هادياً مهدياً" فانطلق الیہا فکسرها وحرقها. (أخرجہ الشیخان وأبو داؤد)

ترجمہ: حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "مجھ کو ذی الخلیصة سے راحت نہیں دیتے؟" اور یہ ایک مکان تھا قبیلہ خثعم میں جو کعبہ یمانیہ (جبلاء میں) کہلاتا تھا (اور انہوں نے اس کو کعبہ مشرفہ کے مقابلے میں بنایا تھا اور اس وجہ سے حضور کو اس سے کلفت ہوتی تھی اس لئے فرمایا کہ مجھ کو اس سے راحت نہیں دیتے یعنی اس کو منہدم کر آؤ تو خوب ہو) میں قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کو لے کر چلا، اور یہ لوگ گھوڑے کی سواری میں ماہر تھے اور میں گھوڑے پر جم نہ سکتا تھا، (میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا) آپ نے میرے سینہ میں ہاتھ مارا یہاں تک کہ میں نے آپ کی انگلیوں کا نشان اپنے سینے میں دیکھا اور دعاء کی کہ: "اے اللہ! اس کو جمادے (یہ جامع دعاء ہے اس میں ثبات علی الدین و ثبات علی المرکب دونوں داخل ہو گئے) اور اس کو ہدایت کنندہ ہدایت یافتہ رکھ"، پھر یہ وہاں گئے اور اس کو توڑ دیا اور جلا دیا۔

ف: ظاہر آپ کا ہاتھ مارنا ان کے قلب میں ایک قسم کا تصرف تھا کہ ان کے قلب میں

ابن بخاری: الجهاد، البشارة فی الفتوح. رقم: ۳۰۷۶، مسلم: فضائل الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، فضائل جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ. رقم: ۱۳۷ (۲۳۷۶) أبو داؤد: الجهاد، بعثة البشراء. رقم: ۲۷۷۲.

جھجھک اور خوف سواری کے وقت کا نکل جائے، مشائخ کے اس قسم کے تصرفات کی اس سے اصل نکلتی ہے، اور توجہ و ہمت بھی غالباً اسی کا نام ہے، جبرئیل علیہ السلام کا آغاز وحی میں آپ کو دباننا بھی اسی قبیل سے ہے، البتہ اس کے کچھ آداب ہیں ایک یہ کہ غرض اور طریق مباح ہو، دوسرے یہ کہ ظاہر آیا باطناً اس پر عجب نہ ہو اور اس کی اچھی تدبیر یہ ہے کہ اس کو مقرون بالذمہ کر دیا جائے جیسا کہ حدیث میں دعاء بھی ہے، تیسرے یہ کہ اس میں اشتغال زیادہ نہ کرے کہ فاعل و منفعل دونوں کے لئے کثرت میں فتنہ ہے: اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بکثرت منقول نہیں جیسا آج کل بعض نے اختیار کیا ہے اور فتن اس کے مشاہد ہیں، ان میں اعظم یہ ہے کہ عموماً اس کو کمال سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ یہ عمل محض ضرورت کے لئے ہے ”والضروری يتقدر بقدر الضرورة“ بعض اکابر نے تصریح کی ہے کہ جب مرید میں کوئی ذکر اثر نہ کرے تب پیر توجہ سے کام لے وجہ اس کی وہی یقدر بقدر الضرورة ہے۔

## ۱۶۹- مسئلہ، عدم زوال امور طبعیہ از کامل

(کامل ہونے سے امور طبعیہ زائل نہیں ہوتے)

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :  
 ”لا یبلغنی احد عن احد من اصحابی شیئاً فانی احب ان اخرج الیکم وانا  
 سلیم الصدر“ . (أخرجه ابو داؤد والترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے یاروں میں سے کوئی کسی کی نسبت مجھ کو کوئی خبر (شکایت وغیرہ) نہ پہنچائے: کیوں کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس صاف سینہ ہو کر آیا کروں۔“  
 ف: محققین نے تصریح کی ہے کہ کامل ہو کر امر طبعیہ زائل نہیں ہوتے، البتہ ان کا ایسا

غلبہ نہیں ہونے پاتا کہ اس کو شریعت سے خارج کر دے، اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حکایت و شکایت کا اثر آپ کے قلب مبارک پر بھی ہوتا تھا، البتہ عمل اس پر بلا حجت

ابو داؤد: الأدب، رفع الحدیث من المجلس. رقم: ۴۸۶۰، وقال المنذری: فی اسنادہ الولید بن ابی ہاشم. قال ابو حاتم الرزای: لیس بالمشہور، ترمذی: المناقب، فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۸۹۶. وقال: حدیث غریب من ہذا الوجه.

شرعی نہ ہوتا تھا، اور اس عدم غلبہ کے لئے بھی قصد اور ضبط کی حاجت رہتی ہے، پس بعض سالکوں کو اس کی ہوس کرنا محض یاد درمشت کردن است، اور بعض سے جو ایسے واقعات منقول ہیں وہ ایک غلبہ حال ہے جو امر عارضی ہے البتہ غیر مجاہد کو اس کے ترک میں مشقت زیادہ ہوتی ہے مجاہد کو کم، لیکن تاثر اور ضرورت قصد کف دونوں میں مشترک ہے۔

## ۱۷۰- شادی پر خوشی کی اجازت

عن عامر بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: دخلت علی قرظہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابی مسعود الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی عرس، فاذا جوار یغنین، فقلت: انما صاحبا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن اهل بدر یفعل هذا عندکم؟ فقالا: اجلس ان شئت فاسمع معنا، وان شئت اذهب فقدر خص لنا فی اللہو عند العرس. (آخرجه النسائی)

۱۷۱- عادت، سماع چشتیہ و مسلہم و ترک سماع نقشبندیہ و نحوہم

(چشتیہ وغیرہ کا قائل سماع ہونا اور نقشبندیہ وغیرہ کا سماع کا قائل نہ ہونا)

عن محمد بن المنکدر قال: بلغنی ان اللہ تعالیٰ یقول یوم القیمۃ: این الذین کانوا ینزہون اسماعہم عن اللہو ومن مزامیر الشیطان ادخلوہم فی ریاض المسک، ثم یقول للملئکۃ: اسمعوہم حمدی واخبروہم: ان لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون. (آخرجه رزین)

ترجمہ: حدیث اول: حضرت عامر بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک شادی میں حضرت قرظہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا تو چند لڑکیاں گیت گا رہی تھیں (جاریہ لغت میں نابالغ لڑکی کو کہتے ہیں) میں نے کہا: کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو اور پھر اہل بدر میں سے ہو اور باوجود اس کے تمہارے سامنے یہ فعل ہوتا ہے ان دونوں نے فرمایا تھا کہ تمہارا جی چاہے بیٹھو

۱- نسائی: النکاح، اللہو والغناء عند العرس. رقم: ۳۳۸۵. ۲- مسند ابن الجعد (۲۵۳/۱) الزہد لابن المبارک (۱۲/۱) قال الدوری: سمعت یحییٰ یقول: حدیث سفیان عن منصور عن مجاہد. قال: این الذین کانوا ینزہون اسماعہم عن اللہو حدث بہ جعفر بن عون ولس هذا بشیء لا اظن له أصلا. (تاریخ ابن معین. روایۃ الدوری ۳۰۱۳)



اور تمہارا جی چاہے چلے جاؤ، ہم کو شادی میں ایسے لہو کی اجازت دی گئی ہے۔

ترجمہ: حدیث دوم: حضرت محمد بن المنکدر سے روایت ہے کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں فرمائیں گے کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو اپنے کانوں کو لہو (مباح) سے مزا میر شیطان سے (کہ لہو غیر مباح) سے بچاتے تھے؟ ان کو مشک کے باغوں میں داخل کرو، پھر ملائکہ علیہم السلام سے ارشاد ہوگا کہ ان کو میری حمد سناؤ اور ان سے کہہ دو کہ ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ یہ مغموم ہوں گے۔

ف: اہل حق کے دونوں گروہ اہل سماع وغیر اہل سماع کے ان دونوں عمل کا منشا صحیح ہے ایک پر شوق کا غلبہ ہے دوسرے پر احتیاط کا غلبہ ہے حدیث اول گروہ اول کی عادت سے الصق ہے اور حدیث ثانی گروہ ثانی کی عادت سے اوفت ہے، جب تفریح اسماع جسمیہ ایک درجہ تک مرنخص فیہ ہے تو تفریح اسماع روحیہ کسی درجہ تک کیوں نہ ماذون فیہ ہوگی، اور اس درجہ کی تفصیل فن میں مبسوط ہے، البتہ جو اس درجہ سے متجاوز ہے وہ بالکل معصیت ہے، اسی طرح سماع کے ترک و انکار کا درجہ بھی کتب فن میں مذکور ہے اسی قدر ان حدیثوں میں بھی مذکور ہے کہ سماع کا درجہ لہو سے زیادہ نہیں جیسا کہ دونوں صحابی نے اس کو لہو فرمایا اور ترک کا درجہ اگر وہ ترک مباح کا ہے تترہ عن المباح ہے جو درجہ الویت کا ہے جیسا دوسری حدیث سے مقابلہ مزا میر کا اس کی اباحت کا قرینہ ظاہر ہے، پس سماع نہ حسن بالذات ہو الا ان اللہو لایکون کذلک اور نہ قبیح بالذات ہو الا ان اللہو المباح کما یدل علیہ المقابلة لایکون کذلک۔

۱۷۲- اصلاح، عدم تفصیل شیخ بعنوان موہم تحقیر دیگرے

(اپنے شیخ کو اس طرح بڑھانا کہ دوسروں کی تنقیص لازم آئے درست نہیں)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ما ینبغی لعبد ان یقول انا خیر من یونس بن متی". (أخرجہ الشیخان وأبو داؤد)

۱۷۲ بخاری: أحادیث الأنبياء، باب قول اللہ تعالیٰ: وهل أتاک حدیث موسیٰ، رقم: ۳۳۹۵. عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلم: الفضائل، باب فی ذکر یونس علیہ السلام وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لا ینبغی لعبد ان یقول: انا خیر من یونس بن متی"، رقم: ۱۷۲ (۴۳۷۶) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابو داؤد: السنۃ، التخییر بین الأنبياء علیہم السلام. رقم: ۴۶۶۹ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ وہ (میری نسبت) یوں کہے کہ میں حضرت یونس بن متی سے اچھا ہوں۔“

ف: حضرت یونس علیہ السلام کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ ان کے قصہ سے ظاہر اُشبہ توجہ عتاب کا ہوتا تھا، جس سے مفضولیت کا حکم کیا جاتا اور اس بنا پر مفضولیت کا حکم کرنا ظاہر ہے کہ موجب یا موہم تحقیر کو ہے، اس سے نہی فرمائی گئی، پس حدیث میں اس پر صاف دلالت ہے کہ بعض لوگوں کو جو عادت ہے کہ اپنے سلسلہ کو یا شیخ کو اس طرح بڑھاتے ہیں کہ دوسروں کی تنقیص لازم آتی ہے، یا بعضے اس کی تصریح کر دیتے ہیں یہ عادت واجب الاصلاح ہے ہاں نفس اعتقاد فضیلت جائز ہے، مگر غیر مورد نص میں ظن کی اجازت ہے قطعاً جائز نہیں اور اگر صرف محبت یعنی میلان قلب ایک طرف زائد ہے تو بوجہ اس کے امر طبعی ہونے کے خود دائرہ تکلیف سے خارج ہے اور موجب ملامت نہیں۔

### ۱۷۳- عادت، امتحان حقیقت ارادت طالب بعنوان موحش

(غیر مانوس عنوان کے ذریعہ طالب کے اعتقاد و ارادت کا امتحان لینا)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قصة تحاکم المرأتین قال سلیمان علیہ السلام: ”انتونی بالسکین اشقہ بینہما“ فقالت الصغری: لا تفعل یرحمک اللہ ہو ابنہا، فقضی بہ للصغری.  
(أخرجه الشيخان والنسائی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصہ میں فرمایا جس میں دو عورتیں (حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس) مقدمہ لے گئی تھیں (وہ قصہ یہ تھا کہ دو عورتیں اپنے بچوں کو لئے ہوئے جا رہی تھیں کہ بڑی کے لڑکے کو بھیڑیا لے گیا، اس نے چھوٹی سے جھگڑا کیا کہ وہ تو تیرا بچہ تھا اور اس کے بچے پر

۱ بخاری: أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ووهبنا لداود سليمان﴾ نعم العيد انه  
أواب ﴿. رقم: ۳۳۲۷، مسلم: الأفضية، اختلاف المجتهدین. رقم: ۲۰ (۱۷۲۰) نسائی  
اداب القضاة، حکم الحاکم بعلمه. رقم: ۵۳۰۴.

جو بیچ گیا تھا دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے، یہ مقدمہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا) سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ: ”(جب گواہ نہیں تو دونوں برابر ہیں) چھری لاؤ میں چیر کر دونوں میں تقسیم کر دوں“ (یہ سن کر) چھوٹی تڑپ گئی اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے ایسا نہ کیجئے (میں نے چھوڑا) یہ اسی کا ہے (اسی کو دے دیجئے) پس آپ نے چھوٹی ہی کو دے دیا۔ (ان کے قواعد شریعت اسی کو مقتضی ہوں گے)

ف: بعض بزرگوں کی بعض مواقع ضروریات پر عادت ہوتی ہے کہ طالب کی ارادت و اعتقاد کا طریق پر امتحان کرتے ہیں کہ کوئی قول یا کوئی فعل ایسا کرتے ہیں جس کا ظاہر خلاف باطن کے ہوتا ہے، یعنی واقعہ میں وہ شریعت کے موافق ہوتا ہے اور ظاہر میں خلاف ہوتا ہے، جیسا کہ شیخ صادق گنگوہی نے ایک طالب کے سامنے کہہ دیا لا الہ الا اللہ صادق رسول اللہ مقصود تو یہ تھا کہ رسول اللہ صادق فی النبوة ہیں، بكون الخیر مقدماً و المبتدأ مؤخرأ اور ظاہر میں شبہ ہوتا ہے کہ یہ خود مدعی رسالت ہیں، اگر طالب کم سمجھ ہو تو بھاگ جاتا ہے، اور اگر سمجھدار ہو تو اس کو احتمال امتحان کا ہوتا ہے اور وہ دوسرے اقوال و افعال کو بھی دیکھتا ہے، اگر علامات سے کمال ثابت ہو تو ایسے امور کی اجمالاً یا تفصیلاً تاویل کر کے طلب میں ثابت رہتا ہے، یہ حدیث اس عادت کا ماخذ ہو سکتی ہے کہ باطن میں مقصود چیرنا نہ تھا مگر غیر والدہ کے امتحان کے واسطے ایسا ارادہ موحشہ ظاہر فرما دیا۔

### ۱۷۴- عادت، عدم ابا عن التعمم بلا اہتمام

(بغیر اہتمام کے حاصل ہونیوالے سامان تععم کے قبول کرنے سے انکار نہ کرنا چاہئے)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”بینما ایوب یغتسل عریانا خر علیہ رجل جراد من ذهب فجعل یحشی فی ثوبہ فنادہ ربہ: یا ایوب! الم اکن اغنیتک عما ترئ؟ قال: بلی یا رب، ولكن لاغنی لی عن برکتک“۔ (أخرجہ البخاری والنسائی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

الہ بخاری: احادیث الأنبياء، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِيوب إِذ نَادَى رَبَّهُ أَنِّ مَسْنِي الضُّرُّ أُنْت أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾ رقم: ۳۳۹۱، نسائی: الغسل والتيمم، الاستار عند الغسل رقم: ۴۰۹.

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”حضرت ایوب علیہ السلام کپڑے اتارے ہوئے غسل کر رہے تھے اسی حالت میں ان پر سونے کا ٹڈی دل برسنا شروع ہوا (ظاہر میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ سونے کے ٹکڑے بشکل ٹڈی کے تھے، جاندار ٹڈی سونے کی نہ تھی، گوداغل تحت القدرت یہ بھی ہے) سو ایوب علیہ السلام اپنے کپڑے میں لپ بھر بھر کر جمع کرنے لگے، پروردگار نے ان کو پکارا کہ ایوب! کیا ہم تم کو (پہلے سے بہت سامان و متاع دے کر) اس چیز سے جو اس وقت تمہارے پیش نظر ہے مستغنی نہیں کر چکے ہیں؟ عرض کیا بیشک، لیکن آپ کے تبرک سے مجھ کو کبھی استغنا نہیں ہو سکتا۔“

ف: عارفین کا ملین کی عادت ہے کہ اگر منجانب اللہ ان کو سامان معمم کا میسر ہو جائے اور ظاہراً کسی فتنہ کا احتمال نہ ہو تو منسوب الی المنعم سمجھ کر اس کے قبول اور استعمال میں مضائقہ نہیں کرتے، یہ حدیث اس کی ظاہر دلیل ہے البتہ اس کا اہتمام ہے کہ مابعد حصول کے اس میں انہماک نہیں کرتے۔

### ۱۷۵- موہم تنقیص ترجیح کی ممانعت

عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”لاتخیروا بین الانبیاء“ (أخرجه أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”باہم انبیاء علیہم السلام میں ایک کو دوسرے پر (اس طرح) ترجیح مت دو“ (جو موہم تنقیص دوسروں کا ہو جائے)

ف: اس حدیث میں مثل صدو ہفتاد و دوم کے مضمون ہے۔

### ۱۷۶- متفرقات: تصرف

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العشاء، ثم انصرف فاخذ بیدی حتی خرج الی بطحاء مکة فاجلسنی، وخط

ابو داؤد: السنۃ، التخییر بین الانبیاء علیہم السلام. رقم: ۴۶۶۸، قال المنذری: وأخرجه البخاری و مسلم وأتم منه.

علی خطا، وقال: "لاتبرجن من خطک فانہ سینتھی الیک رجال  
فلا تکلمہم: فانہم لن یکلموک". الحدیث (أخرجہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی پھر فارغ ہو کر میرا ہاتھ پکڑا یہاں تک کہ مکہ کے سکستان سیلاب  
گاہ میں تشریف لائے، پھر مجھ کو (ایک جگہ) بٹھلا دیا اور میرے گرد ایک خط (دائرہ کے طور  
پر) کھینچ دیا اور فرمایا: "اس خط سے باہر مت نکلنا، تمہارے پاس بہت سے اشخاص گزریں  
گے سو تم ان سے کلام مت کرنا وہ بھی تم سے کلام نہ کریں گے۔"

ف: بعض اوقات مشائخ بھی ایسے تصرفات کرتے ہیں کہ کبھی کسی مصلحت سے  
دوسروں کو بھی اس کا طریقہ بتلا دیتے ہیں مثلاً فلاں چیز پڑھ کر اپنے گرد دائرہ کھینچ لینا جس کو  
حصار کہتے ہیں جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ باوجود بہت سے مخلوقات خفیہ نظر آتے ہیں صاحب  
حصار ان کے گزند سے محفوظ رہتا ہے، یہ حدیث ظاہر اس کی اصل ہو سکتی ہے۔

### ۱۷۷- مسئلہ، امکان حب مفروض و اشتراط اور بعض کمالات

(شیخ سے حد درجہ محبت ہو سکتی ہے، بلکہ ایسی محبت بعض کمالات کیلئے شرط ہے)

عن عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کنا مع النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم وهو الآخذ بید عمر، فقال عمر: یا رسول اللہ! لانت احب الی من کل  
شیء الا نفسی فقال: صلی اللہ علیہ وسلم: "لا، والذي نفسی بیدہ حتی  
اکون احب الیک من نفسک" فقال عمر: فانہ الآن، لانت احب الی من  
نفسی فقال صلی اللہ علیہ وسلم: "الان یا عمر". (أخرجہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑے  
ہوئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! بیشک آپ مجھ کو ہر چیز سے

اہ قلت: ما وجدته فی الصحیح للامام البخاری، وأخرجہ الترمذی: کتاب الأمثال، مثل اللہ  
عز وجل لعبادہ. رقم: ۲۸۶۱ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ. وقال: حسن غریب صحیح  
، الفرد باخراجه من بین أصحاب الكتب الستة كما فی "تحفة الأشراف" (۹۳۸۱)

۲ بخاری: الايمان والنذور، كيف كانت يمين النبي صلی اللہ علیہ وسلم. رقم: ۶۶۳۲.

زیادہ محبوب ہیں۔ بجز میری جان کے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قسم اس ذات پاک جس کے قبضہ میں میری جان ہے مرتبہ کمال کا (جو تم کو مطلوب ہے) کبھی حاصل نہ ہوگا جب تک کہ میں تم کو تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں“، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے اس وقت یہ حالت ہے کہ آپ مجھ کو میری جان سے زیادہ محبوب ہیں، آپ نے فرمایا ”تو بس اب وہ کمال بھی (جو تم کو مطلوب ہے) حاصل ہو گیا“، (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی برکت سے وہ دولت فی الفور نصیب ہو گئی اور یہ محبت عقلی نہ تھی ورنہ استثناء حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحیح نہ ہوتا، طبعی تھی، سوطبعاً ایسی محبت ہونا شرط ایمان نہیں ہے، ہاں بعض کمالات کے لئے شرط ہے، اسی محبت کا نام فنا فی الشیخ ہے اور وہ کمالات اس فناء کے آثار ہیں، جس کا کچھ بیان حدیث صد و شصت و سوم کے ذیل میں گزر چکا ہے)

ف: بعض خشک مزاج انکار کرتے ہیں کہ شیخ کے ساتھ حب طبعی اس افراط کے ساتھ نہیں ہو سکتی، حدیث میں اس کی تصریح ہے اور ایک مسئلہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ بعض کمالات کے لئے ایسی ہی محبت شرط ہے جس کی تقریر اس حدیث کی شرح میں لکھی گئی ہے۔

## ۱۷۸- مسئلہ، تضاعف اجر عمل عارف بر غیر عارف

(عارف کا عمل اجر و فضیلت میں غیر عارف پر بڑھا ہوا ہے)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لا تسبوا اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لو ان احداً انفق مثل احد ذہباً ما بلغ مد احدہم ولا نصیفہ"۔ (آخر جہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”میرے اصحاب کو برا مت کہو کیوں کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے (ان کی ایسی فضیلت ہے کہ) اگر کوئی شخص جبل احد کے برابر سونا بھی خرچ کرے تب بھی ان کے ایک مد (یعنی ایک سیر غلہ) کے برابر بھی ثواب میں نہ پہنچے

۱- مسلم: فضائل الصحابة صلی اللہ علیہ وسلم، تحریم سب الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، رقم: ۲۲۱ (۲۵۳۰)

مکہ نصف مکہ کو بھی نہ پہنچے۔“

ف: کتب فن میں مذکور ہے کہ عارف کا عمل اجر و فضیلت میں غیر عارف پر بدرجہا بڑھا ہوا ہے حتیٰ کہ حضرت مرشدی سے سنا گیا کہ عارف کی دو رکعت غیر عارف کی لاکھ رکعت سے افضل ہے، یہ حدیث اس کی دلیل ہے، ہر چند کہ اس میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی کا ذکر ہے مگر علت مشترک ہے وہ تفاوت فی الاخلاص ہے اور اس علت کا موثر فی الحکم ہونا دوسرے نصوص سے ثابت ہے، کقولہ تعالیٰ: ﴿کمثل جنۃ بربوۃ اصابہا و ابل فانت اکلہا ضعفین فان لم یصبہا و ابل فطل﴾ و کقولہ علیہ السلام: ”سبق درہم مائۃ الف درہم“ قیل: و کیف ذلک یا رسول اللہ قال: ”کان لرجل درہمان فتصدق باجودہما وانطلق اخر الی عرض مالہ فاخرج منه مائۃ الف درہم فتصدق بہا“۔ (أخرجہ النسائی)

پس یہ شبہ نہ کیا جائے کہ شاید صرف صحابیت اس کی علت ہے جو صحابہؓ و غیر صحابہؓ میں مشترک نہیں، البتہ اس کا بھی کچھ دخل ہو اس سے انکار نہیں اس طرح کہ نفس تضاعف کا مدار تو خلوص پر ہو، اور تضاعف کے مراتب کی غایت کثرت کا مدار صحابیت پر ہو۔

### ۱۷۹- مسئلہ، سرایت برکات اہل اللہ الی غیر ہم

(اللہ والوں کے بعض برکات دوسروں کی طرف بغیر ان کے قصد کے سرایت کرتے ہیں)

عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”واصحابی امنۃ لامتی فاذا ذهب اصحابی اتی امتی ما یوعدون“۔

(أخرجہ مسلم) (۲)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میرے صحابہؓ میری امت کے لئے موجب امان ہیں، جب میرے اصحاب گزر جائیں گے میری امت پر وہ فتنے آئیں گے جن کا ان سے وعدہ ہے۔“

۱- نسائی: الزکاة، جہد المقل رقم: ۲۵۲۹۔

۲- مسلم: فضائل الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان أن بقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

امان لأصحابہ و بقاء أصحابہ امان للأمة۔ رقم: ۲۰۷ (۲۵۳۱)

ف: محققین نے فرمایا ہے کہ اہل اللہ کے جیسے بعض برکات اختیاری ہیں مثل ارشاد و تلقین کے اسی طرح بعضے برکات غیر اختیاری ہیں جو بلا ان کے قصد کے دوسروں کی طرف سرایت کرتے ہیں مثلاً خود ان کا وجود عالم کے لئے رحمت ہے، اسی طرح ان کے بعض انوار از خود طالبان حق تک پہنچتے ہیں، یہ حدیث ان برکات اضطراریہ کا اثبات کرتی ہے۔

### ۱۸۰۔ مسئلہ، رفع غلط در بعضے کشف

عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "یا بلال! بم سبقتنی الی الجنة؟ فما دخلت الجنة قط الا سمعت خشخشتک امامی" فقال: یا رسول اللہ! ما اذنت قط الا صلیت رکعتین وما احدثت قط الا وتوضات عنده ورایت ان للہ علی رکعتین فقال رسول اللہ. "بہما".  
(أخرجه الترمذی وصححہ)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت بلال سے) ارشاد فرمایا: "اے بلال! تم کس عمل کی بدولت جنت میں میرے آگے آگے چلا کرتے ہو؟ (گویہ آگے چلنا خادمانہ ہے مگر خود اس خدمت کی اہلیت بھی تو فضیلت عظیمہ ہے، کس عمل کی برکت سے حاصل ہوئی ہے) کیوں کہ مجھ کو کبھی جنت میں داخل ہونے کا اتفاق نہیں ہوا مگر تمہارے چلنے کی آہٹ اپنے آگے آگے ضرور سنی ہے، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک تو میں نے جب اذان کہی اس کے بعد دو رکعت ضروری پڑھی ہیں، اور ایک جب کبھی میرا وضو ٹوٹا ہے تب ہی وضو کیا ہے اور اس وقت بھی میں نے دو رکعتیں اللہ کا حق اپنے ذمہ سمجھی ہیں، (یہ کنایہ مداومت سے ہے اعتقاد و جوب یا اصرار مراد نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ ان ہی دو رکعت یا ان دونوں عمل کی برکت سے ہے۔"

ف: بعض سالکوں کو واقعہ میں یہ مکشوف ہوتا ہے کہ ہم بعض حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی سابق و فائق ہو گئے، اگر وہ جاہل ہو اپنا دین برباد کر لیتا ہے، اگر عالم ہو سمجھتا ہے کہ ظاہر اس کا شرعاً ممتنع ہے: اس لئے وہ اس تقدم کو مؤول سمجھتا ہے معنی مثالی کے ساتھ جیسا

۱۔ ترمذی: المناقب، باب (آیت علی قصر مربع مشرف من ذهب لعمر فی الجنة) رقم: ۳۶۸۹، وقال: حسن صحیح غریب۔



اس حدیث میں تقدم بلائی صورت ہے غایت تعلق خادمیت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کی تقریر ترجمہ حدیث میں کر دی گئی ہے، اس سے معلوم ہوا ہوگا کہ سلوک میں علم شریعت کی کس قدر ضرورت ہے، سعدی نے اسی لئے فرمایا:

خیالات نادان خلوت نشین بہم برزند عاقبت کفر و دین  
خوب سمجھ لینا چاہئے۔

## ۱۸۱- حال، کرامت

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان اسید بن حضیر وعباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ مظلمۃ، فخرج من عنده، فاذا بنورین بین یدیہما، فلما افترقا صار مع کل واحد منهما نور.  
(أخرجه البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تاریک شب میں حاضر تھے پھر دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے، سوان دونوں کے آگے دو نور نمودار ہو گئے، جب دونوں جدا ہوئے تو ایک ایک نور ہر ایک کے ساتھ ہو گیا۔

ف: دونوں صحابہ کی کرامتیں اس حدیث سے ظاہر ہیں اور عدم تخصیص کرامات بالصحابہ پر اجماع ہے پس صحت کرامت پر حدیث دال ہے۔

## ۱۸۲- عادت، بشارت بر مرید را

(مرید کو خوشخبری دینا)

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: دخل ابوبکر رضی اللہ عنہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال له صلی اللہ علیہ وسلم: "ابشر فانك عتيق الله من النار" قالت: فمن يومئذ سمى عتيقا. (أخرجه الترمذی)

۱- بخاری: مناقب الأنصار، منقبة اسید بن حضیر وعباد بن بشر. رقم: ۳۸۰۵، ایضا: الصلاة، باب بلا ترجمۃ، رقم: ۳۶۵. ۲- ترمذی: المناقب، باب (تسمیة) ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عتیقا) رقم: ۳۶۷۹، وقال: غریب.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے آپ نے فرمایا کہ ”تم کو بشارت ہو تم اللہ تعالیٰ کے عتیق یعنی رہائی دیئے ہوئے ہو دو زخ سے“ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس روز سے آپ کا لقب عتیق ہو گیا۔

ف: اکثر شیوخ کی عادت ہے کہ جب کسی مرید کو کوئی دولت باطنی اور حالت محمودہ عطا ہوتی ہے تو اس کو اطلاع کر دیتے ہیں، یہ حدیث اس کی سند پر دلالت کرتی ہے، اس میں بہت سی منسلحتیں ہوتی ہیں، رفع پریشانی، قوت فی العمل، زیادت شکر منعم و واسطہ نعمت، لیکن شرط یہ ہے کہ اس پر کسی فتنہ کا احتمال نہ ہو۔

ف: رسم، عطاء لقب مرید را (مرید کو کوئی لقب دے دینا)

بعض بزرگوں سے منقول اور مشاہد ہے کہ مرید کر کے اس کی حالت کے مناسب کوئی لقب عطا فرمادیتے ہیں شاہ وغیرہ، کبھی دوسرا نام رکھ دیتے ہیں، اس حدیث سے اس کی بھی اصل نکلتی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ”عتیق“ قرار دیا گیا۔

### ۱۸۳- مسئلہ، حقیقت صدیقیت

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث طویل: ”وما عرضت الاسلام علی احد الا کانت له کبوة الا ابابکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فانہ لم یتلعم“۔ (أخرجہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث طویل میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”میں نے جس شخص کے سامنے اسلام پیش کیا اس کو کچھ نہ کچھ رکاوٹ ضرور ہوئی (پھر خواہ وہ رکاوٹ جاتی رہے) سو ابوبکر کے کہ ان کو ذرا تر دو نہیں ہوا۔“

ف: محققین نے جو حقیقت صدیقیت کی بیان کی ہے کہ عقائد شرعیہ نظریہ کا اس کو ذوقاً

۱- ما وجدناہ فی الترمذی، وذكرہ ابن الأثیر فی ”جامع الأصول“ معزواً الی ”رزين“ لا الی الترمذی، وذكر نحوه العلامة علاء الدین علی المتقی فی کنز العمال ۱۱/۲۵۳، رقم: ۳۲۶۰۹ وعزاه الی مسند الفردوس للدیلمی.

ادراک ہونے لگے اور اعمال شرعیہ اس سے طبعاً صادر ہونے لگیں، اس حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے، پس نظریات اس کے نزدیک بدیہیات ہو جائیں اور عبادات عادات ہو جائیں، اول ثمرہ ہے قوت قدسیہ کا ثانی ثمرہ ہے کمال خلق کا اور صرف ثانی میں اکمل ہونا شہادت ہے۔

## ۱۸۴- عادت، زیادت احترام خلیفہ شیخ

(اپنے پیر کے خلفاء کی تعظیم بہ نسبت دوسروں کے زیادہ کرنا)

عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کنت جالساً عند النبی: اذ اقبل ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ. الحدیث. وفيه: فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "ان اللہ بعثنی الیکم فلکم: کذبت، وقال ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: صدق، وواسانی بنفسه وماله، فهل انتم تارکولی صاحبی؟" مرتین او ثلاثاً. قال: فما اوذی بعدها. (أخرجه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ دفعۃً حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ پہنچے، یہ بڑی حدیث ہے اور اسی میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک بات پر جس میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کوتاہی ہو گئی تھی) ارشاد فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نبی بنا کر بھیجا سو تم لوگوں نے (اول وہلہ میں) میری تکذیب کی (گو بعد میں میری تصدیق کر لی) اور ابوبکر نے (اول ہی وہلہ میں) میری تصدیق کی اور مزید براں یہ کہ اپنی جان و مال سے میری ہمدردی کی، سو تم میری خاطر سے میرے اس دوست کو ستانا چھوڑو گے بھی؟" اس کو دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا، راوی کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد کسی نے ان کو آزر دہ نہیں کیا۔

ف: اہل طریق کا امر طبعی اور عادت عامہ جو کہ موافق مقتضاء فطرت سلیمہ کے ہے یہ ہے کہ پیر کے خلفاء اور مقرب مریدوں کی تعظیم و ادب بہ نسبت دوسرے عام مریدوں کے زیادہ کرتے ہیں، حدیث کی اس پر صاف دلالت ہے اور اس میں فرو گذاشت کرنا اور اس سے عار و ننگ کرنا اور اس کو اپنے مماثل سمجھنا محض کبر و حسد ہے۔

۱۸۵ بخاری: فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فضائل ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم: ۳۶۶۱.

## ۱۸۵- حال، الہام و فراست صادقہ

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ان اللہ تعالیٰ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ" وقال ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ما نزل بالناس امر قط فقالوا فیہ وقال فیہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الا نزل القرآن فیہ علی نحو ما قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ. (أخرجه الترمذی وصححه)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ نے حق بات کو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان اور قلب پر جاری کیا"، اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی لوگوں کو کوئی (نئی) بات پیش آئی ہے پھر اس کے بارے میں لوگوں نے بھی کچھ کہا ہو اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کچھ کہا ہو تو قرآن ہمیشہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے قول کے موافق نازل ہوا۔

ف: اس کا ثبوت حدیث سے ظاہر ہے اور درحقیقت یہ انواع کشف سے ہیں، پس

حدیث سے ان حالات کا ثبوت ہوتا ہے۔

## ۱۸۶- عادت، بیعت نما سبائہ مشائخ

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی جوابہ للمصری عن طعنه فی عثمان قوله: واما غیبتہ عن بیعة الرضوان فلو کان احد اعز بطن مكة من عثمان لبعثہ، فبعث صلی اللہ علیہ وسلم عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی مكة وکانت بیعة الرضوان بعد ما ذهب عثمان، فجعل صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ الیمنی علی الیسری وقال: "هذه لعثمان" وکانت لیسری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعثمان خیراً من ایمانہم. الحدیث (أخرجه البخاری و الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مصری کے اعتراض کے جواب میں

جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کئے تھے یہ ارشاد مروی ہے کہ: رہا بیعت رضوان میں ان

۱ ترمذی: المناقب باب (ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رقم: ۳۶۸۲. وقال: حسن صحیح غریب من هذا الوجه.

۲ بخاری: المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿ان الذین تولوا منکم یوم النقی الجمعان﴾ الآية.

رقم: ۴۰۶۶، ترمذی: المناقب، باب، (ثلاث اعتراضات اعترض بها المصری) رقم: ۳۷۰۶. وقال: حسن صحیح، قلنا: والجزء الآخر من الروایة ما وجدناه فی البخاری و الترمذی.

کا موجود نہ ہونا تو (وجہ اس کی یہ تھی کہ اس وقت ضرورت تھی مکہ میں گفتگو کرنے کے لئے کسی کو بھیجنے کی اور چوں کہ اندیشہ تھا اہل مکہ سے اس کے قتل کر دینے کا اس لئے یہ بھی ضرورت تھی کہ وہ فرستادہ خود اہل مکہ کی نظر میں باوجاہت و معزز ہو، اور یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل تھی) سو اگر اور کوئی (ان سے) زیادہ معزز ہوتا (اہل مکہ کی نظر میں) تو آپ اس کو بھیجتے: اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو مکہ بھیجا، اور یہاں بیعت رضوان ان کے چلے جانے کے بعد (اتفاقاً) واقع ہو گئی، سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ (اپنے) بائیں ہاتھ پر رکھا اور (اس بائیں ہاتھ کی نسبت) فرمایا کہ: ”یہ عثمان کا ہاتھ ہے“، (گویا انہوں نے بیعت کر لی) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بایاں ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اوروں کے داہنے ہاتھ سے بھی اچھا تھا۔

ف: مشائخ کے یہاں بیعت غائبانہ بھی معمول ہے، یہ حدیث اس کی اصل ہے اور اس کی پوری تقریر حدیث شصت و ہشتم کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

## ف: رسم، ید شیخ فوق ید مرید بودن وقت بیعت

(بیعت کے وقت شیخ کے ہاتھ کا اوپر ہونا اور مرید کا نیچے ہونا)

بعض کا معمول ہے کہ بیعت کے وقت اپنا ہاتھ اوپر اور مرید کا نیچے رکھتے ہیں حدیث میں بیدہ الیمنی علی الیسری اس رسم کی اصل ہو سکتی ہے، اور ظاہر الفاظ ”ید اللہ فوق ایدیہم“ بھی اس کے ساتھ الصق ہیں، اور اگر شبہ ہو کہ یہاں تو مرید کا بایاں ہاتھ تھا اور معمول ہے کہ دونوں کا داہنا ہوتا ہے سو جواب یہ ہے کہ یہاں بایاں بضرورت ہے، ورنہ ”من ایمانہم“ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ داہنا ہی ہونا اصل ہے اور یہ بیعت کوئی امر مبہم نہیں ہے، ہاتھ میں ہاتھ لے لینا جس طرح بھی ہو کافی ہے اور اگر یہ بھی نہ ہو تب بھی مضائقہ نہیں خواہ عادیۃ یا شرعاً امکان ہی نہ ہو جیسا کہ غائب یا عورت میں، یا امکان ہو پھر بھی قول لسانی پر اکتفا ہو، یا قائم مقام ید کے کوئی چیز پکڑا دی جائے جیسا کہ کثرت کے وقت چادر یا عمامہ وغیرہ پکڑا دیا جاتا ہے۔

## ۱۸۷- مسئلہ، عدم تضرر کامل بترک مجاہدہ

(اہل کمال کے لئے مجاہدہ کی کمی نقصان دہ نہیں)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 حين جہز جيش العسرة: "ما علمي عثمان ما عمل بعد هذه، ما علمي عثمان ما  
 عمل بعد هذه". (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 جس وقت جيش عسرت کا (غزوہ تبوک میں) سامان فرمایا (جس میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 نے بڑا حصہ امداد کا دیا تھا) اس وقت ارشاد فرمایا کہ: "عثمان کو کچھ مضرت نہیں جو کچھ کریں اس کے بعد"  
 (اس سے گناہ کے کام مراد نہیں اور نہ مضرت سے مراد گناہ ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ اگر نوافل طاعات میں  
 کمی کر دیں تو مراتب قرب میں کمی نہ ہوگی: کیوں کہ یہ عمل کمال قرب کے لئے کافی ہے)

ف: چوں کہ کامل و متہی کے پاس خود ایسی طاعات خفیہ و دقیقہ ہوتی ہیں جو کیفاً نہایت  
 عالی اور موجب کمال قرب ہیں لہذا اگر مجاہدات ابتدائیہ میں کمی ہو جائے تو اس کمال  
 قرب میں خلل انداز نہیں ہوتی، حدیث میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

## ۱۸۸- مسئلہ، توحید افعالی

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا  
 يوم الطائف فانتجاء فقال الناس: لقد اطل نجواه مع ابن عمه فقال: "ما  
 انتجیته ولكن الله انتجاه". (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غزوہ طائف کے دن بلایا اور ان سے سرگوشی کی، (اس  
 میں دیر ہو گئی) سولوگ باہم کہنے لگے کہ آپ نے اپنے چچا زاد بھائی سے بڑی دیر تک سرگوشی  
 کی، (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا) ارشاد فرمایا کہ: "ان سے میں نے سرگوشی نہیں کی

۱۸۸ ترمذی: المناقب، باب (فی عد عثمان تسمیته شهیدا. وتجهیزه جيش العسرة) رقم:  
 ۳۷۰۰. وقال: حدیث غریب من هنا الوجه. ورواه عن عبدالرحمن بن خباب رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ لا عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ. ۱۸۸ ترمذی: المناقب، باب ما انتجیته  
 (علیا) ولكن الله انتجاه. رقم: ۳۷۲۶. وقال: حسن غریب.

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی کی ہے، (کیوں کہ اللہ ہی کے حکم سے یہ سرگوشی کی گئی ہے، تو گویا اللہ تعالیٰ نے ہی کی)

ف: صوفیاء کے اقوال میں کہیں فانی یعنی ممتثل غایت امتثال کے افعال کی نسبت اور کہیں مطلق فاعل کے افعال کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف پائی جاتی ہے، اور اس کو توحید افعالی کہتے ہیں، اور کبھی اس کو اس عنوان سے تعبیر کرتے ہیں، ”لا فاعل الا اللہ“ اس حدیث میں ارشاد ”وما انتجیتہ ولكن اللہ انتجاہ“ نسبت اول کی واضح اصل ہے اور چوں کہ علت اس کی صدور بالامر ہے، پس جس طرح امر تشریحی کے سبب نسبت جائز ہے اسی طرح امر تکوینی کو اس پر قیاس کر کے اس سے بھی نسبت صحیح ہو سکتی ہے، پس نسبت ثانی کی توجیہ بھی ہو گئی، قرآن مجید میں ﴿فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم ومارمیت اذ رمیت ولكن الله رمی﴾ میں عند التامل یہی امر تکوینی مدار نسبت معلوم ہوتا ہے، البتہ اعتقاد اتحاد بین الواجب والممكن الحاد ہے، اسی طرح نفی اختیار عبد کا قصد بدعت سیدہ ہے، اس معنی کے اعتبار سے حضرت جنید بغدادی کا قول مشہور ہے کہ اگر مجھ کو قدرت ہو تو جو شخص لا فاعل الا اللہ کہے اس کی گردن ماروں کیوں کہ وہ شخص ابطال شریعت کا قصد کرتا ہے۔

۱۸۹- مسئلہ، منافی کمال نہ بودن ہم عیال بشرط اعتدال واجمال

(اعتدال کے ساتھ اہل و عیال کی فکر کرنا کمال کے منافی نہیں ہے)

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لسانہ: "ان امرکن مما یہمنی من بعدی، ولیس یصبر علیکن الا الصابرون الصدیقون" ثم قالت لابی سلمة بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ: سقی اللہ ایاک من سلسبیل الجنة، وكان ابن عوف قد تصدق علی امہات المؤمنین بارض بیعت باربعین الفاً، وقال ابو سلمة بن عبدالرحمن بن عوف اوصی عبدالرحمن بحدیقة لامہات المؤمنین بیعت باربع مائة الف. (أخرجه الترمذی)

۱۸۹- رقم: ۳۷۳۹. عن عائشة وقال: حسن صحيح غريب، أيضاً: فی المصدر السابق عن ابی سلمة بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان عبدالرحمن بن عوف اوصی بحدیقة لامہات المؤمنین بیعت باربع مائة الف، وقال: حسن غريب.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے ارشاد فرمایا کہ: ”مجھ کو تمہارے معاملہ (گذران) میں (ایک گونہ) فکر ہے، کہ میرے بعد کیا ہوگا؟ اور تم کو (تمہاری خدمت گزاری کو) وہی نباہیں گے جو بڑے ہمت والے اور پکے ہیں“، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ: خدا تعالیٰ تمہارے باپ کو بہشت کے چشمہ سلسبیل سے سیراب کرے (کہ انہوں نے ہماری بڑی خدمت کی) اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امہات المؤمنین کو ایک زمین دی تھی جو چالیس ہزار میں یکی (یہاں کے سکہ کے حساب سے دس ہزار روپیہ سے زیادہ ہوتا ہے) اور ابو سلمہ کہتے ہیں کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امہات المؤمنین کے لئے ایک باغ کی وصیت کی تھی جو چار لاکھ کو بکا (جو یہاں کے سکہ کے اعتبار سے ایک لاکھ سے زیادہ ہوتا ہے)

ف: بعضے ناواقف جس بزرگ کو اہل و عیال کی فکر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ کامل نہیں ہیں، اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ فکر خود مسنون ہے، البتہ اس میں غلو بے شک منافی کمال بلکہ خود منافی طریق ہے۔

ف: متفرقات، تتمہ بوون خدمت اہل شیخ بر حقوق شیخ را

(شیخ کے گھر والوں کی خدمت منجملہ حقوق شیخ میں سے ہے)

حدیث میں امہات المؤمنین کی خدمت کرنے والوں کو آپ کا صابر و صدیق فرمانا جس کے معنی کا حاصل ہے نباہنے والا اور پختہ تعلق والا، مشیر اس طرف ہے کہ اہل شیخ کی خدمت کرنا ایک درجہ میں تعلقات شیخ کا نباہ کرنا اور اس میں پختگی کی علامت ہے اور یہ خدمت قریب قریب امر طبعی کے ہے اہل طریق میں۔

۱۹۰- حال، منام صادق (سچا خواب)

عن سلمیٰ امرأة من الانصار قالت: دخلت علی ام سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہی تبکی فقلت: ما یبکیک؟ قالت: رأیت الآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ



وسلم فی المنام وعلی رأسه ولحیته التراب، وهو یبکی فقلت: ما ینبئک یا رسول اللہ؟ قال: "شهدت قتل الحسین آنفا". (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت سلمیٰ سے جو انصار میں سے ایک بی بی ہیں روایت کیا ہے کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئی اور وہ رورہی تھیں، میں نے پوچھا کہ آپ کے رونے کا کیا باعث ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ: میں نے اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور ریش مبارک پر گرد پڑی ہے اور آپ رورہے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کا کیا باعث ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی جگہ گیا تھا"۔

ف: سچا خواب ایک حال محمود ہے، حدیث سے اس کا وقوع ثابت ہوتا ہے: کیوں کہ بعد میں وہ واقعہ اسی وقت ہونا معلوم ہوا۔

## ف: مسئلہ، حضور روح در مقامے

(روح کا کسی جگہ موجود ہونا)

روح کا بعد مفارقت عالم دنیا کے گواصلی مقام دوسرا ہے، لیکن اگر اذن الہی کسی وقت پھر بطور خرق عادت کے اس عالم میں آجائے تو ممکن ہے جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا میدان قتال میں تشریف لانا دیکھا گیا اور چوں کہ اس کے امتناع کی کوئی دلیل نہیں، لہذا اس میں تاویل اور صرف الی الجاز کی ضرورت نہیں، محمول حقیقت پر ہوگا۔

## ۱۹۱- عادت، تشبہ بالشیخ

(پیر کی مشابہت اختیار کرنا)

عن عبد الرحمن بن زید قال: سألت حذیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رجل

الترمذی: المناقب، مناقب ابی محمد الحسن بن علی بن ابی طالب والحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما، رقم: ۳۷۷۱، وقال: حدیث غریب.

قرب السمت والدل والهدی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی ناخذ  
عنه، فقال: ما نعلم احداً اقرب سمناً ولا هدياً ولا دلاً من النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم من ابن ام عبد حتی یتوارى بجدار بيته. (أخرجه البخاری والترمذی)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے  
حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ ایسا شخص بتاؤ جو طرز و انداز و طریق میں رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مناسبت رکھتا ہو، تاکہ ہم اس سے ان چیزوں کو لیں، انہوں  
نے فرمایا کہ: ہمارے علم میں ایسا شخص جو طرز و طریق و انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے بہت زیادہ مناسبت رکھتا ہو ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ  
کر نہیں ہے، جب تک کہ وہ اپنے گھر کی دیوار کی آڑ میں ہو جاتے (یعنی اس وقت تک کی تو  
ہم کہہ سکتے ہیں پھر نظر اوجھل ہونے کے بعد ہم اس طرح شہادت کے درجہ میں نہیں کہہ  
سکتے، یہ قید لگانا صحابہ کا احتیاط فی التکلم تھا ورنہ علم و رسوخ ملکہ کے بعد ظن پر بھی حکم صحیح ہے)  
ف: بعض اہل محبت کی حکایتیں ہیں کہ انہوں نے عبادات سے گزر کر عادات  
خوراک و پوشاک اور بہنات رفتار و گفتار تک میں بقصد اپنے شیخ کا شبہ اختیار کیا حتیٰ کہ پھر  
قصد کی بھی حاجت نہ رہی، خود وہ امور بمنزلہ عادت ثانیہ و امر طبعی کے ہو گئے، بعض بزرگوں  
کی تو مناسبت شیخ سے اس درجہ سنی گئی ہے کہ اس شعر کا مصداق ہو سکتی ہے:

من تو شدم تو من شدي من تن شدم تو جاں شدي  
تا کس نگويد بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

حدیث اس شبہ کی اصل صریح ہے، اگر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصد بھی  
نہ کیا ہو تب بھی محمود ہونا تو اس کا حدیث سے ظاہر ہی ہے اور محمود کا قصد بھی ظاہر ہے کہ محمود ہے۔

۱ البخاری: فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مناقب عبداللہ بن مسعود  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم: ۳۷۶۳، ترمذی: المناقب: مناقب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ، رقم: ۳۸۰۷. وقال: حسن صحیح.

۲ اگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصد شبہ نہ بھی ہو جب بھی قصہ شبہ حضرت عبدالرحمن رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ کا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شبہ کے لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پتہ بتانا اس  
سے شبہ کے محمود ہونے پر حدیث سے دلالت ہو گئی۔ منہ ۱۲

## ۱۹۲- متفرقات، امکان مکث بلا غذا

(بغیر کھائے پئے زندہ رہنا)

عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث اسلامہ: ولقد لبثت ثلاثین ما بین لیلۃ ویوم وما کان لی طعام الا ماء زمزم، فسمنت حتی تکسرت عکن بطنی وما وجدت علی کبدی سخفة جوع. الحدیث (آخر جہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے مسلمان ہونے کے قصہ میں ان کا یہ قول مروی ہے کہ میں (مکہ میں) تیس رات اور دن اس حالت سے رہا کہ بجز آب زمزم کے میری کوئی غذا نہ تھی اور اسی سے میں ایسا فریبہ ہوا کہ شکم کی جلد میں بل (بعض جگہ اس کو بڑھتے ہیں ۱۲ منہ) اور شکن پڑ گئے اور کایچہ پر ذرا بھوک کا اضمحلال نہیں پایا۔

ف: بعض اہل ریاضت سے منقول ہے کہ چالیس چالیس روز تک انہوں نے مطلق نہیں کھایا، یا اس قدر کم کھایا کہ عادیہ وہ بقائے حیات کے لئے کافی نہیں، اس پر بعض کوتاہ میں تنگ نظر فوراً انکار کر بیٹھتے ہیں، حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصے سے یہ استبعاد بالکل دفع ہو جاتا ہے، اگر کہا جائے کہ وہ زمزم کا پانی تو پیتے تھے، جواب یہ ہے کہ خود یہ امر بھی خلاف عادت ہے اور پانی میں تو یہ خاصیت نہیں محض اس کی برکت ہے پھر اگر کسی کو ذکر میں یہی برکت حاصل ہو جائے تو تعجب و استبعاد کیا ہے۔

## ۱۹۳- حال، کرامت

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "اهتز العرش" وفی روایۃ: "اهتز عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ". (آخر جہ الشیخان والترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ مسلم: فضائل الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فضائل ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم: ۱۳۲ (۲۳۷۳)  
 ۲۔ بخاری: مناقب الأنصار، مناقب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم: ۳۸۰۲، مسلم:  
 فضائل الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، فضائل سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم: ۱۲۳  
 (۲۳۶۶) ترمذی: المناقب، مناقب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم: ۳۸۳۹، وقال حسن  
 صحیح، قلنا: وأخرج ابن ماجه، السنة، فضل سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم: ۱۵۸

نے ارشاد فرمایا کہ: ”عرش اور ایک روایت میں ہے کہ رحمان کا عرش سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرنے سے ہل گیا“ (یا تو واقعہ کے عظیم ہونے سے یا شوق و نشاط سے کہ اب ان کی روح میرے پاس آئے گی)

ف: اس حدیث میں ان صحابی کی بہت بڑی کرامت مذکور ہے۔

## ۱۹۴- حال، کرامت

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لما حملت جنازة سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: المنافقون: ما اخف جنازته؟ یعنون لحکمه فی بنی قریظۃ. فبلغ ذلك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: ”ان الملائكة كانت تحمله“. (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا (جن کا اوپر کی حدیث میں بھی تذکرہ ہے) جنازہ اٹھایا گیا تو منافقین کہنے لگے کہ ان کا جنازہ کس قدر ہلکا ہے، چونکہ انہوں نے بنو قریظہ کے بارے میں (نامناسب) فیصلہ کیا تھا (یہ فیصلہ حدیث صدو شصت و دووم میں مفصلاً مذکور ہے منافقین اس فیصلہ کو یہود کی دوستی میں نامناسب کہتے تھے، اس لئے جنازہ کے ہلکا ہونے کا کہ زمانہ جاہلیت میں اس کو بری علامت سمجھتے تھے طعن کیا، جیسا اب جنازہ کے بھاری ہونے کو بری علامت سمجھتے ہیں اور دونوں باتیں بے اصل ہیں) یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (علی سمیل الشترل) ارشاد فرمایا کہ: ”ملائکہ (بھی) ان (کے جنازہ) کو اٹھائے ہوئے تھے۔“ (اس لئے ہلکا معلوم ہوتا تھا)

ف: اس میں بھی ان کی ایک بڑی کرامت مذکور ہے۔

## ۱۹۵- ریانبودن تحسین عمل برائے تطیب قلوب صلحاء

(نیک لوگوں کا دل خوش کرنے کیلئے کسی کام کو اچھی طرح انجام دینا ریانبودن نہیں ہے)

عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”لورایتنی البارحة وانا استمع لقرائتک لقد اعطیت مزاراً من

مزامیر ال داؤد، (أخرجہ الشیخان والترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اگر تم مجھ کو گزشتہ شب میں دیکھتے تو بہت خوش ہوتے میں تمہارا قرآن پڑھنا سن رہا تھا، واقع میں تم کو داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی کا حصہ عطا ہوا ہے“، (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی نے)

اور برقانی کی روایت میں مسلم سے اتنا اور زیادہ ہے کہ: ابو موسیٰ نے عرض کیا یا رسول اللہ! واللہ اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ آپ میرا قرآن سن رہے ہیں تو میں آپ کی خاطر اس کو خوب بناتا سنوارتا۔

ف: بزرگوں کا دل خوش کرنے کے لئے اگر کوئی طاعت یا خدمت اچھی طرح کی جائے کہ مخلی بالطبع ہو کر اس طرح نہ کرتا تو ظاہر میں اس میں شبہ ریاء کا معلوم ہوتا ہے مگر چوں کہ تطیب قلب اہل اللہ بلکہ مطلق مسلم خود عبادت ہے تو اس کی حقیقت یہ ہوئی کہ ایک عبادت کو دوسری عبادت کے واسطے اچھی طرح کرتا ہے، اس لئے ہرگز یہ ریاء نہیں ہے، حدیث میں اس کے استحسان پر صاف دلالت ہے، اس نادان کو مدتوں یہ شبہ رہا کہ اکثر کسی کی فرمائش سے جو قرآن عمدہ طرح پڑھنے کی عادت ہے شاید یہ اچھا نہ ہو، الحمد للہ کہ اس حدیث کا سر دقیق جس کی ابھی تقریر کی گئی ہے قلب میں فائز ہوا اور یہ شبہ بالکل دفع ہو گیا، پھر اس حدیث پر نظر پڑنے سے اس کی تائید ہو گئی، اور حدیث میں زیادہ غور کرنے سے مقبولان الہی کی بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ ان کی طلب رضا مثل طلب رضائے حق تعالیٰ کے ہے جب کہ دونوں میں تعارض نہ ہو، اور راز اس میں یہی ہے کہ ان کی رضا کو رضا حق کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، پس مطلوب بالذات طلب رضا حق ہی ہے۔

لأن السعی فی الطریق سعی فی الوصول الی المقصود.

ابو بخاری: فضائل القرآن، حسن الصوت بالقراءة للقرآن، رقم: ۵۰۳۸، مسلم: صلاة المسافرين (فضائل القرآن) استحباب تحسین الصوت بالقرآن، رقم: ۴۳۶ (۷۹۳) ترمذی: المناقب، مناقب ابی موسیٰ الأشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم: ۳۸۵۵، وقال: غریب حسن صحیح، وزاد فی روایة البرقانی عن مسلم لو علمت واللہ یا رسول اللہ انک تستمع لقرائتی لحبوتہ لک تحبیرا، أخرجه أبو یعلی: یاسناد علی شرط مسلم کذا فی فتح الباری ۱۱۴/۹.

## ۱۹۶- فضیلت مقبولیت اولیاء اللہ

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "کم من اشعت اغبر ذی طمرین لایوبہ لہ، لو اقسام علی اللہ لابرہ، منهم البراء بن مالک". (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بہت سے (بندگان خدا) ایسے ہیں کہ بال بھی گرد آلود، بدن بھی گرد آلود، (کیوں کہ اتنا سامان نہیں کہ بال اور بدن کی خدمت کر سکیں) دو پرانی چادر والے (کہ ایک باندھیں ایک اوڑھیں) اور کوئی ان کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرے (مگر رتبہ اتنا بڑا) کہ اگر خدا پر قسم کھا بیٹھیں (اس طرح کہ واللہ خدا تعالیٰ یوں کرے گا) تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم سچی کر دے گا"، (یعنی وہ کام اسی طرح کر دیں)

ف: حدیث کی دلالت اس جماعت کی فضیلت پر ظاہر ہے اور اغبر اشعت وغیرہ شرط نہیں ہے، جیسا بعض ناواقفوں کا زعم ہے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ ہیئت منافی کمال نہیں ہے جیسا اہل کبر اس ہیئت کو حقیر سمجھتے ہیں۔

## ۱۹۷- متفرقات، تصرف فی القلب

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قلت: یا رسول اللہ! اسمع منک اشیاء فلا احفظها فقال: "ابسط ردائک" فبسطته فحدثنی حدیثا کثیرا فما نسیت شیئا حدثنی بہ. (أخرجه الشیخان والترمذی وهذا لفظہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں سو مجھ کو یاد نہیں رہتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنی چادر پھیلا"، میں نے پھیلا دی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کچھ پڑھ دیا، میں نے اس کو اپنے سینے سے لگا لیا، جیسا کہ مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے) پھر اس کے بعد میرے سامنے

۱۔ ترمذی: المناقب، مناقب البراء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم: ۳۸۵۴۔ وقال: حسن غریب۔ ۲۔ بخاری: المناقب، آخر باب المناقب، رقم: ۳۶۴۸، مسلم: فضائل الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، فضائل ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم: ۱۵۹ (۲۳۹۲) ترمذی: المناقب: مناقب ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رقم: ۳۸۳۵، وقال: حسن صحیح

بہت سی حدیثیں بیان فرمائیں سو میں کوئی بات نہیں بھولا جو میرے سامنے بیان فرمائیں۔

ف: حدیث کی دلالت اس پر ظاہر ہے اور یہ چادر پر کچھ پڑھ دینا اس تصرف کا ایک طریق تھا، بعض مشائخ کے یہاں بعض تصرفات نافعہ فی القلب کا معمول ہے مثل احکام ذکر، یا توبہ بخشی وغیرہ کے، پس ایسے تصرفات اگر محتمل فتنہ نہ ہوں شروع ہیں، گو بتقریح اکابر کمال مقصود نہیں۔

## ۱۹۸- اصلاح، امکان عدم اجابت دعائے کا ملین

(اہل کمال کی دعاؤں کا قبول نہ ہونا ممکن ہے)

عن عامر بن سعد عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنی معاویہ، فرکع فیہ رکعتین وصلینا معہ، ودعا ربہ طویلاً، ثم انصرف الینا فقال: "سألت ربی ثلثاً فاعطانی الثنین ومتعنا واحداً، سألتہ ان لا یہلک امتی بسنة عامۃ فاعطانیہا، وسألتہ ان لا یہلک امتی بالغرق فاعطانیہا، وسألتہ ان لا یجعل باسہم بینہم فمتعنیہا"۔ (آخر جہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنی معاویہ میں تشریف لائے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور اپنے پروردگار سے بڑی دیر تک دعا کی، پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ: "میں نے اپنے رب سے تین دعائیں مانگیں، سو دو تو منظور کیں اور ایک نامنظور کی، میں نے یہ دعا کی کہ میری امت کو قحط عام سے ہلاک نہ کرے سو اس کو منظور فرمایا، (چنانچہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تمام امت قحط سے مر جاتی) اور میں نے یہ دعا کی کہ میری امت کو غرق سے ہلاک نہ کرے، اس کو بھی منظور فرمایا (چنانچہ غرق سے بھی کبھی تمام امت ہلاک نہیں ہوئی) اور میں نے یہ دعا کی کہ ان میں باہم جنگ و جدل نہ ہو، اس کو نامنظور فرمایا۔" (چنانچہ جنگ و جدل و نا اتفاقی ہونا ظاہر ہے)

ف: اکثر لوگ اجابت دعا کو لوازم ولایت سے سمجھتے ہیں اور اس اعتقاد پر کثرت سے

مفاسد علمیہ و عملیہ مرتب ہوتے ہیں اس اعتقاد کا غلط ہونا حدیث سے ظاہر ہے۔

## ۱۹۹- متفرقات، اکرام اہل وطن شیخ

(پیر کے اہل وطن کا احترام کرنا)

عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لا تبغضنی لتفارق دینک" فقلت: وكيف ابغضک یا رسول اللہ! وبک هدانی اللہ، قال: "تبغض العرب فتبغضنی". (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "مجھ سے بغض مت کرنا کہ دین سے جدا ہو جاؤ گے" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بھلا آپ سے کیونکر بغض کر سکتا ہوں حالانکہ آپ کی بدولت تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہدایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس طرح سے کہ تم عرب سے بغض کرنے لگو تو مجھی سے بغض کیا۔"

ف: اہل طریق کی عام عادت رہی ہے کہ طبعاً اپنے پیر کے اہل وطن کا احترام و ادب کرتے ہیں، اس حدیث میں اس کی اصل موجود ہے۔ و نعم ما قیل:

ومن عادتی حب الدیار لاهلها وللناس فیما یعشقون مذاہب

## ۲۰۰- مسئلہ، انتفاع کامل از مادون خود

(کامل کا اپنے سے کم درجہ آدمی سے نفع حاصل کرنا)

عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "یاتی علیکم اویس بن عامر الحدیث. وفيه: "فان استطعت ان تستغفر لک ما فعل". (أخرجه مسلم)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم لوگوں کے پاس اویس بن عامر آئیں گے" (جن کو اویس قرنی کہتے ہیں) اور اسی حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ ارشاد ہوا کہ: "اگر تم سے ممکن ہو کہ وہ

۱۔ ترمذی: المناقب، مناقب فی فضل العرب، رقم: ۳۹۲۷، وقال: حسن غریب.

۲۔ مسلم: فضائل الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تحریم سب الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، رقم: ۲۲۵ (۲۵۳۲)



تمہارے لئے استغفار کریں تو ضرور ایسا (اہتمام) کرنا۔“  
 ف: جس طرح ادنیٰ کو اعلیٰ سے نفع اکثر ہوتا ہے، اسی طرح کبھی اعلیٰ کو ادنیٰ سے بھی نفع ہو جاتا ہے، جیسا اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہ صحابی ہیں حضرت اولیس سے کہ تابعی ہیں خاص امر میں کہ وہ دعا ہے منتفع ہونے کا امر فرمایا گیا اور اسی کی فرع ہے کہ کبھی پیر کو مرید سے نفع ہو جاتا ہے، علمی یا حالی یا اخلاقی یا دعائی تو کسی پیر کو مغرور نہ ہونا چاہئے۔

## ۲۰۱- اصلاح، متصرف مختار نبودن کا ملین

(اہل کمال تصرفات میں مختار نہیں ہوتے)

عن المسیب بن حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وانزل فی ابی طالب: ﴿انک لاتہدی من احببت ولكن اللہ یہدی من یشاء﴾ (أخرجه الشيخان والنسائی)  
 ترجمہ: حضرت مسیب بن حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابو طالب کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی کہ (یا رسول اللہ) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے: لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں ہدایت دیں۔  
 ف: بہت سے لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ تصرفات کو مطلقاً کا ملین کے اختیار میں سمجھتے ہیں حتیٰ کہ ان سے حق تعالیٰ کی طرح حاجات مانگتے ہیں احواء سے یا اموات سے، یہ آیت وحدیث اس کا قلع قمع کرتی ہے۔

## ۲۰۲- مسئلہ، شعور جمادات

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”ان احداً جبل یحبنا ونحبہ“ (أخرجه الثالثة والترمذی)

ابو بخاری: التفسیر، سورة القصص، باب قوله: ﴿انک لاتہدی من احببت ولكن اللہ یہدی من یشاء﴾ الخ. رقم: ۴۷۷۲، مسلم: الايمان، الدلیل علی صحة الاسلام من حضرہ الموت ما لم یشرع فی النزاع الخ. رقم: ۳۹ (۲۳) نسائی: الجنائز، النهی عن الاستغفار للمشرکین. رقم: ۲۰۳۷. ابو بخاری: المغازی، باب أحد جبل یحبنا ونحبہ. رقم: ۴۰۸۳، مسلم: الحج، فضل أحد رقم: ۵۰۴ (۱۳۹۳) ترمذی: المناقب، فضل المدینة. رقم: ۳۹۲۲، وقال: حسن صحیح، قلنا: وأخرجه ابن ماجة، المناسک، فضل المدینة. رقم: ۳۱۱۵، قلت: ما وجدت هذا اللفظ فی سنن أبی داؤد.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: ”اذا ایسا پہاڑ ہے کہ اس کو ہم سے محبت ہے اور ہم کو اس سے محبت ہے۔“  
 ف: چونکہ کوئی دلیل حقیقت سے متصرف کرنے کی نہیں ہے اس لئے حدیث میں لفظ ”یحبنا“ کو معنی حقیقی پر محمول کر کے اس سے اس مسئلہ کشفیہ پر استدلال کریں گے کہ جمادات میں بھی ایک گونہ شعور ہے کیوں کہ جب موقوف ہے شعور پر جیسا ”نحبہ“ بالاتفاق حقیقت پر محمول ہے، باقی مسئلہ ظنیہ ہے داخل عقائد نہیں۔

### ۲۰۳۔ فضل مرتبہ صوفیہ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”قال اللہ تعالیٰ: من عادى لى وليا فقد اذنته بالحرب، وما تقرب الى عبدى بشيء احب الى من اداء ما افترضت عليه، ولا يزال عبدى يتقرب الى بالنوافل حتى احبه، فاذا احبته كنت سمعه الذى يسمع به، وبصره الذى يبصر به، ويده التى يبطش بها، ورجله التى يمشى بها“ الحديث. (اخرجه البخارى)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”حق تعالیٰ (حدیث قدسی میں) فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے مقبول بندہ سے عداوت کرے میں اس کو اشتہار جنگ دیتا ہوں، اور میرا بندہ کسی ایسے ذریعہ سے قرب حاصل نہیں کرتا جو میرے نزدیک ادائے فرض سے زیادہ محبوب ہو، اور میرا بندہ برابر مجھ سے بذریعہ نوافل قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں، پھر جب اس کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کی شنوائی ہو جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ کسی چیز کو لیتا ہے، اور پاؤں ہو جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے،“ (مطلب یہ کہ اکثر اس کے ان جوارح سے کوئی کام میری رضا کے خلاف نہیں ہوتا، لا العارض لا یدوم)  
 ف: دلالت حدیث کی اس پر ظاہر ہے۔

## ف: قول، قرب فرائض و قرب نوافل

قوم کے کلمات اصطلاحیہ سے یہ دو لفظ بھی ہیں جو حقیقت ان کی بیان کی گئی ہے حدیث کے الفاظ اس کا ماخذ ہے جس کو احقر نے کلید مثنوی اور مسائل المثنوی میں شرح و مبسوط بیان کیا ہے۔

## ف: مسئلہ، محفوظیت اولیاء

مشہور ہے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں، اور اولیاء محفوظ، کنت سمعہ الخ کی جو تفسیر ترجمہ میں لکھی گئی ہے، اس کے اعتبار سے حدیث اس کا اثبات کرتی ہے۔

## ۲۰۴- توجیہ، تجلی حق در مخلوق بلا حلول و معنی اتحاد

(حق تعالیٰ کا بلا حلول اپنی ذات و صفات کے مخلوق میں ظہور فرمانا اور اتحاد کا مطلب)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "اتانی اللیلة اب من ربی" وفي رواية: "اتانی ربی فی احسن صورة". الحدیث. (اخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "آج شب کو میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا"، اور ایک روایت میں ہے کہ: "میرا رب میرے پاس ایک اچھی صورت میں آیا۔" ف: صوفیاء کے کلام میں ان دو مسئلوں کے عنوان تعبیری میں یہ دو اصطلاحیں پائی جاتی ہیں: حقیقت اول کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ بلا حلول اپنی ذات و صفات کے خلق میں ظہور فرماتے ہیں، جس طرح کاتب کا ظہور مکتوب میں اور متکلم کا ظہور کلام میں ہوتا ہے، پس خلق مظہر اور حق ظاہر ہے، اور ثانی کی حقیقت یہ ہے کہ ظاہر و مظہر میں ایسا شدید تعلق ہے کہ مظہر سے انفکاک ظاہر کا محال ہے، سو مسئلے دونوں عقلی ہیں مگر عنوان تعبیری کسی قدر موحش ہو جاتا ہے، لیکن بعد وضوح مراد کے ایسے اصطلاحات کی گنجائش خود حدیث میں تامل کرنے سے

۱- ترمذی: تفسیر القرآن، سورۃ ص: رقم: ۳۲۳۳، قال ابو عیسی: وقد ذکرنا بین ابی قلابہ و بین ابن عباس فی هذا الحدیث رجلا، وقد رواه قتادة عن خالد بن اللجلاج عن ابن عباس، قلت: ثم نقل الامام هذه الرواية وحکم علیها ب "حسن غریب".

معلوم ہو سکتی ہے، چنانچہ ”فی احسن صورة“ اصطلاح اول کی نظیر ہے اور آیت میں ”ات من ربی“ کو ”ربی“ کہہ دینا اصطلاح ثانی کی نظیر ہے اور اگر من تجریدی ہو تو خود ”فی احسن صورة“ اس ثانی کا ماخذ ہو سکتا ہے: کیوں کہ اس صورت مبائنہ کے تلبس سے غیر ذی صورت کو ذی صورت کہنا لازم آیا پس ذی صورت اور غیر ذی صورت میں اتحاد کا حکم لفظی نکل آیا اسی طرح اگر تعدد واقعہ پر محمول کیا جائے تب بھی فی حسن صورت سے اسی طرح استدلال ہو سکتا ہے، البتہ تجلی و اتحاد کو معنی عرفی و لغوی پر محمول کرنا جائز نہیں جیسا عوام جہلاء اس سے اپنے عقائد خراب کر لیتے ہیں اور تفصیل ان مباحث کی کلید مشنوی میں لکھ دی گئی ہے۔

### ۲۰۵- توجیہ، اتحاد بالمعنی المذکور

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”يقول الله عزوجل يوم القيمة مرضت فلم تعدنى، فيقول: يا رب! كيف اعودك وانت رب العالمين؟ قال: اما علمت ان عبدى فلانا مرض فلم تعده، اما علمت انك لو عدته لوجدتني عنده، ثم ذكر الاستطعام والاستسقاء كذلك وفيهما: ”لوجدت ذلك عندي“. (اخرجه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”حق تعالیٰ قیامت کے روز بعض لوگوں سے فرمائیں گے کہ: میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی، وہ عرض کرے گا کہ اے پروردگار! میں تیری عیادت کیسے کر سکتا ہوں؟ آپ تو رب العالمین ہیں (جن پر طریان مرض محال ہے اور عیادت موقوف اس طریان پر اور محال پر جو موقوف ہو وہ محال پھر مجھ سے اس فعل محال کا صدور کیوں کر ہو سکتا) ارشاد ہوگا کہ تجھ کو خبر نہیں ہمارا فلانا بندہ بیمار ہوا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہ کی، تجھ کو خبر نہیں اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھ کو اس کے پاس پاتا،“ پھر اسی طرح حدیث میں کھانا مانگنے کا اور پانی مانگنے کا ذکر آیا ہے (یعنی ارشاد ہوگا کہ ہم نے تجھ سے کھانا مانگا، پانی مانگا، وہ بندہ ہی عرض کرے گا اور وہی جواب ملے گا) اور ان دونوں میں جواب یہ ہے کہ: ”تو اس کو میرے پاس پاتا۔“

ف: اوپر کی حدیث میں اس مسئلہ کی تقریر ہو چکی ہے، ”عبد“ کے مرض کو اپنی طرف منسوب کر کے ”مرضت“ فرمایا یہ عنوان اس اصطلاح کی زیادہ واضح نظیر ہے اور اگر یہ مریض کوئی عبد مقبول و خاص ہے تو یہ عنوان صوفیاء کے اس خاص قول کی تائید بھی کرتا ہے، کہ گاہ گاہ اس اتحاد و عینیت کا حکم خاص عارفین و اہل کمال و اہل فنا ہی کے لئے کیا کرتے ہیں اور ”لوجدتنی عندہ“ کی جگہ دوسرے مقام پر ”لوجدت ذلک عندی“ فرمانا کہ حقیقت میں یہ دوسرا جملہ اس پہلے جملے کی تفسیر ہے اور اس پر متنبہ کر رہا ہے کہ ایسی تعبیریں مجاز ہوتی ہیں حقیقت پر محمول کر کے عقائد خراب نہ کئے جائیں جیسا اوپر کی حدیث کے ذیل میں بھی احقر نے اس پر متنبہ کیا ہے۔

## ۲۰۶۔ فضل مرتبہ اخوان الطریقۃ

(پیر بھائیوں کے درجہ کی فضیلت)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث: سبعة یظلمہم اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”ورجلان تحاببا فی اللہ اجتمعا علی ذلک وتفرقا علیہ“۔ (آخر جہ الممتۃ الا اباداؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث میں جس میں سات شخصوں کا ذکر ہے جن کو حق تعالیٰ قیامت میں عرش کا سایہ دیں گے، یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”ان میں سے وہ دو شخص بھی ہیں جن میں محض اللہ کے لئے باہم محبت ہے اسی کو لئے ہوئے ملتے ہیں اور اسی کو لئے ہوئے جدا ہوتے ہیں۔“

ف: پیرومید میں تو ایسی محبت ہوتی ہی ہے مگر پیر بھائی یقیناً اس حدیث کے مصداق ہیں۔

## ۲۰۷۔ رسم، حفاظت تبرکات و عدم تغیر آں

(بزرگوں کے تبرکات کو بعینہ محفوظ رکھنا)

عن عاصم الاحول قال: رأیت قدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند انس

۱ بخاری: الزکاة الصلۃ بالیمین۔ رقم: ۱۳۲۳، مسلم: الزکاة، فضل اخفاء الصلۃ۔ رقم: ۹۱ (۱۰۳۱) ترمذی: الزہد، الحب فی اللہ۔ رقم: ۲۳۹۱ وقال: حسن صحیح، نسائی: اداب القضاة، الامام العادل۔ رقم: ۵۳۸۲، موطا: الشعر، ماجاء فی المتحابین فی اللہ ۳۷۷ مکتبہ تہانوی۔

بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، وكان قد انصدع فسلسله بفضة، قال ابن سيرين: وقد رأيت ذلك القدح وكان فيه حلقة من حديد فاراد انس ان يجعل مكانها حلقة من فضة او ذهب، فقال له ابو طلحة: لا تغيرن شيئا فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فتركه . (أخرجه البخاري)

ترجمہ: حضرت عاصم احوال سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ (چوہیں) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دیکھا اور اس میں ایک دراڑ پڑ گئی تھی، آپ نے اس میں چاندی کا پتر لگوا لیا تھا، ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے وہ پیالہ دیکھا تھا اور اس میں لوہے کا ایک حلقہ تھا، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اس کی زیادت احترام کے لئے) یہ چاہا کہ اس کی جگہ چاندی، سونے کا حلقہ لگوا لیں (اور استعمال میں اس کو ہاتھ اور منہ سے الگ رکھتے) ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنوائی ہوئی چیز کو مت بدلو، سو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی حالت پر چھوڑ دیا۔

ف: اکثر اہل محبت کا یہی معمول ہے کہ تبرکات کو حتی الامکان بعینہ محفوظ رکھتے ہیں اور اسی کو ادب سمجھتے ہیں، یہ حدیث اس کی مؤید ہے۔

## ۲۰۸- عادت، عزلت بمصلحت

(کسی وجہ سے گوشہ نشینی اختیار کرنا)

عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "یوشک ان یکون خیر مال المسلم غنم یتبع بها شعف الجبال، ومواقع القطر، یفر بدینہ من الفتن". (أخرجه البخاری ومالک وأبو داؤد والنسائی)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "ایسا وقت نزدیک آنے والا ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کو لئے لئے پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کے جمع ہونے کی جگہوں یعنی نالوں میں (جب

۱۔ بخاری: الأشربة، الشرب من قدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانیتہ. رقم: ۵۶۳۸.

۲۔ بخاری: الايمان، باب: من الدین الفرار من الفتن. رقم: ۱۹، ابو داؤد: الفتن، الرخصة فی

التبدي فی الفتن، رقم: ۳۲۶۷، نسائی: الايمان وشرائعہ، الفرار بالدين من الفتن. رقم: ۵۰۳۹،

قلنا: وأخرجه ابن ماجه، الفتن، العزلة، رقم: ۳۹۸۰، موطا: الاستيذان، أمر الغنم ۳۸۲ (تہانوی)

کہ وہ خشک ہو جائیں پھرے گا) اپنے دین کو لئے ہوئے فتنوں سے بھاگا بھاگا پھرے گا۔  
 ف: بعض بزرگوں نے اپنی خاص حالت کے اقتضاء سے گوشہ اختیار کیا ہے اس  
 حدیث سے اس کا اذن بلکہ استحباب معلوم ہوتا ہے جب اختلاط میں ضرر دین کا اندیشہ ہو۔

## ف: عدم تنافی بین الکمال واسباب المعاش

(اسباب معاش کے ساتھ کمال حاصل کرنے میں کوئی منافات نہیں)  
 بکریوں کا اسباب معاش ہونا ظاہر ہے پس حدیث کی دلالت مقصود پر ظاہر ہے،  
 بعض عوام ان میں تنافی سمجھتے ہیں۔

## ۲۰۹- متفرقات، آداب قبول ہدیہ

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطینی  
 العطاء فاقول: اعطه من هو افقر الیہ منی، فيقول: "خذہ وما جاءک من ہذا  
 المال - وانت غیر مشرف ولا سائل - فخذہ فتمولہ، فان شئت فکلہ وان شئت  
 فتصدق بہ، ومالا فلا تتبعہ نفسک" قال سالم: فلا جل ذلک کان عبد اللہ  
 لایسال احداً شیئاً ولا یرد شیئاً اعطیہ. (أخرجه البخاری و مسلم والنسائی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کچھ عطیہ دیتے تو میں عرض کرتا کہ ایسے شخص کو  
 دیجئے جو مجھ سے زیادہ اس کا حاجت مند ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ: "اس کو لے لو  
 اور جو مال بھی اس قسم کا تمہارے پاس آوے اس طرح سے کہ نہ تو تم اس میں کسی کے دست  
 نگر ہو اور نہ کسی سے سوال کیا ہو، تو تم اس کو لے لو اور اس کو اپنی ملک بنا لو، پھر اگر چاہو تو کھاؤ  
 اور اگر چاہو تو خیرات کر دو، اور جو نہ آوے تو اپنے نفس کو اس کے پیچھے مت ڈالو،" حضرت  
 سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اسی لئے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ نہ تو  
 کسی سے کچھ مانگتے تھے اور نہ آئی ہوئی چیز کو پھیرتے تھے۔

۱- بخاری: الأحکام، رزق الحکام والعاملین علیہا. رقم: ۶۳۷۱، مسلم: الزکاة جواز  
 الأخذ بغير سؤال ولا تطلع، رقم: ۱۱۰ (۱۰۳۵) (نسائی: الزکاة، من اتاه اللہ عزوجل مالا  
 من غير مسألة، رقم: ۲۶۰۹۔

ف: حدیث میں صاف صاف مذکور ہے اور بعینہ یہی معمول ہے، محققین اہل طریق کا ایک مقولہ اسی کے موافق مشہور ہے، ”چوں نیاید طمع نکند، وچوں بیاید منع نکند وچوں بگیری جمع نکند۔“

## ۲۱۰- اصلاح، عدم اغترار بالحوارق

(خرق عادت اشیاء کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا)

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”یاتی الدجال“ الحدیث. وفيه: ”فیقول الدجال، ارایتم ان قتلت هذا ثم احییتہ هل تشکون فی الامر فیقولون، لا، فیقتله ثم یحییہ“. الحدیث (أخرجه الشیخان)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”دجال آوے گا“ اور اسی حدیث میں ہے کہ: ”پھر دجال کہے گا بتلاؤ تو اگر میں اس شخص کو قتل کر دوں پھر اس کو زندہ کر دوں کیا تم میرے معاملہ (دعویٰ الوہیت) میں شبہ کرو گے، وہ لوگ (یعنی اسکے معتقدین) کہیں گے کہ نہیں، پس وہ اس کو قتل کر دے گا پھر زندہ کر دے گا۔“

ف: اکثر عام لوگ حوارق کو علامت ولایت کی سمجھتے ہیں یہ سخت غلطی ہے، دیکھو دجال سے زیادہ کون گمراہ ہوگا اور احیاء میت سے بھڑ کر کون امر خارق ہوگا، باوجود اتنے بڑے خارق کے صادر ہونے کے دجال کے گمراہ ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے، اس غلطی کی اصلاح نہایت ضروری ہے۔

## ۲۱۱- اصلاح، امکان کشف واطلاع خواطر اہل باطل را

(اہل باطل کو بھی کشف ہو سکتا ہے)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قصة ابن صیاد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم له: ”ماذا ترى“؟ قال: یاتینی صادق و کاذب فقال: صلی اللہ علیہ وسلم: ”خلط علیک الأمر“ ثم قال له صلی اللہ علیہ وسلم: (انی قد خبات لک

ابن بخاری: الفتن لا یدخل الدجال المدینة. رقم: ۱۳۲، مسلم: الفتن، صفة الدجال وتحريم المدینة علیہ وقتله المؤمن و احیائه. رقم: ۱۱۴ (۲۹۳۸)



خبینا“ فقال ابن صیاد: هو الدخ فقال له رسول الله صلی الله علیہ وسلم: ”اخشاء فلن تعدو قدرک“. الحدیث. (أخرجہ الخمسة الا النسائی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن صیاد کے قصہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ”تجھ کو کیا نظر آتا ہے؟“ کہنے لگا میرے پاس کبھی سچا خبر دینے والا آتا ہے اور کبھی جھوٹا (یہ آنے والے شیاطین تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”تجھ پر امر واقعی مشتبه کیا گیا ہے“، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ: ”میں نے ایک بات دل میں چھپالی ہے“، (بتلا کیا ہے؟ اور روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت دل میں سوج لی، ﴿یوم تاتی السماء بدخان مبین﴾ ابن صیاد نے کہا وہ دخ یعنی دخان ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ذلیل و خوار رہ، تو اپنی اس حیثیت سے آگے نہ بڑھے گا۔“

ف: مثل حدیث سابق کے اس سے بھی معلوم ہوا کہ اہل باطل کو کشف کائنات و اشرافِ خاطر ہو سکتا ہے، پس یہ علامت ولایت کی نہیں جیسا کہ عام لوگ دھوکہ میں ہیں۔

### ۲۱۲- مسئلہ، صحت صدور کرامات (کرامات کا صادر ہونا صحیح ہے)

عن ابن ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”هل سمعتم بمدينة جانب منها فی البر وجانب منها فی البحر؟“ قالوا: نعم. قال: ”لاتقوم الساعة حتی یغزوها سبعون الفاً من بنی اسحق، فاذا جاء وها نزلوا، فلم یقاتلوا بسلاح ولم یرموا بسهم، قالوا: لا اله الا الله والله اکبر فیسقط احد جانبها الذی فی البحر، ثم یقولون الثانية لا اله الا الله والله اکبر فیسقط جانبها الآخر“. الحدیث. (أخرجہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم لوگوں نے کوئی ایسا شہر سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں ہے اور ایک

۱- بخاری: الجنائز، اذا أسلم الصبی فمات، هل یصلی علیہ؟ وهل یعرض علی الصبی الاسلام، رقم: ۱۳۵۳، مسلم: الفتن، ذکر ابن صیاد. رقم: ۹۵ (۲۹۳۰)، ابو داؤد: الملاحم، خبر ابن الصائد. رقم: ۳۳۲۹، ترمذی: الفتن، ذکر ابن صیاد. رقم: ۲۲۳۶ وقال: حسن صحیح. ۲- مسلم: الفتن، لاتقوم الساعة حتی یمر الرجل بقبر الرجل، فیتمنی ان یکون مکان المیت من البلاء رقم: ۷۸ (۲۹۲۰)

جانب سمندر میں؟“ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ اس شہر پر ستر ہزار بنی اسحاق جہاد نہ کریں گے، اور یہ لوگ جب وہاں آ کر اتریں گے تو نہ ہتھیار سے لڑیں گے اور نہ تیر پھینکیں گے، صرف زبان سے کہیں گے ”لا الہ الا اللہ واللہ اکبر“ پس (اس کے اثر سے) اس شہر کی وہ جانب گر پڑے گی جو سمندر میں ہے، پھر دوبارہ کہیں گے ”لا الہ الا اللہ واللہ اکبر“ سو اس کی دوسری جانب بھی گر پڑے گی۔“

ف: بعض معتزلی المشرک اولیاء کے کرامات کے منکر ہوتے ہیں، حدیث میں ان بنی اسحاق کی ایک بین کرامت کی خبر دی گئی ہے جو ان سے صادر ہوگی۔

## ۲۱۳- اصلاح، حرمت سماع و رقص متعارف

(مروجہ سماع اور رقص کی حرمت)

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”اذا فعلت امتی خمس عشرة خصلة حل بها البلاء“. وفيه: ”واتخذت القبان والمعازف“. الحديث (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب میری امت پندرہ کام کرنا شروع کرے گی تو ان پر بلائیں نازل ہونے لگیں گی“، اسی حدیث میں (ان پندرہ کاموں میں) یہ بھی ہے کہ: ”گانے والی عورتیں اور بجانے کا ساز و سامان کیا جائے گا۔“

ف: بعض جہلاء صوفیاء نے سماع میں یہاں تک غلو کیا ہے کہ عورتوں کا آلات کے ساتھ گانا سنتے ہیں، حدیث سے دونوں طریق کی مذمت ظاہر ہے۔

## ۲۱۴- متفرقات، اصل طریق تصوف

عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله، واذا

۱- ترمذی: الفتن، باب ماجاء فی علامة حلول المسخ والخسف. رقم: ۲۲۱۰ وقال: حسن غریب، لانعرفه من حدیث علی الامن هذا الوجه.

فسدت فسد الجسد كله، الا وهى القلب“۔ (أخرجه الخمسة)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”یاد رکھو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ سنورتا ہے تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تمام بدن بگڑ جاتا ہے، یاد رکھو کہ وہ قلب ہے۔“

ف: اہل تصوف کے طریق کا بڑا مدار اصلاح قلب ہے، یہ حدیث اس کے مہتمم بالشان ہونے کو صاف بتلا رہی ہے۔

## ۲۱۵- اصلاح، حرمت نذرانہ از مال کسی واجرت فال وغیرہ

عن ابی مسعود البدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم عن ثمن الكلب، ومهر البغی، وحلوان الكاهن. (أخرجه الستة)

ترجمہ: حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کے داموں سے (تزییہا) اور زانیہ کی خرچی سے اور کابن کے نذرانہ سے (تخریباً) منع فرمایا ہے۔

ف: اس وقت رکمی پیروں میں یہ دونوں بلائیں شائع ہیں کہ بازاری عورتوں سے بے تکلف نذرانے لیتے ہیں اور فال غیر مشروع تعویذ گنڈوں سے بھی روپے وصول کرتے ہیں، حدیث سے دونوں کی مذمت ظاہر ہے۔

۱ بخاری: الايمان، فضل من استبرأ لدينه، رقم: ۵۲، مسلم: البيوع، أذ الحلال وترك الشبهات. رقم: ۱۰۷ (۱۵۹۹)، أبو داؤد: البيوع، اجتناب الشبهات، رقم: ۳۳۲۹ وليس فيه: ”الا وان فى الجسد مضغة.....“ ترمذی: البيوع، ترك الشبهات، رقم: ۱۲۰۵ مثل أبی داؤد۔ وقال: حسن صحيح، نسائی: البيوع، اجتناب الشبهات فى الكسب مثل أبی داؤد رقم: ۳۳۵۸، قلنا: وأخرجه ابن ماجه، الفتن، الوقوف عند الشبهات. رقم: ۳۹۸۳.

۲ بخاری: الطب، باب الكهانة. رقم: ۵۷۶۱، مسلم: البيوع، تحريم ثمن الكلب وحلوان الكاهن ومهر البغی رقم: ۳۹ (۱۵۶۷)، أبو داؤد: البيوع، ائمان الكلب. رقم: ۳۳۸۱، ترمذی: البيوع، ثمن الكلب. رقم: ۱۲۷۶ وقال: حسن صحيح، نسائی: البيوع، بيع الكلب. رقم: ۳۶۷۰، قلنا: وأخرجه ابن ماجه التجارات، النهی عن ثمن الكلب رقم: ۲۱۵۹، موطا: البيوع، ثمن الكلب رقم: الصفحة: ۳۷۷ مطبوعة: مكتبة رحيمية.

## ۲۱۶- قول، اثباتِ ظلمتِ قلب

عن مالک انه بلغه ان ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لا يزال العبد  
یکذب ویتحری الکذب فینکت فی قلبه نکتۃ سوداء حتی یسود قلبه.  
الحديث (أخرجه مالک)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ بعضاً شخصی برابر جھوٹ بولتا  
رہتا ہے اور جان جان کر جھوٹ بولتا ہے اس سے اس کے قلب میں سیاہ داغ پڑ جاتا ہے  
یہاں تک کہ (اسی طرح) تمام قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔

ف: بزرگوں کے ارشادات میں بکثرت پایا جاتا ہے کہ فلاں عمل سے فلاں امر سے  
قلب سیاہ ہو جاتا ہے، اس حدیث میں اس فعل کی صحت کا اثبات ہوتا ہے۔

## ۲۱۷- اصلاح، مذمت تصنع بتشبہ غیر کامل بہ کامل

(غیر کامل کا طرز و انداز سے اپنے کو کامل ظاہر کرنا)

عن اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:  
"المتشبع بما لم یعط کلابس ثوبی زور". (أخرجه الخمسة الا الترمذی)

ترجمہ: حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ارشاد فرمایا کہ: "جو شخص ایسے امر کا اظہار کرے جو اس کو نہیں ملی اس کی ایسی مثال ہے  
جیسے کسی نے دونوں کپڑے جھوٹ کے پہن لئے" (یعنی ازار اور رداء، مطلب یہ کہ گویا سر  
سے پیر تک جھوٹ ہی جھوٹ لپیٹ لیا)

ف: چوں کہ "مالم یعط" عام ہے کمالات باطنیہ کو بھی، اس لئے حدیث میں ایسے  
شخصوں کی بھی مذمت ہے جو باوجود عاری یا ناقص ہونے کے قول یا فعل یا طرز و انداز سے

۱- موطا: الکلام، ماجاء فی الصدق والکذب: ۳۸۸. (مکتبہ رحیمیہ)

۲- بخاری: النکاح المتشبع بما لم یعط، وما ینھی من افتخار الضرة رقم: ۵۲۱۹، مسلم:  
اللباس والزینة، النهی عن النزویر فی اللباس وغیره رقم: ۱۲۶ (۲۱۲۹)، أبو داؤد: الأدب،  
من یتشبع بما لم یعط. رقم: ۳۹۹۷، نسائی: (الکبری) عشرة النساء، المتشعبة بغير  
ما أعطیت رقم: ۲/۸۹۲۱.

اپنے کو بزرگ ظاہر کرتے ہیں، خاص کر جب کہ مرید کرنا بھی شروع کر دیں۔

### ۲۱۸- عادت بعض، ترک زینت بقصد

عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: (من ترک اللباس تواضعاً وهو یقدر علیہ، دعاه اللہ تعالیٰ یوم القیمة علی رؤوس الخلائق حتی یخیره من ای حلل الایمان شاء یلبسها) (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”جو شخص (زینت کے) لباس کو تواضع کی راہ سے چھوڑ دے گا باوجودیکہ اس پر قادر ہو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز برسرِ مجمع بلائیں گے یہاں تک کہ اس کو اختیار دیں گے کہ ایمان کے جوڑوں میں سے جو نسا چاہے پہن لے“ (ایمان کے جوڑوں کے معنی یہ ہیں کہ ایمان کے انعام میں جو جوڑے عطا ہوں گے، جو بہ تفاوت کمال و نقصان ایمان متفاوت ہوں گے مگر اس شخص کو گواپنے درجہ ایمان کے اعتبار سے اس کا مستحق نہ ہو مگر تواضع کی بدولت اس کو ہر جوڑے کے لینے کا اختیار ہوگا۔ واللہ اعلم۔)

ف: اس میں بزرگوں کا معمول مختلف ہے، بعض تو نہ زینت کا اہتمام کرتے ہیں، نہ ترک زینت کا اہتمام کرتے ہیں اور ہر ایک کی ایک نیت اور مصلحت ہے ”الأعمال بالنیات“ دوسری عادت اس حدیث کے موافق ہے اور پہلی عادت کا استحسان حدیث آئندہ میں آتا ہے۔

### ۲۱۹- عادت بعض، عدم اہتمام ترک زینت

عن ابی زمیل قال: حدثنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لما خرجت الحرورية اتیت علیا فقال: انت هؤلاء القوم، فلبست احسن ما یکون لیبی من حلل الیمن فلقیتهم، فقالوا: مرحباً بک یا ابن عباس! ما هذه الحلة؟ قلت: ما تعیبون علی؟ لقد رأیت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن ما یکون من الحلل. (أخرجه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابو زمیل سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

۱- ترمذی: صفة القيامة: باب البناء كله وبال. رقم: ۲۴۸۱.

۲- ابوداؤد: اللباس، لباس الغلیظ. رقم: ۴۰۳۷ سکت عنه المنذری.

عنه نے قصہ بیان کیا کہ جب حروریہ (کہ مذہب خارجی رکھتے تھے) ظاہر ہوئے، میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا، آپ نے فرمایا کہ تم (ان کی تفہیم کے لئے) ان کے پاس جاؤ، میں نے یمن کی مہنگی چادروں میں سے ایک عمدہ جوڑا پہنا، پھر ان سے ملا، انہوں نے مرحبا خوش آمدی کے بعد (بطور اعتراض کے) کہا، اے عباس! یہ جوڑا کیسا ہے (ایسا عمدہ لباس کیوں پہنا ہے) میں نے جواب دیا کہ تم اس سے مجھ پر کیا اعتراض کرتے ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (جسم مبارک) پر بہت ہی عمدہ جوڑا دیکھا ہے۔

ف: اس مضمون کی تقریر حدیث سابق کے ذیل میں گزر چکی ہے، یہ حدیث اس عادت کی دلیل ہے اور کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ اس سے تو زینت کا اہتمام معلوم ہوتا ہے، جواب یہ ہے کہ اہتمام سے مراد یہ ہے کہ اس کو عادت دائمی بنا لیا جائے، یہ البتہ مستحسن نہیں اور کبھی کسی عارضی مصلحت سے اگر کسی خاص وقت پر قصداً بھی ہو تو یہ اہتمام مذموم نہیں، چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عادت عدم اہتمام زینت کی معلوم ہوتی ہے، اس لئے حدیث کا مدلول اہتمام زینت نہیں بلکہ عدم اہتمام ترک زینت ہے۔

## ۲۲۰- عادت بعض، تمام پارچہ رنگین پوشیدن

(رنگین لباس پہننا)

عن ابی رمثۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: رأیت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثوبین اخضرین. (أخرجہ أصحاب السنن)

ترجمہ: حضرت ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو سبز کپڑے دیکھے ہیں (یعنی لنگی اور چادر)

ف: بعضے درویشوں کی عادت ہے کہ سر سے پاؤں تک رنگین کپڑے پہنتے ہیں، سواگر یہ ریاء ہو تب تو ظاہر کہ مذموم ہے اور اگر کسی مصلحت سے ہو مثلاً یہ کہ رنگین کپڑے میلے کم

۱- أبو داؤد: اللباس الخضرۃ. رقم: ۳۰۶۵ سکت عنہ المنذری، ترمذی: الأدب، الثوب الأخضر. رقم: ۲۸۱۲، وقال: حسن غریب. لانعرفہ الامن حدیث عبید اللہ بن ایاد، نسائی: الزینۃ، لبس الخضر من الثیاب. رقم: ۵۳۲۱.

ہوتے ہیں بار بار دھلوانا بھی مشغولی الی غیر المطلوب ہے تو مضائقہ نہیں، اس حدیث میں بھی پورے کپڑوں کا رنگین ہونا مذکور ہے، گوداعی یہاں دوسرا ہو مگر مصلحت پر مبنی ہونا تو امر مشترک ہے اور قیاس کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

### ۲۲۱- عادت بعض لبس صوف (اون پہننا)

عن ابی بردۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: دخلت علی عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فاخرجت الینا کساء ملبداً وازار غلیظاً فقالت: قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ہذین. (أخرجه الخمسة الاالنسانی)

ترجمہ: حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے ہم کو ایک کمبل بہت دبیز اور ایک لنگی موٹے کپڑے کی نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کپڑوں میں وفات پائی ہے۔  
ف: بعضے درویش اکثر احوال میں کمبل وغیرہ اوڑھے رہتے ہیں اور احقر کے نزدیک عجب نہیں کہ ان کا لقب صوفی اسی وجہ سے ہوا ہو، گو اس میں دوسرے اقوال بھی ہیں، اگر یہ براہ تصنع اور یا نہ ہو تو یہ حدیث اس کی اصل ہے۔

### ۲۲۲- لباس صوف پہننے کا ثبوت

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "کان علی موسیٰ علیہ السلام یوم کلمہ ربہ تعالیٰ سراویل صوف وجبة صوف وکساء صوف وکمة صوف". الحدیث (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا ہے انکے جسم پر

۱ بخاری: فرض الخمس، ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعصاه وسیفہ وقدحہ الخ. رقم: ۳۱۰۸، مسلم: اللباس، التواضع فی اللباس، والاقتصار علی الغلیظ منه والیسیر فی اللباس والفراش وغیرہما. رقم: ۳۵ (۲۰۸۰)، ابوداؤد: اللباس، لباس الغلیظ. رقم: ۴۰۳۶، ترمذی: اللباس، ماجاء فی لبس الصوف. رقم: ۱۷۳۳، وقال: حسن صحیح.  
۲ ترمذی: اللباس، لبس الصوف. رقم: ۱۷۳۳، وقال: غریب لانعرفہ الامن حدیث حمید الأعرج.

پورا لباس صوف کا تھا، پانچامہ بھی اسی کا اور کرتہ بھی اسی کا اور چادر بھی اسی کی اور ٹوپی بھی اسی کی۔  
 ف: یہ حدیث بھی مثل حدیث سابق بوجہ اتم لبس صوف کا اثبات کرتی ہے۔

## ۲۲۳- عادت، قبول ہدیہ یا رعایتیے از کافر

(کافر سے ہدیہ یا رعایت قبول کرنا)

عن سهل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دخل علی فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا الحدیث. وفيه: وقالت ایت الی فلان الیہودی فاشتر یہ دقیقاً، فجاءه فآخذہ الدقیق فقال له الیہودی: انت ختن هذا الذی یزعم انه رسول اللہ؟ قال: نعم. قال: فخذ دینارک ولک الدقیق. (أخرجہ أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت سهل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور اسی حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ تم فلا نے یہودی کے پاس جاؤ اور اس دینار کا آٹا خرید لو، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پاس آئے اور آٹا لیا، یہودی نے کہا آپ ان بزرگ کے داماد ہیں، جو دعویٰ رسالت کا کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: ہاں! یہودی نے کہا اپنا دینار لے جائیے اور آٹا آپ کی نذر ہے۔

ف: بعض بزرگوں پر تشدد دین کا یہ بھی شبہ ہوتا ہے کہ کافر کا ہدیہ لیتے ہیں اس حدیث سے اس کا جواز واضح ہے، البتہ جہاں لینے میں کوئی مفسدہ یا نہ لینے میں کوئی مصلحت ہو، وہاں نہ لیا جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی بزرگ یا کسی بزرگ کی طرف منتسب ہونے کے سبب سے کچھ خدمت یا رعایت بطیب خاطر کرے تو یہ دین فروشی نہیں ہے، البتہ اگر کوئی اپنے کو اس سبب سے مستحق رعایت کا سمجھے وہ بالیقین مدعی و مرائی و دوکاندار ہے۔

۱- أبو داؤد: اللقطة، (باب التعریف باللقطة) رقم: ۱۷۱۶، قال المنذری: فی اسنادہ موسی بن یعقوب الزمعی المدینی، کتبتہ أبو محمد، وقال: یحیی بن معین ثقة، وقال: ابن عدی هو عندی لا بأس بہ ولا بروایاتہ وقال أبو محمد عبد الرحمن النسائی: لیس بالقوی. الخ.



## ۲۲۴۔ عادت، ترک بعض مباحات برائے احتیاط

(احتیاطاً امر مباح کو ترک کر دینا)

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فی قصة عهد عتبة الی اخیه سعد بن ابی وقاص فی ابن ولیدۃ زمعة فنظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی شبہا فرأی شبہا بینا بعتۃ فقال: "هو لک یا عبد بن زمعة، الولد للفراش وللعاهر الحجر" ثم قال لسودة بنت زمعة: "احتجی منہ". الحدیث (أخرجه الستۃ الا الترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس قصہ میں مروی ہے جس میں عتبہ نے (اس بناء پر کہ جاہلیت میں زمعہ کی لونڈی سے زنا کیا تھا اور اس زنا سے بچہ پیدا ہوا تھا) اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص کو (موافق دستور جاہلیت) کے زمعہ کی لونڈی کے (اس) بچہ (مذکور) کے بارہ میں (یہ) وصیت کی تھی (کہ جب تم اس بچہ کو دیکھو تو لے لینا کہ وہ تمہارا بھتیجا ہے، جب انہوں نے اس کے لینے کا ارادہ کیا تو زمعہ کے بیٹے عبد بن زمعہ نے مزاحمت کی اور کہا کہ یہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے تو میرے باپ کا بیٹا اور میرا بھائی ہے۔ آخر یہ مقدمہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش ہوا اور وہ مروی یہ مضمون ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی شبابہت نہایت صاف عتبہ سے دیکھی مگر (بوجہ قاعدہ شرعیہ "الولد للفراش" کے عبد بن زمعہ سے) یہ فرمایا کہ اے عبد بن زمعہ یہ تیرا ہی (بھائی) ہے، کیوں کہ اولاد مالک بستر کا حق ہے، اور زانی کے لئے پتھر ہے پھر (اس شبابہت کی وجہ سے احتیاطاً) حضرت سودة بنت زمعہ کو (کہ آپ کی بیوی تھیں اور ان ہی زمعہ کی بیٹی تھیں اور اس فیصلہ کے موافق اس لڑکے کی بہن تھیں) یہ ارشاد فرمایا کہ اس لڑکے سے چھپا کرو۔

ف: قاعدہ شرعیہ سے حضرت سودة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اس لڑکے کے سامنے آنا مباح تھا مگر احتیاط کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر کے لئے اس مباح کے ترک کا

۱۔ بخاری: البیوع، تفسیر المشبہات، رقم: ۲۰۵۳، مسلم: الرضاع، الولد للفراش وتوقی المشبہات رقم: ۳۶ (۱۳۵۷) أبو داؤد: الطلاق، الولد للفراش رقم: ۲۲۷۳، نسائی: الطلاق، الحاق الولد، بالفراش اذا لم ینفہ صاحب الفرائض رقم: ۳۵۱۴، قلنا: وأخرجه ابن ماجة النکاح، الولد للفراش وللعاهر الحجر رقم: ۲۰۰۳، موطا: الأفضیة، بالحاق الولد بابہہ ۳۰۹ (مکتبہ رحیمیہ)

امر فرمایا اس سے اس قسم کے ترک مباح کی اجازت ثابت ہوئی مگر بلا مصلحت ایسا کرنا یا اعتقاد میں تعدی کرنا یہ غلو فی الدین ہے۔

## ۲۲۵- قول، کل ماشغلك عن الحق فهو طاغوتك

(جو چید تجھے راہِ راست سے ہٹائے وہ تیرا شیطان ہے)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا يتبع حمامة يلعب بها، فقال: (شیطان يتبع شیطانة). (أخرجه أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک کبوتر کے پیچھے لہو و لعب کے طور پر جا رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”ایک شیطان ہے کہ ایک شیطان کے پیچھے جا رہا ہے۔“

ف: صوفیہ میں یہ قول مشہور ہے اور حدیث میں اس کبوتر کو شیطان فرمانا چوں کہ اسی وجہ سے ہے کہ وہ سب ہو گیا معصیت و غفلت کا، اس لئے حدیث اور قول مذکور کا بالکل ایک حاصل ہے۔

## ۲۲۶- توجیہ، ہمہ اوست

(سب کچھ حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "قال الله تعالى: يوذيني ابن آدم يسب الدهر وانا الدهر، بيدى الامر قلب الليل والنهار". (أخرجه الثلاثة وأبو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أبو داؤد: الأدب، اللعب بالحمام: رقم: ۴۹۳۰، وقال المنذرى: فى استاده محمد بن عمرو بن علقمة الليثى قد استشهد به مسلم، ووثقه ابن معين ومحمد بن يحيى، وقال: ابن معين مرة: مازال الناس يتقون حديثه، وقال السعدى: ليس بقوى، وغمزه الامام مالك، وقال ابن المدينى: سألت يحيى - يعنى القطان - عن محمد بن علقمة: كيف هو؟ قال: تريد العفو أو تشدد؟ قلت: بل أتشدد قال: فليس هرمن تريد، قلنا: وأخرجه ابن ماجه الأدب، اللعب بالحمام. رقم: ۳۷۶۵. ۳ بخارى: التوحيد، باب قول الله تعالى! يريدون ان يبدلوا كلم الله. رقم: ۷۳۹۱، مسلم: الألفاظ من الأدب وغيرها، النهى عن سب الدهر رقم: ۲ (۲۲۳۶) أبو داؤد: الأدب، الرجل يسب الدهر. رقم: ۵۲۷۳، موطأ: الاستذنان، ما يكره من الكلام، بلفظ: "لا يقولن أحدكم يا خبيبه الدهر: فان الله هو الدهر"، ۳۸۶ (رحميه)

نے ارشاد فرمایا کہ: ”حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن آدم مجھ کو آزرده کرتا ہے کہ زمانہ کو برا کہتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہوں (آگے اس کی تفسیر ہے) کہ میرے ہی قبضہ میں سب کام ہیں (جو کہ زمانہ میں واقع ہوتا ہے) رات اور دن کو (کہ زمانے کے حصے ہیں) میں ہی اول بدل کرتا ہوں“، (جس کی طرف آدمی واقعات کو منسوب کرتا ہے، سوزمانہ تو مع مافیہ کے خود میرے قبضہ میں ہے پس یہ سب تصرفات میرے ہی ہیں تو اس کو برا کہنے سے درحقیقت مجھ کو برا کہنا لازم آتا ہے)

ف: یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ اور زمانہ دونوں متحد نہیں ہیں مگر باوجود عدم اتحاد کے ایک تاویل سے جس کی تقریر بضمن ترجمہ کی گئی ہے، لفظ اتحاد کا حکم کیا ہے؟ محققین کے نزدیک اسی تاویل سے اوست کا حکم ہمہ پر کیا گیا ہے، جس کی تقریر یہ ہے کہ ہمہ کا جو مصداق ہے وہ سب مع اپنے افعال و آثار قبضہ حق میں ہے، پس متصرف حقیقی و موجود مستقل صرف حق تعالیٰ ہے ہمہ کوئی چیز نہیں، پس حدیث سے اس قول صوفیاء کی تائید ظاہر ہے، اگر اسی تقریر کو زیادہ بسط سے دریافت کرنا ہو تو کلید مثنوی کے دیباچہ میں تحت شعر جملہ معشوق است الخ دیکھ لیا جائے، غرض جس طرح مقصود حدیث میں حق کے تصرفات کا اثبات اور الدہر کے تصرف کی نفی ہے، اسی طرح اس قول میں حق کے استقلال کا اثبات اور خلق کے استقلال کی نفی ہے۔

## ۲۲۷- اصلاح، ابطال دعویٰ سینہ بسینہ شدن علم تصوف

(علم تصوف کا سینہ بسینہ منتقل ہونے کا دعویٰ کرنا باطل ہے)

عن ابی الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: اتی رجل علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال: ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسر الیک؟ فغضب، وقال: ما کان یسر الی شینا یکتبہ الناس، غیر انہ حدثنی باربع کلمات. قال: ماہن؟ قال: لعن اللہ تعالیٰ من ذبح لغير اللہ. الحدیث (أخرجہ مسلم والنسائی) وزاد رزین عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ملعون من صد اعمی عن الطریق.

۱- مسلم: الأضاحی، تحريم الذبح لغير الله تعالى ولعن فاعله، رقم: ۳۳ (۱۹۷۸)، نسائی: الضحایا، من ذبح لغير الله عز وجل. رقم: ۳۳۲۷، وزاد رزین: عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”ملعون من صد اعمی عن الطریق“، أخرجہ ابن عدی فی الكامل فی ترجمة زمیل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۲۳۳.

ترجمہ: حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو خفیہ باتیں کیا بتلایا کرتے تھے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا مجھ کو کوئی بات خفیہ ایسی نہیں بتلائی جس کو اور لوگوں سے پوشیدہ رکھتے ہوں مگر بے شک مجھ سے چار باتیں ارشاد فرمائی تھیں (اور وہ باتیں دوسروں سے بھی پوشیدہ نہیں جیسا ان باتوں کی تعین سے ابھی معلوم ہو جاتا ہے، پس اچھی طرح اختصاص کی نفی ہوگئی) اس شخص نے کہا کہ وہ باتیں کیا ہیں؟ فرمایا ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو غیر اللہ کے واسطے ذبح کرے، آگے پوری حدیث ہے، (روایت کیا اس کو مسلم اور نسائی نے) اور زین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ وہ شخص ملعون ہے جو کسی اندھے کو راستہ سے بچلا دے۔

ف: اکثر ناواقفوں کی زبان زد ہے کہ علم تصوف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خفیہ تعلیم فرمایا گیا تھا، پھر ان سے آج تک اسی طرح چلا آتا ہے اس دعویٰ کا مہمل اور لغو ہونا اس حدیث میں خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے ظاہر ہے، علاوہ کذب ہونے کے اس دعویٰ کرنے والوں کو غرض اصلی اس سے یہ ہے کہ شریعت کے خلاف بھی بعض امور صحیح ہیں جو خفیہ تعلیم کئے گئے ہیں، اس عقیدہ کا بطلان بلکہ قریب بکفر ہونا یقینی ہے۔

اور حدیث صد و ہشتاد و ہشتم میں جو سرگوشی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے وہ کسی امر انتظامی کے متعلق تھی نہ کہ علم تصوف کے کہ اس کی کوئی دلیل نہیں اور جو چیز سینہ بسینہ چلی آتی ہے وہ نسبت باطنی ہے، جس کی شرح حدیث صد و چہل و نہم میں گزری ہے اور صوفیاء میں جو مرید کو خفیہ تعلیم کا طریق ہے وہ غیر شریعت کی تعلیم نہیں ہے، اخفاء محض بعض مصالح کی وجہ سے ہوتا ہے جس کی شرح حدیث چہارم میں گزری۔

ف: اصلاح، ذم نذر لغیر اللہ (غیر اللہ کے نام پر نذر ماننے کی مذمت) جاہل درویشوں میں اور ان کے معتقدین میں غیر اللہ کے نذر کا مختلف طریقوں سے بہت رواج ہے، ذبح لغیر اللہ کا ملعون ہونا ایسے نذر کی حرمت کو بتلا رہا ہے کیوں کہ ذبح

لغیر اللہ کے عموم میں یہ بھی ہے کہ ذبح کے وقت نام تو اللہ تعالیٰ کا لیا جائے مگر نیت ہو غیر اللہ کی تراضی و تقرب کی، چنانچہ درمختار وغیرہ میں یہ مسئلہ مصرح ہے اور ظاہر ہے کہ یہی بات نذر غیر اللہ میں ہوتی ہے، پس اس کے مذموم بلکہ شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

### ف: اصلاح، ذم مشیخت نا اہل را (نا اہل کو شیخ بنانے کی مذمت)

حدیث میں راہ سے اندھے کو بچلانے والے کی ملعونیت مصرح ہے اور ظاہر ہے کہ آخرت کی راہ دنیا کی راہ سے زیادہ اہم ہے اور اس کا اعمیٰ راہ دنیا کے اعمیٰ سے زیادہ اشد و احوج الی الہدایہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَانْهَآ لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُورِ﴾ جب اس اعمیٰ ظاہر کو راہ ظاہر سے بچلانے والا ملعون ہے تو اعمیٰ باطن کو راہ باطن سے بچلانے والا کس درجہ ملعون ہوگا، جھوٹے اور مکار اور ناواقف پیر اس کے پورے مصداق ہیں، پس ایسے لوگوں پر واجب ہے کہ پیری سے توبہ کریں۔

### ۲۲۸- عادت، ترک اشغال دنیا

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "يقول الله تعالى يا ابن آدم ا تفرغ لعبادتي املا صدرك غني واسد فقرک، وان لا تفعل ملات يدیک شغلاً ولم اسد فقرک". (أخرجہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا، میں تیرے سینہ کو غنا سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کو بند کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو تیرے دونوں ہاتھوں کو مشاغل و تعلقات سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کو بند نہ کروں گا۔"

ف: اس جماعت میں اکثر کا طرز یہی رہا ہے کہ اشغال دنیویہ کو بالکل مٹروک رکھا ہے جس پر مخالفین ان کو بے دست و پا اور ثقیل علی الناس کہتے رہتے ہیں، اس حدیث سے اس کی محمودیت معلوم ہوتی ہے، البتہ غرض اس کی وہی ہونا چاہئے جو حدیث میں ہے یعنی

الترمذی: صفة القيامة (باب احادیث: ابتلینا بالضراء، ومن كانت الآخرة همه وابن آدم تفرغ لعبادتي). رقم: ۲۳۶۶، وقال: حسن غریب، قلنا: وأخرجہ ابن ماجة الزهد، الهم بال دنیا. رقم: ۳۱۰۷.

فراغ للعبادات اور من جملہ اس کی شرائط کے، قوت صبر و عدم اشراف قلب ہے۔

## ۲۲۹۔ متفرقات، حقیقت نسبت باطنی

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث طویل: ”وما اقبل عبدٌ علی اللہ بقلبه الا جعل اللہ لقلوب المؤمنین تنقاد الیہ بالود والرحمة، وكان اللہ تعالیٰ بكل خیر الیہ اسرع“۔ (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: ”کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنے قلب سے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے مگر حق تعالیٰ اہل ایمان کے قلوب کو اس کی طرف محبت اور مہربانی کے ساتھ متوجہ اور مطیع کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کی خیر اس کی طرف جلدی پہنچاتے ہیں۔“  
 ف: حق تعالیٰ کے ساتھ دل کا لگ جانا جس کے لوازم عادیہ سے دوام ہیں دوام یادداشت و دوام اطاعت، غالب احوال میں یہ حقیقت ہے نسبت باطنی کی، اس حدیث میں اسی کا ذکر ہے۔

## ف: فضیلت مدح اہل باطن

حدیث کی اس پر دلالت ظاہر ہے اور ان آثار کا ترتب مشاہدہ ہے۔

## ۲۳۰۔ متفرقات، ضرورت فکر و معرفت

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال: لاخیر فی قراءۃ لیس فیہا تدبر ولاعبادۃ لیس فیہا فقہ۔ الحدیث (أخرجه رزین) (القرودوس للدیلمی ۱/۱۳۵)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ”ایسے قرآن پڑھنے میں کوئی (معتدبہ) نفع نہیں جس میں فکر نہ ہو اور نہ ایسی عبادت میں جس میں معرفت نہ ہو۔“

ف: صوفیاء کے طریق کا مدار اعظم یہی فکر و معرفت ہے اس کے ضروری ہونے سے طریق صوفیاء کا کس درجہ ضروری ہونا معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ قلت: ما وجدته فی الترمذی و ذکرہ الہیثمی فی مجمع الزوائد: ۱۰/۲۳۷، وعزاه الی الطبرانی فی الكبير والأوسط. وقال: فیہ محمد بن سعید بن حسان المصلوب وهو كذاب.

## ۲۳۱- اخلاق، قلت کلام وانکسار

عن مالک انه بلغه ان عيسى بن مريم عليه السلام قال: لا تكثروا الكلام بغير ذكر الله تعالى فتفسوا قلوبكم وان القلب القاسى بعيد من الله تعالى ولكن لا تعلمون، ولا تنظروا في ذنوب الناس، كانكم ارباب وانظروا في ذنوبكم كانكم عبدة، فانما الناس مبتلى ومعافى فارحموا اهل البلاء واحمدوا الله تعالى على العافية. (أخرجه مالک)

ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: ذکر اللہ کے سوا تم بہت کلام نہ کیا کرو کہ اس سے تمہارے دل سخت ہو جائیں گے (یعنی ان میں خشوع نہ رہے گا اور یہ بالکل تجربہ کی ہوئی بات ہے) اور جس دل میں قساوت ہو وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے لیکن تم کو اس کی خبر نہیں ہوتی (کہ اللہ تعالیٰ سے بعد ہو گیا کیوں کہ حقیقت تو اس کی آخرت میں مشاہدہ ہوگی، اور آثار گو یہاں بھی مشاہد ہیں، مگر ان کا ادراک بوجہ بے التفاتی کے نہیں ہوتا) اور تم لوگوں کے گناہوں پر نظر مت کرو کہ گویا تم مالک ہو، اور اپنے گناہوں پر نظر کیا کرو گویا تم مملوک اور غلام ہو (یعنی غلاموں کی خطاؤں کو دیکھنا بھالنا سزا دینے کے لئے یہ مالکوں کا کام ہے، اور تم مالک نہیں بلکہ غلام ہو اور غلاموں کا کام اپنی خطاؤں کو دیکھنا ہے تاکہ اس کی تلافی و اصلاح کریں) غرض آدمی دو طرح کے ہیں ایک مبتلا، دوسرا صاحب عافیت، تو تم اہل بلا پر رحم کرو، اور عافیت پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاؤ (پس گناہ ایک بلا ہے اس پر تحقیر یا طعن مت کرو) رحم کے ساتھ نصیحت یاد دہا کرو، اور گناہ سے محفوظ رہنا ایک عافیت ہے اس پر عجب اور ناز مت کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بلا استحقاق سمجھ کر شکر کرو، اور اس کے عموم میں اور بلیات و عافیت بھی آگئیں۔

ف: ان اخلاق کا مدلول اور ممدوح حدیث ہونا ظاہر ہے اور اس سے اہل باطن کی طریق کی فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ ان حضرات کا یہی طرز عمل ہے۔

## ۲۳۲- مسئلہ، اثبات عالم مثال

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الہ موطا: الاستئذان، ما یکرہ من الکلام بغير ذکر اللہ: ۳۸۶ تھانوی.

یوما، ثم رقی المنبر و اشار بیده قبل القبلة، وقال: رایت الان منذ صلیت لکم الصلوة الجنة والنار ممثلتین فی قبل هذا الجدار فلم ار کالیوم فی الخیر والشر. (أخرجه البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے دست مبارک سے قبلہ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا: ”مجھ کو اسی وقت جب کہ تم کو نماز پڑھانا شروع کیا ہے جنت اور دوزخ دکھلائی گئی کہ اس دیوار کی جانب میں ان دونوں کی صورتِ مثالیہ آگئی تھی، سو مجھ کو آج کے برابر کبھی خیر اور شر نظر نہیں پڑا“ (کیوں کہ جنت خیر الاشیاء اور نار شر الاشیاء ہے) ف: حدیث کے ظاہر کے لفظوں سے اس کا صاف اثبات ہے اور حقیقت اس عالم کی کلید مثنوی میں ذکر کی گئی ہے۔

### ۲۳۳- عادت، مراقبہ قلب

عن ابی عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ابا طلحة الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان یصلی فی حائط له، فطار دبسی فطفق یتردد ویلتمس مخرجا، فاعجب ابا طلحة ذلك، فتبعه بصره ساعة، ثم رجع الی صلاته فاذا هو لا یدری کم صلی، فقال: لقد اصابنی فی مالی هذا فتنة، فجاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر له الذی اصابه فی صلاته فقال: یا رسول اللہ! هو صدقة فضعه حیث شئت. (أخرجه مالک)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں ایک دبسی (کہ ایک پرندہ یا جنگلی کبوتر ہے) اڑا، اور وہ چاروں طرف پھرنے لگا، نکلنے کا راستہ ڈھونڈتا تھا اور رستہ نہ ملتا تھا تو حضرت ابو طلحہ کو یہ امر خوش نما معلوم ہوا (کہ میرا باغ ایسا گنجان ہے کہ پرندہ کو نکلنے میں تکلف ہوتا ہے) اور تھوڑی دیر تک ان کی نگاہ اس کے ساتھ ساتھ رہی پھر اپنی نماز کی طرف متوجہ ہو گئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ یہ یاد نہیں رہا کہ کتنی نماز پڑھی، اپنے دل

۱۔ بخاری: الرقاق، القصد والمداومة علی العمل، رقم: ۶۳۶۸.

۲۔ موطا: العمل فی القراءة، الصلاة الی ما یسئلک عنہا: ۳۳ (تہانوی)



میں کہا کہ میرے اس مال کے سبب تو مجھ کو بڑا فتنہ پہنچا، (کہ نماز میں قلب حاضر نہ رہا) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کیا جو نماز میں ان کو پیش آیا، اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ باغ فی سبیل اللہ ہے جہاں چاہیں صرف فرمائیے۔

ف: صوفیاء کرام کے اعمال میں سے ہے کہ ہر وقت قلب کی دیکھ بھال رکھتے ہیں کہ اس وقت کیا حالت ہے، جب تغیر پاتے ہیں اس کی تلافی کرتے ہیں، ان صحابی کے فعل سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کو جائز رکھنے سے اس کی محمودیت ظاہر ہے، کیوں کہ ان کا یہ تنبیہ اثر اسی مراقبہ کا ہے۔ کمالات کی۔

## ف: حال، غیرت

حق تعالیٰ سے غافل کرنے والی چیز سے نفرت ہو جانا یہ ایک حال محمود ہے، جس کو غیرت کہتے ہیں اس حدیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔

## ف: تعلیم، اخراج شتی شاعغل عن الحق از ملک

(حق سے مشغول کرنے والی چیز کو طالب کے قلب سے نکال دینا)

اکثر بزرگوں کی حکایتیں مشہور ہیں کہ طالب کے قلب کو جس چیز سے زیادہ وابستہ دیکھا اس کو جدا کر دینے کا حکم فرمایا، اس معالجہ کی اصل اس حدیث سے نکلتی ہے کہ ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ علاج تجویز کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا جس کو اصطلاح میں تقریر کہتے ہیں۔

## ۲۳۴- اصلاح، ترک مبالغہ در ثناء شیخ

(پیر کی تعریف میں زیادہ مبالغہ کرنا)

عن ابی العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "لا تنظرونی کما اطرف النصارى ابن مریم: فانما انا عبد، فقولوا: عبد اللہ ورسوله". (أخرجه رزین)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ارشاد فرماتے تھے کہ: ”مجھ کو اتنا مت بڑھاؤ جیسا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو بڑھا دیا (کہ ان کو الہ و ابن اللہ کہنے لگے) میں تو بندہ ہوں، سو تم لوگ (مجھ کو) اللہ کا بندہ اور اللہ کا (عظیم الشان) رسول کہا کرو۔“ (کہ میرے سب فضائل اس عنوان میں داخل ہو گئے، اسی واسطے تفضیل فضائل کے وقت بھی ان ہی فضائل پر اقتصار کرنا واجب ہے اس سے آگے کہ مرتبہ الوہیت ہے تجاوز درست نہیں)

ف: حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے پیر یا کسی دوسرے بزرگ کی ثناء میں زیادہ مبالغہ نہ کرے کہ حد کذب یا شرک تک پہنچ جائے: کیوں کہ صاحب نبوت کے لئے اس کی ممانعت ہوئی تو صاحب ولایت کے لئے کیسے جائز ہوگا؟۔

## ۲۳۵- اصلاح، ترک جرم بولایت کسے

(کسی کو محض گمان سے ولی کہنا درست نہیں)

عن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من کان مادحا اخاه لامحالة فلیقل: احسب فلاناً واللہ حمیدہ، ولا یزکی علی اللہ احداً احسب فلاناً کذا وکذا ان کان یعلم منه ذلک“۔ (أخرجہ الشیخان وأبو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کو اپنے بھائی مسلمان کی ضرور ہی مدح کرنا ہو تو اس طرح کہنا چاہئے کہ فلاں شخص میرے گمان میں ایسا ہے، آگے خدا کافی جاننے والا ہے، اور خدا کے نزدیک کسی کے پاک ہونے کا دعویٰ نہ کرے اور یہ جو کہے گا کہ فلاں شخص میرے گمان میں ایسا ایسا ہے وہ بھی اس شرط سے کہ اس کے علم میں بھی وہ شخص ایسا ہو“ (ورنہ اس عنوان سے مدح جائز نہیں)

۱- بخاری: الأدب، ما یکرہ من التمداح. رقم: ۶۰۶۱، مسلم: الزهد، النهی عن المدح اذا کان فیہ افراط وخیف منه فتنۃ علی المملوح. رقم: ۶۵، ۶۶ (۳۰۰۰) أبو داؤد: الأدب، کراہیۃ التمداح. رقم: ۳۸۰۵، قلنا: وأخرجہ ابن ماجۃ الأدب، باب المدح. رقم: ۳۷۳۳

ف: حدیث کے عموم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کو بدون نص کے محض گمان سے ولی قطعاً کہنا جائز نہیں، جیسا کہ اکثر کو اس میں بے احتیاطی ہے، البتہ اگر ظناً کہہ دے تو مضائقہ نہیں اور بہتر یہ ہے کہ اس کی ظنیت کی تصریح بھی کر دے لیکن اگر اعتماداً علی قریۃ المقام والكلام تصریح نہ بھی کرے تب بھی مضائقہ نہیں، ہاں شیخ کہنا کسی کو جزم سے بھی جائز ہے: کیوں کہ مشیخت امر مشاہد ہے، یعنی طریق تربیت کا جاننا بخلاف ولایت کے کہ امر غیبی ہے یعنی مقبول عند اللہ ہونا۔

## ۲۳۶- متفرقات، عدم تنافی مزاج و کمال

(مذاق اور کمال میں منافات نہیں ہے)

عن اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلاً من الانصار كان فيه مزاج، فبينما هو يحدث القوم ويضحكهم اذ طعنه النبي صلى الله عليه وسلم في خاصرته يعود كان في يده، فقال: اصبرني يا رسول الله! قال: اصطبر، فقال: ان عليك قميصاً وليس علي قميص فرفع النبي صلى الله عليه وسلم قميصه فاحتضنه وجعل يقبل كشحه وقال: انما اردت هذا يا رسول الله. (أخرجه أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص انصار میں سے خوش مزاج تھے، وہ ایک بار لوگوں سے باتیں کر رہے تھے اور ان کو ہنسارہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کوکھ میں ایک لکڑی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی (ہلکے سے) چبھو دی وہ شخص کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھ کو بدلہ دیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بدلہ لے لو“، انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے بدن پر تو کرتہ ہے اور میرے بدن پر کرتہ نہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قمیص مبارک بدن پر سے اٹھا دیا، وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوکھ سے بوسہ دینے لگے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ بس میرا تو یہ مطلب تھا۔

۱۰۰ فی القاموس اصبرنی كالضرنی اعطنی كفیلاً والبعیر الكفیل ۱۰ والمراد ههنا المعنی المجازی من الانتقام لأن الكفیل قد یكون لأجل استیفاء الحق المتعلق بالنفس. ۱۲ منه  
۱۰۰ أبو داؤد: الأدب، قبلة الجسد، رقم: ۵۲۲۳ وسكت عنه المنذرى.

ف: بعضے نا فہم ولایت و کمال کے لئے یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ بالکل مردہ دل ہو جائے اور اس میں کوئی عادت بشریہ نہ رہے، حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خوش طبعی اگر اعتدال کے ساتھ ہو تو قولاً یا فعلاً اس طرح سے کہ نہ دوسرے کی تحقیر ہونہ اس کو ایذا تو یہ منافی کمال اور بزرگی کے نہیں ہے، خاص کر جب کہ یہ مقصود ہو کہ اس سے دوسرے کی تطیب خاطر ہوگی یا اس سے بڑھ کر یہ کہ دوسرا منبسط اور بے تکلف ہو کر دل کھول کر دین کی باتیں پوچھ سکے گا، تو اس صورت میں تو ایک گونہ عبادت ہو جائے گی۔ ”وقد اجبت بهذا ملكة من ملوک اور با رأیتها فی المنام ورأیتنی را کبا معها علی عجلة قد عرضت علی شبهة فی نبوته صلی اللہ علیہ وسلم بأنه کان یمازح، والمزاح ینافی الوقار والوقار من لوازم النبوة وقالت: لاشبهة فی حقیقة الاسلام سوی هذا فلما اجبتا عنه بهذه المصلحة سکتت وأسلمت ثم بعض القرائن فی الیقظة دل علی أنها لعلها أسلمت باطنا“ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گو مرید کو اپنی طرف سے شیخ کی نہایت تعظیم و ادب کرنا ضروری ہے لیکن اگر کسی وقت خود شیخ کی مرضی انبساط کی معلوم ہو تو مرید کو اس کی رضاء کا اتباع چاہئے کہ اس وقت یہی ادب ہے۔

ف: متفرقات، تقبیل بدن شیخ (پیر کے بدن کو بوسہ دینا)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ جو مجبین کی عادت ہے کہ پیر کے ہاتھ کو پاؤں کو یا پیشانی وغیرہ کو بوسہ دے لیتے ہیں اس کا بھی کچھ حرج نہیں البتہ اذن شرعی سے تجاوز نہ چاہئے۔

۲۳۷- حال، کلام ہاتف

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: لما ارادوا غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا: واللہ لاندري انجرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ثیابه کما نجرد موتانا او نغسله وعلیه ثیابه، فلما اختلفوا القی اللہ تعالیٰ علیہم النوم حتی مامنهم رجل الا وذقنه فی صدره فکلمهم مکلم من ناحیة البیت لایدرون من هو: اغسلوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیه ثیابه، فقاموا فغسلوه وعلیه قمیصه یصبون الماء فوق القمیص ویدلکونه بالقمیص دون

ایدیہم. (آخر جہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب (وفات نبوی کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل دینے کا ارادہ کیا تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم باہم کہنے لگے واللہ ہم کو کچھ خبر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے بھی مثل دوسرے مردوں کے اتاریں یا مع کپڑوں کے غسل دیں، جب باہم اختلاف ہونے لگا، اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند غالب کی، یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جس کی رنج اس کے سینہ میں نہ لگ گئی ہو (یعنی نیند سے سب کی گردنیں جھک گئیں) پھر گھر کے ایک گوشہ سے کسی کلام کرنے والے نے (کہ وہ ہاتف غیبی تھا) ان سے کلام کیا یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ وہ کون تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع کپڑوں کے غسل دو، چنانچہ سب نے اٹھ کر مع قمیص کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا، قمیص کے اوپر سے پانی ڈالتے تھے اور قمیص سمیت ملتے تھے، ہاتھ بدن پر نہیں پہنچایا۔

ف: ہاتف غیبی کا کسی بزرگ سے کلام کرنا یہ حال بھی ایک محمود ہے حدیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔

### ف: مسئلہ، عمل بر اشارہ ہاتف بشرط عدم مخالفت شرع

(غیبی اشارات پر عمل کرنا درست ہے اگر شریعت کی مخالفت نہ لازم آئے)

ایسے مضمون پر عمل کرنے کے بارے میں تمام اکابر کا قاطبۃً اسی پر اتفاق ہے کہ اگر وہ خلاف شرع نہ ہو تو قابل عمل ہے، جیسا یہاں بھی یہی ہوا کہ مع قمیص غسل دینے کی نہی کی کوئی دلیل نہ تھی اس پر عمل کر لیا گیا، اگر کہا جائے کہ یہ امر تو قبل الہام و کلام ہاتف کے بھی حاصل تھا پھر اس کا کیا خاص اثر ہوا؟ جواب یہ ہے کہ بزرگوں کے ارشاد سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس الہام یا ایسے کلام سے وہ امر خاص اس صاحب الہام کے لئے کسی قدر مؤکد ہو جاتا ہے نہ بایں معنی کہ اس کے خلاف کرنے سے ضرر آخرت ہوگا، بلکہ بایں معنی کہ کوئی ضرر دنیوی نا قابل برداشت پیش آئے گا اور اگر کوئی دلیل شرعی تاکد عمل کی منضم ہو جائے تو تاکد شرعی ظاہر ہے جیسا یہاں غور کرنے سے کہہ سکتے ہیں کہ اس کلام سے اختلاف رفع ہو گیا اور اجماع

ابوداؤد: الجنائز، ستر لمیت عند غسلہ. رقم: ۳۱۴۱، قال المنذری: فی اسنادہ

احمد بن اسحاق بن یسار، وقد تقدم الكلام عليه.

صحابہ کا خود حجت شرعیہ ہے، لہذا یہاں عدم جواز مخالفت کے بھی قائل ہو سکتے ہیں۔

## ۲۳۸- اذن ظاہری نہیں باطنی ہے

عن اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قالت امرأة من النبوة: ما هذا المعروف الذى لا ینبغى لنا ان نعصیک فیہ یا رسول اللہ؟ فقال: لا تنحروا قالت: یا رسول اللہ! ان بنی فلان كانوا قد اسعدونی علی عمی فلا بد من قضائهن، فابى علیها فعاودته مراراً، قالت: فاذن لی فی قضائهن فلم الخ بعد فی قضائهن ولا فی غیره حتی الساعة. (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ نیک کام کون سا ہے جس میں ہم کو (اس آیت کی رو سے لا یعصینک فی معروف) آپ کے حکم کے خلاف کرنا جائز نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(وہ نیک کام یہ ہے) کہ تم نوحہ نہ کرو“ (یعنی وہ نیک کام ترک نوحہ ہے، اس کے خلاف کرنا یعنی نوحہ کرنا جائز نہیں) اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں خاندان نے میرے چچا کے مرنے میں (نوحہ کرنے میں) میری مدد کی تھی (یعنی میرے ساتھ مل کر روئے تھے) تو اس کا بدلہ اتارنا ضروری ہے (یعنی ایک نوحہ کی اجازت دے دیجئے پھر اور جگہ نہ کروں گی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا، اس نے آپ سے مکرر عرض کیا، اس بی بی کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بدلہ اتارنے کے لئے مجھ کو اجازت دے دی مگر میں بعد میں اس وقت تک نہ ان کا بدلہ اتارنے میں روئی اور نہ کسی اور جگہ روئی۔

ف: اس سے وہی مضمون ثابت ہوتا ہے، جو ذیل حدیث صدو شصت و ششم میں گزرا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً اس مصلحت سے کہ کبھی اصل توبہ ہی سے ہمت نہ ٹوٹ جائے ایک بار نوحہ کرنے کی اجازت دے دی، بزرگوں کو بھی دیکھا جاتا ہے کہ بعض اوقات بظاہر کسی نا جائز نوکری یا اور کسی ایسے ہی امر کی اجازت دے دیتے ہیں مگر درحقیقت اس کی اجازت مقصود نہیں ہوتی، بلکہ اس سے اعظم شر سے بچانا ہوتا ہے جیسا حکماء نے کہا ہے، ”من

الترمذی: تفسیر القرآن، سورة الممتحنة، رقم: ۳۳۰۷ وقال: حسن غریب

ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما“ اور خصوصاً بعض طبائع ایسے ہوتے ہیں کہ منع کرنے سے ضعف اور ترک میں کم ہمتی اور تنگی اور اجازت دینے سے نشاط اور آزادی پیدا ہو کر طبیعت میں قوت اور ہمت ترک کی ہو جاتی ہے ایسے وقت میں اذن ظاہری نہیں باطنی ہے۔

## ۲۳۹- اصلاح، ترک شامیانہ یا عمارت برقبر

(قبر پر شامیانہ تنایا عمارت بنانے کی ممانعت)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ رأی فسظاطاً علی قبر عبد الرحمن فقال: یا غلام انزعہ انما یظلمہ عملہ. (أخرجہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شامیانہ عبد الرحمن کی قبر پر لگا دیکھا، آپ نے (خادم سے) فرمایا اے لڑکے اس کو الگ کرو ان پر تو ان کا عمل سایہ کر رہا ہے۔

ف: ظاہر بینان مدعیان باطن میں قبور اولیاء پر سائبان تاننے یا عمارت بنانے کی رسم ہو گئی ہے، اس حدیث سے اس عمل کا باطل اور لایعنی ہونا ظاہر ہے، اور اگر فساد اعتقاد بھی ہو تو اور بھی ظلمات بعضہا فوق بعض ہے۔

## ۲۴۰- اصلاح، معاملات قبور

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبور ان یبنی علیہ وان یقعد علیہ وان یکتب وان یوطا. (أخرجہ الخمسة الا البخاری)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے پختہ بنانے سے اور اس پر عمارت بنانے سے اور اس پر بیٹھنے سے اور اس پر لکھنے سے اور اس پر چلنے سے منع فرمایا ہے۔

۱- بخاری: (تعلیقاً) الجنائز، الجریدۃ علی القبر. ۲- مسلم: الجنائز، النهی عن تجصیص القبر والبناء علیہ رقم: ۹۳ (۹۷۰) أبو داؤد: الجنائز، البناء علی القبر. رقم: ۳۲۲۵، ترمذی: الجنائز، کراہیۃ تجصیص القبور والکتابة علیہا رقم: ۱۰۵۲، نسائی: الجنائز، البناء علی القبر رقم: ۳۰۲۰، قلنا: وأخرجہ ابن ماجہ الجنائز، النهی عن البناء علی القبور، رقم: ۱۵۶۳، ۱۵۶۴.

ف: حدیث کا حاصل تعلیم ہے تو وسط اختیار کرنا قبور کے ساتھ معاملہ کرنے میں کہ نہ ان کی زیادہ تعظیم کی جائے اور نہ ان کی اہانت کی جائے، اہل تفریط پہلی بلا میں زیادہ مبتلا ہیں کہ ان کو پختہ بناتے ہیں اور ان پر عمارت بھی بناتے ہیں اور ان پر نوشتے لکھتے ہیں اور اہل تشدد دوسری بلا میں مبتلا ہیں کہ حد سے زیادہ قبور کی تذلیل کرتے ہیں، البتہ اگر قبر بہت کہنہ ہو جائے اور غیر کی ملک نہ ہو اور کسی مصلحت و ضرورت سے اس کو بے نشان کر دیا جائے تو بیٹھنا چلنا اس پر درست ہے۔

۲۴۱- رسم، سنگ نصب کر دن یا درخت نشان دن

نزدیک قبر برائے علامت

(قبر کے قریب علامت کے طور پر پتھر گاڑنا یا درخت لگانا)

عن المطلب بن ابی وداعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لما مات عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ وهو اول من مات بالمدينة من المهاجرين فلما دفن امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا ان یاتیہ بحجر، فیلتم قبرہ بہ فاخذ حجراً ضعف عن حملہ، فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحسر عن ذراعیہ، ثم حملہ فوضعه عند رأسہ، وقال: "اتعلم بہا قبر اخی وادفن عنده من مات من اہلی". (أخرجہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی، اور مہاجرین میں سب سے اول مدینہ میں ان ہی کا انتقال ہوا ہے سو جب دفن ہو چکے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ آپ کے پاس ایک پتھر اٹھا کر لے آئے، آپ ان کی قبر کی اس سے شناخت کر دیں، اس نے ایک پتھر لیا جس کو اٹھانہ سکا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور دونوں ہاتھوں کی آستین چڑھا کر اس کو اٹھالائے اور قبر کے سر ہانے رکھ دیا، اور فرمایا کہ: "اس سے اپنے بھائی (عثمان بن مظعون) کی قبر کی پہچان رکھوں گا اور جو شخص میرے متعلقین میں سے مرے گا اس کو اس کے پاس دفن کروں گا۔"

ابو داؤد: الجنائز، جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم. رقم: ۳۲۰۶، قال المنذری: فی اسنادہ کثیر بن زید مولیٰ الأسلمیین مدنی، کتبتہ ابو محمد. وقد تکلم فیہ غیر واحد.



ف: بعض کی بمصلحت زیارت و فاتحہ خوانی ان چیزوں سے محض یہ غرض ہوتی ہے کہ قبر کی پہچان رہے، سوا اگر سادگی کے ساتھ ہو تو اس غرض کے لئے ان اعمال میں کچھ حرج نہیں مگر پتھر ہونہ اس کے سڈول کرنے کا اہتمام کیا جائے نہ اس پر نقش و نگار ہو، نہ اس پر کچھ لکھا جائے اور اگر یہ تکلفات بھی کئے گئے تو ادعاء مصلحت میں کاذب ہونے کی علامت ہے اور ممنوع ہے۔

۲۴۲- رسم، درخت نشاندن برائے تسبیح (ذکر و تسبیح کیلئے درخت لگانا)

عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوصی ان تجعل علی قبرہ جریدتان. (اخرجہ البخاری فی ترجمۃ الباب)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں کھجور کی رکھ دی جائیں۔

ف: بعض لوگوں کو درخت لگانے سے یہ نیت ہوتی ہے کہ اسکے ذکر و تسبیح سے میت کو نفع اور انس ہوگا، اس حدیث سے اس کی اصل نکلتی ہے، اور یہ وصیت صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غالباً جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل پر مبنی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو اہل قبر کو معذب دیکھ کر ان کی قبروں پر ایک ایک تازہ چھڑی کھجور کی رکھ دی تھی، اور ارشاد فرمایا تھا کہ ان کے خشک ہونے تک امید ہے تخفیف عذاب کی، پس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مثل دوسرے بہت سے علماء کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کو علت مذکورہ سے معلل سمجھا، پس جس شخص کی یہ نیت ہو اس کو بھی اس بناء پر اس کی گنجائش ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ تخفیف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کی وجہ سے تھی اور اس دعاء کی منظوری میعاد دی تھی، اور میعاد اس کی ان شاخوں کے خشک ہونے تک تھی، اس بناء پر حدیث کا اس رسم سے کوئی تعلق نہیں، مگر اکثر علماء نے پہلی ہی توجیہ کی ہے، لیکن اس سے پھول ڈالنے یا پھول کی چادر چڑھانے کا جواز نہیں نکلتا، کیوں کہ اس سے غرض محض تزئین یا تقرب الی اہل القبور ہے اور یہ عمل یا اعتقاد محض بدعت ہے، اگر انکی یہ غرض ہوتی تو اولاً تکلف کیوں کیا جاتا، دوسرے عام گنہگاروں کی قبریں اسکی زیادہ مستحق تھیں اولیاء کی قبروں سے کیوں کہ جہاں احتمال عذاب کا ہو وہاں حاجت زیادہ ہے۔

## ۲۲۳- مسئلہ، سماع موتی (مردوں کا سننا)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ان العبد اذا وضع فی قبره وتولی عنه اصحابه انه لیسمع قرع نعالم اذا انصرفوا". (أخرجه الخمسة الا الترمذی) (۱)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ہمراہی وہاں سے پشت پھیرتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے ان کی واپسی کے وقت۔"

ف: یہ مسئلہ اختلافی ہے بعض نے اس حدیث سے اثبات کیا ہے اور بعض نے آیت "لا تسمع الموتی" سے نفی کی ہے، مثبتین نے آیت کا جواب دیا ہے کہ یہاں موتی سے مراد کفار ہیں کہ استعارۃً ان کو موتی کہہ دیا، پس آیت کو بحث سے تعلق نہیں، نافیین نے اس کا جواب دیا ہے کہ گو آیت میں استعارہ ہے مگر مستعار منہ میں تو حقیقی معنی کا تحقق ضروری ہے، پس موتی بالمعنی الحقیقی کے لئے عدم سماع ثابت ہو گیا، مثبتین نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس قاعدہ سے صرف اتنا لازم آتا ہے کہ موتی پر موتی کا صدق بالمعنی الحقیقی ہونا چاہئے، اس سے لا تسمع کا حقیقت پر محمول ہونا لازم نہیں آتا، بلکہ اس میں مجاز اطلاق المطلق علی المقید ہے، اور سماع سے مراد سماع نافع ہے، پس معنی یہ ہیں کہ موتی بالمعنی الحقیقی ہے سماع نافع منفی ہے اور ضرورت اس حمل علی المجاز کی جمع بین النصوص ہے، اور قرینہ اس کا خود مشاہدہ ہے کفار میں نفس سماع کے منفی نہ ہونے کا، بلکہ سماع نافع کے منفی ہونے کا، غرض اس طرح جانبین میں کلام طویل ہے اور دونوں شقوں میں وسعت ہے، البتہ عوام کا سنا اعتقاد اس بات پر کہ اس کو حاضر و ناظر متصرف مستقل فی الامور سمجھتے ہیں، یہ صریح ضلالت ہے، اگر اس کی اصلاح بدون انکار سماع کے نہ ہو سکے تو انکار سماع واجب ہے۔

۱ بخاری: الجنائز، عذاب القبر۔ رقم: ۱۳۷۳، مسلم: الجنة، عرض مقعد الميت من الجنة والنار علی واثبات عذاب القبر والتعود منه۔ رقم: ۷۰ (۲۸۷۰) ابوداؤد: السنة، المسألة فی القبر وعذاب القبر۔ رقم: ۴۷۵۱، نسائی: الجنائز، المسألة فی القبر۔ رقم: ۲۰۵۲۔

## ۲۴۴- مسئلہ، شعور جمادات

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ان الحصاة لتناشید اللہ الذی یخرجہا من المسجد لیدعہا". (أخرجه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "(جو کنکریاں مسجد میں پچھی ہوئی ہوتی ہیں جیسے مسجد الحرام میں اب بھی ہیں ان کنکریوں میں سے جب کوئی شخص کسی کنکری کو مسجد سے باہر لے جانا چاہتا ہے تو وہ) کنکری خدا کا واسطہ دیتی ہے اس شخص کو جو اس کو مسجد سے باہر لے جاتا ہے کہ اس کو وہاں ہی رہنے دے۔"

ف: اہل کشف کو جمادات کا شعور و نطق مکشوف ہوا ہے، حدیث سے تائید اس کی ظاہر ہے کہ اس کنکری میں اتنا شعور ہے جس سے اس کو باہر لے جانے کا ادراک ہوتا ہے اور اتنا نطق بھی ہے جس سے وہ خدا کا واسطہ دیتی ہے، اور صرف عن الظاہر کی کوئی دلیل نہیں، دوسری حدیث میں ستونِ حنانہ کا قصہ اس سے زیادہ اس میں صریح ہے۔

## ۲۴۵- برکت اور اس میں اضافہ

عن طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: خرجنا وقد ألى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبايعناه وصلينا معه واخبرناه ان بارضنا ببيعة لنا، واستوهبنا من فضل طهوره قد عا بماء فتوضا وتمضمض ثم صبہ لنا فی اداوة وقال: "اذا اتيتم ارضكم فاكبروا بيعتكم وانضحوا مكانها بهذا الماء واتخذوها مسجدا" فقلنا: ان البلد بعيد والحر شديد والماء ينشف، فقال: "مدوه من الماء فانه لا يزاد الا طيبا". الحديث (أخرجه النسائي)

## ۲۴۷- موائے مبارک سے تبرک

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: رأيت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والحلاق يحلقه، وقد اطاف به اصحابه، فما يريدون ان تقع شعرة الا فی یدرجل. (أخرجه مسلم)

۱- ابو داؤد: الصلاة، حصی المسجد. رقم: ۴۵۹، وسکت عنہ المنذری.

۲- نسائی: المساجد، اتخاذ البيع مساجد. رقم: ۷۰۲. ۳- مسلم: الفضائل، باب

قربہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الناس تبرکھم بہ وتواضعہ لھم. رقم: ۷۵ (۲۳۲۵)

## ۲۴۷- رسم، تحصیل تبرکات

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: كانت ام سليم تبسط لرسول الله صلى الله عليه وسلم نطعا، فيقبل عندها، فاذا قام اخذت من عنقه وشعره فجمعته في قارورة، ثم جعلته في مسك، فلما حضر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوصی ان يجعل في حنوطه من ذلك المسك. (أخرجه الشيخان والنسائي)

ترجمہ حدیث اول: حضرت طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم اپنی قوم کے فرستادہ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ ہماری سرزمین میں ہمارا ایک عبادت خانہ مذہب عیسائی کا ہے (ہم اس کو مسجد بنانا چاہتے ہیں) اور اس مقام پر برکت کے لئے چھڑکنے کو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بقیہ وضو کا پانی مانگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا پھر وضو کیا اور مضمضہ کیا، پھر وہ پانی ایک چھوٹے سے مشکیزہ میں بھر دیا اور فرمایا: ”جب تم اپنی سرزمین پر پہنچو تو اس معبد نصاریٰ کو توڑ ڈالنا اور اس جگہ یہ پانی چھڑک دینا اور اس کو مسجد بنالینا“ ہم نے عرض کیا کہ جگہ دور ہے اور گرمی سخت ہے اور پانی خشک ہو جاتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اس میں اور پانی ملا کر بڑھالینا کہ اس میں بھی برکت ہی بڑھ جائے گی۔“

ترجمہ حدیث دوم: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حلاق آپ کے بال سر کے اتار رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر رکھا تھا پس وہ آپ کے ایک بال کا بھی کسی شخص کے ہاتھ سے باہر گرنا نہ چاہتے تھے (یعنی ہر بال کسی نہ کسی کے ہاتھ ہی میں آتا تھا)

ترجمہ حدیث سوم: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیم

الطيب يتخذ من الرامك ثم يستحق المسك ويلحقه والرامك كصاحب شيء يخلط بالمسك كذا في القاموس ۱۲ منہ. بخاری: الاستذنان، من زار قوما فقال عندهم. رقم: ۶۲۸۱ مسلم: الفضائل، طيب عرقه صلى الله عليه وآله وسلم والتبرك به رقم: ۸۵ (۲۳۳۲) نسائي: الزينة، ماجاء في الأنطاع. رقم: ۵۳۷۳.

رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (جب ان کے گھر تشریف لے جاتے) ایک چمڑے کا بستر بچھا دیا کرتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم (گاہ گاہ) ان کے گھر قیلولہ فرمایا کرتے (یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قریب کی کچھ رشتہ دار ہیں) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو کراٹھتے تو (اس بستر پر سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ اور بال (جو سر وغیرہ کا ٹوٹ جاتا) جمع کر لیتیں اور ایک شیشی میں محفوظ رکھتیں، پھر اس کو مرکب خوشبو میں ملا تیں، جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی (کہ ام سلیمہ کے صاحبزادے ہیں) وفات قریب پہنچی تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ ان کے حنوط کو (جو کہ میت کے بدن اور کفن کو لگاتے ہیں) اس مرکب خوشبو میں ملایا جائے (جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک تھا)

ف: بزرگان دین کی تلبس کی چیزوں کی رغبت اور اہتمام اور ان سے برکت حاصل کرنا حیات اور موت میں بمقتضائے احادیث ثلاثہ مشروع اور ثابت ہے۔

### ۲۴۸- رسم، خدمت کفش برداری (بزرگوں کی جوتیاں اٹھانا)

عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت النجاشی صاحب الحبشة رحمہ اللہ تعالیٰ یقول: اشهد ان محمداً رسول اللہ، وانه الذی بشر به عیسیٰ علیہ السلام، ولولا ما انا فیہ من الملک، وما تحملت من امور الناس لایتہ حتی احمّل نعلیہ. (أخرجہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نجاشی رحمہ اللہ شاہ حبشہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے وہی رسول ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی اور اگر میرے ساتھ یہ بکھیڑا سلطنت کا اور لوگوں کے کاموں کی ذمہ داری کا نہ ہوتا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین اٹھاتا۔

ف: اکثر بزرگوں کی جوتیاں اٹھانا سعادت سمجھا جاتا ہے، حدیث میں اس کا مرغوب فیہ ہونا ظاہر ہے لیکن اگر وہ مخدوم خود جزم کے ساتھ منع فرمادیں تو اتثال امر اس خدمت پر

ابو داؤد: الجنائز، الصلاة علی المسلم یموت فی بلاد الشریک رقم: ۳۲۰۵، وسکت عنہ المندری.

مقدم ہے اور خواہ مخواہ کا اصرار ان کو ایذا پہنچانا ہے جو بہت ہی مذموم عمل ہے۔

## ۲۴۹- قول، الفانی لا یرد

(فناء ہونے کے بعد کوئی چیز واپس نہیں ہوتی)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث مکالمۃ ہرقل ابا سفیان (ولم ینکر علیہ) ومسألتک هل یرتد احدہم عن دینہ بعد ان یدخل فیہ سخطۃ لہ فزعمت ان لا، وكذلك الايمان اذا خالط بشاشته القلوب. الحدیث (آخر جہ الشیخان)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کے ضمن میں جس میں ہرقل شاہ روم کی گفتگو ابوسفیان کے ساتھ منقول ہے (اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جانب سے ہرقل کے ان اقوال پر انکار نہیں کیا گیا جن سے ان اقوال کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے) یہ مضمون بھی مروی ہے: ہرقل ابوسفیان سے کہتا ہے کہ میں نے تم سے یہ سوال کیا کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے بعد اس کے قبول کرنے کے کوئی مسلمان ان کے دین سے ناخوش ہو کر مرتد ہوتا ہے، تم نے جواب دیا کہ نہیں، اور ایمان کی یہی کیفیت ہوتی ہے جب اس کی تازگی قلوب میں رچ جاتی ہے۔

ف: اور یہی مضمون دوسرے عنوان سے مشہور ہے، الواصل لا یرجع، یعنی بعد وصول و فنا کے پھر راجع اور مردود نہیں ہوتا، اس حدیث سے اس کی صاف تائید ہوتی ہے، اور گویہ ہرقل کا قول ہے مگر جب سلف نے اس پر انکار نہیں کیا تو اس قول کی صحت سلف کے تسلیم سے ثابت ہوئی اور جو سالکین بگڑ گئے ہیں وہ واقع میں مقصود تک پہنچے ہی نہ تھے گویا ہر نظر میں واصل سمجھے جائیں۔

## ۲۵۰- حال، رویاء صادقہ (سچے خواب)

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: اول ما بدی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرویا الصالحة فی النوم، وكان لا یرى رویا الا جاءت مثل فلق الصبح وحب الیہ الخلاء، فكان یخلو بغار حراء فتیحنث فیہ، وهو التعب اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الی اہلہ، یتزود لذلك ثم یرجع

ابن بخاری: بدء الوحی. رقم: ۷، مسلم: الجهاد، کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ہرقل ملک الشام یدعوه الی الاسلام. رقم: ۷۳ (۷۷۳)

الی خدیجۃ فیتزود لمثلها حتی جاء الحق، وهو فی غار حراء فجاءه  
 الملك، فقال: اقرأ، فقال: ما انا بقارئ قال: فاخذنی فغطني حتی بلغ منی  
 الجهد ثم ارسلنی، فقال: اقرأ، فقلت: ما انا بقارئ، فاخذنی فغطني الثالثة  
 حتی بلغ منی الجهد، ثم ارسلنی فقال: ﴿اقرأ باسم ربك الذي خلق، خلق  
 الانسان من علق، اقرأ وربك الاكرام الذي علم بالقلم، علم الانسان ما لم  
 يعلم﴾ فرجع بها رسول الله صلى الله عليه وسلم يرجف فؤاده فدخل علی  
 خدیجۃ، فقال: زملونى، زملونى. الحديث. (أخرجه البخارى)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی وحی کی ابتداء اچھے خوابوں سے ہوئی اور جو خواب دیکھتے تھے مثل نور صبح کے اس کا ظہور  
 ہو جاتا تھا اور خلوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہو گئی، پس غار حراء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
 خلوت نشین ہوتے اور کئی کئی شب متصل اس میں عبادت کیا کرتے اور گھر واپس تشریف نہ  
 لاتے اور اس کے لئے کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہا کے پاس آ کر اتنی ہی مدت کے لئے اور سامان لے جاتے یہاں تک کہ وحی آ گئی  
 اور آپ غار حراء ہی میں تھے، سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (وحی کا) فرشتہ آیا اور آپ  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا پڑھئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، آپ  
 صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھ کو پکڑ کر خوب دبایا، یہاں تک میری حد طاقت تک  
 نوبت پہنچ گئی، پھر مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھئے! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، پھر مجھ  
 کو دوسری بار دبایا یہاں تک کہ میری حد طاقت تک نوبت پہنچ گئی پھر مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ  
 پڑھئے! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، پھر مجھ کو پکڑا اور تیسری بار دبایا یہاں تک کہ  
 میری حد طاقت تک نوبت پہنچ گئی پھر مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا ”اقرأ باسم ربك“ سے لے کر  
 ”مالم يعلم“ تک، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں کو لے کر گھر تشریف لائے  
 اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دھڑکتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھ کو لپیٹ دو، مجھ کو لپیٹ دو۔

ف: دلالت حدیث کی اس پر ظاہر ہے۔

## ف: عادت، خلوت چلہ و سامان طعام و اشتتن در خلوت

(تنہائی، چلہ کشی اور خلوت میں کھانے کی چیزیں رکھنا)

ان معمولات کا حدیث میں صاف ذکر ہے۔

## ف: عادت، توجہ و تصرف

یہ فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے، ان کا پڑھنے کے لئے کہنا بایں معنی نہ تھا کہ جو پہلے سے یاد ہو وہ پڑھے بلکہ یہ کہنا ایسا تھا جیسے استاد بچہ کے سامنے ”ا، ب، ت“ رکھ کر کہتا ہے کہ پڑھو، یعنی میں جو بتلاؤں گا وہ پڑھو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ میں پڑھا ہوا نہیں یا تو اس بناء پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن مبارک اقرأ کے اس معنی کی طرف منتقل نہیں ہوا اور یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سے مضمون ہوا ہو کہ کوئی ایسی چیز پڑھوائیں گے جس کے اخذ و ضبط کے لئے پہلے سے پڑھے لکھے ہونے کی ضرورت ہے، بہر حال اس کی ضرورت تھی کہ اس قرآن مامور بہا کے اخذ اور تلقی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد کی تقویت و تکمیل کی جائے۔ اس غرض سے فرشتے نے کئی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دبا یا تا کہ قوت توجہ و ہمت سے آپ کے قلب میں تصرف کریں اس طرح اس حدیث سے اس عمل کا بھی اثبات ہوتا ہے۔

## ف: مسئلہ، تاثر جوارح از فیض غیبی

(فیوض غیبیہ سے اعضاء کا متاثر ہونا)

چوں کہ فیوض غیبیہ سے قلب متاثر ہوتا ہے اور جوارح تابع قلب کے ہیں اور اگر وارث قوی ہوتا ہے تو جوارح پر بھی اثر آتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات غیبت محض ہو جاتی ہے، اس حدیث میں آپ کا کپڑے میں لپٹنا اس لئے تھا کہ بدن پر اثر لرزہ کا تھا، پس اس سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔

## ۲۵۱- حال، انکشاف صوت عالم غیب

(عالم غیب کی آواز کا منکشف ہونا)

عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نزل



علیہ الوحی یسمع عند وجہہ کدوی النحل. الحدیث (أخرجہ الترمذی)  
ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر  
جب وحی نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کے قریب ایک ایسی غیر مفہوم آواز  
سنائی دیتی جیسے شہد کی مکھی کی آواز ہوتی ہے۔

ف: بعض اوقات کسی شغل سے، بعض اوقات کسی بزرگ کے قرب کی برکت سے،  
بعض اوقات دوسرے اسباب سے عالم غیب کی آواز منکشف ہو جاتی ہے، حدیث میں ایسی  
ہی آواز کا ذکر ہے، لیکن شغل کی ہر آواز آواز غیبی نہیں اکثر اوقات خود شغل ہی کے دماغ  
میں ہوا کا احتساب اور تموج ہو کر بھی آواز محسوس ہونے لگتی ہے۔

## ۲۵۲- مسئلہ، امکان تجسد روح کا ملین درمکانے (بزرگوں کی روح کا کسی جگہ متجسم ہو کر نظر آنا ممکن ہے)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث الاسراء لقائه صلی اللہ علیہ وسلم مع  
موسى علیہ السلام فی آخرین من الانبیاء علیہم السلام مع ماروی عن انس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اتیت لیلۃ  
اسری بی علی موسیٰ علیہ السلام قائما یصلی فی قبرہ عند الکثیر الاحمر.  
(أخرجہ مسلم والنسائی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث جس میں شب معراج میں موسیٰ  
علیہ السلام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات دوسرے انبیاء کے مجمع میں مذکور ہے، یہ بھی  
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں میرا موسیٰ علیہ  
السلام پر گزر ہوا کہ اپنی قبر میں جو سرخ ٹیلہ کے پاس ہے کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

ف: ان دونوں روایتوں کے مجموعہ سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام  
باوجود قبر میں تشریف رکھنے کے پھر بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی معیت میں حضور صلی

۱ ترمذی: تفسیر القرآن، سورة المومنون. رقم: ۳۱۷۳.

۲ مسلم: الفضائل، فضائل موسیٰ علیہ السلام، رقم: ۱۶۳ (۲۳۷۵)، نسائی: قیام اللیل  
وتطوع النهار، ذکر صلاة نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام. رقم: ۱۶۳۲.

اللہ علیہ وسلم سے قبر سے باہر ملے، کیونکہ یہ سب انبیاء ان کی قبر سے یقیناً باہر تھے اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی روح اگر کسی جگہ مجسم ہو کر نظر آئے ممکن ہے، مگر خوب یاد رکھو! کہ نہ یہ دائم ہے اور نہ یہ اختیار میں ہے۔

### ۲۵۳- مسئلہ، عدم دوام کشف و خوارق

(مکاشفات اور خوارق عادت امور دائمی نہیں ہوتے)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لما فتحت خیبر اھدیت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاة فیہا سم. الحدیث (أخرجہ البخاری)  
ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک بکری (تلی ہوئی) ہدیہ پیش کی گئی جس میں زہر تھا، آخر حدیث تک۔  
ف: آخر حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ نوش بھی فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تو دست کش ہو گئے لیکن آخر عمر میں اس زہر کا اثر ہوا، اس سے دوام معلوم ہوئے ایک یہ کہ کشف دائم نہیں ہوتا، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اولاً مخفی نہ رہتا، دوسرے یہ کہ خوارق دائم نہیں ہوتے، ورنہ آپ پر اثر نہ ہوتا جب نبی کے کشف و خارق کا دوام ضروری نہیں تو دوسروں کا کیا ذکر ہے۔

### ۲۵۴- مسئلہ، حقیقت دست غیب

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً بتمرات، فقلت: یا رسول اللہ! ادع فیہن بالبرکۃ فضمنہن ثم دعا لی فیہن بالبرکۃ، ثم قال: "خذھن فاجعلھن فی مزودک هذا کلما اردت ان تاخذ منہ شیئا ادخل یدک فیہ وخذہ ولا تنشرہ نثراً" ففعلت، فلقد حملت منہ کذا وکذا وسقاً فی سبیل اللہ فکنا ناکل منہ ونطعم، وکان لا یفارق حقوی حتی کان یوم قتل عثمان انقطع. زاد رزین: فسقط فحزنت علیہ. (أخرجہ الترمذی)  
ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ

۱ البخاری: الجزیۃ والموادعۃ، اذا غلر المشرکون بالمسلمین هل یغنی عنہم؟ رقم: ۳۱۶۹.  
۲ ترمذی: المناقب، مناقب ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقم: ۳۸۳۹ وقال: حسن غریب.

علیہ وسلم کے پاس ایک روز کچھ کھجوریں لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ان میں برکت کی دعا کر دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک جگہ جمع کر کے ان میں برکت کی دعا کر دی، پھر فرمایا: ”ان کو لے لو، اور اپنے اس توشہ دان میں رکھ لو اور جب اس میں سے کچھ لینا ہو تو اس کے اندر ہاتھ ڈال کر لے لو اور اس کو جھاڑو نہیں“، (یعنی خالی مت کرو) چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، سو میں نے اس میں سے اتنے اتنے وسق (ایک پیمانہ ہوتا ہے ساٹھ صاع کا) اللہ کی راہ میں دیئے اور ہمیشہ اس میں سے کھاتے اور کھلاتے رہے اور وہ میری کمر سے کبھی جدا نہ ہوتا تھا، یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا دن ہوا تو وہ ٹوٹ کر گر پڑا اور مجھ کو بڑا رنج ہوا۔

ف: علاوہ کسب متعارف کے آمدنی تین قسم کی ہوتی ہے، ایک بطور خرق عادت کے جیسا کہ حدیث میں ہے، دوسرے یہ کہ کوئی عمل پڑھا اور اس سے بدون اس کے کہ ظاہر میں کوئی دینے والا ہو، جیب یا تکیہ کے نیچے سے مثلاً روزانہ کچھ مل جایا کرے، تیسرے یہ کہ بندگان خدا اس کی کچھ خدمت کریں، تیسری قسم کو فتوحات کہتے ہیں، اور دوسری کو عوام الناس دست غیب کہتے ہیں اور یہ تحقیق کو پہنچ گیا ہے کہ ایسی رقم جن لاتے ہیں، خواہ دوسروں کے مال سے کہ چوری اور غصب ہے اور یا اپنے مال سے، سو وہ بھی اضطرار اور جبر ہے، اور دونوں حرام، پہلی قسم البتہ دست غیب، حلال ہے جو واقع میں نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت ہے۔

## ۲۵۵- عادت، غضب بر بعض مباحات خلاف وضع

(کسی امر مباح پر اظہار ناراضگی کرنا)

عن المسور بن مخرمة حين خطب على رضى الله تعالى عنه بنت ابى جهل قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول وهو على المنبر: ”ان بنى هشام بن المغيرة استاذنوني ان ينكحوا ابنتهم على بن ابى طالب فلا آذن ثم لا آذن ثم لا آذن، الا ان يرید ابن ابى طالب ان يطلق ابنتى وينكح ابنتهم، فانما هى بضعة منى يرينى ما يريها ويوذبنى ما آذاها“ (أخرجه الخمسة الا النسائي)

۱- بخاری: النکاح، ذب الرجل عن ابنته فى الغيرة والانصاف رقم: ۵۲۳۰، مسلم: فضائل الصحابة، فضائل فاطمة رضى الله عنها رقم: ۹۳ (۲۳۳۹) أبو داؤد: النکاح، ما يكره ان يجمع بينهن من النساء. رقم: ۲۰۷۱، ترمذی: المناقب، فضل فاطمة بنت محمد رضى الله تعالى عنها رقم: ۳۸۶۷، وقال: حسن صحيح، قلنا: وأخرجه ابن ماجه النکاح، باب الغيرة. (رقم: ۱۹۹۸)

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس واقعہ کے متعلق کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دختر ابوجہل کے نکاح کا پیغام دیا تھا، روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے سنا کہ: ”بنی ہشام بن مغیرہ مجھ سے اس کی اجازت لینا چاہتے تھے کہ اپنی دختر کا علی بن ابی طالب سے نکاح کر دیں، سو میں کبھی اجازت نہ دوں گا، اور پھر دوبارہ اور سہ بارہ کہتا ہوں کہ اجازت نہیں دوں گا، ہاں اگر ابن ابی طالب کو یہ منظور ہو کہ میری دختر کو طلاق دے دیں اور ان کی دختر سے نکاح کر لیں تو ایسا کر لیں، فاطمہ میری لخت جگر ہے جس بات سے اس کو بے چینی ہوگی مجھ کو بھی ہوگی اور جس بات سے اس کو اذیت ہوگی مجھ کو بھی ہوگی۔“

ف: یہ نکاح مباح اور حلال تھا، چنانچہ قواعد شرعیہ سے بھی ظاہر ہے اور خود بعض روایات میں آپ کا صریح ارشاد بھی اس کے متعلق آیا ہے مگر باوجود اس کے بمصالح مذکورہ حدیث آپ کو یہ نکاح ناگوار ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر خصوصیت کی جگہ اسی قسم کے مصالح سے کسی امر مباح سے اظہارِ ناخوشی کے ساتھ اپنے مخصوصین کو روکا جائے، تو یہ تحریم حلال نہیں، بزرگوں سے بھی ایسے واقعات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

## ۲۵۶- اصلاح، تاثیر فساد نیت در مذبح

(نیت کا فساد مذبح میں مؤثر ہوتا ہے)

عن ثابت بن الضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی نذرت ان اذبح بمکان کذا وکذا مکان یدبح فیہ اهل الجاہلیۃ فقال: ”هل کان بذلک المکان وثن من اوئان الجاہلیۃ بعد؟“ قال: لا قال ”فهل کان فیہ عید من اعیادہم؟“ قال: لا، قال: ”أوف ینذرك“. (آخر جہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے نذر کی تھی کہ فلاں جگہ میں ذبح کروں گا وہ ایسی جگہ تھی جہاں اہل جاہلیت ذبح کیا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا: ”اس جگہ میں کوئی بت وغیرہ تھا جاہلیت کے بتوں میں جس کی عبادت ہوا کرتی تھی؟“ اس شخص نے عرض کیا کہ

نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”کیا اس میں کوئی میلہ وغیرہ ہوتا تھا ان لوگوں کے میلوں میں سے؟“ اس شخص نے عرض کیا کہ نہیں، آپ نے فرمایا کہ: ”اپنی نذر پوری کر لو“۔

ف: یہ یقینی بات ہے کہ یہ شخص ذبح اللہ ہی کے نام پر کرتے، کیوں کہ مسلمان تھے، مگر باوجود اس کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکان کی خصوصیات کی تفتیش فرمائی تاکہ اس سے ناذر کی نیت کا اندازہ ہو، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرے مگر نیت میں فساد ہو تو یہ فساد نیت مذبوح میں مؤثر ہوتا ہے، اس سے بزرگوں کے نام کے جانوروں کا حکم معلوم کرنا چاہئے، جس میں جہاں درویشوں کو اور ان کے ہم رنگ لوگوں کو غلطی واقع ہو رہی ہے۔

### ۲۵۷- عادت، چلہ

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من اخلص لله اربعین صباحاً ظهرت ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه“ (آخر جہ رزین)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص چالیس روز تک اللہ کے لئے خلوص (کے ساتھ عبادت) اختیار کرے، علم کے چشمے اس کے قلب سے (جوش زن ہو کر) اس کی زبان سے ظاہر ہوتے ہیں۔“

ف: اکثر بزرگوں سے چلہ نشینی کا اہتمام منقول ہے، یہ حدیث اس کی اصل ہے۔

### ف: مسئلہ، اثبات علم اسرار

بزرگوں کے کلام میں منصوص ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض خاص بندوں کو بعض علوم وہ عطا ہوتے ہیں جو نہ منقول ہیں نہ مکتب ہیں کبھی اس کو علم وہی سے تعبیر کرتے ہیں کبھی علم اسرار کہتے ہیں اور خود ان سے اس قسم کے دقائق و حقائق بھی ہیں جو ان سے پہلے کسی کی زبان سے نہیں نکلے، یہ حدیث ایسے علوم کی تحقیق اور اعتبار کی اصل ہے۔

۱۔ مسند الشہاب ۲۸۵/۱ ورواہ أبو نعیم فی الحلیۃ من جہۃ مکحول عن ایوب مرفوعاً وسندہ ضعیف وهو عند أحمد فی الزہد مرسل بدون ایوب وله شاهد عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ . (المقاصد الحسنیة) ۳۹۵

## ۲۵۸- عادت، تکلم بکلام موہم بمصلحت یا بعدر

(مصلحتاً یا غالباً عذر سے ایسے الفاظ بولنا جو بظاہر شرع سے متجاوز ہوں)

عن الاسود قال: كنا في حلقة عبد الله رضي الله تعالى عنه فجاء حذيفة رضي الله تعالى عنه حتى قام علينا فسلم، ثم قال: لقد انزل النفاق على قوم خير منكم، فقلنا: سبحان الله! ان الله عز وجل يقول: ﴿ان المنافقين في الدرک الاسفل من النار﴾ فتبسم عبد الله وجلس حذيفة رضي الله تعالى عنه في ناحية المسجد، فلما قام عبد الله وتفرق أصحابه رمانى بالحصباء، فاتيته فقال: عجبت من ضحكك وقد عرف ما قلت، لقد انزل النفاق على قوم خير منكم ثم تابوا، فتاب الله عليهم. (اخرجه البخارى)

ترجمہ: حضرت اسود سے روایت ہے کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ میں حاضر تھے اتنے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے یہاں تک کہ ہمارے پاس آ کر کھڑے ہوئے اور سلام کیا، پھر فرمایا کہ ایسے لوگوں پر نفاق نازل ہو چکا ہے جو تم سے بھی اچھے تھے، ہم نے (تعجب سے) کہا سبحان اللہ! حق تعالیٰ تو یوں فرماتے ہیں کہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے میں ہیں (پھر وہ مسلمانوں سے اچھے کیسے ہو سکتے ہیں) اس پر حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبسم فرمایا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کی ایک جانب میں بیٹھ گئے، جب حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور ان کے اصحاب منتشر ہو گئے اس وقت حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنکری پھینک کر مجھ کو بلایا، میں ان کے پاس آیا فرمانے لگے کہ میں حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہنسنے سے تعجب کرتا ہوں حالانکہ میرے مقولہ کو وہ سمجھ گئے تھے (تو ان کو تصریحاً تصدیق کرنا چاہئے تھا اور ہنسنے سے ناظرین کو دوسرا احتمال بھی ہو سکتا ہے، کہ شاید تکذیب و تجہیل کا ہنسنا ہو پھر اس مقولہ کا خود مطلب بیان کیا کہ) واقعی نفاق (اول اول) ایسے لوگوں پر نازل ہوا تھا جو تم سے بھی اچھے تھے (مگر) پھر انہوں نے توبہ کی پھر ان پر اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی۔

(مطلب یہ کہ جن منافقین نے نفاق سے توبہ کی وہ صحابی ہو گئے اور ظاہر ہے کہ صحابہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہم تابعین سے افضل ہیں اور اس حلقہ میں تابعین زیادہ تھے، پس ایسے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر یہ مضمون صادق آتا ہے کہ تم سے اچھے تھے اور ان پر نفاق نازل ہوا تھا، گو دونوں حالتوں کا زمانہ ایک نہ تھا سابعین نے ظاہر کلام سے ان دونوں حالتوں کا زمانہ ایک سمجھ کر تعجب کیا۔

ف: بعض بزرگوں سے بعض ایسے کلام منقول ہیں جو ظاہراً شرع سے متجاوز معلوم ہوتے ہیں، جن کا منشاء یا قصد اخفاء ہے نا اہل سے یا غلبہ عذر ہے۔ کما قیل فی الأول:

بامدعی مگوئید اسرار عشق و مستی بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی  
وقیل فی الثانی:

گفتگوئے عاشقان در کار رب جوش عشق است نے ترک ادب  
حدیث سے اس عادت کی جب کہ منشاء اس کا صحیح ہو اصل معلوم ہوتی ہے کہ ان صحابی کا مقولہ بظاہر ایسا ہی تھا مگر واقع میں صحیح تھا اور غالباً داعی کا اس مقام پر امتحان ہوگا اور غالباً مقصود یہ تھا کہ قلب حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں تو خود بنی اور بد بنی سے بچنا چاہئے۔

۲۵۹- توجیہ، خود را بد دین و غیرہ گفتن

(اپنے کو بد دین و غیرہ کہنا)

عن ابی ملیکۃ قال: ادراکت ثلثین من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شہد بدراً، کلہم یخاف النفاق علی نفسہ ولا یامن المکر علی دینہ. الحدیث (أخرجه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے تیس صحابیوں کو دیکھا جو بدر میں شریک ہوئے تھے (جن کی بڑی فضیلت آئی ہے) سب کے سب اپنے متعلق منافق ہونے کا اندیشہ رکھتے تھے، اور اپنے دین کے متغیر ہونے سے بے اندیشہ نہ تھے۔

ف: بزرگوں کے کلام میں کثرت سے اس قسم کے کلمات پائے جاتے ہیں سبب اس کا غلبہ خوف ہے، حدیث سے صحابہ کا بھی یہی مذاق ثابت ہوتا ہے اور اگر بخاف باعتبار مال کے ہے تب تو نفاق اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور اگر باعتبار حال کے ہے تو نفاق سے

۱۰۰ بخاری: (تعلیقاً) الايمان، خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر.

مراد بعض آثار نفاق ہیں، جو من وجہ نفاق کا ایک درجہ ہے۔

## ۲۶۰- عادت، مراقبہ

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کنت رديف رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: "يا غلام احفظ الله تجده تجاهك" وفي هذا الحديث: "فان استطعت ان تعمل لله تعالى بالرضاء في اليقين فافعل، فان لم تستطع فان في الصبر على ما تكره خيراً كثيراً". (اخرجه رزين بهذا اللفظ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مرکب پر سوار تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اے لڑکے اللہ تعالیٰ کا خیال رکھا کرو، اس کو اپنے سامنے پاؤ گے"، اور اسی حدیث میں ہے کہ: "اگر تم سے ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کے لئے رضاء کے ساتھ جو یقین سے مقرون ہو عمل کرو تو ایسا ضرور کرو اور اگر یہ نہ کر سکو تو پھر ناگوار امور پر صبر کرنے میں بھی خیر کثیر ہے۔"

ف: "احفظ اللہ" کا جو مطلب ہے وہی حاصل ہے مراقبہ کا، جو اہل طریق کے عادات لازمہ سے ہے، رہ گئی اسکی خاص ہیئت تو محض اس کے راسخ ہونے کے لئے ہے، مقصود بالذات نہیں، اس لئے اس ہیئت کے منصوص ہونے کی ضرورت نہیں۔

## ف: حال، قرب و معیت

مراقبہ پر جو ثمرہ مرتب ہوتا ہے وہ قرب و معیت ہے "تجدہ تجاہک" جو "احفظ" پر مرتب ہے عبارت اسی سے ہے۔

## ف: مسئلہ، تفضیل عارف بر عابد

(عارف کو عابد پر ترجیح دینا)

رضاء و یقین کو جو اعمال اہل باطن سے ہیں صبر علی ما تکرہ پر کہ اعمال عابدین سے ہے ترجیح دینا دلیل صریح ہے تفضیل اہل باطن کی صاحب اعمال ظاہر پر۔



## ۲۶۱- علامتِ مقبولیت

عن زید الخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قلت: یا رسول اللہ! تخبرنی ما علامۃ اللہ فیمن یریدہ وما علامتہ فی من لا یریدہ فقال: "کیف اصبحت یا زید؟" قلت: احب الخیر واهلہ وان قدرت علیہ بادرت الیہ، وان فاتنی حزنۃ علیہ وحننت الیہ فقال: صلی اللہ علیہ وسلم: "فتلك علامة الله تعالى فیمن یریدہ ولو ارادک لغيرها لهیاک لها". (أخرجه الترمذی)

ترجمہ: حضرت زید خیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھ کو بتلائیے کہ مقبول الہی اور غیر مقبول الہی کی کیا علامت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "یہ بتلاؤ کہ تم نے صبح کس حالت میں کی ہے؟" میں نے عرض کیا کہ خیر اور اہل خیر سے محبت رکھتا ہوں اور اگر اس پر قدرت پالیتا ہوں تو اس کے کرنے کو دوڑتا ہوں اور اگر وہ خیر میرے ہاتھ سے رہ جاتی ہے، تو میں اس پر مغموم ہوتا ہوں اور اس کا مشتاق رہتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "بس یہی علامت ہے مقبول کی اور اگر اس کے خلاف کے لئے تمہاری نسبت ارادہ ہوتا تو تم کو اسی کے لئے تیار کر دیتے" (یعنی ویسا ہی سامان ہو جاتا) ف: حدیث میں منصوص ہے۔

## ۲۶۲- علاج، دفع و سوسہ

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قيل: یا رسول اللہ! ان احدنا یجد فی نفسه ویعرض بشیء لان یكون خممة احب الیہ من ان یتکلم بہ فقال: "اللہ اکبر، الحمد للہ الذی رد کیدہ الی الوسوسۃ". (أخرجه أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم میں) عرض کیا گیا ہے کہ یا رسول اللہ! بعضاً بعضاً ہم میں اپنے دل میں ایسے خیالات پاتا ہے ایسی چیزیں پیش آتی ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جانا زیادہ محبوب معلوم ہوتا ہے، اس سے کہ اس کو

اے قلت: هكذا فی کتابنا وفي تيسير الاصول كذلك لكن جاء في جامع الاصول: أخرجه رزين وهو صحيح: لأننا لم نتمكن من الوصول اليه في جامع الترمذی، ووجدناه في "الاصابة" في ترجمة "زيد الخیر" ۵۷۲/۱ ذکرہ الحافظ بعد ما عزاہ الی کتاب ابن شاہین ۲ أبو داؤد: الأدب، رد الوسوسة. رقم: ۵۱۱۲، وسکت عنه المنذری.

زبان پر لاوے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوش ہو کر) فرمایا: ”اللہ اکبر، اللہ کا شکر ہے، جس نے شیطان کے فریب اور کوشش کو وسوسہ ہی تک رکھا“ (آگے نہیں بڑھنے دیا)

ف: اس حدیث میں جو علاج وسوسہ کا مذکور ہے، محققین اسی کے موافق تعلیم دیتے ہیں حاصل اس کا یہ ہے کہ وسوسہ پر محزون نہ ہو بلکہ خوش ہو کہ جو بلائیں وسوسہ سے اعظم ہیں ان سے حق تعالیٰ نے بچالیا، اور اس خوش ہونے سے ایک نفع یہ بھی ہے کہ شیطان مؤمن کی خوشی سے ناخوش ہوتا ہے، پس جب وہ دیکھے گا کہ یہ وسوساں سے خوش ہوتا ہے وہ وسوسہ ڈالنا چھوڑ دے گا اور ان بڑی بلاؤں سے بچنے میں بعض اوقات خود اس وسوسہ کو بھی داخل ہوتا ہے، کیوں کہ جب نفس اس طرف اضطراب متوجہ ہو تو بعض اوقات دوسرے معاصی عظیمہ ظاہرہ یا باطنہ میں مشغول ہونے کی مہلت نہیں پاتا اور بچا رہتا ہے اسی واسطے فرمایا گیا ہے:

اِس بِلَا دَفْعِ بِلَا ہَائِے بَزْرَکِ

اور اضطراب اس لئے کہا کہ اختیار اس کی طرف توجہ نہ چاہئے کہ اس سے اذیت ہوتی ہے گو معصیت نہیں ہوتی، شیخین کی ایک حدیث میں اس کا صریح امر آیا ہے لیکن اور اس حدیث میں بھی اس پر سرور ہونے میں اشارہ اس طرف ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ جب سرور میں مشغول ہو گیا تو توجہ الی الوسوسہ قصد امر تفع ہو گئی۔

## ۲۶۳- اصلاح، دعویٰ باطل کشف

عن واثلة بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”ان من اعظم الفری ان یدعی الرجل الی غیر ابیہ او یری عینیہ مالم تر، او یقول علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شینا لم یقل“ (أخرجه البخاری) ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”بہت بڑی افتراء کی چیزیں یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے کو منسوب کرے (یعنی اولاد میں کسی کی ہو اور بتلاوے دوسرے کی اولاد میں جیسے بعض کی عادت ہوتی ہے، کہ ہوئے شیخ بتلا دیا سید و نحوذ لک) یا اپنی آنکھ کی طرف ایسی چیز کے دیکھنے کے نسبت کرے جو اس نے نہیں دیکھی (اس میں جھوٹا خواب اور جھوٹا دعویٰ کشف کا سب

آ گیا) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسے قول کو منسوب کرے جو آپ نے نہیں فرمایا۔“  
 ف: حدیث کی تقریر سے اس کا گناہ ہونا ظاہر ہے، بہت سے مدعی اس میں مبتلا ہیں۔

## ف: اصلاح، بے احتیاطی و نقل حدیث

(حدیث کو نقل کرنے میں بے احتیاطی)

اگر حسن ظن کے غلبہ سے شبہ ہی نہ ہو کہ راوی حدیث غلط نقل کر رہا ہے تب تو معذوری ہے، بعض بزرگوں کو یہی بات پیش آئی ہے جو ان کے ملفوظات و مکتوبات میں بعض بے اصل حدیثیں داخل ہو گئیں اور اگر باوجود علماء کے متنبہ کرنے کے برابر ان کے نقل پر اصرار ہے جیسا کہ اکثر اہل جہل کا شیوہ ہے تو کوئی وجہ معذوری کی نہیں۔

## ۲۶۴- عادت بعض، ترک نکاح و گوشہ نشینی

عن عیسیٰ بن واقد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا كانت سنة ثمانين ومائة فقد احللت الغربة والترهب في زوس الجبال". (أخرجه رزين)  
 ترجمہ: حضرت عیسیٰ بن واقد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”جب ۱۸۰ ایک سو اسی آئے، اس وقت میں اپنی امت کو ترک نکاح یا جلا وطنی اور ترک تعلقات کر کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا رہنے کی اجازت دیتا ہوں۔“  
 ف: بعض بزرگوں نے اس کو بمصلحت، فتن داخلہ و خارجہ سے بچنے کے لئے اس کو اختیار کیا ہے، حدیث میں ایسی حالت میں اس کا ماذون فیہ ہونا مصرح ہے اور سنہ کی قید اشارہ اسی مصلحت کی طرف ہے کیوں کہ یہ زمانہ تھا کثرت فتن کا۔

## ۲۶۵- مسئلہ، عدم منافات در اسباب و توکل

(اسباب اور توکل میں کوئی منافات نہیں)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رجل لرسول الله صلى الله عليه وسلم:

أذكره على الكنانی فی کتابہ: ”تنزیہ الشریعة المرفوعة“ وقال: أخرجه الغسولی فی جزئہ. وهو من مرسل الحسن وعلی ارساله فی سندہ ضعفاء (۳۴۶/۲)

اعقلها واتوکل او اطلقها واتوکل قال: "اعقلها وتوکل". (اخرجه الترمذی)  
 ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض کیا کہ میں اپنی اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھلا رکھوں اور توکل کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "باندھ کر توکل کرو"۔  
 ف: مطلق توکل کے لئے ترک تدبیر ضروری نہیں حدیث اس میں صریح ہے بلکہ بعض تدبیر کا تو سب کو ترک ناجائز ہے اور بعض کا ضعیف کے لئے ناجائز ہے، حدیث کی دونوں طرح توجیہ ہو سکتی ہے تفصیل اس کی کلید مثنوی میں ہے۔

## ۲۶۶- عادت، تنبیہ مریداں بر بعض زلات غائب از نظر

(کشف وغیرہ کے ذریعہ معلوم ہونے والی مرید کی لغزشوں پر تنبیہ کرنا)

عن ابن ابی کثیر قال: قال ابو سہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرت بی امرأۃ فاخذت کشحہا ثم اطلقتہا، فاصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبایع الناس، فاتیتہ فقال: "الست بصاحب الجذبة بالأمس؟" قلت: بلی، وانی لاعود یا رسول اللہ فبایعنی. (اخرجه رزین)

ترجمہ: ابن ابی کثیر سے روایت ہے کہ حضرت ابو سہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرے سامنے سے ایک عورت گزری، میں نے (غلبہ شہوت سے) اس کی کمر پکڑ لی، پھر اس کو (خوف خدا سے) چھوڑ دیا، اتفاق سے (اگلے دن) صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سبب سے لوگوں کو بیعت فرمانے لگے، میں بھی (اسی غرض کے لئے) حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم وہی نہیں جس نے کل کے روز اس کو کھینچا تھا" میں نے عرض کیا کہ بے شک، اور میں اب ایسا نہ کروں گا یا رسول اللہ! پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو بیعت فرمایا۔

ف: بعض بزرگوں کی عادت ہے کہ کشف سے باخبر صادق سے کوئی بات بے جا مرید

۱- ترمذی: صفة القيامة، (باب حدیث اعقلها وتوکل) رقم: ۲۵۱۷، قال عمرو بن علی قال یحیی: وهذا عندی حدیث منکر، وقال أبو عیسی: وهذا حدیث غریب من حدیث انس لانعرفه الا من هذا الوجه. ۲- الاستیعاب فی ترجمة ابی سہم، وأخرج حدیثہ النسائی والبقوی، واسنادہ قوی قالہ الحافظ ابن حجر فی الاصابة ۳/۱۰۳۔

کی معلوم ہوتی ہے تو مصلحت زجر کے لئے اس کو تنبیہ فرمادیتے ہیں اور اگر مجمع میں متنبہ کرتے ہیں تو مبہم طور پر کہ دوسروں کے روبرو رسوائی نہ ہو، حدیث اس سب مجموعہ پر دال ہے، البتہ کشف دوسرے پر حجت نہیں اس پر بنا کسی سزا کی یا سوء ظن کی اجازت نہیں اور بعض اوقات باوجود علم کے متنبہ نہیں کرتے، اس میں بھی مصلحت ہوتی ہے مثلاً اس سے اندیشہ ہوتا ہے زیادت جرأت کا۔ ونحوذ لک۔

## ۲۶۷- متفرقات، اصل طریق تصوف

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث سوال جبریل علیہ السلام عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: جبریل: فاخبرنی عن الاحسان قال: "ان تعبد اللہ کانک تراہ، فان لم تکن تراہ فانه یراک". الحدیث (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث میں جس میں جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کئے ہیں یہ بھی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ بتلائیے کہ احسان کیا چیز ہے (اس کے معنی لغوی ہیں: حسن کردن، یعنی عبادت کا اچھی طرح بجالانا یعنی اس طرح کہ وہ ریاء و غفلت سے منزہ ہو، حاصل اس کا اخلاص اور حضور ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو (یعنی اگر خدا تعالیٰ نظر آئے تو جس طرح کی عبادت اس وقت کرتے ایسی کرو اور لامحالہ ایسے وقت میں عبادت اخلاص و حضور کے ساتھ ضرور ہوگی، پس اسی طرح کی عبادت کرنا چاہئے اور گوتم اس کو دیکھتے نہیں ہو مگر ایسی طرح کی عبادت کا داعی پھر بھی موجود ہے) اس لئے کہ اگر تم اس کو دیکھتے نہیں تو وہ تم کو دیکھتا ہے" (اور یہ بھی داعی کافی ہے) ف: یہ سوال بعد دریافت حقیقت ایمان و اسلام کے تھا، اس سے صاف معلوم ہوا کہ عقائد و اعمال ظاہرہ سے زائد کوئی اور امر بھی قابل تحصیل ہے جس کو احسان کہا گیا ہے اور جو حقیقت اس کی بیان فرمائی گئی ہے، یہی خلاصہ ہے اس طریق کا، پس حدیث مثبت ہے اس طریق کے صحت کی۔

## ۲۶۸- متفرقات، بیعت طریقت

عن عبادة بن الصامت رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وحوله عصابة من اصحابه. "بايعونى على ان لا تشركوا بالله ولا تسرقوا". الحديث (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گردا گرد آپ کے صحابہ کی ایک جماعت تھی اس وقت آپ نے فرمایا کہ: "تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کر لو کہ تم شرک نہ کرو گے اور چوری نہ کرو گے"۔ آخر حدیث تک۔  
 ف: حدیث میں تصریح ہے کہ جن لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کا ارادہ فرمایا وہ صحابہ تھے، اس سے ثابت ہوا کہ علاوہ بیعت اسلام و جہاد کے ترک معاصی و التزام طاعات کے لئے بھی بیعت ہوتی تھی، یہی بیعت اسلام بیعت طریقت ہے جو صوفیاء میں معمول ہے، پس اس کا انکار ناواقفی ہے۔

## ۲۶۹- قول، تسمیہ جہاد نفس بہ جہاد اکبر

(نفس سے جہاد کو جہاد اکبر کہنا)

عن فضالة الكامل رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "المجاهد من جاهد لنفسه في طاعة الله". الحديث (رواه البيهقي في شعب الايمان)

ترجمہ: حضرت فضالہ کامل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔"  
 ف: مجاہدہ نفس کو بزرگوں کے ملفوظات میں جہاد اکبر کہا گیا ہے، اس حدیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے، کیوں کہ اس قسم کی ترکیب: المجاہد الخ جس سے ظاہراً حصر جنس مستفاد ہوتا

۱ بخاری: الايمان، باب (بلا ترجمہ) رقم: ۱۸، مسلم: الحدود، الحدود كفارات لأهلها. رقم: ۴۱ (۱۷۰۹) ترمذی: الحدود، الحدود كفارة لأهلها. رقم: ۱۳۳۹ وقال: حسن صحيح، نسائی: البيعة، من وفى بما بيع عليه. رقم: ۳۲۱۵. رواه البيهقي في شعب الايمان: باب فى أن يحب المسلم لأخيه ما يحب لنفسه ۷/۳۹۹. رقم: ۱۱۱۲۳.

ہے حصر کمال کے لئے مستعمل ہے، کمالاً تکمیلی علی اہل العلم، پس معنی یہ ہوئے کہ مجاہد کمال مجاہد نفس ہے، تو ظاہر بات ہوئی کہ جہاد کمال جہاد نفس ہے اور کمال اور اکبر کے ایک ہی معنی ہیں۔

## ۲۷۰۔ مسئلہ، عدم منافات وسوسہ وکمال را

(وسوسہ اور کمال میں منافات نہیں)

عن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ان رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم حين توفي حزنا عليه حتى كاد بعضهم يوسوس، قال عثمان: و كنت منهم فبينما انا جالس مر علي عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسلم فلم اشعر به، فاشتكى عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علي ابی بكر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ثم اقبلا حتى سلما علي جميعاً وقال ابو بكر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ما حملك ان لا ترد علي اخيك عمر سلامه؟ قلت: ما فعلت، فقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بلي والله لقد فعلت، قال: قلت: والله ما شعرت انك مررت ولا سلمت، قال ابو بكر: صدق عثمان، قد شغلك عن ذلك امر، فقلت: اجل، قال: ما هو؟ قلت: توفي الله تعالى نبيه صلي الله عليه وسلم قبل ان نسأله عن نجاة هذا الامر. الحديث (رواه أحمد)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بہت سے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے زمانہ میں بہت ہی مغموم ہوئے یہاں تک کہ بعضوں کو کچھ وسوسے ہونے لگے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان ہی میں سے تھا، پس میں ایک بار بیٹھا ہوا تھا، اس اثناء میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا میرے پاس گونگر رہا اور سلام کیا مگر مجھ کو (اصلاً) خبر نہ ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی شکایت کی، پھر دونوں حضرات تشریف لائے یہاں تک کہ دونوں نے سلام کیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (مجھ سے) فرمایا کہ کیا باعث ہے تم نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب نہیں دیا؟ میں نے کہا کہ نہیں میں نے ایسا نہیں کیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیوں نہیں، واللہ آپ نے ایسا کیا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ واللہ مجھ کو نہ آپ کے گزرنے کی خبر ہوئی اور نہ سلام کی خبر ہوئی، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سچ کہتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کسی بڑے امر نے اس سے غافل کر رکھا، میں نے کہا ہاں یہی بات ہے، فرمانے لگے وہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ وہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے اٹھالیا اور ہم یہ پوچھنے نہ پائے کہ اس دین (اسلام) میں اصل مدارِ نجات کیا چیز ہے؟ (یعنی شراعیق تو بہت سے ہیں مگر اصل الاصول کیا ہے، اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی تسلی کر دی کہ میں نے پوچھ لیا، وہ توحید و رسالت کا اعتقاد ہے)

ف: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کامل ہونے میں کس کوشبہ ہو سکتا ہے، پھر بھی ان کو وسوسہ ہوا، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وسوسہ منافی کمال نہیں، نہ مضر باطن ہے۔

## ف: حال، غیبت

دین کی بات کا خیال ایک وارد ہے اور اس کی قوت نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے خبر کر دیا، یہی غیبت و محو ہے، پس حدیث سے اس کا بھی اثبات ہوتا ہے۔

## ۲۷۱- علاج، دفع وسوسہ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "یاتی الشیطان احدکم فیقول، من خلق کذا من خلق کذا حتی یقول من خلق ربک فاذا بلغه فلیستغذ باللہ ولینتہ". (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "شیطان بعض کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلانی چیز کو کس نے پیدا کیا؟ فلانی چیز کو کس نے پیدا کیا؟ یہاں تک کہ کہتا ہے کہ (یعنی نعوذ باللہ) تیرے رب کو کس نے پیدا کیا؟ سو جب اس کی نوبت پہنچے تو اللہ کی پناہ مانگے (اعوذ باللہ پڑھ لے) اور سوچنے سے باز رہے۔"

ف: حدیث دو صد و شصت و دوم میں اس کی تقریر گزر چکی ہے، اور اس حدیث میں ایک علاج زیادہ ہے کہ اعوذ باللہ کا بھی حکم ہے، خود اس کلمہ میں بھی برکت ہے، اور اس میں ایک راز

ابن بخاری: بدء الخلق، صفة ابلیس و جنوده. رقم: ۳۲۷۶، مسلم: الايمان، بیان الوسوسة فی الايمان. وما یقولہ من وجدھا رقم: ۲۱۴ (۱۳۳) ابوداؤد: السنة، باب فی الجھمیة. رقم: ۴۷۲۲.



بھی ہے وہ یہ کہ جب حق تعالیٰ کی طرف استعاذہ کے ساتھ متوجہ ہوگا تو یہ توجہ دافع ہو جائے گی توجہ الی الوسوسہ کی، کیوں کہ نفس ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہوتا، پس اس علاج کا حاصل یہ ہوا کہ ذکر اللہ میں مشغول ہو جائے تو قصد اور استقلالاً دافع وسوسہ کی ضرورت نہ ہوگی۔

## ۲۷۲- علاج، دفع وسوسہ

عن القاسم بن محمد ان رجلاً سألہ فقال: انی اہم فی صلاتی فیکثر ذلک علی فقال لہ: امض فی صلوتک فانہ لن یذهب ذلک عنک حتی تنصرف وانت تقول ما اتسمت صلوتی. (رواہ مالک)

ترجمہ: قاسم بن محمد سے ایک شخص نے پوچھا کہ مجھ کو نماز میں وہم اور شبہ بہت ہو جاتا ہے، انہوں نے فرمایا کہ (کچھ پرواہ نہیں) اپنی نماز (اسی حالت سے) ختم کر لیا کرو کیوں کہ یہ (کوشش کرنے سے) ہرگز دفع نہ ہوگا، یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاؤ گے اور یوں ہی کہتے رہو گے کہ میں نے نماز پوری نہیں پڑھی (ضرور کچھ رہ گیا ہے اس لئے پھر پڑھو گے، مگر پھر بھی فارغ ہو کر یہی وسوسہ رہے گا تو کہاں تک اعادہ کرو گے اس لئے بہتر یہی ہے کہ کچھ پرواہ نہ کرو) ف: اس روایت میں یہ اور علاج ہے کہ اس کی پرواہ نہ کی جائے اور اس پر عمل اور اس کی طرف التفات نہ کرے، یہ علاج تجربہ سے اکسیر اعظم ثابت ہوا ہے اور حاشیہ میں لمعات ومرقات سے فانہ لن یذهب الخ کی اور طرح کی تقریر ہے، یعنی یہ وسوسہ اس وقت تک دفع نہ ہوگا، جب تک کہ تم ایسا نہ کرو گے کہ نماز ختم کر لو، اور (شیطان) سے یوں کہہ دو کہ مانا ہم نے نماز پوری نہیں پڑھی، نہ سہی، اللہ تعالیٰ بڑا کریم ہے وہ اسی کو قبول کر لے گا یا معاف کر دے گا ہم آپ کی خیر خواہی سے باز آئے، ہم جانیں ہمارا خدا جانے۔

## ۲۷۳- مسئلہ، عدم اضرار خیالات بلا قصد و رصلوۃ

(نماز میں بلا ارادہ خیالات کا آنا مضر نہیں ہے)

عن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من توجّھا وضوئہ ہذا ثم یصلی رکعتین لایحدث نفسه فیہما بشیء غفرلہ

ما تقدم من ذنبه“۔ (متفق علیہ ولفظہ للبخاری)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (وضو کر کے) ارشاد فرمایا کہ: ”جو شخص میرا سا وضو کرے پھر دو رکعت اس طرح پڑھے کہ ان میں اپنے دل سے کسی قسم کی باتیں نہ کرے تو اس کے سب ذنوب سابقہ (جو صغائر میں سے ہوں) معاف ہو جاتے ہیں۔“

ف: اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نماز میں مطلقاً خیال کا آنا مضر حضور قلب ہے، اور اسی وجہ سے حضور قلب کو خارج از قدرت قرار دے کر اس کا اہتمام متروک محض ہو گیا ہے، حدیث میں لفظ ”یحدث“ وارد ہے، جو کہ فعل اختیاری ہے جس سے معلوم ہوا کہ جو خیال بقصد لایا جائے وہ مضر حضور ہے، سو اس کا ترک داخل قدرت ہے اور جو بلا قصد و اختیار آجائے وہ مضر نہیں، پس حضور قلب کا اہتمام ضرور ہو اور ممکن التحصیل بھی رہا۔

### ۲۷۴- تعلیم، طریق حضور در صلوة (نماز میں توجہ کا طریقہ)

عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”ما من مسلم يتوضأ فيحسن وضوئه ثم يقوم فيصلی رکعتین مقبلاً علیہما بقلبه ووجهه الا وجبت له الجنة“۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”کوئی مسلمان ایسا نہیں جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے، پھر کھڑے ہو کر دو رکعت اس طرح پڑھے کہ اپنے دل اور چہرہ سے اس کی طرف متوجہ رہے مگر اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔“

ف: ”مقبلاً علیہما بقلبه“ میں غور کرنے سے یہ طریق معلوم ہوتا ہے، شرح اس کی یہ ہے کہ ”علیہما“ کی ضمیر راجع ہے رکعتین کی طرف، اور رکعت مرکب ہے اقوال و افعال عدیدہ سے، تو اقبال علی الرکعة اقبال علی ہذہ الأجزاء ہے، پس حاصل طریق یہ ہوا

۱ بخاری: الوضوء، الوضوء ثلاثاً ثلاثاً۔ رقم: ۱۵۹، مسلم: الطہارۃ، فضل الوضوء والصلاة عقبہ۔ رقم: ۲۲۹، ۸۔ مسلم: الطہارۃ، الذکر المستحب عقب الوضوء رقم: ۷۱ (۲۳۳) قلنا: وأخرجه أبو داؤد الصلاة، كراهية الوسوسة وحديث النفس الخ رقم: ۹۰۶۔

کہ جو قول و فعل نماز میں صادر ہو وہ توجہ اور قصد سے ہونا چاہئے، محض مشق اور یاد سے نہ ہو، مثلاً زبان سے سبحانک اللہم کہا تو اس کی طرف مستقل توجہ ہو کہ میں زبان سے کہہ رہا ہوں، پھر وبحمدک کہا تو اسی طرح اس کی طرف بھی مستقل توجہ اور قصد ہو اسی طرح آخر نماز تک، پس اس طرح کرنے سے برابر ساعات نماز میں توجہ الی الطاعة رہی اور ایک طرف جب توجہ ہوتی ہے تو دوسری طرف نہیں ہوتی پس لامحالہ اس سے غیر صلوة کی طرف توجہ نہ ہوگی، پس حضور کامل میسر ہوگا اور ”وجہ“ میں اشارہ اس طرف ہے کہ جو ارجح کے مشغول کر دینے کو بھی اشتغال قلب میں دخل ہوتا ہے، پس تکمیل حضور کے لئے کف جو ارجح بھی ضرور ہے ورنہ چہرہ پھیرنے سے بواسطہ نگاہ کے خیالات منتشر ہوں گے۔

### ۲۷۵- شغل، جس بصر (نگاہ کو ایک جگہ روکے رکھنا)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "یا انس! اجعل بصرک حیث تسجد". (رواہ البیہقی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے انس! اپنی نگاہ کو سجدہ کی جگہ رکھو۔"

ف: تجربہ سے ثابت ہے کہ اس عمل سے یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے، اور اشغال سے یہی مقصود ہے پس حدیث اصل ہے اشغال کی۔

### ۲۷۶- حال، وجد

عن مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو یصلی ولجوفہ ازیز کازیز المرجل یعنی بیکی، وفی روایۃ قال: رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی وفی صدرہ ازیز کازیز الرخی من البکاء. (رواہ أحمد وروی النسائی الروایۃ الأولى وأبوداؤد الثانیۃ)

ترجمہ: حضرت مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں

۱۔ رواہ البیہقی فی السنن: الصلاة، لایجاوز بصرہ موضع سجودہ. ۲۸۳/۲.

۲۔ مسند احمد: ۲۶/۳، أبوداؤد: الصلاة، البکاء فی الصلاة. رقم: ۹۰۳، وسکت عنہ

المنذری. نسائی: السهو، البکاء فی الصلاة رقم: ۱۲۱۵.

نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نماز پڑھ رہے تھے، اور آپ کے سینے میں ایک ایسی آواز تھی جیسی (پکنے کے وقت) ہانڈی کی آواز ہوتی ہے، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جیسی چکی کی آواز ہوتی ہے، اور یہ آواز رونے کے سبب تھی، آپ رورہے تھے۔

ف: کسی حالت غریبہ محمودہ کا غلبہ وجد کہلاتا ہے، یہ حالت آپ کی اس قبیل کی تھی اور کالمین کا وجد اکثر ایسا ہی لطیف ہوتا ہے، صعقہ، تمزیق ثیاب وغیرہ نہیں ہوتا اور جس کو وہ بھی بے اختیار ہو معذور ہے۔

## ۲۷۷- متفرقات، عنوان خاص مسئلہ مظہریت

(حق تعالیٰ کی صفات کا خلق میں ظہور فرمانا)

عن ام الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: سمعت ابا الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول: سمعت ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "ان اللہ تبارک وتعالیٰ قال: یا عیسیٰ! انی باعث من بعدک امة". الحدیث وفیہ: "قال اللہ تعالیٰ: اعطیہم من حلمی وعلمی". (رواہ البیہقی)

ترجمہ: حضرت ام الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ: "اللہ تعالیٰ نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے) فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تمہارے بعد ایک امت پیدا کرنے والا ہوں"، (مراد اس امت سے امت محمدیہ ہے) اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ان لوگوں کو (یعنی امت محمدیہ کو) اپنے علم اور اپنے علم سے عطا کروں گا۔"

ف: اکثر اہل توحید کی تقریر میں مظہریت خلق للمحق کے بیان میں یہ عنوان پایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کی خاص خاص صفات مناسبہ نے جو متشارك بین الواجب والممكن ہیں، خاص خاص خلق میں ظہور فرمایا ہے، مثلاً صفت محی نے پانی میں، اور صفت قابض نے نار میں، اور اکثر صفات نے انسان میں، غرض اس مظہریت میں صرف صفات مناسبہ کی تخصیص کی گئی ہے جس پر بعض متشددین کو شبہ ہو جاتا ہے کہ یہ حضرات نعوذ باللہ عن صفات کے انتقال یا

دونوں ممکن و واجب کے متماثل کے قائل ہیں، اس حدیث کے اس جزء میں ”اعطیہم“ الخ اس خاص عنوان کی ظاہر تائید ہے، پس جو توجیہ اس حدیث کی ہے وہی توجیہ ان حضرات کے بیان کی ہے، اور کبھی بلا تخصیص صفات مناسبہ متشارکہ کے مطلق خلق کو مطلق صفات کا مظہر کہتے ہیں، اس میں نہ یہ شبہ ہے نہ اس کی توجیہ کی ضرورت۔

## ۲۷۸- متفرقات، ادب موتی کالاحیاء

(زندوں کی طرح مردوں کا ادب واحترام کرنا)

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قال: کنت ادخل بیتی الی قولہا فلما دفن عمر معہم فواللہ ما دخلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر. (رواہ أحمد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدفون ہونے تک تو) اپنے (اس) حجرہ میں (جس میں یہ حضرات مدفون ہیں بے تکلف) چلی جایا کرتی تھی، جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن کئے گئے پھر میں وہاں بدون اس کے کہ میرے کپڑے مجھ پر خوب لپٹے ہوئے ہوں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرم آنے کی وجہ سے کبھی نہیں گئی۔

ف: بزرگوں نے لکھا ہے کہ ہر مردہ کی قبر پر حاضر ہو کر اس کا اتنا ادب کرے کہ جتنا حالت حیات میں کرتا تھا، بشرط عدم تجاوز عن الشرع مثلاً قبر سے اتنے فاصلہ پر بیٹھے جتنے فاصلہ سے حیات میں اس کے پاس بیٹھتا تھا، ونحو ذلک۔

اس حدیث سے اس بات کا اثبات ہوتا ہے، دیکھو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کی حالت حیات میں کسی ضرورت سے تشریف لے جاتیں تو خوب پردے میں لپٹ کر جاتیں، اسی طرز کی رعایت ان کی قبر پر جانے کے وقت بھی کی، یہ وجہ تھی اس طرح جانے کی اور یہ معنی ہیں حیاء من عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، باقی اس سے موتی کے ایک خاص درجہ کے ادراک و اطلاع پر استدلال کرنا اس کو بالکل قلب قبول نہیں کرتا۔

۱۰ مسند احمد ۲۰۲/۶۔ اور وہ الہیثمی فی ”مجمع الزوائد“ (۲۶/۸، ۳۷/۹)

وقال: رواہ أحمد ورجاله رجال الصحیح.

## ۲۷۹- حال، کشف القبور

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ضرب بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبائه علی قبر، وهو لایحسب انه قبر، فاذا فیہ انسان یقرأ ﴿تبارک الذی بیدہ الملک﴾ حتی ختمها، فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "ہی المانعة ہی المنجیة تنجیہ من عذاب اللہ". (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا خیمہ ایک قبر پر لگا لیا اور ان کو معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے، سو اس میں ایک آدمی معلوم ہوا جو ﴿تبارک الذی بیدہ الملک﴾ پڑھ رہا ہے، یہاں تک کہ اس کو ختم کیا، وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور (اس واقعہ کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "یہ سورۃ حفاظت کرنے والی ہے، یہ سورۃ نجات دینے والی ہے، یہی مردہ کو عذاب الہی سے (جو کہ قبر میں ہوتا ہے) نجات دیتی ہے۔"

ف: کشف قبور کبھی بلا قصد و کتاب ہوتا ہے جیسے ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوا، اسی لئے اس کو حال میں داخل کیا گیا اور کبھی کبھی دریاضت سے ہوتا ہے، بہر حال حدیث سے کشف القبور کا وقوع معلوم ہوا۔

## ف: متفرقات، فیض باطنی از اہل قبور

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید سننا موجب نفع باطنی ہے اور یہ نفع ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بواسطہ صاحب قبر کے پہنچا اس سے اہل قبور کے فیوض کا اثبات ہوتا ہے۔

## ۲۸۰- متفرقات، اثبات نور و ظلمت قلب

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ان هذه القلوب تصدأ كما يصدأ الحديد اذا اصابه الماء" قيل: يا رسول الله وما جلاءها؟ قال: "كثرة ذكر الموت ولتلاوة القرآن". (رواہ البیہقی)

۱- ترمذی: فضائل القرآن، فضل سورۃ الملک، رقم: ۲۸۹۰، وقال: حسن غریب من هذا الوجه.  
۲- رواہ البیہقی فی شعب الایمان: ۳۵۳/۲، میزان الاعتدال فی ترجمۃ عبدالرحیم بن ہارون الغسانی ۲/۶۰۷ قالہ الدار القطنی: متروک الحدیث، یکذب، وقد ساق ابن عدی لہ عدة احادیث، استکرہا ومنها هذا الحدیث ایضاً.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”ان دلوں کو بھی لو ہے کی طرح جب کہ اس کو پانی پہنچتا ہے زنگ لگ جاتا ہے“، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اور اس کا جلاء کس چیز سے ہوتا ہے فرمایا: ”موت کو بکثرت یاد کرنے سے اور قرآن کی تلاوت سے۔“

ف: اہل فن کے کلام میں قلوب کے لئے نور و ظلمت کا حکم پایا جاتا ہے، حدیث سے اس کا صریح اثبات ہوتا ہے۔

## ۲۸۱- متفرقات، طریق تلاوت

عن طاؤس مرسلًا قال: سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ای الناس احسن صوتًا للقرآن واحسن قراءة، قال: من اذا سمعته یقرأ اراء یت انه یخشى اللہ تعالیٰ، قال طاؤس: وکان طلق کذلک. (رواه الدارمی)

ترجمہ: طاؤس سے بخد نام صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قرآن مجید میں اور اس کے پڑھنے میں سب آدمیوں میں زیادہ اچھا اور خوش آواز کون شخص ہے؟ فرمایا: وہ شخص ہے کہ جب اس کو پڑھتا ہوا سنو تو تم کو ایسا معلوم ہوا کہ وہ خدا تعالیٰ سے ڈر رہا ہے، طاؤس کہتے ہیں کہ طلق ایسے ہی تھے۔

ف: چوں کہ خشیت بدون تصور حضور پیش حق نہیں ہوتا، اس لئے حدیث میں اشارہ ہے کہ قرآن پڑھنے کے وقت یہ تصور رکھے کہ میں حق تعالیٰ کے سامنے بیٹھا ہوا پڑھ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ سن رہے ہیں اور یہ تلاوت قرآن کا اچھا طریقہ ہے جس کی بزرگوں نے بھی تعلیم فرمائی ہے۔

## ۲۸۲- عادت، تصرف

عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کنت فی المسجد فدخل رجل یصلی فقراء انکرتھا علیہ، ثم دخل آخر فقراء قراءۃ سوی قراءۃ صاحبه، فلما قضینا الصلوۃ دخلنا جمیعاً علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت: ان هذا قراءۃ انکرتھا علیہ، ودخل آخر فقراء سوی قراءۃ صاحبه، فامرهما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقراء، فحسن شانہما، فسقط فی

نفسى من التكذيب، ولا اذ كنت فى الجاهلية، فلما رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم ما قد غشيتنى ضرب فى صدرى ففضت عرقاً وكانما انظر الى الله فرقا. الحديث (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابى بن كعب رضى الله تعالى عنه سے روایت ہے کہ میں مسجد میں تھا ایک شخص آ کر نماز پڑھنے لگا اور قرآن اس طرح پڑھا کہ میں اس کو غلط سمجھا (کیوں کہ کچھ کلمات ان کی یاد کے خلاف پڑھ رہے تھے) پھر ایک اور شخص آیا اس نے اور ہی طرح قرآن پڑھا، جب ہم سب نماز پڑھ چکے تو ہم سب کے سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور میں نے عرض کیا کہ اس شخص نے قرآن اس طرح پڑھا تھا کہ میں اس کو غلط سمجھا اور یہ جو دوسرا آیا تو اس نے اور ہی طرح پڑھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمائش کی اور ان دونوں نے پڑھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا پڑھنا ٹھیک بتلایا، میرے دل میں تکذیب (کی کیفیت درجہ وسوسہ میں) واقع ہوئی اور وہ بھی حالت جاہلیت کی سی نہیں (بلکہ اس سے بھی زیادہ) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ حالت دیکھی جو مجھ پر غالب ہو رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا، میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور خوف سے میری یہ حالت ہوئی کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں، (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ تحسین ان سب قراءتوں کی بتلائی کہ ان سب وجوہ سے پڑھنے کی اجازت ہے)

ف: ہاتھ مارنا جس سے یہ حالت ہو گئی تصرف ہے۔

## ف: حال، وجد واستغراق

ہاتھ مارنے سے جو حالت ہوئی یہ وجد ہے اور اس کا غلبہ غایت درجہ کا استغراق ہے، اور غایت درجہ ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تشبیہ دی ہے نظر الی اللہ سے اور ظاہر ہے کہ اگر نظر الی اللہ کا وقوع اس عالم میں ہوتا تو ہرگز ہوش و حواس بجا نہ رہتے۔

۱۰ مسلم: صلاة المسافرين (فضائل القرآن) بیان أن القرآن انزل على سبعة أحرف وبيان معناها. رقم: ۲۷۳ (۸۲۰)



## ۲۸۳- مسئلہ، انتفاع از مادون خود

(اپنے سے کم رتبہ والے سے نفع حاصل کرنا)

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: استاذنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی العمرة فاذن لی، وقال: "اشركنا یا اخی فی دعائک ولا تنسنا" فقال كلمة مايسرنی ان لی بها الدنيا. (رواه أبو داؤد)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت چاہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی اور فرمایا: "اے بھیا! ہم کو بھی اپنی دعاء میں شریک رکھنا اور ہم کو بھولنا نہیں"، سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایسی بات فرمائی کہ مجھ کو اس کے عوض میں ساری دنیا کا ملنا بھی مسرور نہیں کر سکتا۔

ف: حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعضے منافع اہل کمال کو بھی اپنے کم رتبہ والے سے پہنچ سکتے ہیں، پس کسی کو حق نہیں کہ اپنے کو مستغنی محض سمجھے۔

## ۲۸۴- متفرقات، اثبات صفاء قلب

عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان يقول: "لكل شيء صقالة وصقالة القلوب ذكر الله". (رواه البيهقي)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ: "ہر شے کا ایک صیقل ہے اور قلوب کا صیقل ذکر اللہ ہے۔"

ف: بزرگوں کے کلام میں بکثرت تصفیہ قلب کا عنوان پایا جاتا ہے، حدیث

بصراحت اس پر دال ہے۔

۱- أبو داؤد: الوتر، الدعاء، رقم: ۱۳۹۸، وقال المنذرى: فى اسنادہ عاصم بن عبید اللہ بن عاصم بن عمر بن الخطاب، وقد تكلم فيه غير واحد من الأئمة، قلنا: وأخرجه الترمذی، الدعوات، أحاديث شتى من أبواب الدعوات. رقم: ۳۵۶۲، وقال: حسن صحيح، قلنا: وأخرجه ابن ماجة، المناسك، فضل دعاء الحاج. رقم: ۲۸۹۳.

۲- ذكره المنذرى: فى الترغيب والترهيب فى الذكر، الترغيب فى الاكثار من ذكر الله ۲/۲۵۳ معزوا الى ابن أبى الدنيا والبيهقى.



وہیہ) کی تعلیم (وتلقین من جانب اللہ) کی جایا کرتی ہے۔“

ف: اس کو علم لدنی اور علم وہبی بھی کہتے ہیں جس کا عطا ہونا اہل اللہ کو بکثرت وبتواتر منقول ہے اور ان حضرات کی کتب بھی ان علوم کی مدون و محفوظ ہیں جس پر اہل تقشف بے سمجھے بوجھے انکار کر کے اس شعر کے مصداق بنتے ہیں:

و کم من غائب قولاً صحیحاً وافته من الفہم السقیم

## ۲۸۷- عادت، توسل

عن امیۃ بن خالد بن عبد اللہ بن اسید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان یستفتح بصعالیک المهاجرین۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

ترجمہ: حضرت امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح کی دعا کیا کرتے تھے تو سل فقر امہاجرین کے۔

ف: اہل طریق میں مقبولان الہی کے توسل سے دعا کرنا بکثرت شائع ہے حدیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے، اور شجرہ پڑھنا جو اہل سلسلہ کے یہاں معمول ہے اس کی بھی یہی حقیقت اور غرض ہے۔

## ۲۸۸- غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبد المطلب فقال: اللهم انا کنا نتوسل الیک بنینا فتسقینا، وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقون۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ جب قحط ہوتا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے دعاء باراں کرتے اور کہتے کہ اے اللہ! ہم اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے آپ کے حضور میں توسل کیا کرتے تھے، آپ ہم کو بارش عنایت کرتے تھے اور اب اپنے نبی کے چچا کے ذریعہ سے

۱۔ رواہ البغوی: فی شرح السنۃ، الرقاق، فصل الفقراء ۷/۳۰۳ (دارالکتب العلمیۃ) ذکرہ

المنذری فی الترغیب (۹۰/۴) وعزاه للطبرانی، وقال: رواه رواة الصحيح وهو مرسل.

۲۔ بخاری: الاستسقاء سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا، رقم: ۱۰۱۰.

آپ کے حضور میں توسل کرتے ہیں سو ہم کو بارش عنایت کیجئے، سو بارش ہو جاتی تھی۔  
 ف: مثل حدیث بالا اس سے بھی توسل کا جواز ثابت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو جواز توسل ظاہر تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قول سے یہ بتلانا تھا کہ غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے تو اس سے بعض کا سمجھنا کہ احياء و اموات کا حکم متفاوت ہے بلا دلیل ہے، اول تو آپ بنفس حدیث قبر میں زندہ ہیں دوسرے جو علت جواز کی ہے جب وہ مشترک ہے تو حکم کیوں مشترک نہ ہوگا؟۔

### ۲۸۹- مطلق اسلام ہی توسل کیلئے کافی

عن ابی الدرءاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "ابغونی فی ضعفائکم فانما ترزقون او تنصرون بضعفائکم". (رواه ابو داؤد)  
 ترجمہ: حضرت ابوالدرءاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھ کو (قیامت کے روز) غرباء میں ڈھونڈھنا، کیوں کہ (غرباء کی ایسی فضیلت ہے کہ) تم کو رزق، یا فرمایا کہ دشمنوں پر غلبہ غرباء ہی کے طفیل میسر ہوتا ہے۔"  
 ف: مثل دو حدیث بالا اس سے بھی توسل کا جواز ثابت ہے، بلکہ اس میں مطلق اسلام ہی توسل کے لئے کافی معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ غیر مسلم تو یقیناً مراد نہیں ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ اس شخص میں کوئی حیثیت مقبولیت کی ہو مثل مسکنت مذکورہ فی الحدیث کے۔

### ۲۹۰- حقیقت دست غیب

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: دخل رجل علی اہله، فلما رأى مالہم من الحاجة خرج الی البریۃ، فلما رأیت امرأته قامت الی الریحی فوضعتها، والی التور فسجرتہ، ثم قالت: اللہم ارزقنا، فنظرت فاذا الجفنة قد امتلأت، قال: وذهبت الی التور فوجدته ممتلئاً، قال: فرجع الزوج قال: اصبتم بعدی شیناً؟ قالت امراتہ: نعم من ربنا، وقام الی الریحی فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ

۱- ابو داؤد: الجہاد، الانتصار برذل الخیل والضعف، رقم: ۴۵۹۳، وسکت عنہ المنذری. قلنا: وأخرجه الترمذی، الجہاد، الاستفتاح بصعاليک المسلمین، رقم: ۱۷۰۲، وقال: حسن صحیح قلنا: وأخرجه النسائی، الجہاد، الانتصار بالصعيف، رقم: ۳۱۸۱

وسلم فقال: "اما انه لو لم يرفعها لم تزل تدور الى يوم القيامة". (رواه أحمد)  
 ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنے گھر والوں کے پاس آیا جب ان کی حالت محتاجی (اور تہی دستی) کی دیکھی تو جنگل کی طرف چلا گیا (یا تو فکرِ معاش میں یا اس خوف سے کہ گھر والے پریشان نہ کریں) جب اس شخص کی بیوی نے یہ دیکھا تو چکی کی طرف چلی اور اس کا اوپر کا پتھر نیچے کے پتھر پر رکھ دیا، اور تنور کی طرف چلی اور اس کو ایندھن سے جھونک دیا، پھر دعاء کی کہ اے اللہ! ہم کو رزق دے (دیکھتی کیا ہے کہ چکی کا حلقہ بھی آنے سے) پڑ ہے اور تنور کو بھی (روٹیوں سے) پڑ پایا، پھر خاوند جو گھر واپس آیا کہنے لگا کہ میرے بعد تم کو کچھ ملا ہے، عورت بولی ہاں! ہمارے پروردگار کی طرف سے ملا ہے، اور مرد چکی کے پاس گیا (اور پتھر اٹھا دیا) اس کا تذکرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر وہ شخص اس پتھر کو نہ اٹھاتا تو وہ چکی قیامت تک چلتی رہتی"، (اور آٹا نکلتا رہتا)

ف: مثل حدیث دو صد و پنجاہ و چہارم اس میں بھی وہی مضمون ہے۔

## ۲۹۱- شغل، تصور شیخ

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحکی نبیا من الانبیاء ضربہ قومہ فادموه وهو یمسح الدم عن وجهہ ویقول: "اللهم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون. (متفق علیہ)  
 ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک نبی کی انبیاء میں سے حکایت فرماتے تھے جن کو ان کی قوم نے مارا تھا اور خون آلودہ کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ: "اے اللہ میری قوم کو بخش دے: کیوں کہ وہ جانتے نہیں۔"

ف: گو تصور شیخ کی خصوصیات زائدہ ہے کہ وہ اس کی نفس حقیقت سے خارج ہیں اور اسی طرح جو اس سے غرض ہے، اس سے بھی اس حدیث میں تعرض نہیں مگر اس کی جو نفس

۱۔ مسند احمد ۵۱۳/۲۔ رجالہ ثقات ۲۔ بخاری: احادیث الانبیاء، باب (بلا ترجمہ)۔ رقم: ۳۳۷۷، مسلم: الجہاد، غزوة أحد۔ رقم: ۱۰۵ (۱۷۹۲)

حقیقت ہے کہ غائب کی طرف مثل حاضر کے نظر خیالی کی جائے وہ اس حدیث سے صراحتاً ثابت ہے، البتہ اس کی بعض خصوصیات پر بوجہ غلبہ جہل اہل زمانہ کے کچھ مفاسد مرتب ہوتے دیکھ کر محققین اکثر اس سے منع کرنے لگے ہیں۔

## ۲۹۲- اصلاح، مذمت شیوخ مزورین (جھوٹے پیروں کی مذمت)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "یخرج فی آخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالذین یلبسون للناس جلود الضان من اللین، السنتمہم احلی من السكر، وقلوبہم الذئاب یقول اللہ: ابی یفترون ام علی یجترون؟ فبی حلفت لابعثن علی اولئک منهم فتنة تدع الحلیم منهم حیرانا". (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: "آخری زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ظاہر ہوں گے جو دنیا کو مکرو فریب سے دین کے عوض میں حاصل کریں گے، لوگوں کے دکھلانے کو نرم بننے کے لئے بھیڑ کی کھال پہنیں گے (یا تو مراد اس سے حقیقی معنی ہیں کہ پوستین نہیں پہنیں گے کہ لباس ہے تارکان دنیا کا، اور یا کنایہ ہے اس سے کہ ظاہر میں بڑے نرم خواور منکسر و متواضع ہوں گے) زبانیں ان کی شکر سے بھی زیادہ شیریں ہوں گی اور دل ان کے بھیڑیوں کے سے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا یہ لوگ مجھ پر دھوکہ کھائے ہوئے ہیں یا مجھ پر جرات کرتے ہیں، سو مجھ کو اپنی ہی قسم ہے کہ میں ان لوگوں پر ان ہی میں سے ایک ایسا قتنہ برپا کروں گا، جو ان کے عاقلوں کو بھی حیرت میں ڈال دے گا۔"

ف: جھوٹے اور مکار پیروں کی مذمت اس حدیث میں ظاہر ہے۔

## ۲۹۳- تعلیم، توسط فی المجاہدہ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "ان لكل شیء شرۃ ولکل شرۃ فترة، فان صاحبها سدد وقارب فارجوه وان اشیر الیہ بالاصابع فلا تعدوه". (رواہ الترمذی)

۱- ترمذی: الزهد (خاتمی الدنیا بالذین وعقوبتہم) . رقم: ۲۳۰۳. ۲- ترمذی: صفة القيامة، (حدیث ان لكل شیء شرۃ) رقم: ۲۳۵۳، وقال: حسن صحيح غریب من هذا الوجه.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”ہر شے کا ایک جوش ہوتا ہے اور ہر جوش کے بعد ڈھیلا پن ہوتا ہے، سواگر صاحب عمل اپنے عمل میں راستی اور توسط پر چلے تو اس کے نباہ کی امید رکھو اور اگر (اتنا مبالغہ کرے کہ) اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ ہونے لگے تو اس کو کچھ شمار میں نہ لاؤ۔“

ف: محققین مجاہدہ میں غلو کرنے سے منع کرتے ہیں، حدیث میں اس کی صریح تعلیم ہے، اس غلو میں طبیعت بھی اکتا جاتی ہے اور اصل عمل بھی متروک ہو جاتا ہے اور صحت بھی خراب ہو جاتی ہے، یہ بھی سب تعطل کا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات جنون تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔

## ۲۹۴- اصلاح، عدم غرور بشرف نسبت

(نسبت کی شرافت سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لما نزلت: ﴿وانذر عشیرتک الاقربین﴾ دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قریشا الحدیث. وفيہ: ”یا فاطمة! انقذی نفسک من النار فانی لا املک لک من اللہ شیئا. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وانذر الخ یعنی اپنے قریب والے خاندان کو (عذاب الہی سے) ڈراؤ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو) فرمایا: ”اے فاطمہ! اپنے کو دوزخ سے بچاؤ، کیوں کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ سے بچانے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔“

ف: بعضوں کو یہ ناز ہوتا ہے کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد میں ہیں، یا فلاں خاندان میں بیعت ہوں اور اس بناء پر اصلاح عقائد و اعمال سے بالکل بے فکر ہو جاتے ہیں، اس دعویٰ اور ناز کی اس حدیث سے جڑ کٹتی ہے۔

۱- مسلم: الايمان، باب فی قوله تعالیٰ: ﴿وانذر عشیرتک الاقربین﴾ رقم: ۳۳۸ (۲۰۳) قلنا: وأخرجه الترمذی، تفسیر القرآن، سورة الشعراء، رقم: ۳۱۸۵، وقال: حسن صحیح غریب من هذا الوجه، قلنا: وأخرجه النسائی، الوصایا، اذا أوصی لعشیرته الاقربین، رقم: ۳۶۷۳.

## ۲۹۵- مسئلہ، وصول ثواب الی الغیر (دوسروں کو ثواب پہنچانا)

عن صالح بن درهم یقول: انطلقنا حاجین فاذا رجل فقال لنا: الی جنبکم قریة یقال لها الابلۃ؟ قلنا: نعم، قال: من یضمن لی منکم ان یتصلی لی فی مسجد العشار رکعتین او اربعا ویقول هذه لابی هريرة؟ سمعت خلیلی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "ان اللہ عزوجل یبعث من مسجد العشار یوم القیمة شهداء، لایقوم مع شهداء بدر غیرہم". (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: صالح بن درہم سے روایت ہے کہ ہم حج کرنے چلے تو ایک شخص ملے کہنے لگے، تمہارے قرب میں کوئی گاؤں ہے جس کو ابلہ کہتے ہیں؟ ہم نے کہا ہاں ہے، کہنے لگے کوئی شخص تم میں اس بات کی ذمہ داری لے سکتا ہے کہ میری طرف سے مسجد عشار میں (کہ اس گاؤں میں ہے) دو رکعت یا چار رکعت پڑھے اور کہوے کہ یہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ہے؟ میں نے اپنے محبوب قلبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ: "اللہ تعالیٰ مسجد عشار سے قیامت کے دن کچھ شهداء کو اٹھائے گا کہ شهداء بدر کے ساتھ بجز ان کے کوئی نہ اٹھے گا۔"

ف: یہ ظاہر ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پڑھنے کے اور اس کہنے کے کہ یہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ہیں بجز اس کے کچھ معنی نہیں کہ اس کا ثواب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملے، اس سے ایصال ثواب کے متعلق دو امر ثابت ہوئے ایک یہ کہ جس طرح عبادت مالیہ کا ثواب پہنچتا ہے، اسی طرح عبادت بدنیہ کا بھی پہنچتا ہے، دوسرے یہ کہ جس طرح میت کو ثواب پہنچتا ہے اسی طرح زندہ کو بھی پہنچتا ہے، کیوں کہ یہ شخص ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور اس وقت زندہ تھے۔

## ف: عادت، اہتمام عبادت درامکنہ فاضلہ

(اچھی جگہوں میں عبادت کا اہتمام کرنا)

بعض اہل محبت کو دیکھا جاتا ہے کہ اپنے مشائخ و غیرہم کے رہنے کی یا عبادت کی

۱- ابو داؤد: الملاحم، ذکر البصرة. رقم: ۴۳۰۸، وقال المنذری: وذكره ابو جعفر العقیلی. وقال فیہ: ابراهیم - هذا وابولیس بالمشہورین والحديث غیر محفوظ. وذكر الدار قطنی: ان ابراهیم هذا ضعیف.



جگہوں کو متبرک سمجھ کر قصد اوہاں ذکر و طاعت کا اہتمام کرتے ہیں ان مقامات کا متبرک ہونا تو ظاہر ہے اور مقام متبرک میں عبادت کا اہتمام اس حدیث سے ثابت ہے۔

## ۲۹۶- عادت، توریہ در خوف فتنہ

(فتنہ کے اندیشہ سے مبہم کلام کرنا)

عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن صیاد فی بعض طرق المدینۃ، فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: (تشہد انی رسول اللہ) فقال: هو: اتشہد انی رسول اللہ؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "امنت باللہ وملكته وكتبه ورسله، ماذا ترى؟" قال: اری عرشاً علی الماء، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ترى عرش ابليس علی البحر". الحدیث (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن صیاد سے (کہ من جملہ دجالین کے ایک دجال تھا) مدینہ کے کسی رستہ میں ملے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: "کیا تو میری رسالت کی شہادت دیتا ہے؟" تو وہ کہتا ہے کہ کیا آپ میری رسالت کی شہادت دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "میں اللہ پر اور اس کے سب فرشتوں اور اس کی کتابوں پر اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لاتا ہوں (پس جو رسول نہیں اس کی رسالت کی شہادت نہیں دیتا مگر آپ نے دفع فتنہ کی مصلحت سے مبہم فرمایا) اچھا یہ بتلا تجھ کو کیا نظر آتا ہے؟ کہنے لگا کہ ایک تخت پانی پر نظر آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تجھ کو شیطان کا تخت نظر آتا ہے۔"

ف: بعض بزرگ کسی حاکم یا کسی جاہل کے فساد سے بچنے کے لئے بعضی باتیں مبہم فرما دیتے ہیں جس سے بعض ظاہر پرستوں کو شبہ اخفاء حق کا ہو جاتا ہے لیکن اگر کسی مصلحت معتد بہا عند الشرع سے ہو تو وہ بالکل اس حدیث کے موافق ہے۔

ف: اصلاح، عدم غرور بکشف وعدم اعتماد کشف خلاف شرع

کشف سے نہ دھوکہ کھانا چاہئے اور نہ اس کو خلاف شرع شمار کرنا چاہئے  
حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل باطل کو بھی کشف ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے  
کہ ہر کشف مقبول و محمود نہیں ہوتا، چنانچہ عرش ابلیس کے انکشاف کو معرض مذمت میں فرمایا  
گیا، پس جو لوگ کشف کو علامت ولایت سمجھتے ہیں یا ہر کشف پر اعتماد کرتے ہیں ان کو یہ  
حدیث دیکھ کر دونوں امر کی اصلاح واجب ہے۔

۲۹۷- مسئلہ، ظہور روح در مکانے بعد موت

(مرنے کے بعد کسی جگہ روح کا ظاہر ہونا)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم بین مکة والمدینة فمررنا بواد فقال: "ای واد هذا؟" فقالوا: وادی  
الازرق قال: "کانی انظر الی موسیٰ علیہ السلام۔ فذکر من لونه وشعره شینا  
- واضعا اصبعیه فی اذنیہ، له جوار الی اللہ بالتلیبۃ مارا بهذا الوادی" قال: ثم  
سرنا حتی اتینا علی ثنیۃ، فقال: "ای ثنیۃ هذه؟" قالوا: هرشی اولفت. فقال:  
"کانی انظر الی یونس علیہ السلام علی ناقۃ حمراء، علیہ جبۃ صوف، خطام  
ناقتہ لیف خلبۃ، مارا بهذا الوادی ملیبا". (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان جا رہے تھے، ہمارا ایک وادی پر گزر ہوا، آپ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ کون وادی ہے؟" لوگوں نے عرض کیا کہ وادی ازرق ہے، آپ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "گویا (اس وقت) موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں، اور آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے ان کے رنگ اور بالوں کی کچھ کیفیت بیان فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ ان کی یہ  
حالت ہے کہ اپنی انگلیاں کانوں میں رکھے ہوئے ہیں اور لبیک سے اللہ تعالیٰ کو پکار رہے  
ہیں اور اس وادی میں گزر رہے ہیں"، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہم

الصلوات . رقم: ۲۶۹ (۱۶۶)

چلے یہاں تک کہ ہم ایک گھائی پر پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”یہ کون گھائی ہے؟“ لوگوں نے عرض کیا کہ ہرشی ہے یا لفت ہے، فرمایا: ”میں گویا (اس وقت) یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں، ایک سرخ اونٹنی پر سوار ہیں، ان پر صوف کا ایک کرتہ ہے ان کی اونٹنی کی نیکیل پوست خرما کی ہے، اور اس وادی میں گزر رہے ہیں۔“

ف: حدیث کی دلالت اس پر ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور یونس علیہ السلام آپ کو نظر آئے یہ تمثیل روحی تھا، کیوں کہ جسد تو ان حضرات کا قبور میں تھا۔

## ۲۹۸- اصلاح، ادب در شانِ خداوندی

(اللہ تعالیٰ کی شان میں ادب)

عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی فقال: جهدت الانفس وجاعت العیال ونهکت الاموال وهلکت الانعام فاستسق اللہ لنا فانا نستشفع بک علی اللہ ونستشفع باللہ علیک. فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”سبحان اللہ سبحان اللہ“ فما زال یسبح حتی عرف ذلک فی وجوه اصحابہ ثم قال: ”ویحک انه لا یتشفع باللہ علی احد، شان اللہ اعظم من ذلک“ الحدیث (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور عرض کیا کہ جانیں مصیبت میں پڑ گئیں اور اہل و عیال بھوکے مرنے لگے اور کھیت وغیرہ برباد ہو گئے اور چوپائے تلف ہونے لگے، سو ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کیجئے، ہم آپ کو اللہ کے سامنے سفارشی لاتے ہیں، ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اس کلمہ سے کہ ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سفارشی لاتے ہیں گھبرا گئے اور)

ابوداؤد: السنۃ، باب فی الجہمیۃ. رقم: ۳۷۲۶، وقال المنذری: قال ابوبکر البزار: وهذا الحدیث لانعلمه یروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من وجہ من الوجوه، الا من هذا الوجہ. ولم یقل فیہ محمد بن اسحاق حدثنی یعقوب بن عقبۃ. هذا آخر کلامہ، ومحمد بن اسحاق مدلس، واذا قال المدلس ”عن فلان“ ولم یقل ”حدثنا، او سمعت، او اخبرنا“ لایحتج بحدیثہ، والی هذا اشار البزار، مع أن ابن اسحاق اذا صرح بالسماع اختلف الحفاظ فی الاحتجاج بحدیثہ، فیکف اذا لم یصرح بہ.

سبحان اللہ سبحان اللہ فرمانے لگے، اور اس کا اس قدر تکرار کیا کہ اس کا اثر آپ کے اصحاب کے چہرہ میں نمایاں ہونے لگا، پھر فرمایا کہ: ”کمبختی مارے اللہ تعالیٰ کو کسی کے سامنے سفارشی نہیں ٹھہراتے، اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی شان ہے“ (یعنی سفارش میں نیاز مندی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کسی کا نیاز مند نہیں، اس لئے یہ کلمہ مستلزم احتیاج ہے اس لئے برا ہے)

ف: بعضے درویش حق تعالیٰ کی جناب میں بڑے بے باک ہوتے ہیں، اس حدیث سے ان کو سبق لینا چاہئے کہ جب لازم غیر ملتزم سے بھی آپ نے اس شدت کے ساتھ تبریہ و تعوذ فرمایا تو ملتزم تو کس درجہ مذموم ہوگا اور بعض بے باک نہیں ہوتے مگر جہل کی وجہ سے الفاظ نامناسبہ کا استعمال کرتے ہیں جیسے اس اعرابی کی حالت تھی، اس سے بھی تحاشی کا اہتمام واجب ہے، البتہ اس قسم ثانی میں تکفیر نہیں ہو سکتی، جیسے کہ آپ نے اس اعرابی کی تکفیر نہیں فرمائی، مگر تنبیہ اور انکار بقدر وسع واجب ہے، ہاں جو لوگ غلبہٴ حال سے معذور ہیں، وہ قابل تسامح ہیں بعد زوال غلبہ کے ان کو بہ نرمی تفہیم مناسب ہے۔

## ۲۹۹- توجیہ، حکم بموجودیت حق در ہر مکان (ہر جگہ حق تعالیٰ کے موجود ہونے کا حکم)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :  
”والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیم بحبل الی الارض السفلیٰ لہبط علی اللہ“۔ الحدیث (رواہ احمد والترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قسم اس ذات کی کہ جان محمد کی اس کے قبضہ میں ہے کہ اگر تم ایک رسی سب سے نیچے کی زمین تک لٹکاؤ تو وہ اللہ تعالیٰ پر جا کر اترے۔“

ف: بہت سے صوفیاء کے کلام میں حق تعالیٰ کے احاطہ کے بیان میں ایسے عنوانات پائے جاتے ہیں جن سے احاطہ ذاتی منکشف معلوم ہوتا ہے، اور علماء کو اولاً احاطہ ذاتیہ میں کلام ہوا ہے پھر تکلیف و تنزیہ یقینی ہے، ذات کا عرش پر بلا کیف ہونا اور صفات علم وغیرہ کا متعلق بالکل ہوتا

۱۔ مسند احمد (۲/۳۷۰) ترمذی: تفسیر القرآن، سورة الحديد، رقم: ۳۲۹۸، وقال غریب من هذا الوجه.

منصوص ہے، اس لئے صوفیہ کے کلام میں مخالفت نص و قول جمہور کا شبہ ہوتا ہے مگر اس حدیث کا عنوان بالکل صوفیاء کے موافق ہے جو حدیث کی توجیہ ہوگی وہی قول صوفیاء کی ہوگی۔

### ۳۰۰۔ حال، قبض

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فی حدیث طویل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حزن حزنا غدا منه مرارا کما یتردی من روس شواہق الجبال، فکلما اوفی بذروۃ جبل لکی یلقى نفسه منه تبدی له جبرئیل فقال: یا محمد انک رسول اللہ حقاً، فیسکن لذلك جاشہ وتقر نفسه. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ابتداء نبوت میں جب کہ وحی میں توقف ہوا) اس درجہ مغموم ہوئے کہ غم کے سبب کئی بار اس ارادہ سے تشریف لے گئے کہ پہاڑوں کی بلندی پر گر کر جان دے دیں، سو جب کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنے کو گرانے کی غرض سے چڑھتے جبرئیل علیہ السلام آپ کو نظر آتے اور فرماتے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (مغموم مت ہو) آپ اللہ کے رسول ہیں سچ مچ، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو سکون ہو جاتا اور وحی ٹھہر جاتا۔  
ف: واردات کا انقطاع جو کسی مصلحت سے ہوتا ہے قبض ہے، حدیث اس کا اثبات ہوتا ہے۔

### ف: متفرقات، عذر صاحب قبض در اہلاک نفس

بعض اہل قبض نے تنگ ہو کر خود کشی کر لی ہے، حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عجب نہیں وہ عند اللہ معذور ہوں، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باز جو اس درجہ استقلال کے جب اس کے ارادہ کی نوبت آ جاتی تھی تو دوسروں سے ایسی حالت میں وقوع ہی کیا مستبعد ہے، اور ظاہر ہے کہ اس ارادہ پر عتاب منقول نہیں تو ان سے وقوع میں یہی مظنون ہے۔

### ف: تعلیم، تسلی از شیخ در قبض

شیوخ بھی ایسی حالت میں اسی طرح کی تسلی دیتے ہیں کہ تمہاری حالت محمودہ ہے اور

س حالت کی مصلحتیں اور حکمتیں بیان کیا کرتے ہیں جس سے مرید کو بڑا نفع ہوتا ہے۔

### ۳۰۱۔ مسئلہ، تحقق صوتِ غیبی (غیبی آواز کا وجود)

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان الحارث بن ہشام سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ! کیف یاتیک الوحی؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "أحياناً یاتینی مثل صلصلة الجرس". الحدیث (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "بعض اوقات مثل آواز جرس کے آتی ہے۔"

ف: بکثرت بزرگوں کے مکاشفات میں صوتِ غیبی کا ذکر پایا جاتا ہے، حدیث میں اس کی صحت ثابت ہوتی ہے، البتہ حالت مراقبات و اشغال کی ہر صوت کو صوتِ غیبی سمجھنا یہ غلطی عظیم ہے، چنانچہ شغل الحد میں جو صوت منکشف ہوتی ہے، بعضے اس کو صوتِ غیبی سمجھتے ہیں حالانکہ اکثر یہ صوت خود اپنے ہی اندر ہوا کے تموج سے پیدا ہوتی ہے، اس کو غیبی سمجھنا یہ شغلان ہند کا اعتقاد تھا اور اسی واسطے اس کا نام انہوں نے "انادی" بمعنی قدیم رکھا تھا جو غلط درغلط تھا کہ اول تو اس کو غیبی مانا پھر غیبی میں بھی اس کو صوتِ حق قرار دیا، "تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً" ہمارے صوفیاء اہل حق کا اعتقاد یہ ہے کہ قال الفرید (ع) قول اور لحن نے آواز نہ۔ اس کے قول کو نہ لحن ہے اور نہ آواز ہے۔

### ۳۰۲۔ قول، من اراد ان یجلس

### مع اللہ فلیجلس مع اهل التصوف

(جو شخص اللہ کے ساتھ مجالست اختیار کرتا ہے اس کو صوفیاء کی صحبت اختیار کرنی چاہئے)

عن عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل ان النبی صلی اللہ علیہ

۱۔ بخاری: بدء الوحی، کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳، مسلم: الفضائل، عرق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی البرد، وحين یاتیہ الوحی رقم: ۸۷ (۲۳۳۳) ترمذی: المناقب، کیف کان یزول الوحی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۶۳۴، وقال: حسن صحیح۔ نسائی: الافتتاح، جامع ماجاء فی القرآن، رقم: ۹۳۵

وسلم قال: "یا ابابکر! لعلک اغضبتهم لئن کنت اغضبتهم لقد اغضبت ربک".  
فاتاهم فقال یا اخوتاه اغضبتکم قالوا: لا، یغفر الله لک یا اخی. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک قصہ میں جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ نصیحت کی تھی جس سے ایک رئیس کی طرفداری کا شبہ ہوتا تھا) ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ: "اے ابوبکر! کہیں تم نے ان لوگوں کو ناراض تو نہیں کر دیا"، اگر ان کو ناراض کر دیا تو بس اپنے رب کو ناراض کر دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان صاحبوں کے پاس آئے اور کہا کہ اے میرے بھائیو! میں نے تم کو (شاید) ناراض کر دیا (ہو) انہوں نے کہا کہ نہیں اے بھائی اللہ تعالیٰ تم کو بخشے۔

ف: یہ ایک قول صوفیاء میں مشہور ہے، اس حدیث سے اس کی صحت اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "لئن اغضبتہم" الخ سے یہ معلوم ہوا کہ مقبولان الہی کے ساتھ جو معاملات کیا جائے وہ گویا حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے، پس اس بناء پر یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ مقبولان الہی کے ساتھ مجالست ایسی ہی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مجالست، اور لفظ مجالست کا اذن دوسری حدیث میں ہے۔ انا جلیس من ذکرنی۔ فقط۔

### ۳۰۳۔ مسئلہ، وجود ابدال وغیر ہم

عن شریح بن عبید قال: ذکر اهل الشام عند علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقیل:  
العنہم یا امیر المؤمنین قال: لا، انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
یقول: "الابدال یكونون بالشام وهم اربعون رجلا كلما مات رجل ابدل الله  
مکانه رجلا یسقی بهم الغیث وینتصر بهم علی الاعداء ویصرف عن اهل  
الشام بهم العذاب". (رواه احمد)

ترجمہ: شریح بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روبرو اہل شام کا ذکر آیا، کسی نے کہا اے امیر المؤمنین ان پر لعنت کیجئے، فرمایا نہیں، میں نے رسول

۱۔ مسلم: فضائل الصحابة، فضائل سلمان وبلال وصہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ رقم: ۱۷۰  
۲۔ مسند احمد ۱/۱۱۲، فی اسنادہ ضعف للانقطاع، شریح بن عبید لم یدرک علیا۔ (۲۵۰۳)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ: ”ابدال (جو ایک قسم ہے اولیاء اللہ کی) شام میں رہتے ہیں اور وہ چالیس آدمی ہوتے ہیں، جب کوئی شخص ان میں سے مر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا بدل دیتا ہے، ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے، اور ان کی برکت سے اعداء پر غلبہ ہوتا ہے اور ان کی برکت سے اہل شام سے عذاب (دنوی ہٹ جاتا ہے)“

ف: ملفوظات و مکتوبات صوفیاء میں ابدال و اقطاب و اوتاد و غوث و غیر ہم الفاظ اور ان کے مدلولات کے صفات و برکات و تصرفات پائے جاتے ہیں، حدیث میں جب ایک قسم کا اثبات ہے تو دوسرے اقسام بھی مستبعد نہ رہے، ایک نظیر سے دوسری نظیر کی تائید ہونا امر مسلم و معلوم ہے، برکات تو اس حدیث میں منصوص ہیں اور تصرفات تکوینیہ قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ سے ثابت ہوتے ہیں۔

### ۳۰۴- حال، وجد

عن شفی الاصبیحی قلت لابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسألک بحق وبحق لما حدثتني حديثا سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم عقلته وعلمته، فقال ابو هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ: الفعل لا حدثک حديثاً حدثني رسول الله صلى الله عليه وسلم عقلته وعلمته، ثم نشغ ابو هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ نشغاً، فمكثنا قليلاً، ثم افاق فقال: لا حدثک حديثاً حدثني رسول الله صلى الله عليه وسلم في هذا البيت مامعنا احدٌ غيري وغيره، ثم نشغ ابو هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ نشغاً شديدة، ثم افاق ومسح وجهه، وقال: الفعل لا حدثک حديثاً حدثني رسول الله صلى الله عليه وسلم انا وهو في هذا البيت ما معنا احدٌ غيري وغيره، ثم نشغ ابو هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ نشغاً شديدة، ثم مال خارا على وجهه فاسندته طويلاً، ثم افاق فقال: حدثني رسول الله صلى الله عليه وسلم. الحديث (رواه الترمذی)

ترجمہ: شفی اصبحی سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں آپ سے حق کے لئے اور پھر حق کے لئے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے کوئی ایسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کیجئے جس کو آپ نے خوب سمجھا اور بوجھا ہو، ابو ہریرہ رضی



اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا ذکر کروں گا، میں تم سے ایسی ہی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کروں گا جس کو میں نے سمجھا ہوگا اور بوجھا ہوگا، پھر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چیخ ماری (یہ کیفیت بیتابی کی یا شدت خوف سے ہوئی ہے کہ حدیث کا بلا کسی کمی بیشی کے بیان کرنا بڑی احتیاط کی بات ہے، اور یا شدت شوق سے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالست آنکھوں میں پھر گئی) ہم بڑی دیر تک منتظر رہے پھر ان کو افاقہ ہوا اور فرمایا کہ میں تم سے ضرور ایسی حدیث بیان کروں گا جو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکان میں بیان فرمائی ہے کہ ہمارے پاس اس وقت کوئی نہ تھا۔ بجز میرے اور بجز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی زور سے چیخ ماری، پھر ان کو افاقہ ہوا اور پسینہ منہ پر سے پونچھا اور فرمایا کہ میں یہ کام کروں گا، یعنی تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کروں گا، میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مکان میں تھے، ہمارے پاس اس وقت کوئی نہ تھا۔ بجز میرے اور آپ کے پھر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی زور کی چیخ ماری پھر آگے کوچھک کر منہ کے بل گر پڑے، میں ان کو بڑی دیر تک اپنے سہارے لگائے رکھا، پھر افاقہ ہوا فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی۔

ف: حدیث کی دلالت ظاہر ہے اور سلف کو بوجہ قوت تحمل کے اس درجہ کا وجد کم ہوتا تھا لیکن احياناً ہونے سے انکار نہیں ہو سکتا۔

## ۳۰۵- عادت، بیعت ادخال سلسلہ

(سلسلہ میں داخل کرنے کے لئے بیعت کرنا)

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "المرء مع من احب وله ما اكتسب" (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "آدمی (قیامت میں) اس شخص کے ساتھ ہوگا، جس سے محبت رکھتا ہو اور ثواب اس چیز کا ملے گا جو عمل کیا ہوگا۔"

ف: باوجودیکہ بعض لوگوں کی حالت سے غالباً معاہدات بیعت پر مستقیم نہ رہنا یا مجاہدات و ریاضت کا حق بجا نہ لانا معلوم ہو جاتا ہے، مگر بعض اوقات ان کو بھی سلسلہ میں داخل کر لیا جاتا ہے، یہ حدیث اس کی اصل ہو سکتی ہے، کیوں کہ بیعت میں خاصیت یہ ہے کہ اپنے مشائخ سے محبت کا سبب ہو جاتی ہے پس برکات محبت جو حدیث میں مذکور ہیں اس کے حصول کی توقع ہو جاتی ہے۔

### ۳۰۶- عادت، عذر از بیعت صغیر

(کم عمر کو بیعت کرنے سے عذر)

عن عبد الله بن هشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکان قد ادرك النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، وذهبت به امه زینب بنت حمید الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، فقالت: یا رسول اللہ! بايعه، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : (هو صغیر فمسح رأسه ودعاه). (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت پایا، اور ان کی ماں زینب بنت حمید ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی تھیں اور عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ! اس کو بیعت کر لیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ بچہ ہے، پھر آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور ان کے لئے دعا کی۔“

ف: اب بھی بزرگوں کا اصل معمول یہی ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ بیعت التزام ہے احکام لازمہ کا اور صغیر پر احکام التزام سے بھی لازمہ نہیں ہوتے تو بیعت کی حقیقت متحقق نہیں ہو سکتی اور بعض اوقات جو ایسا کر لیتے ہیں وہ محض صورتِ بیعت ہے برکت کے لئے۔

### ۳۰۷- اصلاح، تخریز از اسباب تہمت

(تہمت کے اسباب سے بچنا)

عن علی بن الحسین قال: قالت صفیة رضی اللہ تعالیٰ عنہا: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معتکفا فاتیته ازوره لیلأ فحدثته، ثم قمت لانقلب فقام معی حتی

اذا بلغ باب المسجد مررجلان من الانصار، فلما رأيا رسول الله صلى الله عليه وسلم اسرعا، فقال: "على رسلكما انها صفية بنت حسي" فقالا: سبحان الله يا رسول الله! فقال: "ان الشيطان يعجرى من ابن ادم مجرى الدم وانى خشيت ان يقذف فى قلوبكما شرا او قال شيئا". (أخرجه الشيخان وأبو داؤد)

ترجمہ: حضرت علی بن الحسینؑ سے روایہ ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) معتکف تھے، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شب کے وقت زیارت کے لئے حاضر ہوئی اور باتیں کرتی رہی، پھر واپس جانے کے لئے اٹھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی (مشایعت کے لئے باب مسجد تک) چلے یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے دروازہ پر پہنچے (یہ دروازہ مسجد کے اندر تھا خارج نہ تھا) اس وقت دو شخص انصاری گزرے، جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیز چلنے لگے (تا کہ جلدی سے محاذات مسجد سے نکل جائیں: کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی دیکھا تو ایسے وقت میں یہی ادب تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اطمینان سے چلو (کچھ جلدی کی ضرورت نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ) یہ صفیہ بنت حسی (میری بیوی) ہیں"، (کچھ اور وسوسہ نہ لانا) ان دونوں نے عرض کیا سبحان اللہ یا رسول اللہ (کیا نعوذ باللہ آپ پر یہ وسوسہ ہوگا کہ کوئی اجنبی عورت خلوت میں آگئی ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "شیطان ابن آدم کے بدن میں بجائے خون کے چلتا ہے اور میں اس بات سے ڈرا کہ تمہارے دل میں کوئی بری بات یا یہ فرمایا کہ کوئی چیز (یعنی کوئی خیال) نہ ڈال دے"، (جو تمہارے اختیار سے باہر ہو اور خدا نخواستہ بڑھتے بڑھتے مرتب گمان تک پہنچ جائے اور تمہارے دین کا ضرر ہو)

ف: بعضے درویشوں کے مزاج میں سخت بے احتیاطی ہے کہ باوجود اتباع شریعت کے پھر ان سے ایسے ایسے اقوال و افعال بے دھڑک صادر ہوتے ہیں جس سے عوام کو

۱۔ بخاری: الاعتكاف، هل يخرج المعتكف لحواله الى باب المسجد؟ رقم: ۲۰۳۵، مسلم: السلام، بيان انه يستحب لمن رؤى خاليا بامرأة، وكانت زوجة او محرما له، ان يقول: هذه فلاحه، لينفع ظن السوء به. رقم: ۲۳ (۲۱۷۵) أبو داؤد: الصيام، المعتكف يدخل البيت لحاجة. رقم: ۲۳۷۰، قلنا: وأخرجه ابن ماجه، الصيام، المعتكف يزوره أهله في المسجد رقم: ۱۷۷۹.

بدزبانی اور خود ان کے معتقدین کو بھی بدگمانی پیدا ہو جائے، اس حدیث میں انکو غور کرنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں کس قدر مبالغہ کیا تھا احتیاط فرمائی اور جو واقع میں اتباع شریعت کو ضروری نہیں سمجھتے انکا تو کیا پوچھنا جیسا کہ آج کل اکثر مرید بھی ایسے ہیں اور پیر بھی ایسے ہی ہیں۔

### ۳۰۸- رسم، تسبیح

عن صفیة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیہا و بین یدیہا اربعة الاف نواة تسبیح بہن۔ الحدیث (رواہ ابو داؤد والحاکم)  
ترجمہ: حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے سامنے چار ہزار گٹھلیاں رکھی تھیں کہ ان سے (شمار کر کے) سبحان اللہ کا ورد کر رہی تھیں۔

ف: اکثر ذاکرین کا معمول ہے تسبیح پر اوراد و ذکر پڑھنے کا، یہ حدیث اس کی اصل ہے، کیوں کہ گٹھلیوں میں اور دانوں میں کوئی فرق نہیں، اور تاگا محض اجتماع کی غرض سے ہے، سو حدیث میں بھی ان گٹھلیوں کا مجتمع ہونا خود ثابت ہے، رہا یہ شبہ کہ ہاتھ میں رکھنے سے صورت ریاء کی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت ریاء سے بچنا ضرور ہے صورت سے بچنا خود ضروری نہیں، چنانچہ خاتمہ کے قریب جو حدیث بروایت طبرانی آتی ہے اس میں تصریح ہے کہ صورت ریاء واجب الاتراز نہیں ہے۔

### ۳۰۹- مسئلہ، عدم منافات تنعم برولایت را

(سامان عیش اور ولایت میں منافات نہیں)

عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم : "لیذکرن اللہ  
ان قلنا: ما وجدناہ فی "کتاب السنن" لأبی داؤد، وأخرجه الترمذی: الدعوات، (باب  
نواب سبحان اللہ عدد خلقہ) رقم: ۳۵۵۴، وقال: حدیث غریب۔ لانعرفہ من حدیث صفیة  
الامن هذا الوجه من حدیث ہاشم ابن سعید الکوفی، ولس اسنادہ بمعروف، قلت وانفرد  
باخراجہ من بین أصحاب الستة كما فی "تحفة الأشراف" (۱۵۹۰۳) ورواہ الحاکم  
۵۴/۱. وقال: صحیح الاسناد ولم یخرجاه، ووافقہ الذہبی فی تلخیصہ.

قوم فی الدنیا علی الفرش الممهدة یدخلهم الجنات العلیٰ“۔ (رواہ ابو یعلیٰ)  
ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”بہت سے لوگ دنیا میں نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے، اللہ  
تعالیٰ ان کو جنات عالیہ میں داخل فرمائیں گے۔“

ف: اکثر عوام یہ سمجھتے ہیں کہ بزرگی کے لئے خستہ حال ہونا ضروری ہے، حدیث سے  
معلوم ہوتا ہے کہ اگر سامانِ امارت کے ساتھ ذکر و طاعت میں استقامت ہو تو ثمرات جو بھی  
مرتب ہوتے ہیں، البتہ بعض اوقات بعض اسباب معموم یا بعض تعلقات کو تجویزِ شیخِ کامل کی  
بناء پر بمصلحت مجاہدہ برائے چندے یا کبھی دواماً ترک کر دینا ضروری ہوتا ہے، سو یہ امر عارض  
مصلحت سے ہے، فی نفسہ شرائط سے نہیں۔

### ۳۱۰۔ مسئلہ، صحت ذکرِ فکری

اخرج ابو یعلیٰ عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم: ”یفضل الذکر الخفی الذی لا یسمعه الحفظة سبعون ضعفاً اذا  
کان یوم القیمة وجمع اللہ الخلق لحسابہم وجاءت الحفظة بما حفظوا  
وکتبوا قال لہم: انظروا هل بقى له من شیء فیقولون: ماترکنا شیئاً مما  
عملناہ وحفظناہ الا وقد احصیناہ وکتبناہ فیقول اللہ: ان لک عندی حسنا  
لا تعلمہ وانا اجزیک بہ وهو الذکر الخفی“۔ (ذکرہ السیوطی فی ”البدور  
السافرة فی أحوال الأخرۃ“)

ترجمہ: حضرت ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”ذکرِ خفی جس کو حافظانِ اعمال ملائکہ بھی نہیں سنتے (ذکرِ جلی  
پر) ستر حصے فضیلت رکھتا ہے، جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ خلق کو ان کے حساب کے  
لئے جمع فرمائیں گے اور حافظانِ اعمال اپنی یادداشت اور نوشتہ اعمال کو لائیں گے، کہ دیکھو

۱۰/۲/۱۱۱ ص: ۳۵۹ طبع: دارالثقافة الغربية، ذکرہ الہیثمی فی  
المجمع (۷۸/۱۰) وقال: اسنادہ حسن۔ ذکرہ السیوطی: فی البدور السافرة ورواہ  
ابو یعلیٰ وفيہ معاویة بن یحیی السدوسی وهو ضعیف۔ مجمع الزوائد (۸۱/۱۰) ورواہ  
البیہقی: فی شعب الایمان مختصراً، وفيہ ضعف۔ باب فی محبة اللہ عزوجل، فضل فی ادامة  
ذکر اللہ عزوجل ۱/۳۰۷، رقم: ۵۵۵۔ دارالکتب العلمیہ۔

(علاوہ اعمال مکتوبہ فی الصحائف کے) اس شخص کا کوئی عمل تو باقی نہیں رہ گیا وہ عرض کریں گے کہ ہم نے اپنی معلومات اور محفوظات میں سے کوئی چیز بے ضبط کئے ہوئے اور لکھے ہوئے چھوڑی نہیں، اللہ تعالیٰ (اس شخص سے) فرمائیں گے کہ میرے پاس تیرا ایک نیک عمل ہے کہ تجھ کو بھی اس کا (اس وقت) علم نہیں (گو اس کے صدور کے وقت اطلاع تھی، کیوں کہ وہ عمل قصدی ہے اور قصد مستلزم ہے علم کو) اور میں تجھ کو اس کی جزاء نیک دوں گا اور وہ ذکر خفی ہے۔“

ف: بزرگوں کے یہاں کبھی ذکر لسانی کی کبھی ذکر قلبی کی بلا حرکت لسان تعلیم ہوتی ہے، بعض اہل ظاہر سمجھتے ہیں کہ جب تک زبان سے حروف ادا نہ ہوں وہ ذکر معتبر نہیں، حدیث میں اس ذکر کے معتد بہ اور معتبر ہونے کی تصریح موجود ہے، کیوں کہ تلفظ کے لئے سماع حفظہ لازم ہے، اور وہ منشی ہے پس تلفظ بھی منشی ہے، البتہ بعض احکام میں تلفظ بالا جماع شرط ہے مثل قراءت فی الصلاۃ و نکاح و طلاق و امثالہا، رہا یہ کہ گو سماع نہ تھا مگر اعمال قلبیہ کا علم تو ہوتا ہے تو اس وجہ سے لکھنا ضرور تھا، چنانچہ عزم حسنہ کا لکھا جانا احادیث میں موجود ہے جو اب یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعمال قلب میں سے گوا کثرت کی اطلاع ہوتی ہے مگر بعض اس سے مستثنیٰ ہیں مگر بدون ورود استثناء کے بقیہ اعمال کو اسی اکثر میں داخل سمجھا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

### ۳۱۱- عادت، اکتفاء بر ضروریات

عن ابی الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلاً مر علی قوم فسلم علیہم، فردوا علیہ السلام، فلما جاوزہم قال رجل منہم: واللہ انی لا بغض ہذا فی اللہ، فقال اہل المجلس: بنس ما قلت، اما واللہ لبیننہ، قم یا فلان۔ رجلاً منہم۔ فاخبرہ، قال: فادركہ رسولہم فاخبرہ بما قال: فانصرف الرجل حتی اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فقال: یا رسول اللہ! مررت بمجلس من المسلمین فیہم فلان، فسلمت علیہم، فردوا السلام، فلما جاوزتہم ادركنی رجل منہ، فاخبرنی ان فلاناً قال: واللہ انی لا بغض ہذا الرجل فی اللہ، فادعہ، فسئلہ علی ما بیغضنی؟ فدعاه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسألہ عما اخبرہ الرجل، فاعترف بذلك، وقال: قد قلت له ذلك يا رسول اللہ! قال: "فلم تبغضه؟" فقال: انا جاره وانا به خابر، واللہ مارأیتہ یصلی صلوۃ قط الا ہذہ الصلوۃ المکتوبۃ التي یصلیہا البر والفاجر، فقال الرجل: سلہ یا رسول اللہ! هل رانی

قط اخرتها عن وقتها؟ او اسات الوضوء لها؟ او اسات الركوع والسجود فيها؟ فسأله رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك، فقال: لا، ثم قال: والله ما رأيته يصوم قط الا هذا الشهر الذي يصومه البر والفاجر، قال: فسئله يا رسول الله! هل راني قط فرطت فيه؟ او انتقصت من حقه شيئا؟ فسأله رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: لا، ثم قال: والله ما رأيته يعطى سائلاً قط، ولا رأيته ينفق من ماله شيئا في سبيل الله الا هذه الصدقة التي يؤديها البر والفاجر، قال: فسئله يا رسول الله! هل كتمت ذلك؟ قال: لا، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: "قم، ان ادري لعله خير منك". (رواه أحمد)

ترجمہ: حضرت ابوالفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کا ایک مجمع پر گزر ہوا اور ان کو سلام کیا، ان لوگوں نے اس کے سلام کا جواب دیا جب وہ شخص آگے بڑھ گیا تو اس مجمع میں سے ایک شخص نے کہا کہ واللہ مجھ کو اس شخص سے اللہ کے واسطے بغض ہے، اہل مجلس نے کہا کہ تم نے بہت بری بات کہی، واللہ ہم اس کا اظہار کریں گے، ایک شخص کو اپنے میں سے کہا کہ فلا نے اٹھ اور اس (گزرنے والے) شخص کو اس کی خبر دے دے، پس یہ فرستادہ اس شخص سے ملا اور اس قول کی خبر دی، وہ شخص اپنے رستہ سے لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں مسلمانوں کی ایک مجلس پر گزرا جس میں فلانا شخص بھی تھا، میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے جواب یا، جب میں ان سے آگے بڑھ گیا تو ان میں سے ایک شخص میرے پاس پہنچا اور مجھ کو یہ خبر دی کہ فلا نے شخص نے یوں کہا واللہ مجھ کو اس شخص سے اللہ کے واسطے بغض ہے، تو اس کو ذرا بلا کر پوچھ لیجئے مجھ سے کس بات پر اس کو بغض ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا کر اس خبر کی تحقیق کی (کہ تو نے کہا ہے یا نہیں) اس نے اس کا اقرار کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! واقعی میں نے کہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "پھر اس سے تجھ کو بغض کیوں ہے؟" اس نے کہا کہ میں اس کا پڑوسی ہوں اور مجھ کو اس کے حال کی پوری خبر

۱۰ مسند احمد ۵/۳۵۵، رجالہ ثقات. ولكن فيه ضعف لارساله والصواب انه من مراسيل ابن شهاب الزهري كما سيأتي باثر الرواية التالية، قال احمد: بلغني ان ابراهيم بن سعد حدث بهذا الحديث من حفظه، فقال: عن ابي الطفيل، وحدث به ابنه يعقوب، عن ابيه، ولم يذكر ابا الطفيل فأحسبه وهم، والصحيح رواية يعقوب.

ہے، واللہ میں نے اس کو بجز اس فرض نماز کے (مع توابع) جس کو سب نیک و بد پڑھا کرتے ہیں اور کوئی نماز (نفل وغیرہ) پڑھتے نہیں دیکھا، اس شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس سے یہ پوچھئے کہ اس نے مجھ کو کبھی اس کے وقت سے تاخیر کرتے ہوئے یا اس کا وضو یا اس میں رکوع سجدہ ناقص کرتے ہوئے دیکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا، وہ بولا نہیں، پھر کہنے لگے کہ واللہ میں نے اس کو بجز اس ماہ (رمضان) کے جس میں سب نیک و بد روزہ رکھتے ہیں اور کوئی روزہ (نفل) رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے پوچھئے کہ مجھ کو کبھی اس میں کوتاہی کرتے ہوئے یا اس کا کچھ حق کم کرتے ہوئے دیکھا ہے، آپ نے اس سے پوچھا وہ بولا: نہیں، پھر کہنے لگے واللہ میں نے کبھی اس کو بجز اس زکوٰۃ کے جس کو سب نیک و بد ادا کرتے ہیں کسی سائل کو دیتے یا اللہ کی راہ میں خرچ کرتے نہیں دیکھا، اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے پوچھئے کبھی میں نے مال زکوٰۃ کو پوشیدہ کیا ہے، (یعنی عامل سے چھپالیا ہو یا یہ معنی کہ پوری زکوٰۃ علانیہ نہ دیدی ہو) وہ بولا: نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معترض سے فرمایا کہ: ”بس جا مجھ کو معلوم نہیں، شاید یہ تجھ سے بہتر ہو۔“

ف: اصطلاح فن میں ایسے شخص کو جو عبادات جوارج میں سے محض ضروریات پر کفایت کرے باقی اوقات ذکر و فکر میں مشغول رکھے، قلند رکھتے ہیں، اس حدیث سے اس مشرب کا اثبات ہوتا ہے، کیوں کہ اکتفاء علی الضروریات تو حدیث میں منصوص ہے ہی اور دوام ذکر و فکر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ﴿رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله﴾ سے معلوم ہے: کیوں کہ ایسے رجال میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اولیٰ ہیں، پس مجموعہ سے مقصود ثابت ہو گیا، اور ایک مشرب سلامتی ہے یعنی جو زائد اعمال کے اخفاء کا اہتمام کرے اس کا اثبات حدیث چہل و ہشتم سے ہوتا ہے، چنانچہ وہاں ”ف“ اول میں اس کی تقریر ہوئی ہے۔

### ۳۱۲- عادت بعض، تیز مزاجی

فی المسند للديلمي عن انس رضي الله تعالى عنه مرفوعاً: "لا تكون الحدة



الا فی صالحی امتی او ابرارہا“ وبہذا السند بلفظ: ”لیس احد اولی بالحدۃ من صاحب القرآن لعز القرآن فی جوفہ“.

ترجمہ: مسند دیلمی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”تیزی (جو لطافت طبیعت کی وجہ سے ہو) صرف میری امت کے صلحاء و ابرار میں ہوتی ہے“، اور اسی سند سے بایں لفظ بھی روایت ہے کہ: ”کوئی شخص (ایسی مذکورہ) تیزی کا صاحب قرآن سے زیادہ شایان نہیں بسبب عزت قرآن کے جو اس کے جوف میں ہے۔“

ف: بعض بزرگ زیادہ لطیف المزاج ہوتے ہیں اور اس لطافت کے سبب ان کو نامناسب امور زیادہ ناگوار ہوتے ہیں اور یہ ناگواری ان کے بشرہ یا گفتگو سے ظاہر ہو جاتی ہے اور بعض اوقات یہ تغیر مزاج حد غضب تک پہنچ جاتا ہے جس سے بعض تنگ چشموں کو ان پر شبہ بد خلقی کا ہوتا ہے، سو بد خلقی وہ ہے کہ حد شرع سے متجاوز ہو جائے، ورنہ نفس حدت کا حدیث مذکور سے خلاف صلاح نہ ہونا ظاہر ہے، اور صحاح میں ایسی روایات ہیں کہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے موقع بات پوچھنے تک پر غضب نازک ہوئے ہیں، بزرگوں پر اعتراض کرنے میں مبادرت نہ چاہئے۔

### ۳۱۳- حدیث سے صد و سیزدہم

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”اذنک علی ان ترفع الحجاب وان تسمع سوادى حتى انہاک“. (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”تمہارے لئے آنے کی یہی اجازت ہے کہ تم پردہ اٹھا دیا کرو اور میری مخفی بات سن لیا کرو، جب تک میں منع نہ کر دوں۔“

### ۳۱۴- حدیث سے صد و چہاروہم

عن الحسين بن علي رضي الله تعالى عنه قال: سألت ابي عن دخول رسول

الله ككشف الخفاء ۱/ ۴۲۳، قلت: وفي اسنادہ ضعف.

۲ ابن ماجہ: السنۃ، فضل عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ. رجالہ ثقات.

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: كان اذا اوى الى منزله جزء دخوله ثلثة اجزاء: جزء لله عزوجل، وجزء لاهله، وجزء لنفسه، ثم جزء جزءه وبينه وبين الناس، فيرد ذلك بالخاصة على العامة ولا يدخر عنهم شيئاً، وكان من سيرته في جزء الأمة ايثار اهل الفضل. الحديث (رواه الترمذی فی الشمائل)

ترجمہ: حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تشریف لے جانے کی حالت کے متعلق پوچھا (کہ آپ جب گھر تشریف لاتے تو کیا کرتے تھے) انہوں نے فرمایا کہ اپنے گھر میں تشریف لاتے تو اپنے اندر آنے کے حصہ کو تین حصے فرماتے، ایک حصہ وقت کا اللہ کے کام کے لئے (مثل نوافل وغیرہ) اور ایک حصہ اپنے گھر والوں (سے بولنے چالنے) کے لئے اور ایک حصہ اپنے نفس (کے آرام) کے لئے، اور پھر اپنے حصہ کو اپنے (ضروری کاموں) اور لوگوں کے (نفع پہنچانے کے) درمیان میں تقسیم فرمادیتے (یعنی کچھ وقت اپنے لئے صرف کرتے اور کچھ لوگوں کے کام میں) سو اس حصہ کو (جو کہ اپنے وقت میں سے لوگوں کے لئے نکالتے تھے) خواص کے ذریعہ سے عام لوگوں پر صرف فرماتے اور لوگوں سے کوئی چیز (کام کی) اٹھانہ رکھتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف امت کے حصہ میں (جو باہر صرف ہوتا تھا) یہ تھی اہل فضیلت کو ترجیح دینا وغیرہ وغیرہ جو حدیث میں مذکور ہے۔

## ۳۱۵- عادت، ضبط اوقات و بازداشتن

### عوام در وقت خلوت و نشانی دن بواب

(اوقات کو منضبط رکھنا، تنہائی کے اوقات میں عوام سے نہ ملنا اور خدام کو دروازہ پر بٹھا دینا)  
عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: كنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حائط من حیطان المدینة، فجاء رجل فاستفتح، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "افتح له وبشره بالجنة" ففتحت له فاذا ابوبکر فبشرته بما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ. الحديث. وفيه: مجيء عمر رضی

الرواه الترمذی فی الشمائل. باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

اللہ تعالیٰ عنہ و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ كذلك. (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا، ایک شخص آیا اور دروازہ کھلوا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”دروازہ کھول دو اور اس شخص کو جنت کی بشارت دے دو“، میں نے دروازہ کھولا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی خوش خبری دے دی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی، اسی طرح حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تشریف لانا مذکور ہے۔

ف: بزرگوں کا عموماً معمول ہے کہ اپنے اوقات منضبط رکھتے ہیں جن میں کچھ وقت خلوت کا بھی ہوتا ہے، جس میں عوام سے نہیں ملتے اور کبھی کسی خادم کو بھی بٹھلا دیتے ہیں کہ عوام کو ہجوم سے روکے اور کبھی اسی وقت میں خواص کو کسی خصوصیت سے اجازت دے دیتے ہیں، اہل بطالت ان معمولات پر طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں اور بزرگوں پر شبہ ترفع کا یا ترجیح بلا مرجح کا اور مثل اس کے کرتے ہیں، بعضے خاص خادموں کو جاتا ہوا دیکھ کر خود بھی جاگھتے ہیں اور اس کے ماذون ہونے سے اپنے ماذون ہونے پر استدلال کرتے ہیں، یہ حدیثیں ان سب امور کا صاف صاف فیصلہ کرتی ہیں۔

حدیث ثانی سے ضبط اوقات و اہتمام خلوت اور صرف خواص کو آنے دینا، اور حدیث اول سے خادم کے ماذون ہونے کا عام کے ماذون ہونے کو مستلزم نہ ہونا، اور حدیث ثالث سے بواب کا بٹھلانا صاف معلوم ہوتا ہے، البتہ کسی کی ضرورت شدیدہ فوراً کے وقت پھر ملاقات سے عذر کرنا برا ہے، ورنہ علاوہ احادیث کے خود قرآن مجید کی آیت ﴿وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارجعوا فارجعوا﴾ اس کی اجازت دیتی ہے کہ کسی وقت ملاقات سے عذر کر دینا بھی جائز ہے، اسی طرح حدیث ”انزلوا الناس منازلہم“

خواص کی ترجیح کو عوام پر جائز بتلاتی ہے، یہ تمام شبہات ناواقفی سے ہوتے ہیں۔

۱۔ بخاری: الأدب، من نکت العود فی الماء والطین. رقم: ۶۲۱۶، مسلم: فضائل الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ. رقم: ۲۸ (۲۳۰۳) ترمذی: المناقب، باب (حدیث تبشیرہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان بالجنة علی بلوی تصبیہ) رقم: ۳۷۱۰۔ وقال: حسن صحیح. ۲۔ ابوداؤد: الأدب، تنزیل الناس منازلہم رقم: ۴۸۴۲ عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا.

## ۳۱۶- عادت، جہر بالذکر

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المكتوبة کان علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم. (رواه البخاری)  
ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا جب کہ لوگ فرضوں سے فارغ ہو جاتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔  
ف: چشتیہ پر بعضے شبہ عدم ثبوت جہر بالذکر کا کرتے ہیں حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے، البتہ حاشیہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ مراد حدیث میں اس کا التزام بعد الصلوٰۃ نہیں ہے۔

## ۳۱۷- متفرقات، امرکان مکث بلاغذاء معتاد

(عادتاً کھانے پینے والی چیزوں کے بغیر زندہ رہنا)

عن اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا فی حدیث الدجال قالت: قلت: یا رسول اللہ! واللہ انا لنعجن عجینتنا فما نخبرہ حتی نجوع فکیف بالمؤمنین یومئذ؟ قال: "یجزیہم ما یجزی اهل السماء من التسیح والتقلیس". (رواه أحمد)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دجال کے قصہ میں (جس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فتنہ کا اور اس کے زمانہ میں قحط پڑنے کا ذکر فرمایا تھا) مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! واللہ کبھی ہم آٹا گوندھ کر رکھتے ہیں اور اس کو پکانے نہیں پاتے کہ بھوک لگ جاتی ہے (جس سے بیتاب ہو جاتے ہیں) سو اس روز مسلمانوں کا کیا حال ہوگا (جب کہ اس کے مخالفین پر قحط شدید ہوگا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "مسلمانوں کو (غذا کی جگہ) وہ چیز کافی ہو جائے گی جو اہل آسمان کو کافی ہوتی ہے، یعنی تسبیح و تقدیس۔"

ف: بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے خلوت میں مدتوں کھانا نہیں کھایا، اہل جمود علی الظاہر بے سوچے سمجھے ایسے امور کے منکر ہو جاتے ہیں، حدیث سے صاف ظاہر

۱۷ بخاری: الأذان، الذکر بعد الصلاة. رقم: ۸۴۱.

۱۸ مسند أحمد (۶/۳۵۶) وفی اسنادہ ضعف لضعف شہرین حوشب وبقیہ رجالہ ثقات. قال: البوصیری: وله شاهد من حدیث عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا.

ہے کہ بعض اوقات صرف ذکر و تسبیح بھی غذا کا کام دے سکتا ہے۔

### ۳۱۸- تعلیم، بعد از رمضان فتنہ (فتنوں کی جگہوں سے دور رہنا)

عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من سمع بالدجال فلینأ منه، فواللہ ان الرجل لیتاہ وهو یحسب انه مؤمن فیتبعہ مما یبعث بہ من الشبہات" (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص دجال کی خبر سنے اس کو چاہئے کہ دور چلا جائے، واللہ بعض شخص اپنے کو مسلمان سمجھ کر اس کے پاس آئے گا (کہ اس کا تماشہ دیکھے یا اس سے مناظرہ کرے) پھر بہت سے شبہات پیدا ہو کر اس کا تابع ہو جائے گا۔"

ف: بزرگوں کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی مدعی تصوف مبطل ہو تو غیر کامل کو اس کے پاس بغرض رد بھی نہیں جانا چاہئے، بعض اوقات اس کے تصرفات و عجائب سے فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے، حدیث میں یہی تعلیم صریح ہے اور اس میں دجال اکبر و دجال اصغر برابر ہے۔

### ۳۱۹- دجال کی زمین میں مدت قیام

عن النواس بن سمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی ذکر الدجال قلنا: یا رسول اللہ! وما لبث فی الارض؟ قال: "اربعون یوما، یوم کسنة ویوم کشهر ویوم کجمعة وسائر ایامہ کایامکم" (رواہ مسلم)

### ۳۲۰- مسئلہ، بسط و طی زمان (زمانہ کا پھیلنا اور سکڑنا)

عن اسماء بنت یزید بن السكن رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "یمکث الدجال فی الارض اربعین سنة، السنة کالشهر والشهر کالجمعة والجمعة کالیوم والیوم کاضطرام السعفة فی النار" (رواہ فی شرح السنۃ)

۱ ابوداؤد: الملاحم، خروج الدجال، رقم: ۴۳۱۹، وسکت عنہ المنذری.  
 ۲ مسلم: الفتن، ذکر الدجال، رقم: ۱۱۰ (۲۹۳۷) ۳ رواہ البغوی فی شرح السنۃ، الفتن، الدجال لعنہ اللہ، رقم: ۴۱۵۹، مسند أحمد: ۴۵۳/۶. وفی اسنادہ ضعف لضعف شہر بن حوشب وبقیۃ رجالہ ثقات غیر ابن خثیم فهو مختلف فیہ حسن الحدیث.

ترجمہ حدیث اول: حضرت نواس بن سمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر دجال میں روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کے رہنے کی زمین میں کتنی مدت ہے؟ فرمایا: ”چالیس دن، ایک دن برس روز کے برابر ہوگا اور ایک دن مہینہ کے برابر اور ایک دن ہفتہ کے برابر اور باقی ایام معمولی دنوں کے برابر ہوں گے۔“

ترجمہ حدیث دوم: حضرت اسماء بنت یزید بن السکن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”دجال زمین میں چالیس برس رہے گا، برس تو مہینے کے برابر ہوگا اور مہینہ ہفتہ کے برابر ہوگا اور ہفتہ دن کے برابر ہوگا اور دن ایسا ہوگا جیسے آگ سے لکڑیاں جل اٹھتی ہیں۔“

ف: دونوں حدیثوں میں من جملہ وجوہ رفع تعارض کے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسی کو وہ زمانہ طویل معلوم ہوگا اور کسی کو قصیر اور واقع میں اس کی مقدار معین ہوگی، تو حدیث سے بسط و طے زمان دونوں ثابت ہو جائیں گے، اور اول حدیث میں روایات میں یہ بھی ہے کہ جو دن سال کے برابر ہوگا، اس میں ایک سال کی نمازیں واجب ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دن واقع میں بھی ایک ہی سال ہے، جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وہ دن خاص ایک ہی سال کا ہو، باقی ایام میں اوپر کی تقریر جاری کی جائے، بہر حال ان حدیثوں کی دلالت مدعا پر درجہ احتمال میں ہے، آگے ایک حدیث طے زمان میں صریح ہے۔

### ۳۲۱- مسئلہ، زمانہ کا سکڑنا

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن یوم کان مقداره خمسين الف سنة، ما طول هذا الیوم؟ فقال: ”والذی نفسی بیدہ انه لیخفف علی المؤمنین حتی یكون اھون علیہ من الصلوة المكتوبة یصلیہا فی الدنیا“۔ (رواہ البیہقی فی کتاب البعث والنشور)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن کی نسبت جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی (مراد قیامت کا دن ہے براہ تعجب) پوچھا گیا کہ

اس دن کا کس قدر طول ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ وہ دن اہل ایمان پر ایسا ہوگا کہ فرض نماز جو دنیا میں پڑھتا ہے اس سے بھی ہلکا ہوگا۔“  
 ف: اس پر تو دلالت حدیث کی ظاہر ہے اور طے اور بسط کے امکان میں کچھ تفاوت نہیں پس بسط بھی اسی طرح ہو سکتا ہے۔

### ۳۲۲- اصلاح، اہتمام جماعت

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من سمع المنادی فلم یمنعه من اتباعه عذر“۔ قالوا: وما العذر؟ قال: ”خوف او مرض لم تقبل منه الصلوۃ التي صلی“۔ (رواہ ابو داؤد والدارقطنی)  
 ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”جو شخص مؤذن کی آواز سنے اور اس کو اس مؤذن کی اتباع سے (یعنی جماعت میں آنے سے) کوئی عذر مانع نہ ہو، تو اس کی وہ نماز جو اس نے پڑھی ہے مقبول نہیں ہوتی“  
 صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ عذر کیا ہے؟ فرمایا: ”خوف ہو یا کوئی مرض ہو۔“  
 ف: آج کل اکثر رسمی درویش جماعت کی مطلق پرواہ نہیں کرتے، اس حدیث کی رو سے ان کی نمازیں مقبول نہیں ہوتیں اور ظاہر ہے کہ جس کی نماز ہی مردود ہو وہ پیر ہونے کے قابل کب ہو سکتا ہے۔

### ۳۲۳- عادت، استعانت بخادم در وضوء (وضوء میں خادم سے مدد لینا)

عن المغيرة بن شعبة رضي الله تعالى عنه انه غزا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قال المغيرة: فبرز رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل الغائط، فحملت معه اداة قبل الفجر، فلما رجع اخذت اهريق على يديه، فغسل يديه ووجهه، وغسل ذراعيه، ثم مسح بناصيته ثم اهويت لانزع خفيه. الحديث مختصراً. (رواه مسلم)

ابو داؤد: الصلاة، التشديد في ترك الجماعة. رقم: ۵۵۱، قال المنذرى: في اسناده: ابو جناب يحيى بن ابي حية الكلبي، وهو ضعيف، واخرجه ابن ماجه: بنحوه، واسناده امثل، وفيه نظر، قلنا: واخرجه ابن ماجه، الصلاة، التعليل في التخلف عن الجماعة، رقم: ۷۹۳، رواه الدارقطنى في سننه: الصلاة، الحث لجار المسجد على الصلاة فيه الامن عذر. رقم: ۱۵۳۲. مسلم: الصلاة، تقديم الجماعة من يصلى بهم اذا تاخر الامام ولم يخافوا مفسدة بالتقديم. رقم: ۱۰۵ (۲۷۳)

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے تھے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے پہلے میدان میں استنجاء کے لئے چلے، میں پانی کا ظرف چرمی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہولیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے تو میں (وضو کرانے کے واسطے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالنے لگا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور چہرہ دھویا اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے، پھر سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا (اسی روایت میں ہے کہ اس کے ساتھ عمامہ کا یعنی عمامہ جتنے حصہ میں ہوتا ہے یعنی بقیہ سر کا مسح کیا) پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے اتارنے کے لئے جھکا، یہ حدیث مختصر ہے۔

ف: بعض بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ بعض اوقات خادم ان کو وضو کراتا ہے، بعض کوتاہ بین اس کو کبر سمجھتے ہیں یہ محض بدگمانی ہے، حدیث سے اس کا جواز بلا کسی کراہت کے ثابت ہے۔

### ۳۲۲۔ مسئلہ، نقض وضوء در سقوط از وجد

(حالت وجد میں گرجانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ان الوضوء علی من نام مضطجعا فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله".  
(رواہ الترمذی و ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "وضوء اس پر واجب ہے جو لیٹ کر سو جائے، کیوں کہ جب لیٹے گا تو اس کے جوڑ بند ڈھیلے ہو جائیں گے۔" (اور اس میں رتخ کا خروج مستبعد نہیں ہے)

ف: اکثر صوفیاء اس سے بے علم ہیں کہ وجد میں بے ہوش ہو کر گر پڑیں یا گر کر بے ہوش ہو جائیں تو وضوء کا اعادہ واجب ہے کہ اس حالت میں استرخاء مفاصل مثل سونے کی حالت کے ہو جاتا ہے، فقہاء نے غشی میں نقض وضوء کی تصریح فرمائی ہے۔

۱۔ ابوداؤد: الطہارۃ، الوضوء من النوم. رقم: ۲۰۱. قال ابوداؤد: قوله "الوضوء علی من نام مضطجعا" هو حدیث منکر، لم یروہ الا یزید ابو خالد الدالانی عن قتادة، ترمذی: الطہارۃ، ما جاء فی الوضوء من النوم رقم: ۷۷.



## ۳۲۵- ترک تعظیم موزی

(تعظیم کا جو طریقہ شیخ کونا گوار ہوا اس کا ترک ضروری ہے)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لم یکن شخص احب الیہم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وکانوا اذا راوه لم یقوموا لما یعلمون من کراہیتہ لذلك. (رواہ الترمذی وقال: ہذا حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا، باوجود اس کے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو اٹھتے نہ تھے، کیوں کہ ان کو معلوم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ناگوار ہوتا ہے۔  
ف: حدیث سے معلوم ہوا کہ ادب اور تعظیم اور خدمت کا جو طریق اپنے کسی بزرگ کو گراں اور ناگوار ہوا اس کا ترک کر دینا ضروری ہے، آج کل اتباع عرف اس قدر غالب ہے کہ بزرگوں کی راحت کا خیال نہیں کرتے، اہل عجم کے تکلفات اور تعظیم میں مبالغہ اور خدمت میں اصرار کو بڑا ذریعہ قرب و سعادت کا سمجھتے ہیں، جیسے کسی کا بدن دباننا اس کی جوتیاں اٹھانا اس کی پشت کی طرف بیٹھ جانا، بالخصوص اس اعتقاد سے کہ اس کی پشت کی طرف وظیفہ یا نماز پڑھنے سے زیادہ مقبولیت ہوگی یہ تو بالکل بت پرستی کے مشابہ ہے، یہ بلائیں آج کل بہت شائع ہیں۔

## ۳۲۶- مسئلہ، عدم تنافی مزاح باکمال (مذاق اور کمال میں منافات نہیں)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قالوا: یا رسول اللہ! انک تلاعینا قال: "انی لا اقول الا حقا". (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں، فرمایا: "میں بجز حق کے کوئی بات نہیں کہتا"۔ (یعنی خوش طبعی میں کسی امر باطل و نامشروع مثل کذب یا ایذاء مسلم کا مرتکب نہیں ہوتا)

۱- ترمذی: الأدب، کراہیۃ قیام الرجل للرجل. رقم: ۲۷۵۳، وقال: حسن صحیح غریب من هذا الوجه. ۲- ترمذی: البر والصلۃ، ماجاء فی المزاح، رقم: ۱۹۹۰، وقال: حسن صحیح

ف: بعضے خشک مزاج بزرگوں کی ظرافت کو بنظر عیب دیکھتے ہیں اگر شرط مذکور فی الحدیث کی رعایت سے ہو تو سنت ہے اور اگر اس کی رعایت سے نہ ہو تو دوسری حدیث میں مما نعت آئی ہے۔ ”لا تمار اخاک ولا تمازحہ“۔ (رواہ الترمذی)

## ۳۲۷- اصلاح، گراں بار نہ ساختن مریداں را

(مرید کو زیر بار نہ کرنا چاہئے)

عن ابی شریح الکعبی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی حدیث طویل۔ ”ولا یحل لہ ان یشوی عنده حتی یحرجہ“۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو شریح کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑی حدیث میں فرمایا کہ: ”مہمان کو حلال نہیں کہ میزبان کے پاس اتنا ٹھہرے کہ اس کو تنگ کر دے۔“

ف: آج کل اکثر پیر اپنے مریدوں کو جان و مال کا ایسا مالک سمجھتے ہیں کہ بے تکلف جو چاہا فرمائش کر دی، جب تک جی چاہا ان کے گھر پڑ کر مرغ و پلاؤ نوش فرماتے رہے، جتنوں کو چاہا لے کر اس غریب کے گھر جا چڑھے خواہ اس کو گوارہ ہو یا ناگوار ہو خواہ اس پر فکر پڑے خواہ کچھ ہی ہو ان کو اپنے حلوے مانڈے سے کام، حدیث کے حکم عام میں پیر بھی داخل ہیں اور علت اس حرمت کی تخریج ہے جس امر میں کوئی تنگ ہوتا ہو اور وہ اس شخص کا حق واجب نہ ہو اس کا حاصل کرنا حرام ہے اور ایک حدیث میں اس سے زیادہ صریح ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی نے دعوت کی تھی اور ایک شخص ہمراہ ہو لیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدون اجازت صریح میزبان کے اس کو بھی میزبان کے گھر لے جانا جائز نہیں رکھا، پھر دوسرا تو کیا چیز ہے۔

۱ ترمذی: البر والصلة، المرء، رقم: ۱۹۹۰، وقال: حسن غریب.

۲ بخاری: الأدب، اکرام الضیف و خدمتہ ایاہ بنفسہ وقولہ تعالیٰ: ضیف ابراہیم المکرمین. رقم: ۶۱۳۵، مسلم: (نحوہ) اللقطة، الضیافة ونحوها. رقم: ۱۵ (۴۸) ابو داؤد: الأطعمة، الضیافة. رقم: ۳۷۲۸، ترمذی: البر والصلة، الضیافة وغایة الضیافة کم ہو؟ رقم: ۱۹۶۸، وقال: حسن صحیح.

## ۳۲۸ - تعلیم، عدم جزم برویا (خواب پر یقین نہ کرنا)

عن محمد بن سيرين قال: الرؤيا ثلث: حديث النفس، وتخويف الشيطان، وبشرى من الله. (متفق عليه)

وعن جابر رضى الله تعالى عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا رأى أحدكم الرؤيا يكرهها فليصق عن يساره ثلثاً وليستعد من الشيطان ثلثاً، وليتحول عن جنبه الذى كان عليه". (رواه مسلم)

ترجمہ: محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں: حدیث النفس (یعنی خیالات) اور تخویف شیطان (یعنی شیطان بوجہ عداوت کے بغرض تحزین کے مکروہ امور دکھلاتا ہے) اور بشارت من اللہ۔

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جب کوئی تم میں کوئی برا خواب دیکھے تو بائیں طرف تین بار تھکا روئے اور تین بار اعوذ باللہ پڑھ لے اور جس کروٹ پر تھا اس کو بدل دے۔"

ف: بعض ناواقفان سلوک کو دیکھا ہے کہ خواب پر ان کو بہت ہی نظر ہوتی ہے، اچھے خوابوں کی کمی ہو جاتی ہے تو اس کو علامت بعد من اللہ کی سمجھ کر مغموم اور متفکر ہوتے ہیں، اچھے خواب نظر آ جاتے ہیں تو اس کو منجھائے مقصود سمجھ کر ناز کرتے ہیں، کوئی واقعہ نظر آ جاتا ہے تو اس پر پورا اعتماد کر لیتے ہیں، کوئی برا خواب نظر آ جاتا ہے تو اسی کی پریشانی میں گرفتار ہو جاتے ہیں، حدیث میں ان سب خیالات کا غلط ہونا مصرح ہو گیا اور برے خواب کے ضرر سے بچنے کا طریقہ بھی فرما دیا گیا، غرض خواب اتنی بڑی چیز نہیں جتنا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے، اصل فکر حالت بیداری کی چاہئے کہ وہ مرضی عند اللہ ہے یا غیر مرضی، کسی کا شعر بہت ہی پسند آتا ہے نہ شہم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

ابن بخاری: التعبير، القيد فى المنام، رقم: ۷۰۱۷، مسلم: الرؤيا، كون الرؤيا من الله وانها جزء من النبوة رقم: ۲۲۶۳ قلنا: وأخرجه الترمذی، الرؤيا، رؤيا المؤمن جزو من ستة وأربعين جزءاً من النبوة رقم: ۲۲۷۰، وقال: حسن صحيح كلهم عن محمد بن سيرين عن ابي هريرة رضى الله تعالى عنه.

۳۲۹- قول، ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید

(پیر کا دکھلاوا مرید کے اخلاص سے بہتر ہے)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً: "اذکروا اللہ ذکراً یقول المنافقون انکم تراؤن". (رواہ الطبرانی کذا فی الجامع)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "حق تعالیٰ کا اتنا ذکر کرو کہ منافقین یوں کہنے لگیں کہ تم ریاکار ہو۔"  
 ف: مطلب یہ ہے کہ کثرت سے ذکر کرو اور ظاہر ہے کہ کثرت کی حالت میں اخفاء نہیں رہ سکتا اور اظہار میں مخالفین ریا کا طعن کیا ہی کرتے ہیں، پس اس حدیث میں ایسے اظہار کا جس کو ناواقف ریا کہیں اور واقع میں وہ ریا نہ ہو، مطلوب ہونا مذکور ہے، اور مطلوبیت کے لئے خیریت لازم ہے، اور خیر میں چوں کہ معنی تفضیل کے ہیں تو اس کے لئے مفضل علیہ کو بھی ضرورت ہوگی اور مفضل علیہ مقابل ہوگا مفضل کا، اور مفضل ہے ریا بالمعنی الخاص تو مفضل علیہ عدم ریا ہوگا جس کو اخلاص کہا جاتا ہے، پس ثابت ہوا کہ بعض ریا بعض اخلاص سے خیر ہے، اور دلائل خارجیہ کے شیخ کے اظہار میں مصالح خاصہ ہوتے ہیں اس عموم میں ریا الشیخ کا اخلاص مرید سے خیر ہونا ثابت ہو گیا، خوب سمجھ لو۔

۳۳۰- متفرقات، فکر اصلاح اکابر

(اکابر کو اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے)

عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم شدید الحر نحو بقیع الغرقد، فکان الناس یمشون خلفہ، فلما سمع صوت النعال وقر ذلك فی نفسه فجلس حتی قدمهم امامہ لئلا یقع فی نفسه شیء من الکبر. (رواہ ابن ماجہ)

۱۰/۷۶) فیہ الحسن بن ابی جعفر الجعفری وهو ضعیف. ابن ماجہ: السنۃ، من کرہ ان یوطأ عقباه. رقم: ۲۳۵، قال: البوصیری: فی زوائد ابن ماجہ هذا اسناد ضعیف لضعف الروایة. قال ابن معین: علی بن یزید عن القاسم عن ابی امامۃ ہی ضعیف کلها.

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک تیز گرمی کے دن میں بقیع کی طرف چلے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتیوں کی آواز سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر یہ امر گراں گزرا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، یہاں تک کہ لوگوں کو اپنے آگے کر دیا تا کہ کوئی اثر بڑائی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں نہ واقع ہو جائے۔

ف: اور اسی حدیث کے اس مضمون پر اصل رسالہ کو ختم کرتا ہوں، کیوں کہ خاتمہ تنبیہ ہی کے مضمون پر مناسب ہوتا ہے، تا کہ رسالہ جن علوم و اعمال کو متضمن ہے یہ تحویف ان کی موافقت و امتثال کے لئے بیدار کر دے، نیز اس میں تاسی و اقتداء قرآن مجید کا بھی ہے کہ سب سے آخر آیت اس کی یہ ہے، ﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ پس عرض کرتا ہوں کہ اس حدیث میں غور کرنے سے ناقص تو ناقص کا ملین کی بھی آنکھیں کھلتی ہیں اور ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوتی ہے جو زعم کمال کے بعد اپنی نگرانی حال سے بے فکر ہو جاتے ہیں خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اکابر کو فارغ ہو کر نہ بیٹھنا چاہئے مثل مبتدی کے اہتمام اصلاح اعمال اور اندیشہ تغیر حال میں لگا رہنا چاہئے اور یہی خیریت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ﴾. ولنعم ما قيل:

غافل مرو کہ مرکب مرداں مردرا      درسنگلاخ بادئ پے ہا بریدہ اند

نومیدہم مباح کہ رندان بادہ نوش      ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

اللهم اعنا على الاستقامة مع القبول والكرامة، فى الدنيا ويوم القيمة.

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ وأصحابہ اجمعین.

## النكت الدقيقة مما يتعلق بالحقیقة

بسم الله الرحمن الرحيم

بعد الحمد والصلوة عرض ہے کہ ہر علم و عمل جب کہ اس کو شریعت کے ساتھ موازنہ کیا جائے تین قسم سے خالی نہیں، ایک قسم یہ ہے کہ شریعت اس کا اثبات کرے، دوسری قسم یہ ہے کہ شریعت اس کی نفی کرے، تیسرے یہ کہ شریعت اس کے اثبات و نفی سے ساکت ہو، اول کو مدلول شرعی کہیں گے، دوسرے کو مردود شرعی، تیسرے کو نہ مدلول شرعی نہ مردود شرعی بلکہ نظر بقاعدہ کلیہ مرویہ۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: الحلال ما احل الله في كتابه، والحرام ما حرم الله في كتابه (ای شرعہ) وما سكت عنه فهو عفو. (رواه ابن ماجه والترمذی) ما ذون شرعی کہیں گے۔

صوفیاء کے علوم و اعمال بھی انہیں اقسام پر منقسم ہیں جن میں سے قسمیں اولین کا ایک معتد بہ ذخیرہ رسالہ حقیقۃ الطریقۃ میں مدون کر دیا گیا ہے اور چوں کہ قسم ثالث استدلال جزئی کا نہ محل ہے اور نہ محتاج، اس لئے رسالہ اس سے خالی رہا اور بوجہ اس کے قواعد شرعیہ کلیہ اس کی اباحت پر دال ہیں دلائل جزئیہ کا اس پر دال نہ ہونا کچھ مضرت نہیں، مثال کے لئے ایک مسئلہ علمیہ اور ایک عملیہ فرض کرتا ہوں مثلاً لطائف جو عالم امر سے ہیں ان کا تعلق جسد کے خاص خاص مقامات سے بتلایا جاتا ہے، اور مثلاً ایک شغل میں نظر پردہ بینی پر جمائی جاتی ہے، سو اس علم کے لئے کشف اور اس عمل کے لئے تجربہ کافی ہے، کیوں کہ یہ کشف و تجربہ بوجہ مصادم دلیل شرعی نہ ہونے کے ایسا ہے جیسے زید کے آنے کا علم اور حب ایازج کا

۱۔ ترمذی: اللباس، لبس القراء، رقم: ۱۷۲۶، وقال: حدیث غریب لانعرفه الا من هذا الوجه. ابن ماجه: الأطعمه، أكل الجبن والسمن، رقم: ۳۳۶۷، كلاهما عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کذا فی "تحفة الأشراف" (۳۳۹۶)۔ لاعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

استعمال جس کے لئے نص شرعی کی حاجت نہیں، بلکہ ایسے امور تو اگر کسی مصلحت و ضرورت معتد بہا کی بناء پر دوسری قوموں سے بھی ماخوذ ہوں، بشرطیکہ ان کا شعار نہ ہو تب بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ حاشیہ بخاری میں (ہب) سے کہ رمز مواہب کا ہے۔ منقول ہے: قال سلمان الفارسی یا رسول اللہ انا کنا بفارس اذا حو صرنا خندقنا علينا فامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحفرہ۔ الحدیث<sup>۱</sup> لیکن اگر ایسے امور کو کسی نص کے مدلول سے کسی درجہ میں گو وہ بعید ہی ہو اتفاقاً توافق ہو جائے ایک گونہ تائید سے خالی نہیں، گو اس توافق کو استدلال نہ کہیں گے، جس طرح قسمین اولین کے اثبات و نفی کو کہا جاتا ہے، مگر استیناس کہنا بیجا نہ ہوگا اور اہل ظاہر میں بھی یہ طرز بذا تکبیر جاری رہا ہے۔

ہدایہ کے قول متعلق بدفن المیت بوجه الی القبلة کے تحت میں صاحب فتح القدر لکھتے ہیں، ”ویستانس له بحديث ابي داؤد والنسائي ان رجلا سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الكبائر فقال: هي تسع الى ان قال واستحلال البيت الحرام قبلتكم احياء وامواتاً“<sup>۲</sup> پس قریب ختم رسالہ حقیقة الطريقة کے خیال میں آیا ہے کہ اگر نمونہ کے لئے بعض ایسے امور بھی جن کی طرف احادیث میں مرتبہ استیناس میں تلویح واقع ہے وارد کر کے اس کو رسالہ کا تابع بنا دیا جائے تو اہل نظر کے لئے ایک گونہ لطف و حظ سے خالی نہیں، نیز اس نمونہ پر بقیہ امور کے لئے مناسبات کا تتبع سہل ہو سکے گا، اس لئے ان اوراق میں مثال کے طور پر چند ایسے ہی مضامین وارد کرتا ہوں، اس طرح کہ اول وہ مضمون کسی کتاب فن سے نقل کروں گا اور پھر اس حدیث مناسب کو لکھوں گا اور چونکہ ایسے مضامین محض نکات و لطائف ہوتے ہیں جو کہ توابع حقیقت ہیں نہ کہ عین حقیقت اور مدلولات تحقیقیہ، اس لئے اس حصہ کا نام ”النکت الدقیقة مما يتعلق بالحقیقة“ رکھتا ہوں، اور اسی فرق کی وجہ سے جو کہ سبب ہوا ہے نام جدا گانہ رکھنے کا، اس کی ترتیب بھی اصل سے بدل دی ہے کہ وہاں حدیث مقدم تھی اور مسئلہ مؤخر، اور یہاں اس کا عکس تاکہ اصل اور

۱ تاریخ الطبرانی ۹۱/۲، فتح الباری، باب غزوة الخندق. ۲ ابو داؤد: الوصایا، التشدید فی اکل مال الیہم، رقم: ۲۸۷۵، نسائی: (۸۹/۷) عن عبد بن عمر عن ابيه.

تابع میں خوب تمایز رہے، اور وجہ استدلال یا استیناس یہ بضرورت دونوں جگہ مؤخر ہے: البتہ یہ ممکن ہے کہ کوئی مضمون استدلالی بوجہ خفاء استدلال کے اس حصہ میں آجائے جیسا یہ ممکن ہے کہ کسی اشتباہ کے سبب کوئی مضمون استیناسی حصہ حقیقت میں آ گیا ہو۔ وانی اتوب الی اللہ من کل خطل و ذلل و هو ولی کل علم و عمل“

مضمون اول فی ضیاء القلوب: اندک سر را بجانب پشت کج کر دہ تصور کند کہ ہمہ خطرات ماسوی اللہ را پس پشت انداختم (یعنی سر کو پیٹھ کی جانب جھکا کر یہ تصور کرے کہ ماسوا اللہ کے تمام خطرات کو میں نے پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا ہے)

حدیث: عن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشیر باصبعہ اذا دعا. (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا (یعنی تشہد) کے وقت اپنی انگلی سے (توحید کا) اشارہ فرماتے تھے۔  
ف: پشت کو کج کرنا اس تصور کی شکل بنانا ہے کہ ہمہ خطرات را پس پشت انداختم اسی طرح اشارہ بالسبابہ اس اعتقاد و توحید کی صورت بنانا ہے پس دونوں میں ہیئت جسمانیہ سے مافی القلب پر دلالت کرنا امر مشترک ہے۔

## مضمون دوم: فیہ ایضا۔ برفضاء دل ضرب کند

(دل پر ضرب لگانا)

حدیث: عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل، فلما رأى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما قد غشيتی ضرب فی صلوی ففضت عرقاً. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابی کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث طویل میں (جو کہ اصل رسالہ میں نمبر: ۲۸۲ میں گزر چکی ہے) مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ حالت دیکھنی جو مجھ پر غالب ہو رہی تھی، (یعنی وسوسہ تکذیب) آپ صلی اللہ علیہ

ابو داؤد: الصلاة، الاشارة فی التشهد، رقم: ۹۸۹، قلنا: وأخرجه النسائي، الصلاة، باب بسط اليمرى على الركبة، رقم: ۱۲۷۱. ۴ مسلم: صلاة المسافرين (فضائل القرآن) بيان أن قرآن أنزل على سبعة أحرف وبيان معناها، رقم: ۲۷۳ (۸۲۰)



وسلم نے میرے سینے میں ہاتھ مارا، میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔

ف: ضرب میں ذکر کی اہمیت یہی ہے کہ قلب میں اثر پہنچے، حدیث میں بھی اس ضرب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی غرض تھی اور اس میں کوئی معتد بہ فرق نہیں کہ اپنی ضرب سے قلب میں اثر پہنچے یا دوسرے کی ضرب سے۔

مضمون سوم: فیہ ایضا۔ لفظ الا اللہ را شدت وقوت مادم گوید۔ (الا اللہ کو طاقت وقوت

کے ساتھ کہتا ہے)

حدیث: عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی خطبة النبی صلی اللہ علیہ

وسلم یوم فتح مکة قوله علیہ السلام "ولا یختلیٰ خلاها" فقال العباس: یا

رسول اللہ الا الاذخر فانه لقینهم و بیوتهم فقال: "الا الاذخر" (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس خطبہ میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فتح مکہ کے دن پڑھا ہے آپ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ: "اس کا (یعنی حرم شریف کا) گھاس

نہ کاٹا جائے"، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مگر اذخر (یہ ایک گھاس

ہے) کہ لوہاروں کے اور گھروں (کی عمارت) کے کام آتا ہے، آپ نے فرمایا کہ: "خیر مگر

اذخر"۔ (یعنی انہوں نے اس کے مستثنیٰ کرنے کے درخواست کی آپ نے مستثنیٰ فرمادیا)

ف: صرف الا اللہ کے ذکر پر بعض کا یہ اعتراض ہے کہ مستثنیٰ بدون مستثنیٰ منہ اور عامل

کے، عبارت بے معنی ہے، ایسا ذکر بے معنی نہ معتد بہ ہے نہ موجب اجر، پس عبث ہوا پھر

کیوں اختیار کیا گیا؟ سو حدیث سے جواز حذف عامل و مستثنیٰ منہ کا وقت قیام قرینہ کے معلوم

ہوتا ہے، جس طرح کہ کبھی اس کا عکس بھی مستعمل ہوتا ہے، یعنی صرف مستثنیٰ کو حذف کر دیا

جائے چنانچہ ابن ماجہ کی ایک حدیث میں صحبت حکام کی مذمت میں ارشاد ہے۔

حدیث: "کذلک لا یجتنیٰ من قربہم الا" کانه یعنی الخطایا. (مشکوٰۃ<sup>۲</sup>)

جس کی تفسیر محمد بن الصباح نے کی ہے، کانه یعنی الخطایا سے۔

۱۔ أخرجه البخاری: فی المغازی، باب بلا ترجمة، رقم: ۴۳۱۳) أخرجه مسلم: فی الحج، تحريم

مكة، وتحريم صيلها، وخلاها.....، رقم: ۴۳۵ (۱۳۵۳) أخرجه ابن ماجة: فی المقلعة،

الانتفاع بالعلم والعمل به ۲۵۵، قال البوصيري فی الروائد: فیہ عبید اللہ بن ابی بردة وهو لا يعرف.

پس الا اللہ میں بھی اگر اس قرینہ سے کہ اس کے قبل لا الہ الا اللہ کا ذکر ہو چکا ہے یا بقرینہ عقیدہ ذکر کے مستثنیٰ منہ اور عامل محذوف کر دیا تو کیا حرج ہوا۔

اور ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کے قبل جو لا الہ الا اللہ کہا گیا ہے اس میں صرف الا اللہ کو تاکید کے لئے مکرر لایا گیا، پس اس کا عامل اور مستثنیٰ منہ ہر بار مراد ہوگا اور تاکید کے لئے جو تکرار کیا جاتا ہے کوئی دلیل اس کی تحدید پر قائم نہیں جس قدر اہتمام ہوگا اتنا تکرار مستحسن و مقتضائے مقام ہوگا چنانچہ بعض روایات میں بعض مضامین کی نسبت ہے،  
فما زال یکررها حتیٰ وددنا أنه سکت أو نحوہ۔

## مضمون چہارم: فیہ ایضا بعد از اس ذکر اسم ذات یعنی اللہ اللہ الخ

حدیث: عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:  
"لا تقوم الساعة حتی لا یقال فی الارض اللہ اللہ" وفی روایة قال: "لا تقوم  
الساعة علی احد یقول اللہ اللہ"۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ایسی حالت ہو جائے گی کہ دنیا میں اللہ اللہ نہ کہا جائے گا"، اور ایک روایت میں ہے کہ: "قیامت ایسے کسی شخص پر قائم نہ ہوگی جو اللہ اللہ کہتا ہوگا"۔

بعض کا اس طریق ذکر پر اعتراض ہے کہ صرف اللہ اللہ لفظ مفرد ہے، اس لئے نہ کسی معنی خبری کو مفید ہے نہ معنی انشائی کو پھر اس ذکر بے معنی سے کیا فائدہ مگر حدیث

میں خود اسی افراد کے ساتھ اس پاک نام کو معقول بنایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض اس کا تکرار بھی مشروع ہے اور معنی کچھ خبر اور انشاء میں منحصر نہیں، اگر اس سے تبرک و احتضار محض ہی مقصود ہو تو بے معنی اور غیر مفید کیوں ہوگا، ارشاد خداوندی:

﴿اذکر اسم ربک﴾ ظاہر الفاظ محض اسم کے ذکر کو بھی عام ہے۔

۱۔ مسلم فی الایمان: ذهاب الایمان فی اخر الزمان، رقم: ۳۳۳۔ ۲۔ ونیز یہ بھی توجیہ ہو سکتی ہے کہ حرف نداء محذوف ہو و حذفہ شائع یكون النداء الشوق والتلذذ بالاسم لنافله ۱۲

مضمون پنجم: فیہ ایضاً۔ پاس انفاس این است کہ مکان و زمان رادر یابد یعنی در بر آمدن نفس و فرورفتن نفس طالب ذکر باشد و چنداں مشغول باشد کہ دم ذکر گردد۔ (پاس انفاس یہ ہے کہ زمان و مکان کی حفاظت کرے یعنی سانس کے آنے اور جانے میں سالک ذکر رہے اور اتنا مشغول ہو جائے کہ سانس ہی ذکر کرنے لگے)

حدیث: عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی شان اهل الجنة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "تلهمون التسبیح والتحمید کما تلهمون النفس". (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہل جنت کے حال میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "ان کو تسبیح و تحمید کا اس طرح القاء و اجراء ہوگا جس طرح تم کو سانس کا القاء و اجراء ہوتا ہے۔" (یعنی بلا قصد و بلا تکلف)

ف: حدیث میں مدح ہے اہل جنت کی کہ ان کو ذکر اللہ سانس کی طرح جاری ہو جائے گا، تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ پاس انفاس سے یہی کیفیت ذکر اللہ کے جاری ہونے کی ہو جاتی ہے، کیوں کہ جب کثرت مشق سے ہر سانس کے ساتھ عادت ذکر کی ہو گئی اور سانس ہے اضطراری اور دونوں کی مقارنت بوجہ عادت کے مثل امر طبعی کے ہو گیا، پس جب سانس آئے گا اضطراراً ذکر بھی صادر ہوگا، اور گو مطلق کثرت سے بھی یہ امر ہو جاتا ہے، مگر پاس انفاس سے باہل و احسن و اوکد و جودہ حاصل ہوتا ہے، پس حدیث کی رو سے اہل جنت و مشاقین پاس انفاس کی حالت باہم نہایت مشابہ ہے۔

## مضمون ششم: فیہ ایضاً، جس دم و در ذکر الخ

(ذکر میں سانس روکنا)

حدیث: عن مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر عن ابیہ قال: اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو یصلی ولجوفہ ازیز کا زیز المرجل یعنی یبکی۔ (رواه النسائی)

ترجمہ: حضرت مطرف بن عبد اللہ بن شخیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ رہے

۱۔ رواہ مسلم: فی الجنة وصفة نعیمها وأهلها، فی صفات الجنة وأهلها، وتسیحهم فیها بكرة وعشياً. ۵۸۳۵۔ ۲۔ النسائی: البكاء فی الصلاة رقم: ۱۲۱۵۔

تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں ایک ایسی آواز تھی جیسی (پکنے کے وقت) ہانڈی کی آواز ہوتی ہے، آپ رور ہے تھے۔ (یہ حدیث اصل رسالہ میں نمبر: ۲۷۲ میں گزری ہے) ف: تجربہ سے معلوم ہے کہ یہ کیفیت غلبہٴ بکاء اور اس کے ضبط سے ہوتی ہے اور یہ بھی تجربہ اکثر یہ سے ثابت ہے کہ غلبہ کے وقت ضبط کرنے سے سانس رک جاتا ہے، پس جو امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت سے لازم آ گیا اس کے محمود و نافع ہونے میں تو شبہ ہو ہی نہیں سکتا، پس اگر کوئی اس کا تھکیرا، واکتساباً التزام و اہتمام کرے تو کیا حرج ہے۔

مضمون ہفتم: فیہ ایضاً۔ شغل سلطانا نصیراً، طریق شغل آ نکہ نظر بر پردہٴ بینی خود دار دالی قولہ۔ طریق شغل سلطانا محموداً، دریں شغل نظر خود را در میان فرق ہر دو ابروی خود میدارند۔ (شغل سلطانا نصیراً: اس کا طریقہ یہ ہے کہ نگاہ اپنی ناک کے کنارے پر جمائے۔ شغل سلطانا محموداً: اس شغل میں اپنی نگاہ کو دونوں بھنوں کے درمیان مانگ کی سیدھ میں رکھے)

حدیث: عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "یا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اجعل بصرک حیث تسجد"۔ (رواہ النسائی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے انس! اپنی نگاہ کو سجدہ کی جگہ رکھو۔" (یہ حدیث اصل رسالہ میں نمبر: ۲۷۵ میں گزر چکی ہے)

ف: سجدہ میں موضع سجود سے ناک اور پیشانی مماس ہوتی ہے اور دو مماس جسموں میں سے جب ایک پر نظر کرو گے لامحالہ دوسرے پر بھی نظر واقع ہوگی جبکہ سجدہ میں بھی موضع سجود پر نظر کی گئی تو ناک اور پیشانی پر بھی نظر پہنچے گی تمام یا نا تمام، اور ناک کی ابتداء پرہٴ بینی سے اور پیشانی کی ابتداء میان دو ابرو سے ہے، پس ان دونوں پر اصل اعضاء سے پہلے نظر پڑے گی، اشغال مذکورہ میں یہی دو موقع ہیں نظر کرنے کے جب ایک خاص حالت میں حدیث سے مشروع ہے تو دوسرے اوقات میں قیاس سے مشروع ہوئی اور فقہاء نے بھی سجدہ میں پرہٴ بینی پر نظر رکھنے کو لکھا ہے، کذافی الدر المختار۔

مضمون ہشتم: فیہ ایضاً، طریق شغل سلطان الاذکار، از سر تا قدم بہر بن موئی وجود خود بجمع ہمت متوجہ شود، یعنی بدانند کہ در آمد، رفت نفس از ہر بن موئی اللہ ہو جاری ست الی قولہ در چند

عرصہ ذکر اللہ از ہر بن موئی جاری شود۔ (سر سے پیر تک انسان کا بال بال، اور اس کا پورا وجود مکمل طور پر متوجہ رہے، یعنی یہ جانے کہ ہر ہر سانس کے آنے جانے کے وقت ہر ہر بال کی جڑ سے اللہ ہو جاری ہے یہاں تک کہ کچھ دنوں میں ہر بال کی جڑ سے اللہ ہو جاری ہو جائے گا)

حدیث: عن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هذا الدعاء، وفيه: "ان ترزقنی القرآن العظیم والعلم وان تخلیطہ لحمی ودمی وسمعی وبصری". الحدیث (رواہ رزین)

ترجمہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ دعا سکھائی اور اس دعاء میں یہ بھی ہے کہ: "مجھ کو قرآن مجید اور (اس کا) علم عطا فرمائے اور اس کو میرے گوشت اور خون اور گوش اور چشم میں پیوست اور مخلوط کر دیجئے" (رحمۃ مہداتہ: ۱۲۵-۱۲۶)

حدیث دیگر: عن ہانی بن ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "ملی عماراً ایماناً الی مشاشہ" (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ہانی بن ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ: "عمار ہڈیوں کی جڑ تک ایمان سے پڑ ہے۔"

ف: حدیث اول میں دعا ہے "تخلیط القرآن بجمیع الأعضاء والأجزاء" کی، اور حدیث میں ہے "ان اللہ لا یتجیب الدعاء عن قلب لاه" پس اس حدیث سے اس دعاء کے وقت اس خلط کا تصور و استحضر ضروری ہوا، اور اللہ کا کلام اور اس اللہ کا نام اس تصور میں مساوی ہیں، پس ہر بن مو سے "اللہ ہو" کے جاری ہونے کا تصور اس سے نافع ہونا ثابت ہو گیا جو طریقہ ہے اس شغل کا، اور حدیث دوم سے ایمان کا رگ و ریشہ میں سرایت کرنا مذکور ہے، آثار ایمان حکم ایمان میں ہیں اور ذکر اللہ آثار ایمان سے ہے، پس اس کی صحت سرایت بھی اس سے ثابت ہوئی جو کہ ثمرہ ہے اس شغل کا جو اس عبارت میں مذکور تھا، ذکر اللہ از ہر بن مو جاری شود، فافہم۔

مضمون نہم: فیہ ایضاً طریق شغل سردی، چشم و گوش را از انا مل بند نماید الخ۔ (آنکھ اور کان کو انگلیوں سے بند کر لے)

حدیث: عن نافع قال: كنت مع ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی طریق فسمع مزماراً، فوضع اصبعیه فی اذنیہ، ونأی عن الطریق الی الجانب الآخر، ثم قال لی بعد ان بعد یا نافع! هل تسمع شیناً؟ قلت: لا، فرفع اصبعیه من اذنیہ قال: كنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمع صوت یراع فصنع مثل ما صنعت قال نافع: و كنت اذا ذاک صغيراً. (رواه أحمد وأبو داؤد)

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ راستہ میں تھا، اتنے میں انہوں نے بانسری کی آواز سنی تو اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں رکھ لیں اور راستہ سے دوسری جانب کو دور ہٹ گئے، پھر دور جا کر مجھ سے کہا کہ اے نافع اب بھی کچھ سنائی دیتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، انہوں نے دونوں انگلیاں اپنے کانوں پر سے اٹھالیں، اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بانسری کی آواز سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا، نافع کہتے ہیں کہ میں اس وقت کم سن تھا۔

ف: باجے کی آواز آنے کے وقت کانوں میں انگلیاں دینا واجب نہیں ہے، اور یہی وجہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب کہ وہ آپ کے ہمراہ تھے اس کا حکم نہیں فرمایا، البتہ یہ واجب ہے کہ قصد ادھر کان نہ لگائے اور دل سے برا سمجھے، صرف کانوں میں انگلیاں اس وجہ سے دیں کہ اس سے قلب کی جمعیت اور حضور میں خلل نہ آئے اور تشویش نہ پیدا ہو، پس اسی غرض کے لئے شغل میں حواس بند کئے جاتے ہیں کہ جمعیت اور حضور میسر ہو اور مدارکات مختلفہ الانواع سے جو تشویش ہو جاتی ہے، اس کا انسداد ہو، اور کان کا بند کرنا جب ثابت ہے تو دوسرے حواس کو اس پر قیاس کر لیا جائے گا کہ علت مشترک ہے۔

مضمون وہم: فیہ ایضاً لطائف شش اند یعنی شش موضع اند در جسم انسان کہ پر فیوض و پر انوار و مشتمل بر بسیار برکات اند، اول لطیفہ قلبی کہ مقام او دو انگشت فروتر زیر پستان چپ است الخ و فیہ پنج اذال عالم امر کہ قلب و روح و سر و خفی و اخفی اند الخ۔ (لطائف چھ ہیں: یعنی انسان کے جسم میں چھ مقامات فیوض و انوار اور بہت ساری برکات سے پر ہیں اول لطیفہ قلب، کہ اس کا مقام بائیں پستان

۱۔ أخرجه أبو داؤد: فی الأدب، كراهة الغناء الزمر ۳/۳۶۷، رقم: ۳۹۲۳، وأحمد: ۲۸، ۸/۲، قال المنذرى: قال أبو علي اللؤلؤى: سمعت أبا داؤد يقول: وهو حديث منكر.

سے دو انگشت نیچے ہے، اور پانچ ان میں سے عالم ارواح، قلب، روح، سر، خفی اور اخفی پر مشتمل ہیں) حدیث: عن النعمان بن بشیر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الاولان في الجسد مضعة اذا صلحت صلح الجسد كله، واذا فسدت فسد الجسد كله، الا وهي القلب". (أخرجه الخمسة)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یاد رکھو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ سنورتا ہے تو تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے یاد رکھو وہ قلب ہے۔" (یہ حدیث اصل رسالہ میں نمبر: ۲۱۳ میں گزر چکی ہے)

ف: یہ مسئلہ تو مکشوف ہے کہ انسان کے بعض اجزاء مجرد عن المادة بھی ہیں عالم امر سے جو کہ عبارت فارسیہ بالا میں واقع ہے یہی مراد ہے، اور یہ اجزاء مجردہ لطائف کہلاتے ہیں، اور یہ مکشوف ہے کہ ان لطائف کا خاص خاص تعلق جسد مادی کے بعض بعض اجزاء سے ہے چنانچہ لطیفہ قلب کا تعلق مضغہ قلب سے ہے۔ وعلیٰ ہذا۔

حدیث میں قلب کو مضغہ جسد یہ فرمانا اس تعلق مذکور کے حکم کا مؤید ہے بعض اجزاء حکم کشفی کا مؤید بالنص ہو جانا قرینہ غالبہ سے ہے بقیہ اجزاء کی صحت پر۔

مضمون یادزہم: فیہ ایضاً طریق دفع مرض تصور کند کہ مرض می گیردومی کشد وبرزین می افتد۔ (مرض کو دور کرنے کا طریقہ: تصور کرے کہ مرض کو پکڑتا ہے، کھولتا ہے اور زمین پر دے مارتا ہے)

حدیث: عن ابی امامہ بن سہل بن حنیف فی قصة اصابت عین عامر بن ربیعہ سہل بن حنیف قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعامر: "علام يقتل احدکم اخاه الا برکت علیہ". (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس قصہ کے ضمن میں

۱ بخاری: الايمان فضل من استبرأ لدينه، رقم: ۵۲، مسلم: البيوع، أخذ الحلال وترك الشبهات۔ رقم: ۱۰۷ (۱۵۹۹) أبو داؤد: البيوع، اجتناب الشبهات۔ رقم: ۳۳۲۹، وليس فيه: "الاولان في الجسد مضعة....." ترمذی: البيوع، ترک الشبهات، رقم: ۲۰۵ مثل ابی داؤد رقم: ۳۳۵۸ قلنا: وأخرجه ابن ماجه، الفتن، الوقوف عند الشبهات رقم: ۳۹۸۳۔

۲ رواه فی شرح السنة: الطب والرقي، مايرخص فيه من الرقي: ۲۶۲/۲، رقم: ۳۱۳۸. وأخرجه الحاكم في المستدرک: وقال هذا حديث صحيح الاسناد۔

جس میں عامر بن ربیعہ کی سہل بن حنیف کو نظر لگ گئی تھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامر سے فرمایا: ”کس لئے تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے؟ (جس وقت تم نے ان کو نہاتا ہوا دیکھ کر ان کی لطافت جسم کی تعریف کی تھی جس سے نظر لگ گئی اس وقت) تم نے ان پر بارک اللہ کیوں نہیں کہہ دیا تھا“ (کہ نظر نہ لگتی کذا فی المرقاة)

ف: سلب مرض قوت نفسانیہ سے کیا جاتا ہے سو اس کا مؤثر ہونا خود نظر لگنے سے بھی معلوم ہوتا ہے اس لئے اس سے سلب مرض کی صحت عقلیہ ثابت ہوتی ہے اور ”بارک اللہ علیک“ اس کے روکنے کے لئے کہنا یہ بھی درحقیقت استعمال ہے قوت نفسانیہ کا کہ اس میں بلا واسطہ کھلانے، پلانے، جھاڑنے، پھونکنے کے دور ہی سے اثر ہوا، یہی قوت نفسانیہ ہے، اس کلمہ دعائیہ سے اس کی فاعلیت اور قوی ہو گئی، اور جس ضرر کا انسداد جائز ہے اس ضرر کا دفع بھی بالاولیٰ جائز ہے، اس سے اس تصرف سلب کی صحت شرعیہ ثابت ہوتی ہے، پس سلب مرض کی صحت عقلیہ و صحت شرعیہ ہر دو اس حدیث سے ثابت ہو گئیں۔

مضمون دوازدهم: وفيه ايضا، طريق در یافتن خطرہ نفس، خود را از حدیث نفس از ہر خطرہ خالی ساختہ بدل بسوئے قلب او متوجہ شود ہر چہ از خیر و شر خاطر خاطر کند پس بدانند کہ از دست۔ (اندیشہ نفس کو معلوم کرنے کا طریقہ: اپنے کو اپنے وسوسے سے اور نفس کو ہر وسوسے سے خالی کر کے دل سے اس کے قلب کی طرف متوجہ ہو، اچھائی برائی میں سے جو بھی دل میں آئے اسے یہی سمجھے کہ اسی کی طرف سے ہے)

حدیث: عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه صلی صلوٰۃ الصبح، فقرا الروم فالتبس علیہ، فلما صلی قال: ”ما بال اقوام یصلون معنا لایحسنون الطهور، فانما یلبس علینا القرآن اولئک“۔ (رواہ النسائی)

ترجمہ: ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی اور اس میں سورہ روم پڑھی اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو متشابہ لگا، جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا: ”لوگوں کا کیا حال ہے کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور وضوء بھی اچھی طرح نہیں کرتے سو ان ہی لوگوں کی وجہ سے ہم کو قرآن میں متشابہ لگتا ہے۔“

ف: غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی شخص کا وضوء اچھی طرح نہ کرنا، اس قصہ میں



وحی صریح سے معلوم نہیں ہوا، صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متشابہ لگنے سے استدلال فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ نقصان وضوء کی کدورت نے آپ کے قلب کو خلجان و تشویش میں ڈالا، پس ثابت ہوا کہ ایک جلیس کو جب کہ وہ صافی القلب ہو کسی تعلق و قرب سے دوسرے جلیس کا خیر و شر بدون اظہار معتقد مدرک ہو سکتا ہے، دریافت خطرہ کا یہی معنی ہے گو کسی وقت توجہ کی بھی ضرورت ہو، اور گو کسی وقت جسمانی قرب بھی نہ ہو، مگر اس قسم کے تصرفات کا جیسے دفع مرض یا دریافت خطرہ اہل کمال قصد کم کرتے ہیں، کذافی ضیاء القلوب۔

مضمون سیزدہم: فیہ ایضاً، طریق تلاوت قرآن شریف، دل را از جمیع خطرات خالی کردہ درحین قرأت خیال کند کہ زبان و ہن و لسان دل صنوبری ہر دو برابر تلفظ می کنند بعد ازاں تصور کند کہ ہر بن موسیٰ جسد قاری برائے قرأت قرآن زبان گردیدہ و از ہر بن موافظ می آیند، دریں ملاحظہ درحین قرأت مستغرق گرد و چوں دریں ملکہ حاصل آید بعد ازاں در وقت قرأت تصور کند کہ حق تعالیٰ بزبان قاری میخواند و او می شنود۔ (قرآن کریم کی تلاوت کا طریقہ: دل کو تمام وسوسوں سے خالی کر کے تلاوت کرتے ہوئے یہ خیال کرے کہ زبان و دل دونوں برابر تلفظ کر رہے ہیں، اس کے بعد یہ تصور کرے کہ پڑھنے والے کے بدن کا ہر ہر بال تلاوت قرآن کے لئے زبان ہلا رہا ہے، اور ہر ہر بال سے الفاظ نکل رہے ہیں، تلاوت کے وقت اس خیال میں ڈوب جائے، جب یہ ملکہ حاصل ہو جائے اس کے بعد تلاوت کے وقت تصور کرے کہ باری تعالیٰ پڑھنے والے کی زبان میں پڑھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں)

حدیث: عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "يقول الله تعالى: من شغله القرآن عن مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین"۔ (أخرجہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: "حق تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص ایسا ہو کہ قرآن مجید اس کو مجھ سے کوئی چیز مانگنے سے (یعنی دعا کرنے سے) مشغول کر دے (یعنی فرصت نہ لینے دے) میں جس قدر اور سائلوں کو دوں گا اس شخص کو سب سے زیادہ دوں گا" (یہ حدیث اس رسالہ میں نمبر: ۲۳۳ میں گزری ہے)

حدیث: عن ان عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ﴿لا تحرك به لسانك لتعجل به﴾

قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعالج من التنزيل شدة وكان مما يحرك شفثيه..... فانزل الله تعالى: ﴿لَا تَحْرُكْ بِهِ إِلَيْنَا قَوْلَهُ إِذَا قَرَأَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾ فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ذلك إذا أتاه جبرئيل استمع فإذا انطلق جبرئيل قرأه النبي صلى الله عليه وسلم كما قرأه. (رواه البخاري)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں ”لا تحرك“ الخ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن کے وقت بڑی تکلیف اٹھاتے تھے یعنی (ان الفاظ کو سن کر ان کو ضبط کرنے کے لئے) اپنے لبوں کو (اور زبان) کو حرکت دیتے تھے، (یعنی خود بھی ساتھ پڑھتے جاتے تھے، کہ خیر ایک بار زبان سے کہہ لوں گا تو یاد ہو جائیں گے، ورنہ شاید بھول نہ جاؤں ادھر سننا ادھر دہرانا تکلیف ظاہر ہی ہے) پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اس میں عجلت کرنے کی غرض سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کیجئے (اس مضمون تک کہ) جب ہم قرآن پڑھا کریں (یعنی ہمارا فرشتہ ہمارے حکم سے پڑھا کرے) اس کے بعد جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لاتے تو آپ غور سے سنتے، اور جب وہ چلے جاتے تو اسی طرح پڑھتے جس طرح انہوں نے پڑھا۔ تو آپ اس کے پڑھنے کی طرف دل سے گئے رہا کیجئے۔ (خود اعادہ کی ضرورت نہیں)

ف: دعاء کی فی نفسہ عبادت ہے جب قرآن والے کے لئے کثرت تلاوت سے ادھر متوجہ نہ ہونا بروئے حدیث اول محمود ہوا تو اور خیالات و امور مباحہ سے معرض ہونا تو بدرجہ اولیٰ محمود ہوگا، پس تلاوت میں اس قدر غرق ہو جانا یہی حاصل ہے طریق اول کا دل راز جمیع خطرات الی قولہ مستغرق گردد۔

اور دوسری حدیث میں جو آیت میں ﴿فَإِذَا قَرَأَهُ﴾ اس میں قرأت جبرئیل کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا، چنانچہ اذا أتاه جبرئیل استمع سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قاری جبرئیل تھے تو وجہ اس نسبت کی ان کی قرأت کا باذنہ تعالیٰ ہونا ہے پس ہر قاری جب ماذون من اللہ ہے کما دلت علیہ النصوص پس اپنی قرأت کے منسوب الی الحق ہونے کا تصور اس کو جائز ہوگا اور یہی حاصل ہے طریق اخیر کا چوں دریں ملکہ الخ۔

۱۰ بخاری: بدء الوحي، كيف كان بدء الوحي الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مضمون چہار دہم: فی خلاصۃ اربع انہار، بعضے اولیاء زیر قدم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوئے ہیں ان کو محمدی المشرّب کہتے ہیں، اسی طرح آدمی المشرّب و ابراہیمی المشرّب و موسوی المشرّب اور بعضے تحت قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں ان کا نام عیسوی المشرّب ہے۔

حدیث: عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "احب شیء الی اللہ الغرباء" قبل: ومن الغرباء؟ قال: "الفرارون بدینہم یعنہم اللہ یوم القیامۃ مع عیسیٰ بن مریم". (رواہ أبو نعیم فی الحلیۃ)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "سب اشیاء سے زیادہ پیارے اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو غرباء یعنی بے یار و بے مددگار ہیں"، پوچھا گیا یا رسول اللہ! بے یار و مددگار کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو اپنے دین کو لئے ہوئے (اس کو بچاتے ہوئے) بھاگے بھاگے پھرتے ہیں، (تو جہاں جائیں گے ظاہر ہے کہ اجنبی پر دیسی ہوں گے جو اصل معنی ہیں غرباء کے اور پر دیسی اکثر بے یار و مددگار ہوتے ہیں) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو قیامت کے روز حضرت عیسیٰ بن مریم کے ساتھ اٹھائے گا۔"

ف: اولیاء میں سے کسی کے موسوی المشرّب کسی کے عیسوی المشرّب ہونے کے جو حاصل معنی ہیں وہ اس حدیث سے بخوبی ثابت ہیں یعنی مناسبت فی الصفات اور یہ سب باعتبار امت ہونے کے محمدی ہیں۔

مضمون پانزدہم: رسم الباس خرقہ وقت عطاء خلافت۔

حدیث: عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "یا عثمان ان ولاک اللہ هذا الامر یوماً فارادکم المنافقون ان تخلع قمیصک الذی قمصک اللہ فلا تخلعه" (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عثمان! اگر اللہ تعالیٰ تم کو اس حکومت کا کسی وقت اختیار دے پھر منافقین تم سے وہ پیرا ہن اتر وانا چاہیں جو تم کو اللہ تعالیٰ نے پہنایا ہو تو تم اس کو مت اتارنا" (مطلب

۱۔ ابو نعیم فی الحلیۃ: ۵۷/۱، حدیث: ۵۵، الزهد للامام احمد: ۱۳۹.

۲۔ رواہ ابن ماجہ: فی المقدمة، فضل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۱۲.

یہ ہے کہ وہ تم سے خلافت کے چھوڑ دینے کی درخواست کریں تو تم خلافت مت چھوڑ دینا چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل ہو گئے مگر اس ارشاد کے پابند رہے)

ف: ولی امر ہونے کو قیص سے تعبیر کرنا جس مناسبت پر مبنی ہے اس سے اس کے مشروعیت بھی نکلتی ہے کہ امور دینیہ کی تولیت عطا کرنے کے وقت قیص حسی پہنا دیا جائے جیسا کہ بعض بزرگوں کا معمول ہے کہ خلافت دینے کے وقت خرقہ و پیراہن پہناتے ہیں، اور درۃ المعارف میں طبرانی سے عمامہ باندھنے کی اصل منقول ہے، "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایولی والیا حتی یعممه ویرخی سد لها من جانبہ الایمن نحو الاذن"۔

مضمون شانزدہم: علامت خاص مقرر نمودن برائے اہل سلسلہ خود چنانکہ معمول بعض بزرگان شنیدہ شد۔

حدیث: عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: العمام یتجان العرب. (رواہ ابو داؤد)  
ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ عمامے عرب کا تاج ہیں۔

ف: اس میں ترغیب ہے عمامہ باندھنے کی عرب اور منتسبین الی العرب کو ایک خاص عنوان سے کہ وہ عرب کی علامت خاص ہے، پس اس علامت کو محفوظ رکھنا چاہئے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی خاص طریق کے لوگ بمصلحت باہمی شناخت اور بقاء اتحاد و اختصاص کے اپنے مجمع کی کوئی خاص علامت مقرر کر لیں بشرطیکہ حدود شرعیہ سے خارج نہ ہو تو جائز ہے، ایک بزرگ ہمارے نواح میں ابھی گزرے ہیں انہوں نے اپنے سلسلہ والوں کے لئے ایک خاص طور کا رومال رکھنا مقرر فرمایا تھا چنانچہ اب تک ان صاحبوں میں معمول ہے۔  
مضمون ہفدہم: وحد الوجود بالتفسیر الذی ذکر فی مفتاح کلید  
مثنوی تحت شعر مولوی رحمة اللہ:

جملہ معشوق ست و عاشق پردہ زندہ معشوق ست و عاشق مردہ

المعجم الكبير للطبرانی: ۱۳۳/۸ حدیث: ۷۶۳۱. قال الهیثمی: فیہ جمیع بن ثقت وهو متروک. ۲ قلت: لم أجده فی ابی داؤد، انما أوردہ السیوطی فی الجامع الصغیر، وعزاه الی الدیلمی وصححه.

حدیث: عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "اصدق کلمة قالها الشاعر کلمة لبيد: الاكل شىء ما خلا الله باطل". (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "شعراء کے تمام کلاموں میں سب سے زیادہ صحیح لیبید کا قول ہے، الاکل شىء ما خلا، یعنی یاد رکھو! اللہ کے سوا سب چیزیں باطل ہیں، (تفسیر اس کی محشی نے لکھی ہے ای فان مضمحل)

ف: فانی ہونے کے معنی تو ظاہر ہیں کہ آئندہ معدوم ہو جائیں گے اور مضمحل ہونے کا باعتبار حالت موجودہ کے بھی حکم کر سکتے ہیں یعنی جو موجود کا معدوم ہو اور باطل کا عمل اس معنی پر کچھ بعید نہیں یہی حقیقت ہے وحدة الوجود کی، شرح عقائد نسفیہ میں آیت: ﴿کل شیء ہالک الا وجہہ﴾ کی یہی تفسیر کی ہے اور قرآن مجید میں جو باطل ہونے کی نفی فرمائی ہے، ﴿ما خلقت هذا باطلا﴾ وہ بمعنی عبث ہے پس کتاب و سنت میں کچھ تعارض نہیں۔

مضمون ہشدهم: كنت كنزاً مخفياً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق.

حدیث: عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "ان الله جميل". (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ جمیل ہے۔"

ف: چونکہ جمال عادتہ مقتضی ہوتا ہے ظہور کو یعنی ظہور اس کے مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ حکیم ہیں کہ مناسب کی رعایت فرماتے ہیں: اس لئے حکمت مقتضی ہوئی کہ ذات و صفات کا ظہور فرمائیں اور ذات و صفات کا ظہور ہوتا ہے افعال سے جو متعلق ہیں خلق کے، پس مقتضی ظہور ہونا مقتضی تخلیق ہونا ہے اور اسی ظہور سے معرفت ہوتی ہے، پس اقتضاء ظہور اقتضاء معروفیہ بھی ہے، اسی اقتضاء کو جب سے بھی تعبیر کیا جاسکتا اور اس ظہور سے پہلے خفا ظاہر ہے۔ پس حکم بالجہال سے کہ حدیث میں ہے بواسطة ان مقدمات کے قول مشہور مذکور

۱۔ اخرجه البخاری: فی الأدب، ما يجوز من الشعر والرجز والحداء وما يكره منه، ۶۱۳۷۔

۲۔ مسلم: فی الايمان، تحريم الكبر وبيانہ ۱۳۷۔

صوفیاء کا ثابت ہوتا ہے، خوب سمجھ لو۔

حدیث: عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

”من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لایتمثل فی صورتی“۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ: ”جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا تو اس نے مجھ ہی کو دیکھا: کیوں کہ

شیطان میری صورت میں نہیں بن سکتا۔“

ف: بعض صوفیاء کے کلام میں بعض عبارتیں بعنوان حدیث پائی جاتی ہیں جن پر اکثر

اہل ظاہر ان حضرات کو وضاع حدیث سمجھتے ہیں مگر حاشا وکلا جو وہ ایسے کبیرہ گناہ کے مرتکب

ہوتے ہوں، بلکہ توجیہ اس کی یا تو یہ ہے کہ کشف یا منام میں انہوں نے حضور پر نور صلی اللہ

علیہ وسلم سے کچھ ارشادات سنے ہوں اس لئے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب

کر دیا یا خود محدثین نے احادیث منامیہ کو لفظ حدیث سے تعبیر کیا ہے، جیسا کہ امام صنعانی

نے مشارق میں یہ حدیث ”اذا وضع العشاء“ الخ منام کے طریق سے نقل کی ہے، اسی

طرح احادیث کشفیہ کو حدیث کہنا صحیح ہے، البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ قواعد شرعیہ کے خلاف

نہ ہو، تو محققین کے کلام میں جو اس قسم کے مضامین پائے جاتے ہیں اس میں یہ بات متحقق

ہوتی ہے کہ فی نفسہ وہ حق ہوتے ہیں، حدیث بالا اس توجیہ کے صحیح و معتبر ہونے پر دال ہے

کبھی وہ روایت بالمعنی ہو سکتی ہے جیسے اس سے اوپر ”كنت كنزاً مخفياً“ کا مضمون مذکور

ہوا ہے کہ وہ روایت بالمعنی ہو سکتی ہے ”ان اللہ جمیل“ کی، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حسن ظن

سے کسی کتاب میں دیکھ کر یا کسی راوی سے جو بظاہر صالح تھا سن کر اس کو صحیح سمجھ لیا اور نقل

کر دیا، تنقید احادیث ان حضرات کا فن نہیں اس لئے یہ غلطی معفو عنہ ہے۔

مضمون بستم: من عرف نفسه فقد عرف ربه.

حدیث: عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

”لا ینبغی للمؤمن ان یدل نفسه“ قیل: یا رسول اللہ وما یدل نفسه؟ قال: ”ان

۱۔ اخرجه البخاری: فی تعبیر الرؤیا، من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، رقم: ۶۹۹۳،

مسلم: فی الرؤیا، قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رانی فی المنام فقد رانی، رقم: ۱۰ (۲۶۶۶)

يتعرض بالبلاء لما لا يطيقه“ (رواه الترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”مؤمن کو لائق نہیں کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے“، عرض کیا یا رسول اللہ اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ”ذلیل کرنا نفس کو یہ ہے کہ جس بلا کا تحمل نہ ہو سکے اس کا سامنا کرنا۔“

ف: اذلال نفس اور عدم معرفت قدر نفس کے معنی ایک ہی ہیں اور عدم معرفت قدر نفس بھی ایک توجیہ ہے عدم معرفت نفس کی، اس بناء پر بذل نفسہ کے معنی ہوئے لا یعرف نفسہ، آگے اس عدم معرفت نفس کی تفسیر ہے تعرض ما لا یطاق من البلاء اور ایسی بلاؤں میں سے اعظم بلا عدم معرفت رب ہے، تو اس بناء پر عدم معرفت نفس کا ایک اور تحقق عدم معرفت رب بھی ہوا تو لامحالہ معرفت نفس مستلزم ہوئی معرفت رب کو جو حاصل ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کا، یہی مضمون قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے:

﴿وَمَنْ يَرْغَبْ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مِنْ سَفَهٍ نَفْسَهُ﴾ اس طرح سے کہ من استفہامیہ بمعنی لائی نافیہ ہے، اور یرغب بوجہ صلہ عن کے معنی میں یرغب ویترک کے ہے اور ملة ابراہیم اور معرفت رب کا ایک حاصل ہے، اور سفہ بمعنی جہل کا اور لم یعرف کا ایک حاصل ہے، پس حاصل معنی یہ ہوا ”لا یترک معرفة ربہ الا من لم یعرف نفسہ“ اور نفی و استثناء سے اثبات ہوتا ہے حکم مدخول نفی کا مستثنیٰ کے لئے، پس حاصل الحاصل یہ ہوا یترک معرفة ربہ من لم یعرف نفسہ، اور اس سے بطرز عکس النقیض لازم آیا من عرف نفسہ لم یترک معرفة ربہ بل عرف ربہ اور حدیث مذکور سے اس کا اثبات مخصوص اسی صورت کے ساتھ ہے جب معرفت نفس کی توجیہ معرفت قدر سے کی جائے، اور آیت میں چوں کہ لفظ سفہ بمعنی جہل عام ہے اس سے ہر تاویل پر اثبات ہوتا ہے قول مذکور کا خواہ عدم معرفت قدر لیا جائے یعنی اس نے اپنے نفس کی اہانت کی کہ اس کو دوزخ میں ڈالا یا عدم معرفت صفات نفس لیا جائے یعنی اس نے اپنے تذلل و عجز و ضعف کا مشاہدہ نہ کیا اور نہ حق تعالیٰ کی عظمت و قدرت و کمال کا مشاہدہ ہو جاتا خوب سمجھ لو۔

۱۔ ترمذی: الفتن، باب لا یتعرض من البلاء لما لا یطاق، رقم: ۲۲۵۴، وقال: حسن غریب، وفي نسخة أخرى حسن صحيح.

## خاتمہ

الحمد للہ کہ کراسہ نکت دقیقہ کہ ملحقات حقیقۃ الطریقۃ سے ہے نیز ختم کو پہنچا، کل حدیثیں حقیقۃ الطریقۃ میں تین سو اکتیس ہیں اور نکت دقیقہ میں بیس، اس طرح کہ تین حدیثیں تمہید میں اور بیس مضامین سے ہر مضمون پر اقل درجہ ایک حدیث تو ضرور ہے اور ہشتم و پانزدہم میں دو دو حدیثیں یہ بائیس ہوئیں، مگر مضمون دوم و ششم و ہشتم و دہم میں جو حدیثیں لائی گئی ہیں وہ اصل رسالہ حقیقۃ میں آچکی ہیں اس لئے ان چار کو خارج کر کے بائیس میں سے اٹھارہ رہ گئیں، اور تمہید کی تین ملا کر اکیس ہو گئیں اور یہ تین سو اکتیس کے ساتھ مل کر جو اصل رسالہ میں ہیں ساڑھے تین سو ایک اوپر ہو گئیں جن کو احقر نے بحذف کس ایک شعر میں ضبط بھی کر دیا ہے:

سہ صد پنچہ حدیث آمد دریں

شد مرتب این عجائب سفر دیں

الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات،

والصلوة على نبيه محمد صاحب الشفاعات

وصحبه وعترته أصحاب السعادات وكان هذا

في أوسط ربيع الاول ۱۳۲۷ھ



## تنبیہ آخری متعلق مجموعہ رسائل

ان رسائل و مضامین کے بھر و سہ شیخ سے مستغنی نہ ہو جائیں تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ فوائد باطن کیلئے شیخ کی تعلیم کا اتباع بمنزلہ جزو اخیر علت تامہ کے ہے اور باقی کتب و رسائل بمنزلہ شرائط ابتدائیہ یا توسیعیہ کے ہیں۔ اسی اشتراط و توقف کی وجہ سے یہ مضامین جمع کئے گئے ہیں اور اس کے بعد بھی وصول الی المقصود کا مدار اعظم شیخ کامل کا اتباع ہے اصل دلیل تو اس دعویٰ کی تجربہ ہے لیکن مرتبہ بیان میں اگر اس مضمون کی تفصیل کا شوق ہو تو حصہ دوم کلید مثنوی صفحہ ۱۵۵ سطر ۲۴ سے صفحہ ۱۶۵ سطر ۸ تک مطالعہ کیا جائے۔ اول بندہ نے اس مضمون کو مسائل المثنوی میں داخل کیا تھا مگر بوجہ تطویل کے اس سے خارج کر کے مجموعہ ہذا کے ختم پر اس پر تنبیہ کر دی گئی۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین و صلی الله علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه اجمعین ابدالابدین ودهرالداہرین ولنلحق باخر المجموع هذا ابیاتاً دعائیة حرية بان یکررها الطالب المسکین فی جلواته و خلواته منقولة عن عشرة طروس و هی هذه.

یا من یری ما فی الضمیر و یسمع	انت المعدل کل ما یتوقع
یا من یرجی للشدائد کلها	یا من الیہ المشتکی والمفرع
یا من خدائن رزقه فی امرکن	امن فان الخیر عندل اجمع
مالی سوی فقری الیک وسیلة	فبالافتقار الیک فقری ادفع
مالی سوی قرعی الیک حيلة	فلئن رددت فای باب اقرع
ومن الذی ادعوا و اهتف باسمه	ان کان فضلک عن فقیرک یمنع
حاشا لجدوک ان تقنط عاصیا	الفضل اجزل والمواهب اوسع
ثم الصلوة علی النبی الہ	خیرا لا نام ومن به یتشفع

### تم مجموعہ التکشف عن مهمات التصوف

۱۰ ومن عجائب الاتفاق التي لم تقصد قيل ان الاشخاص الثلاثة من هذا المجموع قد ختمت علی المنظوم من الکلام الاول علی الہندی منہ المناسب (الملائم) المبتدی والثانی (الموافق) علی الفارسی المناسب للمتوسط والثالث علی العربی المناسب للمنتهی ۱۲ منہ